تاریخ

ریاست بہاولپور

جلد اول

مصنف : [illegible]

[illegible] : [illegible]

ناشر : [illegible]

[illegible] اکیڈمی [illegible]

بہاولپور

Marfat.com

سید غلام شبیر بخاری ایم اے علیگ

ڈائریکٹر تعلیم ریٹائرڈ صوبہ پنجاب لاہور

محترم مولوی محمد علی درویش نے زیر تبصرہ کتاب تاریخ ریاست بہاولپور کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلے حصہ میں امیران بہاولپور' اولیاء اللہ، حسن معاشرت اور ریاست کے اخلاقی نظام حکومت کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صوبہ پنجاب میں ادغام ریاست کے بعد پیدا ہونے والے واقعات کو بڑی خوبصورتی سے ترتیب دیا ہے اور ان کا ایک تقابل پیش کیا ہے اور اپنے مشاہدات اور احساسات کو اس مرقع رنگارنگ میں بڑی کامیابی سے سمو دیا ہے اور ان تلخ واقعات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دی جن کے سبب بہاولپور میں علیحدہ صوبہ بنانے کی اہمیت ایک تحریک بن چکی تھی۔ میرے خیال میں اہل پنجاب کے لیے باشندگان بہاولپور کے دل جیتنے کو مزید ایثار اور قربانی کی ضرورت ہے۔

درویش صاحب نے تاریخ نویسی میں وہی اسلوب نگارش اختیار کیا ہے جو قدماء کے ہاں بڑا پسندیدہ اور مستحسن تھا۔ ان کی تحریر ابن بطوطہ اور ابوالقاسم فرشتہ کے سفرناموں سے مطابقت رکھتی ہے۔

طبقات درویش

دوسرے حصہ کتاب کا نام ہے اس میں ملک عرب کا جغرافیہ عرب کی موجودہ تقسیم حکومتوں کا تذکرہ اور قدیم قبائل کا ذکر اور تاریخ قریش کے علاوہ کئی ایک

Marfat.com

دوسرے موضوعات نے اس حصہ کتاب کو سچ مچ ایک چھوٹا سا انسائیکلو پیڈیا بنا دیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب مساجد کے آئمہ، مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ دوسری جلد پر میرا تبصرہ کتاب کے اندر موجود ہے دونوں جلدیں تقریباً (۱۹۰۰) صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس میں ۵۶ صفحات پر تصاویر دی گئیں ہیں۔ طباعت و اشاعت کے اخراجات درویش صاحب نے بلا شرکت غیر خود برداشت کیے ہیں۔ جو ایک متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے آدمی کے لیے خاصہ مشکل امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ان کے شامل حال ہوا ہے کہ یہ اس کام کو سرانجام دے سکے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ درویش صاحب کی اس مجاہدانہ کوشش اور علمی کاوش کو شرف قبولیت بخشیں۔

آمین ثم آمین!

سید شبیر بخاری لاہور ۹/۹/۸۷

Marfat.com

تاریخ
ریاست بہاول پور

جلد اول

طبقاتِ درویش

مؤلف : محمد علی درویش آبادکار

ناشر : محمد علی درویش

ناظم : سرصادق اکیڈیمی لمیٹڈ بہاول پور

1987

پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— تاریخ ریاست بہاولپور (جلد اوّل)
مصنف ——— محمد علی درویش

84205

تاریخ اشاعت ——— اگست ۱۹۸۷ء
تعداد ——— پانچ سو (۵۰۰)
قیمت ——— ۵۰/- روپے
کتابت ——— محمد امین بٹ لاہور
مطبع ——— آر-آر پرنٹرز لاہور

رابطہ کے لیے

عبدالسلام ہاؤس گلی بینچ پیر مکان نمبر ۱۳۸/۴۸ اے ایس جاوید مارکیٹ اچھرہ لاہور

چودھری محمد اکرم ۱۲۴/سی رحمٰن پورہ لاہور، ٹیلیفون: ۱۰۳۰۲۴

ہر قسم کی خط وکتابت و ترسیل زر کے لیے
کاشانۂ درویش
چک نمبر 47/3.R عباسیہ، لیاقت پور
ضلع رحیم یار خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینہ کتاب

نام مضمون	صفحہ
انتساب بنام حسنین اکرم	۱
عطائے خسروانہ	۲
اغراض و مقاصد	۳
ایک مکتوب بنام اسسٹنٹ کمشنر بنز	۴
"عقیدت کے پھول" صفحہ ۵۰۸	
گلدستہ خیال۔ کچھ اپنے دیس کی باتیں :	۶
یار الالام - پروفیسر فاروق اختر نجیب	۱۳
او سلیم ایس ایچ او (۸۵۳)	۱۵
تاریخ ریاست بہاولپور پروفیسر غلام الثقلین نقوی	۱۷
ریاست بہاولپور۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی	۲۰
تاریخ ریاست بہاولپور پروفیسر عبدالجبار شاکر	۲۱
ایک معلومات افزا مجموعہ محمد عالم صابری (بی اے)	۲۲
مولانا عبدالقادر آزاد	"
اخباری مجموعہ تاریخ سید شبیر بخاری	۲۴
الالام ایک تاریخ ساز اخبار پروفیسر رشید احمد گوریجہ	۲۶
محترمہ مسز ثریا حمید	۵۰
ملک سعید منظر ممبر پنجاب اسمبلی حلقہ رحیم یار خان	۵۸
رئیس شبیر احمد ممبر قومی اسمبلی پاکستان	۶۲
پیش لفظ - خاندان نبوت	۶۵
دیباچہ	۶۹
قصیدہ علامہ اقبال در مدح نواب محمد بہاول خان خامس	۷۸
اشعار	۸۰
ریاست بہاولپور	۸۱
ریاست کا رقبہ	۸۱
طبعی تقسیم	۸۲
ریاست کا نظام آبپاشی	۸۳

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
بہاول پور دارالخلافہ	۸۵
ضلع رحیم یار خاں	۸۶
مخدوم - لغاری دو خاندان	۸۷
ابوظہبی - شیخ زید بن سلطان النہیان	″
سلطنت مغلیہ ہندوستان	″
سلطان احمد شاہ	۸۸
تاجدار مملکت خداداد بہاول پور	″
نواب صادق محمد خان (اول)	″
نواب محمد بہاول خان (دوئم)	۸۹
″ محمد مبارک خان (سوئم)	″
اسلام گڑھ	″
نواب محمد بہاول خان ثانی (چہارم)	۹۰
نواب صادق محمد خان ثانی (پنجم)	۹۱
نواب محمد بہاول خان ثالث (ششم)	″
ایسٹ انڈیا کمپنی - ایک تجارتی معاہدہ	۹۲
ریاست کی حد بندی مارچ ۱۸۴۵ء	″
طلائی کنگن - ۱۸۴۸ء گورنر جنرل	۹۳
لارڈ ڈلہوزی	″

نام مضمون	صفحہ
نواب صادق محمد خان ثالث (ہفتم)	۹۳
نواب حاجی خان عرف فتح خان (ہشتم)	″
نواب محمد بہاول خان رابع (نہم)	″
نواب صادق محمد خان رابع (دہم)	۹۳
سر رابرٹ ایجرٹن گورنر پنجاب	۹۴
نواب محمد بہاول خان خامس (یازدہم)	۹۶
تولید فرزند	۷
نواب صادق محمد خان خامس (دوازدہم)	۸
تاج پوشی والیٔ ریاست بہاولپور	۹۸
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ - ایک لاکھ روپے چندہ	″
اعلحضرت محمد عباس عباسی	۹۹
صاحبزادہ محمد صلاح الدین احمد	۱۰۰
مبارک میاں شہزادہ	۱۰۱

اولیاء اللہ بہاول پور

نام مضمون	صفحہ
ستلج ویلی پراجیکٹ اسکیم ۱۹۲۱ء	۰۳
آباد کار اور قدیم آبادی	″
چشتیاں اور چشتیاں شریف	″

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
شیخ تاج الدین تاج سرور	۱۰۴
سید چراغ الدین شاہ ہراتی	"
خواجہ جمال الدین سلیمان	۱۰۵
شیخ محمد مسعود فرید الدین گنج شکرؒ	"
شیخ بہاؤ الحق ابو محمد زکریا ملتانیؒ	۱۰۶
خواجہ بختیار قطب الدین کاکیؒ	۱۰۷
" معین الدین چشتیؒ	"
مشائخ چشت و ابو اسحاق چشتی	۱۰۸
خاندان چشت ۔ شجرہ خلافت منظوم	۱۰۹
قبلہ عالم نور محمد مہاروی	۱۱۰
خواجہ سلیمان تونسوی	۱۱۲
احوال دہلی	۱۱۴
شاہ کلیم اللہ	۱۱۵
دیوان مہندس	۱۱۶
ابو یوسف محی الدین یحییٰ مدنی	"
شاہ نظام الدین صدیقی	۱۱۸
نظام الملک آصف جاہ اول دکن	۱۲۰
مولانا فخر الدین فخر جہاں	۱۲۲
حافظ نور محمد مہاروی	۱۲۸
شیخ نور احمد	۱۳۱
شیخ نور محمد	"
حافظ غلام حسین	۱۳۲
حافظ محمد جمال ملتانی	۱۳۳
خواجہ سلیمان تونسویؒ	۱۳۴
نوابان ریاست بہاول پور	۱۴۳
سجادہ نشین اللہ بخش	۱۴۴
اعلحضرت اور خلیق احمد نظامی	۱۴۵
نوابان بہاولپور اسٹیٹ	۱۴۷
جامعہ عباسیہ بہاول پور یونیورسٹی	"
خواجہ محمد عاقل	۱۴۸
مخدوم نور محمد	۱۴۹
مٹھن کوٹ	"
کوریجہ	۱۵۰
خواجہ محمد عاقل	"
میاں احمد علی	۱۵۱
خواجہ خدا بخش	"
نواب آف بہاولپور	۱۵۲
خواجہ تاج محمود	"

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
خواجہ غلام فخر الدین	۱۵۲
نواب فتح یار خان	۱۵۳
خواجہ غلام فرید	۱۵۴
خواجہ محمد بخش نازک	۱۵۵
خواجہ معین الدین	۱۵۶
خواجہ قطب الدین	"
خواجہ فیض احمد	"
باپ ولی بیٹا ولی	"
سرکار بہاول پور	۱۵۷
خواجہ غوث بخش	۱۵۸
خواجہ ہوت محمد	"
خواجہ غلام غوث	"
خلیفہ محمد اعظم	۱۵۹
حضرت شیخ شریف الدین	"
خواجہ سلطان محمود	"
خواجہ یار محمد فریدی	۱۶۰
حضرت مولانا سراج احمد	"
شاہ مغفور القادری	۱۶۱

نام مضمون	صف
خواجہ گل محمد احمد پوری	۱
نواب صادق محمد خان ثالث	۲
شیخ ظہیر الدین	۳
حافظ محمد عبداللہ	
حافظ لعل دین، مولانا محمد صادق	
علامہ محمد باقر	۴
" محمد معاذ	
مولانا عبید اللہ	۵
محمد آصف ایڈووکیٹ	
مولانا رشید احمد	۶۵
خواجہ خدا بخش خیرپور ٹامیوالی	۱۶
نواب صادق محمد خان	۱۸
حضرت ملا جیون	"
خواجہ عبداللہ جہانیاں	۶۹
خواجہ عبدالخالق اویسی بخش خان	"
نواب محمد بہاول خان ثالث	۷۰
خواجہ محکم دین سیرانی	۱۷۱
گھوڑ سوار فقیر	"
دیوان چاولی مشائخ	۱۷۲

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
ابوالعرفان حکیم عبدالرشید	۱۷۴
حافظ غلام حسین بھٹی	۱۷۵
پیر محمد شاہ رنگیلے	۱۷۶
سید حسن غریب شاہ بخاری	"
حضرت لعل سوہارا	"
حضرت میاں محمد پناہ	"
حضرت شوق الٰہی	۱۷۷
شیخ بدرالدین چشتی	"
رسول میر	"
بڑے شاہ	"
عبدالہادی سید رسول	۱۷۸
بزرگانِ چشت	"
قاری محمود الحسن چشتیاں	"
امام عبدالعزیز چشتیاں	۱۸۰
مولانا فضل محمد فقیر والی (مہتمم)	۱۸۱
حافظ مولوی بشیر احمد اعوان (حضرت مولانا)	۱۸۲
لیاقت پور	
سید غلام شبیر بخاری	۱۸۳

نام مضمون	صفحہ
سید غلام میراں شاہ جمال دین والی	۱۸۴
مخدوم حمید الدین حاکم	۱۸۷
سید احمد توختہ لاہور	"
مخدوم نور محمد ہاشمی	۱۸۹
مخدوم محمد محسن شاہ	۱۹۱
سردار ماچکہ فیض احمد	۱۹۲
تعمیر مسجد	"

بزرگانِ اوچ

نام مضمون	صفحہ
سید صفی الدین گازرونی	۱۹۳
شیخ جمال دین خنداں	"
شیخ رضی الدین گنج علم	۱۹۴
قاضی بہاء الحق	"
سید جلال الدین سرخ بخاری	"
چنن پیر	۱۹۵
نواب محمد بہاول خان ثالث	۱۹۶
سید احمد کبیر	"
مخدوم جہانیاں جہاں گشت	"
سید صدرالدین راجن کتال	۱۹۹

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
خطبہ اوچ پاک	۲۰۰
ابوالفتح	۲۰۱
اولیائے بہاولپور (شہاب)	۲۰۲
مخدوم ناصرالدین محمود	۲۰۵
حمیدالدین حاکم	〃
سلطان حسین لنگاہ	۲۰۷
فتوح	〃
سید حاکم کبیر	۲۰۹
سید فضل اللہ	〃
مقبرہ مخدوم جہانیاں	〃
مقبرہ بی بی جند وڈی	〃
خاندان گیلان اوچ	〃
سید محمد غوث	۲۱۰
سلطان قطب الدین	۲۱۱
تاریخ الخلفاء	۲۱۱
سید عبدالقادر	۲۱۳
سید مبارک حقانی	〃

نام مضمون	صفحہ
سید عبداللہ ربانی	۲۱۴
سید محمد نورانی	〃
سید عبدالرزاق	〃
سید حامد گنج بخش	〃
مخدوم عزیز خطیب	۲۱۵
عزیز خطیب	〃
قاضی ابوالفتح	۲۱۵
مولوی محمد عابد	〃
مولوی محمد عبداللہ	〃
مولوی غلام مصطفٰے	۲۱۶
بابا بخت جمال ڈراہج	۲۱۷
میاں ارشاد احمد	۲۱۸
میاں فیض احمد	〃
میاں غلام رسول کا عرس	۲۱۹
ملک مختار احمد اعوان (خلیفہ)	۲۲۰
خواجہ خورشید احمد	۲۲۲
پیر سید شمس الحق	۲۲۴

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ	نام مضمون	صفحہ

مسراتِ تمدنی ـ حسنِ معاشرت اور اخلاقی نظامِ حکومت

نام مضمون	صفحہ
درویش ـ علامہ رحمت اللہ ارشد	۲۴۳
سید نوازش علی تحصیلدار	//
ملک محمد دین ـ مختار قانونی	۲۴۴
عدالتِ عالیہ	//
تنظیم ائمہ مساجد	۲۴۷
ہفتہ وار اخبار الامام	۲۴۸
مخدوم زادہ وزیر مال	//
مولانا محمد صادق و مولانا عبید اللہ	۲۴۸
مخدوم احمد نواز گردیزی	۲۴۹
معاونین اخبار الامام	۲۵۰
مولوی نظام الدین حیدر	//
سردار محمود خان	//
چودھری علی اکبر صاحب محراب پور	//
مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ	//
چک ۲۰۲، مراد چشتیاں	
چک ۹، مراد ایک اللہ والے بزرگ	
سید اسرار الحق	۲۵۱
ملک محمد دین	//
ملک غلام حسین اعوان	//
مسٹر ریاض احمد ہاشمی	۲۵۲
چودھری محمد بشیر احمد حیمہ	//
منشی نور احمد مکتبہ اسلامیہ	//
حافظ محمد امین صمدانی	//
حضرت قبلہ جناب محمد انور صاحب	//
حکیم احمد حسن جالندھری	۲۵۳
مولانا عبد الرحمٰن جامعی	//
مولانا حیات محمد واعظ پچھی ہٹہ	//
مولانا جمیل الدین	۲۵۴
مولوی غلام حسین الواشمس	//
ایک بڑی شہادت ـ میجر شمس الدین محمد	۲۵۵
جناب زاہد حسین	//
میر عابد حسین صادق آباد	۲۵۶
میر زاہد حسین	//

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
علامہ منظور احمد	۲۵۶
بقا محمد خان ڈائرکیٹر تعلیم	"
راؤ حفیظ الرحمٰن وزیر تعلیم	۲۵۷
راؤ فضل الرحمٰن ڈپٹی کمشنر	"
سردار محمد ایوب خان وزیر مال	"
جناب پیر سعود علی ڈپٹی کمشنر مہاجرین	۲۵۸
شیخ محمد حسین ڈپٹی کمشنر بہاولنگر	۲۵۹
کمشنر پولیس بہاولپور	"
مسٹر سعد اللہ ایس پی	۲۶۰
ملک بشیر احمد ایس پی	۲۶۱
جناب محمد نواز کھیڑا مجسٹریٹ	"
جناب محبوب عباسی سٹی مجسٹریٹ	۲۶۲
چودھری حشمت علی ایس ایچ او	"
اوورسیز بھنگ صادق آباد	۲۶۳
عبدالمجید ڈائریکٹر تعلیم	"
جناب شبیر احمد انصاری	۲۶۴
علامہ ارشد انسپکٹر مدارس عربیہ	"
شیخ مظہر حسین ناظم عباسیہ	"

نام مضمون	صفحہ
چیف انجنیئر	۲۶۸
حق نواز خان قمر (ایس ای)	"
شیخ فیض احمد چیف جسٹس بہاولپور	۲۶۹
شیخ اللہ داد	۲۷۰
مولوی اختر علی ڈپٹی کمشنر	۲۷۱
مخدوم زادہ سید حسن محمود	۲۷۲
عبدالحمید صحرائی	۲۷۳
خان عبدالرشید مشیر اعلیٰ	"
بقا محمد خان سید محمد چراغ شاہ	۲۷۴
کرنل ڈرنگ وزیر اعظم	۲۷۵
درویش فرزانہ یا دیوانہ	"
جمیلہ الطاف	۲۷۷
حسان الحق چیف سیکرٹری	۲۷۸
ملک نور محمد سپرنٹنڈنٹ دربار	۲۷۹
محمد احمد شیخ (ایس ای)	۲۸۰
ملک بشیر احمد ایس پی	"
مسٹر عبدالقیوم سٹی انسپکٹر پولیس	۲۸۲
خان تاج محمد خان درانی	"

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
شیخ عبدالرشید ناظم عباسیہ	۲۸۴
مس ظہور فاطمہ !	۲۸۵
مس رشیدہ حسن ڈپٹی انسپکٹرس	״
شیخ ریاض جسٹس	۲۸۷
محمد افضل زاہد سول جج	۲۸۸
جناب بشیر احمد بھٹی سول جج	״

واقعات

نام مضمون	صفحہ
چیف جسٹس سید غلام مرتضیٰ شاہ	۲۸۹
بہاولپور ۵۰-۱۹۴۹ء	״
لیگ کے قائد محمد علی جناح (قائداعظم)	۲۹۰
"بھارت گورنمنٹ بڑی مکار ہے	۲۹۱
یحییٰ خاں صدرِ مملکت پاکستان	۲۹۱
بھٹو اور بلوچستان	۲۹۲
سید مسعود الحسن شہاب	۲۹۴
چودھری بشیر احمد چیمہ	۲۹۵
ڈاکٹر محمد شفیع ممبر قومی اسمبلی	۲۹۶
ریونیو بورڈ پنجاب	۲۹۶
عدالت کی کہانی	۲۹۹

لیاقت پور
سیاسی سرگرمیاں

نام مضمون	صفحہ
چودھری محمد شریف۔ عبدالرشید	۳۱۱
چودھری مقصود الحسن چیچھہ	۳۱۴
مولانا بشیر احمد (اعوان)	۳۱۵
ایک اچھی روایت مجسٹریٹ مجید جمیل	۳۱۷
جماعت اسلامی اور مسٹر شوکت (پی پی پی)	۳۱۸
مجسٹریٹ اور پولیس	۳۱۹
سیاست ایک کاروباری ایجنسی یا	״
رفاعی ادارہ	״
ڈاکٹر عمر اور چودھری محمد بخش (اے سی)	۳۲۰
انتظامیہ لیاقت پور	״
سیلاب ۱۹۷۳ء	۳۲۲
مسٹر فیروز احمد خان فیروز	״
سینما کے مالک صوفی محمد عبداللہ خان	۳۲۳
ڈاکٹر عمر	۳۳۱
اللہ دتہ لودھی	۳۳۲

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
سر صادق محمد خاں عباسی نواب آف بہاولپور	۳۲۳
کلروالا بنگلہ	۳۳۴
مسٹر غلام باری تحصیلدار احمد پور شرقیہ	۳۳۵
عبدالمجید جمیل (اے سی)	۳۳۷
حضرت میاں محبوب عباسی	"
خان عبدالحمید نیازی ڈپٹی کمشنر	۳۴۲
کیپٹن آغا رضا علی تراب	۳۴۸
شیخ عطاء اللہ قریشی	۳۵۴
کالے لوگ ڈپٹی کمشنر	"
چودھری ظہیر ہیڈ ماسٹر	۳۵۵
مسٹر امداد علی گھلو	۳۵۸
چودھری ریاض ایڈووکیٹ	۳۶۰
چودھری غلام رسول گوجر	"
نگارشاتِ درویش	۳۶۱
ریونیو کورٹ	"
قیامت کا شور (ایک فیچر)	۳۶۳
مسٹر ضیاء الدین ڈویژنل کمشنر کا اجلاس عام	۳۷۷
افکارِ درویش	
سورۃ الفاتحہ	۴۰۳
ضابطۂ اخلاق	۴۱۹
خواجہ عبدالخالق غجدوانی ایک رباعی اور اس کی تشریح	۴۳۲
اقوال درویش	۴۴۸
ادغامِ ریاست کے بعد بہاولپور انتظامیہ (مطبوعہ مواد)	
آنریبل مشیران کرام بہاولپور	۴۵۰
"گلہائے عقیدت"	۴۵۱
چوہدری امتیاز احمد ساہی	"
"عقیدت کے پھول"	۴۶۲
ملک محمد اکرم ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان	
رانا محمد یعقوب ایس پی رحیم یار خان	۴۶۵
گلدستۂ خیال	
چودھری سعید الحسن ڈویژنل کمشنر بہاولپور	۴۷۰
پولیس اور اخلاقی قدریں	۴۷۶
تعلیم اور اس کے تقاضے	۴۷۸
لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی	

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
قرطاس ابیض	۴۸۱
عقیدت کے پھول	۵۰۸
آج یوم عاشورہ ہے	″
ڈویژنل کمشنر بہاولپور	۵۱۰
ریاست بہاولپور کی وزارت	″
عالیہ بنت عبدالرشید خان	″
گورنر مسٹر سوار خان	۵۱۱
پیروز بخت قاضی	۵۱۲
پاگل کا بچہ ایک خبر یا لطیفہ	″
محمد علی درویش (مصنف کا تعارف)	۵۱۴
درویش نامہ صحافت سے آبادکاری تک اور	
کئی ایک متعلقہ واقعات	۵۱۹
طبقات درویش (تذکرہ بلادِ عرب)	۵۴۱
ملک عرب اور اس کا جغرافیہ	۵۴۱
تاریخ کعبہ	۵۴۵
جدہ بندرگاہ اور دوسرے مقامات	۵۵۲
قبائل عرب اور سکونت	۵۶۹
تاریخ قریش (مکہ معظمہ)	۵۷۶
السابقون الاولون	۵۸۶
تبلیغ کے پہلے تین سال	
تاریخ قریش۔ دو مقتدر ہستیاں	۵۹۵
عرب جدید	
اسلامی دنیا سے تعارف	۶۳۶
دولت سعودیہ	″
بحرین	۶۳۹
قطر	″
متحدہ عرب امارات	۶۴۰
کویت	″
جنوبی یمن ۔ شمالی یمن	۶۴۱
مسقط، عمان اور مصیرہ	″
سقوطرہ، قمران اور پریم	۶۴۲
عراق	۶۴۲
اردن	۶۴۳
شام و لبنان	″
یہودی ریاست اسرائیل	۶۴۵
بنی اسرائیل (آل یعقوب)	۶۴۷

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ	نام مضمون	صفحہ
جمہوریہ متحدہ عرب مصر	۶۵۳	رُوس	۶۹۶
الوراالساوات	۶۶۳	اسپین (ہسپانیہ) اٹلی	۶۹۷
لیبیا (طرابلس)	۶۶۴	جزیرہ نما بلقان، یونان، یوگوسلاویہ،	۶۹۸
مراکش۔ تیونس الجزائر	۶۶۶	البانیہ، بلغاریہ	
سوڈان	۶۶۸	ڈنمارک۔ پرتگال۔ فن لینڈ۔ شمالی آئرلینڈ	۶۹۹
انڈونیشیا	//	اور جنوبی آئرلینڈ	
بورنیو	۶۶۹	یورپ پر ایک نظر	۷۰۰
محمد بہادر شاہ ظفر	۶۷۰	ناروے، رودبار انگلستان	۷۰۱
کرہ ارض پر ایک نظر	۶۷۱	براعظم افریقہ	۷۰۲
براعظم ایشیا	۶۷۷	// شمالی امریکہ	۷۰۴
برصغیر پاک و ہند	۶۸۰	کینیڈا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ	//
افغانستان	۶۸۲	میکسیکو	۷۰۵
براعظم یورپ	۶۹۲	براعظم آسٹریلیا	//
جزائر برطانیہ (انگلینڈ) سکاٹ لینڈ	۶۹۲	**اولیاء اللہ**	
فرانس۔ مشرقی جرمنی مغربی جرمنی بلجیم	۶۹۳	حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری	۷۰۸
ہالینڈ، ناروے، سویڈن، پولینڈ،	۶۹۴	اصحاب صفہ	۷۱۰
چیکوسلواکیہ		ابوذر غفاری	۷۱۲
آسٹریا۔ سوئٹزرلینڈ۔ ہنگری۔ رومانیہ	۶۹۵	سلمان فارسی	۷۱۳

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ
جناب اویس قرنی	۱۴
احمد بن خضرویہ	۱۵
بایزید بسطامی	"
پیر سے پردہ	۱۶
امام ابوحنیفہؒ	"
حضرت علیؓ	۱۹
حضرت حسنؓ	"
حضرت حسینؓ	۲۰
حضرت زین العابدینؓ	"
حضرت محمد باقرؒ	"
حضرت جعفر صادقؒ	"
حضرت موسیٰ کاظمؒ	۲۱
حضرت علی رضاؒ	"
حضرت محمد تقی	۲۱
" علی نقی	"
" شیخ محمد فریدالدین عطار	"
قصص الاولیا صوفی وارثی	۲۲
حضرت امام باقرؒ	۲۳
" امام جعفر صادق	۲۴
دربار طلبی کا قصہ	۲۶
حجاج بن یوسف ثقفی	۲۸
شیخ عبدالقادر جیلانی رح	۲۹
خواجہ نظام الدین اولیاء	۳۸
میاں شیر محمد شرقپوری	۴۲
مولانا غلام محمد رند بلوچ دین پوری خانپور	۴۹
مولانا محمد عبداللہ درخواستی	۵۲
ڈاکٹر محمد طاہر مولانا طاہر القادری	۵۴
خطاط العصر محمد صدیق الماس رقم	۶۱
حافظ محمد یوسف سدیدی	۶۳
ثریا حمید کے مضامین (شرم و حیا)	۶۶
عورت اور شادی چوڑیاں اردو اور پاکستان	۸۹
بشریٰ رحمٰن ممبر پنجاب اسمبلی	۹۰
بیگم فرحت شجاع الرحمٰن	۹۲
حکیم عبدالرشید ابوالعرفان	۹۴
احمد غزالی	۹۵
بنوہاشم اور دعویٰ خلافت	۹۶

Marfat.com

نام مضمون	صفحہ	نام مضمون	صفحہ
حسن بن صباح	۸۲۴	عباسی دورِ حکومت	۸۲۸
آغا خان حسن علی شاہ	"	عباسی خلفاء، مصر	۸۳۰
آغا خان اوّل	"	سلطنت اموی اندلس (ہسپانیہ)	۸۳۲
آغا خان دوئم وسوئم	۸۲۵	سردار ممتاز احمد مجسٹریٹ	۸۴۵
آغا خان چہارم پرنس کریم	۸۲۶	پروفیسر عبدالجبار شاکر	۸۴۹
آغا خان شہزادہ صدر الدین	"	مولانا عبدالقادر آزاد	۸۵۰
آغا شاہی	"	الحسنات الباقیات	۸۵۲
آئینۂ حکومت	۸۲۷	تحریک تنظیم آئمہ مساجد	۸۵۷
سلطنتِ اسلامیہ کے سربراہ	"	سرفراز خان	۸۵۹
سلطنت مروانیہ	"	مطبوعاتِ درویش	۸۶۱

درویش نگر چک نمبر ۴۷ ۳-آر عباسیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

عزیز القدر حسنین اکرم ابن ابوالحسنین محمد اکرم ملک کے نام کیا جاتا ہے

ملک محمد اکرم ڈپٹی کمشنر کے گھر ۱۴،۱۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء کی رات کو ۲ بجے اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ رب العزت مولود سعید کو درازی عمر کے ساتھ دین و دنیا کی سعادتوں سے سرفراز فرمائیں ! آمین ثم آمین !

اس وقت ملک کی عمر کوئی بتیس سال تھی، شادی اڑھائی تین سال پہلے ہوئی تھی چکوال ضلع کی ملک برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

رحیم یار خان کو ضلع کا درجہ ۱۹۴۰ء میں دیا گیا ہے ! ملک محمد اکرم پہلے ڈپٹی کمشنر ہیں جن کے گھر رحیم یار خان میں پہلا بچہ ہوا ہے۔ اس طرح حسنین رحیم یار خان کی تاریخ کا ایک حصہ بن گئے ہیں۔

ملک صاحب موصوف کا قیام رحیم یار خان کوئی ساڑھے تین سال رہا ہے۔ اول عشرہ اپریل ۱۹۸۰ء ان کا وہاں بطور ڈپٹی کمشنر تقرر ہوا تھا۔

صاحبزادہ حسنین اکرم کی والدہ محترمہ اسماء اکرم چودھری ممتاز حسین وزیر تعلیم و خزانہ صوبہ پنجاب کی صاحبزادی ہیں۔

دعا گو

محمد علی درویش آبادکار

۳۔ فروری ۱۹۸۷ء

Marfat.com

عطائے خسروانہ

پچاس ہزار روپے

ہز ہائنس سر صادق محمد خاں کی والدہ ماجدہ نور اللہ مرقدہا نے برائے تعمیر ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیئے ہیں۔

نواب محمد بہاول خاں خامس ۱۲ نومبر ۱۹۰۳ء مسند نشین ہوئے ہیں۔ دسمبر ۱۹۰۶ء حج بیت اللہ کے لیے گئے ہیں۔ واپسی پر بمقام عدن ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء وفات پا جاتے ہیں۔ اس وقت نواب صادق محمد خاں خامس کی عمر کری پونے تین سال تھی۔

۵ مئی ۱۹۰۷ء بمقام صادق گڑھ رسم دستار بندی ہوئی اور کم سن ہونے کی بنا پر اگست ۱۹۰۷ء کونسل آف ریجنسی کا قیام عمل میں آیا۔

سید سلیمان ندوی بہاولپور ایس سی کالج کی ایک تقریب میں تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے بتایا ۱۹۰۸ء نواب بہاولپور کی والدہ ماجدہ نے یکمشت پچاس ہزار روپے اپنی طرف سے ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تعمیر کے لیے مرحمت فرمائے تھے۔ اور ۱۹۳۰ء نواب صادق محمد خاں عباسی نے مسلم یونیورسٹی کے ایک سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کی صدارت فرمائی اور یونیورسٹی کو ایک لاکھ روپے عطیہ میں دیئے تھے! اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

اغراض و مقاصد

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا
وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً (القرآن)

جب دو بادشاہ طاقت آزمائی میں ایک دوسرے کے بالمقابل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو فاتح ملک میں داخل ہو کر اس کا امن و سکون تباہ کر دیتا ہے اور اس کے عزت داروں کو ذلیل و خوار کیا جاتا ہے۔

درویش کہتا ہے جو علاقہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے زیر تسلط آجاتا ہے وہاں اس کا حسن انتظام، استحکام حکومت کا باعث ہوتا ہے لوگ بے چینی محسوس کرنے کی بجائے صورت قائمہ پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس کتاب میں انتظامیہ کا ایک تقابل پیش کیا گیا ہے کہ ریاست بہاولپور کا انتظامیہ کس نوعیت کا تھا اور اس کا بدل کیسا ہے؟

درویش نے ۱۹۴۹ء سے ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۵۵ء ریاست کا ۶ سالہ دور حکومت ایک صحافی کی نظر سے دیکھا ہے اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء ادغام ریاست کے بعد کوئی ۲۴ سال کے واقعات پر ایک آباد کار یا شہری کی حیثیت سے نظر ڈالی ہے۔ غرض و غایت صرف یہ ہے کہ بہاولپور ڈویژن اب پاکستان کا ایک حصہ ہے اس کی تعمیر و اصلاح کو ایک مسئلہ سمجھا جائے۔ درویش ایک پنجابی نژاد ہے، ایک طویل جدوجہد کے ساتھ زر کثیر خرچ کر کے اس باب میں حکومتِ پاکستان کو سنجیدہ غور کا موقعہ بہم پہنچایا ہے۔

Marfat.com

ریاست بہاولپور کا انتظامیہ اور ادغام ریاست کے بعد انتظامیہ کے بارے اس کتاب میں کافی مواد مہیا کیا گیا ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ اول تا آخر ہر بیان اس کی تشریح ہے تو خلافِ واقعہ نہ ہو گا۔

اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ فرق کیوں ہے؟

شیخ مظہر حسین اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور

اس کتاب میں تفصیل سے ان کا ذکر آیا ہے۔

لیاقت پور ۱۹۵۵ء انہوں نے بتایا: مَیں صادق آباد میں تحصیلدار تھا۔ اعلٰحضرت امیر آف بہاولپور صادق آباد دورہ پر آئے۔ چند زمینداروں نے میری شکایت کی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ مَیں جانتا تھا کہ اسی طرح کی ایک شکایت پر اعلٰحضرت نے ایک ایس ڈی او کی پٹائی کر ڈالی تھی۔ میرے خلاف شکایت سُن کر اعلٰحضرت نے فرمایا اس سے بہتر میرے پاس کوئی دوسرا تحصیلدار نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو ان کے ساتھ بنا کر رکھنی چاہیئے۔ آج کسی افسر کے خلاف شکایت یہ اثر دکھاتی ہے؟

ان کا ہنٹر اصلاح انتظامیہ کی ضمانت تھا اور وہ ریاست کے منصب داروں کے بارے صحیح صحیح معلومات رکھتے تھے۔

ایک مکتوب ــــ بنام اسسٹنٹ کمشنر

انقطاع آبپاشی اور فصل کا نقصان

اس عرضداشت کا موضوع ہے۔

عہدِ مسعود پر ایک نظر | ایک سے زیادہ مرتبہ ہم جناب محمد مسعود خان فاضل A.C کے نوٹس میں یہ بات لا چکے ہیں کہ چک ۴۷/۱۰-۳ آر عباسیہ کے لیے ایک نیا موگہ آر ڈی نمبر

Marfat.com

$\frac{21610}{L.3.R.A}$ منظور ہوا ہے۔ اس کے حصہ داران نے اپنا منظور شدہ کھال مستطیل

$\frac{368}{1}$ کیلہ نمبر 21 تا 25 احداث کرنے کی بجائے کیلہ نمبر 23 سے موڑ کر مستطیل

$\frac{368}{2}$ کیلہ نمبر 4 · 5 میں ڈال لیا ہے جس جگہ درویش کا اندرونی کھال ہے اور اس

طرح درویش کے رقبہ مستطیل مذکور کیلہ نمبر 1 تا 3 · 8 تا 13 کے وسائل آبپاشی منقطع ہو

گئے ہیں۔

(۲) جنوری ۱۹۷۹ء — درویش نے اس کے متبادل ایک کھال جاری کیا جو ایک دوسرے شخص نے گرا کر ٹریکٹر پھیر دیا ہے۔ اس طرح ۲۳۔ اپریل سے مستقل طور پر آبپاشی رک جاتی ہے فصل کاشتہ کا دسوخت ہو جاتا ہے اور فصل کپاس کاشت نہیں ہو سکی۔ نقصان کا اندازہ کوئی پانچ سات ہزار روپے کا بنتے۔ ۱۵۔ اکتوبر سے فصل ہاڑی کاشت کرنے کا موسم شروع ہو چکا ہے۔

ڈی سی او احمد پور شرقیہ

(۱) اکتوبر ۱۹۷۹ء — ناجائز قبضہ چھوڑنے کا نوٹس ان کو دے چکے ہیں۔

تحصیلدار لیاقت پور

۲۹ ستمبر ۱۹۷۹ء اپنی رپورٹ میں واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ فاصر پارٹی نے میری عدالت میں آکر اپنا موقف بیان کرنے میں دیدہ دانستہ بے پروائی سے کام لیا ہے۔

نائب تحصیلدار

۳۔ جولائی ۱۹۷۹ء اپنی رپورٹ میں کہہ چکے ہیں کہ درویش کا متبادل کھال گرایا گیا ہے! جس سے ان کے رقبہ کی آبپاشی مستقل طور پر رک گئی ہے؛ اور جھگڑے متنازعہ کی کبھی نشاندہی کرائی ہے۔ لیکن ہمارے فاضل اے سی نے ۳ جولائی تا ۸ نومبر یہ فیصلہ نہیں دیا کہ ان کا آئندہ اقدام کیا ہوگا؟

Marfat.com

محکمہ نہر کی طرف سے ناجائز قبضہ کا نوٹس جاری ہونے کے باوجود، ان کا قبضہ نہ چھوڑنا، آمادہ فساد ہونے کی واضح دلیل ہے۔

لوکل انتظامیہ کا اس باب میں کوئی مؤثر کارروائی نہ کرنا، حسن تدبر پر دلیل نہیں بلکہ نزاکت حال کا عدم شعور ہے۔ تحریر ۱۰/۹/۱۲ (درویش)

گلدستہ خیال

کچھ اپنے دیس کی باتیں

ایک خبر ـــــــ "وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے مولانا فضل الرحمٰن صدر جمعیت العلمائے اسلام کے گھر جا کر ان سے ملاقات کی ہے"۔ سیاسی حلقوں کی طرف سے اعتراض پر مولانا نے کہا ہے کہ وہ میرے گھر والد مرحوم کی فاتحہ خوانی کے لیے آئے تھے۔ میں آنے والے کو کیسے روک سکتا تھا۔ ایک منچلے نے کہا: سات سال کے بعد ان کو فاتحہ خوانی کی کیسے سوجھی؟ فضل الرحمٰن نے برجستہ کہا یہ سوال جونیجو سے کرنے کا ہے! آپ نے کہا مختلف تقاریب میں صدر اور وزیر اعظم سیاسی آدمیوں سے ملاقاتیں کرتے آئے ہیں یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس پر کسی تعجب کا اظہار کیا جائے!

درویش کہتا ہے: شورش کے زمانہ میں کسی سربراہ حکومت کا کسی سیاسی لیڈر کے گھر جانا حادثہ موت کے سوا ایک معذرت خواہانہ انداز بن جاتا ہے۔ خواہ اس کی کوئی توجیہ کی جائے۔

محمد خان جونیجو وزیر اعظم ہونے کے ساتھ مسلم لیگ کے صدر بھی ہیں جو پاکستان کی بانی جماعت ہے مسلم لیگ کا صدر حکومت اور سیاسی جماعتوں کے درمیان رابطہ قائم کر

Marfat.com

سکتا ہے اس لیے جونیجو صاحب کے پاس اس کے جواز کی ایک دلیل موجود ہے چونکہ سیاسی لیڈر ایسی غیر معمولی پذیرائی کے نتیجہ میں اغوار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھیوں کو چنا لاحق ہوئی ہے۔ فضل الرحمن مولوی بلکہ مولانا ہیں۔ ایسے لوگ منطقی ہونے کے باعث بہت ضدی ہوتے ہیں۔ اس لیے ان سے ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(۲) جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک فوجی ڈکیٹر کی حیثیت سے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے مارچ ۱۹۸۵ء کوئی آٹھ سال تک حکومت کے کاروبار کو چلایا ہے اور سیاسی فضا پرسکون رہی ہے۔ جنوری ۱۹۸۶ء محمد خان جونیجو نے ملک میں اپنی جمہوریت نواز حکومت کا پرچار شروع کیا ہے۔ اور سیاسی جماعتوں سے پابندی اٹھا کر ان کو آئندہ الیکشن کے لیے تیار ہونے موقعہ دیا ہے وہ منہ کھولتے ہی یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم اس حکومت کو نہیں مانتے ؛ بزعم خود وہ ایک بڑی عوامی طاقت ہیں لیکن الیکشن ان کے خلاف فیصلہ دے چکا ہے۔ بایں ہمہ وہ کلہاڑا لے کر جونیجو حکومت کی جڑیں کاٹنے گھر سے نکل پڑے ہیں اور آئینی سربراہ مملکت کو اپنے طعن و تشنیع کا ہدف بنایا ہے وہ شخص جس نے ذوالفقار علی بھٹو کی سیاسی بساط الٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا ہے اور سیاستدان چاروں شانے چت گر پڑے ہیں۔ جونیجو کے دور جمہوریت میں مفاومت و مبارزت کی سوجھی ہے ؟ ان حالات میں وزیر اعظم کی حیثیت سے محمد خان جونیجو کا کسی سیاسی لیڈر کے گھر جانا ایک معذرت خواہانہ انداز بن جاتا ہے۔ اور یہ ہمیشہ حکومت کے زوال کی علامت سمجھا گیا ہے۔

وزارتِ عظمیٰ اور صدارت مسلم لیگ !

درویش نے ہمیشہ ان دو عہدوں کو یکجا کرنے کی مخالفت کی ہے یہ دونوں عہدے ملک میں ایک فعال حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن مسلم لیگ کی بڑی بدقسمتی ہے کہ اس کو ہمیشہ قحط الرجال سے واسطہ پڑا ہے دونوں عہدوں پر مل کر چلنے والے آدمی نہیں ملے۔ اب جبکہ

Marfat.com

جنرل محمد ضیاء الحق پانچ سال کے لیے صدر مملکت بن گئے ہیں ۔ انہوں نے ملک میں جمہوریت کی داغ بیل ڈالی ہے اور وزیر اعظم کو مسلم لیگ کو ایک زندہ فعال جماعت بنانے کا مشورہ دیا ہے ۔ پیر پگاڑا نے قوم و ملک کے بہترین مفاد میں مسلم لیگ کو محمد خان جونیجو کے چرنوں میں ڈال دیا ہے ۔ اس طرح ایک ہی دن میں مُردہ جماعت زندگی کی سربلندیوں سے ہمکنار ہوگئی ہے ۔

موجودہ دور میں اس کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ حاجی سیف اللہ جو حسن اتفاق سے قومی اسمبلی کے حلقۂ خانپور سے کامیاب ہوکر پارلیمانی اپوزیشن لیڈر بن گئے تھے ۔ اس چمک دمک نے ان کو اس طرف کا راستہ دکھایا ہے اور انہوں نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ ملک و قوم کے بہترین مفاد میں انہوں نے مسلم لیگ میں شمولیت کرکے فیڈرل مذہبی وزارت کو کندھا دیا ہے ۔ انہوں نے برملا کہا ہے کہ " وہ الگ جماعت بنانے یا کسی دوسری جماعت میں شمولیت کا فیصلہ کر سکتے تھے " ۔ لیکن یہ ادھار کا سودا تھا جو انہوں نے نہیں کیا ۔ انہوں نے نقد دام وصول کیے ہیں ۔

سیف صاحب : ایسے آدمی کو اپنے ساتھ ملا لینے کا کریڈٹ محمد خان جونیجو کو پہنچتا ہے انہوں نے سیف صاحب کو امریکہ کی دعوت دی جو منظور ہوئی اور امریکہ جاکر ایک بیان جاری کیا جس پر تبصرہ اس کتاب کے دوسرے حصّہ " مسائل رواں " کے زیر عنوان آچکا ہے ۔ اور یہ بیان اس بات کی علامت تھا کہ پیپلز پارٹی کے لیڈر ذوالفقار علی بھٹو کی طرح وزیر اعظم پاکستان اور صدر مسلم لیگ محمد خان جونیجو کا جادو بھی ان پر چل گیا ہے ۔

صدارتی ایوارڈ

درویش اور حاجی سیف اللہ اس لحاظ سے اس کے مستحق ہیں کہ درویش نے ہمیشہ

Marfat.com

مستقل مزاجی کے ساتھ ملکی امور پر نقد و تبصرہ کیا ہے اور اظہارِ خیال میں جرأت دکھائی ہے اور کسی بڑی شخصیت کے بارے مرعوبیت کا انداز اختیار نہیں کیا جبکہ حاجی سیف اللہ نے ہمیشہ قوم و ملک کے بہترین مفاد کو نگاہ میں رکھ کر سیاسی جماعتوں کا انتخاب کیا ہے۔

حاجی سیف اللہ

اس لحاظ سے سزاوار مبارکباد ہیں کہ انہوں نے نامساعد حالات میں ایک دوسری تحصیل سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا ہے اور کامیاب ہوئے ہیں۔

یہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہاولپور ڈویژن کے پہلے شخص ہیں جو کسی بڑی سیاسی سپورٹ اور سرمایہ کاری کے بغیر صرف اپنی خداداد قابلیت و صلاحیت کی بنا پر مرکزی وزارت تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جو ایک سیاسی ورکر کا قابلِ فخر کارنامہ ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں کہ ان کی سیاست فہم و فراست کی سیاست ہے، حکمت و دانائی کی سیاست ہے، اور ان کی انگلیاں وقت کی نبض پر ٹھیک طور پر کام کرتی ہیں۔

ملک قاسم

ہمارے ڈویژن علاقہ بہاولنگر کی ایک معروف سیاسی شخصیت ہیں وہ کہتے ہیں ہم سیاسیات میں نمازیں پڑھنے نہیں آئے۔ عوام پر حکومت کرنے کا دل میں شوق رکھتے ہیں اربابِ اقتدار کو چاہیئے کہ وہ رضاکارانہ طور پر ہمارے لیے کرسیاں خالی کر دیں!

ملک صاحب! لیلیٰ اقتدار سے ہمکنار ہونے کی امنگ اور آرزو کس کے دل میں پیدا نہیں ہوئی لیکن بہت کم لوگ اس طرح کھلے دل سے اس کا اظہار کرتے ہیں۔

Marfat.com

مسٹر سیف اللہ نے اپنی سیاسیات کا آغاز ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء محمد ایوب خان کے مارشل لاء سے کیا ہے۔ مخدوم حمید الدین حاکم وزیر کے لیاقت پور آنے پر ان کے حق میں نعرہ بازی کی ہے الیکشن میں محترمہ فاطمہ جناح کے مقابلہ میں محمد ایوب خان کو اپنی تحصیل سے کامیاب کرایا ہے۔ "لیاقت پور کی سیاسیات" کے زیر عنوان اس کتاب میں ان کا مفصل ذکر آیا ہے۔

ضیاء الحق کے ساتھ ان کی کیا رشتہ داری تھی کہ انہوں نے ان کو اپنی مجلس شوریٰ میں لے لیا تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ نوجوان ایک ذہین و فطین آدمی ہے وقت کے تقاضا کو بخوبی سمجھتا ہے ان کی سیاست تخریب کاری کی سیاست نہیں ہے۔ مسٹر سیف اللہ نے ۲۸ سال ایوان اقتدار کی طرف مُنہ کرکے بانگیں دی ہیں۔ تب جا کر مذہبی وزارت کی امامت ان کے حصّہ آئی ہے یا لوگ سمجھتے ہیں کہ سیف اللہ رات کو سویا صبح وزیر تھا۔

جناب ملک صاحب! اپنی سیاسی پالیسی کا کبھی جائزہ لیا ہے؟ آپ کے حسب حال سعدی شیرازی کا یہ شعر ہے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو مے روی بترکستان است

سجدۂ تلاوت

۱۔ قاری خوشی محمد ہمارے زمانہ کی ایک معروف شخصیت ہے۔ ریڈیو بہاولپور اور ملتان رمضان المبارک میں ان کی آواز میں قرآن مجید سُناتے ہیں۔ قاری صاحب قرآن پڑھنے کے دوران سجدۂ تلاوت نہیں کرتے۔ حالانکہ دوران نماز جب سجدۂ تلاوت آتا ہے تو امام رکوع ایسے رکن فرض کو مؤخر کرکے پہلے سجدۂ تلاوت کرتے ہیں اور پھر رکوع میں جاتے ہیں۔
سجدۂ تلاوت اپنے موقعہ پر ادا کرنا واجب ہے اور قاری صاحب دورانِ قرأت

Marfat.com

ترکِ واجب کے مرتکب ہوتے ہیں جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

۲۔ ریڈیو ملتان کئی سالوں سے قرأت قرآن کے ساتھ اس کا ترجمہ اور قدرے تشریح کرتا آیا ہے اور اب اس نے ترجمہ اور تشریح کو چھوڑ کر صرف قرأت کو کافی سمجھ لیا ہے اور اس دَوران بچوں کا پروگرام لے لیا ہے اور کسی ایک صاحب نے رمضان المبارک میں اس پر اعتراض نہیں کیا۔ گویا ہم قرآن کے مفہوم و معنی کے بجائے اس کے حروف کی سماعت کو کافی سمجھتے ہیں۔

۳۔ ملتان ریڈیو ۴ بجے اپنی تلاوت شروع کرتا ہے، جبکہ بہاولپور ریڈیو پر عصر کی اذان کے بعد قرآن خوانی ہوتی ہے۔ کیا مقامی لوگوں کو اس پروگرام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟ کسی ایک مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ نماز صبح کے بعد اس کی تلاوت کی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" ـــ مصنف مولانا محمد تقی عثمانی ـــ ناشر ادارہ المعارف کراچی نمبر ۱۴

صاحب موصوف نے مولانا مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کے رد میں حضرت معاویہؓ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور مولانا مودودی نے حشو و زوائد سے جو کام لیا ہے اس کا نوٹس لیا ہے۔

کتاب زیرِ نظر میں "دو مقتدر ہستیاں" کے عنوان میں ہم نے بھی اس بارے اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس جگہ مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ معاویہ اس دَور کا ایک عام نام تھا۔ حضرت معاویہ کا لفظ امیر معاویہ کی تخصیص میں کافی نہیں ہے امارت ان کا طرہ امتیاز ہے اور امیر کا لفظ ان کے نام کے ساتھ تخصیص کا کام دیتا ہے۔ مولانا نے ان کے نام کے ساتھ انصاف نہیں کیا! امیر معاویہ کے بارے ان کا اپنا شعور نا تمام ہے۔ کتاب تحقیقات میں ایک بلند پایہ کتاب ہے۔ ہم مولانا کی محنت اور کاوش پر داد دیتے ہیں۔

Marfat.com

واقعہ کے خلاف قسم کا اطلاق

حضرت مولانا مودودی نے سیرت سرورِ عالمؐ میں حضرت عمر بن خطاب کے ایمان لانے کی روئداد میں کہا ہے کہ جب وہ دارارقم میں آئے تو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھ کر ان کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا واللہ عمر تم اس وقت تک ایمان نہیں لاؤ گے جب تک تم خدا کی طرف سے سخت آزمائش میں نہیں ڈالے جاتے ! اس پر عمر بن خطاب نے کہا : یارسولؐ اللہ میں ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہوا ہُوں " !

یہ کتاب ایک سے زیادہ مرتبہ چھپ چکی ہے اور ہزاروں کی تعداد میں چھپی ہے کسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا کہ قسم کا اطلاق واقعہ کے خلاف ہوتا ہے اور یہ پیغمبرؐ کی طرف سے بعید از امکان ہے !

درویش صفت گورنر

ہمارے کاتب محمد امین بٹ نے بتایا ہے کہ جب محمد یوسف سدیدی کاتب فوت ہوئے تو ان کے جنازہ کی خبر اخبارات میں چھپی - جناب مخدوم سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب کاتب مرحوم کے گھر پہنچے اور جنازہ میں شرکت کی ہے - جہاں یہ محمد یوسف سدیدی کی قومی خدمات کا ایک بڑا اعتراف ہے، وہاں جناب سجاد حسین قریشی کے درویش صفت گورنر ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے .

Marfat.com

الامام اخبار

پروفیسر فاروق اختر نجیب

پروفیسر شاکر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ بہت اچھا لکھتے ہیں۔
ان سے تقریظ لکھوایئے گا، چنانچہ یہ کرم فرمائی میرے لیے انتہائی ممنونیت کا باعث ہے
ہم بے حد شکریہ کے ساتھ درج کتاب کرتے ہیں (درویش)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ : تاریخ ریاست بہاولپور جلد دوم میری نظر سے گذری ہے اس میں "الامام" کے ادارتی کالم بڑے جاندار ہیں۔ درویش کی قوتِ مشاہدہ بڑی تیز ہے ہر چیز کے حسن و قبح، ہر دو پہلو پر نظر رکھتے ہیں۔ اظہار مافی الضمیر پر مکمل دسترس ہے اُردو زبان پر خاصا عبور حاصل ہے اور بڑے سلیقہ سے دل کی بات نوک قلم پر لے آتے ہیں۔ جرأت بیباکی ان کا شعار ضرور ہے لیکن اس سے دُوسرے کا وقار مجروح نہیں ہوتا۔ ہلکا پھلکا طنز و مزاح اور شگفتگی ان کی تحریر کا نمایاں پہلو ہے۔ فکر میں جدت نظر میں وسعت بیان میں لطافت، ایک صاحبِ طرز ادیب ہیں۔ سخت سے سخت بات کو بھی ایسے پیرایہ اور انداز میں بیان کرتے ہیں کہ مخاطب کو ان کے حسن ادا پر خود داد دینی پڑتی ہے۔ یہ خوبی بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے انہوں نے اربابِ اختیار پر کُھل کر تنقید کی ہے لیکن تعمیری! اسی چیز نے ان کو صحافتی دنیا میں ایک درویش کا مقام دیا ہے۔ درویش کہلانا آسان ہے۔ درویش صفت بننا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے خالقِ حقیقی نے یہ صفت بڑی فیاضی سے ان کو ودیعت فرمائی ہے۔ درویش نے اردو صحافت میں جو حقیقت پسندی اور صدق بیانی کا معیار قائم کیا ہے۔ بہت تھوڑے

Marfat.com

لوگ اس پر پورے اُترتے ہیں ۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات
تا زبزم عشق یک دانائے راز آید بیرون

اس حقیقت کو علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے اور قحط الرجال کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

درویش کے ہمعصر صحافی ان کی صاف گوئی اور صدق مقال کے معترف بلکہ مداح ہیں مجھے ان کی تحریریں سراپا حسن نظر آیا ہے ہر قاری اپنی علمی استعداد اور فکری APPROCH کے مطابق اس سے مستفید ہوگا ۔

مجھے یہ کہنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے کہ کتاب اُردو ادب میں ایک معتدبہ اضافہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ درویش کی محنت اور کاوش کو بار آور فرمائیں ۔ امین ثم امین

۳ مارچ ۱۹۸۷ء　　فاروق اختر نجیب پروفیسر ڈپٹی ڈائریکٹر لائبریریز ڈی ۔ پی ۔ آئی آفس لاہور

پروفیسر فاروق اختر نجیب

ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۷ء ہے موضع کوٹ وارث ایک زمیندارہ راجپوت فیملی سے تعلق رکھتے ہیں ۱۹۶۱ء ایم اے سیاسیات پنجاب یونیورسٹی سے کیا ہے ۔ اور لیکچررشپ مل گئی ہے ۔ ان کا خاندان ایک علمی گھرانہ ہے ۔ ان کے عم حقیقی محمد عنایت اللہ ایک مجموعہ صفات تھے ۔ بیک وقت وہ عالم فاضل ، ادیب ، خوشنویس اور طبیب تھے ۔ انہوں نے اپنے قصبہ کوٹ وارث سے ایک ہفتہ وار اخبار "العصر" نکال کر عوام اور

Marfat.com

صحافتی دنیا میں نام پیدا کیا ہے تو ایک طبیب کی حیثیت سے اپنے علاقہ میں عوام کو طبی امداد بھی دی ہے۔ ان کے حکیم حاذق ہونے پر یہ دلیل کافی ہے کہ وہ اطبا ایسوسی ایشن کے صدر رہے ہیں۔ اس طرح گویا نجیب صاحب کو ایک اخبار نویس کی مشکلات اور اس کی خوبیوں کا ذاتی مشاہدہ ہوا ہے اور اس بنا پر وہ درویش کے طبعی رجحانات کا ذکر کر رہے ہیں اور کتاب کے ضمن میں صاحب کتاب کا تعارف کرایا ہے۔

محمد سلیم اختر راؤ (ایس ایچ او)

لیاقت پور ۱۹ جولائی ۱۹۸۷ء - یہ انسپکٹر پولیس کے عہدہ پر فائز ہیں اور لیاقت پور تھانہ کے انچارج ہیں۔ ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تاریخ ریاست بہاولپور ان کو پیش کی۔ دوسرے دن ملاقات پر بتایا۔ کتاب کے مندرجات پر ایک جستہ جستہ نظر ڈالی ہے مجھے آپ کا مکتوب بنام انعام الرحمٰن ایس پی بہت پسند آیا ہے اور میں اس کو پڑھ کر محظوظ ہوا ہوں! درویش آپ ایک عظیم آدمی ہیں آپ کا انداز بیان جرأت آمیز اور دلیرانہ ہے۔

خالد لطیف (ڈی ایس پی)

ان کو مخاطب کر کے کہا: درویش ہمارے علاقہ کے ایک صاحب تصنیف آدمی ہیں انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے جو دراصل ان کے اخبار ہفتہ وار "الامام" کے اداریے نوٹ اور دوسرے مضامین کا ایک مجموعہ ہے اور واقعات کے اعتبار سے ریاست بہاولپور کی ایک تاریخ ہے۔ اس میں انہوں نے ایک مکتوب بنام ایس پی لکھا ہے جسے میں ان کی تحریر کا ایک شاہکار سمجھتا ہوں: پڑھ کر سناتے ہیں۔

لیاقت پور تھانہ

اس کا درجہ بڑھا کر اسے انسپکٹر کے چارج میں دے دیا ہے اور دس قدم پر ڈی ایس پی کا دفتر ہے۔ پولیس کارروائی میں بہتر نتائج پیدا کرنے کے لیے یہ کچھ کیا گیا ہے یا پڑھے لکھے لوگوں کو روزگار بہم پہنچایا ہے آخر بے روزگاری بھی حکومت کے لیے ایک مسئلہ ہے جو فعل و عمل پہلے ہیڈ کانسٹیبل یا اے ایس آئی کرتے تھے۔ اب اس کا دائرہ پولیس انسپکٹر تک وسیع ہو گیا ہے اور حکومت کو دعویٰ ہے کہ ہمارے قدم اصلاح کی طرف اٹھ رہے ہیں۔ پچھلے دنوں اخبارات میں یہ ذکر آیا کہ ایک ڈرامہ اسٹیج ہوا جس میں یہ دکھایا گیا کہ پولیس کا چھوٹا عملہ کرپٹ ہے لیکن اعلیٰ افسران دیانتدار ہیں۔ ایک سب انسپکٹر نے اس کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ درخواست گزاری کہ یہ غلط ہے۔ درخواست اس بنا پر خارج ہوئی کہ ڈرامہ خلاف واقعہ نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جسٹس بہادر نے پولیس افسران کی ساکھ بحال رکھی ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ خط منارقہ

Marfat.com

کہاں ہے ؟ اس لیے میں آپ سے استفسار کروں گا کہ انسپکٹر پولیس چھوٹے عملہ میں داخل ہے یا اعلیٰ افسران میں شمار ہوا ہے۔

اپنے خط کی تاثیر میں لکھتے ہیں۔ انعام الرحمن نے وائرلیس پر ڈی ایس پی لیاقت پور سے رابطہ قائم کیا اور جس امر کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی گئی تھی۔ وہ مسئلہ فوراً حل ہو گیا ہے "

راؤ سلیم

اس روئیداد سے ظاہر ہے کہ علم و ادب سے ان کو گہرا لگاؤ ہے اور ان کا ذہن سیاست آشنا ہے ہر آدمی کے ساتھ اس کے انداز فکر میں بات کرتے ہیں اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں اور ان کو نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کا مطمع نظر روپیہ پیسہ نہیں وہ تاریخ میں اپنا ایک مقام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے عہدہ کے بارے میں جس تلخ حقیقت کا اظہار رہے اسے وہ رندانہ مسکراہٹ میں چھپا گئے ہیں اور یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ حقیقت آشنا نہیں ہیں۔ پولیس افسران بڑے مردم شناس ہوتے ہیں۔ اس باب میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

درویش کہتا ہے : جج خود شناس ہیں جبکہ پولیس افسران مردم شناس !

جناب خالد لطیف (ڈی ایس پی)

درویش کمرہ میں داخل ہوا کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیٹھئے !

آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ ایک عورت اپنی دو بچیوں سمیت پانی کے تالاب میں ڈوب کر مر گئی تھی۔ اس کیس میں آپ کے چک گیا تھا۔ یہ غالباً جنوری ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے خالد لطیف ان دنوں لیاقت پور تھانہ کے انچارج تھے۔ اس حادثہ کی روئیداد کتاب زیر نظر میں صفحہ ۵۲۸ پر درج ہے۔ اس میں لکھا ہے " پولیس کا رویہ چک والوں کے ساتھ ہمدردانہ رہا ہے " یہ گویا ان کے حسن کارکردگی پر ایک داد ہے۔ پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔

خالد لطیف سے آج دوبارہ مل رہے ہیں، ان کی ذاتی شرافت اور محکمانہ کارکردگی دیکھ کر مسرت ہوئی کہ پاکستان انتظامیہ میں ایسے جوہر قابل بھی ہے۔ (پولیس اور اخلاقی تدریس صفحہ ۴۷۶)

Marfat.com

تاریخ ریاست بہاول پور

ایک عجیب کتاب ہے

یہ وہ تاثر ہے جو اس کتاب کو پڑھ کر سب سے پہلے میرے ذہن میں آیا۔ تاریخ کے متعلق ہمارا تصور یہ ہے کہ اِس میں حکومتوں کی تاسیس سے لے کر اُن کے زوال تک کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں یا حکمرانوں کے کارناموں کا ولولہ انگیز تذکرہ ہوتا ہے۔ مولوی محمد علی درویش کی یہ تاریخ "تاریخ کم اور ذاتی یادداشتوں کا ایک دل کش مجموعہ زیادہ ہے۔ اس کتاب کے تاریخی حصّے میں بھی" امیرانِ بہاولپور کے ساتھ حسنِ عقیدت" کا زیادہ اظہار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاست بہاولپور کے امیران کو اسلام اور اسلامی شعار کے ساتھ بہت محبت تھی۔ ان کی کوشش رہی ہے کہ جہاں تک حالات زمانہ اجازت دے سکیں، ملک میں اسلامی طرزِ زندگی کو رائج کیا جائے۔ چنانچہ امیرانِ بہاولپور نے دینی مدارس کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ ہر بڑے شہر میں دینی مدارس بھی قائم کیے ہیں

تاریخ ریاست بہاولپور کے ساتھ ملک عرب کا جغرافیہ اور قریش کی تاریخ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس حصّے سے امیرانِ بہاولپور کا عرب اور قریش سے وطنی اور نسبی تعلق کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ بھی عباسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور عم رسولؐ حضرت عباسؓ سے نسبی تعلق کی بنا پر اسلام سے اُن کی محبت اُن کی زندگی اُن کے جسم و روح میں رچ بس گئی تھی۔ چنانچہ بہاولپور میں صوفیائے کرامؒ بھی رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ مصنف نے اُن صوفیائے کرام کا تذکرہ بڑی محبت اور عقیدت سے لکھا ہے جن کا کسی نہ کسی صورت

Marfat.com

نوعیت کی ایک عجیب کتاب ہے جس میں تاریخ کم اور ذاتی مشاہدات و تاثرات زیادہ ہیں۔ ان مشاہدات نے کتاب میں خلوص و صداقت کے نقوش کو اُبھارا ہے اور اس بنا پر کتاب کی انفرادیت بھی اُبھری اور نکھری ہے۔

غلام الثقلین نقوی
۲-۱۲-۸۳ ۔

ریاست بہاولپور

برعظیم ہند و پاکستان میں مسلمانوں کی جو ریاستیں قائم ہوئیں، اُن میں ریاست بہاولپور کو ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ اس ریاست میں بھی ماحول تو کم و بیش وہی تھا، جس سے برعظیم کی دوسری چھوٹی بڑی ریاستیں پہچانی جاتی تھیں، لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اس ریاست کے حکمرانوں میں خوفِ خدا، خدمت خلق کا خیال اور اسلام کے بنیادی اصولوں سے محبت کے پہلو نسبتاً زیادہ نمایاں تھے۔

یہی سبب ہے کہ ایک فیوڈل نظام میں رہنے کے باوجود اس ریاست کی رعایا اطمینان کی زندگی بسر کرتی تھی، اور افراد کو اس بات پر فخر تھا کہ وہ ایک ایسی ریاست کے باشندے ہیں جس کے حکمران مسلمان، اسلام کے علمبردار اور خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہیں۔ انگریزوں کے زمانے میں یہاں بھی دوسرے علاقوں کی طرح افلاس اور غربت کی حکمرانی رہی لیکن اس کے باوجود طمانیت کا ایک احساس افراد کے دلوں میں برقرار رہا۔ اس لیے کہ انہیں اپنے حکمرانوں پر بھروسہ تھا، اور وہ ان سے محبت کرتے تھے۔

ایک ایسی ریاست جس میں یہ ماحول ہو، اس کی تاریخ کا مرتب کرنا۔ ریاست کے امراء اور وہاں کے عوام کی خدمت ہے۔ اس خدمت کو محمد علی درویش نے اپنی کتاب "تاریخ ریاست بہاولپور" کو مرتب کر کے بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔

اس کتاب میں ریاست کے تاریخی حالات کی تفصیل بھی ہے۔ امراء و رؤسا کے

Marfat.com

حالات بھی ہیں اور ریاست میں معاشرتی اور تہذیبی اعتبار سے جو ترقی ہوئی ہے اس کا جائزہ بھی ہے۔ ساتھ ہی عوام کے رہن سہن ان کے معاشرتی اور تہذیبی حالات علمی اور تعلیمی ماحول پر بھی کافی معلومات اس میں فراہم کی گئی ہے۔

مولوی محمد علی درویش نے یہ کتاب لکھ کر ریاست بہاولپور اور اس علاقے کے رہنے والوں کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ اس کو دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی
ایم اے، پی۔ ایچ ڈی

تاریخ ریاست بہاول پور

محترم محمد علی درویش سے میری شناسائی بہت دیرینہ ہے۔ یہ ان دنوں کا قصہ ہے کہ مجھے اپنی تدریسی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں نو قائم شدہ گورنمنٹ کالج لیاقت پور میں تعینات کیا گیا۔ ان دنوں آتش جوان تھا اور تعمیری سرگرمیوں کا سودا دماغ میں ہر گھڑی سمایا رہتا تھا۔ کالج کی تعمیر کے علاوہ دیگر رفاہی امور میں برابر دلچسپی لیتا رہا۔ جس کا ایک اجمالی تذکرہ اس کتاب کا حصہ بن چکا ہے۔

"تاریخ ریاست بہاول پور" کے نام سے درویش صاحب کی یہ تصنیف اس علاقے کی تاریخی، ثقافتی، مذہبی، تعلیمی اور معاشرتی سرگرمیوں کا ایک دلآویز مرقع ہے۔ بہاولپور کی تاریخ پر اس سے قبل بھی چیزیں شائع ہوئی ہیں۔ مگر اس تصنیف میں جن گوشوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ تصنیف اس موضوع پر معلومات کا ایک بہتر خزینہ ثابت ہوگی۔

مجھے اُمید ہے کہ اس علاقہ کی سیاسی اور سماجی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کو شوق و اشتیاق سے دیکھیں گے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ناظم کتب خانہ باغِ جناحؒ لاہور

Marfat.com

ایک معلومات افزا مجموعہ

اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی اس پہلی کتاب میں تحقیقی و تعارفی اور تاریخی واقعات کے ایسے معلومات افزا مجموعوں کو یکجا کیا گیا ہے جس کی اہالیانِ ریاست بہاول پور کو قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کسی عالمانہ پیرایہ بیان یا مناظرانہ طول کلامی سے کام نہیں لیا گیا ہے اور نہ ہی کسی خاص مسلک کے باب میں خصوصی تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا مقصدِ تالیف یہ ہے کہ ہر ممکن ایجاز و اختصار کے ساتھ اصل حقائق اور واقعات عام فہم انداز میں عوام الناس کو بہم پہنچائے جائیں جو مصنف موصوف کے ذاتی تجربے مشاہدے اور معلومات میں عکس آئینہ کی طرح آتے گئے ہیں۔ مصنف نے انتہائی محتاط اور دیانت دارانہ طریقے سے تحصیل لیاقت پور کی تاریخ اور اس کی تاریخ پر اثر انداز ہونے والی اہم شخصیتوں کو جس طرح سے روشناس کرایا ہے اس پر تمام مکتبِ فکر کے لوگ زیادہ سے زیادہ حد تک متفق الرائے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ ایک ایسی کوشش ہے جو نئی نسلوں کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ ایک ایسا ریکارڈ ہے جس کے آئینے میں اپنی اصلی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔

اس کا مطالعہ ہماری نئی نسلوں کو اُن کی اپنی تاریخ سے روشناس کرے گا اور اُن میں وہ جذبات پیدا کرے گا جو اُن کی ترقی بہتری اور استحکام کے ضامن ہو سکتے ہیں۔

محمد عالم صابری بی اے

آستانہ چشتی صابری لیاقت پور

مولانا عبدالقادر آزاد

خانپوال کبیر والا کے رہنے والے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار بڑے بزرگ ہوئے ہیں کبیر والا میں ان کی خانقاہ ہے اور مولانا آزاد ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ ان کی میری ملاقات بہاولپور

84205

Marfat.com

میں ہوئی۔ انہوں نے ماڈل ٹاؤن والے کی ایک مسجد میں مدرسہ کھول رکھا ہے اور تبلیغی مشن کا پروگرام مرتب کر رہے ہیں۔ درویش کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا پہلے تین سال تنگی کے گزرے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

دوسری ملاقات ان سے لاہور بادشاہی مسجد میں ہوئی جہاں انہوں نے جمعہ کا خطبہ دیا ہے۔ بتایا میں اوقاف میں آ گیا ہوں۔ ڈائریکٹر کے برابر کا عہدہ ہے۔ بہاولپور میں میرا قیام دس سال رہا ہے۔ پچھلے دنوں ان کے مکان پر گیا۔ ایک بزرگ آدمی ملا۔ اس نے بتایا وہ ایک مہینہ کے تبلیغی دورے پر بیرون ملک گئے ہوئے ہیں جو شخص جو کام کرنا چاہتا ہے مالک حقیقی اس کے لیے اس کا راستہ کھول دیتا ہے۔

نومبر ۱۹۸۶ء۔ درویش اپنی کتاب تاریخ ریاست بہاولپور جلد دوم ان کو دکھانے مکان پر گیا ہے۔ بہت خوش ہوئے اور اس بات پر حیران ہوئے کہ اتنی رقم میں نے اپنی جیب سے خرچ کی ہے! علامہ ارشد کے انداز میں کہا: مولانا! حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی کتابوں کو آج کوئی نہیں پڑھتا درویش کی کتاب کون پڑھے گا؟ اس بارے ان کے تاثرات بالکل ایک شفیق بھائی کے تھے!

یا حضرت! جس خدائے برتر نے کتاب کی تالیف و اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔ آئندہ کا انتظام بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ پوچھا کیا قیمت رکھی ہے۔ ۷۵ روپے یا حضرت! فرمایا میں قیمت ادا کر دوں گا۔ کتاب جلد شدہ نہیں صرف فہرست پر صفحات لگانے کے لیے کاپیاں یکجا کی گئی ہیں۔ لاہور میں ان کو اپنا بزرگ دوست سمجھ کر دکھانے چلے آئے ہیں انہوں نے بھی محبت کا محبت کے انداز میں جواب دیا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اخباری مجموعہ تاریخ

۱۔ مکرمی درویش صاحب نے اپنے ہفت روزہ اخبار الامام بہاول پور کے منتخب مضامین کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ اس سے انہوں نے اپنے ملک میں ایک اچھی روایت قائم کی ہے۔ ہمارے ملک کے وسیع الاشاعت اور کثیرالوسائل اخبارات اپنے سالانہ انڈکس تک شائع نہیں کرتے۔ انہوں نے الامام کی تقریباً پوری فائل اُٹھا کر شائع کر دی ہے جسے اپنے وقت کی ایک مستند تاریخ کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ اس میں نومبر ۱۹۴۹ء تا ۱۲ جنوری ۱۹۶۱ء کے ایسے واقعات آگئے ہیں جو روزمرہ کے مسائل تھے۔ ہزار صفحات پر مشتمل کتاب ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مجھے ایک دفعہ برطانوی وزیراعظم بالفور ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء ان کے ایک اعلان کے بارے کہ "عرب ممالک میں یہودیوں کو آباد کیا جاوے گا"۔ برطانوی اخبارات اور دانشوروں کے تبصرے مطلوب تھے ٹائمز لندن کی ۸۰ء سے مکمل فہرست مضامین شائع ہو چکی تھی۔ نصف گھنٹہ میں تمام مطلوبہ مواد مل گیا ہے۔ دوسری دفعہ مجھے کشمیر کے مسئلہ پر اپنے ملکی اخبارات کے تبصرے تلاش کرنے تھے تین ماہ کی مسلسل محنت کاوش کے بعد بھی مقصد حاصل نہ ہُوا۔

درویش صاحب نے اپنے دَور کا ایک "اخباری مجموعہ تاریخ" شائع کر کے ایک بڑی اچھی مثال قائم کی ہے اور اس سے انہوں نے اپنے اخبار کو ایک امتیازی شکل دے دی ہے۔ ۱۰ مارچ ۱۹۵۰ء: اسلامی دستور اور مولانا تمیزالدین صدر دستور ساز اسمبلی پاکستان کی ایک تقریر "قرآن مجید مکمل ضابطہ حیات" ہے۔ عبدالرب نشتر، اقلیتوں کے بارے سہروردی کا بیان ۲۶۔ اپریل ۱۹۵۰ء پاک بھارت معاہدہ ایسے مضامین تاریخ کا ایک بڑا قیمتی سرمایہ ہیں

پاکستان کا دستور اساسی

اکتوبر ۱۹۵۰ء اس موضوع پر پاکستان کے روزناموں میں جو نقد و تبصرہ شائع ہُوا۔ درویش صاحب نے اسے اپنے اخبار الامام میں شائع کیا تھا جو اَب اس مجموعہ میں شامل ہو چکا ہے: "نوائے وقت"، "امروز"، "گارڈین" لاہور

Marfat.com

اور "حق" کراچی کے تبصرے اس میں شامل ہیں۔

بہاولپور میں اصلاحات کی دوسری قسط ! ۸ فروری ۱۹۵۱ء اس بارے مقامی اخبارات کے تبصرے درویش صاحب نے ایک دوسرے اخبار العزیز میں شائع کیے تھے جو ان دنوں الالہام کے ساتھ انکی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ ان کو بھی اس مجموعہ میں شامل کیا گیا ہے اس سے بہاولپور کے اخبارات کا نقطہ نظر بھی واضح ہوتا ہے "قوم اپنے افراد کی سیرت کردار سے پہچانی جاتی ہے"۔ ۲ اپریل ۱۹۵۲ء وائس چانسلر جسٹس ڈاکٹر ایس اے رحمان کا پنجاب یونیورسٹی میں تقسیم اسناد کے موقعہ پر خطبہ صدارت۔ اسطرح کے کئی ایک مضامین درج کتاب ہوئے ہیں: "انتخابات کالعدم قرار دیے گئے" ۲۸ اپریل ۱۹۵۲ء اعلیٰحضرت امیر آف بہاولپور نے امسال ہونیوالے انتخابات کو ایک اعلان کے ذریعے کالعدم قرار دیکر دوبارہ انتخابات کرانیکا اعلان کیا ہے حالانکہ مسلم لیگ کے مقتدر لیڈر "سب اچھا ہے" کا سرٹیفکیٹ دے چکے تھے۔ مدیر الالہام نے جو خود لکھا ہے اسکے ساتھ پاکستان کے مشہور و معروف اخبارات کے آرٹیکل بھی شائع کیے تھے جس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس باب میں ملکی اخبارات کا ردعمل کیا ہے؟ "نوائے وقت" "آفاق" "امروز" "تسنیم" لاہور اور جنگ کراچی کے تبصرے اس میں شامل ہیں۔ اب الالہام کے آرٹیکل کے ساتھ وہ تبصرے بھی دوبارہ شائع ہو گئے ہیں جو ایک مستند تاریخی حیثیت رکھتے ہیں تاریخ ریاست بہاولپور کے موضوع پر ان تبصروں کا شمول تاریخی افادیت کے اعتبار سے ایک اچھا اضافہ ہے۔ مارشل لاء ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ اس بارے الالہام میں جو شائع ہوا وہ سب اس مجموعہ میں آ گیا ہے اس سے درویش کا صحافتی نقطہ نظر اور جرأتمندانہ انداز فکر کی نشاندہی ہوتی ہے: تنظیم ائمہ مساجد بابس ہمہ درویش کا ہفتہ وار الالہام انکی تحریک تنظیم ائمہ مساجد کا ارگن تھا انکی ایک مفصل رپورٹ دسمبر ۱۹۴۵ء تا حال ۱۹۸۶ء اس میں آ گئی ہے اب انکا خبط آئمہ مساجد کیلئے ایک ٹریننگ کالج قائم کرنیکا ہے جو وقت کی ایک اہم ضرورت ہے وہ زیادہ تر دیہات کے آئمہ مساجد کی تعلیم و تربیت کا خیال کرتے ہیں اور حکومت پر زور دینا چاہتے ہیں کہ وہ دیہات کے امام مسجدوں کو باقاعدہ تنخواہ دیکر انکے ذریعہ مسجد کی تعلیم کو فعال بنائیں کہ یہ نظام تعلیم اسلامی معاشرہ قائم کرنے اور شرح خواندگی کو بڑھانے میں بڑا موثر رہیگا۔ درویش نے اس اخباری مجموعہ تاریخ میں "مسائل رواں" کے زیر عنوان نظام عدل پر ایک سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور سیاستدانوں کے سیاسی دل پر اظہار خیال بھی جو ایک بڑا دلچسپ مضمون ہے۔ **ہند میں مسلمان** ایک بہت اچھا تعارفی نوٹ ہے معروف شخصیتوں کے بارے ایک اچھی معلومات بہم پہنچائی ہیں اور ہمسایہ ملک بھارت کے بارے بھی کافی معلومات جمع کر دی ہیں مختصر الفاظ میں تاریخ کے طالبعلموں، پولیٹیکل سائنس اور صحافت سے متعلقہ طلبہ کیلئے ایک بڑی مددگار کتاب ہے۔ بی اے اور ایم اے کے طالبعلم اس کا مطالعہ کرینگے تو ان کو واقعہ نگاری میں بڑی مدد ملیگی۔ میں ہر طالبعلم کو اس کے مطالعہ کا مشورہ دونگا۔ اللہ تعالیٰ درویش کی اس محنت کو بار آور کریں۔ آمین ثم آمین

سید شبیر بخاری ریٹائرڈ ڈائریکٹر تعلیم لاہور

Marfat.com

"الامام" ایک تاریخ ساز اخبار

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ ایم اے ایل ایل بی پی ایچ ڈی

ہمارے بھائی حمید رضوانی کے بزرگ دوست جناب رشید احمد گوریجہ صدر شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج جڑانوالہ نے تاریخ ریاست بہاولپور جلد دوئم پر ایک سرسری نظر ڈالی ہے اور چند کلمات تحسین لکھ بھیجے ہیں۔ ہم ان کے شکریہ کے ساتھ درج کتاب کرتے ہیں۔ (درویش)

اُردو صحافت کی تاریخ میں جرأت اور بے باکی کے جو نقوش الامام نے چھوڑے ہیں۔ وہ اَنمٹ اور بڑے قابلِ قدر ہیں۔ الامام بہاولپور کا ایک مقامی ہفت روزہ اخبار تھا۔ عام طور پر ایسے اخبار صرف مقامی خبروں تک محدود رہتے ہیں۔ خاص طور پر ہفت روزہ اخبار تو خاصے غیر مؤثر سمجھے جاتے ہیں لیکن "الامام" کے ایڈیٹر محمد علی درویش نے اپنے اخبار کو پاکستان کے کئی روزناموں سے زیادہ مؤثر بنایا ہے اور اس کے دائرۂ کار کو بہاولپور تک محدود نہیں رکھا بلکہ پورے پاکستان کے مسائل و واقعات پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔

مولانا درویش نے الامام کی بارہ سالہ فائل کو یکجا کر کے جو کتابی شکل دی ہے وہ ان کا ایک قابلِ تحسین کارنامہ ہے اس سے نہ صرف اس تاریخ ساز اخبار کو تاریخ وار اس طرح جمع کر دیا ہے کہ اب ہم سن و سال کے آئینہ میں پاکستان کے خدوخال دیکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب کی یہی خصوصیت نہیں کہ اخبار کی فائل سے

Marfat.com

ایک دور کی تاریخ مدون ہوئی ہے، بلکہ اصل اہمیت یہ ہے کہ اس میں بہاولپور کی سیاسی تہذیبی، تمدنی اور سماجی زندگی کی پوری عکاسی موجود ہے اور ہم بہاول پور کی معاشرت کا بھرپور مشاہدہ کرسکتے ہیں۔

اخبار کے اداریے دو قسم کے ہیں۔ ایک میں مقامی مسائل کو سامنے لاکر حکام کو اس طرف متوجہ کیا ہے اور دوسرے حصہ میں پاکستان کے اہم قومی مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اور بچے تلے الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ چند ایک خبریں اور اداریے پیش خدمت ہیں

آزادی کا مقصد

ہفتہ وار اخبار "الامام" بہاولپور۔ ۱؍اگست ۱۹۵۱ء

قدرت کا یہ ایک عام اصول ہے کہ جب کوئی قوم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لیے جدوجہد کرتی ہے تو قدرت اُسے زمین کے ایک خطہ پر حکمرانی دے کر اسے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کا موقع دیتی ہے۔ یونہی ہندوؤں اور مسلمانوں نے انگریزوں کی حکومت میں آزادی کے لیے جدوجہد کی۔ قدرت نے انہیں انگریزی اثر سے آزاد کردیا اور اُن کو اپنی اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کے لیے زمین کے ایک خطہ کو اُن کے تصرف میں دے دیا۔

ہندو اور مسلمان اس بات پر متفق تھے کہ انگریز کو ہندوستان پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس لیے انہوں نے متحد اور متفق ہوکر ہندوستان سے انگریزوں کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے مشترکہ جدوجہد کی۔ لیکن اس سے آگے اُن کے زاویہ ہائے

Marfat.com

نگاہ اور حصولِ آزادی کے مقاصد مختلف تھے۔

ہندو کا تصوّرِ آزادی یہ تھا کہ ہندوستان پر حکومت کا حق انگریزوں کی بجائے ہندوستانیوں کو ہے۔ اس لیئے اُن کی جدوجہد کا مقصد ہندوستان پر اپنی حکومت تھی۔ مُسلمانوں کے حصُولِ آزادی کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح اُن کے اسلاف نے ہندوستان پر اسلامی حکومت کا پرچم لہرایا تھا۔ اسی طرح وہ دوبارہ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام اور استحکامِ دین کا کام سرانجام دیں۔ یہ ایک عام جذبہ تھا جو مُسلمان میں پایا جاتا تھا۔ مُسلمانوں کے سیاسی گروہ نے اس جذبہ کی گہرائی معلوم کر کے مُسلمانوں کے سامنے ایک ایسے خطۂ زمین کے حصُول کا پروگرام رکھا، جس خطۂ زمین میں خدا کی حاکمیت قائم ہو اور اس کو پاکستان کے نام سے تعبیر کیا۔ پاکستان کی حمایت صرف ان لوگوں ہی نے نہیں کی جو پاکستانی علاقوں کے باشندوں تھے بلکہ ہر اس مُسلمان نے کی جو استحکامِ دین کے اس طریقے کو بہتر سمجھتا تھا۔ مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو ہندوستان میں مُسلمانوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے انہیں ایک محدود علاقے میں جمع کر لینے کو استحکامِ دین سے تعبیر نہیں کرتے تھے اور اُن کے نزدیک مُسلمانوں کی کثیر تعداد کو ہندو کے زیرِ اثر چھوڑ کر زمین کے ایک خطہ پر مُسلمانوں کے ایک سیاسی گروہ کا اقتدار اسلام کی کوئی خدمت نہیں تھی۔ وہ اسے ان سیاسی ذہنیت رکھنے والوں کے حصُولِ اقتدار کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ جن پر انگریزوں کی تہذیب اور سیاست گہرا اثر کر چکی تھی۔ لیکن عامۃ المسلمین کی وُسعتِ قلب و نظر میں یہ باریکیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھیں۔ انہوں نے ہر اس آواز پر لبیک کہا جو اسلامی مملکت کے قیام کے لیے بلند ہُوئی۔ اُن کے نزدیک اس تحریک کی حمایت نہ کرنی اپنی مُسلمانی سے انکار تھا

Marfat.com

خواہ وہ پاکستانی علاقہ کے باشندے تھے خواہ اُن کے پاکستانی علاقہ سے ہزاروں اور سینکڑوں میل دُور رہ جانے کے امکان تھے۔ وہ صرف یہ سمجھتے تھے کہ یہ کام کسی خاص شخص یا خاندان یا گروہ کی سیاسی برتری یا شاہی قائم کرنے کے لیے نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ یہ کام اُس خدا کا کام ہے۔ جس کے حضور میں شاہ و گدا ایک ہوتے ہیں۔ اس کام کو ہر شخص نے اپنے ایمان کا پیغام سمجھ کر کیا اور اس کے کرنے میں قربانیاں دیتے ہوئے یہی سمجھا کہ وہ یہ قربانی اس کے لیے کر رہے ہیں جس کے قبضۂ قدرت میں اُن کا مال اور جان ہے۔ قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں مسلمانوں نے ہر وہ قربانی دی جو اُن سے ممکن تھی اور انہوں نے ہر وہ تکلیف اور دکھ اُٹھایا جو اس سلسلہ میں انہیں اٹھانا پڑا، اُن میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا جو قربانی دے کر پچھتایا ہو۔ تباہ حالی بربادی ذلّت و مسکنت کو اس حوصلہ مندی سے شاید ہی کسی قوم نے برداشت کیا ہو جس حوصلہ مندی اور جرأت سے ان لوگوں نے برداشت کیا ہے۔ اب قابلِ غور بات صرف یہ ہے کہ آیا مسلمانوں کے حصول آزادی کا مقصد پورا ہو گیا ہے یا مسلمانوں کو کچھ اور کرنا ابھی باقی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ مسلمان ایک خطۂ زمین حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کی اس کامیابی کے بعد ان پر کیا ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس کے متعلق ربّ العزّت کا ارشاد یہ ہے:

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور ط

Marfat.com

"اگر ہم مسلمانوں کو کسی خطۂ زمین پر حکومت دیتے ہیں تو وہ اس کا شدت سے احساس کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اُن پر کیا ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ غریبوں کا دُکھ درد دُور کرنے کا فریضہ انہوں نے کس حد تک ادا کیا ہے۔ قوم اور ملک کی اصلاح کے لیے انہوں نے کیا کیا ہے۔ دُنیا سے فحش اور بے حیائی، فتنہ اور فساد کو دُور کرنے کی انہوں نے کس حد تک کوشش کی ہے اور انہوں نے اشاعتِ اسلام اور استحکامِ دین کے لیے کس حد تک توجہ دی ہے جس کے لیے اُن کو توجہ دینا ضروری ہے کیونکہ اُن کے ہر کام اور ہر فعل کا جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کے بارے میں وہ اللہ کے حضور میں جواب دہ ہیں۔"

قیام پاکستان کے بعد وہ لوگ جو اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور جن کے قبضہ میں وہ طاقت آگئی ہے جس کے ذریعہ سے فرائض کی ادائیگی ہونی ہے مسلسل اپنی تحریر و تقریر اعلان بیان اور نشریات سے استحکام دین کا یقین دلا دلا کر مسلمانوں کے تصور آزادی کی تسکین کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ لیکن چار سال کے عرصہ میں انہوں نے جو عمل کر کے دکھلایا ہے اور جو نمونہ انہوں نے پیش کیا ہے۔ وہ اُن کے ایک ایک قول اعلان اور بیان کی تردید کرتا ہے، جس سے مسلمانوں کا تصورِ آزادی مجروح ہو رہا ہے اور ادائیگی فرائض میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عوام اس بات کا شدت سے احساس کرنے لگ گئے ہیں کہ موجودہ برسر اقتدار طبقہ کو مملکت پاکستان میں استحکام دین سے زیادہ فکر اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی ہے اور اُن کے بیان عوام کو صرف تسکین دلانے کے لیے ہوتے ہیں اور ان کے فعل اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے

Marfat.com

کے لیے عمل میں آتے ہیں۔ یہ صورتِ حالات انتہا درجہ کی افسوسناک ہے۔

ایک خبر ملاحظہ فرمائیں :

ٹیچر ایسوسی ایشن کے اجلاس کے موقع پر محکمہ تعلیم کے ارباب حل وعقد نے شرکت اور خطاب اپنے نام الاٹ کرا رکھا ہے۔ یہ الاٹ منٹ اس لحاظ سے بڑی مفید ہے کہ ارباب تعلیم کو اساتذہ کرام کے اجتماع کو خطاب کرکے ہدایات (INSTRUCTIONS) دینے کا براہِ راست موقع ملتا ہے جس سے ٹیچر ایسوسی ایشن کے اجلاس کو تعلیمی کانفرنس کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے لیکن موجودہ اجلاس میں اخلاق وکردار کا جو مظاہرہ ہوا ہے وہ سوہان روح ہے۔

عالیجناب وزیر تعلیم نے قیام پاکستان کے بعد مذہبی اور اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنے پر زور دیا۔ جناب ڈائرکٹر صاحب تعلیمات نے تنظیم آئمہ مساجد و مکاتب کے ذریعہ مذہبی تعلیم کی ترویج پر ایک مؤثر تقریر ارشاد فرمائی۔ لیکن وہ اس بات کو بالکل بھول گئے کہ وہ جب مذہب اور اخلاق پر لیکچر دے رہے ہیں جمعہ کے واضح احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ جب مرکز ہدایت کو عام اجلاس میں احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہ ہو تو اسے اپنے عملہ سے پابندِ شریعت رہنے کی توقع رکھنا عبث ہے۔ یہ ایک ایسی فروگذاشت ہے جس سے ارباب تعلیم کو ندامت محسوس کرنی چاہیئے۔

اس کی زیادہ تر ذمہ داری ٹیچر ایسوسی ایشن کے منتظمین پر عائد ہوتی ہے کہ انہوں نے پروگرام کو اس طریق پر ترتیب نہیں دیا کہ نمازِ جمعہ ادا کی جا سکے۔ لیکن اس بارے میں سب سے بڑی افسوسناک بات یہ ہے کہ کسی ایک اُستاد نے بھی اخلاقی جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے اس فروگذاشت کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ ورنہ جمعہ ایسے فریضہ کے ضائع ہونے کا امکان نہ تھا۔

Marfat.com

ریاست کا ادغام

۲۶؍ اگست ۱۹۵۴ء ——— ہفتہ وار اخبار "الامام" بہاولپور

عہدِ حاضر میں ادغامِ ریاست کا مسئلہ زبان زدِ عام و خواص ہے اور ہر چھوٹے بڑے کا زاویۂ فکر یہی ایک مسئلہ بن کر رہ گیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ہر پہلو کو حقائق اور واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے۔ جہاں تک ریاست اور ریاست کی سالمیت کا سوال ہے یہ کوئی دورِ جدید کا نیا مسئلہ نہیں ہے، جس کے لیے سائنٹیفک طریق اختیار کرنے کی ضرورت ہے بلکہ حکمران طبقہ کے دماغوں کی یہ پرانی خلش ہے جسے تاریخی اصطلاح میں جوع الارض کہتے ہیں۔

"تاریخ ریاست اور واقعاتِ ماسلف پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ریاست اور حدودِ ریاست ہمیشہ متنازعہ امر رہا ہے اور ملحقہ علاقوں کے حکمرانوں نے ہمیشہ اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا ہے اور حصولِ شوق میں ان کے مُنہ سے رال ٹپکتی رہی، لیکن والیانِ ریاست کے قوّتِ بازو اور حُسنِ تدبّر سے ہمیشہ مُنہ کی کھاتے رہے ہیں اس لیے ریاست کے وجود اور حدود کے تحفّظ کا مسئلہ والیان ریاست کے لیے کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ان کا ناخنِ تدبیر اس سے نبرد آزما رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے کھلے میدان میں شمشیر اس کا فیصلہ کرتی تھی اور اب منافقت کے پردہ میں قلمکاری ہوتی ہے۔ اگر امتدادِ زمانہ کے باعث فراستِ مُسلم سربراہ ریاست کا ساتھ نہیں

Marfat.com

چھوڑ گئی تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس میدان میں مات کھا جائیں، یا یوں کہیئے کہ اگر درحقیقت تعیش پرستیوں نے حکمران طبقہ کی رگوں سے نسلی خون خشک نہیں کر دیا تو ریاست کی سالمیت کو نہ کوئی خطرہ ہے نہ کسی خطرہ کا کوئی امکان ہے اور اگر وہ آئین جوانمردی بھول گئے ہیں تو ریاست کی سالمیت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

اس مسئلہ کا ایک دُوسرا پہلو یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد اعلحضرت امیر آف بہاولپور نے حکومتِ پاکستان کی طرف جو دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا اس کی حیثیت ایک بیوہ کے ہاتھ کی تو نہیں تھی۔

خیر یہ تو ایک جُملہ معترضہ تھا دیکھنا تو یہ ہے کہ معاہدہ الحاق کے بعد ان کے وجود کو ختم کر دینے کی تجاویز میں خیر و شر کا پہلو کہاں تک موجُود ہے اگر ریاستوں کا وجود سیاسی اور جغرافیائی لحاظ سے غیر مفید تھا، انہیں ختم ہو کر دو یونٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مل جانا ضروری تھا تو اس پالیسی کا اعلان کب کیا ہے؟ اور یہ مؤقف کب سے اختیار کیا گیا ہے؟ اور بایں صُورت ریاست حیدر آباد، جونا گڑھ اور کشمیر کے جھگڑوں کی پوزیشن کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات بڑے واضح ہیں۔ پاکستان کے ارباب حل وعقد کشمیر میں استصواب کے بارے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ جب اہلِ کشمیر دیکھیں گے کہ یہ ریاستوں کے وجود کو ختم کر کے ان کے علاقے پر خود قابض ہو رہے ہیں تو کیا عقل و بصیرت رکھنے والا کوئی آدمی بھی یہ باور کر سکتا ہے کہ وہ پاکستان کے حق میں رائے دیں گے۔

Marfat.com

ادغامِ ریاست کے بارے جو مضمون لکھا تھا وہ آج بھی قاری کے لیے بڑا معلومات افزا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ ریاست بہاولپور کبھی خود مختار ایک مسلم اسٹیٹ تھی اور یہ کہ کن حالات میں اس ریاست کو صوبہ پنجاب میں مدغم کیا تھا اور اس کا اثر ریاست کے عوام پر کیا پڑا تھا۔

یقیناً مدیر الامام کو ایسا ہی لکھنا چاہیئے تھا کہ انہیں بہاولپور سے جو نسبت ہے اس کا حق اس طرح ادا ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اپنا نقطہ نظر لگی لپٹی رکھے بغیر واضح کر دیا ہے۔ ہمیں ان کے مؤقف سے اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن ان کا ریاست کے ساتھ جو خلوص ہے وہ ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

پاکستان کا مستقبل

ہفتہ وار "الامام" بہاولپور۔ ۲ ستمبر ۱۹۵۴ء

تقسیم ملک کے وقت پاکستان کے مجوزہ علاقہ کو اپنی ضروریات کے لحاظ سے غیر مکتفی اور اقتصادی طور پر کمزور دفاع کی وجہ سے پریشان کن اور قیادت کے لحاظ سے انتہائی بدقسمت سمجھنے والوں کو ہندو ذہنیت کا شکار، ملت کے دشمن، ملک کے غدار سمجھا جاتا تھا لیکن آج یہ حیرت انگیز امر ہے کہ حکومت پاکستان کی طرف سے جو میمورنڈم امریکی اقتصادی مشن کے نمائندوں کے پیش کیا گیا ہے اس میں پاکستان کی اقتصادی حالت کو انتہائی کمزور ظاہر کیا گیا ہے اور بار بار اس سے اقتصادی امداد مانگ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان

Marfat.com

کی حیثیت ایک عادی بھکاری کی حیثیت بن چکی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان آہستہ آہستہ امریکی نوآبادی کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ جن خیالات کو کل ایک مخالفانہ پروپیگنڈا سمجھا جا رہا تھا۔ آج ہماری قیادت نے ان سب کو ایک امرِ واقعہ کی صُورت دے دی ہے۔

ایٹمی قوت

اس قسم کی یہ تمام مصیبتیں محض اس لیے ہیں کہ ہماری موجودہ قیادت مخلص اور دیانتدار نہیں ہے۔ صرف مسلمانی کا دعویٰ حالات و واقعات کو بدلنے کے لیے کافی نہیں تھا۔ اگر صرف زبانی جمع خرچ ملکی حالات کو درست کرسکتا تو آج پاکستان کی اقتصادی حالت اتنی خراب نہ ہوتی کہ امریکہ سے بار بار بھیک اور خیرات مانگنے پر مجبور نظر آتے! اندریں حالات جو قیادت اپنے علاقہ کی اقتصادی حالت درست رکھنے میں ناکام ہو رہی ہے اس سے یہ توقع رکھنا کہ ریاست کی بگڑی کو بنا دیں گے۔ عبث اور خود فریبی ہے۔

ریاست سینکڑوں برس سے امریکہ کی امداد کے بغیر اپنی اقتصادی حالت کے توازن کو قائم رکھتی چلی آئی ہے اور انگریزی الحاد کے اثرات سے کافی حد تک محفوظ رہی ہے۔ پنجاب، سندھ اور دُوسرے صُوبوں کے لوگوں کے لیے پناہ گاہ اور گزران کا باعث بنی ہے۔ تقسیمِ ملک سے پہلے بھی لوگ اس میں آکر آباد ہوتے رہے ہیں اور تقسیمِ ملک کے بعد بھی اس کے دامن کو دُوسروں نے اپنے لئے تنگ نہیں پایا لیکن بے انصافی، بے حیائی، بے مروتی اور خود غرضی اور خود فریبی کا اس سے زیادہ اور کیا مظاہرہ ہوسکتا ہے کہ آج ریاست کے وجود کو ختم کرنے کی سازشوں کی حمایت کے لیے نہ صرف لب کشائی کی جائے، بلکہ اس فساد کو اصلاح کا نام بھی دے دیا جائے۔

Marfat.com

پنجاب، سندھ، سرحد اور بنگال کا وسیع و عریض علاقہ پاکستان کے استحکام کے لیے کافی نہیں ہے تو ریاست کا ادغام بھی کسی ایٹمی قوت کا حامل نہیں ہے۔

پھوٹ ڈالو

ہفتہ وار الامام بہاولپور۔ ۸ نومبر ۱۹۵۴ء

اعلحضرت امیر آف بہاولپور نے ریاست کی اسمبلی اور وزارت توڑ کر تمام اختیارات خود سنبھال لیے ہیں اور گورنمنٹ پریس نوٹ میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اعلحضرت امیر بہاولپور کو ایسی صورت حال رونما ہونے کا یقین ہو گیا ہے جس میں حکومت بہاولپور (عوامی وزارت) ایکٹ ۱۹۵۲ء کی دفعات کے مطابق ریاست کی حکومت نہیں چلائی جا سکتی! لہٰذا اعلحضرت نے باستعمال اختیارات زیر دفعہ ۴، حکومت بہاولپور عبوری ایکٹ ۱۹۵۲ء تمام اختیارات خود سنبھال لیے ہیں۔

اور اس کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا ہے کہ امیر موصوف نے ریاست کا نظم و نسق چلانے کے لیے تمام اختیار اپنے مشیر اعلیٰ کو تفویض کر دیئے ہیں۔ اعلان میں یہ واضح نہیں کیا کہ ایسے وہ کون سے وجوہ ہیں جن کی وجہ سے دستوری ایکٹ کے مطابق عوامی وزارت کے لیے کام چلانا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ اعلان جن ذرائع سے ہم تک پہنچا ہے۔ وہ کاغذ کا ایک ورق ہے یا بظاہر ایک زندہ تصویر مشیر اعلیٰ جن کی زبان نہیں ہے اگر زبان ہے تو قوت گویائی نہیں اور اگر قوت

Marfat.com

گویائی ہے تو خود اعتمادی نہیں اور اگر خود اعتمادی ہے تو اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی صلاحیت نہیں ! بہرحال وہ چیز مفقود ہے جس سے آدمی مطمئن ہو سکے۔ اس صورت میں صرف ایک قیاس اور استنباط باقی رہ جاتا ہے۔

پریس کی اطلاعات کے مطابق ہز ایکسیلنسی غلام محمد گورنر جنرل نے اعلیٰحضرت امیر آف بہاولپور کو کراچی بلایا جبکہ وہ مرکزی کابینہ اور دستور ساز اسمبلی توڑ کر عافیت کا سانس لے چکے ہیں بنگال میں پہلے ہی ان کا راج ہے۔ گورنری جلال دیکھ کر مقصد بھانپ گئے وزارت اور اسمبلی توڑ کر اختیارات ان کے نمائندہ کے سپرد کر کے خود گھر آ بیٹھے ہیں۔

مرکز ریاستوں کو صوبوں میں ضم کرنے کے لیے بڑی بے تابی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اس لیے ریاست کی اسمبلی اور وزارت توڑنے کے بعد نئے انتخابات کا ذکر تک زبان پر نہیں آیا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بیس لاکھ عوام کی قسمتوں کا مالک غیر معین عرصہ کے لیے مرکز کے ایک نمائندہ کو بنا دینا ناقابل برداشت امر ہے۔ اگر ریاست میں بسنے والے بیس لاکھ باشندوں کو انسان سمجھا جاتا ہے تو اس قسم کی حکومت کا قیام اپنے ساتھ آپ ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

یہ ڈرامہ جس خوبصورتی کے ساتھ کھیلا گیا ہے اس کے محرکات پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ لیگی قیادت کے رگ و ریشہ میں بے اعتمادی اور بددیانتی سرایت کر چکی ہے۔ اوپر سے لے کر نیچے تک ہر فرد بشر ہوس پرستی کا شکار ہو چکا ہے جن سازشوں نے مرکزی وزارت اور دستوریہ کو مفلوج کیا ہے۔ اس کے اثرات سے ریاست کی وزارت اور اسمبلی متاثر ہوئی ہے

Marfat.com

اس زیروبم میں وہی روح کارفرما ہے جو برطانوی حکومت کا نقطہ آغاز رہا ہے۔ یعنی پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو۔ جب مرکز نے دیکھا، امیر سے لے کر وزیر تک اور وزیر سے لے کر غریب تک ریاست کی سالمیت کے لیے ہم آہنگ ہو چکے ہیں۔

ریاست کے مسلمانوں کے اس اتفاق و اتحاد میں ناپاک ارادوں کی تکمیل مشکل ہے۔ اس نے مسلم لیگ کی اندرونی سازشوں کا سہارا لیا اور لیگ کے مجرب حربہ فساد کی مدد سے ریاست کی وزارت اور اسمبلی توڑ کر رکھ دی ہے۔ جس سے یہ ہوگا کہ مرکز کے نمائندہ کے ہاتھ تمام اختیارات آجائیں گے۔ فیکٹریوں کی الاٹ منٹ کے مطابق ریاست کے سرمایہ کی تقسیم ہوگی۔ شخص واحد غیر معمولی کام کے باعث ریاست کے نظم و نسق کو بچشم خود دیکھ نہیں سکیں گے۔ مصروفیت کا دبیز پردہ قوتِ سماع کو بے کار کر کے رکھ دے گا، اور پبلک آمریت کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر ریاست کو کسی صوبہ میں مدغم کرنے کے لیے خود بخود چلا اٹھے گی۔

حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کی ہم آہنگی ختم ہو کر ساری صلاحیتیں اور قابلیتیں ایک دوسرے کے عیب و صواب جتانے میں لگ جائیں گی۔ عوام کی جس قوت کا مقابلہ حکومت کی بڑی سے بڑی طاقت سے مشکل ہے وہ پھوٹ ڈالو کے جادو سے سرہو جائے گی۔

آگے لکھتے ہیں: اس اداریہ کے حوالہ سے ان کی ملاقات مشیر اعلیٰ سے ہوئی ہے جو اس وقت اقتدار اعلیٰ کے مالک ہیں۔ ان کے سامنے درویش نے واضح کر دیا ہے کہ مرکزی حکومت دیانتدار نہیں۔ اس لیے ریاست کی قسمت کو اس

Marfat.com

سے وابستہ کرنا عوام ریاست کے ساتھ ایک زیادتی ہے۔ اس دَور میں اپنے مؤقف کی حمایت میں بولنا اور مرکزی قیادت پر تنقید کرنا حق گوئی اور بے باکی کی بہترین مثال ہے۔

ایڈوائزر امیر آف بہاولپور عبدالرشید خان بھی کوئی زیرک انسان تھے۔ انہوں نے ہر طرح درویش کو مطمئن کرنے اور تسلی دلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ ایسے موقعہ پر بعض کم ظرف اور کوتاہ اندیش حکومت کا رعب ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مشیر اعلیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ جہاں ان کی فراست اور تدبر پر دلیل ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو عوام ریاست کے جذبات کا پُورا پُورا احساس تھا۔

مشیر اعلیٰ سے درویش کی مُلاقات

ہفتہ وار الامام بہاولپور ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۴ء

بہاولپور ۱۳ نومبر ۱۹۵۴ء آج عالیجناب عبدالرشید خان نے اپنی کوٹھی پر ٹھیک ساڑھے نو بجے بروز جمعۃ المبارک درویش سے مُلاقات کی اور الامام مجریہ ۸ نومبر کے اداریہ نوٹ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کے ذاتی نظریات کو زیرِ بحث لائے بغیر صرف یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرکز کی موجودہ وزارت کا رُخ عوام کی بھلائی کی طرف بہت زیادہ ہے وہ ملک اور مفادِ عامہ کی خاطر ہر مفید اقدام کے لیے پُوری توجہ دے رہی ہے۔ وہ ملک سے صوبائی عصبیت کو دُور کر کے یک جہتی پیدا کرنا چاہتی ہے۔ وہ ملک کی اقتصادی حالت کو درست رکھنے کے لیے بھی بہت ہی مفید تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی جدو جہد کر رہی ہے اگر ملک کے کسی بڑے مفاد کی خاطر کسی اکائی کو کوئی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ یا اس کے

Marfat.com

کسی مفاد پر کوئی زد پڑتی ہے تو اس کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیئے جس سے مفادِ عامہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

درویش اگر مرکزی اقتدار دیانتدار ہاتھوں میں ہو تو زیادہ سے زیادہ اختیارات مرکز کو تفویض کر دینے میں بہتری کی اُمید ہو سکتی ہے۔ بصورتِ دیگر اس کے نتائج و عواقب بڑے مہلک ہوتے ہیں۔ اس لیے مَیں پُر اُمید نہیں ہوں کہ موجودہ اقدامات اخلاص پر مبنی ہیں۔ باشندگان ریاست کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے وہ میرے لیے بڑا تشویشناک ہے۔

عبدالرشید خان مشیرِ اعلیٰ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اقدام بڑے غور و خوض کے بعد عمل میں آیا ہے۔ اس سے بہت ممکن ہے کہ پبلک مفاد کو تقویت پہنچے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی حقانیت الفاظ سے نہیں عمل سے ہوتی ہے اور بہت سے ایسے امور ہوتے ہیں جن کے متعلق زیادہ تفصیل میں پڑنے کی ہمیں اجازت نہیں ہوتی۔ ان کے متعلق ہم اسی حد تک کہہ سکتے ہیں جس حد تک کہنے کی ہمیں اجازت ہوتی ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ کم بولنے میں ہی عافیت ہے۔

درویش : جنابِ والا ! ایسی باتوں کے لیے جو ملک میں پیدا ہونے والی تشویش اور پریشانیوں کے سدِ باب کے لیے ضروری ہیں۔ لب کشائی ناگزیر ہوتی ہے جو آدمی جس عہدہ پر فائز ہوتا ہے۔ رسمی طور پر بھی اس کے لیے اپنی پالیسی اور طریقِ کار کی وضاحت ضروری ہوتی ہے۔

ریاست کی حکومت کے بارے میں اس اقدام پر پبلک میں ہیجان و اضطراب

Marfat.com

پایا جاتا ہے۔ جس کا دور کرنا آپ کے فرائض منصبی کی پہلی کڑی ہے۔ اس لیے میں آپ کی پالیسی اور نظریات کو سمجھنا چاہتا ہوں۔

۱۔ مشیر اعلیٰ نے فرمایا: پریس، حکومت کے اقدامات کی توضیح اور عوام کے نظریات کی تفہیم میں ایک بہترین ذریعہ ہے اس کی آزادی کا تحفظ اپنے حقوق کا تحفظ ہے۔ میں پریس کی آزادی کا زبردست حامی ہوں۔

۲۔ ریاست کو کسی صوبہ میں مدغم کرنے کا کوئی سوال زیر غور نہیں ہے، البتہ ایک یونٹ کی صورت میں اس کا ادغام شاید یقینی ہو، لیکن آنے والے واقعات کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی کہ کون سی شکل اختیار کرتے ہیں۔

۳۔ تخفیف کے سلسلہ میں تا بہ مقدور کسی کو بے روزگار نہیں کیا جائے گا اس سے جو فارغ ہوں گے۔ انہیں کسی نہ کسی جگہ لگایا جائے گا اور اگر نہ لگایا جا سکا تو یہ مجبوری ہوگی۔

۴۔ تعمیری کاموں کو حتی الامکان جاری رکھا جائے گا۔

۵۔ جن کے ذمہ سرکاری رقوم واجب الادا ہے ان سے جلد از جلد وصولی کے احکام جاری کر دیئے ہیں۔

۶۔ ملاقات عامہ کا وقت مقرر کر دیا ہے۔

۷۔ انتظامیہ کی بدنظمی کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

۸۔ پبلک کی حاجت روائیوں کا معقول انتظام ہوگا۔ ضروری امور کی طرف پوری توجہ دیں گے، اور جو اس بارے میں سستی اور غفلت کرے گا اس سے سخت ایکشن لیا جائے گا۔ عوام محسوس کریں گے کہ انہیں پہلے سے زیادہ سہولتیں

Marfat.com

اور اطمینان حاصل ہے اور ان کی عزت، مال، جان کی پوری حفاظت ہوتی ہے۔ اور آپ نے فرمایا: میں پریس اور ملک کے سنجیدہ طبقہ سے امید کرتا کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ انتظامیہ کی اصلاح کے سلسلہ میں پورا پورا تعاون کریں گے۔

۱۸ نومبر ۱۹۵۴ء ہفتہ وار "الامام" بہاولپور

درویش نے قلیل سرمایہ اور کمتر وسائل کے باوجود حق وصداقت کا بڑا اونچا معیار قائم کیا ہے۔ ایک خبر ملاحظہ فرمائیں:

قرآن زندگی میں رہنما اور مرنے کے بعد باعث فلاح ہے

بہاولپور ۱۶ ستمبر آج عالیمرتبت عبدالرشید خاں صاحب مشیر اعلیٰ امیر آف بہاولپور کی قیامگاہ صدارت منزل میں بیگم مشیر اعلیٰ کی والدہ مرحومہ کی غالباً پہلی برسی تھی افسران اعلیٰ، معززین شہر اور عربی مدارس کے طلباء قرآن خوانی کے لیے مدعو تھے۔ حسن انتظام اور انبوہ کثیر کا ذکر تو اس لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتا کہ پنج تن یعنی چار وزراء اور ہز ہائنس پاورز کے مجموعہ کا نام مشیر اعلیٰ ہے البتہ قابل ذکر امر یہ ہے کہ افسران اعلیٰ جو وقت پر دفتر جانے کے بعد بہت کم عادی ہیں۔ آج ۷ بجے وقت مقررہ سے پہلے آ بیٹھے تھے ان کی اس عقیدت مندی پر اظہار تشکر تو مشیر اعلیٰ صاحب یا ان کی اہلیہ محترمہ فرمائیں گی۔ ہم ان افسران کو داد دیتے ہیں جو مشیر اعلیٰ کی دعوت پر بھی دیر سے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اس سے مشیر اعلیٰ صاحب اپنے عہد حکومت کی پابندی وقت PUNCTUALITY ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

صدر مملکت محمد ضیاء الحق اور وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے بارے بھی اظہار خیال کیا ہے: مسائل رواں کے زیر عنوان لکھا ہے:

جنرل محمد ضیاء الحق نے پیشہ ور سیاستدانوں کے نعرہ اسلامی

Marfat.com

نظام کو خلوص پر محمول کیا اور اس دائرہ میں اپنی صوابدید کے مطابق کام شروع کر دیا ہے۔ لیڈر صاحبان کے لئے یہ وقت بڑا صبر آزما تھا۔ ان کی بے چین طبیعت اس سے عہدہ برآ نہ ہوسکی۔ انہوں نے جمہوریت کا نعرہ لگا کر ضیاء حکومت کو ہر ممکن ناکام کرنے کی کوشش کی ہے۔

جب ضیاء نے فروری ۱۹۸۵ء انتخابات کا ٹائم ٹیبل قوم کو دیا ہے تو سیاست دانوں نے اس کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے ؂

اس ضد کا کیا ٹھکانہ کہ مذہب اپنا چھوڑ کر
میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا

لیکن قوم نے ان کی بات پر کان نہ دھرا اور الیکشن میں بھرپور حصہ لیا ہے اور اس طرح ایک صاف ستھری قیادت نئی پود کے وجود میں ابھر آئی ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ملک سے مارشل لاء ختم کر کے حکومت منتخبہ پارلیمنٹ کے سپرد کر دی ہے اور صوبوں میں غیر فوجی گورنر مقرر کیے ہیں۔ اب جنرل پارلیمنٹ کو جمہوری قدروں پر چلانے کے لئے مسلم لیگ پر قبضہ کی سوچ رہے ہیں اور یہ کام وزیر اعظم سے لینا چاہتے ہیں۔

درویش کہتا ہے: ارباب لیگ ذی وقار لیاقت علی خان کے زمانہ میں ہی اپنا یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ لیگ میں زندگی کی روح وزیر اعظم ٹھیک طور پر پھونک سکتے ہیں۔ اس سے ان کا بنیادی مقصد اپنے خلاف پیدا ہونے والے سیاسی دباؤ کو کم کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ محمد ایوب خان اور محمد ضیاء الحق دونوں نے سیاستدانوں کو ملکی سیاست میں مثبت رویہ اپنانے پر زور دیا ہے اور اپنے طور پر سیاست فہمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ (۲۳-۱-۸۶)

Marfat.com

تنظیم آئمہ مساجد

کتاب کے آغاز میں تنظیم آئمہ مساجد کا ذکر آیا ہے اور اپنے اخبار کو اس کا ترجمان بنایا ہے۔ یہ تحریک انہوں نے ۱۹۴۵ء میں شروع کی تھی جبکہ پاکستان معرض وجود میں نہ آیا تھا۔ ان کی تحریک کا مقصد یہ ہے کہ آئمہ مساجد کو صحیح خطوط پر تعلیم و تربیت دی جائے وہ فرقہ بندی کو ہوا دینے کی بجائے تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کریں اور ان کو ایک اعلیٰ کمیٹی یا موجودہ دور میں حکومت معقول تنخواہ دے۔ یہ ایک اچھی تجویز ہے اس پر عمل کرنے سے ملک میں جو مذہبی انتشار پیدا ہو چکا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

ہمارے علماء کرام نے فرقہ بندی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور سارا زورِ کلام اس پر صرف کر رہے ہیں۔ اگر حکومت آئمہ مساجد کو ایک تنظیم میں منسلک کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو علماء طبقہ اپنے ذاتی رجحان یا عقائد کی تشہیر پر احکام دین کی اشاعت کو ترجیح دے گا۔

کتاب کی زبان سادہ اور دلچسپ ہے۔ اخبار کی زبان علمی کتابوں سے مختلف ہوتی ہے جبکہ درویش نے اپنے اخبار میں علمی زبان استعمال کی ہے۔ "الامام" اپنے دور کا یقیناً ایک جرأت مند اخبار قرار دیا جا سکتا ہے جو خوشامد کی زبان سے بالکل ناآشنا ہے

نظامِ عدل

اس کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں: "جسٹس جاوید اقبال کی ہر تقریر اور بیان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ججوں کی تعداد میں کمی مقدمات کے التوا کا باعث ہے۔ شاید وہ تناسب

Marfat.com

آبادی کے اعتبار سے ججوں کا کوڈ منفرد کرانا چاہتے ہیں یہ ایک دیرپا منصوبہ ہے ان کو التوائے مقدمات کے دوسرے عوامل پر بھی غور کرنا ہوگا۔ وقت کو غنیمت جانیں وقت بہت زیادہ دیر تک کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ (الامام جلد دوئم صفحہ ۸۰)

گویا درویش صاحب جسٹس صاحب موصوف کو یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ وقت ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ عدل کا جو ترازو وقت نے ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ درویش کہتا ہے میرے نزدیک زیر تصفیہ مقدمات کی زیادہ تعداد اس لیے نہیں ہے کہ ملک میں مسائل زیادہ پیدا ہو گئے ہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ججوں نے ججی کو روزگار سمجھ لیا ہے اور وکلاء نے جھوٹے مقدمات کو عدالتوں میں دھکیل دیا ہے۔ اگر اس رجحان کو ختم نہ کیا گیا تو ججوں کی کوئی تعداد بھی کافی نہ ہوگی۔

آگے لکھتے ہیں: "چیف جسٹس نے کہا ہے کہ ہماری عدالتوں میں جھوٹی شہادتیں ایک حقیقت بن گئی ہیں"۔ درویش کہتا ہے: "اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں۔ گواہ فاضل جج کی منشا کے علی الرغم جھوٹ بولتا ہے یا برضا و رغبت صاحب جلیں! لوگ جج کو جل دے کر ان سے غلط فیصلے کرواتے ہیں۔ یا فاضل جج دیدہ دانستہ جھوٹی شہادتوں پر فیصلے دیتے ہیں۔ یہ ایک بڑی تلخ حقیقت ہے اس کو آج تک توہین عدالت کے پردہ میں دبا رکھا ہے اور جج کے رویہ پر تنقید کو توہین عدالت کا نام دے دیا ہے اگرچیف جسٹس جاوید اقبال کے نزدیک جج کے رویہ پر تنقید اصلاح معاشرہ میں ایک اقدام ہے تو پھر میں کہوں گا کہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے بے زبانوں کو زبان دی ہے۔"

Marfat.com

" توہینِ عدالت ایک غیر ملکی درآمدہ قانون ہے انگریزوں کی عملداری اسے ہمارے ہاں لاتی ہے۔ ان کی روایات باقیات ایک ایک کرکے مٹ رہی ہیں۔ یہ جج پر کب تک سایہ افگن رہے گا۔ انتظامیہ اور عدلیہ حکومت کے دو با اختیار ادارے ہیں۔ اگر انتظامیہ اس کے بغیر جی رہا ہے تو عدلیہ کو اس کے انجکشن کی ضرورت کیوں ہے؟"

برطانیہ میں لوگوں کو فکری آزادی ہے وہاں توہینِ عدالت کا ضابطہ بنا کر جج کو تحفظ مہیا کیا گیا ہے۔ ہمارے ملک میں عوام تو عدالت کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن فاضل جج کے ذہن میں اس قبیلہ کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ وہ سائلان کی مجبوریوں سے کھل کھیلتے ہیں اور وہ اس سے قطعاً بے پروا ہوتے ہیں کہ عدالت میں آنے والا آدمی عزتِ نفس کے ساتھ آیا ہے۔ اس لیے میرے خیال میں یہ ضروری ہے کہ عوام کو ججوں سے تحفظ کا کوئی ضابطہ بنایا جائے"!

ہمارے ہاں اپنی ذات میں منصبی اناؤں کو پال رکھا ہے۔ حق بات سننے اور برداشت کرنے کو پسندیدہ عمل نہیں سمجھا جاتا اس فضا میں حق بات کہنا ایک قابلِ قدر جرات ہے۔ درویش کے خیالات سے آپ کو اتفاق ہو نہ ہو لیکن ان خیالات کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

درویش نے بڑے دکھی لہجہ میں مقدمات کی بھرمار اور فیصلوں میں غیر معمولی تاخیر کا ذکر کیا ہے۔ ان کی یہ بات سو فی صدی درست ہے کہ پاکستان جیسے کم وسائل رکھنے والے ملک میں جہاں فی کس آمدنی بہت محدود ہو وہاں ایک عام آدمی قانون کی پیروی کرتے ہوئے انصاف حاصل کر لے گا۔ تصور تک بھی نہیں کر سکتا ! اس کی وجہ

Marfat.com

درویش صاحب یہ قرار دیتے ہیں کہ ہمارا نظام عدل ——————
ایسے ایسے دشوار گزار مراحل سے دوچار کرتا ہے جس کی بنا پر جھوٹی شہادت اور رشوت ستانی و دیگر بدعنوانیوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ اگر ہر شخص کو مختصر مدت میں انصاف مل جائے تو عدالتوں میں جھوٹی گواہیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے! عدالت کے کارندے رشوت نہ لیں تو صرف نظام عدل کے سدھر جانے سے پورا معاشرہ بدل سکتا ہے وہ معاشرتی انصاف (SOCIAL JUSTICE) پر یقین رکھتے ہیں اور بلا امتیاز مذہب وملت انصاف کے حق میں ہیں۔

کہتے ہیں عدالت میزبان اور ترازو کا نام ہے۔ اگر سچائی کے ساتھ واقعات کو تولا جائے تو مان سنگھ اور نور محمد کے وزن کرنے میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ عدالت کی قدریں مجسٹریٹ اور سول جج کے لیبل سے نہیں بدلتیں۔ ہوائے نفس کی آمیزش سے ان میں تکدر آتا ہے۔

درویش نے آج سے بہت پہلے وزارت عظمیٰ اور مسلم لیگ کی صدارت کو ایک شخص کی ذات میں مجتمع کرنے کا بھی نوٹس لیا ہے اور اس کی خرابیوں پر نگاہ ڈالی ہے

"آہ آہ نواب لیاقت علی (اس سے تاریخ وفات کا اخراج کیا ہے)

لکھتے ہیں: "ان کو مسلم لیگ کا صدر بنانے کے بعد اس طرح الیکشن اکھاڑوں میں اتارا گیا کہ اس گروہ سے اختلاف رکھنے والا ہر آدمی چاروں شانے چت گر پڑا۔

اس کے نتائج کو سامنے رکھ کر ہماری اگر لیگ پارٹی سے کوئی مخلصانہ درخواست ہو سکتی ہے۔ تو صرف یہ کہ وہ اب دوبارہ اس روایت کو نہ دھرائے۔

اس سے درویش کی سیاسی بصیرت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ حکومت کی ذمہ داریوں

Marfat.com

اور جماعت کے سیاسی تقاضوں کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ اس عمل سے ایک سیاسی جماعت
حکومت کے تابع مہمل بن کر رہ جاتی ہے اور عوام میں وہ اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔

تاریخ ریاست بہاولپور

جلد دوئم صرف اخبار الامام کی فائل مطبوعہ نہیں ہے بلکہ مسائل رواں کے زیر عنوان
موجودہ ملکی اور قومی مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ ہے۔

درویش صاحب نے صحافی کی حیثیت سے اپنا ایک اچھا تعارف کرایا ہے
کتاب کا مطالعہ صحیح سوچ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

کتاب، کتابت، طباعت، کاغذ اور جلد ہر لحاظ سے ایک پسندیدہ کتاب ہے
موجودہ دور کی حسن پرستی کا پورا خیال رکھا ہے۔ کتاب کے آخر میں آرٹ پیپر پر کوئی
بتیس صفحات پر مشتمل تصاویر دی ہیں اور کئی ایک صفحات پر کئی کئی تصاویر آئی ہیں۔
اس کو تصویری تاریخ بھی کہا جا سکتا ہے۔ ہر تصویر اپنی شخصیت کی آپ تاریخ ہے۔

ریاست کی مشہور شخصیتوں کے علاوہ خواجہ ناظم الدین، مولوی تمیز الدین، محمد علی بوگرا
وزیر اعظم پاکستان حتیٰ کہ بھارت کے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی اور ان کی شریمتی کی تصویر
بھی موجود ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ متحدہ ہندوستان کی معروف و مشہور شخصیتوں کے تاریخی خاکے
بھی درج کتاب ہوئے ہیں۔

ہند میں مسلمان : اس کے زیر عنوان صفحہ ۸۷۵ سے ۹۶۹ تک کوئی
۹۴ صفحات اس موضوع کو دیئے گئے ہیں۔ پاکستان اور بھارت کا کوئی خاندان اور گھرانہ

Marfat.com

نہیں چھوڑا جس کا کتاب میں ذکر نہ کیا ہو! تاریخ ریاست بہاولپور میں یہ ان کی ایک عمدہ جدت ہے۔ بھارت کے ہر صوبہ کا جغرافیہ اور آبادی درج کتاب کی ہے، اور مشہور شخصیتوں کا ذکر کیا ہے۔

کتاب کی ضخامت : ۱۰۱۶ صفحات پر مشتمل کتاب کی ضخامت نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا ہے کہ ایک کمتر وسائل اور محدود آمدنی کا مالک اتنی جرأت کر سکتا ہے؟ جو کام ایک ادارہ کے کرنے کا تھا۔ وہ درویش نے اکیلے سرانجام دیا ہے۔ بیشک درویش نے بہاولپور اور پاکستان کی تاریخ لکھنے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور اس باب میں ایک قابلِ قدر رول ادا کیا ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالےٰ درویش کی اس محنت کو بار آور فرمائیں امین ثم امین اس کا مطالعہ طلباء کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قیمت ۱۷۵ روپے ہے جو اپنی افادیت کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہے۔

صاحبِ استطاعت طالب علم خود خرید کر پڑھیں اور غریب طلباء کو پڑھائیں۔ بڑی معلومات افزا کتاب ہے۔

ہمارے ساتھی پروفیسر عبدالحمید رضوانی مصنف کے چھوٹے بھائی ہیں، اور ان کے معین کار ہیں۔ میں رضوانی صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے ایسی بڑی کتاب کی تقریظ لکھنے کا اعزاز بخشا ہے، اور اس کارِ خیر میں شریک کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک کاموں کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ امین ثم امین

رشید احمد گوریجہ
صدر شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج جڑانوالہ فیصل آباد

یکم فروری ۱۹۸۷ء

Marfat.com

محترمہ مسز ثریا حمید

ایم اے اُردو علیگ

" فارسی

" اسلامیات پنجاب یونیورسٹی

حکیم حاذق طب یونانی طبیہ کالج دہلی

پہلا نام : مس ثریا احمد شیخ ۔ شیخ احمد دین وکیل ہوشیارپور مشرقی پنجاب

دوسرا نام : مسز ثریا حمید ۔ جسٹس ملک عبدالحمید جج ہائی کورٹ بہاولپور لاہور

تیسرا نام : ام عارف ۔ ملک محمد عارف محکمہ سوئی گیس میں انجنیئر ہیں ۔

محترمہ موصوفہ نے تاریخ ریاست بہاولپور کی جلد دوئم ہدیۃً قبول کرکے موقعہ پر ہی دو صد روپے عطیہ میں دیئے ہیں ۔ ہم ان کے بے حد شکرگزار ہیں ۔

(ادارہ)

مس ثریا احمد شیخ : ان کے والد گرامی شیخ احمد دین وکیل ہوشیارپور کے رہنے والے ہیں اور ککے زئی شیخ برادری سے تعلق رکھتے ہیں ۔ جناب موصوف کی شادی لاہور میں نواب سندھے خان کی نواسی سے ہوئی ۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۸ء کو ان کے گھر پہلی دختر نیک اختر ثریا لاہور میں پیدا ہوئی جو غیر معمولی ذہانت لے کر آئی ہے ۔ شیخ احمد دین کی اولاد میں دو لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں ۔

ثریا نے پانچ سال کی عمر میں قرآن شریف پڑھ لیا تھا اور کوئی دو سال کے عرصہ میں

Marfat.com

پرائمری کا درجہ پاس کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں ان دنوں بچہ کی عمر نہیں دیکھی جاتی تھی۔ لیاقت اور قابلیت تعلیم کا معیار تھا۔ مجھے پندرہ روز کے بعد کچی جماعت سے پکی جماعت میں کر دیا گیا اور اس طرح میں نے پرائمری کا درجہ دو سال میں پاس کیا ہے۔ اس وقت میری عمر سات سال تھی۔ وکٹوریہ گرلز ہائی اسکول لاہور سے میٹرک کیا ہے اور اسلامیہ کالج کوپر روڈ لاہور میں داخلہ لیا ہے اور اس دوران میرے والد لاہور سے دہلی چلے گئے ہیں۔ دہلی کالج سے ایف اے اور بی اے کیا ہے جبکہ میری عمر اس وقت ۱۶ سال تھی۔ میرے ایک ماموں علی گڑھ یونیورسٹی میں تھے۔ ان کے پاس وہاں جا کر ایم اے اردو میں داخلہ لے لیا ہے۔ ان دنوں میرٹھ کی ایک مسلمان لڑکی عائشہ اور میں دو مسلم لڑکیاں ایم اے اردو کی سٹوڈنٹ تھیں۔ پنجاب میں اس وقت اردو ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا۔

علی گڑھ ماحول کے بارے یوں رقمطراز ہیں۔ یونیورسٹی میں مسلمان لڑکیوں کے لیے پردہ سسٹم تھا لیکن پردہ کی کوئی پابندی نہ تھی۔ مخلوط تعلیم کے باوجود لڑکے اور لڑکیوں میں یہ شعور اجاگر نہ تھا کہ ہم اپنی پسند کی شادی کر سکتے ہیں۔ یہ ایک انہونی بات سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے سب لڑکے اور لڑکیاں آزادانہ طور پر ملتے جلتے تھے۔ ان پر کسی قسم کا شک نہیں کیا جاتا تھا کہ یہ تعلیم کے دوران کوئی اور بات بھی سوچ سکتے ہیں۔ انہوں نے زور دے کر کہا ہے کہ چونکہ ان دنوں شادیاں والدین کی پسند کے مطابق ہوئی تھیں۔ اس لیے ذہنوں میں ایسا کوئی خیال آتا ہی نہ تھا۔ ایم اے اردو کے دوران میں نے فارسی پڑھی مجھے یہ زبان بڑی شیریں معلوم ہوئی۔ میں نے اس کا بھی ایم اے کر لیا ہے۔

سروس : دہلی کالج میں لیکچرار شپ مل گئی۔ اس دوران طبیہ کالج دہلی

Marfat.com

سے حکیم حاذق کی سند پائی ہے۔ ۱۹۴۷ء تقسیم ملک کے وقت پاکستان آنے کے لیے
ملازمت سے استعفٰی دے دیا ہے۔ ان دنوں مولانا ابوالکلام آزاد دہلی میں وزیر تعلیم
تھے۔ ان کو میرے استعفٰی سے بہت دکھ ہوا وہ نہ چاہتے تھے کہ تعلیم یافتہ مسلمان اس ملک
سے ہجرت کر جائیں۔ انہوں نے مجھے ملاقات کے لیے بلایا۔ میں نہ گئی وہ خود آ گئے
ان کے سامنے اپنی مجبوری ظاہر کی کہ میرے والدین نے پاکستان جانے کا پختہ ارادہ
کر لیا ہے۔

میں غیر شادی شدہ لڑکی ہوں۔ میرے لیے یہاں اکیلے رہنا کس طرح ممکن ہے
اس پر مولانا آزاد نے مجھ سے لکھوا لیا کہ "مس ثریا احمد کو ملازمت جاری رکھنے کے لیے
کہا گیا ہے وہ اس پر رضامند نہیں ہوئی۔ ہر چند ان کو سہولتوں کی پیشکش کی گئی ہے
اس تحریر پر انہوں نے میرے دستخط لے لئے

فسادات کے دوران ہم نے دہلی اس حال میں چھوڑی کہ جسم پر کپڑوں کے سوا
کوئی چیز نہ تھی۔ جو رقم ساتھ تھی وہ ہوائی جہاز کی ٹکٹ پر خرچ ہوئی۔ یہ سفر ہم نے
عیسائی ناموں سے کیا ہے اور پاکستان ایئر پورٹ پر ایک مسلم فیملی کی حیثیت سے اترے

مس ثریا احمد کہتی ہیں : لاہور میں ہمارا اپنا ذاتی مکان تھا۔ ننھیال فیملی اس
جگہ تھی لیکن میری والدہ نے کوئی چیز کسی سے لینا گوارا نہ کیا۔ ایک سہیلی سکندرا بابر جو کسی زمانے
میں میری کلاس فیلو تھی۔ لاہور میں بیت المال کی انچارج اور خاتون وزیر ہیں۔ وہ ایک
دن سامان کا ٹانگہ بھر کر لے آئیں۔ والدہ گھر پر موجود تھیں۔ انہوں نے سامان لینے
سے انکار کر دیا کہ ہم لاہور کے رہنے والے ہیں۔ مہاجر نہیں! مہاجران کا باپ
وہ ابھی لاپتہ ہے۔

Marfat.com

لاہور میں سروس کا آغاز اسلامیہ کالج برائے خواتین میں ہوا۔ اخبارات کے لیے مضمون لکھے اور امتحانات کے پرچوں کو ترتیب دیا۔ اپنے گھریلو حالات کے سدھار میں بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ مَیں ان دنوں اپنے گھر کی واحد کفیل تھی۔ والد دہلی میں بچھڑ گئے تھے جو دو سال بعد لاہور پہنچے ہیں۔ ان کا اتنا عرصہ مفقود الخبر رہنا ہمارے لیے انتہائی پریشان کن تھا

۱۹۴۹ء کی بات ہے میری عمر اس وقت ۳۰ سال کو پہنچ چکی تھی۔ والدہ کو میری شادی کی چنتا لاحق ہے۔ ملک عبدالحمید کا ملتان اور بہاولپور میں زرعی رقبہ ہے۔ والد ریاست بہاولپور میں اکاؤنٹنٹ جنرل ہیں۔ انہوں نے ایل ایل بی کر کے ملتان میں پریکٹس شروع کر دی ہے بعد میں ریاست بہاولپور میں ایڈووکیٹ جنرل مقرر ہوتے ہیں۔ اس اثنا میں انہوں نے میری ایک خالہ بیگم شجاعت علی حسنی وزیر خزانہ کے ذریعہ شادی کا پیغام بھجوایا ہے اور ساتھ ہی کہلا بھیجا ہے کہ مس ثریا احمد کو صاف صاف بتا دینا کہ میری بیوی ۲۸ سال کی عمر میں ۷ بچوں کی ماں اگلے جہاں کو سدھار گئی ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال شادی کا پہلا مقصد ہے۔ اس پر وہ سنجیدگی سے غور کر لیں۔

مَیں نے لاہور آکر اسلامیات میں بھی ایم اے کر لیا ہے۔ تعلیم نسواں کی افادیت اس میں ہے کہ لڑکی ماحول کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی اہلیت رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں انفعالیت کا مادہ بڑی فیاضی سے ودیعت فرمایا ہے۔ مَیں نے خاوند کی اس ضرورت کو محبت کی بنیاد سمجھا اور اس رشتہ پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ امی جان کو اس بارے ذرا تردد ہوا میرے یہ کہنے پر کہ بچوں کو سنبھالنا ہی ایک عورت کا فرض اول ہے اس سے روگردانی عورت کو عورت کے دائرہ حسن سے خارج کر دیتی ہے۔ والدہ نے میرے اس نقطہ نظر سے اتفاق کیا اور ہم دونوں رشتۂ ازدواج

Marfat.com

میں منسلک ہوگئے ہیں اور اس طرح میں ثریا احمد سے ثریا حمید کے روپ میں آ گئی ہوں۔ شادی کے موقعہ پر جو حلف اٹھایا تھا۔ اپنے خاوند کی وفات کے بعد بھی اس پر قائم ہوں۔

مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنے شوہر کی پہلی اولاد سے محبت کی ہے۔ ان کو ماں کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ان بچوں کا ردعمل بھی میرے ساتھ سوتیلی ماں جیسا نہیں ہے۔ سب اولاد شادی شدہ ہے اور اپنے گھر آباد ہیں صاحب اولاد ہیں۔

میرے شوہر نامدار ۱۹۵۰ء بہاولپور ہائی کورٹ میں جج لیے گئے ہیں۔ ون یونٹ کے بعد کچھ دن انہوں نے سیشن کورٹ کے عہدہ پر کام کیا ہے اور پھر لا سیکرٹری بنا دیئے گئے ہیں۔ ازاں بعد ان کو پنجاب ہائی کورٹ میں بطور جج لے لیا گیا ہے اور اسی عہدہ سے ۱۶ مارچ ۱۹۶۸ء ریٹائرڈ ہوتے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی حکومت نے ان کو N.R.C اور دیگر ذمہ دار عہدوں پر متمکن رکھا ہے اور اسلام آباد ٹھہرے بچوں کی تعلیم کی وجہ سے لاہور رہی۔ وہ آتے جاتے رہے۔ ۱۹۷۹ء کو حج پر تشریف لے گئے ہیں۔ واپسی پر جہاز کے حادثہ میں ۲۶ نومبر ۱۹۷۹ء جان بحق ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۹۷۸ء تک میں نے تین حج کیے جو حمید صاحب نے کروائے۔ پانچ دفعہ عمرہ کی سعادت ان کے بعد حاصل کر چکی ہوں۔ اللہ قبول فرمائے۔

سید مسعود الحسن شہاب

بہاولپور اردو کی زندگی میں خواتین کا حصہ کے زیر عنوان لکھتے ہیں: "ثریا حمید بہت اچھی نثر نگار تھیں۔ ان کے کئی ادبی مضامین بہاولپور کے اخبارات وجرائد میں شائع ہوئے ہیں۔ الہام کے بہاولپور نمبر کے لیے انہوں نے بطور خاص بہاولپور کی خواتین کے موضوع پر

Marfat.com

بڑا معلوماتی مضمون لکھا تھا۔" (بہاولپور میں اردو)

ہمارے چھوٹے بھائی عبدالحمید رضوانی ملک عبدالحمید جسٹس سے ملتے رہے ہیں۔ وہ ان سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ یہ ان کے چالیسویں کی تقریب میں شامل ہوئے ہیں۔ ازاں بعد پھر مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۸۷ء ان کے دولت کدہ پر حاضری دی ہے۔ ان کا مقصد ان کے بارے کچھ لکھنے کا ہے جو کتاب زیر نظر میں شائع کرنا ہے۔ دوسری جلد شائع شدہ ساتھ لے گئے ہیں۔

اچانک ان کی ملاقات ثریا حمید سے ہوگئی ہے انہوں نے انہیں مردانہ میں بٹھایا ہے۔ کتاب پبلش کرنے پر دوصد روپے عطیہ میں دیئے ہیں۔ کچھ معلومات اپنے اور کچھ شوہر مرحوم کے بارے دی ہیں۔ حمید رضوانی نے کہا ہے۔ آپ ہماری پہلی قدردان خاتون ہیں جس نے "تحفتہً" کتاب قبول کر کے عطیہ میں یہ رقم دی ہے۔

ان کے افکار کا ایک مجموعہ مضامین نومبر ۱۹۵۳ء "راہِ عمل" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس کے بیس مضامین میں سے چار مضمون درج کتاب ہوئے ہیں۔ ان کو ان کی اپنی تحریر میں پڑھئے گا! ہم ان کے خیالات کو ۳۳ سال بعد منصۂ شہود پر دوبارہ لا رہے ہیں اور ان کو تاریخ کی صورت میں محفوظ کر دیا ہے۔

فہرست مضامین

(۱) شرم و حیا (۲) عورت اور شادی

(۳) چوڑیاں (۴) اردو اور پاکستان

محترمہ موصوفہ صاحبِ اولاد خاتون ہیں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں۔

۱۔ ملک محمد عارف محکمہ سوئی گیس میں انجینئر ہیں

Marfat.com

داماد

۱۔ کرنل جمشید انجنیئر

۲۔ ڈاکٹر شاہد حمید ایم۔آر سی پی

۳۔ راس مسعود ڈائریکٹر محکمہ وفاقی محتسب

پہلی بیوی کے بڑے لڑکے ملک محمد سلیم سیشن جج تھے۔ پچھلے دنوں وفات پا
گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ باقی بقیدِ حیات ہیں۔

"میں نے عمر بھر حمید صاحب کی رفاقت نبھائی
بچوں کی خدمت جائداد کی دیکھ بھال بچیوں
کی شادیاں دل و جان سے کیں۔ اللہ کا احسان
ہے۔ آج سب بچے اپنے گھروں میں خوشحال
زندگی گزار رہے ہیں۔ میری قدر و عزت کرتے ہیں
اور یہی میرا صلہ زندگی ہے"

موصوفہ کا ایک ہینڈ رائٹنگ

جناب موصوفہ فرماتی ہیں۔ حج پر ساتھ جانے کے لیے میں نے بہت زور مارا
حد سے زیادہ اصرار کیا لیکن وہ کسی طور راضی نہ ہوئے! اس سے پہلے اس قدر اصرار و انکار
کی کبھی نوبت نہ آئی تھی۔ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے جو کام انہوں نے زندگی میں مجھ
سے لیا ہے وہی سونپ کر اگلے جہان کو سدھار گئے ہیں۔ میری دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ
ان کو جنت الفردوس میں جگہ دیں۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

ازدواجی زندگی میں وہ ایک خوش طبع اور زندہ دل انسان تھے۔ ان کی مذہب پرستی نے میرے لیے کبھی بدمزگی پیدا نہیں کی تھی۔ بچے والدین کے کردار اور ان کے جذبات وافکار سے متاثر ضرور ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی کچھ اچھی بُری اپنی رائے بھی ہوتی ہے وہ بھی اپنے پہلو میں ایک زندہ دل رکھتے ہیں۔

بچے کبھی کبھار سینما دیکھنے کی اجازت مانگتے تھے۔ اگر ملک صاحب کے نوٹس میں یہ بات آئی تو وہ مجھ پر خفا ہوتے۔ میں کہتی والدہ باپ کی سختی میں بچوں کے لیے ڈھال کا کام دیتی ہے۔ اگر ان کی والدہ زندہ ہوتی تو وہ بچوں کو ساتھ لے کر آپ کے مقابلہ میں نکل آتیں۔ مائیں باپ کی سختیوں میں ہمیشہ بچوں کا ساتھ دیتی ہیں۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو اپنے فرائض میں کوتاہی کروں گی۔ آپ کی سختی اور میری نرمی ان کو اعتدال کی راہ دکھاتی ہے اور آپ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ بیوی بچوں کی انجارج ہوتی ہے۔ پوسٹ آفس نہیں!

درویش کہتا ہے یہ تعلیم کا اثر ہے یا والدین کی تربیت کا اعجاز؟ اس میں شک نہیں کہ ثریا بڑی کٹھن منزل سے گزری ہے۔ ان کی والدہ کا تردد بے محل نہ تھا لیکن اس نے اپنے قول کی لاج رکھ لی ہے۔

لاہور پیدا ہو کر دہلی میں جوان ہوئی ہیں۔ علی گڑھ میں اعلیٰ تعلیم پائی ہے۔ شادی کے بعد بہاولپور جا رہی ہیں۔ اپنے اثاثہ فکر کو نئے سرے سے ترتیب دینا ہے۔ اس میں کامیاب ہونا ثریا کا ہی مقصد ہے۔ اس لحاظ سے ازدواجی زندگی میں ثریا اپنا ایک منفرد مثالی کردار رکھتی ہیں۔ متاہج مرحومہ کے بطن سے چار لڑکیاں اور تین لڑکے۔

داماد:

(۱) میاں محمود زمیندار برہانہ تحصیل میلسی، ملتان

Marfat.com

(۲) ملک محمد حسین ڈاہر زمیندار ملتان
(۳) ملک محمد قاسم فرزند جناب کیپٹن غلام محمد بہاول پور
(۴) ملک غلام فرید انجنیئر واپڈا ، ملتان

لڑکے :

(۱) ملک ہمایوں زمیندار بہاولپور
(۲) ملک سلیم اختر مرحوم سیشن جج
(۳) ملک ممتاز اختر ایڈووکیٹ ۔ ملتان

حمید رضوانی موصوف سے روایت کرتے ہیں۔ ملک صاحب نے کبھی سینما نہیں دیکھا ۔ ریڈیو، ٹی وی ، ہیٹر اور فریج نہیں خریدا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر وہ عام آدمی نہ تھے فرشتہ وش انسان تھے ۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائیں اور ہر مسلمان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیں۔ امین ثم امین

محترمہ فرزانہ ممتاز نے ان کا ایک انٹرویو لیا ہے جو ۱۱ مئی ۱۹۸۶ء امروز میں شائع ہوا ہے ۔ حمید رضوانی خود ان کو ملے ہیں ۔ اس طرح یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں ۔
(درویش)

ملک سعید منظر ممبر پنجاب اسمبلی ضلع رحیم یار خان

ان کے خالو شیخ فضل کریم کے ذکر میں ان کی ایک تصویر تاریخ ریاست بہاولپور جلد دوئم میں شائع ہوئی ہے شیخ فضل کریم کے یہ داماد بھی ہیں۔ اُن کی سب سے چھوٹی لڑکی سے ان کی شادی ہوئی ہے ۔ ایک لڑکا ذی شان منظر اور دو لڑکیاں ہیں ۔

لاہور آنے پر شیخ فاروق فضل کریم مرحوم کے صاحبزادہ کے ساتھ یکم فروری ۱۹۸۷ء درویش کی رہائش گاہ اچھرہ جاوید مارکیٹ مکان نمبر ۱۳۸/۴۸ اے ایس پر تشریف لائے۔ اور نہ ملنے پر دوسرے پتہ رحمان پورہ ۱۲۴ سی پر گئے اور پیغام دیا کہ وہ رات کو

Marfat.com

۸ بجے دوبارہ درویش صاحب کو ملنے ان کی رہائش گاہ پر آئیں گے، چنانچہ وقت مقررہ پر تشریف لائے اور کتاب کی اشاعت پر مبارک باد دے کر دوسرے دن دوپہر کا کھانا اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دے گئے ہیں۔ میں ایک گھنٹہ دیر سے پہنچا ہوں۔ اس کے باوجود انہوں نے انتظار کر کے میرے ساتھ کھانا کھایا ہے اور دوران گفتگو اپنے خاندان سے تعارف کرایا۔ ہم ان کے شکریہ کے ساتھ درج کتاب کرتے ہیں۔ (درویش)

ملک محمد اکرم

ملک سعید منظر نے بتایا کہ ان کے دادا ملک محمد اکرم ۱۸۷۰ء ضلع سیالکوٹ موضع جاکے چیمہ سے بہاولپور ضلع رحیم یار خان موضع آدم والی میں آکر آباد ہوئے ہیں۔ یہ فیملی کشمیر سے آکر پہلے سیالکوٹ رہائش پذیر ہوئی ہے اور پھر بہاولپور کا رخ کیا ہے، اور اپنی قیام گاہ کا نام اکرم آباد رکھا ہے۔ یہ اس وقت کے چند گنے چنے زمینداروں میں شمار ہوتے تھے۔ درباری کرسی نشین تھے۔ اپنے علاقہ کے جرگہ کے سرپنچ تھے! ملک محمد اکرم ۱۹۰۸ء وفات پا جاتے ہیں۔ ان کا مدفن جاکے چیمہ ضلع سیالکوٹ ہے۔ کہتے ہیں اب بھی وہاں ہماری ایک شاندار کوٹھی ہے جو ہمارے ماضی اور حال کا نشان ہے۔

ملک محمد مسلم

ابھی آٹھ سال کے تھے کہ والد بزرگوار ملک محمد اکرم نے وفات پائی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ملک محمد مسلم جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو اپنے موضع کے نمبردار علاقہ کے

Marfat.com

ذیلدار اور دربار کے کرسی نشین ہونے کا اعزاز حاصل کیا، اور اپنے علاقہ کے جرگہ کے سرپنچ رہے ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں ریاست بہاولپور کے جنرل انتخابات میں مولوی نظام الدین حیدر کے مقابلہ میں بہاولپور اسمبلی کی نشست جیت لی ہے۔ ملک محمد مسلم ۱۸ دسمبر ۱۹۷۶ء وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نصف درجن سے زیادہ اپنے پیچھے نرینہ اولاد چھوڑی ہے۔ سعید منظر نے ایک فہرست مہیا کی ہے اور وہ اس طرح ہے۔

(۱) محمد اکرم (۲) فرید اکبر (۳) طارق مسلم (۴) سعید منظر (۵) حمید انور (۶) نوید خاور (۷) جاوید کشور

درویش کہتا ہے اگر ملک محمد مسلم کا ہر ایک لڑکا میری کتاب تاریخ ریاست بہاولپور خرید لیتا ہے تو یقیناً ملک محمد مسلم کا یہ ایک صدقہ جاریہ ہوگا۔ بچوں کے نیک کام والدین کے لیے صدقہ جاریہ شمار ہوتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ غریب لوگ کتاب ان سے لے کر پڑھیں گے۔ ہر آدمی ایسی کتاب خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ سعید منظر اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ان کے سب بھائی مذہب و ملت سے بہت پیار کرتے ہیں اور ان کا گھرانہ بلا مبالغہ ایک مذہبی گھرانہ ہے۔" سعید منظر کا اس طرح اظہار خیال اس بات پر دلیل ہے کہ ان بھائیوں کا آپس میں سلوک ہے جو اس زمانہ میں کمیاب ہے۔

ملک سعید منظر

ملک محمد مسلم کے چوتھے صاحبزادہ ہیں جو ۲۸ جنوری ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے ہیں اور فرید کالج رحیم یار خان سے بی اے کیا اور سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

Marfat.com

۱۹۷۹ء میں ممبر ڈسٹرکٹ کونسل مقرر ہوئے۔ دوسری دفعہ ۱۹۸۳ء میں بھی یہ الیکشن جیت لیا اور پھر ۱۹۸۵ء کے عام صوبائی انتخابات میں ممبر اسمبلی منتخب ہوئے ہیں ان کی یہ پیہم کامیابیاں ان کی فکری صلاحیتوں کے ساتھ عملی سرگرمیوں کو بھی ظاہر کرتی ہیں ایسے لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو تاریخ میں ہمیشہ زندہ رکھا جائے! شادمان II مکان ۱۷ میں کھانا کھانے کے بعد یہ اپنی کار میں بیٹھا کر مجھے اچھرہ چھوڑنے آ رہے ہیں۔ درویش نے بڑی سڑک پر پہنچ کر کہا؛ مجھے اچھرہ موڑ پر پہنچا دیں۔ معاً پوچھا: آپ نے کہاں جانا ہے درویش مجھے شملہ پہاڑی کے پاس ۵۰ ایمپرس روڈ جانا ہے۔ فرمایا: میں اپنے مکان سے شملہ پہاڑی کا راستہ جانتا ہوں۔ وہیں سے واپس ہوئے اور مجھے ۵۰ ایمپرس روڈ پہنچا دیا ہے۔ ان کی فکری صلاحیت اور عملی سرگرمی میں یہ ایک کافی دلیل ہے۔ ایم پی اے بڑا آدمی ہے لیکن وہ اس کے ساتھ مؤرخ کی حیثیت کو بھی پہچانتے ہیں۔

ملک حمید انور

سعید منظر نے بتایا یہ ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ اپنے علاقہ کی یونین کونسل اکرم آباد کے دو مرتبہ چیئرمین بنے ہیں۔ ڈسٹرکٹ کونسل رحیم یار خان کے چیئرمین بننے کا بھی اعزاز حاصل ہے اللہ تعالیٰ ان سب بھائیوں کی عمر دراز کرے۔ امین ثم امین ملک سعید منظر! پہلے ممبر اسمبلی ہیں جنہوں نے درویش کی رہائش گاہ کو اپنے ذوق سیاست میں تلاش کر لیا ہے اور اپنے حسن فکر سے اپنے خاندان کو تاریخ ریاست بہاولپور میں متعارف کرایا ہے۔

Marfat.com

مشاہیر بہاولپور میں ان کے خالہ زاد بھائی رئیس شبیر احمد کا ذکر آیا ہے، لیکن ان کے خاندان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ ریاست بہاولپور کی یہ ایک مبسوط تاریخ ہے جس میں امیرانِ بہاولپور، اولیاء اللہ حسنِ معاشرت، اخلاقی نظامِ حکومت پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ اس سے پہلے بہاولپور کی جو تواریخ شائع ہوئی ہیں۔ وہ الگ الگ موضوع پر کافی مواد فراہم کرتی ہیں۔ لیکن بہاولپور کی کوئی جامع تاریخ نہیں ہے۔ اس کتاب کا ایک امتیازی پہلو یہ ہے کہ بہاولپور کی دس بارہ سالہ تاریخ، اخبار کے شائع شدہ مضامین پر مشتمل ہے جس کو دیکھ کر ملک سعید منظر کو اس کی اہمیت کا اندازہ ہوا ہے۔

آزیبل ممبر بڑی تاخیر میں میرے پاس پہنچے ہیں۔ جبکہ اصل کتاب اشاعت کے لیے تیار ہو چکی ہے۔ اور اس کی کاپیاں جوڑی جا چکی ہیں۔ کتاب کا پہلا حصّہ جو مبادیات کتاب میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں ان کو جگہ دینی پڑی ہے۔

(درویش ۴ فروری ۱۹۸۷ء)

رئیس شبیر احمد ممبر قومی اسمبلی پاکستان

ان کے والد رئیس غازی محمد نے بھنگ میں جو مسجد تعمیر کرائی ہے وہ اس خاندان کو ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ غازی محمد کی زندگی میں اس پر خرچ کا اندازہ تقریباً ایک کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔ درویش نے اس کا ذکر اس کتاب کی دوسری جلد میں کیا ہے۔

۵ فروری ۱۹۸۱ء کو درویش مسجد دیکھنے کے بعد رات کو میر زاہد حسین کے ہاں شب باش ہوا اور صبح مہنجر پور جا کر پیر موسیٰ نواب کے مزار پر پہنچا۔ فاتحہ کے بعد رئیس مرحوم کو خطاب کر کے کہا تو اللہ کے ان بندوں میں سے ہے جس پر اللہ کو فخر ہے

Marfat.com

کہ میں ان کا خدا ہوں۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" اس آیت کا نزول شاید تیرے ہی لیے ہوا ہے اور تو نے بھی اللہ کی نعمت کا جو حق ادا کر دیا ہے وہ تیرا ہی حصہ ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۷۵ء ہے (جلد دوم)

رئیس شبیر احمد کے خالہ زاد بھائی مسٹر فاروق، شیخ فضل کریم کے بڑے صاحبزادہ ان کے بارے تاریخ ہذا میں تعارف کی فہمائش کرتے ہیں۔ (درویش)

رئیس شبیر احمد ۱۵۔ اپریل ۱۹۲۳ء جھنگ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک چرچ مشن ہائی اسکول بہاولپور سے کیا ہے اور بی اے کی سند سندھ مسلم کالج سے پائی ہے۔ پہلے مقامی یونین کونسل کے چیئرمین بنے ہیں اور پھر ڈویژنل کونسل کے ممبر! ۱۹۶۲ء مغربی پاکستان کی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور دوسری دفعہ بھی یہ انتخاب جیت لیا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں صوبہ پنجاب کی اسمبلی کے لیے ممبر منتخب ہوئے اور یکم فروری ۱۹۷۶ء کو پنجاب کابینہ میں وزیر بلدیات لیے گئے ہیں اور کئی ایک دوسرے محکمے ان کے ماتحت آ گئے ہیں۔

۱۹۸۵ء میں مخدوم زادہ سید حسن محمود صوبائی اور قومی دونوں نشستوں پر کامیاب ہوئے ہیں اور اپنی کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر قومی نشست سے دستبردار ہو گئے ہیں اور رئیس شبیر احمد بلامقابلہ اس جگہ سے کامیاب ہو گئے ہیں اور وہ آجکل قومی اسمبلی کے آنریبل ممبر ہیں۔

سید شہاب کہتے ہیں۔ اس خاندان کا تعلق راجپوتوں کی ایک شاخ انڈھڑ سے ہے۔ جو جیسلمیر اور بیکانیر کے علاقہ پر حکمران رہی ہے۔ ان کے مورثِ اعلیٰ محمد جیا بھنگ

Marfat.com

میں اقامت گزیں ہوئے ہیں۔ شیخ بہاؤالحق زکریا ملتانی کے خلیفہ موسیٰ نواب سے دستِ بیعت ہوئے ہیں اور اس خاندان کی ایک دوسری شاخ سکھر میں رہائش پذیر ہوئی۔ ان سے سلسلہ ولایت چلا۔ شکارپور، پنوں عاقل اور گھوٹکی اور ایسی کئی جگہ ان کا سلسلہ خلافت قائم ہوا۔

دولت و ثروت جاہ و حشمت کے باوجود اس خاندان میں فقیری کا رنگ غالب رہا ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ کافی زرعی اراضی کے مالک ہیں۔ آنریری مجسٹریٹ رہے ہیں۔ بہاولپور دربار کی کرسی نشینی کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ لیکن ان کا امتیازی وصف مذہبی جذبہ ہے۔ مساجد کی تعمیر ان کے شوق کا ایک امتیازی نشان ہے۔ کئی مساجد خود بنوائی ہیں اور کئی دوسری مساجد کی تعمیر میں معتدبہ چندہ دیا ہے۔ بیواؤں اور غریبوں کی امداد کو اپنا شیوا بنایا ہے۔

سید شہاب کہتے ہیں۔ رئیس شبیر سحرخیز شب بیدار زہد و عبادت ان کا شعار ہے۔ پنجگانہ نماز باقاعدگی سے پڑھتے ہیں اور کئی ایک ورد وظائف سے بھی شغل رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۶ء صوبائی کابینہ میں وہ واحد وزیر تھے جو سرکاری دورہ اپنے خرچ پر کرتے تھے اور اپنی رہائش گاہ کے جملہ اخراجات خود برداشت کیے۔ (مشاہیر بہاولپور)

ان اوصاف کے پیشِ نظر درویش ان سے توقع رکھے گا کہ وہ سرصادق اکیڈمی کے شعبہ نشر و اشاعت سے بھرپور تعاون فرمائیں گے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

خاندان نبوت

چونکہ اس تاریخ کا موضوع امیران بہاولپور ہیں جن کی نسبت رسولِ خداؐ کے چچا حضرت عباس سے ہے۔ اس بنا پر درویش نے جغرافیہ عرب اقوام عرب اور قوم قریش سے متعلقہ کئی ایک موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ریاست بہاول پور کی شکست وریخت کا سبب کیا بنا۔ (درویش)

حکومت وسلطنت

عصبیت اس کو وجود بخشتی ہے۔ عَصَبٌ وعُصُوْبٌ : عربی لفظ ہے اور یہ باب ضرب وسمع سے آتا ہے۔ اس کے معنی حفاظت کے ہیں۔ اعصاب وہ پٹھے ہیں جو انسانی ڈھانچہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ عصبیت ہی قوم میں غیرت وحمیت پیدا کرتی ہے۔ اس کی ابتداء خاندان سے ہوتی ہے اور ابتدائی شکل میں یہ خون کا رشتہ یا صلہ رحمی کہلاتی ہے۔ باپ بیٹے پر اور بیٹا باپ پر جان دیتا ہے۔ بھائی کی عصبیت بہن کی محافظ ہوتی ہے ایک خاندان یا قوم سے کوئی لڑتا جھگڑتا ہے تو اس کے تمام افراد اس لڑائی کو اپنی ذاتی لڑائی سمجھتے ہیں۔ ایک قوم کا آدمی فخر سے کہتا ہے ہماری ذات ہے۔ چھٹے کھانے پینے کو الگ الگ اور لڑنے کو اکھٹے! بنی اسرائیل کا کوئی آدمی کسی سے لڑ رہا ہے۔ اس نے راہ چلتے ہوئے موسیٰؑ کو پکارا ہے۔ ان کی عصبیت نے ایسے زور کا مکا مارا کہ وہ موقعہ پر ڈھیر ہو گیا ہے۔ آگے چل کر یہ عصبیت حکومت کے غلبہ واقتدار مدافعت ومقاومت کا روپ دھار لیتی ہے:

Marfat.com

میں آپ کو جنگ بدر میں لے چلتا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی سے
پہلے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی ہے کہ بنو ہاشم اور کچھ دوسرے لوگوں کو زبردستی ہمارے
مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ لہٰذا اثنائے جنگ میں اگر ہاشمیوں میں سے کوئی آدمی تمہارے
ہاتھ آجائے تو اس کو قتل نہ کرنا بالخصوص میرے چچا عباس کے قتل سے باز رہنا۔ ہشیم بن عتبہ
نے یہ بات سُنی تو کہا اگر ہم حق کی خاطر اپنے باپ بھائی بیٹوں اور دوسرے اقرباء سے درگزر
نہیں کرتے تو بنو ہاشم سے کیوں کریں۔ بخدا میں نے عباس کو پا لیا تو ان کو لقمۂ شمشیر بنائے
بغیر نہ رہوں گا۔ (سوشیدائی)

"حضور کو ابو حذیفہ ہشیم بن عتبہ کے اس قول کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت
عمر سے فرمایا: ابو حفص! تم نے حذیفہ کی بات سُنی ہے۔ کیا میرے چچا کا چہرہ قتل
کے لائق ہے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں اس کی گردن
اُڑا دوں۔ لیکن حضورؐ نے اس کی اجازت نہیں دی"۔ (سوشیدائی)

میدان جنگ میں ہشیم بن عتبہ نے اپنے باپ کو دعوت مبارزت دی ہے تو ان کی
ہمشیرہ ہندہ بنت عتبہ ابو سفیان کی بیوی امیر معاویہ کی والدہ جو اپنے والد کے ساتھ شریک
جنگ ہوئی ہیں۔ پکار اٹھیں:

الاحول الاثعل المشئوم طاھرہ
ابو حذیفہ شر الناس فی الدین
اما شکرت ابا رباک فی صغرٍ
حتٰی شببت شبابا غیر محجون

اے ابی حذیفہ تم بڑے بدبخت شخص ہو باپ کی پرورش کا اس طرح صلہ دے رہے

Marfat.com

ہو۔ اس لڑائی میں ابوحذیفہ کا باپ عتبہ، بھائی ولید، چچا شیبہ اور بھانجہ حنظلہ قتل ہوئے ہیں۔ بنوہاشم اپنے خاندان کے ذی القدر حضرت محمدؐ سے لڑنا نہیں چاہتے تو حضرت محمد بھی ان کے لحاظ و پاس کی ہدایت فرما رہے ہیں۔

یہاں خاندانی عصبیت صلہ رحمی کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ ابوحذیفہ باپ چچے اور بھائی کی موت پر غمزدہ نہیں ہوئے تو اس جگہ مذہبی عصبیت کام آئی ہے۔

عرب کا ایک آدمی اپنے اونٹ چوری ہو جانے پر کہتا ہے کہ اگر میں فلاں قبیلہ کا ہوتا تو فلاں قبیلہ کا شخص میرے اونٹ کیسے ہانک کر لے جاتا۔ اس طرح وہ اپنے قبیلہ کی عصبیت کو بیدار کر رہا ہے۔

جنگِ بدر کے قیدیوں میں ایک شخص نضر بن حارث عبدری بھی ہیں ان کو آنحضرت نے قتل کرا دیا ہے۔ اس کی بیٹی قتیلہ نے اپنے باپ کے مرثیہ میں کہا ہے (بعض نے بہن لکھا ہے)

أمحمد اولست صنو نجیبۃ
من قومہا والفحل فحل معرق
ماکان ضرک لو مننت و ربما
منّ الفتیٰ وھو المغیظ المحنق

شیخ محمّد رضا "محمد رسولؐ اللہ" کا مصنف لکھتا ہے۔ جب آنحضرت نے یہ اشعار سنے تو رو پڑے اور فرمایا: "اگر نضر کے قتل سے پہلے یہ شعر مجھ تک پہنچ جاتے تو میں ضرور اس پر احسان کرتا۔" (صفحہ ۳۳۵)

درویش کہتا ہے اشعار سن کر آنحضرت کا رونا نہ بھی ثابت ہو لیکن اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ قتیلہ نے خاندانی عصبیت کو جس طرح ابھارا ہے

Marfat.com

اس نے اپنے الفاظ کی سچائی کو پالیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جنگ بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشور دیا تھا، بلکہ جہاں تک کہہ دیا کہ ہر شخص اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس۔ چچا زاد بھائی عقیل و نوفل پسران ابی طالب جو رسول اللہ کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے تھے اور ایک داماد تھے وہ جس کی بیوی نے خاوند کے فدویہ میں اپنا ہار بھجوایا ہے تو یہ کہہ کر واپس کر دیا ہے کہ بیٹی کے پاس ماں کی یہ ایک نشانی ہے۔

درویش کہتا ہے جب ان کو دوران جنگ قتل کرنے سے روک دیا گیا تھا تو کیسے ممکن تھا کہ ان کو حالت امن میں قتل کر دیا جائے۔ یہ نہ صرف خاندانی عصبیت کے خلاف بلکہ اخلاق کی دنیا میں اس کی پہلے کوئی مثال موجود نہ تھی۔ اس لیے اس کو پذیرائی حاصل نہ ہوئی۔

مَیں اس تمہید کے بعد یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب پاکستان کے قیام کے بعد ریاست میں مسلم اتحاد کا پرچار ہوا تو ریاست کی عصبیت مغلوب ہوگئی اور پنجاب کی عصبیت نے غالب آکر ریاست کو اپنے میں ضم کر لیا۔ اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ون یونٹ ٹوٹنے کے بعد ریاست کو صوبہ کا درجہ دینے میں خود ریاست کے پہلے اور آخری وزیر اعلیٰ مخدوم زادہ سید حسن محمود نے ساتھ نہ دیا نتیجہ ظاہر ہے کہ اس کو اپوزیشن میں بیٹھ کر گلا پھاڑنا پڑا۔

اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے پاکستان میں خاندان نبوت کی آخری نشانی ریاست کے وجود کو ختم کر دیا گیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

۳-مارچ ۱۹۸۷ء   محمد علی درویش آبادکار

چک ۷/۴، ۳-آر عباسیہ لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

دیباچہ

۱۔ امیران بہاول پور کتاب زیرِ نظر کی تصنیف میں میرا مقصد ابتداءً صرف یہ تھا کہ میں ریاست بہاول پور کی ایک مختصر تاریخ سے لوگوں کو روشناس کراؤں۔ چنانچہ ایک کتابچہ جو چوبیس صفحات پر مشتمل تھا شائع کر دیا جسے عام وخاص نے پسندیدہ نظروں سے دیکھا وہ صرف ریاست کے ایک مختصر جغرافیہ کے ساتھ نوابانِ بہاولپور کا ایک تعارف تھا۔ جو اس کتاب کا باب اوّل ہے۔ اس میں امیران بہاولپور کی سیاسی بصیرت عسکری حکمتِ عملی اور اقتصادیات کا ذکر ہے۔

۲۔ حُسنِ معاشرت اس خطۂ زمین کے کچھ اور لوگ بھی تھے جو اپنے کردار کی وجہ سے زندہ رہنے کے حقدار ہیں۔ درویش نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور پرکھا ہے۔ دراصل یہی لوگ اس خطہ کی زیبائش وآرائش ہیں۔ ان کے ذکر سے بہاول پور کی معاشرت کا ایک خاکہ اُبھرتا ہے اور اخلاقی نظامِ حکومت پر روشنی پڑتی ہے جس وجہ سے حسنِ معاشرت اور اخلاقی نظامِ حکومت ایک دوسرا باب مسرت تمدنی کے نام سے شاملِ کتاب ہوا ہے۔

۳۔ اولیاء اللہ اور پھر ان کے آباء و اجداد کا ذکر بھی ضروری سمجھا گیا جس وجہ سے اولیاء اللہ بہاول پور اس کتاب کا ایک مستقل موضوع بن گیا ہے۔ اس باب میں میرے تحت الشعور صرف اتنی بات تھی کہ جناب مسعود الحسن شہاب دہلوی مدیر

Marfat.com

الہام بہاول پور کی کتاب اولیائے بہاول پور کا ایک اختصار پیش کر دوں گا
جنھوں نے وہ پڑھا ہے وہ میرے کام کی داد ضرور دیں گے اور جنھوں نے
نہیں پڑھا ان تک شہاب صاحب کا پیغام پہنچا دوں گا۔ چنانچہ اس کی ابتدا
چشتیاں شریف کے اولیاء اللہ چشت سے کی گئی ہے جو اپنی اکثریت کی بنا
پر اولیت کے مستحق تھے لیکن یہ موضوع خاصہ طویل ہو گیا ہے، میں اپنی افتادِ طبع
روک نہ سکا۔ جرح و قدح میں شہاب صاحب کی بعض تحریروں کو موضوعِ سخن بنا
ہے **تاریخی واقعات** بھی ایک دلچسپ موضوع کی حیثیت سے شامل کتاب ہوتے ہیں
اس میں سیاسیات لیاقت پور ایک مقامی دلچسپ مضمون ہے اور سیلاب ۱۹۷۳ء کی ایک
تفصیلی رپورٹ درج کتاب ہوئی ہے جو ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔

نگارشات درویش کے نام سے چند کتابچے، پمفلٹ لغرض اصلاح انتظامیہ شائع
کیے تھے۔ وہ بھی درج کتاب ہوئے ہیں گو وہ ایک انفرادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن
عوام کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔ اگر ان کا مقابلہ سابق ریاست کے ارباب اختیار سے
کیا جائے تو موجودہ صورتِ حال کا فرق واضح طور پر سامنے آجاتا ہے۔ ایک مؤرخ کے لیے
زندہ لوگوں کے بارے صحیح شہادت کے ساتھ لکھنا ایک بڑا جہاد ہے جہاں یہ خیال ذرا
خوش کن ہے وہاں اس سے مشکلات راہ بھی پیدا ہوتی ہے۔

پنجاب والوں کو دعویٰ ہے کہ وہ ہر صوبہ کے ساتھ بڑا فراخ دلی کا سلوک کرتے
ہیں لیکن ان کا احساس مجموعی صورتِ حال کو سمجھنے میں کیوں کند ہے؟
بہاولپور کے عوام علمی فکری مالی اور تنظیم کے اعتبار سے ایک پسماندہ لوگ ہیں۔ صدر
مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے کسی کے باپ کی فوتیدگی کو ایک کی شادی کی خوشی میں نپٹا دیا ہے
اور ہر علاقہ سے وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ ان کو عوام کے مسائل معلوم کرنے کے لیے بھی اس

Marfat.com

علاقہ کو کچھ وقت دینا چاہیئے۔

مولانا عبدالقادر آزاد بہاولپور سے پرواز کرکے لاہور آئے ہیں اور مجلس شوریٰ تک پہنچے ہیں۔ ان سے درویش نے ذاتی طور پر درخواست کی ہے کہ وہ صدر مملکت کو لیاقت پور اس کتاب کی تقریب رونمائی تعارف کتاب کے سلسلہ میں تشریف لانے کی دعوت دیں۔ یہ ایک بہانہ ہے۔ ان کو اس طرف احساس دلانے کا ہم براہ راست بھی ان سے توقع کرتے ہیں کہ وہ قدو قامت دیکھے بغیر لیاقت پور آنے کی ہماری دعوت قبول فرمائیں۔ اس میں ان کا کوئی حرج نہیں ہماری بڑی عزت افزائی ہے۔

حضرت سعدی کے الفاظ میں کہتے ہیں :

شعر گاہے بچشم احسان درحال ما نگاہی
کز خوان بادشاہاں نعمت رسد گدارا

ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ بہاول پور مسلم ریاست کی تاریخ میں اپنا حصہ ضرور شامل کریں گے۔

آنریبل ممبران قومی اسمبلی

ہم اپنے علاقہ کے آنریبل ممبران سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ تاریخ ریاست بہاولپور کی تقریب رونمائی تعارف کتاب کے موقعہ پر اکٹھے ہوں اور جناب صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو بھی اس تقریب میں شرکت کی دعوت دیں۔

ہم نے تاریخ بہاولپور کتاب زیر نظر میں بہاولپور کی حسن معاشرت اور اخلاقی نظام حکومت کا جو خاکہ دکھایا ہے۔ آپ حضرات کی ایسے اجتماع میں شرکت اس کا ایک عملی ثبوت ہے اور ایسا کرنا بہاولپور کی یکجہتی پر ایک واضح دلیل ہے۔ جناب حاجی سیف اللہ نے

Marfat.com

وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے ساتھ امریکہ جانے کی افادیت کا احساس کیا تھا۔ ان کا اپنے علاقہ کے مفاد میں رول بھی بہت اہم ہے ۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ محمد انور عالم ہمارے علاقے کے آنریبل ممبر ہمارے ساتھ اس باب میں بھرپور تعاون فرمائیں گے اور صدر صاحب سے مل کر دونوں حضرات تاریخ طے کریں گے اور صوبائی اسمبلی کے ممبران سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس تقریب میں شامل ہو کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں ! بلکہ اس کے اہتمام میں آگے آئیں ۔ کیونکہ ان کا عوام کے ساتھ رابطہ زیادہ ہوتا ہے ۔

جنرل محمد ضیاء الحق

ہم اپنے صدر مملکت سے براہِ راست بھی رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے صدر مملکت ہیں جس نے اسلام کو اپنا موضوعِ فکر بنایا ہے اور اصلاح معاشرہ پر اظہارِ خیال کیا ہے اور اسلام کے نام پر ووٹ حاصل کر کے صدر بننے کا ایک عوامی اعزاز حاصل کیا ہے

پچھلے دنوں محمد انور عالم ممبر قومی اسمبلی کے والد مخدوم محسن شاہ کی تعزیت کے موقع پر ایک تقریر ارشاد فرمائی تھی اور کہا تھا کہ آپ لوگوں نے ممبران کو ووٹ دیئے ہیں ۔ ان کا دامن پکڑ کر پوچھو ! آپنے ہمارے لیے حکومت سے کیا منظور کرایا ہے؟ اس بنیاد پر دیہات کا امام مسجد آپ سے سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ ہم نے آپ کو ووٹ دیئے تھے آپ نے ہمارے لیے کیا کیا ہے ؟

تاریخ ریاست بہاولپور جلد دوئم کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ اخبار الامام بہاولپور نے اس باب میں کیا رول ادا کیا ہے اور اس کی آواز کو کہاں تک پذیرائی حاصل ہوئی ۔ ”تنظیم آئمہ مساجد“ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے ۔ اصلاح معاشرہ میں ائمہ ایک اہم رول ادا کر سکتے ہیں ۔ نامور علماء خواہ کسی جمعیت سے تعلق رکھتے ہوں ۔ وہ ان کو اپنی جماعت

Marfat.com

شامل سمجھتے ہیں لیکن کسی ادارہ کی طرف سے اس باب میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا ہے۔ ان کی دین سے وفاداری سیاست کی آلودگیوں سے پاک ہے۔ آپ کا ان کی تنظیم و اصلاح میں کوئی اقدام کرنا بڑا ضروری ہے۔ آپ ان کو اپنی سنجیدہ سوچ کا مستحق سمجھیں اگر ان کو محکمہ تعلیم میں لے لیا جائے، اور غیر فرقہ دارانہ کالج قائم کر کے ان کو تعلیم و تربیت دی جائے تو دین کی ایک اہم خدمت ہے۔ آپ الامام کی اس خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے کتاب کی تقریب رونمائی میں شرکت فرمائیں اور آئمہ مساجد کو براہِ راست خطاب کریں۔ آپ کا یہ خطاب اپنی نوعیت میں پہلا خطاب ہو گا۔

۷ مارچ ۱۹۸۷ء لاہور میں مفتی محمود کے صاحبزادہ فضل الرحمٰن اپنی تنظیم کو حکومت کی مخالفت میں بہت آگے لے آئے ہیں یہ کوئی ملک کے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔ حکومت کی مخالفت نے دیندار لوگوں کو کمزور ضرور کیا ہے۔ صاحبِ اقتدار کبھی نہیں بنایا۔

طبقاتِ درویش

اس کتاب کے آخری حصہ کا نام طبقاتِ درویش رکھا ہے اور اس میں بیرونِ ریاست کے حالات بیان کیے ہیں۔ چونکہ امیرانِ بہاولپور کا خاندان عرب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے عرب کا جغرافیہ اقوامِ عرب تاریخ قریش اور اختلاف سیاست و تدبر کے اعتبار سے قریش کی دو معتدر ہستیاں ایک مضمون درج کتاب ہوا ہے جو ایک تاریخی حقائق ہیں۔

کرہ ارض

ایک مضمون درج کتاب ہوا ہے۔ درویش کا اس سے مقصد ائمہ مساجد کو جنرل معلومات فراہم کرنے کا خیال ہے اس لیے انہوں نے کئی ایک مضمون تاریخ ریاست بہاولپور سے غیر متعلقہ اس میں شامل کر دیئے ہیں۔ تاکہ اس کی افادیت عام ہو جائے۔ کم از کم دو سو روپے کی کتاب خرید کر دیہات کے امام مسجد درویش کے اس شوق کو پورا نہیں کریں گے۔ اگر مقامی

Marfat.com

ادارے اس کو خرید کر مسجد کی لائبریری میں داخل کریں تو ایک امام مسجد کے لیے کافی معلومات کا ذخیرہ اس میں موجود ہے

ایک ضروری گزارش

اور وہ یہ ہے کہ درویش نے بہت کم علمی سرمایہ کے ساتھ ایسی کتاب لکھنے کی جسارت کی ہے اس کے قاری کو مطالعہ کتاب میں اس حقیقت کو سامنے رکھنا ہے اور اس سلسلہ میں ہونے والی فروگذاشتوں کو نظر انداز کرنا ہوگا۔ اگر وہ ضروری خیال کریں تو درویش کو ان کے ذاتی پتہ پر اپنے خیال سے آگاہ کر دیں تاکہ اس کی تلافی میں کوئی تدارک کیا جائے ۔

للّٰہ الحمد والشکر والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و آلہ واصحابہ اجمعین

محمد علی درویش آبادکار
چک نمبر ۴۷، ۳ - آر عباسیہ لیاقت پور

۸ مارچ ۱۹۸۷ء

اسلامی دنیا میں ایک منفرد اعزاز

جنرل محمد ضیاء الحق کو مسلم ممالک کے سربراہوں نے متفقہ طور پر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسلام کے موضوع پر خطاب کرنے کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کیا ہے۔ اسلام کے ساتھ ان کے خلوص پر یہ ایک کھلی ہوئی دلیل ہے ۔

عرب قوم کی موجودگی میں ایک عجمی کو یہ اعزاز باعث صد افتخار ہے! اور یہ وہ اعزاز ہے جو آج ان کی منفرد شخصیت پر علامت ہے! جمہوری حکومت بلاشبہ لوگوں کی امنگوں کے زیادہ قریب ہوتی ہے لیکن اپنی کارکردگی کے اعتبار سے شخصی حکومت کے ہم پلہ نہیں ہے! پاکستان میں جمہوریت کا تجربہ بھی ہوا ہے اور محمد ایوب خان مرحوم کے زمانہ میں شخصی حکومت کے برگ و بار بھی دیکھے ہیں! محمد ایوب خان مرحوم کے دور

Marfat.com

اقتدار کو استحکام حکومت سے تعبیر کیا جاتا ہے ! سیاست دانوں کی بات آپ نے سُنی ہو گی ۔ ان کے مقابلہ میں مس فاطمہ جناح کو الیکشن لڑایا ہے !

جنرل محمد ضیاء الحق نے برسرِ اقتدار آکر اسلام کی ترویج و اشاعت اور استحکام حکومت کے سلسلہ میں جو خدمات سر انجام دی ہیں ۔ ہم ان کو قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں ! انہوں نے سیاست اور مذہب کے بارے جو پالیسی اپنائی ہے وہ قابلِ قدر ہے۔ سیاست اور مذہب پر اجارہ داری کا خاتمہ اس وقت کا ایک بڑا جہاد ہے ۔ اگر انہوں نے سیاست پر کسی فردِ واحد کی اجارہ داری کو تسلیم نہیں کیا تو ان کے نزدیک دینِ اسلام پر بھی کسی کو بالادستی حاصل نہیں ہے انہوں نے ملّت کے ہر فرد کو ان کی ذمّہ داریوں کا احساس دلایا ہے اور ہر مُسلمان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسلام کے بارے اپنے آپ سے بازپرس کرے ! علماء اور مشائخ کا اجتماع اسی مقصد وحید کے لیے ہوا ہے ! جنرل محمد ضیاء الحق سے تعاون اس وقت کا سب سے بڑا دینی فریضہ ہے !

ضیاء مُعجزہ

علامہ رحمت اللہ ارشد ! ان کے والد بہاولپور جامعہ عباسیہ میں نائب شیخ الجامعہ کے عہدہ پر فائز رہے ہیں اور اپنے لڑکے کو دینی تعلیم دی ہے !

ارشد کو ایک طرف علوم دین پر عبور حاصل ہے تو دوسری طرف پنجاب اسمبلی کے وہ کوئی پندرہ سال ممبر رہے ہیں اس طرح ان کو ملکی سیاسیات میں بھی ایک معتد بہ تجربہ ہے۔ سن شعور سے لے کر آج تک یہ ہر حکومت کی اپوزیشن میں رہتے ہیں ، اور اس کی مخالفت اپنے نام الاٹ کرا رکھی تھی ! جنرل ضیاء کا ان کو اپنی کونسل میں لا بٹھانا ان کا ایک معجزہ ہے ! یا علامہ ارشد نے ضیاء حکومت کی معاونت اپنا مذہبی فریضہ سمجھا ہے ! بہرکیف جو بھی ہے قابلِ قدر ہے !

Marfat.com

زکوٰۃ کا مسئلہ

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے امتناع شراب کا ایک قانون نافذ کر کے ایک حلقۂ فکر میں کھلبلی مچادی ہے اور کئی ایک کو پریشان کر دیا ہے اور ان کی مخالفت مول لی ہے، حالانکہ وہ ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار سیاستدان ہیں اور ملکی اور غیر ملکی رجحانات سے آشنا، انہیں یہ جاننا چاہیئے تھا کہ اس کے اثرات کس طبقہ پر پڑیں گے لیکن انہوں نے ہر مصلحت سے بے نیاز ہو کر شریعت کے ایک قانون کو ملک پر دے مارا ہے!

ان کے مقابلہ میں مسٹر ضیاء ایک فوجی جوان ہونے کے باوجود مصلحت میں سیاستدان ثابت ہوئے ہیں انہوں نے ایک ایسے قانون کا انتخاب کیا ہے جس نے ان کو عوام کے زیادہ قریب کر دیا ہے!

مسٹر بھٹو نے کپڑے روٹی کا نعرہ لگایا لیکن وہ اس کی کوئی عملی صورت پیش نہ کر سکے مسٹر ضیاء نے ان کے روٹی کپڑے کے نعرہ کو زکوٰۃ کا حکم نافذ کر کے عملی شکل دے دی ہے ۱۹۸۰ء خود ہمارے چک میں عید سے پہلے زکوٰۃ تقسیم ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کی تاریخ کو بامعنی بنا دیا ہے! سیاستدان جو کام ۳۳ سال میں نہ کر سکے۔ جنرل ضیاء تین سال میں وہ کر گزرے ہیں! — "ایک مستحکم حکومت ہی ملکی مسائل حل کر سکتی ہے"۔ اس مفروضہ کو غلط ثابت کر دیا ہے! اب سیاستدان صف ماتم بچھائے بیٹھے ہیں۔ تخریب کاری میں قوم کا مزاج ایک نقطہ پر سوچتا ہے۔ تعمیر میں مفتی و نورانی کی راہیں جدا جدا ہیں

جب تک ملکی سیاسیات میں سکون پیدا نہ ہو۔ کوئی حکومت انتظامیہ اصلاح پر توجہ نہیں دے سکتی۔ ہم مسٹر ضیاء الحق صدرِ مملکت کی مشکلات راہ کو جانتے ہیں، البتہ تحصیل اور ضلع کی سطح تک توجہ دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے! وہ بھی اصلاح کی ابتدا پرائمری حلقہ

Marfat.com

سے کرنے کی پالیسی رکھتے ہیں۔

صدرِ مملکتِ پاکستان

جنرل محمد ضیاء الحق زاداللہ شرفہٗ و مجدہٗ پاکستان کی تاریخ میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک سربراہِ مملکت کی حیثیت سے اسلام کو اپنی سوچ کا مرکز بنایا ہے اور دوسرے مکاتبِ فکر سے الگ ہو کر اس کو ایک فعّال ضابطہ حکومت سمجھا ہے اور ملک جن مقاصد کے پیشِ نظر معرضِ وجود میں آیا ہے اس کے لیے قوم کے شعور کو تازگی بخشی ہے۔

ضیاء حکومت

ہم اس کو کوتاہیوں سے پاک قرار دینے کا تکلف نہیں کریں گے، البتہ اسلامی فکر کی ترویج و اشاعت میں جو کہا اور کیا ہے وہ پاکستان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے۔

جس کام میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی وہ انتظامیہ افسران کے شعوری خطوط ہیں ملک کا اتنا بڑا انقلاب اور مارشل لا کی کوئی اپیل ان کے طریقِ کار میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکی۔ اس سے زیادہ ملک و قوم کی بدقسمتی اور کیا ہو گی؟

انتظامیہ افسران کی کوتاہ فکری، سہل پسندی غفلت شعاری اور احساسِ ذمہ داری کے فقدان کو اس میں دکھایا ہے! (نگارشاتِ درویش مطبوعہ دسمبر ۱۹۷۸ء)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بہاول خان خامس

نواب ریاست بہاولپور

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم
حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آن چہ از پاکانِ اُمّت
ترا با شوخیٔ رندانہ گفتم

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ : پنجاب کے لوگ ولایت سے کم کوئی درجہ ان کو دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ آیئے سُنتے ہیں، وہ کیا کہتے ہیں۔ یہ قصیدہ نواب موصوف کی تخت نشینی ۲۱ نومبر ۱۹۰۳ء کے موقعہ پر کہا گیا ہے جو نومبر ۱۹۰۳ء کے مخزن لاہور میں شائع ہُوا۔ دوبارہ ۱۹۶۶ء باقیاتِ اقبال میں چھپا۔ ہم اپنے اختصار دامن کی وجہ سے اس کے چند اشعار دے رہے ہیں۔

بزمِ انجم میں ہے گو چھوٹا سا اک اختر زمیں
آج رفعت میں ثریا سے بھی ہے اُوپر زمیں
چُومتی ہے دیکھنا جوشِ عقیدت کا کمال
پائے تختِ یادگارِ عمِ پیغمبر زمیں
زینتِ مسند ہُوا عباسیوں کا آفتاب
ہو گئی آزاد احسانِ شہِ خاور زمیں

Marfat.com

یعنی نواب بہاول خاں کرے جس پر فدا
بحر موتی، آسماں انجم، زر و گوہر زمیں
اے کہ فیضِ نقشِ پا سے تیرے گل پرور زمیں
اے کہ تیرے دم قدم سے خسروِ خاور زمیں
اے کہ تیرے آستاں سے آسماں انجم نجیب
اے کہ ہے تیرے کرم سے معدنِ گوہر زمیں
سامنے آنکھوں کے پھر جائے سماں بغداد کا
ہند میں پیدا ہو پھر عباسیوں کی سرزمیں
محو کر دے عدل تیرا آسماں کی کج روی
کلیاتِ دہر کے حق میں بنے مسطر زمیں
جس کے بدخواہوں کی شمعِ آرزو کے واسطے
رکھتی ہے آغوش میں صد موجۂ صرصر زمیں
لامکاں تک کیوں نہ جائے گی دُعا اقبالؔ کی
عرش تک پہنچی ہے جس کے شعر کی اُڑ کر زمیں
خاندان تیرا ہے زیبندہ تاج و سریر
جب تلک مثلِ قمر کھاتی رہے چکّر زمیں
پاک ہے گردِ غرض سے آئینہ اشعار کا
جو فلک رفعت میں ہو لایا ہوں وہ چُن کر زمیں
جس کے ثانی کو نہ دیکھے مدّتوں ڈھونڈے اگر
ہاتھ میں لے کر چراغِ لالۂ احمر زمیں

مایۂ نازش ہے تو اُس خاندان کے واسطے
اب تلک رکھتی ہے جس کی داستان ازبر زمیں

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشعار

ذَابَ الفُؤَادُ وَسَالَ مِنْ عَیْنِی الدَّمُ ‏ وَحَکَی الدَّوَامِعُ کُلَّ مَا اَنَا اَکْ
وَاِذَا اَبُحْتُ لَدَی الوَرٰی کَرْبَ نَوْمِی ‏ تَبْکِی الاَحِبَّةُ وَالاَعَادِیُ تَرْحَ
یَا عَاذِلَ العُشَّاقِ دَعْنِی بَاکِیاً ‏ اِنَّ السُّکُوْتَ عَلَی المُحِبِّ مُحَ
مَنْ بَاتَ مِثْلِی فَهُوَ یَدْرِی خَلِیْلَتِی ‏ طُوْلَ اللَّیَالِی کَیْفَ بَاتَ مُتَ

(امیر خسرو)

ترجمہ :

سوزِ غم سے میرا دل پگھل کر خون بن گیا اور آنکھوں سے بہہ نکلا ہے۔ میں جس
کو چھپاتا ہوں، آنسوؤں نے اس کے بھید کو کھول کر رکھ دیا ہے جب میں اپنے در
الم کا ذکر کرتا ہوں تو دوست روتے ہیں۔ دشمنوں کو مجھ پر رحم آتا ہے۔
میرے رونے پر ملامت کرنے والوں کو کہہ دو۔ مجھے رونے دو۔ جس کے دل
کوئی زخم ہوتا ہے ہر طرح کا سکون و آرام اس پر حرام ہو جاتا ہے۔ ہر وہ شخص جو میری ط
مصیبت میں مبتلا ہے وہ میرے درد سے آشنا ہو سکتا ہے۔ مصائب میں گھرا ہ
آدمی ہی جانتا ہے کہ راتوں کی طولانی کا کیا عالم ہوتا ہے۔

شعر العجم (شبلی نعمانی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ریاست بہاولپور

متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب دریائے ستلج کے جنوب میں کوئی ستاون میل چوڑائی اور تین سو میل لمبائی میں ایک قطعہ زمین میدانی اور ریگستانی ہے ! ریاست کا رقبہ ۱۵۹۱۸ مربع میل ہے موسم گرما میں قلعہ ڈیراور کے مقام پر درجہ حرارت کوئی ایک سو سولہ فارن ہیٹ ہے۔بارش کی سالانہ اوسط کوئی چھ انچ ہے۔منطقہ حارہ اوچ شریف کے مقام پر شمال عرض بلد ۲۹۰ ـــــ ۱۴ اور مشرق طول بلد ۷۱ ـــــ ۴ ہے۔امیران بہاول پور اور رعایا سُنی العقیدہ مُسلمان ہیں۔

حدُود اربعہ

دریائے ستلج شمال مغرب میں بہتا ہے۔شمال میں صوبہ پنجاب کے اضلاع ساہیوال، ملتان، مظفرگڑھ اور ڈیرہ غازی خاں واقع ہیں۔مشرق میں ریاست بیکانیر اور ضلع فیروزپُور ہیں ! جنوب میں ریاست بیکانیر اور جیسلمیر ! مغرب میں صُوبہ سندھ کے ضلع سکھر اور جیکب آباد ہیں۔یہ حد بندی ۱۸۴۵ء میں ہوئی ہے۔شمال مغربی حصّہ ریاست ۱۸۱ میل دریائے ستلج، ۴۰ میل چناب اور ۷۰ میل دریائے سندھ سے متصل ہے اور یہ دریا پنجاب کے درمیان حد فاصل ہے اگست ۱۸۶۶ء کے بعد انڈس ویلی اسٹیٹ ریلوے کا اجرا ہُوا ہے اس ریلوے لائن کے ذریعے کوئٹہ اور کراچی کو دہلی سے ملایا گیا ہے اور بمقام سمہ سٹہ جنکشن جو بہاول پُور سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے ایک لائن لاہور کو آگئی ہے ! اس لائن پر بہاول پور ریلوے اسٹیشن ہے۔ سمہ سٹہ سے ایک لائن بہاول نگر سے گزر کر دہلی کو جاتی ہے اس پر بہاول پور کا دُوسرا اسٹیشن

Marfat.com

بغداد الجدید ہے۔

سمہ سٹہ سے بہاول نگر کو جانے والی لائن پر پہلا اسٹیشن قطب العمارہ ہے۔ اس مقام
سے ایک ریلوے لائن قطب العمارہ سے بہاول نگر تک ۲۴ میل لمبی ہے اس پر یزمان اور
فورٹ عباس کا درمیانی علاقہ آجاتا ہے اور فورٹ عباس سے آگے فقیر والی، ہارون آباد اور
ڈونگہ بونگہ ہوتی ہوئی بہاول نگر پہنچ جاتی ہے اور بہاول نگر کے بعد میکلوڈ گنج جنکشن ہے۔ ایک لائن
دہلی کو جاتی ہے، اور دوسری فیروز پور کو۔

۱۹۳۹ء ـــــ دورانِ جنگ قطب العمارہ سے فورٹ عباس تک ریلوے لائن کا
۸۰ میل اکھڑوا کر امیر آف بہاول پور نے برطانیہ حکومت کو بطور امداد جنگ دے دیا ہے
ایک ریلوے لائن بمقام خانپور چاچڑاں شریف کو جاتی ہے اس کی لمبائی ۲۰ میل ہے۔ یہ ریاست
کے مغربی زرخیز اور آباد رقبہ میں ہے۔

ایک شاہراہ پختہ سڑک (ہائی وے) ریاست سے گزرتی ہے لاہور، ملتان، کراچی
اور کوئٹہ سے آنے جانے والا مال اور سواریاں بذریعہ ٹرک، بس اور کار بہاول پور کے پل اور
پنجند کے ہیڈ سے گزرتی ہیں۔

طبعی تقسیم کے اعتبار سے ریاست کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں
(۱) شمالی حصہ (۲) اور جنوبی حصہ ! ریلوے لائن حد فاصل ہے۔ شمالی حصہ میں پانی میٹھا ہے
جب کہ جنوبی حصہ میں کڑوا۔ آبادی پر بھی اس کا اثر ہے۔ دریا کے ساتھ علاقہ زرخیز اور شاداب
ہے۔ ریاست کی قدیم آبادی اس جگہ آباد ہے۔ طغیانی کے پانی سے آبپاشی ہوتی ہے۔ کنوئیں
بھی آبپاشی کا ذریعہ ہیں۔ لوگ عموماً بھیڑ بکریاں، گائے اور اونٹ پالتے ہیں۔ اُون اس علاقہ
کی ایک کثیر پیداواری جنس ہے۔

Marfat.com

آب وہوا گرم خشک ہے لوگوں کا رنگ گندمی آداب مجلس اور اطاعت شعاری ان کا جوہر قابل ہے۔ جنوبی حصہ ریگستانی اور غیر آباد ہے بارش کا پانی تالاب کے ذریعہ محفوظ کر کے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ آب وہوا گرم خشک ہے۔ رنگ عموماً سانولا اور سیاہ ہے۔ شمالی حصہ کے لوگ اپنے مال مویشی کے لیے اسے ایک چراگاہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ علاقہ روہی یا چولستان کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے شاعر خواجہ غلام فریدؒ کو اس علاقہ روہی سے کوئی خاص دل بستگی ہے انہوں نے خوب طبع آزمائی کی ہے رنگت کے بارے میں بھی اپنا مختلف زاویہ نگاہ دکھا ہے۔

وِچ روہی دے رہندیاں نازک نازوی جٹیاں
دھوتیں دار فقیر تھیوسے فخر وڈیائیاں سٹیاں

ستلج ویلی پروجیکٹ اسکیم ۱۹۲۱ء کے تحت باقاعدہ نہریں کھود کر ریاست میں آبپاشی کا ایک نیا انتظام عمل میں آیا ہے۔ اس اسکیم پر ۱۴ کروڑ روپے خرچ آیا ہے دو کروڑ روپے شاہی خزانہ سے ادا کیا گیا ہے اور ۱۲ کروڑ حکومت برطانیہ سے قرض لیا ہے اور اس اسکیم کے تحت ریاست کو چھبیس لاکھ پچیس ہزار ایکڑ رقبہ کی آبادی کے لیے پانی دیا گیا ہے۔ پنجاب انیس لاکھ بیالیس ہزار، بیکانیر تین لاکھ اکتالیس ہزار۔

ریاست بہاول پور

۱۹۲۴ء میں اس کی کل آمدنی بیالیس لاکھ روپے ہے جس سے ریاست کا خرچ چلا کر جو رقم جمع کی گئی ہے اس سے دو کروڑ روپے بیک وقت نکال کر ریاست کی ترقی پر لگائے ہیں۔

۱۹۵۰ء میں ۱۲ کروڑ روپے قرض میں سے صرف چالیس لاکھ روپے بقایا رہ گیا ہے جو اسی سال چارٹرڈ بنک سے رقم قرضہ لے کر ستلج ویلی پروجیکٹ کا حساب چکا دیا گیا ہے حالانکہ

Marfat.com

معاہدہ اوائیگی ۱۹۸۰ء ہے۔

ریاست کی اقتصادیات

مجھے اس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ ریاست کی
اقتصادیات شخصی دور میں کس حد تک مضبوط تھیں

اس کا اندوختہ سرمایہ اپنی آمدنی کی نسبت سے کتنا زیادہ ہے۔

ریاست بہاولپور کو تین ٹھوکروں سے پانی دیا گیا ہے۔ سلیمانکی ہیڈ سے نہر صادقیہ
اور فورڈواہ غیر منتقل نکالی گئیں ہیں۔ فورڈواہ ریلوے لائن کے شمالی حصہ ریاست کو سیراب
کرتی ہے۔ نہر صادقیہ ریلوے لائن کے جنوبی حصہ کو پانی دیتی ہے۔ ہاکڑہ برانچ ریاست کے
جنوب مشرقی حصہ میں فورٹ عباس سے گزر کر مروٹ سے آگے نکل گئی ہے۔ اس علاقہ
ایک ریلوے لائن ہے جو بہاول نگر سے فورٹ عباس کو جاتی ہے اس علاقہ کی تجارتی منڈ
ڈونگہ بونگہ، ہارون آباد اور فورٹ عباس ہیں۔ فقیر والی دینی درس گاہ کے علاوہ نائب تحصیل
کا ہیڈکوارٹر ہے۔

دوسری برانچ ملک واہ —— اس سے تین نہریں گجیانی، فتح اور م
نکالی گئیں ہیں۔ جو جنوب مغربی حصہ کو سیراب کرتی ہیں۔ اس علاقہ میں تجارتی منڈی چشت
اور حاصل پور ہیں چشتیاں منڈی سے ایک پختہ سڑک ہارون آباد منڈی کو ملاتی ہے۔ آ
اور زرخیز علاقہ سے گزرتی ہے نہر مراد کے پل پر ڈہرانوالہ مقام ایک پُر رونق جگہ ہے نہا
ہائی اسکول، ہسپتال، ریسٹ ہاؤس کینال اور نائب تحصیلدار کا ہیڈکوارٹر ہے۔ حا
سے ایک پختہ سڑک اسلام ویئر یا ہیڈ پلہ سے گزر کر لاہور کو جاتی ہے۔

قائم کینال اور بہاول کینال —— ہیڈ پلہ یا اسلام ویئر جو منڈ
حاصل پور کے شمال میں واقع ہے یہاں سے قائم کینال اور بہاول کینال نکالی گئیں ہیں

Marfat.com

قائم پور سے لے کر تحصیل احمد پور شرقیہ تک کی آبادی اس سے پانی لیتی ہے۔ بہاولپور

خان پور مزمان اور احمد پور شرقیہ اس علاقہ کی تجارتی منڈیاں ہیں

بہاولپور سے چشتیاں جانے والی ریلوے لائن پر لال سہارن ایک ریلوے اسٹیشن ہے جہاں

ایک جھیل ہے اب یہاں ایک تفریح گاہ بن گئی ہے۔

پنجند ہیڈ

سے دو نہریں عباسیہ کینال اور پنجند نکالی گئیں ہیں۔ عباسیہ کینال چنی گوٹھ ریلوے اسٹیشن سے لے کر جیٹھ بھٹہ کے درمیان ریلوے لائن کے جنوب میں کوئی چھ میل چوڑائی میں ۱۹۴۷ء کے بعد آنے والے مہاجرین آباد ہیں۔ اور یہ کوئی ساٹھ ہزار ایکڑ رقبہ پر مشتمل ہے۔ لیاقت پور بڑی درمیان میں تحصیل ہیڈکوارٹر ہے۔ نہر پنجند ایک بڑی نہر ہے ریاست کے مغربی حصہ کو سیراب کرتے ہوئے علاقہ سندھ میں جا پہنچتی ہے۔ خانپور رحیم یار خان اور صادق آباد اس کی تجارتی منڈیاں ہیں۔

بہاولپور —— ریاست کا دارالخلافہ ہے۔ نواب محمد بہاول خان اول نے جو ۱۷۴۶ء میں تخت نشین ہوئے —— انہوں نے اپنے مقبوضات کے وسط میں اس شہر کی بنیاد رکھی —— وہ ایک دین دار اور حافظ القرآن تھے۔ ریاست والوں کو دین اور حفظ القرآن ورثہ میں ملا ہے

"صبح صادق"

مؤلفہ مولانا عزیز الرحمٰن بہاول پور —— یہ تاریخ بہاول پور والیان ریاست کے عہد ۱۹۴۳ء میں لکھی گئی ہے اس میں ان کے حافظ ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ بہاولپور کے موجودہ مؤرخ جناب شہاب صاحب دہلوی کے کسی تذکرہ میں اس کا ذکر نہیں آیا —— درویش کی اپنی تحقیق ہے۔

Marfat.com

بہاولپور گورنمنٹ پریس کے ریٹائرڈ کنٹرولر مرزا محمد عبداللہ بیگ اپنا رشتہ ناطہ خواجہ رحمت اللہ کے ساتھ جوڑتے ہیں جن کو نواب محمدؒ بہاول خان اوّل نے ۱۷۴۰ء میں قلعہ ڈیراور کا ناظم مقرر کیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد امیران بہاولپور سے بہت پہلے ڈیراور کے مقام پر آباد ہو چکے تھے۔ ان کے پاس ایک تحریر ہے جس سے نواب محمد بہاول خان اوّل کے حافظ القرآن ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ حفظ قرآن ریاست بہاول پور کا ایک شعار ہے۔ شہر ڈیراور میں مرزا صاحب موصوف اب بھی اپنی رشتہ داری ظاہر کرتے ہیں۔

(درویش ۸۰-۱۱-۱۶)

بہاولپور دریا کے قریب ہونے کی وجہ سے باغات سے پُر رونق ہے۔ ایک بادشاہ کی ضروریات میں جو کچھ درکار ہوتا ہے وہ سب موجود ہے شاہی عمارات دولت عباسیہ کے ایک مستقل نشانات ہیں۔ گلزار محل دربار اور نور محل اس خطہ میں ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کہنا بجا ہے کہ قیام پاکستان کے وقت نواب آف بہاولپور اس علاقہ کے وہ بادشاہ ہیں جن کی کار میں بیٹھ کر پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے تاریخی جلوس کو رونق بخشی ہے اور کراچی میں کوئی عمارت گورنر ہاؤس کے لیے کافی نہیں ہے۔ امیر آف بہاولپور کی کوٹھی ملیر کراچی کو اس کے لیے مانگا گیا ہے۔ بہاولپور کے جنوب مغرب میں قلعہ ڈیراور ہے شاہی خاندان کی رہائش پہلے وہاں رہی ہے اور اس کے بعد احمد پور شرقیہ کے قریب صادق گڑھ پیلس کی بنیاد رکھی اور یہاں آباد ہوئے ہیں۔ خیرپور ٹامیوالی سے لے کر چنی گوٹھ تک کا رقبہ اس ضلع میں ہے۔ ریاست کا مشرقی حصہ ضلع بہاول نگر کہلاتا ہے منچن آباد بہاولنگر، ہارون آباد، فورٹ عباس اور منڈی چشتیاں اس کی تحصیلیں ہیں۔

ضلع رحیم یار خان —— چنی گوٹھ سے ریلوے اسٹیشن ریتی تک اس کا رقبہ پھیلا

Marfat.com

ہوا ہے ۔ یہ علاقہ نہر عباسیہ اور پنجند سے سیراب ہوتا ہے اور اس کی تحصیلیں لیاقت پور، خانپور، رحیم یار خان اور صادق آباد ہیں ۔ بڑی شاہراہ ہائی وے اس ضلع سے گزرتی ہے اور ایک دوسری پختہ سڑک رحیم یار خان، خانپور، لیاقت پور اور احمد پور شرقیہ سے ہوتی ہوئی بہاولپور پہنچتی ہے اور بہاولپور سے ایک پختہ سڑک بہاولنگر کو جاتی ہے یزمان منڈی کو بھی ایک پختہ سڑک کے ذریعے بہاولپور سے ملایا گیا ہے ۔ ہر جگہ بس سروس جاری ہے ۔ بہاولپور سے ایک پختہ سڑک ملتان کو بھی جاتی ہے ۔

مخدوم اور لغاری

ضلع رحیم یار خان ریاست کا بڑا زرخیز خطہ ہے اور بڑے زمینداروں کا سیاسی گڑھ بھی ۔۔ ابوظہبی کے شیخ زید بن سلطان النہیان نے رحیم یار خاں سے کوئی ، امیل مشرق میں ایک محل تیار کرایا ہے ۔ سیر و تفریح کے دوران یہاں آکر قیام کرتے ہیں ۔ ریاست کے عوامی دور میں اس علاقہ کے مخدوم زادہ سید حسن محمود وزیر اعلیٰ بنے ہیں اور اس علاقہ کی لغاری قوم نے ان کی مخالفت میں ایک مؤثر کردار ادا کیا ہے ۔ نواب محمد صادق خان خامس سے کامل ذمہ دارانہ نظام حکومت حاصل کر کے حکومت پاکستان کے حوالے کر چکے ہیں ۔ یہ ان زمینداروں کے ذہن کی ایک سیاسی تاریخ ہے ۔

سلطنت مغلیہ ہندوستان کے زوال پذیر دور میں سکھ پنجاب میں حکومت جما بیٹھے ہیں اور ۱۸۳۹ء میں لاہور، شاہی مسجد اور قلعہ کے ساتھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھی اسی دور کا ایک تاریخی نقشہ پیش کرتی ہے ۔

۱۸۵۷ء کی زور آزمائی مسلمانوں کے حق میں تباہ کن نتائج کی حامل ہے ۔ لیکن نوابان بہاولپور کی سیاسی بصیرت اور عسکری حکمت عملی نے دونوں موڑوں پر ریاست کو بچا لیا ہے ۔

ریاست بہاولپور ـــــ اس کی اپنی روایات اور کچھ سیاسیات تھیں

Marfat.com

تاریخ نے ہر دور کی خوبیوں اور برائیوں کا جائزہ لیا ہے ہم بھی اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں !

امیران بہاولپور

ریاست کے تاریخی واقعات میں بتایا گیا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں سلطان احمد ثانی جو خلفاء مصر کے عباسی خاندان سے ہیں ۔ ۱۳۶۶ء میں ہندوستان آ کر علاقہ سندھ میں قیام پذیر ہوئے ۔

سلطان احمد ثانی

—— اس کا لڑکا ابن شاہ اور اس کا کاہر اور کاہر کا فتح اللہ اور فتح اللہ کا بہاء اللہ اور بہاء اللہ کا بیٹا —— امیر چنی خان ہیں اور یہ اکبر اعظم کے ہمعصر ہیں ۔ اور ان کے دو لڑکے محمد مہدی اور محمد داؤد ہوئے ۔ محمد مہدی کے لڑکے کلہوڑہ کو سندھ میں اقتدار حاصل ہوا ہے ۔ اور محمد داؤد کی اولاد داؤد پوترہ کے نام سے موسوم ہوئی ہے اور یہ لوگ خاندانی لڑائی جھگڑے کی وجہ سے سندھ میں نقل مکانی کر کے خانپور سے جا کر (بیٹ ڈبلی) ڈیرہ غازی خان میں سکونت پذیر ہوئے ہیں ۔ اوچ شریف کے مخدوم شیخ عبدالقادر خامس کی سفارش پر ملتان کے ناظم الامور نواب حیات اللہ نے ان کو چودری کا علاقہ بطور جاگیر دے دیا ہے ۔ بسن ۱۱۴۰ھ اس لحاظ سے مورخین نے الہ آباد شہر کا سن ۱۷۲۸ء قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اس جگہ کو اپنا مسکن و مستقر بنایا ہے ۔

تاجدار مملکت خداداد بہاولپور

اس خاندان کے پہلے نامور نواب صادق محمد خان ہیں ۔ علاقہ چودری سے جیسلمیر کی سرحد آتی ہے ۔ ان کے درمیان لڑائی ہوئی تو اس کی سرحد قلعہ ڈیراور سے آگے نکل گئی ہے اور رہزنی اور قزاقی کی شکایات پر ناظم امور ملتان نے قوم لکھویرہ کی سرکوبی کے لیے نواب موصوف کو مامور کیا جس نے ایک بڑے معرکہ کے بعد شہر فرید اور اس کے قرب و جوار کو سر کیا ہے ۔ ۱۷۳۲ء ناظم ملتان نے اس کے صلے میں یہ علاقہ بھی نواب موصوف کو دے دیا ہے ۔ ۱۷۳۲ء سے قلعہ

Marfat.com

ڈیراور پر نواب محمد صادق خان اوّل کا قبضہ ہوگیا، لیکن کئی سال بعد بھی متنازعہ رہا ہے ۱۷۴۰ء اور میں خیرپور ٹامیوالی کا علاقہ آباد ہوگیا ہے۔

نواب محمد بہاول خاں (نواب دوم)

نواب صادق محمد خان کے تین بیٹے ہیں۔ بہاول خان، مبارک خان، اور فتح خان ہیں ۱۷۴۶ء، ۱۱۵۹ھ محمد بہاول خان اوّل کے لقب سے مسند آرا اقتدار ہوئے ہیں جو حافظ القرآن ہیں۔ ان کے عہدِ حکومت میں ۱۷۴۸ء، اگوٹھ قائم، حاصل پور، ترنڈہ علی داد خان اور شہباز پور آباد ہوئے ہیں۔ ۱۷۴۸ء، ۱۱۶۲ھ بہاولپور شہر کی بنیاد اسی نواب نے دریا کے کنارے اپنے مقبوضات کے وسط میں رکھی ہے، لیکن عمر نے وفا نہیں کی، ایک مختصر عہدِ حکومت کے ساتھ ۱۷۴۹ میں انتقال کر گئے ہیں۔

نواب محمد مبارک خان (نواب سوئم)

محمد بہاول خان فوت ہوئے ہیں۔ ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی محمد مبارک خان وارثِ تاج و تخت قرار پائے ہیں۔ اس نواب نے قلعہ ڈیراور کو اپنا حرم سرائے بنایا ہے۔ اور دار الخلافہ بہاول پور قرار پایا ہے۔ ان کا زیادہ وقت قلعہ جات کی فتح اور ان کی تعمیر میں گزرا ہے۔

قلعہ مروٹ تحصیل فورٹ عباس میں واقعہ ہے راجہ جیسلمیر سے چھین کر اپنے قبضہ میں کیا ہے۔ علی مراد خان نے نواب بہاول خان کے زمانہ میں قلعہ ونجھروٹ مرمت کرایا ہے اور ترنڈہ علی مراد خان کی بنیاد رکھی ہے نواب مبارک خان نے ایک بغاوت کے نتیجے میں قلعہ ونجھروٹ واپس لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔

اسلام گڑھ — جس کا پہلا نام بھیم ور ہے جو ۱۶۰۸ میں تعمیر ہوا ہے اس پر

Marfat.com

بھی قبضہ کر لیا ہے، اور ان کے عہدِ حکومت میں جو قصبہ جات تعمیر ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) خیر پور ۱۷۵۳ء (۲) کوٹ سبزل ۱۷۵۶ء (۳) مبارک پور ۱۷۵۷ء (۴) احمد پور (کہنہ) لنو ۱۷۵۸ء (۵) احمد پور لمہ ۱۷۵۹ء (۶) ڈنڈھار ۱۷۶۳ء

قلعہ پھولڑہ فورٹ عباس ۱۷۵۲ء، ریاست جیسلمیر کی سرحد کے قریب تعمیر کرایا ہے۔ قلعہ دین گڑھ جو تحصیل بہاول پور کے علاقہ چولستان میں واقع ہے ۔۱۷۵۴ء میں تعمیر ہوا ہے انہیں دنوں علاقہ ولہر راجہ بیکانیر سے پٹہ پر لیا ہے اور پھر لڑائی میں حاصل کر کے داخل مملکت خداداد ہوا، اور اس فتح کی یادگار میں قلعہ سردار گڑھ تعمیر کیا گیا ہے قلعہ ولہر بھی تعمیر ہوا ہے نواب محمد مبارک نے چوبیس سال نہایت کامیابی سے حکومت کی ہے یہ عہد اپنی عمارات اور کامیابی کے اعتبار سے واقعی عہدِ مبارک ہے۔ اس نواب نے ۱۷۷۲ء میں رحلت فرمائی ہے اور لاولد ہونے کی وجہ سے برادری نے اس کے بھتیجے جعفر بن فتح محمد بن نواب صادق محمد اول کو سلطنت کے لیے منتخب کیا ہے۔

نواب محمد بہاول خان ثانی (نوابِ چہارم)

جعفر خان نواب محمد بہاول خان ثانی کے لقب سے مسند آرائے سلطنت ہوئے ہیں۔ ان کے زمانہ میں قلعہ ڈیراور سے ۴۲ میل کے فاصلہ پر قلعہ خان گڑھ تعمیر ہوا ہے۔ قلعہ رکن پور اوچ شریف ۱۸۰۰ء و نوشہرہ و گڑھی اختیار خان ۱۸۰۶ء کو فتح کر کے اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں۔

گڑھی اختیار خان —— امیر اختیار خان نے اس قصبہ کی بنیاد رکھی ہے اور اس کے لیے ایک نہر اختیار واہ احداث کرائی ہے اور نہر میں پانی چھوڑنے کے موقعہ پر ایک تقریب منعقد ہوئی ہے اور شرط رکھی ہے کہ اس کا افتتاح وہ کرے جس کی نمازِ تہجد سنِ شعور

Marfat.com

سے قضا نہ ہوئی ہو۔ اس شرط پر صرف امیر اختیار خان پورے اُترے ہیں۔ امیران عباسیہ ان روایات کے حامل رہے ہیں۔ اور سب سے بڑا کارنامہ ان کی کثیر اولاد ہے جب کہ نواب بہاول خان اوّل اور ان کے بھائی نواب مبارک خان لاولد فوت ہوئے ہیں۔ احمد پور شرقیہ میں ایک مسجد ۱۷۸۲ء میں تعمیر ہوئی ہے۔ ان کا عہدِ حکومت ۱۷۷۲ء تا ۱۸۰۹ء کوئی ۳۷ سال ہے۔

نواب صادق محمّد خان ثانی

عبداللہ بن جعفر، نواب صادق محمّد خان ثانی کے لقب سے ۱۸۰۹ء میں مسند نشین ہوئے ہیں اور کوئی سترہ سال مسندِ حکومت پر رہے ہیں۔ ان کا زیادہ وقت امیرانِ سندھ کی سرکوبی میں گزرا ہے۔ ۱۸۲۵ء میں وفات پائی ہے۔

نواب محمد بہاول خان ثالث

رحیم یار خاں بن عبداللہ بن جعفر محمد بہاول خان ثالث کے لقب سے ۱۸۲۵ء میں تخت نشین ہوئے ہیں۔ ہمارا مقصد کوئی منضبط تاریخ لکھنا نہیں ہے۔ ہم نوابانِ بہاولپور کی عسکری تنظیم اور قوتِ بازو کا ذکر کر رہے ہیں تو ہمیں ان کی فکری صلاحیتوں پر بھی ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ بہاول خان ثالث ۱۸۲۵ء میں اس وقت برسرِ اقتدار آئے ہیں جب سلطنتِ مغلیہ کے جو آثار باقی ہیں وہ ایک ایک کر کے مٹ رہے ہیں۔ سکھوں نے پنجاب کا سارا علاقہ ہتھیا لیا ہے اور ان کی قوت اور اثر پر یہ علامت کافی ہے کہ لاہور شاہی قلعہ اور مسجد عظیم کے ساتھ ۱۸۳۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مڑی سمادھ بنائی گئی ہے۔

۱۶۱۳ء —— برطانوی پارلیمنٹ کے ایک ممبر سر طامس، شاہ جیمز اوّل کے زمانہ

Marfat.com

ہیں شہنشاہ ہندوستان جہانگیر کے دربار میں سفارت کے لیے آئے ہیں اور ملک میں ایک تجارتی معاہدہ کے ساتھ رہائش کے لیے کوٹھیاں بنانے کی بھی اجازت حاصل کرلی ہے، اور آگے چل کر ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں ایک سیاسی قوت بن کر ابھری ہے اور ملک کا بیشتر حصہ ان کے قبضہ اقتدار میں آگیا ہے. شورش پسندوں یا مسلم اقتدار کے شیدائیوں نے ۱۸۵۷ء میں زور آزمائی کرکے سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر کو دہلی کے لال قلعہ سے رنگون کے قیدخانہ میں تبدیل کرا دیا ہے. تاجدارِ عباسیہ کا ایک دُوسرا نقطہ فکر ہے. ۱۸۰۸ء برطانیہ کے ایک سفیر مان اسٹوارٹ کابل کی بغاوت پر جاتے ہوئے بہاولپور سے گزرے ہیں. اس موقعہ پر نواب بہاول خان ثانی ان سے خاطر مدارت سے پیش آئے ہیں۔

نواب بہاول خان ثالث جب ۱۸۲۵ء میں تخت نشین ہوئے تو سکھوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے ریاستی حکومت کو خطرہ محسوس ہوا. انہوں نے اپنا ایک سفیر گورنر جنرل ہند لارڈ ولیم کے پاس بھیجا —— اور سکھوں کی طرف سے اپنے خدشات ظاہر کرکے معاہدۂ دوستی کی سلسلہ جنبانی کی ہے، چنانچہ لارڈ موصوف نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو لکھ بھیجا کہ نواب بہاولپور کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہوچکا ہے ان کے علاقہ میں کسی طرح کی دخل اندازی نہ کی جائے. ۲۲ فروری ۱۸۳۳ء کو باقاعدہ ایک تجارتی معاہدہ کے ساتھ باہمی تعاون کا سلسلہ قائم ہوگیا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک نمائندہ کیپٹن سی. ایم ویڈ نے بہاولپور آکر معاہدہ پر دستخط کیے ہیں۔

ریاست کی حد بندی

مارچ ۱۸۴۵ء —— بہاولپور اور دُوسری سرحدی ریاست بیکانیر وغیرہ کے درمیان انگریز گورنر جنرل کے ایک نمائندہ نے حد بندی کرکے سرحدی تنازعہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کرا دیا ہے۔

Marfat.com

طلائی کنگن ـــــــ ۱۸۴۸ء ـــ دیوان مولراج ناظم ملتان نے انگریزوں کے ساتھ مقابلہ کی ٹھانی ہے ، اور نواب بہاولپور سے انگریز مدد کے خواستگار ہوئے ہیں۔ نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں ، سرکار انگلش نواب صاحب کے لیے ایک لاکھ روپے سالانہ نذرانہ تاحیات منظور کر رہی ہے اور ۸ لاکھ روپے فوج میں تقسیم ہوئے ہیں ، اور گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی اپنے ہاتھ سے طلائی کنگن نواب کو پہنا رہے ہیں۔ اور ایک بیش قیمت مرصع تلوار زیب تن کرائی جا رہی ہے ۔ ان کا عہد حکومت ۱۸۲۵ء تا ۱۸۵۲ کوئی ستائیس سال ہے ۔

نواب صادق محمد خان ثالث

۱۸۵۲ء سعادت یار بن رحیم یار اپنے والد کی نامزدگی کے مطابق نواب صادق محمد خان ثالث کے لقب سے سرفراز ہوئے ، لیکن ایک سال کے اندر ہی بڑے بھائی حاجی خان کے حق میں بغاوت ہوئی اور نتیجۃً یہ نظر بند کر دیے گئے ہیں ۔

نواب حاجی خان عرف فتح خان

۲۳ فروری ۱۸۵۳ء میں تخت نشین ہوئے اور ۲۱ اکتوبر ۱۸۵۸ء میں رحلت فرما گئے ہیں ۔ اور ان کے دو فرزند رحیم یار خان اور محبت خان ہیں ۔

نواب محمد بہاول خان رابع

۱۸۵۸ء رحیم یار بن حاجی خان نواب محمد بہاول خان رابع کے لقب سے برسر اقتدار آئے ہیں اور عین عنفوان شباب میں جوانی کو داغ مفارقت دے گئے ہیں ۔ اس وقت ان کی عمر انتیس ۲۹ سال ہے ۔ ۱۸۶۶ء میں فوت ہو گئے ہیں ۔

نواب صادق محمد خان رابع

۱۷ مارچ ۱۸۶۶ء میں تخت نشین ہوئے اس وقت ان کی عمر کوئی ساڑھے چار سال

Marfat.com

ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ نے اراکین دولت کے مشورہ سے سرکار انگلش سے ان کے جوان ہونے تک سرپرستی قبول کرنے کی درخواست گزاری ہے۔ ۴، اگست ۱۸۶۶ء گورنر ہند کی منظوری سے متعلق امور طے ہوگئے ہیں اور ریاست کے نظم ونسق کے لیے ایک کونسل آف ریجنسی کا قیام عمل میں آگیا ہے۔

سر رابرٹ ایجرٹن گورنر پنجاب

۲۸، نومبر ۱۸۷۹ء — بہاولپور نور محل ایک دربار عام میں نواب بہاولپور کو مسند اقتدار سونپ رہے ہیں اور وائسرائے ہند ملکہ معظمہ برطانیہ کی طرف سے اعلان کرتے ہیں کہ آپ ریاست بہاولپور کے حاکم با اختیارات کاملہ ہیں۔ اور بتایا کہ اس وقت قلم رو برطانیہ سطح زمین کا ساتواں حصہ ہے، اور انڈیا اس سلطنت کا آٹھواں حصہ ہے بلکہ معظمہ آپ کے اختیارات حکمرانی میں کمی کے خواہاں نہیں ہیں، وہ صرف یہ چاہتی ہیں کہ روساء ہند اپنی رعایا پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کریں۔

گزشتہ دور پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا: "کچھ عرصہ سے فتنہ پردازوں نے ریاست کے نظم ونسق کو درہم برہم کر دیا ہے۔" اور محاصل رک گئے ہیں وہ شے جسے انتظام کہتے ہیں بالکل مفقود ہے۔

جدید انتظامات کے تحت یہ آمدنی ۱۴ لاکھ روپے ہوگئی ہے اور اب سالانہ اوسط کوئی بیس لاکھ ہے۔ سڑکیں، پل اور دیگر عمارات تیار کی گئی ہیں۔ پرانی نہریں کشادہ کی گئی ہیں اور نئی کھودی گئیں ہیں اور اس سے اڑھائی لاکھ ایکڑ زرعی اراضی کا اضافہ ہوا ہے۔ جدید انتظام کے تحت جو آمدنی ہوئی ہے اسے نواب صاحب کے لیے ایک محفوظ خزانہ کے طور پر سنبھال کر نہیں رکھا جو نواب کے تعیش کا سامان بنتا، بلکہ ریاست میں ایسے کامل

Marfat.com

پر لگایا ہے جس سے آئندہ بھاری مفاد وابستہ ہے۔ ریاست میں ایک ریلوے لائن جاری کی گئی ہے جس سے ہر طرح کا مفاد حاصل ہوگا۔ انتظامیہ ضرورت کے تحت گورنمنٹ ہند کے صیغہ ہائے مال و دیوانی اور فوجداری سے واقف اہل کاروں کو ریاست میں کام پہ لگایا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خیال رکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے غیر وطن اہل کاروں کو خواہ وہ اہلِ یورپ ہوں یا اہلِ ہند ریاست سے علیحدہ کیا جائے اور امورِ ریاست ان ملازمان کے ہاتھ میں چھوڑے جائیں، جن کو آئندہ زیرِ ہدایت نواب صاحب اہتمام کرنا ہوگا۔ انگریز لیفٹیننٹ گورنر نے زور دے کر کہا ہے حکومت کے منشا میں رعایا کی بہتری مقصود ہوتی ہے نہ کہ وجود رعایا برائے بہبود حکام۔ اور اس کے ساتھ ہی کہا ہے۔ سوچ کا یہ نکتہ بہت کم لوگوں کے پیشِ نظر ہوتا ہے ملکہ معظمہ برطانیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے عادلانہ نظامِ حکومت اہلِ ہند کو دے کر اعتماد حاصل کیا ہے۔

وائسرائے ہند کی زیرِ نگرانی ریاست کی انتظامیہ پر توجہ دی گئی ہے تو کم سن نواب کی تعلیم و تربیت کا بھی پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس تقریب میں دوسری ریاستوں کے نواب، مہاراجے، امرا، رؤسا شریک ہوئے ہیں اس کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ اس اجلاس میں جو تقریر گورنر نے کی ہے وہ اردو میں تھی، کیونکہ سرکاری زبان اردو تھی۔ ہمارے دور کے مورخ مسعود الحسن شہاب کہتے ہیں: "غالباً یہ پہلی اردو تقریر ہے جو کسی یورپین حاکم نے ہندوستان کے کسی خطے میں کی ہے"۔ یہ خیال انہوں نے صبح صادق مؤلفہ مولانا عزیز الرحمٰن سے لیا ہے۔

انگریز گورنر نے بڑے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ خطہ پنجاب پر ہمارا قبضہ ہونے سے بہت پہلے ہمارے اور نوابانِ ریاست کے دوستانہ تعلقات استوار ہو چکے تھے،

Marfat.com

اور ایک نے دوسرے کی امداد میں بڑی فراخدلی دکھائی ہے۔ گورنر نے بتایا: میں نے
ایک انگریز اوبرڈ کی لکھی ہوئی کتاب خدمت یکسالہ برحد پنجاب پڑھی ہے اس میں ا
کے جدِ اعلیٰ نواب بہاول خان کی ایک موقعہ پر امداد کا ذکر بڑے تشکرانہ انداز میں کیا گیا
ہے۔ نواب موصوف نے انہیں خطوط پر چلنے کی کوشش کی ہے جو انگریزوں نے متعین
کیے ہیں۔ کوئی بیس سال کامیاب حکومت کرنے کے بعد ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء میں انتقال
کیا ہے۔ ۴ اگست ۱۸۶۶ء تا ۲۸ نومبر ۱۸۷۹ء کوئی تیرہ سال ریاست کا انتظام کونسل آ
ریجنسی کے سپرد رہا ہے جو انگریز حاکمین کی زیرِ نگرانی کام کرتی رہی ہے۔ کوئی ۲۳ سال ریاست
کا یہ دور ایک تاریخ ساز ہے۔ نواب صادق محمد خان رابع اپنے ورثہ میں دو فرزند محمد مبا
اور حاجی خان چھوڑ گئے ہیں۔

نواب محمد بہاول خان خامس

صاحبزادہ محمد مبارک اپنے باپ
وفات کے وقت ۱۶ سال کے
تھے اور لاہور چیفس کالج میں زیرِ تعلیم ہیں ان کی دستار بندی ۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء میں ہوئی
ہے اور یہ نواب محمد بہاول خان خامس کے لقب سے مسند آرائے اقتدار ہوئے ہیں چونکہ
ابھی زیرِ تعلیم ہیں اور اٹھارہ سال کی عمر کو نہیں پہنچے ہیں۔ اس لیے ریاست کا انتظام
گرے سپرنٹنڈنٹ کے سپرد ہوا ہے۔

اس نواب موصوف نے اپنی دستار بندی کے بعد اور کامل اختیارات سنبھالنے سے
پہلے عہدِ تعلیم میں ایک مسجد چیفس کالج لاہور کے احاطہ میں بنائی ہے، جو ان کے دوران تعلی
کی ایک بڑی اچھی یادگار ہے اور اس خاندان کی دینی خدمت کی علامت ہے اور اس مسجد ک

Marfat.com

پیشانی پر یہ قطعہ اشعار کندہ ہے۔

چو نواب مبارک پے بہاول خان عباسی
بنا کردہ است در عہد تعلّم خوش نما مسجد
بگفتا ہاتف صادق مبارک سال تعمیرش
بکالج از بہاول خان پنجم شد بنا مسجد ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۱ء)

نواب محمد بہاول خان خامس ۱۲ نومبر ۱۹۰۳ء مسند نشین ہوئے ہیں۔ لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے بہاولپور نور محل دربار عام میں حکومت برطانیہ کی طرف سے خلعت فاخرہ کے ساتھ سند حکمرانی عطا کی ہے۔ حسب دستور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب و دیگر نوابان ریاست مہاراجے امراء و روسا شریک اجلاس ہوئے ہیں۔ اس سرپرستی کے نوابان ریاست کو دو فائدے ہوئے ہیں۔

(۱) ریاست بیرونی جارحیت سے بچ گئی ہے۔

(۲) اور اس سے اندرون ریاست شورش و بغاوت بھی رک گئی ہے۔

تولید فرزند ——— ۳۰ ستمبر ۱۹۰۴ ——— اختیارات حکمرانی سنبھالتے ہوئے کوئی ایک سال نہیں گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا ہے۔ حسب دستور یہ ولی عہد ہیں ان کی یادگار میں ایک شہر صادق گنج، میکلوڈ گنج روڈ کے قریب آباد کیا ہے، جو ریاست کی مشرقی و شمالی سرحد کے قریب واقع ہے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء کو حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ واپسی پر بمقام عدن طبیعت غیر ہوئی اور ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء اعلیٰ حضرت رئیس نواب محمد بہاول خان عین عالم شباب میں داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ فرزند اور اس کی والدہ محترمہ ہمراہ تھیں۔ بچہ کی عمر کوئی پونے تین سال ہے۔

Marfat.com

نواب صادق محمد خان خامس

۵ مئی ۱۹۰۷ء بمقام ڈیرہ مبارک صادق گ
پیلس میں رسم دستار بندی ہوئی اور اپنے
باپ کی جگہ وارث تاج و تخت قرار پاتے ہیں۔ کم سن ہونے کی بنا پر اگست میں کونسل آف ریجنس
کا قیام عمل میں آگیا ہے، جس کے پریذیڈنٹ سر رحیم بخش ہیں۔

تاج پوشی والئ ریاست بہاولپور ——— ۸ مارچ ۱۹۲۴ء بہاولپور نور محل میں
ایک دربار عام کا انعقاد ہوا جس میں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند بنفس نفیس شریک اجلاس ہوئے
ہیں۔ نواب صاحب کو زریں کرسی پر اپنے دائیں طرف تخت پر بٹھایا ہے اور اپنے ہاتھ سے
ایک شمشیر مرصع بطور علامت حکمرانی زیب کمر فرمائی ہے، اور ۱۷ توپیں سلامی کی سر کی گئیں ہیں
حسب دستور گورنر پنجاب، نواب، مہاراجے، امراء و روسا شریک اجلاس ہوئے۔ ابھی
اس تقریب سعید کی بتیاں بجائی نہیں گئیں کہ اسی ماہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۴ء تقریباً چودہ دن کے
بعد ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد عباس نامی فرزند عطا ہوا ہے۔ اور ان کی شادی ۲۳ مارچ
۱۹۴۵ء کو میجر شمس الدین محمد صاحب وزیر تعلیم کے گھر ہوئی ہے، اور ان کا پہلا لڑکا محمد صلاح الدین
احمد ۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوا ہے۔ نواب سر صادق محمد خان خامس ۸ مارچ ۱۹۲۴
تا ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء باختیارات کاملہ ریاست بہاولپور میں ۳۱ سال حکمران رہے۔ ۱۹۲۴ء
میں آمدنی بیالیس لاکھ ۱۹۲۹ء میں آمدنی ڈیڑھ کروڑ، اور ۱۹۵۱ء میں ریاست کی آمدنی تقریباً
ساڑھے تین کروڑ روپے ہے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ——— ۱۹۳۰ء ——— اس کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد
کی صدارت کی ہے۔ اور ایک لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ دیا ہے جب کہ ریاست بہاولپور کی
کل آمدنی سالانہ ۱۹۲۴ء بیالیس لاکھ روپے ہے، اور دو کروڑ روپے خزانہ عامرہ سے نکال

Marfat.com

کر ریاست کے نظامِ آبپاشی پر لگا چکے ہیں۔ ان کا انتقال ۲۴ مئی ۱۹۶۶ء کو لندن میں ہوا، اور بذریعہ ہوائی جہاز ان کو بہاولپور صادق گڑھ پیلس لایا گیا ہے اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ اپنے آبائی قبرستان قلعہ ڈیراور میں دفن کیے گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

درویش کو ڈیرہ نواب، نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے۔ حدِ نگاہ تک لوگوں کا ایک انبوہ کثیر نظر آتا ہے۔ ریاست کے ہر حصہ سے لوگ نمازِ جنازہ کے لیے آئے ہیں۔ آج کے سوگوار دن میں، ہر شخص صاحبزادہ بریگیڈیئر محمد عباس اور ان کے اہلِ خاندان سے برابر کا شریکِ غم ہے۔ تعزیتی رجسٹر میں دستخط کیے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم والحمد للہ القدیر۔

اعلیٰحضرت محمد عباس عباسی

اسلام آباد ۴ جون ۱۹۶۹ء ایوان صدر میں خان محمد ایوب خان نے ایک تقریب منعقد کر کے ولی عہد محمد عباس کو نواب آف بہاولپور کا اعزازی خطاب دیا ہے۔ ان کو ریاست بہاولپور کی زمامِ حکومت ہاتھ میں لینے کا موقع نہیں ملا، البتہ انہوں نے گورنر پنجاب کی حیثیت سے حکومت کے جو نقوش چھوڑے ہیں اسے ہم روزنامہ نوائے وقت لاہور کے آئینہ فکر میں پیش کرتے ہیں۔

معاصر محترم اپنی اشاعت ۲ مارچ ۱۹۷۷ء میں رقمطراز ہیں —— بہاولنگر حالیہ دورہ میں قومی اتحاد کے ایک وفد کو یقین دلایا کہ عام انتخابات میں نہ صرف امن و امان کو قائم رکھا جائے گا بلکہ انتخابات آزادانہ غیر جانبدارانہ بھی ہوں گے۔

یہ بات اس اعتبار سے مستحسن اور قابلِ قدر ہے کہ ان کے صاحبزادہ اور بھائی حکمران پارٹی کی طرف سے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں انہوں نے دکھایا ہے کہ نصیر اللہ خان گورنر سرحد جب ۲۷ فروری ۱۹۷۷ء کراچی گئے تو پیپلز پارٹی کے

Marfat.com

ایک جلوس کو خطاب کرتے ہوئے کہا: "قومی اتحاد کے مفتی محمود اور اصغر خان کا انتخابی اشتراکِ عمل، پاکستان توڑنے کے لیے ایک ناپاک اتحاد ہے" اور انہوں نے پارٹی کو کامیاب بنانے کی اپیل کی ہے۔ معاصر محترم نے کہا ہے، بلاشبہ انتخابی مہم ایک سخت آزمائش ہے ایسے ہی وقت میں اچھی روایات کو برقرار رکھنے سے ان کی خوبی اجاگر ہوتی ہے۔ اس سے مراد ان کے کردار کی پختگی ہے جس کو شاہانہ وقار اور دیانت فکر میں ان کی علامت بتایا ہے ہمارے چھوٹے بھائی عبدالحمید رضوانی ایم اے اردو اس اخبار کو روزنامہ نوائے وقت لاہور کے دفتر سے ڈھونڈ لائے ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ بہاولپور کے شہزادگان میں سے صاحبزادہ سعید الرشید کو وفاقی حکومت میں وزیر لیا گیا ہے۔ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء جنرل محمد ضیاء الحق فوجی کمانڈر نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو —— کی بساطِ فکر کو اُلٹ دیا تو یہ سمٹ سمٹا کر گھر آبیٹھے ہیں۔ کسی نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ ان کے کردار کی پختگی پر یہی ایک کافی دلیل ہے۔ واقعات کے اس تجزیہ کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ ریاست بہاولپور اپنی عمارات اقتصادیات، عسکری حکمت عملی، دین داری اور دیانت فکر و عمل کے اعتبار سے حقیقی معنوں میں ایک اسلامی اسٹیٹ تھی۔

صاحبزادہ محمد صلاح الدین احمد اطال اللہ عمرہ و دام اقبالہ

اعلحضرت بریگیڈیر محمد عباس کے گھر ۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ میجر شمس الدین محمد کی صاحبزادی ہیں۔ اعلحضرت امیر آف بہاولپور محمد عباس دام اقبالہ کو درویش ان کے گورنر پنجاب بننے سے پہلے ملے۔ اس دن کوئی اقبال ڈے تھا۔ ملاقات میں ان کا ذکر آیا تو صاحب ممدوح نے فرمایا: "آج وہ مصروف ہیں، میں اپنی موجودگی میں ان سے آپ کا تعارف کراؤں گا۔"

ازاں بعد جناب موصوف گورنر پنجاب بن گئے اور پھر ضیاء حکومت میں وفاقی

Marfat.com

وزارت کے عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔ ان کی موجودگی میں صاحبزادہ صلاح الدین سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بایں وجہ ان کے بارے کچھ لکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔

بسے بر سر خلق پائندہ دار   بتوفیق طاعت دلش زندہ دار

جہانش بکام و فلک یار باد   جہان آفرینش نگہدار باد

شہزادہ میاں محمّد مُبارک

۲۹ جولائی ۱۹۶۹ء سے پہلے کی بات ہے۔ درویش ڈویژنل کمشنر میر عجم خان کو ملنے گیا۔ یہ آگئے ہیں، وہ آنے والے ہیں۔ اب ہماری ایک میٹنگ شروع ہو رہی ہے۔ آپ ۱۲ بجے کے قریب مل لیں۔

موسم گرما میں وہ کوئی وقت ملنے کا ہے !

پھر آپ ۶ بجے شام تشریف لایئے گا۔

۶ بجے شام کمشنر ہاؤس شہزادہ میاں محمد مبارک سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ڈیرہ نواب آنے کی دعوت دی ہے۔ اپنی رہائش گاہ پر شرف باریابی بخشا۔ ریاست کے واقعات، دن ٹو نائٹ اور پاکستان کی سیاسیات کے بارے وہ معلومات کا ایک وافر ذخیرہ ہیں۔

"مسرات تمدنی" لکھنے کا درویش نے ذکر کیا تو صاحب موصوف نے —— پچاس روپے اپنی طرف سے قبول کرنے کو فرمایا: "ان کی اس حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ آج میں ریاست بہاولپور کا ایک مختصر خاکہ FRAME WORK ناظرین کے پیش کر رہا ہوں۔

Marfat.com

اولیاء اللہ

بہاول پور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ ریاست بہاولپور

حصہ دوئم —— اولیاء اللہ

ریاست بہاولپور آبادی کے اعتبار سے ہم اسے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں

۱۔ ریاست کی قدیم آبادی قبل از ۸ مارچ ۱۹۲۴ء

۲۔ جدید آبادی از ۸ مارچ ۱۹۲۴ء

۳۔ ون یونٹ کی پیداوار از ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء

ستلج ویلی پروجیکٹ اسکیم ۱۹۲۱ء کے تحت ریاست میں آباد ہونے والے لوگ آبادکار کہلاتے ہیں۔ اس حصہ کتاب میں قدیم آبادی کے بزرگ ترین اولیاء اللہ کا ذکر رہے ہیں اور یہ دکھانا مقصود ہے کہ ریاست بہاولپور بزرگان دین کے لیے ایک پناہ گاہ رہی ہے۔ نوابان بہاولپور، فقراء اور صلحاء کے ساتھ احسان و مروّت کی پالیسی پر کاربند تھے۔

چشتیاں ریاست کے شرقی ضلع بہاولنگر میں ایک تحصیل ہیڈکوارٹر ہے! آبادی کے دو الگ الگ سرکل ہیں! منڈی چشتیاں ریلوے لائن کے جنوب میں ہے، اور اس جگہ انتظامیہ یونٹ رہائش رکھتا ہے آبادکاروں کی ایک مرکزی جگہ ہے۔ شہر منڈی، کارخانے اور فیکٹریاں ہیں!

Marfat.com

چشتیاں شریف — جس کا پہلا نام قریہ تاج سرور تھا بعد میں وہ چشتیاں شریف سے موسوم ہونے لگا ہے ! چشتیاں، چشتی کی جمع ہے معنی ہیں مشائخ چشت چونکہ اس جگہ چشتی بزرگ مدفون ہیں یہ جگہ چشتیاں کے نام سے مشہور ہوگئی ہے اور یہ منڈی چشتیاں کے شمال مغرب میں واقع ہے اس جگہ قبلۂ عالم حافظ نور محمد مہاروی کا مزار مبارک ہے اور وہ اس علاقہ کی قدیم قوم کھرل کے چشم و چراغ ہیں اور ریاست میں بسنے والے دُور بزرگ جن کا سلسلہ خلافت جاری ہوا ہے ان کے دامن عقیدت سے وابستہ ہیں !

مشائخ چشت : ہندو پاک میں بکثرت ہیں۔ اپنی اکثریت کی وجہ سے اولیت کے مستحق ہیں۔ بنابریں ہم کتاب کے اس حصہ کا آغاز چشتیاں سے کر رہے ہیں۔

شیخ تاج الدّین تاج سرور خواجہ مسعود فریدالدین گنج شکر پاکپٹن کے پوتے ہیں۔ ان کے والد خواجہ بدرالدین اپنے باپ کے بعد مسند سجادگی پر فائز ہوئے ہیں اور ان کے صاحبزادہ تاج الدین تاج پاکپٹن سے کوئی ۵۳ میل کی مسافت پر مغرب کی طرف دریائے ستلج کے جنوب میں چشتیاں کے مقام پر سکونت پذیر ہوئے ہیں اور یہ جگہ قریہ تاج سرور کے نام سے موسوم ہونے لگی ہے ! اس علاقہ میں زیادہ تر ہندو راجپوت رہتے ہیں۔ ان کو ان کی تبلیغی سرگرمیاں قطعاً ناپسند تھیں تاج الدین اپنے مشن کی سرگرمیوں میں شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، اور اپنی رہائشی جگہ قریہ تاج سرور میں دفن ہوئے ہیں۔

سیّد چراغ الدّین شاہ ہراتی خواجہ معین الدین چشتی کے بھانجہ ہیں۔ ان کے والد کا نام سید ناصرالدین ہے آپ ہرات سے اجمیر آئے ہیں اور اپنے ماموں کے پاس کوئی سترہ سال تک رہ کر فیض حاصل کیا ہے۔ ان کے شیخ تاج الدین تاج کے ساتھ خوشگوار تعلقات رہے ہیں۔ ان کے پاس رہائش

Marfat.com

رکھی ہے اور کوئی ۸۰ سال عمر پائی ہے ان کا مزار چشتیاں میں تاج سرور کے مزار سے متصل ہے۔

خواجہ جمال الدین سلیمان

سلطان محمود غزنوی کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ شہاب الدین محمد غوری کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور لاہور سے گزر کر ملتان کے مضافات قصبہ کھوتوال میں سکونت پذیر ہوئے ہیں یہ علاقہ اس وقت اجودھن کے نام سے مشہور تھا! ۵۸۴ھ ان کے گھر جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ محمد مسعود فریدالدین گنج شکر ہیں! اکبر اعظم نے عقیدت کی بناء اس کا نام پاک پتن رکھا ہے!

تاج سرور کا مشن ناکام نہیں رہا اس علاقہ کے بکثرت لوگ ان کے طفیل مسلمان ہوئے ہیں۔ جوئیے اور لکھویرے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں اور اس علاقہ کی راجپوت کھرل قوم بھی مسلمان ہوئی ہے۔ اور اس قوم کے نوجوان حافظ نور محمد مہاروی وہ بزرگ ہیں جن کے نام پر چشتیاں مشہور ہے۔

شیخ محمد مسعود فریدالدین گنج شکرؒ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے کی اولاد سے ہیں۔ سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ شیخ محمد مسعود فریدالدین بن جمال الدین سلیمان بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد فرخ شاہ بادشاہ کابل بن نصیرالدین بن محمد نشیمان شاہ بن سامان بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ واعظ الاکبر بن ابوفتح بن اسحاق بن سلطان ابراہیم بادشاہ بلخ بن ادھم بن سلمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیرالمومنین حضرت عمر فاروق بن الخطاب رضی اللہ عنہم!

Marfat.com

فرید مسعود اجودھنی

اپنے آبائی قصبہ میں ابتدائی تعلیم پاکر ملتان میں زیرِ تعلیم ہیں ان کی ملاقات خواجہ بختیار کاکیؒ سے ہوتی ہے۔ ان کی ہدایت کے مطابق تعلیم کو مکمل کیا ہے اور اس غرض کے لیے غزنی، بغداد، بلادِ عرب کا سفر کیا ہے اور بالآخر دہلی پہنچ کر اپنے مرشد بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور ریاضت و مجاہدہ کی زندگی کا آغاز ہوا۔

"تذکرہ اولیائے کرام" میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن رقمطراز ہیں کہ اس دوران معین الدین چشتی خواجہ بختیار کاکیؒ کو ملنے دہلی آئے تو فرید مسعود کے حجرہ میں گئے۔ وہ ضعف کی وجہ سے اُٹھ نہ سکے! خواجہ معین الدینؒ نے ان کو خلعت عطاء فرمایا اور خواجہ بختیار کاکیؒ نے خلافت کی دستار ان کے سر پر رکھی ہے"! شیخ محمد مسعود فرید الدین نے اپنی مستقل سکونت پاکپتن میں رکھی ہے وہیں رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۶۶۴ھ تا ۶۷۰ھ کوئی ایک تاریخ ہے۔

شیخ بہاء الحق ابو محمد زکریا ملتانی

۲۷ رمضان ۵۶۶ھ بمقام کوٹ کروڑ پیدا ہوئے اور سو سال کی عمر پاکر، صفر ۶۶۶ھ میں فوت ہوئے ہیں ان کا مزار ملتان میں ہے۔ یہ شیخ مسعود فریدؒ کے خالہ زاد بھائی ہیں والد کا نام شیخ کمال الدین ہے۔ حنفی العقیدہ ہیں۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے مرید ہیں۔ ملتان سے بغداد جاکر ان سے بیعت کی ہے! شیخ فرید ان کے ہمراہ تھے ان کے متعلق فرمایا ان کا نصیبہ خواجہ بختیار کاکی کے پاس ہے۔ اپنی طرف سے شیخ شہاب الدین نے فرید مسعود کو ایک کتاب عوارف المعارف مطالعہ کے لیے دی ہے (قصص الاولیا صوفی وارثی) شیخ بہاؤ الدین (۲) شیخ مسعود فرید (۳) لعل شہباز قلندر (۴) سید جلال سرخ بخاری! یہ بزرگ آپس میں چار یار کہلاتے تھے (اوچ" مسعود حسن شہاب)

Marfat.com

خواجہ بختیار قطب الدین کاکی اوشی

خواجہ بختیار خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مرید ہیں اور شیخ مسعود بختیار کاکیؒ کے مرید اور خلیفۂ نامدار ہیں ! خواجہ بختیار کاکیؒ قصبہ اوش (ماوراالنہر) میں پیدا ہوئے ہیں۔ قطب الدین خطاب ہے ڈھائی سال کی عمر میں والد ماجد فوت ہوگئے ہیں۔ والدہ نے تعلیم وتربیت کے لیے جید عالم باکمال بزرگ ابوحفص کے سپرد کیا ہے۔ پیرومرشد خواجہ معین الدین چشتی سجزی ہیں ! مرشد اور مرید دونوں نے ہندوستان کا رخ کیا ہے معین الدین نے اجمیر کے مقام پر قیام کیا ہے۔ مرید نے دہلی کے باہر سات میل دریائے جمنا کے کنارہ کیلوکھری کے مقام پر ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ تاریخ پیدائش ۵۸۲ھ وفات ۶۳۳ھ عمر باون سال ! اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی شرط رکھی ہے جس کی عمر بھر صبح کی تکبیر اولیٰ قضا نہ ہوئی ہو نیز عصر کی سنتیں بھی ! سلطان شمس الدین التمش بادشاہ ہندوستان نے نماز جنازہ پڑھائی ہے، اور ساتھ ہی کہہ دیا ہے کہ فقیر نے مجھے ننگا کر دیا ہے۔ یہ بادشاہ ان کے مرید ہیں۔ مرید ایسا ہے تو پیر کیسا ہوگا ؟ مرید اپنے حال پر مرشد کو باخبر سمجھتا ہے یہ اسی قبیلہ کی کوئی بات ہے ؟

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

ان کی جائے پیدائش سیستان یا سجستان ہے تاریخ ولادت ۵۲۷ھ وفات ۶۳۳ھ ہے۔ عمر کوئی سو سال کے قریب پائی ہے بارہ سال کی عمر میں والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا۔ ایک باغ ورثہ میں ملا ہے ایک دن ابراہیم قلندر نامی ایک مجذوب باغ میں آئے ان سے ملاقات ہوئی دنیا بدل گئی ہے۔ سمرقند، بخارا پہنچ کر قرآن حفظ کیا، اور علوم ظاہری کی تکمیل کرکے شیخ کامل کی تلاش میں نکلے ! شیخ عثمانی ہارونی سے بیعت کرکے ریاضت ومجاہدہ کی زندگی کا آغاز کیا اور کوئی بیس سال مرشد کے ساتھ رہ کر خرقہ خلافت

Marfat.com

حاصل کیا ہے اور اس کے بعد ہندوستان آئے ہیں اور داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزا پر چلہ کشی کر کے آگے نکل گئے ہیں ! اور اجمیر میں پہنچ کر ڈیرہ ڈال دیا ہے اس زما میں اجمیر اور دہلی کا حکمران چوہان خاندان کا مشہور راجہ پتھورا ہے۔ ہندو جوگیوں نے فقیر کو آزمایا وہ کامیاب رہا ہے۔ لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے

رسالہ احوال پیروانِ چشت میں ہے ! نظر معین الدین بر ہر فاسقے کہ افتاد درزمان تائب شدے باز گرد معصیت نگشتے ! معین نے جس پر نگاہ ڈالی وہ پھر گناہ کے قریب نہ گیا ! ہندوستان میں خاندان چشتیہ کے یہ پہلے بزرگ ہیں اور ان کے مرید و خلیفہ ہند کے مختلف حصوں میں آباد ہیں، جن سے ملک میں روحانی شمعیں روشن ہوئی ہیں ! خواجہ معین الدین شیخ عبد القادر جیلانی متوفی ۵۶۳ھ کے ہمعصر بزرگ ہیں گویا فوتیدگی شیخ کے وقت خواجہ معین ۳۵ سال کے تھے !

مشائخ چشت

چشت خراسان کا ایک شہر ہے، وہاں کچھ بندگان دین نے ایک روحانی مرکز قائم کیا۔ جسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور پھر اس نظام و طریق کو سلسلۂ چشتیہ کہا جانے لگا۔ چشت یکے شہر لیست درمیان ولایت خراسان قریب ہرات (شجرۃ الانوار)

ابو اسحاق چشتی

"مشائخ چشت" میں ہے کہ خواجہ ابو اسحاق شام کے رہنے والے تھے وہ اپنے وطن سے بغداد آئے، اور حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ! انہوں نے بیعت اور خرقۂ خلافت دے کر ان کو ارشادِ حق کے لیے چشت روانہ کر دیا، اور فرمایا :

از امروز ترا ابو اسحاق چشتی خوانند کہ خلائق چشت و دیار آں از تو ہدایت یابند و ہر کہ سلسلہ ارادت تو درآید انہا را نیز تا قیام قیامت چشتی خوانند ! خواجہ ممشاد ۲۹۸ھ

Marfat.com

میں فوت ہوئے اور ابو اسحاق کی تاریخ وفات ۳۲۹ھ ہے!

خاندان چشت —— ان کا شجرہ خلافت کچھ اس طرح ہے:

علی چوں ازیں کاروان کوچگاہ — یکے خرقہ بر پیر بصری سپرد
حسن چوں سفر کرد ازیں کوچگاہ — کہ شرف یافت از و عبد واحد کلاہ
رسیدہ از و بر فضیل عیاض — کہ شد تازہ از بوئے خلقش ریاض
وزو خرقہ بر پور ادہم رسید — ملک وار آں حلہ در برکشید
ازو یافت آں خواجہ مرعشی — حذیفہ بہ صد فرحت و دلخوشی
پس آں گہ بہ صدق ارادت ربود — ھبیرۃ کہ نعر بغش از بصرہ بود
ازاں پس بہ خواجہ علو کش عرب — بہ دینور نسبت کند ور نسب
وزو خواجہ اسحٰق چشتی نژاد — بہ بر در کشید آں لباس مراد
پس آں خرقہ بو احمد چشت یافت — کہ حورش بہ رشت و ملائک بیافت
محمد کہ او نیز از چشت بود — ز سودائے خویش کرد از آں پایہ سود
وزو یوسف آں پیر چشتی گرفت — چو در روحش ہوائے بہشتی گرفت
وزو یافت آں قطب چشتی سرشت — کہ بود ست مودود مقبول چشت
وزو یافت آں اشرف الدین شریف — کہ شد زندنی نسبت آں حریف
وزو یافت ہارونی عثمان بہر — در آورد آں خلعت خویش بہ بر
وزو در براں خرقہ عہدے بعید — معین الدین آں پیر سجزی کشید

(فتوح السلاطین)

Marfat.com

ہم نے چشت شہر کو خراسان میں بتایا ہے۔ سیدنا علی ہجویری داتا گنج لاہور متوفی ۴۶۵ھ رقمطراز ہیں " واگر جملہ را برشمرم از اصل خراسان در انگرود من سہ صد کس دید درخراسان تنہا کہ ہر یک مشربے واشتند کہ یکے ازاں اندر ہمہ عالم بس بود و ایں جملہ از آنست کہ آفتاب محبت و اقبال طریقت اندر طالع خراسانست "

" میں نے اسلامی مملکت کا دورہ کرتے ہوئے صرف خراسان میں کوئی تین سو سے زائد باکمال بزرگ پائے ہیں، اور ہر بزرگ، ایک جداگانہ مسلک و مشرب کا حامل ہے اور ان کا ایک ہی بزرگ پوری دنیا کی راہنمائی کے لیے کافی ہے "

قبلۂ عالم نور محمدؒ مہاروی

تحصیل چشتیاں شہر فرید کی ذیلی بستی چوٹالہ جو مہار شریف سے مشرق میں کوئی چار کوس ہے وہاں ایک زمیندار قوم راجپوت کھرل رہتے ہیں جو کھیتی باڑی کے ساتھ مال مویشی چرانے کا کام کرتے ہیں ! ان کی شادی قوم چھڈ کے ایک زمیندار کمال الدین کی صاحبزادی سے ہوئی ہے جو پھولڑہ میں رہتے ہیں۔ پھولڑہ مہار سے جانب جنوب کوئی چالیس میل کے فاصلہ پہ واقع ہے۔

۱۴ رمضان ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء کو ایک لڑکا ان کے گھر پیدا ہوا، جو آگے چل کر قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی بن گئے ہیں۔ ریاست بہاولپور کے پہلے نواب صادق محمد خان عباسی نے ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء اللہ آباد رہائش رکھ کر اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی ہے گو ریاست اور خواجہ نور محمد کا سن آغاز ایک ہی ہے ! ۳ مارچ ۱۷۰۷ء اورنگ زیب نے وفات پائی ہے۔ یہ ان کے بعد کا دور ہے۔

خواجہ نور محمد نے اپنے گاؤں کے مولوی میاں محمد مسعود سے قرآن حفظ کیا ہے اور مزید تعلیم کے لیے ڈیرہ غازی خان سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچ گئے ہیں۔ ایک طالب علم

Marfat.com

ان کے ہمراہ ہیں جو آگے چل کر خواجہ محکم الدین سیرانی کے نام سے مشہور ہوئے ہیں! لاہور سے آپ نے دہلی کا رُخ کیا اور وہاں دورانِ تعلیم ان کی ملاقات مولانا شاہ فخرالدین فخرجہاں سے ہوئی ہے۔

خلاصۃ الفوائد خواجہ نور محمد مہاروی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور اسے حکیم محمد عمر نے مرتب کیا ہے یہ فارسی میں ہے اس کا اُردو ترجمہ، ہمارے علاقہ کے فاضل مولانا محمد بشیر احمد اختر الہ آبادی نے ۱۹۶۱ء میں کیا ہے۔ مولانا نے "پیش لفظ" میں ایک شعر لکھا ہے

عمرہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

بہت خوب انتخاب ہے!

خواجہ نور محمد مہاروی اپنی تقریب ملاقات میں کہتے ہیں۔ قلندر نامی ایک طالبعلم میرے ساتھ کتاب کافیہ کا تکرار کرنے آتے ہیں۔ ایک دن مَیں نے اس سے گزر اوقات میں سوال کیا، اس نے بتایا ایک عالم بزرگ، دکن کے کوئی پیرزادہ ہیں، آجکل دہلی آئے ہوئے ہیں ان کا لنگر جاری ہے۔ وہاں جاکر کھانا کھاتا ہوں! چونکہ مجھے خود اس سلسلے میں احتیاج دامن گیر تھی ادھر کا رُخ کیا۔ بوسیدہ کپڑے خستہ حال! لیکن یونہی مجھ پر نگاہ پڑی اُٹھ کھڑے ہوئے، بڑے تپاک سے ملے گلے لگا لیا، اور اپنے پاس چارپائی پر بٹھا لیا۔ ہم اسباب ظاہری کی تلاش میں گئے تھے۔ انہوں نے فقر و غنا سے ہماری جھولی بھردی ہے"! ایسے ہی موقعہ پر کسی شاعر نے کہا ہے:

موسیٰ طور پہ لینے تو آگ گئے مل گئی پیغمبری
قرآن کہتا ہے یؤتی من یشاء بغیر حساب!

پیرومُرشد کے ساتھ پاکپتن آئے، اور پھر ان کی اجازت سے اپنے گاؤں لوٹے۔

Marfat.com

اور بوڑھی والدہ کی قدم بوسی کے بعد دوبارہ اپنے مرشد کے ساتھ دہلی چلے گئے ہیں۔ اور
کوئی ستائیس اٹھائیس برس مرشد کی خدمت میں حاضر رہنے کے بعد چشتیاں کو فرودگاہ
بنایا ہے۔" ہرگاہے کہ میاں نور محمدؒ آں جا رفتہ سکونت ورزید مرداں نواحی از خاص
عام ہزار در ہزار از میاں نور محمد توسّلی نمودند و مرید شدند و اکثر از آنہا خلافت نمود و فیض رس
خاص و عام گشتند"!

(حسین بخش فخری)

خرقۂ خلافت دے کر ان کے پیرو مرشد نے واپس وطن روانہ کرتے وقت جو
پند و نصائح دیں ان میں ایک یہ تھی: "آپ کے دامن سے ایک رئیس متوسل ہوگا
اس کے لیے ہر وقت دعائے خیر کرتے رہنا، کیونکہ ایک والی ملک کی صحت و سلامتی سے
اس کی تمام رعایا کی جو مخلوق خدا ہے، بہبود وابستہ ہوتی ہے!" (شہاب)
ریاست بہاولپور کے نواب محمد بہاول خان ثانی ان کے حلقۂ ارادت میں شامل
ہوتے ہیں۔

خواجہ سلیمان تونسوی

"در سرکار سندھیان یعنی محمد بہاول خاں بسیار فیض
است کہ ہمہ سادات و علماء و غربا از وبرات خورند
چنانچہ بعضے را جاگیر دادہ و بعضے را چاہ انعام کردہ بعضے را روزینہ مقرر کردہ
ازاں سبب حق سبحانہٗ ملک را برایشاں مُسلّم داشت سہ و چہار پشت کہ زوال نگرفتہ
دیگر ملک سرایان ملتانیاں و بلوچاں ہمہ خراب شدند از سبب بخل کہ ہیچ درویش را روزینہ
مقرر نکردہ بود۔

خواجہ محکم دین سیرانی، خواجہ نور محمد لاہور ہمدرس رہے ہیں، البتہ اُن کی عمر ان سے
کچھ زیادہ تھی کوئی پانچ برس! سفر میں یہ مٹی کا کوزہ، رسی، مصلّیٰ، مسواک، سرمہ، کنگھی

Marfat.com

اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ سیرانی صاحب شہر فرید کے پاس ریت کے ٹیلہ پر مصلیٰ رکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ایک آدمی کا وہاں گزر ہوا اور ان کو دیکھ کر کہا: " یہ بھی تو فقیر ہیں۔ مصلیٰ، کوزہ ہمراہ ہے۔ وضو کے لیے کسی سے پانی مانگنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اور ایک وہ فقیر ہیں کہ لوگ ان کے ساتھیوں کے گھوڑوں کو باندھتے باندھتے تنگ آگئے ہیں۔ اس سے مراد ان کی خواجہ نور محمدؒ ہیں؛ ایک وہ دن تھے، لاہور میں روٹی مانگنے کے لیے گھر سے نکلے ہیں۔ قدم پھسل پڑے ہیں۔ محکم دین ساتھ تھے۔ آج وہ دن ہیں کہ ساتھ چلنے والے درویش اور فقیر بھی گھوڑ سوار ہیں؛

حافظ نور محمد مہاروی ذکر کرتے ہیں ہم گھوڑوں پر سوار آ رہے ہیں۔ محکم دین پیدل کہیں جا رہے ہیں۔ ہم نے اپنا گھوڑا ان کو دیا اور خود کسی دوسرے ساتھی کے ساتھ ہو بیٹھے۔ محکم دین بیان کرتے ہیں اس دن کے بعد پھر مجھے پیدل چلنے کا اتفاق نہیں ہوا درآں حالیکہ وہ گھوڑا ان کو واپس لوٹا دیا ہے۔

Marfat.com

احوالِ دہلی

غرض چونکہ خورشید روئے زمین — شہ التمش آں شمس دنیا و دیں
بہ دہلی چناں تخت گاہے بساخت — سپاہش در افضائے آں ملک تاخت
درآں شہر یک رونقے شد پدید — بلے لذتے باشد اندر جدید
بسے سیّدان صحیح النسب — رسیدند در وے ز ملکِ عرب
بسے کاسبانِ خراساں زمین — بسے نقش بندانِ اقلیمِ چین
بسے عالمانِ بخارا نژاد — بسے زاہد و عابد از ہر بلاد
ز ہر مُلک و ہر جنس صنعت گراں — ز ہر شہر و ہر اصل سیمیں براں
بسے ناقدانِ جواہر شناس — جواہر فروشاں بروں از قیاس
حکیمانِ یونان، طبیبانِ روم — بسے اہلِ دانش ز ہر مرز و بوم
دراں شہرِ فرخندہ جمع آمدند — چو پروانہ بر نورِ شمع آمدند
یکے کعبۂ ہفت اقلیم شد — دیارش ہمہ دار اقلیم شد
شنیدم کہ بنائے آں تخت گاہ — رسانید رایاتِ دیں را بماہ

(فتوح السلاطین عصامی)

ملکِ عرب و عجم سے ہر علم و فن کے لوگ سُلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں دہلی آئے ہیں اور دہلی ایک پُر رونق شہر بن گیا ہے !

شاہجہان نے خجند سے معمار منگوا کر ان سے تعمیر عمارات کا کام لیا ہے خواجہ

Marfat.com

نور محمد مہاروی کے پیرو مرشد فخرالدین جس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ہم اس کا ذکر کرتے ہیں۔

شاہ کلیم اللہ

ان کے والد کا نام حاجی نوراللہ بن شیخ احمد بن شیخ حامد صدیقی ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد خجند کے رہنے والے ہیں۔ شیخ احمد کو شاہ جہاں نے خجند سے منگوا کر تعمیرات کا کام سپرد کیا ہے! شیخ احمد کے تین لڑکے ہیں۔ (۱) عطاءاللہ (۲) لطف اللہ، (۳) نوراللہ۔ یہ لوگ اقلیدس ہیئت نجوم اور ریاضی وغیرہ علوم پر کافی دسترس رکھتے ہیں۔ عمارت گری کے ساتھ صاحب سخن ہیں شیخ لطف اللہ نے ایک جگہ کہا ہے:

کرد بحکم شہ کشور کشا   روضہ ممتاز محل را بنا
باز بحکم شہ انجم پناہ   شاہجہان دادر گیتی پناہ
قلعہ دہلی کہ ندارد نظیر   کرد بنا احمد روشن ضمیر

اور اپنی تعریف میں کہتے ہیں:

ماہمہ معمار و عمارت گریم
ماہمہ اُستاد سخن پروریم

اپنے والد کی تاریخ وفات میں کہا ہے:

در زماں سعید شاہجہان
شاہ عالم پناہ جم مقدار
نادرالعصر رفت و گفت خرد
شد بفردوس احمد معمار ۱۰۵۹

Marfat.com

دیوان مہندس اس میں شیخ لطف اللہ نے ایک قصیدہ دارا شکوہ کی تعریف میں لکھا ہے۔ اس سے اورنگ زیب عالمگیر ناراض ہو گئے ہیں ایک دوسرا رسالہ تالیف کیا ہے جو سحر حلال سے موسوم ہے اور غیر منقوطہ ہے اس میں اورنگ زیب کی تعریف کی ہے، اور اپنی صفائی میں کہا ہے :

شنہا گوش داد خواہی نداری
بحال گدایان نگاہے نداری
رقیباں بقتلم نوشتند فتویٰ
دگرنہ تو ہرگز گناہے نداری

مشائخ چشت میں ہے۔ دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی پر جو کتبے ہیں وہ نور اللہ کے لکھے ہوئے ہیں۔ ایک کتبہ کے آخر میں بسمت شمال لکھا ہوا ہے کتبہ نور اللہ احمد شیخ نور اللہ کے گھر کلیم اللہ کی ولادت ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء ہوئی ہے۔ قلعہ کی بنیاد ۱۰۴۸ھ/۱۶۳۸ء میں رکھی گئی ہے اور ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء میں تیار ہوا ہے۔ تاریخ ہوئی شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد۔ ان کے اساتذہ میں شیخ برہان الدین المعروف بہ شیخ بہلول اور شیخ ابوالرضا الہندی قابلِ ذکر ہیں۔

ابو یوسف محی الدین یحییٰ مدنی ۲۰ رمضان ۱۱۰۱ھ احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے ہیں۔ بیس سال کی عمر میں علومِ ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر لیا ہے اور پھر سجادہ مشیخت پر جلوہ فرز ہوئے ہیں۔ شیخ کمال الدین علامہ کی اولاد سے ہیں۔

اورنگ زیب عالمگیر جب گجرات کے گورنر ہیں۔ ان کو دو سو روپے سالانہ

Marfat.com

دیتے ہیں اور جب تخت نشین ہوئے ہیں، وظیفہ کی رقم ایک ہزار سالانہ کر دی ہے!
اور ان سے ملاقات بھی کی ہے۔ دوران گوزری یحیٰ مدنی نے ان کو تخت نشین ہونے
کی بشارت دی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ سے دین محمدی کو تقویت پہنچے گی۔
بعد ازاں شیخ یحیٰ مدینہ چلے گئے ہیں۔ شاہ کلیم اللہ مدینہ جا کر ان کی ارادت میں داخل
ہوتے ہیں اور ان سے خرقہ خلافت پایا ہے اور واپس دہلی آ کر بازار خانم میں جہاں
ان کا آبائی گھر ہے اپنی خانقاہ قائم کی ہے۔

"در علوم عقلی و نقلی پایۂ بلند و در حقائق و معارف رتبہ ارجمند داشت امراء و فقراء
حلقہ اعتقاد در گوش داشتند بہ مطالب دینی و دنیوی کامیاب اندوختند" (مآثر الکرام)
بسیارے طلبۂ آمدہ سکونت مے نمود و سبق کتب ہائے خواندند نان و پارچہ نیز از سرکار
مے یافتند (شجرۃ الانوار)

شاہ کلیم اللہ نے اسلامی ہند کی تاریخ کے ایک نہایت نازک اور اہم دور میں
احیاء ملت کے لیے جدوجہد کی ہے اورنگ زیب عالمگیر کا عہدِ حکومت ہے ہندوستان
کی سیاست کا مرکز ثقل شمال سے جنوب کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ بادشاہی
خاندان فوج کا بیشتر حصہ دکن پہنچ چکا ہے۔ شاہ صاحب نے وقت کی آواز کو پہچانا
ہے اور اپنے عزیز ترین مرید شیخ نظام الدین کو تبلیغ و اصلاح کیلئے دکن روانہ کیا ہے۔
فرماتے ہیں: شمارا اللہ تعالیٰ صاحب ولایت دکن ساختہ است، ایں کار را
تمام نمائید! یہ "بر نہج شریعت باید رفت" کے سخت پابند تھے!

یہ صاحب تصنیف بزرگ ہوئے ہیں (۱) قرآن القرآن عربی زبان میں
قرآن پاک کی نہایت اعلیٰ تفسیر ہے۔ سن ۱۹۲۰ء منشی عرفان الحق نے میرٹھ سے شائع

Marfat.com

کی ہے۔ متن کے نیچے شاہ رفیع الدین کا ترجمہ ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے تاریخ کہی ہے؛ "چھپا قرآن بمعنی و تفسیر" ۱۲۹۰
(مشائخ چشت) عشرہ کاملہ، سواء السبیل، کشکول، مرقع، تسنیم اور الہامات کلیمی تصو
سے متعلق ہیں۔ کشکول کلیمی کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔ یہ کتاب ۱۱۰۱ھ میں لک
گئی ہے! رسالہ تشریح الافلاک علم ہیئت سے تعلق رکھتا ہے اس کا ایک نسخہ نذیریہ
پبلک لائبریری دہلی میں موجود ہے۔ شرح قانون کا واحد نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں
ہے (مشائخ)

ہر آن کو لقمہ زایں کشکول ماخورد
قلندر گشت گوئے از دو جہان برد (گل محمد احمد پوری

تاریخ وفات ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء، ۱۷ اکتوبر

کلیم اللہ عارف صاف بود باقلیم بقا شوقش ربود
پرسیدم چو تاریخ وفاتش خرد گفت کہ ذات پاک بود ۱۱۴۲ھ

اپنی مسکونہ حویلی میں جو قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان واقع ہے سپرد خاک ہوئے
ہیں!

شاہ نظام الدین صدیقی

قصبہ کاکوری ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد علاقہ غور سے
ہندوستان آئے ہیں۔ کاکوری لکھنؤ کے مضافات میں ہے۔ تکمیل علم کے سلسلہ
میں دہلی آکر شاہ کلیم کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے ہیں۔ علوم ظاہری کے ساتھ

Marfat.com

شفیق اُستاد نے سلوک کی منازل بھی طے کرا دی ہیں اور دکن میں تبلیغ و اصلاح کا فریضہ سونپا ہے، چنانچہ انہوں نے اورنگ آباد رہائش رکھی ہے ! اس زمانہ میں اورنگ زیب مرہٹوں سے نبرد آزما ہے باغیانہ قوتیں مغلیہ سلطنت کے خلاف سر اُٹھا رہی ہیں۔ انہوں نے بڑی دلجمعی کے ساتھ اپنے کام کو وہاں جاری رکھا ہے !

مشائخ چشت میں خلیق نظامی کہتے ہیں۔ مکتوباتِ کلیمی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ نظام الدین لشکر شاہی کے ہمراہ دکن گئے ہیں اور لشکر کے ساتھ ہی ایک جگہ سے دُوسری جگہ منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر بالآخر اورنگ آباد کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔

در جمیع احوال وافعال واقوال موجب سُنّت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بجا مے آرد و اصلاً تجاوز و تفاوت از سنت نہ شنیدہ۔

پیر و مرشد کے تعلقات

مُرشد ایک موقعہ پر کہتے ہیں :

گشتم ز مے شاہ نظام الدین مست
مستی من است عالی از روز الست
عکس رُخ یار چوں بساغر دیدم
از بادہ پرستی شدہ ام جام پرست

جب سے میں نے رُخ یار کو شراب کے پیالہ میں دیکھا ہے۔ پیالہ کا بھی پرستار بن چکا ہوں۔ درویش کہتا ہے "قبر پرستوں" کے ہاتھ میں جواز کی ایک دلیل دے گئے ہیں۔ گنبدِ خضرا سے عقیدت اس کے مکین سے ہے۔

Marfat.com

مرید نے اپنے ایک خط میں مُرشد کے تکدرِ خاطر کی طرف اشارہ کیا ہے، ارشاد
ہوتا ہے۔

فقیر را باشما بسیار خصوصیت است شما چرا نامہربان مے دانید اگر من برشما مہربان
نباشم در دنیا کدام نور دیدہ دارم کہ برو مہربان خواہم بود وغیرہ"

مجھے آپ سے بڑی خصوصیت ہے آپ نے مجھے کس طرح نامہربان سمجھا
اگر میں آپ کے ساتھ مہربان نہ ہوں گا، تو دُنیا میں میرا کون دُوسرا منظورِ نظر ہے، جس
پر مہربان ہوں گا۔ آپ کے بارے میں مجھے کسی نے کوئی شکائت لکھ کر نہیں بھیجی
اگر ایسا ہوگا بھی تو اس کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا !

نظام الملک آصف جاہ اوّل دکن
۱۶۷۱ تا ۱۷۴۸ء

امیرے بایں جلالت شان بر مسند
امارت قدم نگذاشتہ اختر طالع ایں
صاحب اقبال از آغاز تا انجام بر مدارج ترقی صعود نمود۔ سادات و علماء مشائخ دیار
عرب و ماوراءالنہر و خراسان و عجم و عراق و ہند آوازہ قدردانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند
(مشائخ چشت بحوالہ روضۃ الاولیاء آزاد بلگرامی قلمی)

یہ امیر بڑا صاحب اقبال ہے اوّل سے آخر تک ترقی کی منازل طے کر گیا ہے۔
سادات علماء اور بزرگ ان کی قدردانی کا شہرہ سُن کر عرب و عجم ماوراءالنہر خراسان اور
ہندوستان کے دوسرے صُوبوں سے چل کر یہاں آ رہے ہیں !

اخلاق کریمانہ

برائے ہمہ کس تمام قد استادہ مے شدند و تعظیم بجا مے آوردند
با طفل چہار سالہ ہموں وضع مبارک مے داشتند کہ با پیر ہفتاد سالہ
با کابر و فضلاء۔ یعنی ہر آنے والے کی تعظیم میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ خواہ وہ واقف ہے

Marfat.com

یا نہ ۔ چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہ تھی ۔

شادی

جب شیخ نظام الدین کو شاہ کلیم اللہ نے دکن بھیجا ہے ان کی شادی نہیں ہوئی ۔ اپنے عمزادہ کی لڑکی کے بارے میں لکھا ہے اور دو ایک اور لڑکیوں کا بھی ذکر کیا ہے ۔ ان کے پیر و مرشد اپنے اس مرید کی جوان کے خاندان صدیقی سے متعلق ہے رشتہ داری کی خواہش رکھتے ہیں ۔ سخن صریح ترآنکہ میاں امام الدین کہ برادر عمزادہ فقیر اند دخترے داشت درسن چہار دہ سالہ فی الحال اصلاح نماز روزہ و تلاوت قرآن آراستہ دارند چیزے نمے خواہند چیزے نمے دہند برکاسہ آب انعقاد میسر مے شود اگر اشارہ نمائید علی الرسم یک نشان از طرف شما دادہ آید (مکتوبات کلیمی)

ایں جا در قبیلہ ما دو سہ دختر بود ندمے خواہم کہ یکے نامزد شما بکنیم ۔

مشائخ چشت میں ہے معلوم نہیں کہ شیخ نے کس جگہ شادی کی ہے ان کی ایک زوجہ حضرت سید محمد گیسو دراز کے خاندان سے تھی جن کے بطن سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے ۔ لڑکوں کے نام محمد اسمٰعیل اور فخرالدین تھے ۔ دوسری بیوی سے تین لڑکے ہوئے ہیں ۔ غلام معین الدین ، غلام بہاؤ الدین غلام کلیم اللہ محمد اسماعیل خواجہ کامگار خان کے مرید ہیں ۔ باقی سب بھائی شاہ فخرالدین کے مرید ہیں ۔ تاریخ وفات ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ ہے اپنے پیر کے کوئی چھ ماہ بعد فوت ہوگئے ہیں ۔ اورنگ آباد میں مزار ہے اور اس کے ساتھ ایک مسجد ہے ۔

شد زدنیا چو سوئے خلد بریں
رہبر راہ ھنما نظام الدین
سال ترحیل او ز ہاتف شیخ کبیر
ھم ولی ہذا نظام الدین ۱۱۴۲ھ

Marfat.com

مولانا فخر الدین فخر جہاں

ان کی ولادت شاہ نظام الدین صدیقی کے گھر ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء اورنگ آباد میں ہوئی ہے ان کا نام شاہ کلیم اللہ نے فخر الدین رکھا ہے ! آپ باپ کی طرف سے صدیقی ہیں اور ماں کی طرف سے سید ہیں۔ ان کی والدہ سیدہ بیگم سید محمد گیسو دراز کے خاندان سے تھیں۔ حضرت والا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے گھر پر پائی ہے میاں محمد جان، مولانا عبدالحکیم حافظ اسعد الانصاری ان کے قابل ذکر اساتذہ ہیں، اور فیض باطنی اپنے والد سے پایا ہے والد کی فوتیگی کے وقت ان کی عمر تقریباً ۱۶ سال ہے۔ باپ کی فوتیگی کے بعد کوئی تین سال تک اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا ہے تعلیم سے فارغ ہو کر فوج میں ملازم ہو گئے ہیں اور رات کی تنہائی میں فقیری سے بھی شغل برابر رکھا ہے۔ ملازمت چھوڑنے کے بعد پہلے اورنگ آباد میں قیام کیا ہے اور پھر دہلی چلے آئے ہیں۔

بود سالے فرخ و میمون — شصت و پنج و ہزار صد افزوں

فخر الدین با کلام سعد و سعید — دہلی کہنہ را نوا بخشید

دہلی آ کر کڑہ بھلیل میں ایک حویلی کرایہ پر لی ہے اور وہاں درس و تدریس کا کام شروع کیا ہے اس زمانہ میں حافظ نور محمد مہاروی نے اس جگہ آ کر مولانا فخر الدین سے ملاقات کی ہے۔ علم ظاہری کے ساتھ باطنی فیض بھی پایا ہے ! حافظ نور محمد پہلے شخص ہیں جنہوں نے دہلی میں ان سے بیعت کی ہے۔ پاکپٹن سے واپسی کے بعد آپ کڑہ بھلیل سے اجمیری دروازہ میں منتقل ہو گئے ہیں ! در مدرسہ خورد نواب غیاث الدین

Marfat.com

خاں مرحوم کہ بیرون اجمیری دروازہ واقع ہے سکونت ورزید وارشاد و تدریس اشتغال نموذند و مرجع خاص و عام شدند ۱

شجرۃ الانوار میں ہے کہ اس جگہ دو مدرسے کلاں و خورد تھے۔ آپ نے موخر الذکر میں قیام کیا ہے۔ تاریخ وفات ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ ہے۔ عمر ۷۲ سال ۱

ان کی شادی دکن میں ہوئی ہے اور ایک لڑکا ہے۔ دہلی آتے وقت اسے ہمشیرہ کے سپرد کر آئے ہیں۔ بیوی کے متعلق معلوم نہیں، کیا ہوا۔ مولوی فخرالدین را دیدم کہ سوائے یک پسر کہ اورا ہم بہ ہمشیرہ خود در دکن بود دادہ آمدہ و متکفل آن بزرگ بود د ان جا بکمال بے تعلقی مے گزرانیند لیکن در فکر احباب چناں مصروف بودند کہ مردم در فکر اہل و عیال خویش (ملفوظات عزیزیہ)

ان کے مرید و خلیفہ حافظ نور محمد مہاروی فرماتے ہیں: جب فوت ہوئے، از کسے یا فتنی و نا با کسے داونی داشت نزاع، ہیچ کس از پس نگذاشتند ! کسی کا کچھ دینا ہے نہ لینا۔ کوئی جھگڑا اپنے پیچھے نہیں چھوڑا۔ کچھ دن پہلے دکن سے دو ہزار روپے آئے ہیں۔ بارہ سو روپے قرض چکا دیا ہے۔ باقی مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیے ہیں ما بقا سوائے کتابہا ہیچ نبود۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کے قریب سپردِ خاک کیے گئے ہیں۔

عقیدہ و مسلک ایک دفعہ نظام الدین اولیاءؒ کے عرس پر صوفی یار محمد دو ایک اور مرید طوائفوں کا ناچ دیکھنے لگے۔ آپ نے انتہائی غصّہ کی حالت میں دست خود را در گریبان آنہا انداختہ طرف خود کشید ند و فرمود کہ بزرگان مایاں بسیار خون جگر خوردہ سماع قوالاں را بدرجہ اباحت رسانیدہ اند و شما رقص عورتاں مے

Marfat.com

بینید و سماع ایشاں مے شنوید۔ ان کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کہا: "ہمارے بزرگ انتہائی کوشش سے قوالی کو درجہ اباحت تک لا سکے ہیں تم لوگوں نے کنجریوں کا ناچ دیکھ شروع کر دیا ہے۔ (شجرۃ الانوار)

سجادہ نشین ان کا لڑکا غلام قطب الدین بنا ہے وہ اپنے زہد و تقوی میں بہت مشہور تھے۔ محمد اکبر شاہ اور بہادر شاہ ظفر ان کے مرید ہیں! حضرت ظل سبحانی محمد اکبر شاہ بادشاہ باعتقاد تمام مرید آن فرزند رشید حضرت فخر الدین گشتند و بعضے فرزندان و متعلقین خودرا مرید کنانیدند۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کچھ دنوں کے بعد اپنے والد کے پاس آگیا ہے!

مرید قطب الدین ہوں خاکپائے فخر الدین ہوں میں
اگرچہ بادشاہ ہوں ان کا غلام کمترین ہوں میں

(بہادر شاہ ظفر)

۱۸ محرم ۱۲۳۳ھ ان کا یوم وصال ہے!

"ان کے سجادہ نشین ان کے لڑکے نصیر الدین عرف کالے صاحب ہیں۔ اس زمانہ میں ایسا کوئی نامی گرامی شیخ نہیں ہے۔ حضور والا اور تمام سلاطین و جمیع امراء عظام آپ کے نہایت معتقد ہیں۔" (آثار الصنادید سر سید)

نہ کیونکر تم سے ہوں ظاہر صفات قطب الدین
خدا رکھے تمہیں، ان کا نشاں تمہیں تو ہو
ظفر کی چاہے تمہیں نصرت نصیر الدین
کہ اس کے یار و مددگار تمہیں تو ہو

مشائخ چشت میں جناب خلیق احمد نظامی نے کہا ہے کہ ان کا بادشاہ کے پاس

Marfat.com

آتا جاتا رہا ہے۔ احسن الاخبار بمبئی، سراج الاخبار دہلی جو خواجہ حسن نظامی نے بہادر شاہ کے روزنامچہ کے نام سے شائع کیے ہیں۔ ان سے ظاہر ہے ان کے بادشاہ کے ساتھ گہرے تعلقات تھے؛ بادشاہ کی طرف سے ان کا وظیفہ بھی مقرر تھا۔ تقریبات کے موقعہ پر بادشاہ ان کے اخراجات خود برداشت کرتا تھا۔

۱۵ صفر ۱۲۶۲ھ میں وصال فرمایا ہے۔ مہرولی میں سپرد خاک کیا گیا ہے؛ ان کے پانچ لڑکے ہیں، غلام نظام الدین، غلام معین الدین یہ دو ایک سیّد زادی سے ہیں اور وجیہہ الدین، امین الدین، کمال الدین ایک شہزادی سے ہیں۔ ان کے بڑے لڑکے غلام نظام الدین سجادہ نشین ہوئے ہیں۔

غدر میں کالے صاحب کی املاک ضبط ہو گئیں۔ غلام نظام الدین اورنگ آباد چلے گئے ہیں، اور جب حالات درست ہوئے پھر دہلی آ گئے ہیں۔ ۱۲۹۲ھ میں وصال ہوا ہے، اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے ہیں۔

غلام نظام الدین نے کوئی نرینہ اولاد نہیں چھوڑی۔ ان کے بھائی غلام معین الدین ان کے جانشین مقرر ہوئے ہیں۔ سب سے چھوٹے لڑکے میاں کمال الدین نے اورنگ آباد میں سکونت اختیار کی ہے وہاں ان کے ہاں میاں سیف الدین پیدا ہوئے ہیں ان کی اولاد اورنگ آباد میں سجادہ نشین ہے؛ دہلی میں سجادگی کالے صاحب کے نواسوں میں ہے۔ کالے صاحب کی ایک لڑکی میاں عبدالسلام کے ساتھ بیاہی گئی ہے، ان سے میاں عبدالصمد ہوئے ہیں۔ میاں عبدالسلام و عبدالصمد کے مزارات نئی دہلی میں لیڈی ہارڈنگ ہسپتال کے قریب ہیں۔ یہاں ایک اچھی مسجد اور درس گاہ ہے۔

آج کل میاں عبدالصمد کے فرزند حاجی میاں صاحب سجادہ نشین ہیں (مشائخ)

Marfat.com

سیاسی افکار ونظریات

حضرت مولانا فخرالدین سیاسی امور پر بھی نگاہ رکھتے ہیں انہوں نے ایک موقعہ پہ بادشاہِ وقت سے کہا ہے:

سلطان عصر تا بذات خود بہ امور ملک ستانی و ملک داری متوجہ نشود و اختیار محنت و مشقت نکند بندوبست بہ ہیچ وجہ صورت نمے گیرد۔ اگر امیرے مامور و مختار و نائب سلطنت نماید امرائے دیگر ناخوش مے شوند و سر بہ طاعت آں نمے نہند و بے خبر بہ بے بردگی با سلطان مے گردد در عب سلطان ہر کہ دمہ نمے ماند و فوج بادشاہی کہ محتاج بہ آں امیر شد او را نمے شناسد و سررشتہ تعلق شان از سلطان منقطع گردد دماغ امیرے ہوائے انا ولاغیری مے پیچد ہرگاہ باشد کہ بر سرلبغی مے آرد و در سلف اکثر ہم چنیں شدہ است"۔

پس اول مقدم ایں است کہ آں صاحب بذاتِ خود مستعد محنت کشی و ملک گیری نشوند!

بادشاہِ وقت کو امورِ سلطنت کی خود نگرانی کرنی چاہیئے۔ اگر بادشاہ اپنے اس فرض میں کوتاہی کرے گا تو امن وامان کی صورت قائم نہیں رہے گی اگر وہ کسی امیر کو اپنا نائب سلطنت بناتا ہے تو دوسرے امراء اس سے ناخوش ہوتے ہیں، اور اس کی کما حقہٗ اطاعت نہیں کرتے اور جو لوگ اس امیر کی طرف متوجہ ہوں گے، ان کا تعلق بادشاہ سے کمزور ہو جائے گا، اور اس سے امیر کے دماغ میں "انا ولاغیری" کا جذبہ پیدا ہوگا اور یہ چیز اسے بغاوت پر بھی آمادہ کر سکتی ہے، اور ماضی میں اکثر ایسا ہوا ہے۔

Marfat.com

پس سب سے مقدم بات یہ ہے کہ بادشاہ کو اپنے کام میں مستعد ہونا چاہیئے ۔
ایک دُوسرے موقعہ پر بادشاہ کو سکھ گردی سے بھی آگاہ کیا ہے ۔" بہ تنبیہہ آنہا باید پرداخت کہ فلاح دینی و دنیوی درضمن آن است "! سکھ قوم کی لوٹ مار کا نوٹس لینا دینی و دنیوی دونوں مصالح اس کے متقاضی ہیں ۔

مولانا فخرالدین ملکی اور سیاسی تقاضوں سے پُوری طرح واقف ہیں ۔ انہوں نے اپنے مرید اور خلیفہ حافظ نور محمد مہاروی کو نوابان بہاولپور سے مصالحانہ روّیہ اختیار کرنے کی تاکید کی ہے ، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خواجہ نور محمد اور نواب آف بہاولپور ایک دُوسرے کے دوست رہے ہیں ۔گویا فقیر کی خانقاہ میں مُسلم فرمانروا کی اطاعت کا دیا ان کے پیرو مرشد نے جلایا ہے ۔ ریاست بہاولپور میں فقیری کو نوابانِ بہاولپور کے زیرِ سایہ پھلنے پھُولنے کا پُورا موقعہ ملا ہے ، اور یہ کسی موقعہ پر ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہوئے ہیں ۔

اور یہ امرانِ بہاول پور کی دینداری پر ایک بڑی دلیل ہے

(۱) نظام العقائد (۲) رسالہ مرجیہ (۳) فخر الحسن !

ان کی تصانیف ہیں نظام العقائد علم عقائد پر ہے اس میں نہایت عمدگی اور اختصار سے اسلام کے بنیادی عقائد پر بحث کی گئی ہے ۔

۲۔ رسالہ مرجیہ فرقہ حنیفہ کے بارے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایک قول کی وضاحت ہے ۔

۳۔ " فخر الحسن " شاہ ولی اللہ کی ایک کتاب کے رد میں ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حسن بصری عمر کے اعتبار سے چھوٹے ہیں ۔حضرت علی سے ان کو خلافت

Marfat.com

نہیں ملی لہٰذا چشتی شجرہ حضرت علی تک نہیں پہنچتا۔ مولانا فخرالدین چشتیؒ نے اس کا رد لکھا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ حضرت علی سے ان کی خلافت صحیح و درست ہے!

"ان کتابوں کا مطالعہ ان کی ممارست علمی پر دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے۔"

(آثار الصنادید سر سید)

قبلۂ عالم حافظ نور محمدؒ مہاروی

ان کے ذکر میں ان کے پیر و مرشد کا ذکر آیا ہے اور ان کے خاندان سے ایک مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ حافظ نور محمد نے اپنے گاؤں کے مولوی سے قرآن حفظ کیا ہے اور مزید تعلیم کے لیے مختلف مقامات میں گئے ہیں اور دہلی پہنچ کر فخرالدین فخر جہان محب نبی کے سامنے زانوے ادب طے کیے ہیں اور ان سے فیض پایا ہے حافظ نور محمد پہلے شخص ہیں جو فخرالدین سے بیعت ہوئے ہیں اس اعزاز کی وجہ سے پیر و مرشد نے ان پر خاص شفقت فرمائی ہے اور اپنے مرید خاص کے بارے کہتے ہیں:

تن مٹکے من چھیڑنا سُرت ملوُن ہار
مکھن لے گیا پنجابی چھاچھ پیو سنسار

رُباعی — شیخ درحق او چنیں فرمود کین زما ہرچہ بودہ است ربود
نیز ارشاد زآں شاہ دین است کایں زماں قطب وقت خود است

ایک دوسرے موقعہ پر کہتے ہیں حافظ نور محمد! سبحان اللہ کہاں دکن کہاں پاکپٹن پروردگار کی قدرت دیکھ! مجھے دکن سے بلایا اور تجھے پاکپٹن سے بھیجا ہے اور پھر

Marfat.com

یہ شعر پڑھا ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از شام
ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بو العجبی است

تاریخ وفات ۲ ذی الحج ۱۲۰۵ھ ۔ حیف وادیلا جہاں بے نور گشت ۔

خانقاہ شریف، مزار، مسجد اور سرائے

مسجد اور سرائے نوابانِ بہاول پور نے تعمیر کرائی ہیں۔ خانقاہ کے بیرونی دروازہ پر کانسی کا کام ہوا ہے۔ دروازہ کے اندر ایک وسیع میدان ہے۔ شمالی جانب مزار ہے در اس کے مشرق میں ایک وسیع مجلس خانہ ہے۔ مغرب میں ایک وسیع وعریض مسجد ہے پہلے اسے اعلحضرت امیر آف بہاولپور صادق محمد خان چہارم نے تعمیر کرایا ہے، پھر رئیس ملتان نواب احمد یار خان خاکوانی نے اسے وسعت دی ہے۔ مزار پر گنبد خواجہ محمد عاقل اور مجلس خانہ کی بیرونی دیواریں حافظ محمد جمال ملتانی نے کرائی ہیں۔

خانقاہ کے دروازوں کی محراب اور مزار کے مینار جو روپہلی ہیں۔ نواب محمد بہاول خان ثالث نے گیارہ ہزار روپے کے مصرف سے بنوائے تھے! خانقاہ کے دروازہ کی دہلیز بھی جو بقول شہاب نہایت قیمتی ہے۔ نواب آف بہاولپور نے نذر کی ہے اس دہلیز پر یہ عبارت درج ہے۔

یا اللہ

ایں دہلیز شریف خانقاہ معلی حضرت خواجہ نور محمد صاحب نذر گزار بندہ بندہ عاصی

Marfat.com

محمد رحیم یار المعروف محمد بہاول خان عباسی ثالث بالخیر عفی عنہ ۱۲۶۶ھ ۔ مزارات کے
تعویز سنگِ مرمر کے ہیں اور یہ حافظ محمد موسیٰ تونسوی نے بنوائے تھے ! خانقاہ کے اندر
حاشیہ کو ولایتی رنگ دار شیشوں سے مزین کیا گیا ہے جس کے قبہ میں طلائی
اور رنگین قلم سے عربی رسم الخط میں شجرہ عالیہ تحریر ہے ۔ گنبد کے گول دائرے میں نہایت
خوب صورت خط میں بزرگانِ سلسلہ کے نام اور بعض دعائیہ کلمات تحریر ہیں ۔

خانقاہ کے باہر ایک پختہ اور عالیشان عمارت ہے جو حضرت خواجہ سلیمان
تونسوی کے سجادگان نے عرس کے ایام میں اپنے قیام کی غرض سے تعمیر کرائی ہے ۔

(اولیائے بہاولپور)

سرائے نواب آف بہاولپور

اس جگہ ایک بڑی سرائے ہے جو زائرین کی رہائش کے لیے نواب بہاول پور نے بنوائی ہے ۔ سالانہ عرس ۳ ذوالحج ہر سال ہوتا ہے اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں اس میں شریک ہوتے ہیں !

قبلۂ عالم حافظ نور محمد مہاروی

ان کے تین لڑکے ہیں : شیخ نور الصمد ، نور احمد ، نور الحسن ، دو لڑکیاں ہیں ۔
ان کی شادی ہوئی ہے ، لیکن اولاد نہیں ہوئی ۔ ان کے بڑے لڑکے نور احمد اپنے والد
کے بعد سجادہ نشین ہوئے ہیں ۔ لیکن کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ان کو قوم مہاراں نے
شہید کر دیا ہے ۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون ۔

ان کے تین صاحبزادہ ہیں ۔ شیخ نور حسین ، غلام نبی ، غلام مصطفیٰ ، لیکن بھائی

Marfat.com

کے بعد دُوسرا بھائی شیخ نور احمد سجادہ نشین مقرر ہوئے ہیں۔ یہ کثیر اولاد ہیں۔ میاں خواجہ محمود، حافظ غلام فرید، حافظ نبی بخش، حافظ خدا بخش، حافظ قادر بخش، حافظ گنج بخش، ان کے صاحبزادہ ہیں۔

خواجہ محمود اپنے والد شیخ نور احمد کے بعد سجادہ نشین ہوئے ہیں، اور ان کے بعد ان کے صاحبزادہ شیخ نور بخش اور ان کے بعد ان کے لڑکے میاں نور جہانیاں سجادہ نشین ہوئے ہیں اور ازاں بعد خواجہ محمد یوسف نے مسند سجادگی کو رونق بخشی ہے اور آجکل میاں محمود بخش سجادہ نشین ہیں۔ یہ اعداد و شمار مشائخ چشت کے مصنف کو خواجہ نظام الدین تونسوی ؒ نے مہیا کیے ہیں۔ کتاب مشائخ چشت ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو شائع ہوئی ہے۔

شیخ نور احمد قبلہ عالم حافظ نُور احمد کے منجھلے لڑکے ہیں جو اپنے بھائی کے قتل کے بعد سجادہ نشین بنے ہیں۔ خاص و عام از شرق تا غرب از فیض وجود ایشاں بہرہ یابند۔ (خواجہ گُل محمد احمد پوری)

(نوٹ) اس درگاہ سے متعلق واقعات مابعد احاطہ تحریر میں نہیں لائے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے ایک قاری کی تشنگی باقی رہ جاتی ہے دورِ حاضرہ کی کتب مشائخ چشت ۱۹۵۳ء، اولیائے بہاولپور ۱۹۷۶ء، خلاصۃ الفوائد ۱۹۶۱ء کا اُردو ترجمہ اس پر شاہد ہیں۔ (درویش)

شیخ نُور محمد (نارووالہ)

حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے پہلے خلیفہ ہیں۔ مولانا مردے است

Marfat.com

کہ درشان او ایں ایت کریمہ کافی است حاشیٰ للہ ما ھذا بشرا ان ھذا ملک کریم
مولانا نور محمد آدمی نہیں کوئی فرشتہ تھے ! (مناقب فخریہ)

آں حضرت جامع شریعت و طریقت و حقیقت بود و پاس مراعات ظاہر شریعت بدرجہ اتم بود کہ ہیچ مستحب فوت نمے شد و ہر دم باوضوے بودند (خیر الاذکار مولوی محمد گھلوی) وہ ذات شریف صاحب شریعت و طریقت تھی۔ شریعت ظاہرہ کا لحاظ و پاس بدرجہ اتم ان میں موجود تھا، اور ہمہ وقت باوضو رہتے تھے۔ اور بڑے عالم فاضل آدمی تھے۔ حافظ جمال الدین ملتانی فرماتے ہیں:

خواجہ محمد عاقل نور محمد نارووالہ اور میں، سوانح۔ سواء السبیل، تسنیم، حضرت قبلۂ عالم سے پڑھتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے " ایں ہمہ فیض ادراک مسائل و فہم آں کماحقہ از میاں صاحب نارووالہ بود کہ ما ہمہ را بہ بیان واضح مے فہمانیدند " مسائل کے تکرار کی صورت میں مولانا نور محمد کا بیان بڑا واضح اور قابلِ فہم ہوتا تھا۔ ۶ رجمادی الثانی ۱۲۰۴ھ وفات پاجاتے ہیں۔ یہ اپنے پیر و مرشد سے پہلے رحلت فرما گئے ہیں۔ مولوی محمد گھلوی نے خیر الاذکار کے نام سے ان کے ملفوظات کا مجموعہ مرتب کیا ہے! باوجود جید عالم ہونے کے ان میں علمی غرور قطعاً نہ تھا (مناقب) ان کی فوتیدگی کے بعد ان کا لڑکا حافظ محمد مسند نشین ہوتے ہیں۔ مزار حاجی پور میں ہے۔ "چراغ" کے لفظ سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

مولوی حافظ غلام حسین

قبلۂ عالم کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ تمام عمر تجرد میں گزار دی ہے اور پیر و مرشد کے درِ دولت پر رہے ہیں۔ ۹ ذی قعدہ ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی ہے اور نور محمد مہاروی

Marfat.com

قریب سپردِ خاک کیے گئے ہیں۔ ان کے خلیفہ غلام مرتضیٰ ہیں۔ نواب غازی الدین مولانا فخر الدین کے مرید تھے لیکن خلافت قبلہ نور محمد مہاروی سے پائی ہے اور مہار میں ایک بہت عمدہ باغ لگایا ہے۔ غلام حسن بھٹی ان کے مرید اور خلیفہ ہیں، ان کا مزار بھی چشتیاں میں ہے۔

حافظ محمد جمال ملتانی

حفظ القرآن کے بعد تکمیل علوم کی ہے، اور شیخ رکن الدین ملتانی کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور رات کو قرآن کی تلاوت کر کے سو جاتے ہیں۔ ان کو اشارہ ہوا کہ وہ حافظ نور محمد مہاروی کی خدمت میں حاضر ہو جائیں، چنانچہ حضرت قبلۂ عالم کے پاس آکر مرید ہو گئے ہیں اور فیض پایا ہے۔ حافظ محمد جمال ملتانی کمال باطن و تہذیب اخلاق و کمالات آراستہ اند۔ (مناقب فخریہ)

حافظ صاحب نے ملتان میں اپنا ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ خواجہ گل محمد احمد پورے دو سال تک اس میں پڑھتے رہے ہیں۔ حافظ محمد جمال ملتان کے دفاع میں سکھوں کے خلاف لڑے ہیں۔ بڑے اچھے تیر انداز تھے۔ حافظ نور محمد سے خلافت پائی ہے۔ اتباعِ سنت میں آپ فرماتے ہیں:

احسن طریق وصول الی الحق طریقہ مشائخ است کہ رسیدہ است باسنادِ صحیح برسول علیہ السلام و آن آراستگی ظاہر شریعت و مستقیم بودن بر آن و پاک کردن باطن است از اوصاف ذمیمہ۔ (مناقب)

خدا تک پہنچنے کا صحیح طریقہ بزرگانِ دین کا ہے جو بروایت صحیح رسول اکرمؐ تک پہنچتا ہے اور وہ ہے شریعت ظاہرہ کی پابندی اور اپنے باطن کو بری خصلتوں

Marfat.com

سے بچانا ہے۔ ان کا وصال ۵ جمادی الاوّل ۱۲۲۶ھ ہے۔ دو شادیاں کرنے
کے باوجود کوئی اولاد نہیں ہے۔ کوئی مولوی خدا بخش ان کے سجادہ نشین ہوئے ہیں

خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ

ان کی ولادت ۱۱۸۴ھ میں بمقام گرگوجی ہوئی ہے، والد افغان قوم قبیلہ جعفریہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ محمد سلیمان تعلیم کے سلسلہ میں کئی ایک جگہ گئے ہیں۔ کوٹ مٹھن خواجہ محمد عاقل کے مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور اُوچ شریف میں قبلۂ عالم نور محمد مہاروی تشریف لائے ہیں۔ یہ وہاں جاکر ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر کوئی پندرہ سال ہے۔ مولانا فخرالدین نے ان کو بشارت دی تھی کہ اوچ میں آپ کے پاس آکر ایک طالب علم مرید ہوگا وہ بڑا نام پائے گا۔ قبلۂ عالم اس خیال سے اوچ آئے ہیں، اور مرید کو اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے دہلی روانہ کر دیا ہے، لیکن ان کے جانے سے پہلے وہ وفات پاچکے ہیں۔ گویا یہ بات ۱۱۹۹ھ کی ہے۔

ان کو اپنے پیر و مُرشد سے تعلیم و تربیت پانے کا وقت کم و بیش کوئی چھ سال ملا ہے۔ "مارا صحبت ظاہری حضرت قبلۂ عالم شش سال یا کم بود" اور ان کو بائیس سال کی عمر میں خلافت مل گئی ہے۔ "وقتِ وصال مُرشد بست و دو سالہ بودہ"۔

از نجم دین عاصی در نظم ایں بیان شد

اور پیر و مُرشد کی ہدایت کے مطابق تونسہ میں رہائش پذیر ہوئے ہیں اور وہاں ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ جہاں طلبہ کی رہائش و طعام کا خاصہ انتظام ہے کہتے ہیں:

Marfat.com

کہ کوئی پچاس استاد وہاں تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ گویا ایک اچھا خاصہ دارالعلوم کہئے۔
ان کے بہت سے اقوال ہیں۔ من جملہ چند ان میں سے درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) ہر کہ دریں زمانہ نماز پنج وقت باجماعت بخواند او ولی است کہ دریں زمانہ بے دینی تمام است۔ اس زمانہ میں پنج وقت نماز باجماعت پڑھنے والا ولی ہے۔ کیونکہ بے دینی بہت بڑھ گئی ہے!

(۲) سالک را باید کہ در عملیات تضیع وقت نہ کنند کہ این رہزن و مانع فقر است و مقصود اصلی کہ یاد کردن حق است۔ سالک کو عملیات میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ فقر کے مانع ہے۔ فقر میں صرف یادِ حق اصل مقصود ہے۔

(۳) ذکر جہر بہ کلمہ لاالہ الا اللہ از ہمہ اوراد و وظائف بہتر است چنانچہ در حدیث شریف وارد است افضل الذکر لاالہ الا اللہ!
کلمہ کا ذکر سب اوراد سے افضل و بہتر ہے۔ حدیث شریف میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

(۴) علمِ فقہ و تفسیر ضروریہ است کہ دانستن فرض و واجب و سنت و مستحب و مکروہ موقوف بر علم فقہ است و باقی ہمہ علوم سر دردی است!
علم فقہ اور تفسیر لازمی ہیں اس سے فرض واجب سنت مستحب اور منکرات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ باقی سب علم سر دردی ہے۔

(۵) علم بغیر عمل و عمل بغیر عقیدہ صاف کہ اہلِ سنت والجماعت است فائدہ ندہد
علم بغیر عمل اور عمل بغیر عقیدہ صحیح، کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور صحیح عقیدہ میرے نزدیک اہلِ سنت والجماعت کا ہے۔

Marfat.com

(۶) مقصود از علم عمل و ہدایت و محبت باری تعالیٰ حاصل کردن است
علم سے اصل مقصود حق تعالیٰ کی محبت و ہدایت کی روشنی میں عمل کرنا ہے۔

(۷) سالک را باید کہ ہر فعل ایزد تعالیٰ را عین حکمت پندارد اگرچہ برآں اطلاع نداشتہ باید و بروئے اعتراض نکند و ہر کہ اعتراض کند فہو مردود فی الدارین۔
سالک کو چاہیئے کہ خدا کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرے بلکہ اسے کسی حکمت پوشیدہ پر مبنی سمجھے جو اعتراض کرے گا، وہ دونوں جہانوں میں مردود قرار پائے گا۔

(۸) فساد العالِم فساد العالَم
عالم کا گمراہ ہونا قوم کا گمراہ ہونا ہے۔

(۹) علماء نہ در جنت تنہا نے روند و نہ در دوزخ! بلکہ ہر دو طرف با جماعت کثیر روانہ مے شوند۔
علماء جنت و دوزخ میں اکیلے نہیں جائیں گے ایک کثیر جماعت کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

(۱۰) تکیہ حق بکار آید و تکیہ غیر بکار نیاید و اگر کسے تکیہ بر عیال و اطفال کند کہ مرا خدمت کنند ہیچ فائدہ نے دہد۔

(۱۱) از علامات قیامت است کہ پسر با پدر در جنگ و نزاع باشد
قیامت خیزی ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے جھگڑا و نزاع رکھے۔

(۱۲) ؎ دختران را ہمہ جنگ است و جدال با مادر
پسران را ہمہ بدخواہ پدرے بینم

Marfat.com

بچیاں ماں کے ساتھ اور بچے باپ سے لڑتے ہیں اور یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔

(۱۳) خدمت و فرماں برداری والدین از دل و جان باید کہ در حدیث آمدہ کہ والدین مثل کعبۃ اللہ اند۔ اگر کسے والدین را رد کند ہرگز مقبول نہ شود۔

والدین کی خدمت و فرمانبرداری دل و جان سے کرنی چاہیئے جو والدین سے منہ موڑے گا، اللہ اس سے منہ موڑے گا۔

(۱۴) ہر کہ حرام خورد رزق او تنگ شود و عاجز باشد چنانچہ دزداں ہمیشہ خوار باشند

جو کوئی حرام کھاتا ہے اس کا رزق تنگ ہو جاتا ہے چور ہمیشہ خوار ہوتے ہیں

(۱۵) ہر اہل کار دریں زماں کہ مے آید از سابق بدتر باشد

اس زمانہ میں جو اہل کار آتا ہے وہ پہلے سے بدتر ہوتا ہے۔

(۱۶) ہر کہ خواہد مقبول و محبوب حق سبحانہ تعالیٰ گردد باید کہ در متابعت شریعت ظاہراً و باطناً کوشش نماید چنانچہ نص دریں باب وارد است ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ متابعت عبارت از دو چیز است آنچہ خدا و رسول خدا اوامر کردہ اند بباید کرد و آنچہ منع فرمودہ اند بباید نکرد۔ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا

؎ دریں رہ بجز مرد راعی نرفت
گم آں شد کہ دنبال داعی نرفت

؎ محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

Marfat.com

جو شخص چاہتا ہے کہ باری رب العزت محبت و شفقت کی نظر رکھے اسے ظاہراً و باطناً شریعت کی مطابقت کرنی چاہیئے ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اے پیغمبرؐ ! اپنے بندوں کو کہہ دو ! جو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے وہ تیری پیروی کرے متابعت سے دو چیزیں مراد ہیں۔ خدا اور اس کے رسول نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ کیے جائیں اور جن سے روکا ہے اس سے اپنے ہاتھ پاؤں روک لیے جائیں۔ کوئی آدمی کسی راستہ پر راہ دکھانے والے کے بغیر نہیں چل سکتا۔ وہ آدمی گم ہو جاتا ہے۔ جو پکارنے والے کی پکار پر دھیان نہیں دیتا۔

سعدیؒ یہ بات محال اور ناممکنات میں سے ہے کہ کوئی آدمی بغیر پیغمبر کی ہدایت کے راہِ راست پر چل سکے۔

(۱۷) گل توحید نہ روید بہ زمینے کہ در و خار شرک و حسد و کبر و ریا است۔ سالک را باید کہ بہ سبب عیب بینی خویش از عیب خلق چشم بہ بندد کہ عین سعادت و رضامندی حق سبحانہ درین مندرج است چنانچہ در حدیث وارد است

طوبیٰ لمن شغل عیبہ من عیوب الناس۔

توحید کا پھول اس زمین میں نہیں اُگتا، جہاں شرک، حسد، ریا اور غرور کے کانٹے موجود ہوں سالک کو چاہیے کہ وہ اپنے عیوب کے پیش نظر دوسروں کے عیب سے بھی چشم پوشی کرے۔ یہ عین سعادت اور رضامندی حق تعالیٰ ہے۔ حدیث میں آیا ہے :

یہ عین سعادت مندی ہے کہ آدمی دوسروں کے عیب سے آنکھ بند رکھے۔

Marfat.com

(۱۸) سالک را باید کہ ہمہ خلق را چہ شریف و چہ خبیث بہ شفقت و رحمت ناظر باشد تا حق تعالیٰ بروئے رحمت کند!

سالک کو چاہیئے کہ وہ شریف اور رذیل دونوں سے شفقت و محبت سے پیش آئے۔ حق تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے۔

(۱۹) ہر جا کہ بدعت و بازی باشد خلق بسیار جمع شود و ہر جا کہ کار نیک باشد خلق کم رود۔

جہاں کھیل تماشا ہوتا ہے لوگ رش کرتے ہیں جہاں نیک کاموں کی دعوت دی جاتی ہے۔ وہاں لوگ کم جاتے ہیں۔

(۲۰) اگر کسے برائے سوداگری دانہ گندم جمع کند بریں نیت کہ غلہ را بہ قیمت گراں خواہم فروخت ایں امر در شریعت ممنوع است بلکہ ہر کہ ایں نیت کند عاقبت الامر خوار شدہ بمیرد۔

جو شخص تجارت کے لیے گندم کا سٹاک کرے گا اور ضرورت مندوں کو نہ دے گا اس غرض کے لیے روک رکھے کہ زیادہ مہنگی کر کے فروخت کروں گا۔ اس فعل کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے۔ بزرگ کہتا ہے ایسے لوگ بالآخر ذلیل و خوار ہو کر مرتے ہیں۔

(۲۱) یک فعل غیر مشروع بندہ را از مرتبہ ولایت بیفگند۔

ایک غیر شرعی فعل، فقیر کو مرتبہ ولایت سے نیچے پھینک دیتا ہے۔

(۲۲) سالک را باید کہ در اعمال صالحہ مداومت نماید۔

Marfat.com

سالک کو چاہیے کہ وہ نیک کام پوری پابندی سے کرے ۔

(۲۳) کار ما بہ بدان ہم نیکی کردن است

ہمارا کام اچھے بُرے ہر ایک سے نیکی کرنا ہے۔ نیکی کا عمل، مذہب
ملت کے امتیاز سے بالاتر ہے !

(۲۴) حضرت قبلہ من قدس سرہ فرمودند کہ در طریق ما ہست کہ با مسلمان و ہنود
صلح باید داشت و ایں بیت بر ایں قول شاہد آوردند

ہمارے قبلہ عالم فرماتے ہیں۔ ہمارا مسلک ہندو مسلمان ہر دو سے
صلح صفائی کا ہے اور وہ اس پر یہ شعر بطور دلیل پیش کرتے تھے۔

حافظا گر وصل خواہی صُلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با ھندو رام رام

(۲۵) سالک را باید کہ در حق حاکم وقت دعائے بد نہ کند خواہ مسلمان باشد خواہ مشرک و
خواہ ظالم باشد بلکہ برائے او دعا کند تا در حکم آں سستی بنا شد زیرا کہ در سستی
حکم آں نقصان خلق اللہ است و در قوت آں عین مصلحت !

فقیر کو چاہیے کہ وہ بادشاہِ وقت کے حق میں بد دعا نہ کرے خواہ وہ مسلمان
ہے یا غیر مسلم ظالم ہے یا عادل ! بلکہ اس کے حق میں دعا کرے کہ باری رب العزت
اسے صحیح کام کرنے کی قوت بخشے ! حکومت کی کمزوری میں خلقِ خدا کا نقصان
ہوتا ہے۔ غنڈہ گردی بڑھ جاتی ہے۔ حکومت کا استحکام ملکی نظم و نسق کے لیے
نہایت ضروری ہے ۔

(۲۶) ہر بلا و مصیبت کہ بر مردمان منزل شود از جہت صدور اعمال ناشائستہ

Marfat.com

باشد چنانچہ در حدیث شریف وارد است اعمالکم عمالکم یعنی کردار ہائے شما حاکمان شما اند اگر اعمال شما نیک باشند پس حاکمان شما اہل اسلام و عادل باشند واگر بالعکس باشند پس حاکم شما نیز کافر و جابر باشند ۔

جو بلا و مصیبت ہم لوگوں پر نازل ہوتی ہے وہ در اصل ہمارے ہی اعمال کا ایک ردِ عمل ہے ۔ ہمارے اعمال ہی ہمارے حاکم قرار پاتے ہیں۔ عمل نیک' حاکم نیک ۔ اعمل بُرے ، حاکم بُرے ۔

چو خواہد کہ ویران کند عالمے ۔ نہد ملک در پنجہ ظالمے
بقومے کہ نیکی پسند د خدائے ۔ دہد خسروِ عادل و نیک رائے

(۲۷) سالک را باید کہ از صحبت بد مذہبیاں خود را دور دارد اگرچہ در صحبت ایشان نعیم دنیاوی موجود شوند ہرگز اختیار نکند بلکہ بہ گرسنگی و برہنگی گزران بہتر است

سالک کو ملحدوں کی صحبت سے کنارہ کش رہنا چاہیئے خواہ اسے فقر و فاقہ سے پالا پڑے ۔ تحفظ ایمان میں یہ امر ضروری ہے ۔

(۲۸) سالک را در دنیا بہ چند چیز احتیاج است و آن را صوفیہ کرام از دنیا نے شمارند بلکہ از امور دینیہ انگارند چنانچہ قوّت ضروری برائے عبادت و جامہ ضروری بنابر ستر عورت و آب ضروری بہ جہت بقاء حیات و سکن ضروری برائے تحفظ سردی گرمی و علم ضروری برائے عمل ۔

فقیر بہ تعلیم زندگی اس دُنیا میں چند چیزوں کا محتاج ہے ۔ کھانے پینے ، رہنے سہنے میں وہ اپنے ابنائے جنس کے ساتھ برابر کا شریک ہے ۔ وہ ان چیزوں کا حصول' دنیاداری کے لیے نہیں بقائے زندگی کا لازمہ قرار دیتا ہے

Marfat.com

جو ایک امر دین ہے۔

فقیری اور اتباع شریعت

تونسہ کے بزرگ جلیل فرماتے ہیں: فقیری، اتباع شریعت کا دوسرا نام ہے۔ صراط مستقیم سے راہ شریعت مراد ہے حضرت ابن عربی فتوحات مکیہ میں اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں یہی کچھ بتایا ہے کہ شریعت کی مدد کے بغیر روحانیت کی دشوار گزار راہیں طے نہیں کی جا سکتیں۔"

اس بزرگ کا فکر و شعور ملکی اور ملی تقاضوں سے آشنا ہے وہ اپنے ہمعصر حکمرانوں سے مصالحانہ رویہ رکھتے ہیں۔

تذکرہ نگاروں نے فقیری کو حکومت کے مخالف کیمپ میں دکھانے پر زیادہ زور دیا ہے اور حکومتِ وقت سے ان کی کشمکش کو نمایاں کر کے اچھالا ہے۔ اور فقیر کے مقابلہ میں بادشاہ وقت کو ایک حقیر مخلوق سمجھا ہے؛ حالانکہ قطب الدین بختیار کاکی نماز جنازہ پر شرط عائد کر کے بادشاہ وقت کو فقراء کے گروہ پر فوقیت کا حامل قرار دے گئے ہیں کہ شریعت کے امور میں ان کو جو سہولت حاصل ہے وہ ایک فقیر کو حاصل نہیں ہے۔ فقیری کا وجود کسی ایک جامد شکل میں نہیں ہے اسے ہر رنگ و روپ میں پایا گیا ہے۔ اگر کسی ایک آدمی نے اپنے نفس سے جہاد کر کے بوریہ نشینی میں فقیری کو پالیا ہے تو دوسری طرف بادشاہ وقت نے تلواروں کے سایہ میں نماز پڑھ کر فقیری کا ثبوت دے دیا ہے

Marfat.com

جو شخص کسب حلال سے اپنے اہل و عیال کا کفیل ہے اور جادۂ شریعت پر قائم ہے۔ اس کی فقیری وزن میں کسی سے کم نہیں ہے۔

نوابانِ ریاست بہاولپور

اعلحضرت نواب محمد بہاول خاں ثانی حضرت قبلۂ عالم نور محمد مہاروی کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہوتے ہیں اور عطاء خسروانہ میں زرعی اراضی بطور جاگیر دیتے ہیں۔

خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ ان کے مرید اور خلیفہ خاص ہیں۔ اعلحضرت نواب صادق محمد خان ثانی ۱۸۰۹ء میں تخت نشین ہوتے ہیں تو تاجپوشی کی خوشی میں حضرت محمد سلیمان تونسوی کو ۸ ہزار روپے نذرانۂ عقیدت کے طور پر دیتے ہیں۔ اس نواب نے دو ایک دفعہ مسجد کی تعمیر کیلئے رُپے بھجوائے ہیں جو دوسرے مصارف میں خرچ ہو گئے ہیں۔ پھر نواب موصوف نے بطور خاص صاحبزادہ الہ بخش کو جو حضرت تونسویؒ کے پوتے ہیں۔ روپے بھجوائے ہیں اور مسجد کی تعمیر کو کہا ہے، اور اس طرح مسجد تعمیر ہو گئی ہے۔

اعلحضرت نواب محمد بہاول خاں ثالث جب ۱۹۲۵ء میں تخت نشین ہوتے ہیں تو حضرت محمد سلیمان تونسویؒ دربار خاص میں تشریف فرما ہو کر نواب کی رسم دستار بندی اپنے ہاتھ سے ادا کرتے ہیں۔

حضرت محمد سلیمان تونسویؒ وفات پا جاتے ہیں تو نواب محمد بہاول خاں ثالث کوئی ۰ ۷ ہزار روپے کے خرچ سے مزار پر ایک عالیشان مزار تعمیر کرا دیتے

Marfat.com

ہیں۔ ان کی تاریخ وفات ہے۔ ۷ صفر ۱۲۶۷ھ

سلیمان زمان رحلت چو فرمود
یکایک در جہان ظلمت بیفزود
پے سال وفاتش ہاتف غیب
بگفت او آفتاب چشتیاں بود

(حسین علی فتحپوری)

سجادہ نشین ان کے دو لڑکے ہیں۔ گل محمد، درویش محمد جو ان کی زندگی میں وفات پا گئے ہیں۔ ان کے پوتے صاحبزادہ اللہ بخش مسند سجادگی کو رونق بخشتے ہیں!

بشکریہ مشائخ چشت بحوالہ نافع السالکین۔ ملفوظات خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ (مرتبہ مولانا امام الدین مطبوعہ لاہور ۱۲۸۵ھ)

Marfat.com

اعلحضرت امیر آف بہاول پور
اور
علاّمہ خلیق احمد نظامی

جناب خلیق احمد نظامی یونیورسٹی علی گڑھ شعبہ تاریخ کے صدر ہیں $\frac{۲۲ \times ۳۶}{۱۶}$ سائز، ۸۱۶ صفحات پر مشتمل ایک کتاب مشائخ چشت لکھی ہے ۔ جو دارالمؤلفین اسلام آباد نے شائع کی ہے ۔

علامہ نظامی نے مشائخ چشت کے موضوع پر بڑا مواد جمع کیا ہے اور اس کی تلاش و جستجو میں بڑی کاوش دکھائی ہے ۔

دارالمؤلفین نے اسے شائع کرکے پاکستان کے قارئین پر ایک بڑا احسان کیا ہے درویش نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور اس مشن کو آگے چلایا ہے ۔ البتہ ایک شکایت ضرور ہے ۔ مسٹر نظامی نے جہاں نواب آف بہاول پور کا ذکر کیا ہے ۔ وہاں وہ امیر اور فقیر کے درمیان الفاظ کے انتخاب میں توازن قائم نہیں رکھ سکے ۔

رقمطراز ہیں ۔ خواجہ مہاروی کے وصال کے بعد نواب بہاول خان نے صاحبزادگان مہار اور متعلقین کی جاگیریں ضبط کرلیں اور عرس کے موقعہ پر قاضی محمد عاقل اور حافظ محمد جمال نے اس کا ذکر خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے کیا ہے ! "خواجہ صاحب مرشدزادوں کے احترام میں انکار نہ کرسکے اور نواب صاحب کے پاس پہنچے ۔

Marfat.com

نواب نہایت عجز و انکسار سے ملا۔ خواجہ صاحب نے انتہائی غصہ میں ڈانٹا اور کامیاب
واپس آئے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ نواب محمد صادق خان پسر بہاول خاں نے خواجہ مہاروی کے
صاحبزادگان سے کچھ جرمانہ وصول کیا۔ صاحبزادگان دوبارہ سلیمان تونسوی سے امداد
کے طالب ہوتے ہیں۔

مجبوراً خواجہ تونسوی صاحب سلطان پور تشریف لے گئے ہیں۔ نواب صاحب
حاضر ہوئے تو خواجہ صاحب نے نہایت سخت سُست کہا۔ اس نے نذر پیش کی
خواجہ صاحب نے فرمایا اس کو دیوار کے باہر پھینک دو کہ اس بلا کے واسطے
ساری رات پہرہ چوکی کیوں دیں۔ (مشائخ چشت صفحہ ۶۵۸)

علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں ؛ جب تونسہ میں حضرت کے پاس لوگوں کی
آمد ورفت شروع ہوئی تو نواب بہاول خان نے اس جگہ ایک مسجد کی ضرورت کو محسوس
کیا اور چند ہزار روپے مسجد کی تعمیر کے لیے بھجوائے جو دُوسرے مصارف میں کام آ
گئے ہیں۔ دوبارہ بھی ایسا ہی اتفاق ہُوا۔ بالآخر نواب صاحب نے ان کے
پوتے الہ بخش کو روپے بھیجے اور ان کو تعمیر مسجد کے لیے کہا ہے اور اس طرح درگاہ
سے متعلق پہلی مسجد نواب بہاولپور کے روپے پیسے سے بنائی گئی ہے۔

درویش کہتا ہے حضرت قبلہ عالم حافظ نور محمد مہاروی خواجہ سلیمان تونسوی
کے پیرو مُرشد ہیں۔ نواب بہادر نے ان کی جاگیر ضبط کرنے کے احکام جاری
کر دیے ہیں۔

بقول مشائخ چشت دُوسری مرتبہ نواب موصوف نے ان کے صاحبزادگان

Marfat.com

سے جرمانہ بھی وصول کیا ہے اس معاملہ میں یہ کہنا کہ ان کے فلاں مرید اور خلیفہ نے
ڈانٹ پلائی اور سخت سست کہا یہ بات صورت واقعہ سے میل نہیں کھاتی۔
بے محل تعلّی کا اظہار ہے۔

اس مضمون کی ادائیگی کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ قبلہ عالم نور محمد مہاروی کے
جزادگان اور والی ریاست کے درمیان شکر رنجی پیدا ہوگئی۔ خواجہ سلیمان تونسوی
درمیان آکر صلح صفائی کرادی ہے۔ اس میں بھی سلیمان تونسوی کے بزرگانہ کردار
جھلک پائی جاتی ہے۔

زابان بہاول پور اسٹیٹ

خاندان نبوّت سے تعلق رکھتے ہیں۔
فقر و شریعت سے ان کا مزاج آشنا
ہے۔ اس لیے نور محمد مہاروی ایسے بزرگ کی اولاد کو تنبیہ کرنے کا حوصلہ ہوا ہے۔
ں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زابان بہاول پور صرف فقراء کے ساتھ احسان و مروّت
ہی پیش نہیں آئے، جہاں آپریشن کی ضرورت پڑی ہے۔ اس سے بھی نہیں
لے اور مملکتِ خداداد بہاول پور میں ایک اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب
تے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ بہاول پور یونیورسٹی

وائس چانسلر جناب محمد رفیق بہاولپور
والوں کو تاریخ بہاولپور دینے
کا مژدہ سنا رہے ہیں۔ سوچتا ہوں اس دور میں سرکاری حیثیت سے مرحوم
زابان بہاولپور کے بارے وہ کیا لکھیں گے؟ اور ریاست کی تصویر کشی میں
کیا رنگ بھریں گے؟

Marfat.com

جامعہ عباسیہ بہاولپور کے نام میں کیا قباحت تھی کہ اسے اسلامیہ یونیور
کے نام سے بدل دیا ہے۔ ہم پنجاب والوں کی زبان سمجھتے ہیں۔
بہاول پور میں میڈیکل کالج کو قائد اعظم میڈیکل کالج کہنا جائز ہے عباسیہ کا لف
کی قوتِ سماع کو گراں گزرتا ہے۔ آج کا بہاول پور کل کا بہاول پور نہیں
تلک الایام نداولہا بین الناس ۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ محمد عاقل رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۱۵۱ھ ، وفات ۱۲۲۹ھ

ان کے مورث اعلیٰ یحییٰ بن مالک جو ناصر بن عبداللہ بن عمر فاروق کے پ
ہیں۔ سندھ آئے ہیں اور کچھ افراد ملتان میں رہائش پذیر ہوئے ہیں (اولیائے
اس خاندان کے ایک بزرگ مخدوم نور محمد ہیں۔ شاہجہاں کا ایک وزیر ارادت خاں
کا مرید ہے۔ شاہجہان بادشاہ نے ۲۵ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ ایک فرمان کے
ذریعہ ایک قطعہ اراضی پانچ ہزار بیگھہ گزارہ الاؤنس کے لیے مرحمت فرمایا ہے
یہ سال ۵ جلوس شاہجہاں ہے۔

متن —— دریں زماں فرماں سعادت نشاں فرخندہ عنوان لغرض ای
موازی پنج ہزار بیگہ زمین قابل زراعت از پرگنہ منگلوٹ سرکار صوبہ دارالامان مل

Marfat.com

...یہ مدد معاش بنام خادمان کرامت نشان پیر و مرشد طریقت ہادی راہ حقیقت
...ہبر راہ شریعت و معرفت غواص بحر عرفاں زبدہ خدا پرستاں حضرت قبلہ میاں صاحب
...وم نور محمد کوریجہ دام اللہ ظلہ وشرفہ معہ فرزنداں از ابتداء فصل خریف بازگشت
...ی بہشت ۹۹۹ سنہ فصلی مقرر است امر رفیع القدر شرف صدر یافت کہ زمین
...دہ بہ میاں صاحب معز الیہ عنایت فرمودیم کہ حاصلات آنہا فصل بہ فصل سال
...ال صرف مایحتاج خود نمودہ دعائے خیر دولت ابد پیوند اشتغال مے فرمودہ باشند۔

مخدوم نور محمد! ان کے تین لڑکے ہیں۔ (۱) سلطان مخدوم (۲) محمد یعقوب
...) محمد اسحاق۔

سلطان مخدوم کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ محمد اسحاق کی اولاد بیرون ڈیرہ غازیخاں
...آباد ہوئی ہے۔

محمد یعقوب کے دو لڑکے ہیں (۱) غلام حیدر (۲) محمد شریف، اور محمد شریف
...ے دو لڑکے ہیں۔ قاضی نور محمد دوسرے قاضی محمد عاقل!

...ٹھن کوٹ

مخدوم محمد شریف ڈیرہ غازی خان یاراوالی کے مقام پر رہائش پذیر ہوئے ہیں میٹھن خان بلوچ رئیس یاراوالی ان کے حلقہ ارادت
...ں داخل ہوئے ہیں۔ دریا کے کنارہ ایک پُرفضا مقام دیکھ کر انہیں یاراوالی سے
...ں جگہ رہائش رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ رئیس مذکور نے اجازت دے دی ہے
...ر اس کے نام پر مٹھن کوٹ ایک قصبہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور ان کے
...رگوں کے وہاں مزارات بکثرت ہیں۔

Marfat.com

کوریجہ

حاجی نجم الدین نے اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے ک
ان کے کوئی ایک بزرگ مسجد میں آئے ہیں اور پوچھا
کہیں ہے جواب نفی میں پاکر ایک کوزہ کو کہا : کورا اذان بگو ! اس لوٹے س
اذان کی آواز سنی گئی ہے ۔ کورا سندھی میں لوٹے کو کہتے ہیں ۔ بعدہ کوریجہ ان
خاندان کا ایک لقب بن گیا ہے ۔ شاہی کاغذات اس کی شہادت پیش کر
ہیں ۔ (مناقب المحبوب، مؤلفہ حاجی نجم دین)

خواجہ محمد عاقل

مخدوم محمد شریف کے دوسرے لڑکے ہیں ان کی ولادت ۱۵
ہوئی ہے پہلے قرآن حفظ کیا ہے اور پھر تکمیل علوم ظاہرہ کی
والد ماجد عالم فاضل تھے ! علم و فضل ان کا خاندانی ورثہ ہے ! "در عصر شرقاً غرباً با مماثل آنحضرت
ظاہری ہم کسے نبود" (خواجہ گل محمد احمد پوری)

قبلہ عالم حافظ نور محمد اوچ تشریف آئے ہیں، خواجہ محمد عاقل نے وہاں جا کر ان
بیعت کی ہے اور ان کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا ہے ۔ مولانا فخر الدین فخر
جو ان کے دادا مرشد ہیں ۔ دہلی میں جاکر ان سے ملاقات کی ہے ۔ شرح عبد ال
اور سواء السبیل کا ان سے درس لیا ہے ۔

مٹھن کوٹ میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مدرسہ قائم کیا ہے ۔ اساتذہ ملا
رکھے ہیں ۔ مدرسہ کے ساتھ ایک لنگر خانہ قائم کیا ہے ۔ چاچڑاں اور رشیدانی وغیرہ
مقامات پر مدارس عربیہ کا اجراء عمل میں لایا ہے ۔ لیاقت پور اور خانپور کے اکثر متع
پر جو مدارس اور خانقاہیں ہیں یہ ان کے جد اعلیٰ ہیں ۔

ہم تفصیل سے نہیں اختصار کے ساتھ ان کے متعلقین کا ذکر کرتے ہیں ت

Marfat.com

عمران کا شغل تعلیم و تدریس سے رہا ہے وزیر تعلیم کی طرح علاقہ میں مدارس قائم کیے ہیں اور فقر کی شمعیں علاقہ میں ہر جگہ ان سے روشن ہوئی ہیں۔ اور متعدد ولی اس خاندان میں پیدا ہوئے ہیں۔

چاچڑاں شریف علم و تصوف کا ایک مرکز بنا رہا ہے اور یہ ساری رونق ان کے دم سے ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

فقر گر خواہی برو در چاچڑاں
ہست محکم فیض حق سرکار ما

آپ نے شیدانی تحصیل لیاقت پور میں قیام کے دوران وفات پائی ہے، لیکن دفن مٹھن کوٹ ہوئے ہیں۔ تاریخ وفات ۸ رجب ۱۲۲۹ھ ہے۔

میاں احمد علی اپنے والد خواجہ محمد عاقل کے بعد سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ یہ بھی عالم فاضل اور صاحب ولایت بزرگ ہیں۔ اپنے والد کے بعد ایک سال ایک ماہ اور چند دن زندہ رہ کر فوت ہو گئے ہیں۔ تاریخ وفات ۱۹ شعبان ۱۲۳۱ھ

خواجہ خدا بخش میاں احمد علی کے صاحبزادہ ہیں کوئی تئیس ۲۳ سال کی عمر میں مسند سجادگی کو رونق بخشتے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت قبلہ نور محمد مہاروئی کی مرید تھیں۔ ان کی پیدائش سے پہلے انہوں نے ان کو خوشخبری دی تھی کہ آپ کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا وہ صاحب ولایت ہوگا۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ ان کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ روزانہ مہمانوں کے گھوڑوں کے لیے کوئی بارہ من کے قریب دانہ صرف میں آتا تھا۔

(اولیائے بہاول پور شہاب)

Marfat.com

اس زمانہ میں سکھ ڈیرہ غازی خان تک پہنچ گئے ہیں۔ خواجہ اس سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔

نواب آف بہاولپور نے اپنی عملداری میں چاچڑاں کے مقام پر قیام کی اجازت دے دی ہے۔ ان کی کرامت میں کہا گیا ہے کہ جس شخص کو سنت نبوی کی پابندی کے لیے کہتے تھے وہ پکا مسلمان بن جاتا ہے آپ کی تاریخ وفات ۱۲ ذوالحج ۱۲۶۹ھ، مزار مٹھن کوٹ میں ہے۔

خواجہ تاج محمود خواجہ خدا بخش کے چھوٹے بھائی ہیں۔ "مناقب فریدی" والا کہتا ہے "حضرت اسم بامسمّٰی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیشک ان کو محمود ہی پیدا کیا ہے۔" ان کو اپنے بھائی خواجہ خدا بخش کی اولاد سے خاص تعلق خاطر ہے، چنانچہ خواجہ غلام فرید جو خواجہ خدا بخش کے صاحبزادہ ہیں، ان کی رسم بسم اللہ آپ نے ہی ادا کی تھی۔ آپ کی اولاد نے شیدانی میں سکونت اختیار کی تھی ان کی اولاد میں خواجہ غوث بخش، خواجہ غلام رسول عرف گھمن سائیں، خواجہ ہوت محمد، خواجہ محمد عبداللہ اور خواجہ غلام غوث عرف گھمن سائیں بزرگ گزرے ہیں۔ خواجہ محمود کا مزار مٹھن کوٹ میں ہے۔

خواجہ غلام فخر الدین خواجہ خدا بخش کے بڑے لڑکے ہیں والد کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۲۴ سال تھی۔ آپ صاحب سجادہ ہوئے۔ مناقب فریدی میں مرزا اختر رقمطراز ہیں:

یہ حضور کا تصرف تھا کہ جو شخص ان کی بیعت کرتا ہے وہ فسق و فجور ترک کر کے تائب ہو جاتا ہے، اور اس کی طبیعت درود وظائف کی طرف راغب ہو جاتی ہے

Marfat.com

اور ان کی کرامت میں کہا گیا ہے۔ کبھی کسی مرید کو عرضِ حال کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حضور خود اس کی حاجت روائی فرما دیتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور اوحدی تخلص کرتے تھے۔

درویش کہتا ہے ہمیں ان کا یہ شعر بہت پسند ہے

اندر حریم وصلش ہر کس کہ راہ یابد

در ذوق خاک کویش باغ جنان نگنجد

ترجمہ :- جو اس کی حضوری میں آ گیا ہے۔ باغ جنت کی مہک بھی اس کو خوش نہ آئی! تاریخ وفات ۵ جمادی الاوّل ۱۲۸۸ھ مزار مٹھن کوٹ میں ہے۔

نواب فتح یار خان

۲۳ فروری ۱۸۵۲ء تا ۲۱ اکتوبر ۱۸۵۸ء

ان کو ان کی دینی خدمات متاثر کیے بغیر نہ رہ سکیں۔ ان کو عطائے خسروانہ سے نوازا ہے ایک قطعہ زمین بطور جاگیر گزارہ الاؤنس کے لیے دیا ہے! تذکرہ نگاروں کی یہ عادت بن گئی ہے یا وہ اس کو سنّت ماتقدم کے طور پر اپناتے ہیں یعنی جب وہ کسی بادشاہ یا نواب کا ذکر فقراء کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ بادشاہ دُنت کو خفیف دکھاتے ہیں!" والیانِ ریاست بہاولپور کو آپ کے خانوادہ سے حد درجہ عقیدت تھی۔ وہ آپ کی کفش برداری کو باعث سعادت سمجھتے تھے ان کی خواہش تھی کہ خانقاہ شریف کے لنگر کی ضروریات کے لیے کچھ اراضی آپ کے نذر

Marfat.com

کریں۔ ہر چند آپ کے بزرگوں نے نوابوں کی اس پیشکش کو منظور نہیں کیا تھا، لیکن حضرت خواجہ غلام فخرالدین کو نواب فتح یار خان نے کسی طرح آمادہ کر لیا ہے۔"

(اولیائے بہاولپور سید مسعود الحسن شہاب)

جب فتوح نہ آتی تھی تو کچھ نہ پکتا تھا۔ جب کچھ آجاتا تو پک جاتا، لیکن خواجہ محمد عاقل جب تک تمام متعلقین درویش اور طالب علم کھانا نہ کھا لیتے "دست بہ طعام نمے بردند" اور جب باب فتوح کھلا در آں وقت نہ واردیں را تعداد بود، نہ طعام را اندازیکے دربار شاہنشہی بود۔ خواجہ گل محمد احمد پوری "از مشائخ چشت"

خواجہ غلام فرید مشہور شاعر

یہ غلام فخرالدین کے چھوٹے بھائی ہیں اور اور خدا بخش کے فرزند ارجمند خواجہ محمد عاقل ان کے پردادا ہیں! آپ عالم دین صاحب طریقت اور شاعر ہر لحاظ سے ایک بلند پایہ آدمی ہیں۔ آپ دارالعلوم چاچڑاں میں مسند علم اور فقر دونوں پر رونق افروز رہے ہیں۔ علماء اور فقراء نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ شاعری میں ان کا بڑا رندانہ کلام ہے صاحب دیوان ہیں۔ ریاست بہاولپور کی تہذیب ثقافت کے ایک علمبردار معلوم ہوتے ہیں۔

انہوں نے ریاست کے چولستانی علاقہ میں الھڑ، البیلی دوشیزائیں اور جوان جہان مٹیاروں کے پیلوں توڑنے کی منظر کشی کو عشق و محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر کر دکھایا ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو ہندوؤں کے مندروں میں بھی لے گئے ہیں بتوں کے سامنے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے سادھوؤں کو دکھایا ہے کہ اگر ان کو کسی کا گھٹنا لگ جاتا ہے تو یہ گر پڑتے ہیں، لیکن مراقبہ نہیں چھوڑتے! اور کہا:

فاعبد ربک وکانک تراہ وان لم تراہ فانہ یراک

Marfat.com

حدیث شریف میں آیا ہے تم اپنے رب کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اور بالمشافہ ان سے گفتگو ہو رہی ہے۔ اور اگر یہ محویت اپنے اندر پیدا نہ کر سکو تو یہ احساس تمہاری طبیعت کو گداز کر دے کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ فرید بڑے دُکھ کے ساتھ کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت اپنی عبادت میں یہ سوز و گداز پیدا نہیں کر سکی! خواجہ فریدؒ دین اور دُنیا دونوں پر یکساں نظر رکھتے ہیں۔

اختلافِ نظر ایک باپ کی اولاد ہوتے ہوئے بڑا اور چھوٹا بھائی اختلافِ نظر رکھتا ہے۔ غلام فخرالدین کہتے ہیں ؎

اندر حریم وصلش ہر کس کہ راہ یابد در ذوق خاک کوئش باغ جنان نگنجد

چھوٹے بھائی غلام فرید فرماتے ہیں:

وچ روہی دے رہندیاں نازک ناز دی جٹیاں
دھوئیں دار فقیر تھیوسے فخر وڈیائیاں سٹیاں

امام حسن رضی اللہ عنہٗ ایک فوج کو کمان میں رکھتے ہوئے امیر معاویہؓ سے لڑنے میں ہاتھ روک لیتے ہیں۔ چھوٹے بھائی امام حسینؓ ایک مُٹھی بھر جوانوں کے ساتھ یزید کے خلاف نعرہ بول دیتے ہیں۔ خواجہ غلام فرید نے ۶۰ سال عمر پائی ہے۔ تاریخ وفات ۶ ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ ہے۔ مزار مٹھن کوٹ میں ہے۔

خواجہ محمد بخش نازک اپنے والد خواجہ غلام فریدؒ کے بعد سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ تحصیل علم کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ آپ حافظ القرآن بھی تھے۔ ۱۲ رمضان ۱۳۲۹ھ وفات پائی ہے۔

Marfat.com

آپ کے خلفاء میں مولانا نور احمد پائی والے میاں احمد دین پران شریف اور حاجی حامد جلال پور پیروالا قابلِ ذکر ہیں۔

خواجہ معین الدین اپنے والد خواجہ محمد بخش کے بعد سجادہ نشین ہوئے ہیں اور خاندانی روایات کے مطابق بڑے عالم فاضل تھے۔ آپ کا یہ خاص کارنامہ ہے کہ عرس کے موقعہ پر عورتوں کو خانقاہ پر آنے سے روک دیا ہے۔ ۲ جمادی الاوّل ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی ہے۔ مزار مٹھن کوٹ میں ہے۔

خواجہ قطب الدین خواجہ معین کی وفات کے وقت آپ کی عمر سات آٹھ برس تھی لیکن ان کے ولی ہونے میں کسی کو شک نہیں ہے۔ آپ نے بارہ سال کی عمر میں ۲۳ رجب ۱۳۴۳ھ وفات پائی ہے۔ اولیائے بہاولپور شہاب رقمطراز ہیں: "ایک صاحب نے آپ سے استفسار کیا کہ حضرت مرید کرتے وقت مرید کو کیا تلقین کرتے ہیں۔" آپ نے فرمایا کہ کیا پڑھیں اور کیا پڑھائیں بس مرید کا ہاتھ پکڑا اور خدا کے ہاتھ میں دے دیا۔"

خواجہ فیض حامد خواجہ قطب الدین سجادہ نشین ہوتے ہیں۔ ان کی سجادگی اپنے اندر ایک دلچسپ پہلو رکھتی ہے۔

باپ ولی بیٹا ولی یہ قصہ عام ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ خواجہ معین الدینؒ کی وفات کے وقت ان کے بیٹے قطب الدینؒ کی عمر اس وقت کوئی سات آٹھ برس تھی، لیکن ان کے ولی ہونے میں کسی کو شک نہ تھا لیکن طرفہ تماشا یہ ہوا کہ قطب الدینؒ بارہ برس کی عمر میں چل بسے، اور کوئی ولی ان سے پیدا نہیں ہوا۔ سجادہ کون سنبھالے۔ جائداد منقولہ اور

Marfat.com

غیر منقولہ کا جو مالک ٹھہرے۔ اس لیے یہاں ولایت ما بہ النزاع مسئلہ بن گئی ہے۔

اموی بزرگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ان کو شورش پسندوں نے مکان پر بلوہ کر کے قتل کر دیا ہے جو رسولؐ اللہ کے غیر ہاشمی داماد ہیں، اور بنو ہاشم نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے امیر معاویہؓ اموی نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا ہے اور ہاشمیوں کو میدان سے نکال باہر کیا ہے اور اپنے بیٹے یزید کو وارث سلطنت قرار دے دیا ہے۔ بعض بزرگوں نے اعتراض کیا ہے کہ امیر معاویہ نے خلافت کو وراثت بنا ڈالا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رسولؐ اللہ کے ہاشمی داماد امام ہیں، اور ان کے بیٹے امام ہیں اور اس کے بعد امام بن امام کا سلسلہ بھی کچھ مدت تک چلا ہے اور اب قصہ جہاں تک پہنچ چکا ہے کہ ایک ولی کے بعد اس کا بیٹا ولی بن رہا ہے لیکن خواجہ قطب الدین اس مسئلہ کو ادھورا چھوڑ گئے ہیں اور اب ولایت پر رسہ کشی ہو رہی ہے!

سرکار بہاولپور

اعلیٰ حضرت سر صادق محمد خاں آخری فرمانروائے دولت عباسیہ بہاول پور نے بنفس نفیس اس معاملہ میں دلچسپی لی ہے اور خواجہ فیض احمد جو خواجہ امام بخش کے فرزند ہیں اور خواجہ غلام فرید کے نواسہ ہیں۔ ان کی ولائت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور ریاست کے ہوم منسٹر مولوی غلام حسین نے چاچڑاں پہنچ کر ان کی دستار بندی کرائی ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۲ صفر ۱۳۷۹ھ ہے، اور ان کے بعد ان کے بیٹے فیض فرید سجادہ

Marfat.com

نشین ہوئے ہیں ۔ یہ سب بزرگ چشتیہ نظامیہ خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے جدِّ اعلیٰ خواجہ محمد عاقل خواجہ نور محمد مہاروی کے مرید ہیں ۔

خانپور سے ایک ریلوے لائن چاچڑاں کو جاتی ہے چاچڑاں خانپور سے مغرب کی طرف کوئی ۲۰ میل ہے اور ایک پختہ سڑک خانپور سے بمقام ظاہر پیر شاہراہ ہائی وے کو کراس کر کے چاچڑاں کو جاتی ہے ؛ چاچڑاں سے آگے دریا عبور کر کے ڈیرہ غازی خان میں مٹھن کوٹ ہے ۔

خواجہ غوث بخش

تحصیل لیاقت پور میں شیدانی شریف ایک قصبہ ہے خواجہ محمد عاقل کے پوتے خواجہ تاج محمود کے ایک صاحبزادہ خواجہ غوث بخش شیدانی میں رہائش پذیر ہوئے ہیں۔ ان کی ایک بیوی سے ہوت محمد دوسری سے غلام رسول پیدا ہوئے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۲۲۶ھ شیدانی ہوا ہے ۔ مزار مٹھن کوٹ ہے ۔

خواجہ ہوتؔ محمدؐ

اپنے والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے ہیں۔ آپ نے تحصیل علم کے بعد باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ ۱۲۵۲ھ وفات پائی ہے ۔ اِن کے ہاں دو بچے ہوئے جو اپنے والد کی موجودگی میں فوت ہو گئے ہیں لیکن صاحبِ اولاد تھے ۔ ان کے لڑکے محمد عبداللہ کے فرزند سجادہ نشین ہوئے ہیں ۔

خواجہ غلام غوثؒ

ان کے والد محمد عبداللہ اپنے والد کی موجودگی میں فوت ہو گئے ہیں۔ اس لیے خاندانی ولایت ان کے حصہ میں آئی ہے گویا انہوں نے اپنے دادا سے فیض پایا ہے اور سجادہ نشین ہوئے

Marfat.com

ہیں۔ ان کے گھر پانچ بچے ہوئے ہیں۔ (۱) غلام ہوت محمد (۲) محمد عبداللہ (۳) طاہر محمود (۴) محمّد اکبر اور محمد اصغر۔ اوّل الذکر بخشندہ سائیں، دوئم لال سائیں، سوئم عاشق سائیں مشہور ہوئے ہیں۔ ۲۹ رمضان ۱۳۷۴ھ دوران شکار اپنی بندوق کے خود شکار ہو گئے ہیں۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہ راجعون۔ یہ سب کوریجہ خاندان سے معروف ہیں۔

خلیفہ محمّد اعظمؒ خواجہ محمّد عاقل کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ خواجہ محمد اعظم اور خواجہ گُل محمد احمد پوری کے ہمعصر دوست ہیں خود خواجہ گل محمد لکھتے ہیں۔ راقم وآں ذات شریف، مدّت العمر دریک کاسہ میخوردیم ودریک لحاف مے خسپیدیم۔ ان کے پیر و مرشد کی وفات ۱۲۲۹ھ میں ہوئی ہے اور یہ ۱۲۴۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ شریف الدّین خواجہ محمّد عاقل کے مرید اور خلیفہ ہیں ان کا انتقال ۱۲۶۸ھ میں ہوا ہے۔ غالباً یہ پہلے بزرگ ہیں جن کا مزار نسیدانی میں ہے اور نسیدانی کو نسیدانی شریف بنا گئے ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ میاں شبیر الدین ازاں بعد محکم الدین اور پھر میاں محمّد غوث اور کرم الدین سجادہ نشین ہوئے ہیں۔

خواجہ سُلطان محمُود خان بیلہ تحصیل لیاقت پور میں شاہراہ ہائی وے پر واقع ہے۔ آپ خواجہ محمّد عاقل کے خلیفہ ہیں۔ عالم فاضل آدمی تھے تاریخ وفات ۳ ربیع الاوّل ۱۲۳۹ھ ہے۔ ان کا مزار خان بیلہ میں ہے۔

Marfat.com

خواجہ محمد یار فریدی ۱۳۰۰ھ میں بمقام گڑھی اختیار خان جو تحصیل خانپور کے مضافات میں ہے پیدا ہوئے ہیں۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرکے چاچڑاں کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور تحصیل علم کے ساتھ روحانی فیض پایا ہے۔ ان دنوں خواجہ غلام فرید کی زیر سرپرستی چاچڑاں کا دارالعلوم ہے۔ محمد یار فریدی ظاہری اور باطنی علوم سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ آپنے خواجہ غلام فریدؒ سے شاعری کا ورثہ پایا ہے۔ مقامی زبان سرائیکی کے علاوہ شعر اردو، فارسی اور عربی میں بھی کہتے تھے۔ کلام کا مجموعہ دیوان فریدی ہے۔

تاریخ وفات ۱۴ رجب ۱۳۶۷ھ ہے آپ کا مزار گڑھی اختیار خاں میں ہے۔ ان کی یادگار ایک مدرسہ قطب المدارس قائم ہے۔

حضرت مولانا سراج احمد مکھن بیلہ۔ خانپور کے مضافات میں واقع ہے۔ سراج احمد ۱۳۰۲ھ میں اس جگہ پیدا ہوئے ہیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد چاچڑاں کے دارالعلوم میں داخلہ لیا اور خواجہ غلام فرید ان دنوں مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ طالب علم تعلیم ظاہرہ کے ساتھ علوم باطنیہ سے بھی سرفراز ہوتے ہیں تعلیم کے بعد اسی مدرسہ میں استاد مقرر ہوئے ہیں اور کافی عرصہ درس دیا ہے اور پھر بھر جونڈی شریف کے مدرسہ میں بھی درس و تدریس کا کام کیا ہے۔ انہوں نے اپنی یادگار میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا خلاصہ الزبدۃ الراجیہ شائع ہو چکا ہے اس میں علم فرائض وصیت اور میقات کا کافی مواد موجود ہے۔ تاریخ وفات ۱۹۷۲ء ہے۔

تذکرہ اولیاء میں جناب شہاب نے ان کے نامور شاگردوں کی ایک فہرست شائع کی ہے۔ جو ان کے شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہے۔

Marfat.com

۱۔ خواجہ عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف (۲) پیر مغفور القادری شاہ آباد (۳) خواجہ فیض فرید سجادہ نشین چاچڑاں (۴) مولانا سراج احمد مہتمم مدرسہ سراج العلوم خانپور (۵) مولانا محمد اکرم دارالعلوم صدیقہ شاہ جمالیہ (۶) مولانا حسن الدین ہاشمی جامعہ اسلامیہ بہاولپور (۷) مولانا خورشید احمد ظاہر پیر (۸) مختار احمد مدرسہ سراج العلوم خانپور۔

شاہ مغفور القادری

۱۳۲۶ھ سید سردار شاہ سادات بخاری بہاولپور کے گھر پیدا ہوئے ہیں۔ حفظ قرآن اور درس نظامی کی تکمیل کے بعد بھرچونڈی شریف کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے ہیں، اور کوئی بیس سال وہاں درس و تدریس سے منسلک رہے ہیں اور اسی دوران خانقاہ بھرچونڈی شریف کے شیخ ثالث حضرت عبدالرحمٰن کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر فیض حاصل کیا ہے۔ مدرسہ، خانقاہ، سیاست، شعر و شاعری اور تالیف و تصنیف میں رسوخ پیدا کیا ہے۔ اپریل ۱۹۷۰ء میں وفات پائی ہے اور مزار گڑھی اختیار خان میں ہے۔ شرافت نوشاہی نے جو تاریخ وفات کہی ہے بہت خوب ہے اس میں ان کی تمام صفات کو سمو کر رکھ دیا ہے

شرافت زتوگر پرسند سال
۱۳۹۰ھ
بگو ہادی عصر مستور شد

خواجہ گل محمد احمد پوری

خواجہ محمد عاقل کے مرید اور خلیفہ ہیں ان کی پیدائش اوزخ شریف میں ہوئی ہے ان کے والد حکیم اللہ یار فن طبابت میں مہارت تامہ رکھتے ہیں انہوں نے اپنے بیٹے گل محمد کو بھی طبابت کی تعلیم دی ہے اس ذہین طالب علم نے خاندانی علم کے ساتھ دوسرے علوم میں

Marfat.com

بھی دسترس حاصل کی ہے اور مٹھن کوٹ کے مدرسہ سے منسلک رہ کر خواجہ محمد عاقل کی ارادت میں داخل ہوئے اور ان سے فیض پایا ہے۔ خواجہ محمد عاقل کے دوسرے خلیفہ محمد اعظم شیدائی اور خواجہ گل محمد ہمعصر بزرگ اور دوست ہیں۔

نواب صادق محمد خاں ثالث نے ان کو اوچ سے بلا کر احمد پور شرقیہ میں سکونت گزیں ہونے کو کہا ہے، چنانچہ خواجہ موصوف نے احمد پور شرقیہ میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے اور اس کے ساتھ ایک لنگر جاری کیا ہے ان کی ایک تصنیف تکملہ سیر الاولیاء ہے جو حضرت سید محمد کرمانی کی تصنیف ہے۔ ان کی تاریخ ولادت ۱۱۴۹ھ، وفات ۱۲۴۳ھ ہے۔ ایک شعر ہے ؎

سنینش مہ تولد فیض رزاق ۱۱۴۹
وصالش وان نو منظور الٰہی ۱۲۴۳

مزار احمد پور شرقیہ میں ہے اور ۱۳۰۵ھ میں اس پر ایک خوبصورت مقبرہ تعمیر ہوا ہے۔

معروف کرخی ان کا خاندان معروف کرخی کی طرف منسوب ہے جو ایک آتش پرست والدین کے گھر پیدا ہوئے۔ بچپن میں حضرت علی رضا موسیٰ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ سنی العقیدہ تھے۔ امام رضا کے مکان پر شیعوں نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا اور ایک ہڈی توڑ کر رکھ دی جس سے موت واقع ہوئی ہے۔ تاریخ وفات ۲ محرم ۲۰۰ھ ہے معروف کرخی خانوادہ کرخیہ کے بانی ہیں۔ سری سقطی خواجہ معروف کرخی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

Marfat.com

شیخ ظہیرالدین ان کے مورثِ اعلیٰ شاہجہان بادشاہ کے عہدِ حکومت میں ملتان آئے ہیں اور شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔ ان کے ایک فرزند شیخ بدرالدین بخارا کے بادشاہ عبدالعزیز کے مرشد اور اُستاد ہیں۔ دُوسرے فرزند شیخ رحم علی ملتان میں پیدا ہوئے ہیں۔ شیخ بدرالدین کے بیٹے کریم داد اپنے والد کی وفات کے بعد اورنگ زیب بادشاہ کے عہد میں اپنے دادا شیخ ظہیرالدین کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے مُلتان آئے اور اورنگ زیب بادشاہ سے دہلی جاکر ملے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے قدردانی کے طور پر ایک بیش قیمت جاگیر عطا فرمائی ہے۔ انہیں کی اولاد میں مولوی محمد بخش خواجہ گُل محمد کے دادا ہیں والد کا نام حکیم اللہ یار ہے۔

حافظ محمّد عبداللہ حافظ القرآن ہیں اور خواجہ محمّد عاقل کے خلیفہ ہیں۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے ہیں۔ صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں۔ احمد پور شرقیہ میں مزار ہے۔ ۲۸ ربیع الثانی کو عرس ہوتا ہے

حافظ لعل دین لاڑ تحصیل خانپور پکا لاڑان ایک قصبہ ہے۔ وہاں ان کا خاندان آباد ہے۔ صاحبِ وجد و حال بزرگ تھے۔ خواجہ محکم دین سیرانی کے حلقہ ارادت میں شریک ہُوئے ہیں ان کے صاحبزادہ نور محمّد بڑے متبحر عالم اور روحانی کمالات کے بزرگ ہیں اور یہ قاضی محمّد عاقل کے شاگرد اور مرید ہیں۔ آخر عمر میں مدینہ منورہ جاکر رہائش پذیر ہوئے ہیں اور ۲۵ ذوالحجہ ۱۲۷۵ھ میں وہاں ہی وفات پائی ہے اور ان کے صاحبزادہ محمد عبداللہ جامی ہیں علم و فضل میں ایک بلند پایہ رکھتے ہیں۔ صاحبِ تصنیف بزرگ ہیں۔ وفات ۱۰ شوال ۱۳۲۴ھ

Marfat.com

بہاولپور محلہ نواباں مسجد رحیم بخش میں مزار ہے جس جگہ وہ درس دیتے تھے۔ ان کے تین صاحبزادہ ہیں۔ مولانا محمد عاشق، مولانا محمد شاکر، مولانا محمد صادق؛ مولانا محمد شاکر اور مولانا محمد صادق بڑے عالم فاضل تھے۔ مولانا شاکر بہاولپور کالج میں پروفیسر رہے ہیں جب کہ مولانا مولوی محمد صادق جامعہ عباسیہ میں شیخ فقہ ہیں اور بعد میں ناظم الامور مذہبیہ منقرر ہوئے ہیں۔ بہاولپور قیام کے دوران درویش نے ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے مولانا محمد صادق درویش کے ساتھ اخبار "الامام" کی ادارت میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ کوئی آرٹیکل یا خبر ان کو سنائے بغیر شائع نہیں کی گئی۔ ان کی کوئی حصہ داری نہیں ہے۔ صرف درویش کی معاونت اور اردو عبارت کی تصحیح مقصود ہے؛ اس لحاظ سے مولانا درویش کی اردو تحریر کے استاد مہربان ہیں۔ تاریخ وفات یکم اکتوبر ۱۹۶۴ء ہے۔ قبرستان ملوک شاہ میں دفن ہوئے ہیں محمد عباس، نعمان، معاذ۔ ان کے تین صاحبزادے ہیں۔ تینوں جامعہ عباسیہ بہاولپور کے فارغ التحصیل علامہ ہیں۔

مولانا محمد عباس محکمہ امورِ مذہبیہ میں نائب ناظم رہے ہیں اور پھر ون یونٹ کے بعد محکمہ اوقاف میں چلے گئے ہیں۔ حافظ محمد نعمان پچھلے دنوں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے ۲ لڑکے حافظ عثمان اشرف، محمد صادق ارشد ہیں۔ تین لڑکیاں ہیں۔ بچوں کی والدہ مولانا محمد شاکر کی صاحبزادی ہے۔

علامہ محمد باقر: یہ مولانا شاکر کے صاحبزادہ ہیں۔

علامہ محمد معاذ نے والد کی مسند تعلیم و تدریس سنبھالی ہے اور کسی سرکاری مدرسہ میں استاد مقرر ہوئے ہیں۔ حافظ محمد نعمان درویش کے دوست تھے جب کہ محمد معاذ ہمارے چھوٹے بھائی حمید رضوانی کے دوست ہیں۔ علامہ محمد عباس درویش کے بزرگ

Marfat.com

دوست ہیں۔

مولانا عبید اللہ

جامعہ عباسیہ بہاولپور جن دنوں مولانا محمد صادق صاحب شیخ الفقہ ہیں۔ مولانا عبید اللہ شیخ الجامعہ تھے۔ دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ جہاں کہیں آنا جانا ہوتا ہے۔ اکٹھے جاتے ہیں تاآنکہ حج بیت اللہ پر اکٹھے گئے ہیں۔ مولانا عبید اللہ سفر کے بڑے اچھے ساتھی تھے۔ مجھے ان کے ساتھ ایک دفعہ کراچی جانے کا اتفاق ہوا ہم مخدوم زادہ سید حسن محمود وزیر اعلیٰ بہاولپور کی کوٹھی پر ٹھہرے۔ صبح ناشتہ کے بعد درویش نے کہا: "مجھے منوڑے جانا ہے"۔ مولانا نے فرمایا میں بھی ساتھ جاؤں گا جس جگہ سمندر میں کشتی پر سوار ہو کر آگے جانا تھا وہیں ٹھہر گئے ہیں اور فرمایا آپ جا کر گھوم پھر آئیں۔ جب میں واپس آیا تو حضرت قبلہ استاد جنگلے کو پکڑے وہیں کھڑے ہیں۔ یہاں میں چھوڑ گیا تھا۔ دوسرے دن درویش نے کہا۔ مجھے منگھو پیر جانا ہے کہا میں ساتھ چلوں گا۔ ایک جگہ رک گئے ہیں فرمایا یہ درزی میرا واقف ہے میں اس کی دکان پر بیٹھتا ہوں۔ آپ اطمینان سے گھوم پھر آئیں۔ واپسی پر وہیں بیٹھے ہیں۔ ساتھی کے حق اور اس کی خوشنودی کا خیال، حسن معاشرت کا پہلا اصول ہے۔ بہاولپور کے اس معاشرے نے درویش کو متاثر کیا ہے ان کے صاحبزادہ محمد آصف ایڈووکیٹ ہیں

مولانا رشید احمد نائب خطیب جامع مسجد بہاول پور

بہاولپور شہر میں ہی ہٹہ میں ۱۲ اگست 1921 کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا محمد رمضان فاضل دیوبند تھے اور دادا حافظ سراج احمد حافظ الحدیث تھے۔

یہ خاندان حافظ سراج احمد سے بہاول پور کے نائب قاضی کے عہدہ پر فائز رہا ہے۔

Marfat.com

مسجد مچھی ہٹہ ۱۱۸۰ھ میں تعمیر ہوئی تھی جبکہ شہر بہاولپور کی بنیاد ۱۱۶۲ھ بطابق ۱۷۴۸ء ہے۔ یہ خاندان اس مسجد کا امام وخطیب رہا ہے۔ راجپوت گرائے ہیں جو پشت ہا ئے پشت سے بہاولپور میں آباد ہیں۔

مولانا رشید احمد نے ۱۹۴۱ء میں جامعہ عباسیہ سے علامہ کی سند پائی ہے اور بطور استاد صادق ہائی سکول بہاولپور میں مئی ۱۹۴۲ء تقرر ہوا ہے۔ ۱۹۵۳ء سلیکشن گریڈ پایا ہے۔ ۳۷ سال ملازمت کے بعد ۱۹۷۹ء میں ریٹائرڈ ہو گئے ہیں۔

مولانا رشید احمد مسجد ہٹہ کے امام وخطیب ہیں۔ مولوی حیات محمد مرحوم اس مسجد کے واعظ تھے جو ان کے حقیقی پھوپھا تھے۔

جناب قاضی عظیم الدین جامع مسجد بہاولپور کے قاضی وخطیب ہیں اور مولانا رشید احمد نائب خطیب وقاضی ہیں۔ جمعہ اور عیدین کی خطابت ان کے ذمہ ہے۔

مولانا رشید احمد قرآن شریف اور حدیث مشکوٰۃ کا درس دیتے رہے ہیں ہر ایک کا دورہ ختم کر چکے ہیں۔ یہ لوگ بہاول پور شہر کی تہذیب وتمدن ہیں۔

خواجہ خدا بخش (خیرپور ٹامیوالی)

ان کا سلسلہ نسب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے ان کے جدِ اعلیٰ محمد بن قاسم کے حملہ سندھ کے وقت عرب سے آئے ہیں اور کچھ عرصہ سندھ میں قیام کرنے کے بعد ملتان رہائش اختیار کی ہے۔ سلطان محمود غزنوی کے ملتان پر حملہ کے وقت اس خاندان کے خواجہ حسن ملتانی نے ان کا ساتھ دیا ہے اور فوجی صلاحیت کے خوب جوہر دکھلائے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی نے اس شجاعت اور بہادری سے متاثر ہو کر ان کو ملتان کا گورنر مقرر کر دیا ہے بعد میں بھی ہر دورِ حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے

Marfat.com

ہیں! جب ناصر الدین قباچہ نے قطب الدین ایبک سے سرکشی کی اور ملتان و سندھ پر اپنا تسلط قائم کیا تو اس خاندان نے مزاحمت کی ہے اور اس کے پاداش میں جاگیر ضبط ہو گئی، اور پھر ان کو اس جگہ سے ترکِ سکونت کرنا پڑی۔ دُوسرے الفاظ میں حکومت نے جاگیر ضبط کر کے شہر بدر کر دیا ہے۔

ضلع ہزارہ تلنبہ میں یہ لوگ جا کر رہائش پذیر ہوئے ہیں۔ جہانگیر کے دورِ حکومت میں تلنبہ کا قلعہ اسی خاندان کے ایک بزرگ قاضی علاؤالدین کے سپرد رہا ہے، اور ان کو دس ہزاری کا منصب بھی حاصل تھا۔ یہ منصب شاہ عالم ثانی ۱۱۹۱ھ تک اس خاندان میں رہا ہے۔ مولوی عنایت اللہ اس سلسلہ کے آخری منصب دار ہیں۔

خواجہ عبدالخالق اویسی اور بلھے شاہ کا ۱۰۹۷ھ کے بعد تلنبہ جانا ثابت ہوتا ہے اور شیخ عبدالحکیم قادری سے انہوں نے رجُوع کیا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ خاندان سرکاری منصب داری کے ساتھ صاحبِ طریقت لوگ بھی تھے۔ خواجہ خدا بخش کی ولادت ۱۱۵۰ھ تلنبہ میں ہوئی ہے ان کے والد قاضی جان محمد ایک عالم باعمل صاحب زہد و تقویٰ بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کی شادی قوم منہاس میں ہوئی ہے اس بنا پر خدا بخش مادری نسبت سے قوم منہاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ تحصیل علم میں یہ دہلی گئے ہیں، اور مدرسہ رحیمیہ دہلی میں داخل ہو کر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے آگے زانوئے ادب طے کیے ہیں۔ تعلیم سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنی رہائش ملتان کے محلّہ کمہار پورہ میں رکھی ہے اور ایک مدرسہ اس جگہ قائم کیا ہے اور کوئی چالیس سال وہاں قرآن و حدیث کا درس دیا ہے اور حافظ جمال ملتانی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر فیض پایا ہے اور

Marfat.com

اپنے پیر و مرشد کے توسط سے خواجہ نور محمد مہاروی سے ملاقات ہوئی ہے اور پھر ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ قبلہ عالم مہاروی خود فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بڑا شیر اپنے جال میں پھنسایا ہے اور ان کا طرۂ امتیاز یہ رہا ہے کہ ہر آنے والے کو اُٹھ کر ملتے تھے دوران درس ایک ہندو کے آنے پر اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ بعد میں طالب علموں نے اعتراض کیا ہے کہ آپ ہندوؤں کا اس حد تک احترام کرتے ہیں ؟ فرمایا عادت کچھ ایسی ہوگئی ہے ؛ ملتان پر سکھوں کی یلغار کے موقعہ پر بہاولپور کا رُخ کیا ہے۔

اعلیٰحضرت نواب صادق محمد خاں

نے ان کو خوش آمدید کہا ہے اور خیر پور ٹامیوالی منتقل سکونت رکھنے پر ان کا اتنا وظیفہ مقرر کر دیا ہے جس سے ان کے لنگر وغیرہ کے اخراجات بھی پُورے ہو جاتے ہیں۔ ان کے قیام سے خیر پور کی رونق بہت بڑھ گئی ہے۔ ان کی تمام عمر درس و تدریس میں گزری ہے صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔

ماہ صفر ۱۲۵۰ھ وفات پائی ہے ان کی عمر کے بارے اعداد و شمار صحیح ہیں تو عمر پوری ایک صدی کو محیط ہے۔ ان کے ہاں ایک بچہ ہوا جو بچپن ہی میں فوت ہو گیا ہے ان کے بھائی کی اولاد سجادہ نشین ہے۔

حضرت ملا جیون

خیر پور ٹامیوالی — خواجہ نور محمد مہاروی کے ہمعصر بزرگ ہیں۔ جن کا مزار خیر پور کے عزب میں سرکاری بنگلہ کے قریب ہے۔ ان کی فوتگی کے موقعہ پر خواجہ محکم الدین سیرانی خواجہ سلیمان تونسوی اور خواجہ خدا بخش خیر پوری موجود تھے۔

Marfat.com

خواجہ عبداللہ جہانیاں

شیخو ابن ریلوے اسٹیشن اور ایک قصبہ ہے اس جگہ عبداللہ جہانیاں کا مزار ہے اور اس جگہ لعل شہباز کی خانقاہ بھی ہے اور یہ بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہمعصر بزرگ ہیں۔

خواجہ حافظ عبدالخالق اویسی (بخش خاں)

حافظ عبدالخالق بن حافظ محمد طاہر غالب تخمینہ کے مطابق ۱۰۹۰ھ موضع محب علی ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہ راجپوت کھرل قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ قوم لاہور، جھنگ، ساہیوال، کوٹ کمالیہ، ملتان، گوگیرہ اور بہاولپور میں آباد ہے۔ ان کی عمر کا اندازہ کوئی ۹۰ سال کیا گیا ہے اور سن وفات ۱۱۸۷ھ ہے۔

تاریخ بہاول پور

میں یہ واقعہ بڑی دل چسپی سے پڑھا جائے گا کہ جیتے جاگتے بزرگ اور فقیر جہاں سرزمین بہاولپور میں آئے ہیں اور کچھ ایسے فقیر بھی ہیں جو فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں، لیکن انہوں نے اس عالم فوتیگی میں بھی بہاولپور آ کر آرام و سکون پایا ہے اور امیران بہاولپور نے ان کو اس عالم میں بھی خوش آمدید کہا ہے۔ حافظ عبدالخالق کا مسکن و مولد موضع محب علی ہے جو پاکپٹن سے دس میل دریائے گھارا کے کنارے واقع ہے۔ حفظ قرآن کے بعد مزید تعلیم کے لیے لاہور، رام پور اور دہلی گئے ہیں۔ واپس آ کر گھر پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ہے اس دوران علم معرفت کا شوق دامن گیر ہوا۔ قصور بلھے شاہ، جو لاہور کے قیام میں ان کے ہمدرس تھے۔ مشاورت کے بعد ملتنیہ جا نکلے اور شیخ عبدالحکیم قادری سے رجوع کیا ہے ان کے ہمراہ عبدالخالق کے بھائی گل شیر علی ہیں۔ مراقبہ کے بعد انہوں نے گل شیر کو اپنا مرید کر لیا۔ بلھے شاہ کو کہا

Marfat.com

کہ تمہارا نصیبہ شاہ عنایت قادری سے وابستہ ہے ۔ شاہ عنایت قادری عہد عالمگیر
کے مشہور بزرگ ہیں جو حضرت شاہ محمد رضا قادری شکاری لاہوری کے خلفاء میں سے ہیں
ان کا مزار لاہور میں کوئنز روڈ پر واقع ہے ۔

حافظ عبدالخالق کو بتایا آپ کا نصیبہ ایک ایسے شخص کے پاس ہے جو عالم جاودا
ہیں رونق افروز ہیں اپنے گھر بیٹھ کر مشغول عبادت رہو ۔ اور درود مستغاث کا ورد کر
وہ بزرگ خود آپ کو گھر آکر ڈھونڈ لیں گے ۔ چنانچہ ایک دن دوران ورد ایک بزرگ تشریف
لائے انہوں نے اپنا نام اویس بن عامر بتایا ہے اور کہا میں آپ کو حق تعالیٰ سے ملوانے
پر مامور ہوا ہوں ، چنانچہ عبدالخالق کو بیعت کا شرف بخشا اور کچھ اذکار و افکار کی تلقین فرمائی
اور نظروں سے غائب ہو گئے ہیں ۔ اسی روایت میں کہا گیا ہے آپ اس سے ازخود رفتہ
ہو گئے ہیں اور یہ حالت سکر کوئی تین دن تک قائم رہی ہے (اولیائے بہاول پور
بحوالہ سوانح عمری عبدالخالق)

یہ بڑے بلند پایہ بزرگ ہوئے ہیں ۔ ۲۶ ذوالحجہ ۱۱۸۰ھ وفات پائی ہے اور اپنے
آبائی گاؤں شجاعت علی میں دفن ہوئے میں دریا کی طغیانی نے گاؤں کا رخ کیا ہے ۔
جسد خاکی وہاں سے نکال کر دوبارہ تحصیل میلسی ایک بستی بڈھی میں دفن کیا ہے اور پھر
وہاں سے نکال کر بخشن خان کے مقام پر جو چشتیاں اور حاصل پور کے درمیان ایک ریلوے
اسٹیشن ہے ۔ اس سے کوئی تین میل جانب شمال دفن ہوئے ہیں ۔

نواب محمد بہاول خان ثالث

کے زمانہ میں ان کے وزیر میاں محمد یعقوب نے خانقاہ تعمیر کرائی ہے ۔ خانقاہ کے ساتھ
جو مجلس خانہ ہے ۔ اس کے مصارف نواب موصوف نے برداشت کیے ہیں اور مجلس خانہ

Marfat.com

کے ساتھ ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر ہے۔ اس خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین خواجہ محمد صالح ہیں ریاست میں ایسی خانوادہ کے یہ پہلے بزرگ ہیں۔ خواجہ محکم الدین سیرانی ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔

خواجہ محکم دین سیرانی

تاریخ ولادت ۱۱۳۵ھ وفات ۱۱۹۷ھ عمر ۶۲ سال ہے۔

انہیں صاحب السیر اور سیرانی بادشاہ کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے چچا زاد بھائی خواجہ عبدالخالق کے مرید ہیں اور ان سے فیض پایا ہے۔ سیر و سیاحت بھی جی بھر کی ہے۔ شادی نہیں کی۔ اولاد کا کوئی جھگڑا پیدا نہیں ہوا۔ سیر و سیاحت کی وجہ سے لباس ہندوستانی اور زبان اردو بن گئی تھی آپ ہمیشہ اردو بولتے اگر کوئی دوسری زبان میں بات کرتا ہے تو یہ اردو میں جواب دیتے ہیں۔ کئی دفعہ حج بیت اللہ پر گئے ہیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں حافظ نور محمد مہاروی کے ساتھ لاہور ہمدرس بھی رہے ہیں۔ البتہ ان کی عمر ان سے کچھ زیادہ تھی کوئی پانچ سات سال! اس لحاظ سے ان کا سن پیدائش ۱۱۳۵ھ قرار دیا جاتا ہے کیونکہ حافظ نور محمد کی پیدائش ۱۱۴۲ھ ہے۔ سفر میں یہ مٹی کا کوزہ، رسی مصلیٰ مسواک، سرمہ، کنگھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

گھوڑ سوار فقیر ایک دفعہ سیرانی صاحب شہر فرید کے پاس ریت کے ایک ٹیلہ پر نماز پڑ رہے ہیں۔ ایک آدمی کا وہاں گزر ہوا اور انہیں دیکھ کر کہا یہ بھی تو فقیر ہیں مصلیٰ کوزہ ہمراہ ہے وضو کے لیے کسی سے پانی مانگنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اور ایک وہ فقیر ہیں کہ لوگ ان کے ساتھیوں کے گھوڑوں کو باندھتے باندھتے تنگ آ گئے

Marfat.com

ہیں۔ اس سے مراد ان کی خواجہ نور محمد مہاروی ہیں۔ ایک وہ دن تھے لاہور میں ر
مانگنے کے لیے گھر سے نکلتے ہیں۔ قدم پھسل پڑے ہیں۔ محکم دین ساتھ تھے آج
دن ہیں کہ ساتھ چلنے والے درویش اور فقیر بھی گھوڑ سوار ہیں۔

حافظ نور محمد مہاروی ذکر کرتے ہیں۔ ہم گھوڑوں پر سوار آ رہے ہیں۔ محکم دی
کہیں جا رہے ہیں۔ ہم نے اپنا گھوڑا ان کو دیا اور خود کسی دوسرے ساتھی کے ساتھ
بیٹھے۔ محکم دین بیان کرتے ہیں۔ اس دن کے بعد پھر مجھے پیدل چلنے کا اتفاق نہ
درآں حالیکہ وہ گھوڑا ان کو واپس لوٹا دیا ہے۔

اولیائے بہاولپور

میں ہے "ایک دفعہ خواجہ محکم دین شہر فرید میں ایک
پر نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ کا ارادہ حضرت قبلہ
سے ملاقات کا تھا۔ جو وہاں سے قریب ہی ایک بستی میں تشریف فرما تھے۔ اس بستی
رہنے والا ایک شخص وہاں سے گزرا اور حضرت کو نماز میں مشغول دیکھا تو از راہ تعر
کہنے لگا کہ یہ بھی تو فقیر ہیں مصلی کوزہ ہمراہ ہے۔ وضو کے لیے کسی سے پانی مانگنے کی بھ
ضرورت نہیں ہے اور ایک وہ فقیر ہیں کہ لوگ ان کے ساتھیوں کے گھوڑوں کو باند
باندھتے تنگ آ گئے ہیں۔ آپ نے یہ گلہ سنا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور ساتھیوں
کہا کہ جلدی کرو اس بستی سے نکل چلو یہاں ابھی ایک آدمی نے ایک فقیر کا گلہ کیا
اس بستی کی خیر نہیں ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ جونہی آپ وہاں سے رخصت ہوئے
اس بستی میں آگ لگ گئی" درویش کے نزدیک فقیر کی یہ صحیح تصویر کشی نہیں ہے
اور پھر یہ گلہ نہیں ایک مزاح ہے۔ نیز کوئی بادشاہ ایک آدمی کے گلہ شکوہ کی بناء پر پور
بستی کو نذر آتش کر دینے کا حکم دیتا ہے؟

Marfat.com

لطائف سیریہ کے حوالہ سے شہاب لکھتے ہیں: ایک دفعہ آپ ایک کنوئیں پر
وضو فرما رہے ہیں اور وضو کا پانی ہاتھ سے اچھالتے جاتے ہیں۔ کنوئیں کے مالک کو یہ حرکت
بری لگی اس نے غصہ میں آکر ایک لٹھ ان کے سر پر دے ماری! سر پھٹا، خون بہہ نکلا
چہرہ اور کپڑے خون سے رنگین ہو گئے ہیں۔ جذب و مستی کا عالم طاری ہوا۔ فرمایا تو نے
مجھے رنگا ہے آ میں تجھے رنگ دوں۔ اس کی دُنیا بدل گئی ہے۔

مجاہدہ و ریاضت

فقراء کی ایک کٹھن منزل ہے خواجہ عبدالخالق اپنے مرید
اور چچا زاد بھائی محکم دین کو کہتے ہیں۔ تمہارا کچھ نصیبہ
ان بزرگ کے پاس ہے وہاں جا کر حاصل کرو، چنانچہ حسب ارشاد بر روضہ مطہرہ شیخ
ولی رحمۃ معتکف شد تا چہل روز بے خورد و خواب درانجا بحالت صوم لعبادت حق
را بند (خزینۃ الاصفیاء)

جب خلوت سے باہر آئے تو قریب کی ایک بیری سے بیر لے کر روزہ افطار
کرنے کا خیال آیا۔ اسی وقت ایک سفید ریش بزرگ سفید لباس میں ظاہر ہوئے اور چند
بیر دے کر رخصت کر دیا۔ جب واپس آکر اپنے مرشد عبدالخالق کے سامنے روئداد
سفر بیان کی تو انہوں نے فرمایا وہ خضر علیہ السلام تھے۔ تمہارا دل میوہ کو چاہتا تھا
اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خضر علیہ السلام کو مامور کیا گیا کہ وہ سدرۃ المنتہٰی سے بیر
لے کر آپ کے پیش کریں۔

لطائف سیریہ میں ہے: "در مجلس آں حضرت سوا امر بالمعروف و نہی عن المنکر
کسے از سخن ہائے دیگر شنیدہ باشد" ان کی مجلس میں قرآن و سُنّت کے علاوہ کوئی بات
نہ ہوتی تھی۔ ان کی خانقاہ ریلوے اسٹیشن سمہ سٹہ سے جنوب کی طرف کوئی ڈیڑھ میل کے

Marfat.com

فاصلہ پر ہے۔ بہاولپور سے دس میل لب سڑک ہے جو ڈیرہ نواب کو جاتی ہے۔

دیوان چاولی مشائخ

رائے چاؤ راجہ جہپال کا لڑکا ہے۔ راجہ جہپال ملتان اور اس کے مضافات کا ایک ہندو راجہ ہے۔ اسلامی لشکر کو پہلے پہل اس راجہ سے نبرد آزما ہونا پڑا ہے۔ حکومت اس کی تاراج ہوئی لیکن نوعمر لڑکا رائے چاؤ مسلمان ہوگیا اور فقیری اختیار کرکے روحانی تعلیم پائی اور مرتبۂ کمال کو پہنچا۔ اس کی وفات ۱۳۱ھ بتائی جاتی ہے۔ مزار بوریوالا ملتان سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے یہ جگہ دیوان چاولی کے نام سے مشہور ہے۔

ابوالعرفان حکیم عبدالرشید

ریلوے اسٹیشن قائم پور میں ایک خانقاہ بدر دیوار کے نام سے مشہور ہے جس کی سجادگی کا سلسلہ قائم پور میں چلا آتا ہے اس جگہ صوفی شیخ چاولی کی اولاد میں سے بعض بزرگوں کے مزارات ہیں۔

مشہور شاہی حکیم عبدالرشید جو ملتانی دروازہ بہاولپور صاحب مطب حکیم تھے۔ا[ن] خاندان چاولی سے تعلق رکھتے ہیں حکیم صاحب بڑے اجل حکیم اور بزرگ آدمی تھے وہ کوئی ورد ہر جمعرات کو قریبی مسجد میں پڑھتے رہے ہیں۔ درویش بھی ایک دفعہ اس میں شریک ہوا۔ انہوں نے بہاولپور ماڈل ٹاؤن اے میں ایک مسجد بڑی عالیشان تعمیر کرائی ہے جو ایک پرانے قبرستان کی جگہ ہے۔ اب اس جگہ ان کا مزار ہے۔ مسجد کے ساتھ لڑکوں کے پڑھنے کا ایک مدرسہ ہے جہاں درویش رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ مدرسہ البنات بھی قائم کیا گیا ہے اس میں لڑکیوں کو حفظ قرآن کے ساتھ اسلامی تعلیم دی جاتی ہے کھرڑپکا کی ایک حافظہ قاری لڑکی اس مدرسہ کی نگران ہے۔ اس کی ایک انتظامیہ ہے جو

Marfat.com

جامع مسجد بہاولپور کے خطیب قاضی عظیم الدین کی زیرِ سرپرستی کام کرتی ہے۔

مرزا محمد عبداللہ بیگ ریٹائرڈ کنٹرولر گورنمنٹ پریس بہاولپور اس کے رُکن ہیں ورماڈل ٹاؤن اے کے دُوسرے ہمسایہ ان کے معاون کار ہیں۔ مرزا محمد عبداللہ کی رہائش بھی اس مسجد سے قریب ہے۔

حافظ غلام حسن بھٹی

چیلاواہن بہاولپور سے بہاولنگر جانے والی ریلوے لائن پر خیرپور ٹامیوالی کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ ان کا خاندان ملتان کی بستی کھائی سے ترک سکونت کر کے چیلاواہن آیا ہے۔ اس قصبہ کی تمام تر آبادی حافظ صاحبان کی ہے جب درویش جامعہ عباسیہ بہاولپور ۱۹۴۰ء میں پڑھتے تھے تو چیلاواہن کے تین اُستاد تھے۔ حافظ محمد امین حافظ محمد امیر حافظ محمد نصیر الدین! درویش کے دو ہم سبق معین الدین اور عبدالغفور دونوں حافظ ہیں۔ میرے ان دوستوں نے بتایا ہماری منگیتر بھی حافظہ ہیں۔

ریاست بہاولپور میں قصبہ چیلاواہن کو آبادی کے تناسب سے حفظ قرآن میں فوقیت حاصل ہے اس اعتبار سے کوئی دُوسرا قصبہ ان کے ہم پلہ نہیں ہے۔

حافظ غلام حسن نے پہلے قرآن حفظ کیا اور پھر تکمیل علوم کر کے مرشد کی تلاش میں نکلے اور خواجہ محکم دین کی تحریک پر خواجہ نور محمد مہاروی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر ان سے جُدا نہیں ہُوئے۔ ۹ ذی القعدہ ۱۲۴۰ھ وفات پائی ہے اور قبلہ عالم کے مزار کے جنوب میں چشتیاں میں دفن ہُوئے ہیں۔ ان کو خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد قبلہ عالم نور محمد مہاروی جلدی فوت ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

سید محمد شاہ رنگیلے

حاصل پور منڈی ریلوے لائن کے جنوب میں ریت کے ٹیلہ پر ایک سفید قبہ خانقاہ ہے جو ٹرین سے نظر آتی ہے۔ یہ صاحب فیض اور باکمال بزرگ ہوئے ہیں لوگوں کو ان سے خاص عقیدت ہے۔ ان کا عرس ۱۸ جون کو ہوتا ہے۔

سید حسن غریب شاہ بخاریؒ

خیرپور کے شرقی جانب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ان کا مزار ہے۔ یہ بڑے عابد زاہد اور صاحب تصرف بزرگ تھے ان کے ایک صاحبزادہ سید نور شاہ بخاری ہیں جن کا مزار بہاولپور میں ہے اور مزار کے نام پر قبرستان نور شاہ بخاری مشہور ہوگیا ہے۔ ایک دوسرے بزرگ سید ہاشم ہیں جو امیر کبیر سید علی ہمدانی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت لعل سوہارا

بہاولپور سے بہاولنگر جانے والی ریلوے لائن پر ایک اسٹیشن ہے جس کا نام لعل سوہارا ہے۔ لعل سوہارا نامی ایک بزرگ اس جگہ دفن ہیں اور ان کے مزار پر ہر سال عرس ہوتا ہے۔ شہاب صاحب نے "ذکر کرام" کے حوالہ سے کہا ہے کہ لعل سوہارا شیخ حاکم مؤمبارک کے عزیزوں سے ہیں

حضرت میاں محمد پناہ

حاصل پور منڈی سے چشتیاں جانے والی ریلوے لائن پر پہلا اسٹیشن خانقاہ محمد پناہ ہے۔ یہ خواجہ نور محمد مہاروی قبلۂ عالم کے ہمعصر بزرگ ہیں اور قوم ٹوانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاریخ وفات ۷ محرم ۱۲۰۱ھ۔

اولیائے بہاولپور کے حاشیہ میں درج ہے۔ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ اس علاقے کے با اثر زمیندار ہیں۔ رؤسائے لڈن کو ان سے بے حد عقیدت ہے۔ رئیس

Marfat.com

غلام محمد خان دولتانہ نے بیس ہزار روپے کی لاگت سے ان کی خانقاہ، مجلس خانہ اور مسجد تعمیر کرائی تھی۔

حضرت شوق الہٰی

بختن خان ریلوے اسٹیشن کے قریب ماڑی شوق شاہ میں ان کی خانقاہ ہے۔ اور یہ بزرگ حضرت جمال شاہ قادری ملتانی کے مرید ہیں۔ اس علاقہ میں دوسری خانقاہ حافظ عبدالخالق کی ہے جس کا ذکر دوسری جگہ آ گیا ہے۔

شیخ بدرالدین چشتیؒ

شہر فرید چشتیاں کے مضافات میں ایک قصبہ ہے اس کی بنیاد شیخ بدرالدین نے رکھی ہے اور اس جگہ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ فرید مسعود گنج شکر کی اولاد میں سے ہیں تاریخ وفات ۲۱ ذوالحجہ ۱۰۱۷ھ ہے۔

۱۹۴۰ء میں درویش نے شہر فرید جا کر مولانا الہٰی بخش سے صرف کی کتاب فصول اکبری گرما کی تعطیلات میں پڑھی تھی ان دنوں الہٰی بخش بہاولپور علامہ کے درجے میں پڑھتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں ہی وہ ایک خوش اخلاق آدمی تھے۔

رسول سر

چشتیاں کے مضافات میں ایک مقام رسول سر ہے۔ شیخ رکن الدین چشتی، شیخ فتح دیوان، شیخ امام دین، سید کمال شاہ اور حضرت شیخ چاکر ایسے بزرگوں کی آرام گاہ ہے۔

بڑے شاہ

چشتیاں کے مضافات میں ایک موضع خیمے ہے وہاں ان کی آخری آرام گاہ ہے۔

Marfat.com

تخت محل
چشتیاں سے بہاولنگر جانے والی ریلوے لائن پر ریلوے اسٹیشن ہے
اس کے شمالی جانب ایک بستی کا نام مائی دی مومن آباد ہے۔ وہاں
ایک بزرگ خاتون محوِ خواب ہیں اور اس جگہ دُوسرے بزرگوں کے مزارات بھی موجود ہیں

عبدالہادی سید رسول
بہاولنگر سے تیرہ میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی
طرف فورڈ واہ کے کنارے ایک مقام ہے جس گ
ان کا مزار ہے۔ دُوسرے بزرگ حضرت قلندر شاہ ہیں ان کی اولاد نُوریہ قلندر شاہ اور فتح گ
میں رہائش رکھتی ہے علاقہ خوشحال ہے۔ سید محمد رفیق شاہ ممبر قومی اسمبلی بہاولنگر اس خاند
سے تعلق رکھتے ہیں۔

بزرگانِ چشت
چشتیاں کے مضافات کا جو ذکر اُوپر گزرا ہے وہ ریلوے لائن ک
شمالی حصہ ہے۔ ہم نے ان مزارات اور قبرستان پر ایک نظر ڈا
ہے جن کا ذکر تذکرہ نگاروں نے کیا ہے یعنی ہم نے ان کے سلسلہ کو آگے چلایا ہے۔ چشتیاں
کا جنوبی حصہ نو آبادی ہے چونکہ ہم آباد کار ہیں۔ ایک نظر اس طرف بھی ڈالتے ہیں۔

قاری محمودالحسن

منڈی چشتیاں جامع مسجد کے امام وخطیب ہیں۔ حافظ قاری اور عالم آدمی تھے۔
ان کے صاحبزادگان غالباً سب کے سب حافظ القرآن اور قاری ہیں ہم ان کے بڑے
صاحبزادہ حافظ محمد ابراہیم کو جانتے ہیں۔ وہ بھی حافظ، قاری اور عالم فاضل تھے۔ پچھلے
دنوں حافظ محمد ابراہیم کے ایک صاحبزادہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا دادا اور
والد دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" وہ صاحبزادہ اپنے

Marfat.com

دادا کے قائم کردہ مدرسہ میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

قاری محمود الحسن

چشتیاں ۱۹ دسمبر ۱۹۴۵ء "تنظیم آئمہ مساجد" کے بارے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو کتاب میں دُوسری جگہ درج ہے۔ مَیں اس وقت ان سے علمی استفادہ کی بات کرتا ہُوں۔ چونکہ وہ قاری ہیں۔ انہوں نے ایک کتابچہ تجوید القرآن لکھا ہے جو درویش کو تحفۃً دیا ہے گو وہ اب حاضر نہیں اس کی یاد موجود ہے۔ اس میں قاعدہ "یَرْمَلُوْنَ" درج تھا اس سے درویش کو یہ معلوم ہو گیا ہے پہلے حرف پر شد کیوں آتی ہے۔ اور مَن یَّقُوْلُ وَمِنْ لَّدُنْکَ کا فرق کیا ہے۔ دوسرے مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ — اور اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ کو کیسے پڑھنا ہے۔ یہ صرف و نحو کا مسئلہ نہیں ہے۔

خانقاہ مجلس خانہ

اور اس کے ساتھ مسجد کی تعمیر! یہ ایک خوش کن خیال ضرور ہے لیکن فقر و ولایت میں حرفِ آخر نہیں ہے۔ ہم نے اپنے دَور کے فقراء کو بھی خوش آمدید کہنا ہے۔ ہمارے نزدیک ولی اللہ کی تعریف میں ایک بزرگ کا یہ قول کافی ہے۔

اَلْوَلِیُّ هُوَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ بِحَیْثُ مَا یُمْکِنُ الْمُوَاظِبُ عَلٰی طَاعَتِهٖ وَالْمُجْتَنِبُ مِنَ الْمَعَاصِی وَالْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاکِ فِی اللَّذَّاتِ وَالشَّهْوَاتِ (مفاتیح الاعجاز)

ولی وہ ہے جو اللہ کی ذات اور صفات کی پہچان رکھتا ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں حتی الامکان کوشاں ہے۔ ارتکاب گناہ سے بچتا ہے اور لذت و شہوت سے اعراض کرنے والا ہے۔

Marfat.com

ایک شخص نے قرآن حفظ کیا ہے۔ قرأت سیکھی ہے علم شریعت پڑھا ہے ۔
مسجد کی امامت وخطابت کے ذریعہ عمل کرکے دکھایا ہے اور نیک نامی حاصل کی ہے بچوں
کو دین کی تعلیم دی ہے اور رفاہ عامہ میں دینی مدرسہ جاری کیا ہے ۔ درویش اس کو ولی
کہتا ہے ۔ اس کا حق ہے جو درویش نے ادا کیا ہے ۔

رانا عبدالعزیز

جو مستقبل کے خواجہ عبدالعزیز ہیں ۔ چشتیاں منڈی ٹیلیفون ایکس چینج
میں کام کرتے ہیں ۔ رحیم یار خاں چک $\frac{۱۳۶}{پی}$ میں ان کے
والد بزرگوار رانا عبدالحمید کا ایک مربعہ سے زیادہ رقبہ ہے وہ انسپکٹر آف ڈاکخانہ جات کے
عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے ہیں ۔ بزرگ آدمی تھے ۔ رانا عبدالعزیز نے چشتیاں پلاٹ خرید
کر مکان تیار کرایا ہے صاحب اولاد آدمی ہیں ۔ بچوں کی شادی سے پہلے چھوٹی عمر
میں حج بیت اللہ شریف سے فراغت حاصل کرچکے ہیں ۔ باپ بھی بزرگ تھے ۔
خسر گرامی فقیر ملا ۔ چشتیاں کی رہائش بزرگوں کا ماحول ۔ عزیز نے جی بھر کر
استفادہ کیا ہے ۔ گرمی کے موسم میں منڈی چشتیاں شریف جاکر جمعہ پڑھتے ہیں ۔ درویش
نے ان کے نماز روزہ کو دیکھ کر کہا اس عمر میں فقیری کی کیوں سوجھ رہی ہے ہو یار ؟ میاں
عزیز مسکرا دیے ہیں اور کچھ نہیں کہا ہے ۔ چشتیاں کی زمین راجپوتوں کو فقیر بنانے
میں زرخیز ہے ۔

Marfat.com

مولانا فضل محمدؒ مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی

فقیر والی ضلع بہاولنگر میں ایک سب تحصیل ہے بہاولنگر سے ایک ریلوے لائن فورٹ عباس کو جاتی ہے۔ ہارون آباد منڈی سے آگے ایک ریلوے اسٹیشن فقیر والی ہے۔ اس مقام پر مولانا فضل محمد نے ایک دینی درس گاہ قائم کی ہے۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اس علاقہ میں ریلوے اسٹیشنوں پر پانی کی ٹینکیاں ہوتی تھیں اور اس وقت قرب وجوار میں کوئی دوسرا مدرسہ نہ تھا۔ ان دنوں ریاست میں مذہب کوئی سیاسی دکان نہ تھی چشتیاں سے فقیر والی تک ایک ہی قسم کے خدا کو لوگ مانتے تھے۔ انہوں نے باہر سے چیدہ چیدہ علماء و مقررین بلا کر تبلیغ اسلام میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، عبدالرحمن میانی اور حضرت قبلہ مولانا احمد علی لاہوری کے ارشادات اس علاقہ میں سنے گئے ہیں۔

مدرسہ میں طلبہ کی کافی تعداد رہی ہے جن کے خورد و نوش کی ذمہ داری مدرسہ نے اٹھائی ہے۔ مولانا فضل محمد نے بڑی محنت شاقہ سے مدرسہ کی آبیاری کی ہے۔ ہم نے ان کو ایک با اخلاق بزرگ کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ ان کی لائبریری میں تفسیر ماجدی کی پہلی جلد ہے۔ درویش کو پسند آئی ہے۔ درویش نے باخذ قیمت دینے کی استدعا کی ہے۔ مولانا کے کانوں تک یہ آواز پہنچی، فرمایا بازار میں دستیاب ہے ہم اور منگوالیں گے۔" درویش کی استدعا پوری کر دی گئی ہے۔ مولانا فضل محمد جاگیر دار ہیں نہ رئیس! مدرسہ کھلے میدان میں ویران جگہ ہے ان حالات میں اس کا قیام اور اس کی نشوونما، دین کے لیے ایک بڑی ریاضت اور مجاہدہ ہے۔

Marfat.com

حافظ بشیر احمد اعوان

فقیروالی کے گردونواح میں ایک چک $\frac{۱۲۶}{۶\text{-آر-ایچ}}$ ہے ملک محمد جلال خان اعوان زمیندار ہیں۔ انہوں نے اپنے لڑکے کو فقیروالی قاسم العلوم مولانا فضل محمد کے مدرسہ میں داخل کرایا ہے۔ ہونہار بچہ نے حفظِ قرآن کے بعد اسی مدرسہ سے سند فراغت حاصل کی ہے اور مولانا فضل محمد کی چاک و چوبند سرگرمیوں کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے اور علومِ ظاہرہ کے ساتھ دینی فکر کو مستحکم بنانے میں تربیت پائی ہے اور استاد و مرشد کی مطابعت میں، لیاقت پور کے ویرانہ میں ایک مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ لیاقت پور جوں جوں ترقی کر رہا ہے ان کی مسجد اور مدرسہ میں رونق او زیادہ ہو رہی ہے۔ طلبا اور طالبات کی ایک خاصی تعداد اس سے استفادہ کرتی ہے، اور مروجہ تعلیم کا اہتمام بھی ساتھ ساتھ ہے۔ بیرونی طلبا کی رہائش کا بھی بندوبست ہے۔

اپنے اکلوتے بیٹے کو قرآنِ پاک حفظ کرایا ہے، اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرادیا ہے۔ وہ ایڈووکیٹ بن کر وہاں سے آئے ہیں اسطرح انہوں نے اپنی اولاد کو رزق کے معاملہ میں خودکفیل بنایا ہے۔ کسب معاش میں ا انہوں نے زمیندارانہ روایات کو بھی قائم رکھا ہے۔ آبادی کے چک میں رقبہ خرید کر باغ وغیرہ لگا رہے ہیں

مولانا غلام قادر

خیرپور ٹامیوالی کے ایک زندہ بزرگ ہیں۔ عالم فاضل آدمی ہیں اور ایک مدرسہ کے مہتمم بھی ہیں۔ مولانا جمیل الدین جن دنوں ڈپٹی انسپکٹر مدارس عربیہ تھے۔ مولانا غلام قادر اسسٹنٹ ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ہم ان دنوں سے ان سے متعارف ہیں۔ پچھلے دنوں سید شبیر بخاری نظامت تعلیم میں ڈائریکٹر بن کر بہاولپور آئے ہیں۔ انہوں نے ان کو ڈپٹی انسپکٹر مدارس عربیہ کا

Marfat.com

عہدہ دے ڈالا ہے۔ حکومت کا ان پر دوبارہ نظر انتخاب ڈالنا ان کی دیانت داری اور صلاحیت کار پر علامت ہے۔ ان کی شریفانہ گفتگو کے ہم بھی قائل ہیں۔ ان کو زندہ فقیروں میں داخل کر لینا حسن کارکردگی میں دوسروں کی حوصلہ افزائی ہے۔ ہمارے بعد جو آدمی ان کی فقیری میں تحقیق کرے گا۔ بزرگی کے احوال و آثار میں معلومات کا ایک وافر ذخیرہ پائے گا۔

سیّد غلام شبّیر بُخاری

شیخ مظہر حسین ریٹائرڈ اے سی لیاقت پور ان کے خاندان کو بخوبی جانتے ہیں انہوں نے ایک موقعہ پر درویش کو بتایا یہ اپنے خاندان کے واحد سنی نوجوان ہیں۔ ان کا نام بھی اس پر ایک دلالت ہے۔ ایک وہابی دیوبندی بننے کے لیے تیار نہیں ہے نہ دیوبندی بریلوی! مذہبی خیالات میں ان کی یہ تبدیلی ان کے نور ایمان پر ایک دلیل ہے۔

۱۹۷۸ء —— بہاولپور ڈائریکٹر تعلیم ہیں۔ درویش کو دیکھتے ہی اُٹھے اور اپنے ریٹائرنگ روم میں لے جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ دکھ بھرے انداز میں کہا: درویش صاحب! "شیعہ سُنی جھگڑے میں صحابہ کرام کے اندازِ فکر سے بحث تھی۔ دیوبندیت اور بریلویت میں رسول اللہ کی ذات اور ان کے اختیارات موضوع بحث ہیں۔ یہ اپنے فتنہ کے اعتبار سے اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے مجھے محکمہ اوقاف میں کام کرنے کا موقعہ ملا ہے، میں اس سے خوش نہیں، دکھ لے کر نکلا ہوں"۔ درویش کے سامنے یہ نکتہ اُٹھانا جہاں درویش کی غیر متنازعہ شخصیت کا اعتراف ہے وہاں ان کے احساسات کا بھی پوری طرح پتہ چلتا ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد غلام میران شاہ
مخدُوم الملک جمال والی صادق آباد

مخدُوم صاحب اوچ شریف کے گیلانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مخدوم شمس الدین ابن سیّد عبدالقادر ثالث کی اولاد میں سے ہیں، جن کا شجرہ نسب سیّد عبدالقادر جیلانی غوث اعظمؒ سے ملتا ہے۔ شہاب صاحب کہتے ہیں۔ اس خاندان کے ایک بزرگ سیّد محمد زمان کلان تھے۔ ان کی اولاد جمال دین والی آباد ہوئی ہے۔ مخدوم الملک کے والد سیّد شرف الدین ابن سیّد جیون شاہ رابع ابن سیّد اشرف الدین ہیں۔ ان تینوں بزرگوں کے مزارات جمال دین والی میں ہیں۔

کہتے ہیں کہ مزارات پر کبوتر ضرور رہتے ہیں لیکن وہاں بیٹ وغیرہ نہیں دیکھی گئی۔ بہاولپور ۱۹۴۷ء کے بعد اعلحضرت امیر آف بہاولپور سر صادق محمد خان خامس نے مخدوم الملک کو اپنی ریاست میں وزیر مہاجرین بنایا تھا تو انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو بڑی خوش اسلوبی سے سر انجام دیا تھا اور وزیر کی تنخواہ نہیں لی تھی۔ اس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ امیران بہاولپور اپنے علاقہ کے بزرگان سے حسن عقیدت رکھتے تھے اور یہ ان کی حکومت میں دخیل کار تھے! اور حکومت کا مزاج ان اجزاء سے مرکب تھا۔

Marfat.com

مخدوم الملک کے صاحبزادہ ــــ مخدوم زادہ سیّد حسن محمود ۴۹، ۵۰ء میں وزیرِ مال تھے اور جب ریاست میں عام انتخابات عمل میں آئے تو وہ ریاست کے پہلے وزیرِ اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ان کے عہد کی بہت بڑی یادگار ریاست کی عمارت جدیدہ ہیں۔ ریاست کا علمی سرمایہ فخر بہاولپور میں عربی یونیورسٹی جامعہ عباسیہ تھا اس کے لیے شہر سے باہر ایک عالیشان عمارت تعمیر کرائی جو تعلیمی درس گاہ کے علاوہ رہائشی ضروریات کو پورا کرتی تھی۔ آج اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے نام سے معروف ہے یہ دراصل عباسیہ یونیورسٹی بہاولپور کہلانے کی زیادہ مستحق ہے۔

اسی طرح دوسرے شہروں میں کالج اور دیگر عمارات ان کی وزارت کے نشانات باقیات ہیں۔ ان میں بہاولپور کا ڈرنگ اسٹیڈیم، پبلک صادق اسکول، سرکاری ریسٹ ہاؤس بڑی منفرد عمارات ہیں اور مخدوم زادہ وزارت کی بہترین یادگار اور اس نیک نامی میں مخدوم الملک برابر کے شریک ہیں۔

بہاول پور مسلم لیگ شہاب صاحب کا فرمودہ ہے کہ "بہاولپور مسلم لیگ کی تنظیم میں مخدوم الملک اور ان کے صاحبزادہ حسن محمود کو اس لیے حصہ دار بنایا گیا تھا کہ اس تنظیم کے لیے سرمایہ کی سخت ضرورت تھی"۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے بڑی فیاضی سے بہاول پور مسلم لیگ کی تنظیم پر اپنا سرمایہ لگایا ہے اور عوام کی فلاح و بہبود میں نمایاں کام کیا ہے۔

مخدوم الملک تعلیمی فنڈ ریاست کے دور میں مخدوم الملک نے ایک تعلیمی فنڈ قائم کیا تھا جس سے وہ طلبا کو تعلیمی

Marfat.com

وظائف بطور قرض حسنہ دیتے تھے تاکہ وہ حصول ملازمت کے بعد اس رقم کو واپس کر دیں اور دوسرے طلبہ کے لیے مستقل طور پر امداد کا ذریعہ بنا رہے۔ جہاں تک میرے علم میں ہے۔ اچھی ملازمتیں حاصل کرنے والے طلباء بھی اس وعدہ کو بھول گئے تھے۔ مخدوم الملک نے ۵۴-۱۹۵۳ء میں ایک پریس کانفرنس بلا کر ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا تھا۔ مخدوم الملک صوم وصلوٰۃ کی پابندی کے علاوہ ہمہ وقت با وضو رہنے کے عادی ہیں اور سفر وحضر میں ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔

۱۹۵۱ء درویش جمال دین والی شب باش ہوا۔ صبح مسجد میں جو پہلا شخص آیا وہ مخدوم الملک تھے۔

جمال دین والی

صادق آباد تحصیل ہیڈ کوارٹر سے بجانب مغرب شمال کا رخ لئے ہوئے کوئی اٹھارہ میل پر واقع ہے سڑک پختہ ہے یہ ایک بڑا زرخیز خطہ ہے جو ان کی جاگیر ہے۔ اپنی زرعی زمین کے اعتبار سے علاقہ کے ایک بڑے زمیندار ہیں۔ اس جگہ ان کی ذاتی رہائش ہے باغات ڈیری فارم، بجلی گھر، پختہ سڑکیں، سکول، ہسپتال، بازار اور دکانیں سب کچھ وہاں موجود ہے۔

عام مہمان خانہ کے علاوہ نئے ڈیزائن کی ایک عمدہ کوٹھی ان کا مہمان خانہ خاص ہے اور اس کے ساتھ ایک وسیع سبزہ زار پلاٹ ہے جس میں رنگ برنگ کے پھول ان کی جدت طبع کے آئینہ دار ہیں۔ تعیش کی ہر چیز رکھتے ہوئے ان کی مخدومیت میں فقیری کا عنصر غالب ہے۔

Marfat.com

مخدوم حمید الدین حاکم

ان کی ولادت ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۵۶۰ھ میں ہوئی اور تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۷۳۷ھ ہے۔ عمر ۱۶۷ برس ہے سلسلہ سہروردیہ میں سب سے زیادہ عمر پائی ہے (شہاب)

آپ کا شجرہ نسب حضرت ابوصفیان حارث سے ملتا ہے جو رسول اللہ کے صحابیؓ تھے۔ ان کے جدِّ امجد سلطان قطب الدین کیچ مکران کے بادشاہ تھے۔ والد ماجد کی فوتیگی کے بعد رونق افروزِ تاج و تخت ہوئے ہیں لیکن افتادِ طبع نے ساتھ نہ دیا۔ خلعت شاہی اتار کر اپنے نانا سیّد احمد توختہ کے حضور لاہور پہنچ کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوگئے ہیں۔

سیّد احمد توختہ

سادات ترمذی کے صاحب ارشاد بزرگ تھے ان کا مزار لاہور اکبری دروازہ محلہ بی بیاں میں ہے۔ ان کے فرمان کی تعمیل میں حمید الدین شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت میں بغداد گئے انہوں نے فرمایا آپ کو فیض شیخ بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ کے پوتے شیخ رکن الدین سے حاصل ہوگا۔ آپ نے واپس آ کر موجودہ رحیم یار خاں کے شمال میں کوئی چھ میل کے فاصلہ پہ ایک اونچے ٹیلے پر ڈیرہ ڈال دیا اور اب یہ جگہ مؤ مبارک کے نام سے مشہور ہے۔ اس جگہ ایک قلعہ کے کھنڈرات بھی پائے جاتے ہیں جو کسی ہندو راجہ نے تعمیر کرایا تھا اور وہ سلطان محمود غزنوی کے حملہ سے تاخت و تاراج ہوا۔

ازاں بعد وہ شیخ بہاؤ الحق زکریا ملتانی کے پاس گئے اور ان کو شیخ سہروردی کی زبانی اپنے پیر کا نام بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنی ایک بچی کی شادی ان

Marfat.com

سے کردی۔ حمیدالدین حاکم فقیری کی دھن میں گئے تھے وہاں شادی رچا کر گھر آ بیٹھے ہیں کہ ابھی ان کے پیرومرشد منصہ شہود پر نہیں آئے ۔ ابوالفتح رکن الدین رکن عالم شیخ بہاؤالحق زکریاؒ کے بیٹے ہیں ۔ ان کی ولادت پر حمیدالدین حاکم ملتان گئے ہیں اور ان کی ارادت میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا ہے ۔

"تذکرہ اولیائے کرام میں سید صباح لکھتے ہیں : شیخ رکن الدین چھتیس سال کی عمر میں اپنے والد کی مسند خلافت پر بیٹھے ہیں۔ شیخ صدرالدین کی تاریخ وفات ۶۷۴ھ لکھی ہے ، اس حساب سے شیخ رکن دین کی تاریخ ولادت ۶۳۸ھ اور ان کی وفات ۱۶ رجب ۷۳۵ھ درج کی ہے اور حمیدالدین حاکم ۷۳۷ھ میں وفات پاتے ہیں اس طرح وہ اپنے پیر کے بعد دو سال تک زندہ رہے ہیں اس عمر میں حمیدالدین حاکم نے کئی سلطنتوں کا عروج وزوال دیکھا ہے ۔

سید صباح کہتے ہیں : ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ شیخ رکن دین نے دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا جنازہ پڑھایا ہے ۔ حمیدالدین حاکم کا پیر اتنے بلند پایہ کا فقیر ہوا ہے ۔

حمیدالدین حاکم نے اپنے ورثہ میں دو فرزند چھوڑے ہیں ۔ شیخ نورالدین اور شیخ تاج الدین ، نورالدین کی اولاد پنجاب کے مختلف مقامات پر آباد ہوئی ہے اور تاج الدین کی اولاد کا مسکن مؤمبارک اور میاں والی قریشاں ہے ۔

مخدوم حمیدُ الدّین حاکم جو آجکل سجادہ نشین ہیں اپنے بزرگ کے ہم نام ہیں ۔ میاں والی قریشاں میں رہائش رکھتے ہیں ۔ صدر مملکت محمد ایوب خان کے زمانہ میں مخدوم حمیدالدین حاکم مغربی پاکستان میں وزیر نامدار رہ چکے ہیں ۔

Marfat.com

وہ دورانِ وزارت لیاقت پور آئے تھے اور ایک جلسہ عام کو خطاب فرمایا تھا۔ چودھری محمد شریف و عبدالرشید ان دنوں ایوب گروپ میں شامل تھے۔ جلسہ میں خاصی رونق رہی۔

مجھے اس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ محمد ایوب خاں جو لیگی اقتدار سے کافی شاکی تھے۔ انہوں نے کابینہ کے لیے جو پھول چنے تھے ان میں ہمارے علاقہ کے مخدوم حمید الدین حاکم بھی ایک تھے۔

درویش کہتا ہے مخدوم الملک سیّد غلام میراں شاہ، مخدوم زادہ سیّد حسن محمود، مخدوم احمد نواز گردیزی، رئیس محمد شبّیر احمد غازی اور مخدوم حمید الدین حاکم ان سب نے وزارت کے کاروبار کو جس خوش اسلوبی سے چلایا ہے۔ پنجاب والوں کے لیے ایک راہِ تقلید اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

درکفِ جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر کس نہ داند با جام و سندان باختن

مخدوم نور محمّد ہاشمی (ایم این اے)

بہاولپور ۷۰-۱۹۶۹ء میاں نظام الدین حیدر کے ساتھ سیٹھ عبید الرحمٰن کی کوٹھی ماڈل ٹاؤن کے باہر کھڑے ہیں۔ میاں صاحب نے مخدوم صاحب کو بتایا درویش صاحب آپ کے بڑے ماموں کے خاص ملنے والوں میں سے تھے ان کی مراد میجر شمس الدّین محمد وزیر معارف سے تھی۔ میاں نظام الدّین کے یہ حقیقی بھانجے ہیں۔ اس تعارف کے بعد پھر ان سے ملاقات نہیں ہوئی، البتہ اتنا یاد ہے کہ انتخابات ۱۹۷۱ء میں مخدوم نور محمد نے مخدوم زادہ سید حسن محمود کے مقابلہ میں

Marfat.com

قومی اسمبلی کے لیے رحیم یار خان حلقہ نمبر ۱۰۷ سے انتخاب لڑا اور کامیاب ہوئے تھے۔

یہ انتخاب انہوں نے بہاولپور کو علیحدہ صوبہ بنانے کی تحریک کا ساتھ دے کر جیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کی مخدومیت سیاست آشنا ہے اور موقعہ سے فائدہ اُٹھانا خوب جانتے ہیں۔

مشاہیر بہاولپور

میں شہاب صاحب نے اپنے روائتی انداز کے مطابق ان کا رشتہ ناطہ پہلی صدی کے کسی صحابی سے نہیں جوڑا صرف ہاشمی لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ البتہ ان کے باغ، کوٹھی اور مہمانداری کے تکلفات کا بڑے طمطراق سے ذکر کیا ہے جو ہم ریاست کے بڑے آدمیوں کے بارے میں بلا دلیل مان سکتے ہیں۔

ہم اسی سوچ کو لے کر آگے چلتے ہیں۔ ریاست کے اکثر بڑے آدمی عرب قومیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عرب ہندوستان میں ایک فاتح کی حیثیت سے آئے ہیں یا دوسرے مسلم فرماں رواؤں نے ان کو حسن پذیرائی بخشا ہے جس کا نتیجہ یہ رہا ہے کہ آج بھی ۱۴ صدیوں کے بعد یہ لوگ ملک کے امیر ترین ٹولہ میں شمار ہوتے ہیں اور دینداری جس کو یہ ایک مسلم شعار کے طور پر ساتھ لائے تھے اپنے دامن کو اس سے وابستہ رکھا ہے۔

ریاست کے مغربی حصہ میں مخدومیت کافی قدآور ہے۔ مخدوم غلام میراں شاہ، مخدوم احمد نواز گردیزی، مخدوم حمید الدین حاکم، مخدوم نور محمد ہاشمی، مخدوم محسن شاہ، مخدوم شمس الدین گیلانی ثم اوچ اور ہمارے علاقہ کے گورے اور کالے میاں،

Marfat.com

یعنی گوریجہ برادری جسے ریاست کا ولایت خانہ کہا جاسکتا ہے ۔ زیادہ ولی اس خاندان سے ہوئے ہیں ۔سب ہی لوگ دین سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں اور ریاست کا غیر مخدوم طبقہ ان کو پیر اور ولی مانتا ہے ۔قرآن کے فارمولا کے مطابق ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یہ لوگ صاحبِ عزت اور ذی فضل ہیں ۔ہم ان کی شخصیت کو باغ اور کوٹھی کے پیمانہ سے نہیں ناپتے ۔ ہمارے نزدیک یہ ہمہ صفت موصوف ہیں ۔

مخدوم محمد محسن شاہ (مدظلہ)

تحصیل لیاقت پور موضع ترنڈہ کے بڑے زمیندار ہیں ۔ پیری فقیری کے اعتبار سے بھی ان کا طول وعرض کافی وسیع ہے ۔ ریاست کی اسمبلی ۱۹۵۲ء میں مخدوم زادہ گروپ کے حامی و ناصر تھے ۔ چائے کی ایک پیالی کے عوض انہوں نے درویش کو خرید لیا ہے ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جامع مسجد لیاقت پور میں ایک جلسہ منعقد ہوا ، جس کی صدارت انہوں نے فرمائی اور صاحبزادہ فیض الحسن آلو مہار شریف (سیالکوٹ) نے تقریر کی ہے ۔تقریر کے بعد مسجد کے ایک کمرہ میں صاحبزادہ فیض الحسن نے خود چائے بنائی ہے ۔ درویش اپنے بھائی صوفی عبدالواحد کے ساتھ ان کو ملنے گئے ہیں ۔ مخدوم صاحب نے اپنے ہاتھ سے سب سے پہلے درویش کو چائے پیش کی ہے ۔ درویش نے کہا : "پہلے معزز مہمان کو دیجیے " فرمایا آپ بھی ہمارے مہمان ہیں ۔ وہ تو مہمان تھے ہی ، درویش کو اس انداز سے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور اس قول پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ بزرگوں کی نگاہ میں چھوٹا بڑا برابر ہیں ۔

سربراہِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ان کے صاحبزادہ انوار عالم کو اپنی شوریٰ میں لے کر ان سے حُسنِ عقیدت کا اظہار کیا ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ان کی

Marfat.com

دینداری سرکاری حلقوں میں بھی معروف اور مُسلم ہے یہی لوگ ریاست کی تہذیب میں سرمایہ فخر ہیں ۔ آج کل ان کے صاحبزادہ انور عالم قومی اسمبلی کے ممبر ہیں ۔

سردار ماچکہ

تحصیل صادق آباد کے مغربی حصّہ میں دریائے سندھ کے قریب ایک بڑی زمینداری کے مالک ہیں ۔

۱۹۵۱ء میں درویش وہاں گیا ۔ سردار فیض احمد سے مُلاقات ہوئی ۔ رات کو وہاں شب باش ہوا ۔ صبح سردار صاحب سے کہا میں دریائے سندھ دیکھنا چاہتا ہوں انہوں نے ایک گھوڑی پر زین رکھوا دی اور فرمایا اس سمت کو کچھ چہل قدمی کروگے تو دریا پر پہنچ جاؤ گے ۔ ان کے توسط سے پہلی دفعہ دریائے سندھ کی زیارت ہُوئی ہے ۔

تعمیر مسجد

ان کے مہمان خانہ سے تھوڑے فاصلہ پر اُونچی کُرسی پر ایک وسیع و عریض مسجد دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ دین کے بارے میں ایک وسیع تصوّر ان کے دل میں موجود ہے گو نمازی کم تھے لیکن مسجد کی تعمیر بتاتی تھی کہ مستقبل میں اس کے ساتھ اچھی توقعات وابستہ ہیں ۔ مسجد کی تعمیر ان کی وسیع النظرفی پر ایک دلیل تھی ۔ ریاست کی تہذیب مسجد سے وابستہ ہے یہ بھی دُوسروں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں ! واپسی پر دس روپے اخبار "الامام" کے چندہ میں دیئے ہیں ۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بزرگانِ اوچ

سیّد صفی الدّین گاذرونی

گاذرونی سلسلہ کے بانی ابو اسحاق گاذرونی کے بھانجہ ہیں۔ اپنے ماموں اور مُرشد کے حکم پر سنہ ۳۷۰ھ میں اوچ شریف لائے۔ جب کہ ان کی عُمر ۱۷ سال تھی۔ آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اوچ شریف میں آکر ایک مدرسہ اور خانقاہ قائم کی ہے۔ جس سے لوگوں کو علمی او. روحانی دونوں فیض حاصل ہُوتے ہیں۔ تاریخ وفات ۳۹۸ھ ہے۔

(شہاب)

شیخ جمال الدین خنداں

حضرت ابو ہریرہؓ صحابی رسولؐ کی اولاد میں سے ہیں۔ شہابُ الدین غوری کے لشکر کے ساتھ ان کے جدِّ امجد ہندوستان آئے ہیں اور اوچ کے مقام پر قیام فرمایا ہے۔ جمال الدّین شیخ صدرالدین عارف بن بہاؤ الحق ذکریا مُلتانی کی خدمت میں حاضر ہوکر ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہُوئے ہیں اور ان سے خلافت پائی ہے۔ یہ بڑی علمی اور روحانی شخصیت تھی۔ سُلطان غیاثُ الدّین تغلق ان کے مرید تھے۔ تاریخ وفات سنہ ۷۲۵ھ ہے۔

Marfat.com

شیخ رضی الدین گنج علم

شیخ جمال الدین خنداں رو کے صاحبزادہ ہیں۔ ان کی ولادت ۶۶۰ھ میں ہوئی ہے۔ یہ شیخ رکن الدین بن شیخ صدر الدین عارف کے مرید تھے اور ان سے خلافت پائی ہے علم وفضل میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے اسی بنا پر گنج علم کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں۔ مخدوم جہانیاں جہانگشت ان کے شاگرد ہیں۔

قاضی بہاؤ الحق

اوچ کی ایک بڑی ممتاز علمی شخصیت ہیں۔ انہوں نے اوچ میں ایک درس گاہ قائم کی ہے جو مدرسہ بہائیہ کے نام سے مشہور ہوئی ہے۔ مخدوم جہانیاں جہانگشت نے ہدایہ تک اس مدرسہ میں تعلیم پائی ہے۔ مخدوم جہانیاں اپنے استاد قاضی موصوف کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ وہ سر نیچے کر کے سلام کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

مقامی حلقوں میں ان کا نام بہادل حلیم مشہور ہوا ہے۔ مخدوم جہانیاں جہانگشت نے ایک شاندار مقبرہ اپنے استاد کی قبر پر تعمیر کرایا تھا جسے بہادل حلیم کا مقبرہ کہا جاتا ہے۔ ساتویں صدی کے بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ۱۲۳۳ھ کے سیلاب نے ان کے مقبرہ کا نصف حصہ گرا دیا ہے۔ نصف باقی ہے۔

سید جلال الدین سرخ بخاری

۵۹۵ھ بخارا میں پیدا ہوئے ہیں ان کے والد سید علی ہیں جعفر حسینی سادات بخارا میں سے تھے۔ ان کا اصلی نام حسین بن علی ہے جلال الدین سرخ بخاری کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔

سید حسین بن علی بن جعفر بن محمد بن محمود بن احمد بن عبداللہ بن علی بن جعفر

Marfat.com

بن علی بن محمد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن علی اصغر بن حسین بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ آپ بخارا سے مشہد ایران ہوتے ہوئے سندھ بمقام بکھر تشریف لائے ہیں۔ وہاں ان کی شادی سیّد محمّد بدرالدین کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ آپ بکھر سے ملتان آئے اور پھر اوچ کے مقام پر آکر اقامت گزین ہوئے ہیں۔

ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے پائی ہے۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے بیعت کی ہے اور فیض پایا ہے اور ان کی ہدایت پر بہاؤ الحق ذکریا ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور کم و بیش بیس سال تک ان کے پاس رہے ہیں ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ شیخ بہاؤ الحق کی وفات کے بعد وارد اوچ ہوئے ہیں۔ (شہاب)

آپ بڑے پایہ کے عالم زبردست فقیہہ اور صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ راجپوت چندھڑ ڈاہر سیال قوم کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ آپ ایک دفعہ بیکانیر اور جیسلمیر کے تبلیغی دَورہ پر گئے اور ایک ہندو راجہ کے متعلق کہا ان کے گھر ایک لڑکا ہو گا جو مُسلمان ہو کر فقراء کے زمرہ میں داخل ہوگا۔

چنن پیر جو بہاول پور سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر چولستان میں ہے اور جس کا عرس مارچ میں ہوتا ہے یہی مطلوبہ شخصیت ہے۔

آپ نے ۹۵ سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاولیٰ ۶۹۰ھ مطابق ۲ مئی ۱۲۹۱ء میں وفات پائی ہے۔ مزار اوچ میں ہے۔ لفظ مخدوم سے تاریخ وفات

Marfat.com

نکلتی ہے

نواب محمد بہاول خان ثالث والئ ریاست بہاول پور نے مقبرہ کی موجودہ عمارت تعمیر کرائی تھی۔

سیّد احمد کبیر حضرت جلال الدین بخاری کے بڑے لڑکے اور خلیفہ اعظم ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے علاوہ شیخ صدرالدین عارف ملتانی سے بھی بیعت ہوئے ہیں اور ان سے خلافت پائی ہے۔ ان کا بڑا کارنامہ ان کے صاحبزادہ مخدوم جہانیاں جہان گشت ہیں۔ جنہوں نے بڑا نام پایا ہے۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت یہ سیّد احمد کبیر بن سیّد جلال سرخ بخاری کے صاحبزادہ ہیں۔ ۱۴ ار شعبان ۷۰۷ھ اوچ شریف میں پیدا ہوئے ہیں۔ جب ان کی عمر سات سال کی ہوئی تو ان کو شیخ جمال دین خنداں رو کے پیش کیا گیا اور انہوں نے ان کو کچھ کھجوریں کھانے کو دی۔ انہوں نے بمعہ گٹھلیوں کے کھالیں۔ بزرگ کے پوچھنے پر جواب دیا۔ آپ کی دی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیوں کو نیچے پھینکنے کو دل نے گوارا نہیں کیا۔

بچّہ نے یہ تربیّت اپنے والدین سے پائی ہے۔ فقیر نے خوش ہوکر بچہ کو دعا دی ہے۔ یہ بچّہ آگے چل کر مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے نام سے شہرہ آفاق پاتا ہے۔ ان کا اصل نام اپنے داد کے نام پر سید حسین جلال الدین ہے لیکن وہ زیادہ معروف مخدوم جہانیاں سے ہوتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم و تربیّت

Marfat.com

اپنے والد سید احمد کبیر اور شیخ جمال الدین خندان رو سے پائی ہے ہدایہ وغیرہ شیخ بہاؤ الدین اوچی سے پڑھا ہے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے والد کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر تصوّف کی تعلیم پائی ہے اور شیخ رکن الدین رکن عالم جو بہاؤ الحق زکریا ملتانی کے پوتے ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اور خرقہ خلافت پایا ہے۔

آپ ایک بہت اچھے قاری، بلند پایہ عالم اور محدّث تھے۔ نہایت اعلیٰ مرتبہ کے صوفی اور صاحب ارشاد بزرگ ہوئے ہیں۔ کتابت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا ہے۔ شہاب صاحب الدر المنظوم کے حوالہ سے لکھتے ہیں مکّہ معظمہ کے قیام میں دن کو تحصیل علم کرتے اور رات کو کتابت کر کے گذر اوقات کا سامان بہم پہنچایا ہے۔

مخدوم جہانیاں کا علم بڑا گہرا اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ حنفی مسلک میں اعتدال پسند تھے۔ "تذکرہ اولیائے کرام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی سات سال مکّہ میں قیام کیا ہے اور کوئی دو سال مدینہ میں گزارے ہیں۔

سیر و سیاحت اور دشت گردی اور صحرا نوردی میں وہ نام پیدا کیا ہے کہ آپ جہانیاں جہاں گشت کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں۔

سیاست بسیار کردہ واز بسیار اولیاء نعمت و برکت یافتہ اند (شاہ عبدالحق) اور اس صحرا نوردی کی بدولت وہ ایسے بزرگوں تک بھی پہنچے ہیں جو اپنے وقت کے قطب اور ابدال تھے۔ ان صفات کی بناء پر سلطان محمد تغلق نے ان کو شیخ الاسلام

Marfat.com

مقرر کیا ہے اور چالیس خانقاہیں ان کی نگرانی میں دے دیں۔

شیخ الاسلام کا عہدہ

" اسلامی دور میں قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام کے دو مؤقر عہدے ہوتے تھے۔ جنہیں دس دس قصبات جاگیر میں ملتے تھے۔ ان کی آمدنی ۶۰ ہزار تنکہ سے کم نہ ہوتی تھی۔ قاضی القضاۃ کا کام مقدمات کی سماعت اور احکام سزا کا اجراء کرنا ہوتا تھا علماء اور فقہاء کے جملہ امور قاضی القضاۃ سے متعلق تھے اور مشائخ و فقراء کے تمام معاملات شیخ الاسلام کی وساطت سے طے پاتے تھے۔"

(شہاب بحوالہ شہاب الدین احمد دمشقی متوفی ۷۴۹ء)

مخدوم جہانیاں کو ان کے پیرومرشد شیخ رکن الدین خواب میں ملے ہیں اور ان کو شیخ الاسلام کا عہدہ چھوڑ کر حج پر مکہ روانہ ہونے کا حکم دے دیا ہے چنانچہ مرید سالک نے والد بزرگوار سے اجازت حاصل کر کے رخت سفر باندھ لیا ہے۔" میرے پاس زاد راہ نہ تھا پھر یوں ہوا۔ ایک شخص حج کو جا رہا ہے گھر والوں نے اسے لوٹا لیا ہے اس نے اپنا زادِ راہ مجھے دے دیا ہے۔ جس میں ایک گھوڑا بھی ہے۔ میں نے گھوڑا مولانا نظام الدین کو دے دیا ہے، جو ہمارے ہم سفر بیمار ہیں اور خود پا پیادہ روانہ ہو گیا۔

مکہ میں ساتویں سال کے آخر میں شیخ عدن فقیہ بصال کو ملنے گیا جو بیمار تھے انہوں نے فرمایا آپ اس وقت تک مکہ نہ چھوڑیں۔ جب تک وہ اجازت نہ دیں جس نے آپ کو وہاں بھیجا ہے، وہ بیمار تھے۔ چند روز بعد وفات پائی وفات کی تیسری رات میرے پیرومرشد رکن دین رکن عالم خواب میں ملے۔

Marfat.com

مجھے خرقہ پہنایا اور بنایا کل فقیہہ بصال کو فوت ہوئے تیسرا دن ہے ۔ یہ خرقہ ان کے چھوٹے بیٹے کو پہنا دینا ۔ مدینہ میں کوئی دو سال تک انہوں نے شیخ مدینہ عبد اللہ مصری سے علمی و روحانی فیض پایا ہے مکہ میں عبد اللہ یافعی سے فیض یاب ہوئے ہیں (تذکرہ اولیائے کرام بحوالہ الدر المنظوم)

حضرت مخدوم جہانیاں جب سفر حج سے واپس آتے ہیں تو دہلی کے تخت شاہی پر سلطان فیروز شاہ رونق افروز ہیں ان سے بھی ان کے تعلقات بڑے خوش گوار ہیں ۔ بادشاہ وقت دہلی سے باہر نکل کر ان کی پیشوائی کرتے ہیں ۔ بزرگ بھی ان کا دعا گو ہے ۔ اور حاجتمندوں کی عرضیاں بادشاہ کے پیش کر کے مناسب حکم جاری کراتے ہیں صاحب تصنیف بزرگ ہیں الدر المنظوم ان کے ملفوظات کا اردو ترجمہ ہے ۔ سراج الہدایہ احادیث کی تشریح اور فقہی مسائل کا مجموعہ ہے ۔

صاحب تذکرہ اولیائے کرام لکھتے ہیں ۔ سراج الہدایہ کے ایک باب میں روز مرہ اشیاء کے خواص بھی بیان ہوئے ہیں ۔ مثلاً چاول ، گیہوں ، خرما انگور ، اسبغول ، ہلیلہ وغیرہ ۔

سال وفات ۷۸۵ھ ہے ۔ مزار اوچ میں ہے ۔ اوچ ملتان سے ستر میل جنوب مغرب میں ہے ۔

ع تاریخ بود ہفتصد و ہشتاد و پنج سال

سید صدر الدین راجن کتال سید احمد کبیر کے چھوٹے لڑکے ہیں ۲۶ شعبان ۷۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ جمادی

Marfat.com

الآخر ۸۲۷ھ کو انتقال فرمایا ہے ۔

اپنی عمر عزیز کا زیادہ حصہ اپنے برادر بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خدمت میں گزارا ہے ۔ جلالی طبیعت پائی ہے ۔ لوگ آپ کو راجن کتال کہتے ہیں ۔ راجن کے معنی بادشاہ کے ہیں اور کتال یعنی بزرگ، شہاب صاحب نے قتال کی روایت بھی بیان کی ہے اور کہا ہے قتال کی وجہ تسمیہ ان کی جلالی طبیعت ہے چڑیوں کا مرنا اور ایک قتل کا واقعہ اس کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے ۔ ایک دفعہ وہ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں اور چڑیاں شور کر رہی ہیں ۔ فرمایا مر نہیں جاتیں، وہ مرگئیں ۔ دوسرا واقعہ کچھ اس طرح ہے ۔ مخدوم جہانیاں پر آخری وقت آیا وہ بیمار ہوئے ۔ ایک ہندو ان کی عیادت کو آیا اور ایسے الفاظ کہے جس سے اقرار توحید ثابت ہوتا تھا ۔ انکار پر اسے قتل کر دیا ۔ قتل کا سبب ارتداد بتایا ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب

خطۂ اوچ پاک شہاب صاحب رقمطراز ہیں: حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرض الموت کے ایام میں ایک ہندو نواہوں نامی اوچ کا حاکم تھا وہ عیادت کے لیے آیا تھا ۔ اس کے منہ سے کچھ ایسے الفاظ نکلے جن سے توحید اور رسالت کا اقرار پایا جاتا ہے ۔ آپ نے اس کو قبول اسلام کا حکم دیا اس کے انکار پر در پے قتل ہوئے ۔ وہ بھاگ کر دہلی سلطان فیروز شاہ تغلق کے پاس گیا ۔ حضرت صدرالدین راجو قتال نے دہلی تک اس کا پیچھا کیا ۔"

آگے لکھتے ہیں: مشہور قاضی عبدالمقتدر تھانیسری کے صاحبزادہ مولانا محمد

Marfat.com

نے نواہوں کی جان بخشی کے لیے حیلہ شرعی سے کام لیا۔ اس پر آپ مولانا محمدؒ سے بگڑ گئے اور ان پر ایک نگاہ غضب آلود ڈالی اور فرمایا تمہاری گفتگو دیانتداری سے خالی ہے تم اپنے کفن دفن کی فکر کرو۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ مولانا محمدؒ کے پہلو میں درد اٹھا اور اس حد تک بڑھا کہ مرغ بسمل کی طرح زمین پر لوٹنے لگے۔ بچّہ کا والد قاضی ابو المقتدر اور دیگر علماء و فضلاء نے ان کی آپ سے سفارش کی۔ فرمایا جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اب اس کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کرو، اور غم نہ کرو۔ مولانا محمد کے ہاں جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ اپنے وقت کا مشہور عالم اور ولی ہوگا، چنانچہ مولانا محمد کے انتقال کے ۲ ماہ بعد ان کے ہاں بچّہ ہُوا جس کا نام ابوالفتح رکھا۔ یہ بچّہ آگے چل کر بہت بڑا عالم فاضل اور خدا رسیدہ بزرگ ثابت ہُوا۔ ان کا مزار جون پور یوپی انڈیا میں مرجع خلائق ہے۔" (شہاب)

ابوالفتح

ایک بچہ جو پیدائش سے پہلے یتیم ہو چکا ہے۔ اس کا والد ایک فقیر کے غضب کا شکار ہو گیا ہے۔ والدہ بیوہ ہو چکی ہے" ابوالفتح کس خوشی میں اس کا نام رکھا ہے؟ ابوالفتح کنیت ہو سکتی ہے نہ کہ نام۔ اسے کہتے ہیں دُور کی کوڑی لانا۔

خطہ اوچ پاک

"تاریخ فیروز شاہی از شمس سراج عفیف اور بحوالہ تاریخ معصومی،" نواہوں کے قتل کا قصہ یہ ہے کہ جن دنوں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ نواہوں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہُوا اور کہنے لگا، جس طرح خدائے وحدہٗ لاشریک نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم الانبیا بنایا ہے اسی طرح آپ کو خاتم الاولیاؒ

Marfat.com

قرار دیا ہے چونکہ اس کے اس بیان سے توحید و رسالت کا اقرار مترشح ہوتا ہے
اس لیے مخدوم صدرالدین راجو قتال نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مسلمان
ہونے کا اعلان کرے، ورنہ مرتد قرار دینے پر اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔

نواہوں راتوں رات اوچ سے بھاگ نکلا اور دہلی پہنچ کر فیروز شاہ تغلق
سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس کا خیال تھا کہ سلطان فیروز شاہ چونکہ اس کا سرپرست
ہے۔ اس لیے اس معاملہ میں بھی وہ اس کی حمایت کرے گا، لیکن سلطان فیروز شاہ
تغلق کو آستانہ بخاریہ سے جو گہرا دلی لگاؤ تھا اس کے پیش نظر یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ
حضرت صدرالدین راجو قتال کے فیصلہ سے سرتابی کی جرات کرتا۔ اس نے معذرت
کر دی کہ اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ ادھر حضرت صدرالدین
راجو قتال کو جب نواہوں کے فرار ہو کر دہلی پہنچنے کا علم ہوا تو آپ بھی دہلی تشریف
لے گئے اور نواہوں سے مطالبہ کیا کہ یا تو وہ اعلانیہ طور پر اپنے مسلمان ہونے کا
اعتراف کرے، ورنہ ارتداد کی سزا اس پر لاگو ہوگی۔ نواہوں بھی ضد کا پکا ثابت
ہوا۔ اس نے حضرت مخدوم کے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ سلطان فیروز
شاہ نے نواہوں کو حضرت صدرالدین راجو قتال کے سپرد کر دیا، چنانچہ انہوں نے
اسے ارتداد کا مجرم قرار دے کر قتل کر دیا، اور واپس اوچ تشریف لے آئے۔"

اولیائے بہاولپور

مسعود حسن شہاب کہتے ہیں "بادشاہ دہلی کی طرف سے
نواہوں نام کا ایک ہندو اوچ کا حاکم تھا، جن دنوں
حضرت جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیل تھے۔ نواہوں آپ کی
عیادت کے لیے در دولت پر حاضر ہوا اور کہا کہ میں نہایت صدق دل سے

Marfat.com

گذارش کرتا ہوں کہ جس طرح حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا خاتمہ ہے اسی طرح آپ کی ذات والاصفات پر ولایت کا خاتمہ ہے۔ اس کے چلے جانے کے بعد خادموں نے عرض کیا۔ یا حضرت یہ نواہوں بڑا چال باز ہے کبھی خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اور کبھی ہندو۔ درحقیقت یہ مسلمانوں کا مذاق اڑاتا ہے ۔ خدام کی یہ باتیں سن کر مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے بھی فرمایا: واقعی یہ شخص بڑا چالاک ہے۔ بہت سے مواقع پر اسلام کا اقرار کر چکا ہے اِس وقت بھی جو عجائبہ کلمات اس نے کہے ہیں۔ یہ صاف اسلام کا اقرار ہے۔ بہرحال اِس سے یہ مطالبہ ضرور کرنا چاہیئے کہ جب تو مسلمان ہو چکا تو علانیہ شریعت مطہرہ کی پابندی کیوں نہیں کرتا ور نماز میں کیوں شریک نہیں ہوتا اور اگر وہ انکار کرے تو اِس کو ارتداد کی سزا ملنی چاہیئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی وفات کے بعد جب نواہوں سے علانیہ شریعت کی پابندی کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے انکار کیا اور مخالفت کی وجہ سے اُچ شریف سے دہلی روانہ ہو گیا۔ بادشاہ دہلی کو اپنی سرگزشت سنائی۔ ہندو درباریوں نے اعتراض اُٹھایا کہ اگر جبراً مسلمان کرنے کی خبر ملک میں پھیل گئی تو یک فتنہ اُٹھ کھڑا ہو گا۔

ادھر حضرت مخدوم راجن قتال نواہوں کے تعاقب میں دہلی روانہ ہوئے بادشاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے قاضی القضاہ مولانا نجم الدین سے اس کی جان بچانے کی فرمائش کی ہے ۔ بادشاہ استقبال کے لیے دہلی سے باہر آئے اور مخدوم صاحب سے کہا آپ نے ایک کافر کے لیے یہ تکلیف برداشت کی ہے۔ یہ ایک حیلہ شرعی تھا کہ اگر وہ خاموش رہتے ہیں تو اس کی جان بچ جائے

Marfat.com

لیکن مخدوم صاحب نے فرمایا، کافر کے لیے نہیں بلکہ مسلمان کے لیے آیا ہوں
جو ارتداد کا مجرم ہے۔ جب دربار میں نواہوں کا مسئلہ پیش ہوا۔ قاضی نجم الدین
نواہوں کی وکالت کرنے لگے، ابھی بحث جاری تھی کہ قاضی کے گھر سے اطلاع
آئی کہ بیمار بچہ مر گیا ہے۔ قاضی صاحب دربار سے اٹھ کر گھر چلے گئے۔
بیوی نے روتے ہوئے قاضی صاحب کو کہا۔ آپ نے آلِ رسول کی
مخالفت کی ہے اس لیے یہ صدمہ پیش آیا ہے۔ دوبارہ ملاقات پر قاضی صاحب
نے بھی مخدوم صاحب کو یہ گلا دیا کہ آپ نے مجھے بددعا دی ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ ہم نے بددعا نہیں دی مشیتِ ایزدی ایسے ہی تھی۔ اب دعا کرتے ہیں کہ
خدا تم کو نعم البدل دے اور وہ صاحبِ علم و فضل ہو بہر حال اس واقعہ کا اثر یہ
نواہوں باقاعدہ مسلمان ہو گیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا، بعض تذکروں میں یہ بھی
درج ہے کہ نواہوں نے آخر دم تک اسلام کا اقرار نہیں اور مخدوم راجن قتال نے
بالآخر جرم ارتداد میں اس کا سر قلم کر دیا۔"
درویش کہتا ہے شرعی جرم کی سزا میں کسی مسلم بادشاہ کا یہ معمول تعزیر نہیں
رہا کہ اس نے کسی کی ذاتی رائے کو وجہ قتل میں کافی سمجھ لیا ہو۔
ہمارے فاضل دوست شہاب خوش اعتقادی میں ایسی باتیں کہہ رہے
ہیں۔ بہاولپور اردو اکیڈیمی کے صدر ڈویژنل کمشنر دربار علی شاہ ہیں جو سید
ہیں۔ رائٹر کتاب شہاب بھی سادات سے ہیں جو اس کے سیکرٹری ہیں
کتاب خطۂ اوچ پاک اس اکیڈیمی نے شائع کی ہے۔ دو سید مل کر اس مفروضے
کو حقیقت کا رنگ دے دیں تو درویش کو اس میں کیا دخل ہے۔ ہمارے

دیک ایک فقیر کے نام کے ساتھ قتال کا لفظ بے جا تصرف ہے اور راجن کتال کے بارے ان کے بھائی مخدوم جہانیاں کی یہ رائے کافی ہے۔

خالق حقیقی نے ہم کو امور خلعت میں مشغول کیا اور برادر عزیز صدر الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق رکھا۔"

مخدوم ناصر الدین محمود مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بڑے صاحبزادہ ہیں۔ شہاب صاحب نے خزینۃ الاصفیاء کے حوالہ سے انہیں علوم شریعت و طریقت، شرافت و نجابت کا جامع قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی کہا ہے کہ یہ کثیر الاولاد فقیر تھے اور بچوں کی تعداد ایک روایت کے مطابق سو سے زیادہ بتائی ہے اور کہا ہے اس نسبت سے محمود نر کے نام سے شہرت پائی ہے۔

شہاب صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ اس فقیر کے شبستان حرم میں کتنی نازنیناں حسن رونق افروز ہوئی ہیں، اور ہمعصر بادشاہوں میں کوئی ان کا ہم پلہ گزرا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے فاضل دوست شہاب صاحب روایت کے معاملہ میں بڑے ضعیف الاعتقاد واقع ہوئے ہیں۔

حمید الدین حاکم کے بارے لکھا ہے یہ کیچ مکران کے بادشاہ تھے ایک دفعہ شکار سے واپس آتے دیکھا۔ ان کی خوابگاہ میں بستر پر ایک حسین و جمیل کنیز اپنے گیسوئے تابدار کو منہ پر ڈالے محو خواب ہے اس انداز میں کنیز کو دیکھ کر بادشاہ سلامت نے محظوظ ہونے کی بجائے اس کی پٹائی کر ڈالی ہے۔ کنیز مسکرا کر ایک طرف ہوگئی۔ جلالۃ الملک نے پوچھا

Marfat.com

مار کھا کر کیوں مسکرا رہی ہے، سوہنی! برجستہ جواب دیا: ایک دفعہ اس بستر پر سونے سے اس نتیجہ کو پہنچی ہوں میرے آقا۔ تیرا کیا بنے گا جو تو ہر روز اس پر سوتا ہے۔ کنیز قدم اٹھا چلتی بنی۔ بادشاہ لونڈی کے اس غیر متوقع جواب سے متاثر ہوا۔

صبح وہ پھر شکار کو نکل گیا۔ ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ ہرن کوئی دور نہیں گیا ایک قبر میں گھس گیا ہے۔ گھوڑے سے اتر قبر کھودی، دیکھا ایک تازہ میت پر بچھو بیٹھا اس کی پیشانی کو ڈنگ مار رہا ہے۔ دریافت پر معلوم ہوا رئیس شہر کی یہ قبر ہے۔

بادشاہ ان واقعات سے دل برداشتہ ہو کر فقیر بن گیا ہے (مضمون شہاب صاحب کا ہے اور الفاظ درویش کے ہیں)

درویش کہتا ہے سلطان حمیدالدین کی والدہ بزرگ سید احمد توختہ سادات ترمذی کی لڑکی تھی والدہ کی تربیت نے اثر دکھایا شہزادہ ظاہری طمطراق کو چھوڑ کر لاہور اپنے نانا کے پاس گیا اور پھر وہاں سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں جا کر فقیری کی راہ پر گامزن ہوا ہے۔

مخدوم ناصر محمود کے سات بیٹے تھے۔ سید حامد کبیر، علم دین، اسمٰعیل، فضل اللہ، برہان الدین، علاؤ الدین اور سید شرف الدین رحمہم اللہ اجمعین

اولیائے بہاولپور میں شہاب صاحب لکھتے ہیں۔ آپ نہایت حسین و جمیل اور مرد کامل تھے۔ خدا نے آپ کو کثیر اولاد عطا کی تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے بیٹوں کی تعداد ۲۵ تھی اسی وجہ سے آپ نر ناصر الدین

Marfat.com

مشہور ہوئے۔ سلطان حسین لنگاہ بادشاہ اوچ و ملتان کی دختر بی بی تگنی آپ کے عقد نکاح میں تھیں۔

نام محمود کی تاریخ ولادت ۲ ذی قعدہ ۷۴۰ھ مطابق ۱۳۴۱ء ہے خطہ اوچ پاک ص ۲۴۲

" " " " ۱۱ ربیع الثانی ۷۴۴ھ " ..... اولیائے بہاولپور ص ۱۹۵

" " " وفات ۲۲ رمضان ۸۰۰ھ " ۱۳۹۸ء ہے خطہ اوچ پاک ص ۲۴۲

" " " ۱۹ شوال ۸۱۵ھ " ..... اولیائے بہاولپور ص ۱۹۶

سلطان حسین لنگاہ

اپنے وقت کی ایک بڑی معروف شخصیت ہے مخدوم بہاؤالحق زکریا کے سجادہ نشین شیخ محمد یوسف قریشی کو ملک میں طوائف الملوکی کے طفیل ملتان میں اپنی حکومت ۸۴۷ھ قائم کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ ملتان اور اوچ میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا ہے۔ اور شیخ نے بھی بڑی دلجمعی سے امور سلطنت کو سرانجام دیا ہے۔

لنگاہ خاندان کے ایک سردار رائے سہرہ کے دل میں خیال آیا ایک خانقاہ کا سجادہ اس دور میں بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ مجھے بھی قسمت آزمائی کرنی چاہیئے چنانچہ اس نے شیخوں اور سادات کے رشتہ ناطہ میں کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا منصوبہ بنایا اور شیخ محمد یوسف سے درخواست کی ہے کہ وہ ان کی ایک کنواری حسین و جمیل لڑکی کو اپنی زوجیت کا شرف بخشیں تو پوری قوم لنگاہ آپ کی عقیدت میں خراج گزار ہوگی۔

فتوح

شیخ موصوف نے فتوح سمجھ کر اس استدعا کو شرف قبولیت بخشا ہے اور اس کے حق میں دعا دی ہے۔ فتوح فقراء

Marfat.com

کی اصطلاح میں اس مال کو کہتے ہیں جو لوگ اپنی خوشی سے بزرگ کو دیتے ہیں۔
بادشاہ کا نذرانہ قبول کرنے والا، فقیر نہیں سمجھا جاتا۔ فتوح ان کے لیے مالِ غنیمت
کی طرح حلال ہے فقیر نے بڑی محنت سے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا ہے تب
جاکر عوام کا مال ان کے لیے مالِ غنیمت بنا ہے۔

دو سال سے زیادہ عرصہ شیخ کی حکومت کو نہیں گزرا۔ رائے سہرا اپنی بیٹی
کو ملتان ملنے آیا اور چند چیدہ چیدہ نوجوانوں کو اپنے ہمراہ لے آیا ہے۔ رات کے
وقت اپنی بیماری کا عذر کر کے ان کو قلعہ کے اندر بلا لیا ہے اور شیخ محمد یوسف کی
خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے گرفتار کر لیا ہے جب ملتان پر قبضہ مکمل ہو گیا
بادشاہ کے اشارہ پر رات کی تاریکی میں محافظوں نے قلعہ کا شمالی دروازہ کھول دیا
اور شیخ بزرگوار کو ایک تیز رو گھوڑا دے کر بھاگ جانے کا مشورہ دیا ہے۔ شیخ نے
اس کو غنیمت جانا وہ سیدھے دہلی بہلول لودھی کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ شیخ
کے پیہم اصرار پر سلطان بہلول لودھی نے اپنے بیٹے باربک شاہ کی قیادت میں
ایک لشکر جرار تسخیرِ ملتان کے لیے روانہ کیا ہے لیکن شکست کھا کر پسپا ہوا۔ شیخ
کی قسمت نے ساتھ نہیں دیا اور رائے سہرہ سلطان قطب الدین کے نام سے ملتان
اور اوچ کا خودمختار بادشاہ بن گیا ہے۔ قطب الدین کی تاریخ وفات ۸۷۴ھ ہے۔
اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان حسین لنگاہ حکمران ہوا ہے اور اس کا دورِ حکومت
۸۷۴ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جب کہ ناصر الدین محمود نرفقیر ۸۰۸ھ یا ۸۱۵ھ
میں فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی وفات اور ان کی تخت نشینی کے درمیان ۶۴ یا
۶۵ سال کا فرق ہے۔ (یہ سب کچھ شہاب کی کتاب خطہ اوچ پاک سے لیا گیا ہے درویش

سید حامد کبیر ناصر الدین محمود کے لڑکے ہیں اپنے دادا مخدوم جہانیاں سے فیض پایا ہے۔ سلسلہ سہروردیہ میں بیعت ہوئے ہیں۔ اپنے والد کے بعد مسند سجادگی پر بیٹھے ہیں۔ ان کے دو لڑکے تھے۔ مخدوم رکن الدین دوسرے بہاؤالدین۔

سید فضل اللہ ناصر الدین محمود کے دوسرے فرزند ہیں۔ انہوں نے اپنے والد کے عم حقیقی راجن کتال سے خلافت پائی ہے۔ بڑے عالم فاضل تھے ان کی اولاد اوچ دیوان کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ مزار اوچ میں ہے۔ باقر الانوار کے مصنف سید محمد باقر ان کی اولاد سے ہیں۔ شہاب صاحب کہتے ہیں۔ اوچ کو جو عروج حاصل ہوا ان دو بزرگوں کی اولاد کا اس میں غالب حصہ ہے۔

مقبرہ مخدوم جہانیاں ۸۵۷ھ نواب غازی محمد خان والی ڈیرہ غازیخان نے تعمیر کرایا تھا۔

مقبرہ بی بی جندوڈی اس خاندان کی ایک بزرگ خاتون تھیں۔ اس کا مقبرہ ۹۰۰ھ میں خراسان کے بادشاہ محمد ولشاد نے تعمیر کرایا تھا جس کا نصف حصہ ۱۲۳۳ میں سیلاب کی نذر ہو چکا ہے۔

خاندان گیلان اوچ اس سلسلہ میں سید شہاب نے کہا ہے۔ شیخ عبدالقادر ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۸ گیلان معرب جیلان میں پیدا ہوئے ان کی والدہ کا نام ام الخیر فاطمہ بنت ابی عبداللہ صومعی ہے والد گرامی ابو صالح محمد بن موسیٰ ہیں۔ محی الدین لقب ہے۔ مرشد ابو سعید مخزومی

Marfat.com

تھے ۔ تاریخ وصال بغداد میں ۹ ربیع الثانی ۵۶۱/۵۶۲ھ مطابق ۱۱۶۶ء (سن عیسوی پیران پیر) عمر نوے سال ۔

سیّد محمد غوث

شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ہیں شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے ۔

سید محمد بن شاہ میر بن علی بن سعود بن احمد بن صفی الدین بن سیف الدین عبدالوہاب بن سیّد عبدالقادر جیلانی ۔

ابوالعباس احمد بن صفی الدین ہلاکو کے حملہ بغداد کے بعد روم چلے گئے اور پھ وہاں سے شام حلب کے مقام پر فرودگاہ قیام ہوئے ہیں جب یہ خاندان حلب تھا تو محمد غوث پیدا ہوئے ہیں ۔ تاریخ ولادت خطہ اوچ پاک ، اولیائے بہاولپور دونوں میں درج نہیں ہے ، البتہ اولیائے بہاول پور میں سیّد محمد غوث کا ورود اوچ ۸۸۷ دکھایا ہے ۔

شادی کا قصّہ

مفتی غلام سرور لاہوری کی کتاب خزینۃ الاصفیائ کے حوالہ سے سیّد شہاب لکھتے ہیں ۔ اس میں یہ روایت درج ہے کہ ایک رات حاکم ملتان و اوچ سُلطان قطب الدین رائے سہرا لنگاہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث اعظم تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "اپنی دختر نیک اختر میرے بیٹے سیّد محمد کے نکاح میں دے کر سعادت حاصل کر"۔ سُلطان دربار غوثیہ کا یہ ارشاد سُن کر اپنی بیٹی کا نکاح حضرت سیّد محمدؒ کے ساتھ کر دیتے ہیں لیکن اس کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ سید محمد غوث نے دُوسرا نکاح ابوالفتح حسینی کی لڑکی سے کیا ہے ۔ اور چار فرزند عبدالقادر، عبداللہ،

Marfat.com

مبارک اور محمد پیدا ہوئے ہیں۔ تاریخ وفات ۹۲۳ھ (اولیائے بہاولپور) ۱۵۱۷ء
(غوث پاک ضیاء) سکندر لودھی کے ہمعصر ہیں۔

سلطان قطب الدین دور اقتدار ۲۷ سال از ۸۴۷ھ تا ۸۷۴ھ
علاقہ حکومت ملتان و اوچ۔ اس کا اصل نام
رائے سہرہ اپنے وقت کا بڑا سیاسی آدمی ہوا ہے

اس جگہ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سلطان قطب الدین لنگاہ جس کو غوث اعظم
نے اپنے بیٹے سید محمد غوث اوچی کو لڑکی دے کر سعادت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی
ہے۔ "وہ خطہ اوچ پاک" صفحہ ۱۴۸ سطر چار کے مطابق ۸۷۴ میں وفات پا جاتے ہیں۔

سید محمد غوث کا ورود اوچ ۸۸۷ ہے۔ گویا ان کے اوچ آنے سے ۱۵ سال پہلے
وفات پا جاتا ہے۔

<u>خانوادہ نبوت سے شادی بیاہ</u>

تاریخ کا ایک دلچسپ پہلو ہے امتیوں کے اس جنون کی ابتداء ایک ہمدانی
عراقی کے قول سے ہوتی ہے۔

تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کہتے ہیں ابن سعد نے علی ابن الحسن
سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نو بیاہتا
بی کو گھر لاتے ہیں تو چند دن رکھ کر طلاق دے دیتے ہیں دراں حالیکہ وہ اس
راضی نہیں ہے۔ ایسی وہ نوے شادیاں رچا چکے ہیں۔
جعفر بن محمد کہتے ہیں اس سے ہمیں قبائل میں دشمنی پیدا ہونے کا خوف

Marfat.com

لاحق ہوا۔ حضرت علی امیر المومنین نے اعلان کیا کہ اے کوفہ والو! حسن کے سا
اپنی بیٹیوں کی شادی مت کرو، وہ طلاق دینے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ایک
ہمدانی نے کہا، خدا کی قسم ہم اپنی بیٹیوں کو ان کی زوجیت میں ضرور دیں گے
رکھنے اور چھوڑنے کا اختیار ان کو خدا نے دیا ہے۔ ابن سعد عبداللہ بن حسین
بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بہت نکاح کرتے تھے وہ اپنی نو بیا
بیوی کو چند دن رکھتے اور پھر طلاق دے دیتے۔ (مناقب حسن رضی اللہ عنہ

اسی تاریخ نے اس کا بدلہ یوں چکایا ہے کہ ان کی کسی بیاہتا نے ان کو ز
دے دیا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن ق
کو مدینہ شریف میں یزید نے خفیہ طور پر یہ پیغام بھیجا کہ اگر حسن ابن علی کو زہر دے
تو میں تم سے نکاح کر لوں گا۔ اس فریب میں آ کر بدنصیب جعدہ نے آپ کو
دیا۔ جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔"

علامہ ابن خلدون کہتے ہیں: آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے
بسازش امیر معاویہ زہر دیا تھا۔ یہ شیعوں کی روایت ہے، جس کی اصلیت کہیں
نہیں پائی جاتی۔" (علامہ عبدالرحمٰن)

درویش: دونوں تاریخوں میں ہر چند نام کا اختلاف ہے لیکن مسئلہ نفی ا
اثبات کا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی

صحت روایات میں ذمہ داری قبول نہیں کر
کہتے ہیں میں نے تاریخ میں جو لکھا ہے

تاریخ الحافظ ذہبی المعروف بہ جامع التاریخ سے ماخوذ ہے وہی روایات

Marfat.com

صحت کی ذمہ دار ہے۔

درویش کو شادی و طلاق کی روایت قبول کرنے میں اس لیے تردّد ہے کہ ۳۵ تا ۴۰ھ حضرت علی امیر المومنین کا دورِ خلافت ان کے لیے بڑا پُر آشوب تھا۔ کوفہ کی سرزمین صحابہ کبار کے خون سے رنگین تھی اس ماحول میں داد عیش کا موقعہ کہاں ہے؟ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں میں خلیفہ کو موردِ الزام ٹھہراتے تھے۔

۳۵ تا ۴۰ھ حضرت علیؓ کا دَور خلافت

اگر میں تاریخ وار دن گن دوں تو آپ ایک دن کو بھی چین کا دن نہیں کہہ سکیں گے۔ عقیدت کے پردہ میں آل علیؓ کے بہترین شخص پر کسی نے بڑی سخت چوٹ کی ہے۔ حضرت حسن اہلِ بیت رسُول میں بلا فضل شامل ہیں۔

سیّد عبد القادر

سیّد محمد غوث کے فرزند ہیں۔ سیّد عبد القادر ثانیؒ کے نام سے مشہور رہوئے ہیں۔ علم و عمل میں بڑے جامع کمال تھے۔ تاریخ ولادت ۸۶۲ھ ہے بعمر ۸۰ سال ۱۸ ربیع الاوّل ۹۴۰ھ وفات پائی ہے۔

سیّد شہاب کہتے ہیں۔ ان کی والدہ سیّد ابوالفتح کی صاحبزادی تھیں جو سیّد صفی الدّین گازرونی کی اولاد میں سے تھے اور مزید کہا ہے۔ سید ابوالفتح بھی بڑے پایہ کے بزرگ اور تسخیر جنات علم حاضرات کے بڑے ماہر تھے۔

سیّد مبارک حقانی

سیّد محمد غوث کے دُوسرے فرزند ہیں۔ والد کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر خلافت پائی ہے۔

Marfat.com

خواجہ مسعود فرید گنج شکرؒ سے ایک بزرگ معروف چشتی ہوئے ہیں۔ انہوں نے
ان سے خلافت پائی ہے۔ معروف چشتی سے سلسلہ نوشاہیہ قادریہ چلا ہے۔
تاریخ وصال ۹۵۶ھ ہے۔ والد بزرگوار کے ساتھ دفن ہیں۔

سیّد عبداللہ ربانی شاہ محمد غوث کے تیسرے صاحبزادہ ہیں۔ تاریخ
وفات ۹۷۸ھ ہے۔

سیّد محمد نورانی سیّد محمد غوث کے چوتھے لڑکے ہیں۔ بلند پایہ کے
بزرگ ہوئے ہیں۔

سیّد عبدالرزاق سید عبدالقادر کے صاحبزادہ ہیں تعلیم کے سلسلہ میں
ناگور تھے۔ والد گرامی فوت ہو گئے۔ اشارہ غیبی
پر وہاں سے روانہ ہوتے لیکن تجہیز و تکفین کے بعد اوچ پہنچے ہیں۔ اپنے والد
کے بعد جانشین مقرر ہوئے ہیں۔ ۵ رجمادی الآخر ۹۴۲ھ، انتقال فرما گئے ہیں۔

سیّد حامد گنج بخش سیّد عبدالرزاق کے صاحبزادہ ہیں۔ ان کے لڑکے
سیّد عبدالقادر ہیں جو والد کے بعد سجادہ نشین بنے
ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی جمال الدین موسیٰ پاک شہید ملتان میں سکونت گزین
ہوئے ہیں۔

Marfat.com

مخدوم عزیز خطیب

اولیائے بہاولپور میں شہاب صاحب نے بزرگان باقر کے زیرِ عنوان کئی ایک نام گنواتے ہیں۔ ان میں عزیز خطیب، قاضی ابوالفتح، مولوی محمد عابد، مولوی محمد عبداللہ، مولوی غلام مصطفٰے اور مولوی عبدالرحیم آتے ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

عزیز خطیب کے بارے کہا ہے کہ یہ رکن الدین ابوالفتح رکن عالم ملتانی متوفی ۷۳۵ کے مرید اور خلیفہ ہیں اور اپنے وقت کے خطیب تھے۔ مزار قلعہ سراہی کے قبرستان میں ہے۔

قاضی ابوالفتح ایک عالم باعمل اور صاحب تصنیف بزرگ ہوئے ہیں۔ قاضی صاحب تاحیات ملتان میں فقہ، تفسیر اور حدیث کا درس دیتے رہے ہیں۔ اور وہیں انتقال فرمایا ہے۔ شیخ جلال الدین کے احاطہ میں دفن ہوتے ہیں۔ ان کے والد شیخ قطب الدین کا مزار قلعہ سراہی میں ہے۔

مولوی محمد عابد مولوی محمد عادل کے فرزند اور قاضی ابوالفتح کی جائیداد کے وارث تھے۔ آپ افغانوں کے حملہ کے وقت ملتان سے ترکِ سکونت کر کے اوچ شریف اقامت گزیں ہوئے۔ مخدوم گنج بخش سے مشکوٰۃ پڑھی ہے اور آخر میں باقر پور تشریف لے آئے۔ ۱۱۸۲ میں انتقال فرما گئے ہیں۔

مولوی محمد عبداللہ قاضی ابوالفتح کے ہمعصر تھے جنہوں نے

Marfat.com

اورنگ زیب بادشاہ کا زمانہ پایا ہے۔ تکمیل علم کے بعد دہلی چلے گئے اور وہاں درس تدریس میں مشغول ہوئے۔ اورنگ زیب کی طرف سے ہفت ہزاری کا منصب پایا ہے۔

مولوی غلام مصطفٰے انہوں نے احمد شاہ درانی کا زمانہ پایا ہے آخر عمر میں اوچ چلے گئے۔ وہاں درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ ۱۱۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت محمد غوثؒ کی خانقاہ کی شرقی دیوار کے ساتھ دفن ہوئے ہیں۔

مولوی عبدالرحیم: مولوی غلام مصطفٰے کے چھوٹے بھائی ہیں۔ تحصیل علم کے بعد تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کیا۔ آخری عمر میں باقرپور تشریف لے آئے شیخ تاجدین شہید اور مخدوم عزیز خطیب کے مزاروں کی مرمت کرائی۔ ۱۱۷۱ھ میں انتقال ہوا۔ قلعہ سرداہی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ ضلع رحیم یار خاں میں باقرپور بھونگ رئیس غازی کے نزدیک ایک بستی ہے۔ حسب دستور شہاب صاحب نے ان سب بزرگوں کا سلسلہ طائف کے ایک قبیلہ قریش سے ٹانکا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابا بخت جمال وڑائچ جٹ

مشرقی پنجاب ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ نزد ڈیرہ بابا گورونانک ایک ریلوے اسٹیشن رتڑ چھتڑ ہے اس کے مضافات میں جھنگی بخت جمال ہے۔ درویش کے دادا لالہ مشتاق احمد اس خاندان کے مرید تھے جو ڈیرہ بابا نانک کے قریب حویلی خورد میں رہائش رکھتے تھے۔ بقول حکیم صوفی عبدالواحد عم زادہ

بابا جمال بخت نوشاہ پاک کے مرید اور خلیفہ ہیں حضرت نوشاہ پاکؒ کا مزار ہرمل شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہے۔ حضرت نوشاہ پاک حضرت معروف چشتی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ خواجہ معروف چشتی خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ پاکپتن کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سیّد محمد غوث اوچ کے فرزند سید مبارک حقانی ہیں۔ ان پر جذب و مستی کا عالم طاری ہوا۔ وہ لکھی جنگل میں اقامت گزیں ہیں۔ معروف چشتی ان کو اس جگہ ملتے ہیں۔ اور ان سے فیض پایا ہے۔ قادریہ سلسلہ کی ایک شاخ نوشاہیہ حضرت معروف چشتی کی طرف منسوب ہے۔ ان کا انتقال ۹۸۷ھ میں ہُوا۔ مزار خوشاب تحصیل سرگودھا میں ہے۔

چودھری علی احمد اعوان

اس کے راوی ہیں کہ معروف چشتی کے ایک مرید اور خلیفہ حضرت سلیمان نوری ہیں اور ان

Marfat.com

کا مزار تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں ہے۔ ان کے خلیفہ نوشاہ پاک ہیں جن کا
مزار رہرمل شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہے۔ ان سے بابا بخت جمال
نے فیض پایا ہے اور سند خلافت حاصل کی ہے اور ان کا مزار جھنگی بخت جمال
رنڑ چھنڑ کے قریب ہے۔

میاں ارشاد احمد

ان کے جدِ اعلیٰ بابا بخت جمال ہیں اور ان کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے ۔ میاں ارشاد احمد
بن غلام رسول بن امام الدین بن احمد شاہ بن عبدالغفور بن حسن محمد بن بابا بخت جمال
ان کی رہائش سلطان پور ہے جو اوچ شریف سے کوئی چار میل مشرق میں احمد
پور شرقیہ کو جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ ان کے والد بزرگوار میاں غلام رسولؒ
پچھلے چند سالوں میں فوت ہوئے ہیں اور ان کا مزار سلطان پور میں ہے۔ میاں
غلام رسول کا روحانی تعلق ایک گونہ اوچ شریف سے ہے وہ تقسیم ملک سے
پہلے ریاست بہاول پور میں آئے ہیں، اور اسلامی ریاست کی اسلامی معاشرت
سے مانوس ہوئے ہیں۔ انہوں نے سلطان پور موضع میں کوئی ساڑھے تین مربع
اراضی خرید کی ہے اور تقسیم ملک کے بعد ریاست بہاول پور میں آکر اپنے رقبہ
زرخرید میں رہائش پذیر ہوئے ہیں، اور اسی جگہ میاں ارشاد احمد کی پیدائش ہوئی
ہے۔ ان کی عمر ۱۹۸۱ء کوئی بیس سال ہے، اور اپنے والد کے بعد مسند خلافت
کو رونق بخشی ہے۔

میاں فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ

میاں غلام رسول موصوف کے برادر خورد ہیں۔
وہ اپنے دادا کے مزار پر کوئی پانچ سال

Marfat.com

اعتکاف بیٹھے ہیں بالفاظ دیگر مزار کے اندر رہ کر چلہ کشی کی ہے پہلے کچھ دن روٹی کھائی اور پھر دُودھ کے گلاس پر گزارا کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد سب کچھ چھوڑ بیٹھے۔ پانچ سال کے بعد جو مزار سے باہر آئے ہیں۔ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھے کوئی پانچ دس روز زندہ رہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ ان کا مزار ٹانڈے تحصیل دسوہا ضلع جالندھر میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس بزرگ کی قبر کے بائیں طرف سے مٹی لے کر مریضوں کو پلاتے ہیں۔ شفا ہو جاتی ہے۔ اللہ اعلم بالصواب۔

میاں غلام رسُول کا عرُس

سُلطان پُور نزد اوچ شریف ان کا عرس باقاعدگی کے ساتھ شوال کی ۲۵ تاریخ کو ہوتا ہے۔ ہمارے چک کی اعوان برادری کو ان سے خاص عقیدت ہے۔ ہر سال عرُس کے موقعہ پر بکرے چھترے لے کر جاتے ہیں اور عرُس کے اہتمام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ چودھری علی احمد اسی برادری کے سرکردہ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مَیں نے نوشاہ پاک کے مزار پر حاضری دی ہے۔ مجھے اپنی طبیعت میں ایک معتدبہ تبدیلی نظر آئی ہے۔" نماز پنجگانہ اور تہجد میں پابندی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک لڑکے کو قرآن حفظ کرایا ہے۔

درویش : آپ کے خاندان میں پہلے کوئی حافظ ہے؟ کہا نہیں! درویش نے کہا یہ ریاست بہاولپور کے علاقہ کی خاصیت ہے! ہمارے چک کی آرائیں برادری کے دو بچّوں نے قرآن حفظ کیا ہے۔ محمد منور و محمد اصغر، حافظ محمد منور ہمارے دیوار بدیوار ہمسایہ ہیں۔

Marfat.com

ملک مختار احمد اعوان

اپنے والد بزرگوار کی برسی پر شبینہ کراتے ہیں۔ نومبر ۱۹۸۱ء اس دفعہ حافظ صاحبان تشریف نہیں لائے۔ نماز عشاء کے بعد لاؤڈ سپیکر کے سامنے بیٹھ گئے اور قرآن ہاتھ میں لے کر پڑھنا شروع کر دیا۔ صبح طلوع آفتاب کے قریب ختم کر لیا ہے۔ درویش ان کے اس کارنامہ سے بہت خوش ہوا۔ ناظرہ قرآن خوانوں میں اسے ایک ریکارڈ کہ ہے۔ اب ان کو اپنے مرشد کی طرف سے خلافت مل چکی ہے

ہمارے چک نمبر ۴۷/۳ بار عباسیہ کے زمیندار ہیں اور اعوان برادری سے تعلق رکھتے ہیں تین بھائی ہیں۔ عبدالقدوس مختار احمد اور نثار احمد!

عبدالقدوس فطرتاً شریف آدمی ہے۔ نثار احمد بھائیوں کا اطاعت شعار!

مختار احمد کی تاریخ پیدائش ۸ فروری ۱۹۵۲ء اور ان کے والد ملک دین محمد اعوان چک نمبر ۲۸ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ۱۹۵۴ء میں وفات پا جاتے ہیں۔ ان کی والدہ نے یتیم بچوں کی پرورش کی ہے۔ ملک عبدالغنی اس اعوان برادری کے سربراہ ہیں۔ بہاولپور کالج میں ملازم تھے۔ انہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے اعوان برادری کو چک ۶ اور چک ۴۷ عباسیہ میں آباد کیا ہے۔ ان کی والدہ عبدالغنی کی بہن ہے۔

نثار احمد کی شادی چک نمبر ۶ اعوان برادری میں ہوئی ہے۔ اور اس کے گھر دو بچے ہوئے ہیں، لیکن کسی اختلاف کی وجہ سے لڑکی کو طلاق دے دی ہے اس سے برادری کے ساتھ اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔

ملک مختار کی شادی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی کشور نسیم سے ہوئی ہے جو شکل و صورت قد و قامت اخلاق و سیرت ہر اعتبار سے ایک اچھی خاتون ہیں۔ ان کے گھر دو بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ آمین ثم آمین

Marfat.com

ملک مختار نے ۱۹۶۸ء میں میٹرک پاس کیا ہے اور کوئی آٹھ سال اسکول ماسٹر رہے ہیں ۔ اپنے حقیقی تایا زاد مولوی سلطان احمد سے دست بیعت ہوئے ہیں جو چک ۲۸ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں رہائش رکھتے ہیں ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۸۶ء بروز جمعہ مولوی سلطان احمد وفات پاجاتے ہیں ۔ ملک مختار چار روز پہلے پہنچ جاتے ہیں ۔ وہ ان کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین بنا گئے ہیں ۔

ان کا شجرہ خلافت اس طرح ہے ۔

ملک مختار احمد خلیفہ

مولوی سلطان احمدؒ

حضرت خواجہ عبدالغفور انصاریؒ

حافظ مشتاق احمدؒ

شاہ کریمؒ

صابر علیؒ

خواجہ امیر الدینؒ

شاہ محمد بخشؒ

غلام حقؒ

شاہ غریبؒ

شاہ جلال الدینؒ

ابو سعیدؒ

شیخ محمدؒ

جلال الدینؒ

شاہ نظام الدینؒ

Marfat.com

شمس الدین جلال الدین محمدؒ
احمد عبدالحیؒ
عارف محمدؒ
مخدوم علی احمد صابرؒ
فریدالدین گنج شکرؒ
قطب الدین بختیار کاکیؒ
معین الدین چشتیؒ

یہ شجرہ خلافت ملک مختار احمد نے ایک قصیدہ مناجات سے لکھوایا ہے۔

خواجہ خورشید احمد

لیاقت پور پیر بلوچ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۲۵ء فیروز پور مشرقی پنجاب ہے۔ تقسیم ملک کے بعد چشتیاں آئے ہیں اور ۱۹۶۸ء چشتیاں سے لیاقت پور آ ڈیرہ ڈالا ہے کچی منڈی رہائش رکھتے ہیں۔ مکان کے ساتھ ایک مسجد اور ڈیرہ ہے۔ صاحب اولاد ہیں۔

۱۔ بڑے صاحبزادہ محبوب عالم نے ایم اے عربی اور اسلامیات کیا ہے۔
۲۔ دوسرے صاحبزادہ محمد عالم ایل ایل بی کا امتحان دے چکے ہیں۔
۳۔ تیسرے صاحبزادہ محمد یار طبیہ کالج کے فارغ التحصیل ہیں۔
۴۔ سب سے چھوٹے صاحبزادہ لیاقت پور ایف ایس سی کے طالب علم تھے جو قضائے الٰہی سے ۲۲ رمضان ۱۴۰۵ھ افطار روزہ کے وقت وفات پا جاتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

پچھلے دنوں درویش کو خواجہ خورشید احمد سے ملاقات کا موقع ملا۔ ایک بزرگ آدمی ہیں۔ ان کے صاحبزادہ محمد عالم نے تاریخ ریاست بہاولپور جلد اوّل پر تقریظ بھی لکھی ہے۔ جو اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہے۔

بڑے صاحبزادہ محبوب عالم سے گاہے بگاہے ملاقات ہو جاتی ہے۔ وہ تنظیم آئمہ مساجد کے بارے دلچسپی رکھتے ہیں۔

یہ معلومات انہوں نے مہیا کی ہیں اور بتایا ہے کہ ان کے پیر و مرشد خواجہ نظیر حسینؒ کا مزار کامونکے ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔ ان کی بزرگی میں یہ کہنا کافی ہے کہ انہوں نے بچوں کی تعلیم و تربیت میں خاصی توجہ دی ہے، اور انسانی معاشرہ میں ان کو ایک فعال حیثیت کا مالک بنایا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیر سید شمس الحق شاہ

شمس آباد ـــــــ تحصیل صادق آباد

تاریخ ولادت ۱۸۵۲ء، وفات ۱۲ جنوری ۱۹۸۱ء، عمر ۱۲۸ سال

مذہب اسلام کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم! ان سب کی عمریں ترسیٹھ سال ہیں۔ اس لحاظ سے اس بزرگ نے دو آدمیوں کے برابر عمر پائی ہے۔

سید علی ترمذی المشہور پیر بابا صوبہ سرحد کی اولاد سے ہیں۔ سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے

۱۔ سید شمس الحق	۱۱۔ " عبدالمنان
۲۔ " محمد اسماعیل	۱۲۔ " عثمان
۳۔ " عبدالوہاب	۱۳۔ " الغفران
۴۔ " بیہاب	۱۴۔ " میاں عابدین
۵۔ " عمران	۱۵۔ " مُصطفٰے
۶۔ " عبدالرحمٰن	۱۶۔ سید علی ترمذی پیر بابا
۷۔ " نعمان	۱۷۔ " قمر علی
۸۔ " سُلطان	۱۸۔ " احمد نور
۹۔ " امام	۱۹۔ " یوسف نور
۱۰۔ " عبدالحنان	۲۰۔ " نور بخش ترمذی

Marfat.com

۲۱- " احمد بیغم

۲۲- " بداق

۲۳- " احمد مشتاق

۲۴- " شاہ ابوتراب

۲۵- " حامدین

۲۶- " محمود

۲۷- " محمد اسحٰق

۲۸- " عثمان

۲۹- " جعفر

۳۰- " عمر

۳۱- سید محمد

۳۲- " حسام

۳۳- " سید شاہ

۳۴- " جلال گنج گنج العلم

۳۵- " امیر علی

۳۶- " عبدالرحیم

۳۷- " محمد مکی

۳۸- " محمد مہدی

۳۹- " حسن عسکری

۴۰- سید علی نقی

۴۱- " علی تقی

۴۲- " علی رضا

۴۳- " موسیٰ کاظم

۴۴- " امام جعفر صادق

۴۵- " محمد باقر

۴۶- " زین العابدین علی

۴۷- " امام حسین

۴۸- " امیرالمومنین حضرت علی
رضی اللہ عنہم اجمعین

نسلی خون کے اعتبار سے سید ہیں جغرافیائی لحاظ سے پٹھان، درمیانہ قد، مضبوط دہرا جسم رنگ گندم گوں سُرخ۔ مزاج میں نرمی تلخی دونوں ہیں۔ ایک بارُعب شخصیت تھی۔ ریاست بہاولپور میں ان کا ورود کوئی ۱۹۳۰ء سے پہلے ہوا ہے۔ یہ کچھ عرصہ فقیروالی رہ کر

Marfat.com

۱۹۳۰ء میں چک نمبر ۱۰۹ فتح تشریف فرما ہوئے ہیں اس جگہ ان کے بھائی مولانا سید نورالحق امام مسجد ہیں جو بعد میں دوسری جگہ چلے گئے ہیں اور آجکل یزمان کے علاقہ میں ہیں پیر شمس الحق چک ۱۰۹ فتح سے بہاولپور آئے ہیں اور جون ۱۹۳۱ء بہاولپور میں ان کے بڑے لڑکے اسرارالحق کی ولادت ہوئی ہے۔ درویش ان دنوں ان کے پاس ہیں اور درویش کا یہ قیام کوئی چھ ماہ کا ہے۔ ان کی پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ اس سے ایک لڑکا تھا جس کے متعلق فرماتے تھے کہ وہ چودہ سال کی عمر میں دیوبند سے سند فراغت لے چکا تھا، لیکن جلدی فوت ہو کر داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ بڑا ذہین بچہ تھا۔ بیوی اور بچہ کی فوتیدگی نے ان کی دنیا تاریک کر دی دل برداشتہ ہو کر مختلف شہروں سے گزر کر مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں اور وہاں کوئی بارہ سال قیام کیا ہے۔ مدینہ کے کسی بزرگ نے ان کو سند فضیلت دی ہے اور پگڑی بندھوائی ہے اور پھر وہاں سے واپس ہندوستان آئے ہیں۔ طبابت سے خاص شغف رہا ہے۔ یونانی اور ویدک دونوں طریقۂ علاج سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ریاست بھوپال میں بھی ان کا قیام رہا ہے۔ پھر وہاں سے کسی جگہ آ کر دوسری شادی کی ہے یہ حرم محترم کشمیری خاندان سے تعلق رکھتی ہیں ان کے پہلے خاوند سے ایک لڑکا بدر عالم ہے جو ان کے ساتھ رہا ہے اور پھر اس نے اپنی الگ رہائش رکھ لی ہے اور تعلقات رسمی رہے ہیں۔ فوتیگی کے موقعہ پر وہ موجود ہیں۔ بہاولپور پہلے ملتانی دروازہ کوتوالی صدر تھانہ کے جنوب میں مشرق کی طرف ایک مکان ہے اور پھر اعلحضرت سر صادق محمد خان امیر آف بہاولپور۔

سے واقفیت پر صدر خزانہ کے مقام پر شیخ عبدالغنی جو میاں نظام الدین حیدر کے خسر گرامی ہیں، کی ہمسائیگی میں مکان مل گیا ہے اور وہاں رہائش رکھ لی ہے۔ میجر شمس الدین

Marfat.com

محمد وزیر تعلیم کے ساتھ ان کے مراسم خوشگوار رہے ہیں ۔ ۱۹۴۰ء کے قریبی زمانہ میں صادق آباد کے مشرق میں موضع جعفر پور کے مقام پر کچھ رقبہ خرید کر فرودگاہ قیام ہوئے ہیں اور اسے شمس آباد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ صادق آباد سے بنگلہ منٹھار کی طرف جانے والی سڑک پر بیگم گڑھی سے آگے ایک مائنر (راجباہ) کا پل آتا ہے ۔ وہ اڈہ دھن پتیاں کے نام سے مشہور ہے ۔ وہاں سے پانی کے بہاؤ کی طرف کوئی دو میل کے فاصلہ پر چک نمبر ۵۵ ہے اور اس سے متصل شمس آباد ہے اور اس کے مغرب میں چک ۵۶ ہے ۔ ان کی فقیری اور طبابت دونوں کو ایک دوسرے کی معاونت حاصل رہی ہے ۔ سلطان محمود لے سی کے خسر گرامی کہتے ہیں :" میں نے رحیم یار خاں کوئی سولہ سال حکمت کی دکان کھول رکھی ہے ۔ یہاں سے لوگ علاج معالجہ کے لیے وہاں جاتے رہے ہیں ۔ حکمت میں وہ ایک اچھی شہرت رکھتے تھے ۔"

قرب و قرابت

چشتیاں چک ۱۰۹ نہر فتح درویش ۱۹۳۰-۳۱ء تقریباً ڈیڑھ سال ان کے پاس رہا ہے ۔ نومبر، دسمبر ۱۹۴۲ء، جنوری ۱۹۴۳ء کوئی تین ماہ صادق آباد ان کے دولت کدہ پر حاضری دی ہے اور پھر کوئی ۱۹۵۰ء کے بعد ایک دو دن کے لیے گیا ہے ۔ بعد ازاں تو تیگی کے موقعہ پر جنوری ۱۹۸۱ء، درویش وہاں موجود ہے ۔ ۲۷ جنوری ۱۹۸۱ء قریب شام وہاں پہنچا ۔ دوسرے دن افاقہ ہوا مجھے بلایا گیا ہے ۔ اسرار الحق نے کہا محمد علی درویش بہاولپور سے آئے ہیں ۔" ایڈیٹر الامام" وہ غنودگی کے عالم میں ہیں ۔ کوئی جواب نہیں دیا اور پھر ۲۹-۳۰ کی رات کو کوئی دو بجے کے قریب پوچھتے ہیں ۔ محمد علی آیا تھا ۔ اسرار صاحب نے کہا ہاں یہیں ہیں ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۸۱ء بوقت شام روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن ۔

Marfat.com

آخری دیدار

معززین علاقہ کے علاوہ شہزادہ صلاح الدین عباسی ڈیرہ نواب صاحب سے مرزا عبداللہ بیگ بہاولپور، شیخ شہاب الدین چشتیاں چودھری محمد شریف نمبردار چک ۱۰۸ فتح چوہدری محمد صدیق جن پور اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوئے ہیں۔ قریبی رشتہ داروں کو پہلے ہی اطلاع دے کر بلا لیا گیا ہے۔ ان کے ایک بھائی جو اسرار الحق کے خسر بھی ہیں۔ یہاں پہلے سے موجود تھے۔ نماز جنازہ کے بعد سب نے آخری دیدار کیا ہے۔ صدیق طاہر کے توسط سے ریڈیو پر خبر آگئی ہے۔ اس اطلاع پر کافی لوگ قل خوانی میں شریک ہوئے ہیں۔ جو دو دن درمیان رکھ کر ہوئی ہے۔ ۶ مارچ ۱۹۸۱ء آج جمعہ کا دن ہے۔ چالیسویں کے ختم پر دور نزدیک کے سب مرید اور دوست واقف کار آئے ہیں۔ مولوی محمد سعید کروڑ پکا ان کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے صاحبزادہ آئے ہیں اور انہوں نے اجتماع کو خطاب کیا ہے اور مرحوم کے محاسن و شمائل پر ایک بصیرت افروز تبصرہ کیا ہے۔ عالم فاضل آدمی ہیں۔ عقائد میں متشدد معلوم ہوتے ہیں۔ اسرار صاحب کا مذہب و مسلک اپنے والد کی طرح بڑا اعتدال پسند ہے۔ ۱۲۸ سال کی ہنگامہ خیز زندگی اس مختصر تقریبات کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچی ہے۔

رونق و بہار

مولوی محمد اکرم قل خوانی کے موقع پر چشتیاں سے آئے ہیں۔ وہ ایک ایک کے گلے لگ کر عورتوں کی طرح رو رہے ہیں۔ قل خوانی کو انہوں نے گویا اس طرح زبان بخشی ہے۔ بھی اور افسردہ زندگی میں ایک بہار آئی ہے۔ درویش کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا: میں نے حضرت صاحب

Marfat.com

کے پاس کوئی چار پانچ سال اس جگہ رہ کر گزارے ہیں۔ اور ان سے اتنی تعلیم پائی ہے کہ اب ایک مسجد کی امامت کرا رہا ہوں۔ انتظامیہ امور میں انہوں نے کوئی ذمّہ داری قبول نہیں کی نہ ان کو کسی پر کوئی حجت ہے۔

آئے تھے مثل بُلبل سیر گلشن کر چلے
سنبھال مالی باغ اپنا ہم مسافر گھر چلے

زندہ کرامت

گورا رنگ نازک اندام مجھے شاہ مکران کے شہزادہ نظر آتے ہیں ایک بچہ جس کی عمر گیارہ بارہ سال ہے وہ بڑی مستعدی تابعداری اور نیازمندی کے ساتھ کام کر رہا ہے، اور اختر نام رکھتا ہے۔ درویش کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا —— میرے باپ کا نام مولابخش ہے۔ میں رانجھے خان کا رہنے والا ہوں جو صادق آباد اور رحیم یار خان کے درمیان ایک مقام ہے۔ میرے باپ نے حضرت صاحب کے پاس رہ کر بڑی خاموشی کے ساتھ کوئی دس بارہ سال گزارے ہیں۔ ایک دن حضرت صاحب نے از خود پوچھا: مولابخش مانگ! کیا مانگتا ہے؟ وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور سر جھکا کر عرض کیا۔ یا حضرت! ایک عدد بیوی درکار ہے۔ میں اَن پڑھ آدمی ہوں ولایت میرے کام کی چیز نہیں ہے۔ میں خلافت نہیں مانگتا مجھے لوگوں کو مرید بنانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اگر کوئی کنواری لڑکی میرے نکاح میں آجاتی ہے تو میں اس کو اپنی خدمت کا ایک بہت بڑا صلہ سمجھوں گا۔ مولابخش! پھر آپ ہم سے خوش جائیں گے یا حضرت پاؤں سے سر تک خوشی میں ڈوب جاؤں گا۔ اچھا اپنے گھر جا کر بیٹھ جاؤ! رشتہ والے تمہیں خود آکر بلا لیں گے، کوئی زیادہ دن نہیں گزرے کہ رانجھے خان کا راج دلہا رانگا مہندی سہرا باندھ راجکماری بیاہنے جا رہا ہے۔ میں تیسرا نمبر ہوں والد صاحب فوت ہو چکے

Marfat.com

ہیں اور مجھے ان کی حاضری میں چھوڑ گئے ہیں۔ یہ خبر واحد نہیں۔ علاقہ کے دوسرے لوگ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

اخذ : آپ ناشتہ دینے میں بڑی دیر کر دیتے ہیں۔ کوئی دیوار کے ساتھ کھڑا رو رہا ہے کوئی وہاں بیٹھا سسکیاں بھر رہا ہے آپ کھانے کی سوچ رہے ہیں۔ کوئی شادی بیاہ کا موقعہ ہے کہ ہر وقت چولہا گرم رہتا ہے" ایک ہی سانس میں غم کدہ کی ایک تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں مجھے گھر کے معاملہ میں کیا دخل ہے ؟ لیکن انہوں نے ایک قسم کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے عذر خواہی میں جو انداز اختیار کیا ہے وہ ان کے دل کی کتنی سادہ اور صاف آواز ہے۔ یہ روداد واقعہ ان کی فقیری میں اثر انداز ہوتی ہے۔

ہمارے نزدیک فقیری کا ایک تصور یہ ہے کہ ایک آدمی کوئی بات کہتا ہے اسباب ظاہری اس کی موافقت میں نظر نہیں آتے۔ وہ کام ہو جاتا ہے تو ہم اسے فقیر کی کرامت سے تعبیر کرتے ہیں۔

سیدنا محمد اسرار الحق

بہاول پور ۱۹۳۱ء انا سی سال کی عمر میں شاہ صاحب کے گھر ان کی ولادت ہوئی ہے اور اس کے بعد اس دولت کدہ میں سراج الحق کی آمد ہوئی ہے۔ ۱۹۴۲ء تک ان کی تعلیم میں شاہ صاحب نے کوئی خاص دل چسپی نہیں دکھائی درویش کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوتے کہا ہے " پچھلی عمر کے یہ بچے بہت عزیز اور پیارے ہیں۔ ۱۹۵۰ء کے بعد درویش شمس آباد آیا ہے تو بچے اسکول میں داخل ہو چکے ہیں اور آج فوتیدگی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اسرار الحق نے حفظ قرآن کے بعد تعلیم حاضرہ کی تکمیل کی ہے کالج میں داخل ہو کر باقاعدہ طب بھی پڑھی

Marfat.com

ہے۔علوم دین کی تکمیل کے لیے ازہر یونیورسٹی مصر میں داخل ہوئے ہیں اور کافی وقت وہاں گزارا ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایسے عظیم لیڈر کے ساتھ رہ کر وعظ و تقریر میں بھی اپنی صلاحیتوں کو آزمایا ہے اور ایک اچھے مقرر اور طبیب کی حیثیت سے علاقہ میں متعارف ہوئے ہیں۔

ولائیت میں وراثت کا فارمولا

اللہ تعالیٰ نے حکومت سے تو سادات کو دور رکھا ہے، لیکن ولایت میں ان کے لیے اصول وراثت کا فارمولا تسلیم کر لیا ہے۔ سید محمد اسرار الحق اپنے والد کے بعد خلیفہ اور سجادہ نشین مقرر ہوئے ہیں۔ چھوٹے بھائی سراج الحق اپنے ہاتھ سے بڑے بھائی کے سر پگڑی باندھ کر ان کی قیادت و خلافت پر ایمان لے آئے ہیں۔ شکل و صورت، عادات و افکار، اعتدال مزاج میں اپنے والد کے جائز وارث ہیں۔ ان کی ولایت پر ان کا مستقبل روشنی ڈالے گا۔ ان کی شادی چچا حقیقی کے گھر ہوئی ہے۔ تین لڑکے اور کچھ لڑکیاں ہیں۔ سید احتشام الحق و محمد طاہر و محمد ابراہیم تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ہیں۔

سید سراج الحق

پٹھان نقش و نگار لیے ہوئے ایک جسیم آدمی ہیں انہوں نے کالج سے نکل کر سیاست کی طرف رخ کیا ہے اور تحصیل صادق آباد میں رہ کر اپنے خیالات کو پروان چڑھایا ہے۔ یہ تحصیل ریاست کی سیاست میں ایک گڑھ ہے۔ والد کا رقبہ شمس آباد کے علاوہ چک عباسیاں میں بھی ہے۔ موٹر سائیکل، کار اور ویگن سواری کے لیے موجود ہیں۔ والد کا اثر و رسوخ زر و دولت ہر چیز نے ان کے لیے سیاسی زمین کو ہموار کیا ہے۔ الیکشن میں شہزادہ صلاح الدین عباسی کا ساتھ دیا ہے۔ سیاست درویشوں کے نزدیک ایک رفاعی ادارہ ہے۔ امیر

Marfat.com

حصول اقتدار کا ذریعہ بناتے ہیں ۔ انہوں نے اس کو ایک کاروباری ایجنسی سمجھا ہے
سندھ میں زمین کی خرید کے ساتھ کراچی میں بھی کوئی کاروبار ہے۔ ایک اچھے کھاتے پیتے لوگوں
میں شمار ہوتے ہیں ۔ ان کی شادی اپنے چچا حقیقی سید نور الحق ٹکسالی دروازہ لاہور کی
صاحبزادی سے ہوئی ہے اولاد میں تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے ۔ لڑکوں کے معاملہ
میں دونوں بھائی برابر ہیں ۔ بچے سید محمد قاسم، سید محمد طیب و سید محمد ہاشم ہیں ۔

اختلاف وناراضگی

حضرت قبلہ سید شمس الحق اپنے چھوٹے بھائی سید نور الحق سے
ایسے ناراض ہوئے کہ تازیست اختلاف دور نہیں ہوا ۔ اگر
اس روایت نے ان کے درمیان راہ نہ پایا تو تحصیل صادق آباد میں ایک ناقابل تسخیر قلعہ
ہیں ۔ اختلاف وناراضگی انسانی فطرت کا خاصہ ہے ۔ اس سے مفر ممکن نہیں ہے ۔
ناخوش گوار امور میں صبر و تحمل ہی اس کا واحد علاج ہے ۔

پیر شمس الحق نے اپنے لڑکوں کی شادی اپنے حقیقی بھائیوں کے گھر کی ہے اور
یہی سلسلہ آگے جاری رکھا ہے ۔ ان کا اپنی اولاد پر جتنا اثر تھا ۔ صاحبزادوں کا وہ اثر اپنی
اولاد پر نہیں ہے ۔

سید شمس الحق (گھوٹکی)

اور سید شبیر احمد کراچی سے آئے ہیں یہ دونوں اسرار
صاحب کے چچازاد بھائی ہیں ۔ ان سے مل کر خوشی ہوئی
ہے ۔ سید شمس الحق، مولوی نور الحق ٹکسالی دروازہ لاہور کے صاحبزادہ ہیں ۔ ۱۹۴۲ء میں
ایف اے کر چکے تھے ۔ دینی تعلیم ورثہ میں ملی ہے ۔ گھوٹکی میں ایک مسجد کے خطیب
ہیں ۔ شہر میں آڑھت کی دکان ہے ۔ پچھلے دنوں اتفاقاً گرنے سے ٹانگ ٹوٹ گئی ۔
گو وہ چل پھر نہیں سکتے لیکن اس موقعہ پر حاضری دی ہے ۔ مولانا نور الحق جن سے درویش

Marfat.com

نے چک ۱۰۹ فتح میں قرآن پڑھنے کی ابتداء کی تھی اور قبلہ شاہ کے حقیقی بھائی ہیں اور عرصہ سے شاہ صاحب ان سے ناراض تھے وہ چالیسویں میں شریک ہوئے ہیں۔ گو یہ بھائیوں کے درمیان اختلافی مسئلہ تھا لیکن افہام و تفہیم سے رفع ہو گیا ہے۔ اس طرح کئی ایک دوستوں اور پیر بھائیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایسے اجتماعات کا یہی ایک فائدہ ہے۔

عقائد و افکار

چشتیاں چک ۱۰۹ نہر فتح ۱۹۳۰ء کی بات ہے سید شمس الحق فقیر والی کی طرف سے چک ۱۰۹ فتح میں آئے ہیں جس جگہ ان کے بھائی نور الحق ہیں وہ ان کے آنے پر دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔ مولوی نبی بخش لودھرے والے کے زمیندار ہیں۔ وہ بھی ان کے ہمراہ ہیں۔ چک ۱۰۹ میں مسجد کے ساتھ جو احاطہ دکان ہے وہاں مکان بنوا کر رہائش رکھی ہے، اور مولوی نبی بخش وہاں اپنے بال بچے لے آئے ہیں۔ ان دنوں وہ دو بچیوں کے باپ تھے۔ ان کی دوسری نرینہ اولاد اس کے بعد کی پیداوار ہے۔ انہوں نے حکمت کے ساتھ ایک پرچون کی دکان بھی کھول لی ہے اور صبح مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھاتے ہیں اور قبلہ شاہ صاحب کی عدم موجودگی میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ درویش کے والد کی رہائش چک ۱۱۰ فتح میں ہے اور ان کا زیادہ وقت مولوی نبی بخش اور قبلہ شاہ صاحب کی حاضری میں گزرتا ہے۔" جب حضرت شاہ صاحب بہاولپور تشریف لائے ہیں تو مولوی نبی بخش کے بال بچوں کے ہمراہ درویش بھی بہاولپور آیا تھا اور وہاں شاہ صاحب کے پاس رہا ہے۔

ارشاد و ہدایت

چک ۱۰۹ فتح میں حضرت شاہ صاحب نماز پڑھاتے ہیں اور جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں گرد و نواح کا پورا علاقہ ان کے حلقۂ اثر میں داخل ہے اور قریبی دیہات کے لوگ ان کے ارشادات سننے کے لیے

Marfat.com

جمعہ کے خطبہ میں شرکت کرتے ہیں یہ کوئی شعبدہ باز پیر نہیں مذہب کی تبلیغ کرتے
ہیں اور سنتِ رسول کا درس دیتے ہیں۔ غسل خانہ میں کپڑا باندھ کر نہاتے ہیں اور دوسر
کو بھی ایسا کرنے کو کہتے ہیں۔ سیّد ہونے کے باوجود شیعہ پن کے سخت خلاف تھے۔
قرآن کی قرأت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی طرح بڑی پُرکشش ہے۔ بریلویت اور وہابیت
کے اعتدال میں ان کا کوئی مذہبی عقیدہ ہے۔ اس کو اپنی تقریر میں موضوع بحث کبھی بننے
نہیں دیا۔ دونوں مسلک کے لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سلام کے وقت گھٹنوں کو
ہاتھ لگانے کے سخت مخالف تھے۔ ہم لوگ ان کو مولوی صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ ان
دنوں ریاست میں کوئی سیاسیات نہ تھیں۔ انہوں نے کبھی سیاسیات کو موضوع بحث
نہیں بنایا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے عقیدت رکھتے ہیں۔ بہاولپور میں ایک دفعہ
شاہی خاندان کے کسی فرد نے اپنے محل میں جلسہ کا اہتمام کیا ہے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب
سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سننے، صدر خزانہ سے گئے ہیں۔ راقم الحروف ساتھ تھا۔
مجھے یاد ہے سید بخاری نے فرمایا: "علماء کی ایک جماعت موجود ہے۔ وہ بتا سکتے ہیں کہ
ایک عورت اپنے بالاخانہ پر دروازہ کی دراز سے باہر جھانکتی ہے تو وہ گنہگار ہے
اگر اس طرح بخاری ایک نظر سیاست پر ڈال دیتے ہیں تو قابلِ مواخذہ نہیں ہیں"۔ انکا بخاری صاحب کو سننا ظاہر کرتا
ہے کہ اس بزرگ کی طبیعت میں تنوع ہے۔ خود پسندی نہیں ہے وہ فعال ہیں جامد نہیں۔ ان کا
مزاج سیاست آشنا ضرور ہے لیکن وہ تخریب کار نہیں ہیں۔ ان کی کتاب زندگی ایک پوری صدی کی
تاریخ ہے۔ یہ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے ہیں۔ جب ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار
سیاسی حیات و ممات کی کشمکش میں مبتلا ہیں اور بالآخر ۱۸۵۷ء میں ان کا چراغ سلطنت ہمیشہ کے
لیے بجھ گیا، اور اس وقت ان کی عمر تقریباً ۵ سال ہے، سلطنت مغلیہ اور سکھ حکومت کے حالات و واقعات

Marfat.com

ں نے چشم دید گواہوں سے سنتے ہیں۔ انگریزی دورِ حکومت، ملک کا بٹوارہ، لیگ کی جتھہ بندی
س کا عروج و زوال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

یسر بھائی

حضرت قبلہ شمس الحق پیرومرشد کے عرس پر ایک پیر بھائی صوفی عبدالمجید آف
انیاں کا اصرار دامن گیر ہوا کہ ان کا نام پیرومرشد کے ذکر میں ضرور آئے، چنانچہ انہوں
مسودہ فوٹو اسٹیٹ پر اپنا نام بطور یادداشت لکھ دیا اور اپنے تعارف میں صرف
کہا کہ میں باباجی کا دھوبی ہوں۔

صوفی محمد اکبر جٹ آف گجیانی کچھ اپنی سرگزشت سنانا چاہتے ہیں۔ درویش نے اس میں
بی نہیں لی! کہ کچھ صفحات اور بڑھانے پڑیں گے لیکن محبت اپنی راہ نکال لیتی ہے
یش نے دوسرے سال بالآخر ضرورت کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں

فی عبدالمجید

ان سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ اس نے بتایا ان کے والد مولوی غلام رسول
ڈی چشتیاں کی جامع مسجد کے امام و خطیب رہے ہیں۔ جب انہوں نے بڑھاپے
وجہ سے امامت چھوڑ دی تو قاری محمود الحسن وہاں کے امام و خطیب مقرر ہوئے
ں۔ انہوں نے مزید کہا جب میں نے اپنے پیرومرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے۔
لہ تعالیٰ نے مجھ پر رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ میں تنگ دستی سے
شحال ہوا ہوں! وہ شوگر مل چشتیاں میں اپنی کوئی ملازمت بتاتے ہیں۔ پیرومرشد
ے ساتھ دھوبی کی نسبت ظاہر کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان کے ہاں آکر دوسرے
ہوں کے ساتھ کپڑے بڑے شوق سے دھوتے ہوں گے۔ اولاد میں پانچ لڑکے اور
ن لڑکیاں بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ امین ثم امین

Marfat.com

باپ نیک اور خدمت گذار قسم کے لوگوں میں سے ہے۔ ایسے لوگوں کا د
اُمید کبھی خالی نہیں رہا ہے۔

صوفی محمد اکبر

۱۔ اپنے مرید ہونے کی تقریب میں کہتے ہیں کہ میں ایک چک میں زمین ٹھیکہ پر
کاشت کرتا تھا کہ حضرت وہاں آئے! نمازِ ظہر کے بعد دو عورتیں اپنے بیمار
لے کر آئیں۔ آپ نے ان کو دو دو نفل پڑھنے کو کہا ہے۔ ایک نے فوراً و
کر کے دو نفل پڑھ لیے۔ اس کے بچہ کو خیر ہو گئی۔ وہ دوسری عورت کے پاس گ
پوچھا: آپ نے دو نفل پڑھے ہیں۔ اس نے کہا کبھی نفل پڑھنے سے بھی بیم
دُور ہوئی ہے۔ اس نے کہا: میں نے دو نفل پڑھے ہیں۔ میرے بچہ کو
ہو گئی ہے

۲۔ ایک دُوسرا قصہ یوں سنایا ہے۔ میری بیوی چار بچوں کی ماں ہے کسی
پر ناراض ہو کر میکے جا بیٹھی۔ تین سال مکمل ہو گئے ہیں۔ باباجی میرے غریب خ
پر تشریف لائے۔ بوڑھی والدہ نے بہو کی ناراضگی کا قصہ ان کو سنایا۔ بچوں
پرورش گھر کی دیکھ بھال میں سسکیاں بھرنے لگی۔ باباجی دو منٹ کے لے
آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گئے۔ پھر کہا: بہت جلد آجائے گی۔ کہیں
جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

درویش صاحب آپ یقین جانیے گا وہ مائی ہوا کی بیٹی گاڑی
بیٹھ کر دُوسرے دن گھر پہنچ جاتی ہے۔ پوچھا کیا ماجرا گذرا تم پر کہ بن بلائے
آگئی ہو؟

بتایا: کل باباجی نے مجھے قریب سے پکارا اور کہا بیٹا گھر چلو! آواز
جانی پہچانی تھی لیکن وہ نظر نہیں آئے۔ اس سے میں خوف زدہ ہو گئی چادر ا

Marfat.com

کر گھر والوں کو خدا حافظ کہہ کر آ گئی ہوں ! درویش صاحب ! آج واقعہ کو دس سال گذر چکے ہیں وہ پھر میکے نہیں گئی ۔ شہادت میں وہ اس وقت زندہ موجود ہے ۔ آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں اور میرا پورا چک اس بات پر شاہد ہے ۔

محمد اکبر ایک اور واقعہ سناتے ہیں : عید البقر کا دن ہے صبح کی نماز کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا کہ باباجی مجھے بلا رہے ہیں ۔ میں نے عید کے بعد فوراً قربانی کا جانور ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا ۔ گوشت پکنے کا انتظار کیے بغیر والد والدہ سے رخصت حاصل کر کے صادق آباد کو چل پڑا ۔ صبح جب میں ڈیرہ پر پہنچا تو چند لمحوں کے بعد سیدنا اسرار الحق گوشت کا کٹورا اور روٹی لے کر آ گیا کہ باباجی کہہ رہے کہ اکبر گوشت کھائے بغیر آ گیا ہے ۔ میرے آنے کی اطلاع گھر نہیں پہنچی کہ کھانا آ گیا ہے ۔ ان دنوں باباجی کو درد گردہ کا عارضہ لاحق تھا ۔

آگے کہتے ہیں : ایک دفعہ میں بغیر اطلاع گھر سے نکل پڑا اور دوسرے دن باباجی کے پاس پہنچ گیا ۔ انہوں نے پانچ روپے اپنی جیب سے نکال کر مجھے دیئے کہ فوراً واپس گھر چلے جاؤ ۔ تمہاری والدہ پریشان ہے ۔

درویش کہتا ہے کچھ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ ۲۵ سال تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا لیکن فوتیدگی سے دو دن پہلے پیرو مرشد سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے ۔ جنازہ میں شرکت کی ہے اور قل خوانی میں شریک ہوا ہوں ۔

چالیسویں پر دور و نزدیک سے مہمان آئے ہیں ۔ سب کو ان کے موافق حال بستر وغیرہ کا انتظام کر دیا گیا ہے لیکن درویش کے حصہ کوئی بستر نہیں آیا ۔ دس منٹ کے بعد درویش کو اس صورتِ حال کا شدید احساس ہوا ۔ مشکل میں خدا کو پکارا جاتا

Marfat.com

ہے۔ سمندر میں جہاز کو کوئی خطرہ لاحق ہوا ہے نہ جنگل میں ہم راستہ بھول
ہیں۔ سردی کے موسم میں پیرخانہ پر بستر کا مسئلہ پیر سے متعلق ہے۔ سوچا کہ
سال کے بعد پیرومرشد نے فوتیدگی کے موقعہ پر یاد فرمایا ہے۔ حاضری دی
چالیسویں پر بے پروائی؟ میں ابھی اس کشمکش میں تھا کہ پیرزادہ سراج الحق
اور پوچھا آپ کو بستر ملا ہے؟ نفی میں جواب پاکر کہا: میں ابھی بھجواتا ہوں!
یہ حسنِ اتفاق ہے یا پیر کی کرامت؟ البتہ اس سے یہ مسئلہ حل ہوگیا ہے کہ
کے بعد پیر سنتا ہے یا نہیں؟ درویش یہ کہنے کی پوزیشن میں آگیا ہے کہ ان کا خدا
ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ عرس کے موقعہ پر سیدنا اسرارالحق خصوصی طور پر
کے لیے بستر الگ کرا دیتے ہیں! عرس کے موقعہ پر مرید صاحبان حسب ضرورت
اپنا بستر ہمراہ لائیں۔ اس بات پر غور کرنا ابھی باقی ہے۔ عرس کی تاریخ ۵ مارچ مق
ہے۔

خلفاء

۱۔ چودھری محمد صدیق شہید
۲۔ ان کے صاحبزادہ حاجی محمد الیاس مالک آرائیں میڈیکل سٹور جن پور تحصیل لیاقت
۳۔ شیخ شہاب الدین منڈی چشتیاں
۴۔ ڈاکٹر محمد شبیر بورے والا۔ مجاہد کالونی فون نمبر ہاؤس ۳۷۶۰۰ آفس ۳۵
ان کی موجودگی عرس کی رونق و بہار سے تعبیر ہے۔

چودھری محمد صدیق شہید

۱۹۳۰ء چشتیاں محمد شریف محمد صدیق دونوں بھائی حضرت قبلہ کے خاص مرید
پیرومرشد بھی ان کے ساتھ بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ بعد میں محمد شریف اور حض

Marfat.com

صاحب کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو گئی لیکن محمد صدیق نے اپنا دامن عقیدت قبلہ شاہ صاحب کے ساتھ وابستہ رکھا اور ان کی اولاد بھی حضرت کی اطاعت شعار رہی ہے اور ان سے روحانی فیض پایا ہے۔ باپ بیٹا دونوں کو خلافت مل گئی ہے۔ چوہدری محمد صدیق اپنا اچھا وقت گزار کر ۳۰ اگست ۱۹۸۴ء کار کے ایک حادثے میں شہید ہو جانے ہیں ان کا مزار جن پور لاری اڈہ شاہراہ پاکستان تحصیل لیاقت پور ہے اور عرس کی تاریخ درویش کے مشورہ سے ہر سال ۵۔ اکتوبر سن عیسوی مقرر ہوئی ہے تاکہ گرمی سردی کا کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ حاجی محمد الیاس اور اس کے دوسرے سب بھائی نیک اور شریف طبیعت کے مالک ہیں۔ درویش کی عزت کرتے ہیں۔ چوہدری محمد صدیق درویش کے بزرگ دوستوں میں سے تھے۔

محمد الیاس نے بتایا والد مرحوم نے کوئی پندرہ دن پہلے اپنی قبر کے لیے جگہ کا نشان دے دیا تھا اور اپنے رہائشی مکان کا ایک دروازہ اس طرف لگوا دیا تھا وہ ۳۰ اگست ۱۹۸۴ء کو گھر سے باہر نکلے اور ایک کار سے معمولی زخمی ہوئے اور انتقال فرما گئے۔ کار والے سے کوئی تعارض نہیں کیا کہ روکنے کے باوجود بار بار ان کا باہر آنا ان کا اپنا مقدر تھا۔ پہلے ہی سال ان کا مزار اور اس کے ساتھ مسجد بن گئی ہے۔ مزید بتایا: ایک شیعہ لڑکا والد مرحوم کا عقیدت مند تھا۔ اس نے مزار کے جنوبی کونہ میں اپنی قبر کے لئے جگہ مانگی۔ ہم انکار نہ کر سکے۔ اس طرح ٹال دیا کہ آپ کے وارث ہم کو اس جگہ دفن کرنے دیں گے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا وہ جلد فوت ہو گیا۔ اس کے متعلقین نے تین جگہ الگ الگ قبر کھودی۔ وہاں مدفون لاشیں پائی گئیں۔ ان کے ورثا نے اس کی وصیت کے مطابق لاش ہمارے سپرد کر دی۔ ہم نے اس کو مطلوبہ جگہ پر دفن کر دیا ہے۔ قسمت اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔ اس نے ہمیشہ کے لیے اپنی عقیدت کا دامن صدیق سے وابستہ کر لیا ہے۔

Marfat.com

مرزا محمد عبداللہ بیگ (بی ایس سی)

ریاست بہاولپور کے قدیم باشندہ ہیں۔ ان کا کئی ایک جگہ زرعی رقبہ ہے اور امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ بہاولپور گورنمنٹ پریس میں کنٹرولر رہے ہیں۔ ہم نے ان کو ۱۹۵۳ء سے اس عہدہ پر دیکھا ہے اور اسی عہدہ سے وہ ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔ ماڈل ٹاؤن (اے) میں ایک شاندار کوٹھی بنا کر رہائش رکھتے ہیں۔ کار ہے ٹیلیفون لگا رکھا ہے دو صاحبزادے ہیں۔ دو ایک لڑکیاں ہیں۔ سب شادی شدہ اور اپنے گھر آباد ہیں۔ بڑے لڑکے مرزا اکرام اللہ رقبہ میں رہتے ہیں اور عابد صاحب بہاولپور ملازم ہیں۔

مرزا صاحب پیر بھائیوں میں ایک سینئر حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ پیر و مرشد سید شمس الحق کے والد گرامی سید محمد اسماعیل کے دست بیعت ہوئے ہیں۔ ان کی بیگم اور اولاد سید شمس الحق کی مرید ہے۔ بہاولپور سے صادق آباد جانے کے بعد جب کبھی بہاولپور آتے ہیں تو مرزا صاحب موصوف کے ہاں ٹھہرتے ہیں اور اگر ان کو بہاولپور سے آگے کہیں جانا ہو اور وہ بہاولپور سے گزریں تو مرزا صاحب کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ جب حضرت صاحب اپنے آخری ایام میں بیمار ہوئے ہیں اور ان کو علاج کے لیے بہاولپور لایا گیا ہے تو ان دنوں بھی وہ ان کے ہاں ٹھہرے ہیں۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ پیر و مرشد کو ان کے ساتھ ایک خاص لگاؤ تھا۔ اور یہ بھی ان کے مرید صادق ہیں۔ اپنے پیر و مرشد کے جنازہ اور قل خوانی میں شریک ہوئے ہیں۔ درویش کو اگر کبھی بہاولپور جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر نیاز حاصل کرنا ایک معمول ہے اور درویش کو ان کے ہاں شب باش ہونے کا بھی کئی دفعہ اتفاق ہوا ہے۔

Marfat.com

ایک دفعہ کا ذکر ہے مرزا صاحب اپنی بیگم کو ہمراہ لے کر ایک مسجد کے زنانہ مدرسہ میں جا کر شب باش ہوئے میں ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کوئی دوسرا فریق اس جگہ کو کسی دوسرے کام میں لانا چاہتا ہے۔ میں نے صبح ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگ رات کو کہاں گئے تھے تو انہوں نے حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ درویش نے پچاس روپے ہمشیرہ محترمہ کو انعام میں دیئے کہ انہوں نے بڑی دلیری اور جوانمردی دکھائی ہے۔

مرزا صاحب نے کسی دوسری ملاقات میں بتایا، میں نے آپ کے دیئے ہوئے روپے مدرسہ کو دینے کے لیے کہا تو انہوں نے جواب دیا وہ میرا انعام ہے۔ میں نہیں دوں گی۔

درویش کے اس اقدام سے انہوں نے اپنی جرأت اور خطرہ دونوں کا احساس کیا ہے۔ پچھلے دنوں ان کی اہلیہ وفات پا جاتی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یفقہ جات نے مرزا صاحب کا ایسے وقت میں ساتھ چھوڑا ہے۔ جبکہ مرزا صاحب کو پہلے سے زیادہ ان کی ضرورت تھی اور یہ ایک ایسا صدمہ ہے جسے بہرحال برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پیر بھائیوں کا رشتہ بھی ایک عجیب رشتہ ہے۔ میں ان الفاظ پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں۔

(درویش)

Marfat.com

میراثِ
تمدّنی

Marfat.com

تاریخ ریاست بہاول پور

حصۂ سوئم

مسراتِ تمدنی حسن معاشرت اخلاقی نظام حکومت بہاولپور

درویش ———————— علامہ رحمت اللہ ارشد

چشتیاں ، ۱۷ ستمبر ۱۹۴۵ء کی بات ہے. کپڑا ، سرکاری ڈپو سے سستا ملتا ہے. سید نوازش علی نائب تحصیلدار ڈہرانوالہ قائم مقام تحصیلدار چشتیاں کام کرتے ہیں. عرض کیا کپڑا نہیں ملتا. مہربانی فرما کر کپڑے کا پرمٹ عطا فرمائیں چک ۶-۲۰۳ مراد کے دکاندار کپڑا فروخت کرتے ہیں. تحصیلدار نے کہا: "آپ نے تو اس طرح کہا ہے. گویا آپ کی ان کے ساتھ کوئی حصہ داری ہے. سائل کے منہ سے یہ فقرہ غیر شعوری طور پر نکل گیا. درخواست واپس کرتے ہوئے کہا: "ڈہرانوالا ملنا."

جس لاری پر واپس ہوئے ، علامہ رحمت اللہ ارشد ڈپٹی انسپکٹر مدارس عربیہ بہاولپور بھی اس میں سوار ہیں. علامہ صاحب اور تحصیلدار فرنٹ سیٹ پر اکٹھے ہیں جن کے ہاں علامہ صاحب جا رہے ہیں وہاں کے مدرس نے کھانڈ کی ایک درخواست علامہ صاحب کو دی جو تحصیلدار کے پیش ہوئی. درویش نے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درخواست علامہ صاحب کی طرف بڑھائی. علامہ صاحب کی وضعداری کے یہ بات خلاف ہے کہ وہ درخواست لینے سے انکار کر دیں تحصیلدار زیر لب مسکرایا اور سات گز کپڑا لکھ دیا —— ڈہرانوالا ریسٹ ہاؤس ، رات قیام کیا ، ملاقات ہوئی ، کیا کام کرتے ہو ، مولانا !

Marfat.com

درویش ـــــ کو جس نے سب سے پہلے مولانا کہا۔ وہ علامہ ارشد ہیں اور جس نے آج تک درویش کی مولویّت کا اقرار نہ کیا وہ ان کے چھوٹے بھائی علامہ ولی اللہ ادھر ادھر کا شاہ ہیں، حالانکہ درویش کو مولویت کی سند چیف جسٹس ہائی کورٹ بہاولپور خان بہادر عبد العزیز خان کے مکتبہ فکر سے عطا ہوئی ہے۔

۱۹۵۰ء ـــــ ملک محمد دین جو آج کل نامی گرامی وکیل ہیں۔ ان دنوں ایک اخبار "مسلمان" کی ادارت کے ساتھ مختار قانونی کی حیثیت سے پریکٹس کرتے تھے۔ عدالت عالیہ نے مختار قانونی کی حیثیت کو ختم کر دیا۔

ہم نے عدالتِ عالیہ اور مختار قانونی کے زیرِ عنوان ایک شذرہ اپنے اخبار "الامام" بہاولپور میں شائع کیا ـــــ عدالتِ عالیہ نے ہم کو طلب کر لیا۔ چیف جسٹس ہائی کورٹ خان بہادر عبد العزیز نے اخبار سامنے لا کر پوچھا: "یہ آرٹیکل آپ نے لکھا ہے؟" اثبات میں جواب پا کر کہا: "ڈکشنری میں جتنے سخت الفاظ ملے وہ سب استعمال کیے ہیں۔ یہ خیال نہیں کیا کہ میرا خطاب چیف جسٹس سے ہے اور میں عدالت اور قانون پر رائے زنی کر رہا ہوں۔ کوئٹہ میں مجھے آپ کا یہ اخبار ملا، سر سے پاؤں تک آگ لگ گئی۔ آپ کو ندامت ہے کہ آپ نے اتنا سخت لکھا ہے۔

درویش : مجھے احساس ہے کہ آپ کو اس سے پریشانی کا سامنا ہوا۔ غلام محمد ڈاہر رجسٹرار پاس کھڑے ہیں، جلدی سے بولے، مولوی صاحب کو بڑی ندامت ہے۔

چیف جسٹس : میری پریشانی کا احساس ہے اس کا خیال نہیں، کہ اس سے توہینِ عدالت ہوتی ہے۔ دنیا کا کوئی وکیل یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اس سے توہینِ عدالت نہیں ہوتی اور آپ کو اس کا بھی علم نہیں کہ اس کی سزا کیا ہے ـ چھ ماہ قید اور ایک ہزار

Marfat.com

روپے جرمانہ ــــ قید اور جرمانہ دونوں سزائیں بیک وقت بھی دی جاسکتی ہیں۔ آپ کو ندامت ہے کہ آپ نے اتنا سخت لکھا ہے۔

درویش: مجھے احساس ہے جناب! رجسٹرار غلام محمد ڈاہر ــــ مولوی صاحب کو بڑی ندامت ہے۔ وہ غیر مشروط معافی مانگتے ہیں۔ انہوں نے پھر جلدی سے کہا:

چیف جسٹس: مجھے دیکھ کر لوگ میری مسلمانی کا بھی یقین نہیں کر سکتے۔ آپ مسلمان ہیں، بلکہ مسلمانوں کے راہنما مولویوں کے زمرہ میں آتے ہیں۔ مجھے آپ کی تحریر سے اتفاق ہے: "اس قانون کو جتنی جلدی ہو سکے، بدل دیا جائے۔ اس کی جگہ اسلامی قانون لایا جائے"۔ لیکن جب تک میں چیف جسٹس کی کرسی پر بیٹھا ہوں۔ اس قانون کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔

الامام کے نام سے مجھے پیار ہے آپ کے پاس "الامام" کا فائل اتنا محفوظ نہیں ہوگا جتنا میرے پاس ہے۔ میں نے گھر میں کبھی کسی کو اسے نیچے پھینکنے نہیں دیا۔

میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کا ایڈیٹر کون ہے؟ آپ پر کوئی مقدمہ چلانا نہیں چاہتا، آپ کو جو چٹھی لکھی ہے۔ ۱۰ ½ بجے کا وقت مقرر کیا اور میں نے اس کی پابندی کی ہے۔ میں مولوی صاحبان کی قدر کرتا ہوں۔ موصوف نے اجلاس کے کمرہ سے الگ بغلی کمرہ میں ملاقات کی ہے۔ مولوی عبدالحق محدث دہلوی ننھیال میں میرے رشتہ دار ہیں۔

ڈسٹرکٹ ججی سے لے کر آج تک جو شخص قانون کی زد میں آیا ہے۔ میں نے اسے کبھی معاف نہیں کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جو مجھ سے بچ کر جا رہے ہیں۔ الوداعی سلام کے لیے ہاتھ دے کر رخصت کر دیا۔ یہ واقعہ اس امر کی شہادت پیش کرتا ہے کہ دنیوی وجاہت رکھنے والے جوان ہمت لوگ اپنے دامنِ عفو میں کتنی وسعت رکھتے ہیں۔ ایک بات کے پسندیدہ ہونے

Marfat.com

کی صورت میں دوسری ناگوار بات آسانی سے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ مملکت خداداد بہاولپور کے یہ ایک چیف جسٹس ہیں۔

علامہ رحمت اللہ ارشدؔ

علامہ صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا: "مرثیے پلٹی کیا کرتا ہوں حضور۔ جدت طبع اور برجستہ جواب سے بہت خوش ہوئے "تنظیم آئمہ مساجد کا مشورہ دیا، اور چک میں اجراء مدرسہ کی منظوری دے کر سرکاری وظیفہ لگا دیا۔

کچھ دنوں بعد بہاولپور آیا اور اپنے ساتھ ایک نابینا حافظ لے جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ علامہ صاحب نے ہر چند منع کیا کہ اسے ساتھ نہ لے جانا، لیکن درویش اپنی خودسری کی وجہ سے خاطر میں نہ لائے اور دس روپے ماہوار پر حافظ صاحب کو چک لے گئے۔ چک والوں نے اس حافظ کو امام مقرر کر کے درویش کو چلتا کیا۔

علامہ صاحب کے پیش ہو کر واقعہ عرض کیا۔ حکم عدولی پر سرزنش نہیں، بلکہ علامہ صاحب نازبرداری کر رہے ہیں۔ جس چک میں آپ کے والد صاحب مستقل رہائش رکھتے ہیں، وہاں مدرسہ منتقل کیے دیتا ہوں۔

بخش خان چک ۵۲ مسٹر عنایت اللہ قریشی ایم ایس سی علیگ رہتے ہیں۔ با اخلاق آدمی ہیں۔ انہوں نے کئی دفعہ اپنے چک میں اجراء مدرسہ پر زور دیا ہے۔ پہلے آپ وہاں جا کر دیکھ آئیں۔ اگر جگہ پسند ہو تو میں آپ کو وہاں بھیج دوں گا۔ دیکھنے کے بعد اظہار پسند پر وہاں کا پروانہ مل گیا۔ تنخواہ میں کوئی دو ماہ تاخیر ہو گئی، دفتر کو لکھ بھیجا اگر ایک دکان کا اہتمام کر لیا جائے تو خاصا مفید رہے۔ کلرک سے وجہ دریافت فرمائی۔ بازار بھا بھڑاں میں اس نے اسٹیشنری

Marfat.com

کی ایک دکان واقعۃً کھول رکھی تھی۔ کلرک نے جواب دیا وہ جو آپ کے پاس آکر ٹھہرتے ہیں اور آپ اسے اپنے ساتھ چائے پلاتے ہیں اس سے اور کیا سُننے میں آئے گا۔ اس نے غیر شعوری طور پر ماتحت کے قصور کو افسر پر ڈال دیا۔ اس سے مقصد افسر کو ماتحت کے خلاف بھڑکانا ہے، لیکن علامہ کی ذہانت میں معاملہ کی نوعیت کوئی دوسری ہے۔ آدابِ دفتری کی بنا پر جواب طلبی ایک طرف، ذکر تک نہیں آیا۔

تنظیم آئمہ مساجد

علامہ ارشد سے ایک روپیہ چندہ لے کر چشتیاں کے علاقہ میں پرچار شروع کر دیا۔ ہر چک میں چار پانچ ممبر بنائے۔ ان سے ایک ایک روپیہ اور امام مسجد سے دو روپے چندہ میں لیے۔

ریاست بہاولپور —— وزیرِ تعلیم میجر شمس الدین محمدؐ صاحب سے ملاقات کی اور ایک پمفلٹ شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ عالی مرتبت نے فرمایا: "مسوّدہ مجھے دکھا لینا۔ دُوسرے وقت موصوف نے دفتر سے اُٹھ کر گھر جانے کے لیے دروازہ سے باہر قدم رکھا اور درویش پہنچ گیا۔ برآمدہ میں رُک گئے۔ عرض کیا مسوّدہ تیار ہے اسے لے کر دوبارہ اندر بیٹھ گئے۔ وزیرِ تعلیم بہاولپور —— سیاسی مکتبۂ فکر میں درویش کے پہلے اُستاد ہیں $\frac{۳۰\times۲۰}{۱۶}$ صفحہ کا ایک مسوّدہ پڑھا اور کہا: "تحریر میں اختصار بنیادی نکتہ ہے اور مقاصد میں اس چیز کو بیان کیا جاتا ہے جو مستقل اور بہت ضروری ہو۔ انگریز پر تنقید اس کے مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ تعلیم پر انگریزی اثر کو ہلکے انداز میں بیان کر دینا کافی ہے۔ وقتِ تحریر ماحول کا بھی خیال رکھا جاتا ہے اس وقت وزیرِ اعظم انگریز ہے، جس سے ہم نے کام لینا ہے۔ انگریز کے متعلق عبارت خود قلمزد کر دی اور جامعہ کے اساتذہ کو مذہبی اور ادبی نقطۂ نظر سے دیکھنے کی سفارش کر دی۔ اس سے درویش کو بہت فائدہ ہُوا۔ اصلاح نظر و فکر کی ایک اور گنجائش نکل آئی۔ یہ

Marfat.com

ریاست بہاولپور کے وزیر تعلیم ہیں۔

ہفتہ وار اخبار الامام جون ۱۹۴۹ء — تنظیم آئمۂ مساجد کے آرگن کی حیثیت سے درویش نے بہاول پور سے نکالنا شروع

مخدوم زادہ سیّد حسن محمود عباس منزل میں وزیر مال کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ جائے نشست سے باہر برآمدہ میں درویش کے بہت قریب آکر کمر کی طرف سے ہاتھ لے جاکر پیٹ پر رکھ دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ پیٹ کھانے کو نہیں مانگتا۔

درویش نے جامعہ سے اتنی تعلیم پائی تھی کہ رزق دینے والا طلب و رضا پر نظر نہیں رکھتا۔ وہ بے طلب دیتا ہے جو پوچھتا ہے اس کی داد و دہش مشروط ہوتی ہے۔

"وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰہِ رِزْقُہَا"

مولویانہ تعلّی میں آکر نہیں، پورے اعتماد و یقین کے ساتھ کہا: "وہ مسکرا کر ایک طرف ہو گئے —— یہ ریاست کے وزیر مال ہیں جو بعد میں وزیر اعلیٰ بنے ہیں

مولانا مولوی محمّد صادق و مولانا عبید اللہ —— درویش کی خبر و اطلاع کے بغیر مخدوم زادہ کے پاس گئے، اور "الامام" کی مدد کے لیے کہا: "اخبار کا ایک پرچہ دکھایا اور کہا وہ میرے خلاف لکھتا ہے آپ اس کے حق میں سعی و سفارش کرتے ہیں۔

"ادارہ الامام" سے ہمارا نام کاٹ دو۔ کیا بات ہوئی مولانا! واقعہ بیان فرمایا۔ مخدوم زادہ نے آپ کو "الامام" کے لیے چندہ تو دیا نہیں ہے۔ ادارہ میں آپ کے نام لکھنے کی اس کے سوا اور مصلحت کیا ہے؟ مولانا ہنس پڑے۔ اخبار کے سرورق پر ان کا نام لکھنا ختم

Marfat.com

کر دیا اور اپنے چھوٹے بھائی عبدالحمید رضوانی کا نام ادارہ میں شامل کر لیا۔

مخدوم احمد نواز گردیزی

ٹانگہ پکڑا حضرت مولانا عبید اللہ، مولانا محمد صادق، قاضی عظیم الدین صاحب خطیب شاہی جامع مسجد بہاولپور، درویش کی ہمراہی میں مخدوم صاحب کی کوٹھی پر جانکلے۔ دس دس روپے کے نوٹ اندر سے لا کر درویش کو دیے۔ واپسی پر مولانا محمد صادق صاحب شیخ الفقہ نے کہا پچاس روپے ہیں۔ جی ہاں! مولانا عبید اللہ شیخ الجامعہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ پچاس روپے ہیں۔ مولانا نے بتایا۔ اس سے کم کوئی دوسری گنتی نہیں ہے۔ عبید اللہ صاحب اس سے بگڑ گئے اور درویش پر خوب برسے کہ اس نے ہم کو بہت ذلیل کیا ہے لوگوں کے دلوں میں دین کی قدر باقی نہیں رہی۔ ہم آئندہ درویش کے ساتھ کسی آدمی کے پاس نہیں جائیں گے۔ مولانا محمد صادق صاحب نے کہا: "اگر میرے ساتھ جانے سے کوئی آدمی درویش کو ایک مٹھی نمک دے دے یا اس مجاہد کے لیے کسی سے ایک سوئی مانگ کر لانی پڑے تو میں خوشی محسوس کروں گا۔ یہ ریاست میں ناظم امور مذہبیہ رہے ہیں۔ ون کلاس آفیسر ہیں۔ عالی مرتبت سردار محمد ایوب خان وزیر مال —— دو چار روز کے بعد درویش اور مولانا محمد صادق صاحب، سردار صاحب کے مکان پر گئے۔ کہیں جانے کے لیے اپنی کار کے پاس کھڑے تھے دیکھ کر رک گئے۔

مولانا! کیسے قدم رنجہ فرمایا: "الامام" چندہ کے لیے کہتا ہے سردار ایوب —— مولانا آپ نے تکلیف فرمائی۔ مجھے مکان پر حاضری کا موقعہ دیتے۔ جلدی سے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر یک صد روپے کا نوٹ دیتے ہوئے فرمایا۔ اس وقت ماحضر قبول فرمایئے گا۔ بعد میں جو حکم ہوگا تعمیل کروں گا۔ مولانا نے راستہ میں کہا: "اگر مولانا عبید اللہ ہمارے ہمراہ ہوتے تو انہیں

Marfat.com

معلوم ہوجاتا کہ ابھی لوگ ہماری حیا کرتے ہیں ۔

شیخ بشیر احمد صاحب اور فتح محمد لالیکا ـــــ ۲۵ مارچ ۱۹۵۰ء شیخ صاحب نے یک صد روپے اپنی جیب سے دیے اور اپنی کار میں بٹھا کر مولانا عبید اللہ و مولانا محمد صادق کی ہمراہی میں عالی مرتبت فتح محمد لالیکا وزیر زراعت کے دولت کدہ پر لے گئے ۔ موصوف نے پہلے ناشتہ کرایا، پھر یکصد روپے چندہ دیا ۔ یہ ریاست کے وزیر زراعت ہیں ۔

معاونین اخبار

مولوی نظام الدین حیدر ـــــ قلندر آدمی ہوں جو آتا ہے خرچ ہوجاتا ہے ۔ یہ دو صد روپے ہدیہ میں پیش کرتا ہوں ۔

سردار محمود خان سابق جج ہائی کورٹ بہاولپور نے بھی دو صد روپے "الامام" کی مدد و معاونت میں مرحمت فرمائے ۔ یہ ججی چھوڑ کر میدان سیاست میں آ گئے ہیں ۔

چودھری علی اکبر صاحب محراب پور ـــــ ۱۸ اپریل ۱۹۵۰ء سندھ سے چھٹیاں جاتے ہوئے بہاولپور اترے ۔ یک صد روپے "الامام" کو چندہ میں دے گئے ہیں ۔

۱۹۵۱ء مخدوم الملک سید غلام میران شاہ جمال دین والی آف صادق آباد ـــ چودھری احمد دین تحصیلدار صادق آباد کے ہاں ٹھہرا، فرمایا: جمال دین والی جاؤ، وہاں کی دنیا کو بھی دیکھ آؤ! اطلاع کرائی مہمان خانہ میں ٹھہرایا ۔

مسجد میں صبح جو پہلا شخص آیا، وہ مخدوم الملک ہیں ۔ نو بجے مخدوم صاحب نے درویش کو شرف باریابی بخشا، خود ساتھ ہو کر اپنے بزرگوں کا روضہ، مال مویشی اور باغ دکھایا

Marfat.com

لاری میں سوار ہونے لگا۔ ان کے مینجر نے یک صد روپے ہدیۃً قبول کرنے کو کہا : یہ
ست کی بزرگ ترین شخصیت ہیں۔ وزیر مہاجرین رہے ہیں۔ ان کا صاحبزادہ ریاست کا
اعلیٰ بنا ہے۔

ت ۲۰۲ مراد چشتیاں

۱۹۴۴ء — امامت کے دوران چودھری غلام محمد داہلہ نے سیاست کی طرف درویش کی توجہ مبذول کرائی اور
چک سے اس کی ابتداء ہوئی اور تحریکِ تنظیم آئمہ مساجد کا کام شروع کیا۔ اس چک کے
ے بڑھے درویش کے خیالات سے متفق نہیں ہیں، لیکن ہم عمران کے صاحبزادگان
ے مکتبۂ فکر سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اخبار نکالنے کے بعد وہاں گیا۔ چودھری محمد خان ڈیڑھ
روپے، بشیر احمد، شفیق احمد اور چودھری محمد رفیق صاحب نمبردار سو سو روپے چودھری
رنا اور چودھری قمرالدین صاحب پچاس پچاس روپے اور چودھری محمد ابراہیم دس روپے
رہ میں پیش کرتے ہیں۔

چک ۹۷ مراد — ایک اللہ والے بزرگ آدمی قبرستان میں رہتے ہیں اپنے
مت چودھری بشیر احمد کے فرمان کی تعمیل میں وہاں ان کے ساتھ گیا۔ انہوں نے بھی
ل کے طور پر یک صد روپے عطا فرمائے ہیں۔

حضرت قبلہ سید شمس الحق شاہ صاحب اپنے پیر و مرشد کے پاس موضع جعفر پور صادق آباد
۔ ان کے بڑے صاحبزادہ سید اسرار الحق شاہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار کی اجازت
ہ دس روپے بطور تبرک مرحمت فرمائے۔

ملک محمد دین اخبار مسلمان کی ادارت کے فرائض سنبھالے
رتے ہیں، اور درویش کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ "الامام" کے نکالنے میں ملک غلام حسین اعوان

Marfat.com

مسٹر ریاض ہاشمی ایڈووکیٹ اور چودھری جناب محمد بشیر احمد چیمہ کو سعی و سفارش کی، چنانچہ
صاحبان نے کافی مدد دی۔ آخر الذکر چودھری صاحب سے ضرورت پڑنے پر ہم بلاتکلف
پیسے مانگ لیتے رہے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے کبھی کچھ لکھنے کے لیے نہیں کہا۔ "ا
کو وہ اپنے حال پر چھوڑ دینے کے معتقد رہے ہیں۔ یہ ریاست میں ڈپٹی سپیکر اسمبلی بہا
رہے ہیں۔

مُنشی نور احمد صاحب مکتبہ اسُلامیہ —— "الامؔ" کی مدد و معاونت
سلسلہ میں، جس نے مرکزی کردار ادا کیا۔ وہ ان کی ذات گرامی ہے۔ اوّل سے آخر تک
کو ہمارے مودی کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ حساب اور بلا حساب انہوں نے "الامؔ" کے
میں ہاتھ بٹایا ہے اور درویش کے عزّتِ نفس کو دھکا نہیں لگنے دیا۔ ان کے دُوسرے
مولوی عبدالرحمٰن اور مُنشی محمّد یار صاحب بھی درویش کے خیر خواہ رہے ہیں، جو مکتبہ اسلا
شریک حصّہ دار ہیں۔

حافظ مُحمّد امین صمدانی —— جناب شیخ الجامعہ غلام محمد گ
کے اقارب سے ہیں۔ طالب علمی کے زمانے سے تعارف ہے۔ بہاولپور میں قیام کے د
انہوں نے اپنے مکان کا ایک حصّہ کرایہ پر دے دیا ہے۔ اساتذہ کے ٹریننگ سکول میں
ہیں۔ کرایہ میں سہولت اور ایک اچھی ہمسائیگی سے درویش کو ذہنی سکون بخشتے رہے ہیں۔

حضرت قبلہ جناب محمّد انور صاحب —— بہاولپور صادق ہائی سک
میں ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اس ذکر پر کہ درویش کو کاروبار کے اعتبار سے انگریزی پڑھنے کی ضرور
ہے موصوف نے از خود پیش کش کر دی کہ میں اس کام کو خوشی سے انجام دوں گا! اور پھر درد
کو صبح کا قیمتی وقت دے کر محبّت و شفقت کا ایک گہرا اثر دل پر چھوڑا ہے۔

Marfat.com

حکیم احمد حسن جالندھری ـــــ بازار بھاٹراں میں ان کا مطب ہے ... و معالجہ میں ہم ان سے رجوع کرتے رہے ہیں ۔ دوا کی قیمت وصول کرنے کا انہوں نے ... نہیں فرمایا ۔ بہاولپور کے معاشرہ میں اس طرح انہوں نے رنگ بھرا ہے ۔ حمید بھائی ... اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے کہ " یہ بوریا نشین حکیم پیچیدہ امراض کی تشخیص اور اس کے ... میں اعلیٰ بصیرت رکھتے ہیں "

مولانا عبدالرحمٰن جامعی ـــــ ۱۹۴۹ء کے آغاز کی بات ہے ۔ تحریک ... ائمہ مساجد کے سلسلے میں بہاولپور قیام کی ضرورت پڑی ۔ مولانا موصوف بہاولپور جامع مسجد ... ام ہیں ، اس نسبت سے ان کے ہاں ٹھہر گئے ۔ کوئی ڈیڑھ ماہ تک قیام رہا ۔ چہرہ کی شگفتگی ... مانداری کے تکلفات میں فرق نہیں آنے دیا ۔ ان کا حسن سلوک ، بہاولپور کی حسن ... مرت کا دل پر ایک گہرا اثر چھوڑے ہوئے ہے ۔

مولانا حیات محمد واعظ مچھی ہٹہ کا بھی تعاون حاصل رہا ہے ۔ وہ ہمارے ... احباب میں ایک پختہ فکر آدمی ہیں ۔ مشاورت میں وہ بھی شامل رہے ہیں ۔

اتحاد فکر علماء بہاولپور ـــــ اس زمانے کی ایک بڑی اہم بات ہے ، جس کا میں ذکر ... رہا ہوں ۔ اس کی وجہ صرف ایک تھی کہ سب حضرات کی سوچ کا ایک نقطہ ہے ۔

ریاست بہاولپور کا دینی ادارہ جامعہ عباسیہ ـــــ ایک ہی فکر کے علماء پیدا کرتا ہے ۔ ... نے عوام کے ذہن میں کوئی انتشار پیدا نہیں کیا ۔ جامعہ سے سند فراغت لے کر کسی تعلیمی ... ہ میں جا نکلے یا کوئی دوسرا دفتر ملازمت کے لیے تلاش کر لیا ۔ جامعہ میں دینی تعلیم کے ساتھ ... ھ میٹرک کی مروجہ تعلیم کا بھی انتظام ہے ۔

علامہ ارشد رحمۃ اللہ علیہ ـــــ علامہ منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ ماشاء اللہ دونوں ابھی بقید

Marfat.com

حیات ہیں۔ حکومت اگر ان دونوں کو ملازمت سے علیحدہ کرنے کی ذمہ داری نہ لیتی تو یہ بھی کسی تعل
ادارے میں سر چھپائے ہوئے نظر آتے۔ حکومت کی اس غلطی کے نتیجے میں انہوں نے سیاس
اور صحافت پر قبضہ کر کے اسے ملک بدر کر دیا ہے۔

مولانا جمیل الدین —— بہاولپور ۱۹۴۰ء —— زمانہ طالب علمی س
درویش ان کے حلقہ عقیدت میں داخل ہے۔ جب کہ یہ صادق ہائی سکول میں دینیات
مدرس ہیں۔ ثالثہ عالم کے طالب علم حافظ نور محمد آف جھنگ کو ان سے کچھ زیادہ عقیدت
عید کے دن ہم ان کے گھر گئے۔ دودھ میں پکائی ہوئی سویاں خاطر تواضع میں پیش ہوئیں
بیمار ہیں عیادت کو پہنچے پردہ ہوا، پاس بیٹھے دروازہ بند کر دیا۔ بڑے صاحبزادہ جلیل با
آئے۔ دروازہ کھولے بغیر، ابا جان اندر آسکتا ہوں؟ ننھے میاں کا یہ سوال ورطہ حیرت میں
گیا۔ یا اللہ ہم کس تہذیب میں پلے ہیں؟ ان کے والد بزرگوار، کسی ریاست کے وزیر اعظم
ہیں۔ بھائی ہاشمی، اعلیحضرت امیر آف بہاولپور سر صادق محمد خان عباسی کے وزیر حضوری۔
سنایا۔ نواب صاحب کے نوجوان ماموں ولایت سے واپس آئے۔ نواب کار میں ک
جا رہے ہیں۔ ماموں ہاتھ میں چھڑی گھمائے آرہے ہیں۔ آمنا سامنا ہوا، سلام نہ کیا۔ نو
نے کار روک کر ایک آدمی اتارا۔ ماموں جان کو جیل بند کر دینے کا حکم دے دیا۔ شام ک
وزیر اعظم کو بتایا آج ایسا ہوا ہے۔ عرض میں بلائے گئے۔ کہا، نواب صاحب کو سلام کرو
نے سلوٹ مارا، پھر کہا بھاگ جاؤ۔ قصہ ختم ہوا۔

مولوی غلام حسین (نور اللہ مرقدہ) ۱۹۴۹ء —— وزیر تعلیم میجر شمس ا
کے والد ماجد فوت ہوئے، دوسرے دن فاتحہ خوانی کے لیے گیا۔ اٹھ کر ملے، پاس بٹھایا۔

Marfat.com

پر پھر سروقد کھڑے ہو گئے ۔ اور ہاتھ ملانے کے بعد رخصت کیا ۔ وزارت تعلیم کے ایک اہلکار نے بتایا جو میرے بعد مجلس میں آیا کہ جب میں نے آپ کو میجر صاحب کے اتنے قریب بیٹھے ہوئے دیکھا تو مجھے بڑا افسوس ہوا کہ ایسے لوگوں کو تمیز نہیں ہے کہ بڑے آدمیوں کی مجلس میں اتنا آگے ہو کر بیٹھا نہیں جاتا ۔ لیکن جب میجر صاحب نے آپ کو رخصت کیا تو میرے دل سے غبار چھٹ گیا کہ یہ بے قصور ہیں ۔ بہاولپور ریاست کی معاشرت کا یہ ایک ہلکا سا خاکہ ہے ۔

بڑی شہادت

بہاولپور ۱۹۵۹ء ــــ میجر صاحب نے صاحبزادی کی شادی میں شریک ہونے کا دعوت نامہ بھیجا ۔ کرنل نذیر علی نے استقبال کر کے فوج کے بریگیڈیر سب ایڈمنسٹریٹر مارشل لا بہاول پور وحید حیدر کے ساتھ ایک آدمی کے فرق پر لا بٹھایا ۔ صاحبزادہ محبوب عباسی کے آنے پر یہ خلا پُر کر دیا ۔ ہائیکورٹ کے جسٹس شبیر احمد کی سرکردگی میں مُلتان سے بارات آئی ہے ۔ شہزادگان کے ساتھ چائے پی کر جو واپس ہُوا تو اس سوچ میں ڈوبے ہُوئے کہ میجر صاحب نے اپنی محبّت کے ثبوت میں بڑی شہادت پیش کر دی ہے ۔

جنابِ زاھد حسین شاہ ــــ وسط جون ۱۹۶۱ء کی بات ہے فیروزہ اسٹیشن پر اُترا چیف انجنیئر کے صاحبزادہ زاہد حسین وہاں مل گئے ۔ آپ کے والد بزرگوار سے درویش کی رسم ملاقات رہی ہے ۔ اس لیے نیاز حاصل کر رہا ہوں ، ہاتھ ملاتے ہوئے کہا کہاں جانے کا ارادہ ہے ہ چک کا نام بتایا ۔ فلاں آدمی سے سائیکل لے آؤ ۔ نوکر نے آکر بتایا ، وہ خود باہر جا رہے ہیں ۔ بازار سے کرایہ کی پکڑ لو ۔ ہر چند تشریف لے جانے کے لیے کہا ، لیکن وہ سائیکل آنے تک ایستادہ برپا ، تعلیم نسواں کے موضوع پر باتیں کرتے رہے ہیں ۔

Marfat.com

چیف انجینئر جناب حسنین احمد مرحوم، خدا ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ اولاد کو کس درجہ کی اخلاقی تعلیم دی ہے کہ انہوں نے اخلاق کا کتنا اونچا معیار قائم کیا ہے۔

میر عابد حسین صادق آباد ــــ مارچ ۱۹۵۱ء ــ پہلی اسمبلی بہاولپور کے ممبر ہیں۔ رفاہی کاموں پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ ان کے صاحبزادہ میر زاہد حسین کراچی نگار ہوٹل میں ملے، فرمایا کمرہ لیا ہوا ہے۔ میرے ساتھ ٹھہر جائیں۔ ادائیگی رقم کا وقت آیا، تو کہا کچھ رقم دی ہوئی ہے، پھر حساب کر لیں گے۔ تنظیم آئمہ مساجد کی اسکیم پر مستند علماء کی رائے حاصل کرنے میں کوئی ہفتہ عشرہ لگا۔ واپسی پر ہوٹل کے تمام مصارف اپنے ذمہ ڈال، فارغ کر دیا۔

علامہ منظور احمد بہاولپور ۱۹۵۲ء کی بات ہے۔ دو استانیوں کو شہرت خراب ہونے کا الزام دے، ملازمت سے سبکدوش کر دیا۔ ان کے بارے میں علامہ منظور احمد سہ روزہ "انصاف" کے ایڈیٹر نے ایک شذرہ لکھا۔ ان کو بروقت اطلاع ہو گئی۔ انہوں نے درویش کے مکان پر آ کر علامہ صاحب کو اپنی معروضات سننے کا پیغام بھیجا۔ تشریف لائے۔ اور اوٹ میں کھڑے ہو کر کہا: "مجھے درویش کی زبانی آپ کے احساسات معلوم ہو گئے ہیں" سامنے آنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ "یہ ہماری غیرت اور حمیت کے خلاف ہے کہ ہماری بہنیں غیروں سے ہمکلام ہوں"۔ ریاست بہاولپور کے اس معاشرہ کو کوئی واپس لا سکتا ہے؟

بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ کے زیر عنوان، ایک زبردست لیڈنگ آرٹیکل "الامام" میں ۲۴ جولائی ۱۹۵۲ء کو لکھا اور درویش کی ذاتی مداخلت سے دونوں استانیاں باعزت بحال ہوئیں۔

ڈائریکٹر تعلیم بہاولپور محمد خاں۔ جمال دین والی کا ایک مدرس، مخدوم زادہ

Marfat.com

وزیرِ اعلیٰ کی چٹھی اپنی بحالی کے سلسلہ میں لایا۔ موصوف نے کہا: "پہلے ڈائریکٹر نے تم کو علیحدہ کیا ہے۔ میں تحقیقات کروں گا اگر تم اپنی بریت میں کوئی شہادت پیش نہ کر سکے، تو میں تمہیں پولیس کے حوالہ کردوں گا۔" ایک نگاہِ حسرت ڈال کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ استانیوں کی بحالی ان کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

عالی مرتبت راؤ حفیظ الرحمٰن وزیرِ تعلیم بہاولپور ــ ۱۹۵۴ء ــ راؤ صاحب! درویش مشرقی پنجاب ضلع گورداسپور کے ایک مہاجر خاندان سے تعلق رکھتا ہے عباسیہ پر آباد کرنا مقصود ہے۔

میرے لائق خدمت؟ بس ایک پیغام چاہیئے۔ راؤ صاحب کے نام۔ وہ آپ کو جانتے نہیں ہیں۔ اس مہربانی میں آپ کو شامل کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے راؤ صاحب نے فرمایا۔ سٹینو آپ کا کام ہوگیا۔ وہ کیسے؟ چٹھی بتا رہی ہے۔ ہم بھی سمجھیں سٹینو۔ ان کی عام چٹھیوں سے مختلف ایک ذاتی پیغام ہے۔

راؤ فضل الرحمٰن ڈپٹی کمشنر ــــ رقبہ تھوڑا ہے جو آپ کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔ اس کے نام رقبہ تقسیم کرالیں۔ یہ میرے والد صاحب کا حقیقی بھائی ہے۔ یہ ہوا والدہ ماجدہ کا، یہ رہا بیوی کا برادر، اور یہ میرا حقیقی بھائی، جو مجھ سے زیادہ قریبی نسبت رکھتا ہے۔ آپ اس کے نام رقبہ تقسیم کردیں۔ ہر ایک کو نصف نصف مربعہ عطا ہوا۔ اس طرح افرادِ خاندان لیاقت پور آباد ہوئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ ڈپٹی کمشنر کے عہدہ کا افسر ریاست کے معاشرے کا ایک عام رُکن ہے۔

عالی مرتبت سردار محمد ایوب خان وزیرِ مال بہاولپور
۱۹۵۴ء ــــ مخدوم زادہ کی زرعی پالیسی سامنے لاکر کوئی تین ماہ تک عذر خواہی کرتے

Marfat.com

رہے بالآخر درویش کی درخواست ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان کو بھجوادی ۔ ناظم عباسیہ لیاقت پور
کو تجویز رقبہ کا حکم ہوا ۔ واقف ہیں ؟ یا چٹھی لکھ دوں ۔ ڈپٹی کمشنر راؤ فضل الرحمن نے کہا
واقف ہیں جناب مہربانی ۔ تھوڑے عرصہ بعد معلوم ہوا کہ ہمارا تجویز کردہ رقبہ حق نواز قمر سپرنٹنڈنٹ
انجنیئر کے صاحبزادوں کے نام تقسیم کر دیا گیا ہے ۔

ڈپٹی کمشنر ـــــ خان پور سے کوئی تیس میل ... ن ایل پر تجویز ہو کر آیا تھا
اس کا آباد کرنا آپ کے بس کی بات نہیں ۔ لیاقت پور عباسیہ پر اپنے عزیز و اقارب کے
ساتھ رقبہ لے لو ۔ میری درخواست لوکل آباد کاری میں رقبہ تقسیم کرنے کی ہے ۔

ڈپٹی کمشنر ـــــ اس طرح آپ کو زیادہ مصارف برداشت کرنے پڑیں گے ۔
پانچ سو روپے پیشگی جمع کرانے ہوتے ہیں ، اور زر ملکیت بھی زیادہ ہے ۔

جناب ـــــ میں منشی نور احمد صاحب کے ساتھ رقبہ لینا چاہتا ہوں جو مہاجر
نہیں ہیں ۔ زمین کے بارے میں بچوں والی باتیں کہ ہم اکٹھے کھیلیں گے نہیں ہوتیں ۔ ڈپٹی کمشنر
نے کہا ۔ درخواست پر لکھا سائل بیانی ہے کہ میں مہاجر ہوں لہٰذا رقبہ مہاجرین آباد کاری میں
تقسیم کیا جائے ۔ اس طرح ایک مربعہ اراضی چک ۱۷۸/۳ آر عباسیہ میں ہمارے نام تقسیم ہوا ۔
جواب ذریعہ معاش ہے ۔

ڈپٹی کمشنر مہاجرین آبادکاری بہاولپور

۱۹۵۱ء جناب میر مسعود علی صاحب
کے دفتر میں آنے سے پہلے
درویش برآمدہ میں آکر بیٹھ گئے ۔ ابھی بلاتا ہوں ۔ میر صاحب نے فرمایا ۔ ابھی آتا ہوں ، کہہ کر
دوسرے دفتر میں چلے گئے ۔ واپسی پر ابھی بلاتا ہوں ۔ چار بجے دفتر بند ہوا ۔ باہر آئے فرمایا :
کیسے آئے تھے ۔ درویش صاحب آپ تقسیم رقبہ کی ایک درخواست ہے ۔ ہیڈ کلرک

Marfat.com

مد بشیر باجوہ سے لے لو۔

ایک سے زائد نام ہیں ۔ باجوہ نے کہا ۔

ڈپٹی کمشنر ــــ کوئی بات نہیں ــــ معذرت کرتے ہوئے کہا: "رقبہ ختم ہو چکا ہے ۔ میں کسی کی درخواست اب نہیں لے رہا ۔ اس سلسلہ میں کافی لوگ آئے ہوئے تھے ۔ جا چکے ہیں ۔ آپ کے صبر آزما انتظار سے سمجھا ہوں کہ آپ کو اس سے ذاتی دلچسپی ہے ۔

رویش نے اس سے اثر قبول کیا ۔ بڑا کام بڑا صبر ۔"

پٹی کمشنر بہاولنگر

جناب شیخ محمد حسین صاحب سے ملا ، پاس بٹھایا ۔ کیسے آنا ہوا ؟ درویش ــــ ایک دوست نے آپ کے پاس اپیل دائر کرنا ہے ۔ کاغذات پیش ہوئے ۔ کلرک ــــ حلف نامہ مصدقہ نہیں ۔ شیخ صاحب آپ تصدیق نہیں کر سکتے ؟ لاؤ میں تصدیق کیے دیتا ہوں ۔ درویش صاحب نے دوست کا ایک روپیہ بچانا چاہتے ہیں ۔ یہ بھی ریاست کے ڈپٹی کمشنر ہیں ۔

چشتیاں آفس قانون گوئی ــــ درویش کے نوٹس میں لایا گیا کہ یہ ایک بوڑھی عورت ہے اس کا کام ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ہے ، مدد کی مستحق ہے ۔ کاغذ کے ایک پرزہ پر صرف اپنا نام لکھ دیا ، اور مائی سے کہا "یہ میرا پیغام ہے ، بعد میں معلوم ہوا ، شیخ صاحب کے نوٹس میں آنے کے بعد اس کا کام ہو گیا ۔ حکومت بہاولپور کے طریق کار میں اخلاقی قدروں کا عملی دخل رہا ہے ۔ اس سے اس کا اندازہ ہوتا ہے ۔

مشنر پولیس بہاولپور

سردار محمد رحیم خان لغاری ہیں ۔ ہمارے دوست اور معاون خاص منشی نور احمد مکتبہ اسلامیہ کے ہاں چوری ہوئی ۔ مسٹر سعد اللہ ایس پی ہیڈ کوارٹر کو ملا ۔ کوئی سراغ نہ ملا ۔ صاحب موصوف سے اس کا ذکر کیا ۔

Marfat.com

انہوں نے کیس ملک بشیر احمد (ڈی آئی جی) کو دے دیا۔ اتفاق سے ایک چوری کے سلسلے میں ایک ملزم پکڑا گیا۔ اس سے کچھ کپڑے ملے، جن کو منشی نور احمد نے شناخت کیا۔ حافظ نجم الدین انسپکٹر پولیس نے ہمارا کیس قاضی محمد انور ایس پی ہیڈکوارٹر کو دیتے ہوئے لغاری صاحب کا پیغام دیا کہ اس کیس میں مدعی کی حق رسی مطلوب ہے۔ قاضی محمد انور حسب انسپکٹر پولیس شکارپوری گیٹ نے ایک اے ایس آئی کو ہمارے کیس میں ملتان جانے کے لیے کہا ہے اس نے درویش کو بتایا۔ میں ناواقف ہوں۔ میرا عہدہ بھی چھوٹا ہے۔ میرے جانے سے آپ کا کام نہیں ہوگا۔ قاضی صاحب (ایس ایچ او) کو ساتھ لے کر وہاں جائیں۔ سب انسپکٹر نے کہا: "میں ایس پی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ درویش صاحب ایسا کہتے ہیں" اجازت ملنے پر وہ ہمارے ساتھ ملتان گئے ہیں۔ ایک تھانہ پر پہنچے، وہاں کے تھانیدار نے ایک چٹی دلال کو بلایا وہ ہمیں اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ رات کو پُرتکلف کھانا کھلایا۔ ایک ملزم کی طرف سے اس کے حصہ کی رقم ہمارے حوالہ کر دی، اور دوسرے ملزم کے بارے میں کہا: "آنے والی جمعرات کو شام کے وقت آپ کے تھانہ میں رقم پہنچ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس طرح مدعی کی حق رسی کرا دی گئی ہے۔

اس سے درویش یہ بتانا چاہتا ہے کہ انتظامیہ میں اعلیٰ افسران کی ہمدردانہ توجہ بعض اوقات خاصی کارآمد رہتی ہے۔

مسٹر سعد اللہ ایس پی نے اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے لوگوں کو غنڈہ ایکٹ میں پکڑ کر بند کر دیا ہے۔ چوری کے سلسلے میں ہماری گفتگو جو ان سے ہوئی، وہ ہم نے شائع کر دی ہے۔ کسی ایک نے ہم کو کہہ دیا۔ اب غنڈہ ایکٹ میں اندر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ درویش کی ترکی تمام ہوئی، بھاگ کر سیدھے ملک بشیر احمد کے پاس گئے جو

Marfat.com

ہمارے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں اور ڈی آئی جی کے عہدہ پر فائز ہیں۔ دھڑکتے ہوئے دل سے سب احوال کہہ سنایا، تسلی دیتے ہوئے کہا: "سی آئی ڈی کا میں انچارج ہوں" آپ سب لوگوں کا پرسنل ریکارڈ میرے پاس ہے اور مسکرا کر کہا۔ آپ کی فائل پر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ غنڈہ ایکٹ میں پکڑنا اکیلے مسٹر سعد اللہ کے بس کی بات نہیں ہے۔ ڈپٹی کمشنر سمیت ہم سب مل کر اس کا فیصلہ کرتے ہیں۔

کچھ دنوں بعد مسٹر سعد اللہ تبدیل ہو گئے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر بہاولپور کے دفتر کے باہر ملے۔ اخبار پیش کیا۔ کہا: "اس شرط پر لیتا ہوں کہ میرے ہیڈ کوارٹر پر بھی بھیجا کریں۔"

ملک بشیر احمد ایس پی —— آپ کا ایک ہیڈ کانسٹیبل ہمارے دوست کا کرایہ دار ہے۔ بقایا کرایہ کی ادائیگی میں پہلے لیت ولعل کرتا رہا ہے اب سخت کلامی پر اتر آیا ہے۔ کل سے وہ رخصت پر جا رہا ہے۔ لائن آفیسر کو ٹیلیفون پر کہا فلاں آدمی کی رخصت منسوخ کر کے کل اسے میرے پیش ہونے کا پابند کر دو۔ ہیڈ کانسٹیبل کا دماغ درست ہو گیا—— منت پذیر ہوا، کرایہ دیتا ہوں۔ مجھے ضروری جانا ہے میری تحریر لے جاؤ اور ملک صاحب کے دستخط کرا لاؤ۔

درویش صاحب "! آپ کا کام ہو گیا۔ اس سے آگے میرے کام میں دخل نہ دیں۔" "انتظامیہ کا جو ڈر ملازمین کے دل میں ہے وہ ہم دیکھ چکے ہیں اب اور تعلقات کشیدہ کرانے کا ارادہ ہے"۔ اس کے ساتھ کاغذ ملک صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے دستخط کر دیے ہیں۔

جناب محمد نواز کھیڑا —— ہارون آباد مجسٹریٹ ہیں۔ درویش نے مکان پر جا کر اطلاع بھجوائی۔ مردانہ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ پہلے ناشتہ آیا پھر خود آئے۔ پہلے

Marfat.com

ان سے ہماری کوئی ذاتی واقفیت نہیں ہے۔ ہارون آباد میں راؤ ریاض، مسٹر حفیظ الرحمٰن و
تعلیم کے کوئی رشتہ دار ہیں، جن کو میرے ساتھ جانے کے لیے وزیرِ تعلیم نے لکھا ہے، وہ سا
جانے کی اس لیے جرأت نہ کر سکے کہ نئے آئے ہیں۔

درویش! آپ غلام حسین اعوان کو جانتے ہیں۔ وہ ہمارے دوست ہیں فلا
مقدمہ میں ان کی ضمانت مطلوب ہے اس سلسلہ میں معلومات درکار ہیں۔ اس مقدمہ میں فلا
فلاں کی ضمانت ہو چکی ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ جب پی آئی بہاول نگر سے آکر
عدالت میں موجود ہوں، اس وقت پیش کرنا۔

سٹی مجسٹریٹ بہاولپور

جناب محبوب میاں عباسی! ان کی عدالت کے
پاس سے گزر ہوا۔ بارک کے اندر سے الہ دین نامی
ایک شخص نے جھانکتے ہوئے آواز دی۔ میری ضمانت کرادو۔ وہ چک ۲۰۲ مراد چشتیاں کا
آدمی ہے، جس کا یہاں کوئی ضامن نہیں ہے۔ اطلاع کرائی، بلایا پاس بٹھایا۔ عرض کیا فلا
آدمی کی ضمانت مطلوب ہے۔ پی آئی صاحب کیس کہاں ہے؟ وہ تو ابھی پولیس نے چالا
پیش نہیں کیا۔ مسکراتے ہوئے، درویش صاحب بیٹھیں۔ آخر یہ چالان پیش کریں گے۔ کسی
تردد کے بغیر ضمانت منظور ہو گئی ہے۔

چودھری حشمت علی (ایس ایچ او)

چک ۲۰۲ مراد سے واپسی پر ڈہرانوالا
آیا، چودھری صاحب تھانہ میں موجود
نہیں ہیں ان کے گھر پیغام بھجوایا کہ ایک مسافر رات گزارنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھے ان کے کوئی
دوست ہیں۔ مردانہ میں ٹھہرایا۔ چودھری صاحب سے پہلے کوئی تعارف نہیں ہے۔
آئے، ملے اور بہت خوش ہوئے۔ صبح لاری میں بٹھانے آئے۔ لاری والے نے کرایہ لینے

Marfat.com

سے انکار کر دیا۔ میں چودھری صاحب کا مہمان نہیں ہوں، بھائی! ایک مسافر کی حیثیت سے ان کے پاس رات گزاری ہے یہ ان کی ذاتی شرافت ہے کہ وہ لاری تک خود چھوڑنے آگئے ہیں۔

اوورسیر جھنگ صادق آباد صبح ان سے ملاقات ہوئی، رات کہاں تھے؟ رئیس غازی کے ہاں ٹھہر گیا، وہ تو یہاں نہیں۔ پیچھی پکھیرو کو اس سے کیا سروکار۔ جہاں رات آئی ڈیرہ ڈال دیا۔ غریب لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان کے اصرار پر رک گیا۔ ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا، پُر تکلف کھانا کھلایا۔ اوورسیر ہوتے ہوئے شاہانہ رکھ رکھاؤ ان کے افکار ذہن پر اثر انداز ہیں۔

ڈائریکٹر تعلیماتِ بہاولپور ان دنوں جناب عبدالمجید ہیں۔ پرائمری سکول کے کسی ماسٹر کا کوئی کام ہے۔ درویش کو کسی نے بتایا، ان کا کوئی سفارشی نہیں ہے۔ درویش نے ڈائریکٹر صاحب کو مل کر کہا جس کا کوئی سفارشی نہ ہو۔ درویش اس کا سفارشی بن جاتا ہے۔ درویش کی سفارش قبول ہوئی اس کا کام ہو گیا ہے۔

۶ اپریل ۱۹۵۳ء ایک عزیز کو ملازم کرانا ہے۔ بہاولپور میں کوئی جگہ نہیں، البتہ رحیم یار خان میں اس کی گنجائش ہے۔ آپ کے چک میں مدرسہ منظور کیے دیتے ہیں۔ ڈائریکٹر تعلیم نے کہا: "درویش وہ تو ابھی نئی آبادی ہے۔ لوگ کوئی زیادہ آئے نہیں۔ آپ تو ہیں —— درخواست لے کر ہمارے چک $\frac{۴۷}{۳۔آر}$ عباسیہ میں مدرسہ مؤدب عربیہ منظور کر دیا ہے۔ امریکی امداد سے اب وہ ایک پختہ عمارت ہے۔ کلرک نے کہا ان کا بھائی مڈل ہے۔ سب آسامیاں میٹرک کی ہیں ہم نے کئی ایک بی اے میٹرک کی اسامیوں پر لگائے ہوئے ہیں۔ اگر ایک مڈل پاس کو میٹرک کی

Marfat.com

اسامی پر لگا دیں گے تو کیا فرق آئے گا۔

جناب شبیر احمد انصاری

۱۶ ر اگست ۱۹۵۳ء ــــ ڈپٹی انسپکٹر مدارس سے عرض کیا۔ ہمارے عزیز کو کسی دوسری جگہ ملازمت مل گئی ہے۔ یہ رہا استعفیٰ۔ اس کے بعد اپنا کوئی دُوسرا آدمی رکھ لو۔ کیسے ؟ وہاں آپ کے والد صاحب رہتے ہیں۔ ان کے پاس تو کوئی سند وند ہے نہیں۔ یہ کام ہم کیسے دیتے ہیں۔ پاس والی بلڈنگ سے مولوی محمد صادق صاحب ناظم امورِ مذہبیہ کو بلایا اور کہا اس درخواست پر لکھ دو کہ میں مولوی صاحب کو جانتا ہوں، وہ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔

انسپکٹر مدارس عربیہ

ستمبر ۱۹۴۵ء ــــ علامہ رحمت اللہ ارشد چشتیاں جامع مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ قاری محمود الحسن سے پُوچھا "آپ کے صاحبزادہ محمد ابراہیم تعلیم سے کب فارغ ہو کر آئے ہیں۔ کہا مارچ کے آخری دنوں میں یکم اپریل سے ہم ان کا تقرر آپ کے مدرسہ میں کر دیں گے۔ درخواست دے دیں۔ ریاست بہاولپور کے نظامِ حکومت میں اس طرح کا کوئی بھائی چارہ رہا ہے۔

شیخ مظہر حسین نائب مہتمم آبادی عباسیہ کالونی لیاقت پور

۱۴ر اپریل ۱۸۹۹ء ــــ موضع سنکھترہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ عبد العزیز ریاست بہاولپور میں گرداور قانون گو رہے ہیں اور بمقام رحیم یار خان ماہ جنوری ۱۹۴۵ء میں وفات پائی ہے۔ ۱۹۱۷ء ــــ مسٹر مظہر نے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے وظیفہ حاصل کیا ہے۔ لیکن آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ لاہور ملٹری کلرک کی حیثیت سے سروس کا آغاز کیا، لیکن کوئی ایک سال بعد ہی استعفیٰ دے دیا ہے اور پھر ریلوے اسٹیشن فیروز پور میں

Marfat.com

ملازمت حاصل کر کے کوئی ماہ ڈیڑھ ماہ وقت گزارا اور اس کے بعد ریاست بہاولپور میں آکر قانون گوئی میں نام درج کرایا۔ ۱۹۲۲ء میں پٹوارکی ٹریننگ حاصل کی اور پھر ۱۹۲۳ء گرد اور قانون گو کا چارج سنبھال لیا ہے۔ ۱۹۲۷ء نائب تحصیلدار اور ۱۹۴۳ء میں تحصیلدار کے عہدہ پر ترقی ہوتی ہے۔ فروری ۱۹۴۹ء میں اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔ مجسٹریٹ درجہ اوّل کے اختیارات حاصل تھے۔ سیکشن ۳۰ کے اختیارات حاصل نہ تھے۔ آپ نے غالباً اسسٹنٹ کمشنری کا زیادہ وقت لیاقت پُور میں گزارا ہے۔ صرف کچھ دن آخر میں بہاولپور گئے ہیں اور وہیں سے ۱۹۵۶ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ تمام سروس میں کوئی معطلی وغیرہ نہیں ہُوئی۔ ریکارڈ صاف رہا ہے۔

سرکار بہاولپور نے ۶ مربعے زرعی اراضی خدمات کے صلہ میں دیئے ہیں۔ یہ رقبہ عباسیہ کینال پر ہے۔ لیاقت پُور میں دو رہائشی پلاٹ حاصل کر کے مستقل سکونت اس جگہ اختیار کی ہے۔ ایک زنانہ مکان ہے، دُوسرا مردانہ۔ دو لڑکے اور تین لڑکیاں ان کی یادگار ہیں۔ ان کے صاحبزادہ شیخ محمد عبداللہ اور شیخ محمد یوسف آفتاب نے ریلوے سروس اختیار کی ہے موصوف نے اپنی اہلیہ محترمہ اور ایک لڑکی کے ساتھ حج کیا ہے۔ یہ سال لیاقت پُور کے لیے حج کا سال ہے۔ ان کے ساتھ کئی ایک دُوسرے دوستوں نے وِدفیلی حج کیا ہے۔

۳ جُون ۱۹۷۶ء میں ایک ماہ کی مختصر علالت کے بعد رحلت فرما گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

ہر حلقۂ فکر کے لوگوں نے ان کو دیانت و ایمانت میں ثقہ مانا ہے۔ ریاست بہاولپور کے وزیر اعلیٰ مخدوم زادہ سیّد حسن محمود نے جب ہوش سنبھالا ہے۔ شیخ مظہر حسین صادق آباد میں تحصیلدار رہیں۔

Marfat.com

کوئی لاٹ صاحب صادق آباد آئے ہیں ۔ ان کے قیام کا خرچ حسب معمول افسرانِ مال نے اُٹھایا ہے ۔ تحصیل کے ہر بڑے زمیندار نے اپنے حصّہ کا خرچ ادا کر دیا ہے ۔ مخدوم الملک نے کہا ہے جب کوئی حاکم اعلیٰ ہمارے ہاں آتا ہے ۔ اس کا خرچ ہم خود برداشت کرتے ہیں ۔ یہ جواب ایک ہمسایہ زمیندار کے لیے تو درست ہے ، لیکن تحصیلدار اس سے مطمئن نہ ہوا ۔ مخدوم الملک کے مینجر نے مطالبہ سرکار داخل کرایا ، اور پنجوترہ مانگا ۔ تحصیلدار نے کہا نمبردار خود آکر وصول کرتے ہیں ۔ مخدوم الملک کھانڈ کے لیے ڈپٹی کمشنر کو ملے انہوں نے ایک بوری کھانڈ دیتے ہوئے کہا ہے ۔ اپنے تحصیلدار سے بنا کر رکھنا ایک زمیندار کے مفاد میں ہے ۔ بعد میں ان کے صاحبزادہ وزیرِ اعلیٰ بنے ہیں ۔

سردار محمد ایوب خان جو بعد میں وزیرِ مال رہے ہیں ۔ ان دنوں صادق آباد میں مجسٹریٹ ہیں ۔ احمد نواز گردیزی وزیرِ زراعت محمد افضل لغاری وزیرِ مال ، صادق آباد کے ایک بڑے زمیندار ہیں ۔ ان کے دورِ اقتدار میں شیخ مظہر حسین لیاقت پور اسسٹنٹ کمشنر ہیں ۔ عباسیہ کینال پر زمین کی تقسیم انکے زمانہ میں ہوئی ہے ۔ کسی ایک نے کوئی چٹھی لکھی ہے نہ تعارض کیا ہے ۔ اس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ حکومتِ بہاولپور میں دیانتداری کو پذیرائی حاصل رہی ہے ۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء ، اس کے بعد کسی قریبی تاریخ میں شیخ مظہر حسین صاحب سے درویش کی ملاقات ہوئی ہے ۔

لیاقت پور کچی منڈی یہ اپنے مکان پر باہر بیٹھ کر حقہ پی رہے ہیں ۔ درویش بہاولپور سے بذریعہ سندھ ایکسپریس آئے ہیں ۔ زمین کے بارے ایک درخواست ان کو دی ہے ۔ انہوں نے پڑھ کر میز پر رکھ دی ہے ، اور ادھر اُدھر کی باتیں ہو رہی ہیں ۔ درویش نے کہا میری درخواست کے بارے کچھ کہو ۔ فرمایا یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا کہوں ؟ یہی نا کہ زمین نہیں ہے ۔ مخدوم زادہ

Marfat.com

نے جواب نہیں دیا۔ خیال کیا ہوگا کہ میرا کوئی اسسٹنٹ کمشنر جواب دے دے گا۔ بعینہٖ یہ سوچ رہا ہوں۔ مخدوم زادہ صاحب جو درخواست ہماری طرف بھجواتے ہیں۔ رقبہ کا تعین بھی کر دیتے ہیں۔ یہاں صرف درخواست ڈپٹی کمشنر کو بھجوا دی ہے۔ میں اس پر آپ کو نصف مربّعہ دے سکتا ہوں، لیکن میں آپ کو اڑھائی تین مربّعے دینا چاہتا ہوں۔ ایک منصوبہ سمجھایا اور رخصت کر دیا۔ جس کے نتیجے میں درویش ۲½ مربّعے زرعی اراضی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور برادری ایک جگہ بیٹھ گئی ہے۔ یہ لوگ مشرقی پنجاب کے مہاجر ہیں۔

تقسیم احاطہ جات

یکم فروری ۱۹۵۵ء آبادی دیہہ میں احاطہ بندی ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد کسی قریبی تاریخ میں احاطہ جات تقسیم ہوئے ہیں۔ درویش بہاولپور سے آیا ہے۔ پوچھا آپ کو احاطے مل گئے ہیں۔ ہمارے نام چک میں تین لاٹ تقسیم ہیں۔ دو احاطے مل گئے ہیں۔ ایک احاطہ نہیں ملا۔ آپ کے نام چک میں اس سے زیادہ رقبہ تقسیم ہوا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا: ہاں ایک مربعہ میرے نام ہے۔ دو مربّعے دوسرے عزیزوں کے نام۔ لیکن ان کا ابھی دخل نہیں آیا۔ تعمیر احاطہ جات روک دینے کا حکم دے دیا ہے، اور دخل آنے پر مربعہ شکل میں چار احاطے چوک میں ہم تین بھائیوں اور والد صاحب کے نام تقسیم کر دیتے ہیں اور چار احاطے برادری کو الگ ایک جگہ دے دیئے ہیں۔ اس کے بعد تعمیر احاطہ جات کی اجازت دی گئی ہے۔

رقبہ کا تبادلہ

درویش کے نام چک میں جو رقبہ ایک مربّعہ تقسیم ہوا ہے، وہ دراڑ کورس کی ٹیل پر ریت کے ٹیلہ جات میں ہے۔ اس کا تبادلہ چک میں مختلف جگہ پر دے دیا ہے۔ ۹ ایکڑ رقبہ آبادی دیہہ کی مستطیل میں کوئی بقایا سرکار ہے۔ اس کے لیے کئی ایک دوسرے آبادکاروں نے درخواستیں دی ہیں۔ ان میں ایک آدمی

Marfat.com

لیفٹیننٹ ۔ سیشن جج کا خسر بھی ہے۔ تحصیلدار حیات محمّد خان نے اِس بارے شیخ صا
سے استفسار کیا ہے۔ آپ نے درویش کے نام تجویز کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اِس طرح درویش ک
رقبہ کا جو ٹیل پر ٹیلہ جات میں ہے۔ آبادی دیہہ کے ساتھ تبادلہ ہل گیا ہے۔ جو ایک مربعہ شکل
۹ ایکڑ رقبہ ہے۔

افسرانِ آبادی

ان کا نقطۂ نظر اس باب میں یہ ہے کہ لیفٹیننٹ ایک کھا
پیتے آدمی ہیں۔ جو چک سے باہر کسی دُوسری جگہ رہائش
ہیں۔ ان کے لیے ایں و آں میں کیا فرق ہے ؟ ایک دُوسرا شخص عارضی نمبردار ہے
نمبرداری لاٹ کا اس سے تبادلہ چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مستقل طور پر نمبرداربھی نہ بن
(چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے۔) ان کے مقابلہ میں درویش کا رقبہ ان کا گزارہ الاؤنس ہے جس
کا منشا ایک صحافی کو مناسب سہولتوں کے ساتھ چک میں آباد کرنا ہے۔ احاطہ جات کی نقش
وہ کہتے ہیں جب ہم نے رقبہ دیا ہے تو آبادی کی دُوسری سہولتیں دینا بھی ہمارے فرائض
شامل ہے۔

آبادکاری میں ریاستی افسران کا یہ اندازِ فکر کس قدر مثبت ہے ؟ ۶ ستمبر ۱۹۸۰ء کو اس
آئینہ فکر میں جب ہم پنجاب سے آنے والے (بعض) افسران کو جھانک کر دیکھتے ہیں، تو
ہمیں ایک بدلی ہوئی دُنیا نظر آتی ہے۔

چیف انجینئر بہاولپور

بہاولپور، عید بقر سے کچھ دن پہلے درویش نے
بہاولنگر میں خان حق نواز خان قمر سپرنٹنڈنگ
انجینئر نگ سے ملاقات کی اور دَورانِ گفتگو اُن سے سوال کیا کہ جن غریب پٹواریوں نے اپنے

Marfat.com

افسران اعلیٰ پر اعتماد کرکے ہڑتال چھوڑ کر کام شروع کر دیا تھا اور انہیں اس وقت تک ترقی تو درکنار، دورانِ ہڑتال کی تنخواہ بھی نہیں ملی حکومت سے وفاداری کے بجائے ان کے دل میں نفرت کے جذبات پیدا نہیں ہوں گے، خان صاحب نے فرمایا کہ "بجا، درست، لیکن حکومت کے نظم ونسق کے لیے ڈسپلن قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک چیف انجنیئر صاحب بہادر تنخواہ دینے کے احکام جاری نہیں فرمائیں گے، انہیں تنخواہ نہیں مل سکے گی۔

درویش نے بہاولنگر سے واپس آکر چیف انجنیئر صاحب سے ملاقات کرکے پٹواریانِ نہار کو دورانِ ہڑتال کی تنخواہ دیے جانے کی استدعا کی۔ موصوف نے درویش کی موجودگی میں اپنے سیکرٹری کو بلا کر پٹواریوں کو تنخواہ دینے کے احکام جاری کر دیے۔ "تنخواہ دیے جانے کے احکامات بہرکیف جاری کیے جانے تھے۔ درویش کی موجودگی میں احکام کا جاری ہونا درویش کی عزت افزائی تھی جس کے لیے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ (اگست ۵۲ء، "الامام" بہاولپور)

شیخ فیض احمد چیف جسٹس بہاولپور

اپنی کوٹھی کے صحن میں ٹہل رہے ہیں جو فوارہ کے پاس شمال مشرق میں واقع ہے۔ سرکل روڈ پر جاتے ہوئے درویش کی نظر ان پر پڑی! سائیکل ایک طرف کھڑا کرکے پلاٹ میں ان کی طرف بڑھا۔ ۱۹۵۳ء۔ انٹی احمدیت تحریک جو تحریکِ ختمِ نبوت کے سلسلہ میں لاہور چلائی جا رہی ہے اس کے بارے سوال کیا! جناب شیخ صاحب نے فرمایا: "ایک جمہوری ملک میں قوم کی آواز پر کان دھرنا بڑا

Marfat.com

ضروری ہوتا ہے۔ اگر قوم ان کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتی ہے تو حکومت کو اس بارے کوئی پس وپیش کیے بغیر یہ مطالبہ مان لینا چاہیئے "!

بہاول پور کے امتیاز میں یہ بات آئی ہے کہ ایک ڈسٹرکٹ جج نے پہلے مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دے کر ایک عورت کے تنسیخ نکاح میں عورت کے حق میں ڈگری دے دی ہے۔ اور آج بہاولپور ہی کا ایک چیف جج ان کو اقلیت قرار دینے کے حق میں رائے دے رہا ہے! جب کہ پاکستان گورنمنٹ نے ۱۹۷۰ء کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔

شیخ صاحب سے میری پہلے کوئی ملاقات نہیں ہوئی! انہوں نے ایک واقف کی حیثیت سے پذیرائی بخشی ہے۔ بہاولپور ہی کے نظام حکومت میں ایسی اخلاقی قدریں موجود ہیں۔

شیخ اللہ داد

شیخ فیض محمد کے دادا شیخ اللہ داد بہاولپور کے چیف جج رہے ہیں۔ ان کے لڑکے شیخ غلام حیدر ریاست میں ناظم مال! اور شیخ غلام حیدر کے بڑے لڑکے شیخ شیر محمد ریاست میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر فائز ہوئے ہیں۔ شہاب دہلوی لکھتے ہیں: "یہ پہلے ہندوستانی ہیں جو اس عہدہ پر فائز ہوئے۔ اس سے پہلے ریاست میں انگریز ڈپٹی کمشنر متقرر ہوتے رہے ہیں! (مشاہیر بہاولپور)

شیخ فیض محمد ستمبر ۱۹۵۲ء سے ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء ون یونٹ بننے تک ریاست کے چیف جج رہے ہیں! ۱۹۶۱ء میں ڈیرہ غازی خان وفات پائی ہے۔ ڈیرہ غازیخان

Marfat.com

یں ان کا خاندان آباد ہے اور اس جگہ سے شیخ فیض محمد پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں اور واپس وہاں جا کر وفات پائی ہے۔ خاندان کے کچھ افراد بہاول پور آباد ہیں۔

مولوی اختر علی ڈپٹی کمشنر بہاول پور

"مولوی صادق" کو مولانا محمد صادق بنانے میں مولوی اختر علی کا بڑا ہاتھ ہے۔ جامعہ عباسیہ کے شیخ الفقہ مولانا محمد صادق نے بتایا جب میں فارغ التحصیل ہوا۔ پچیس روپے کی نوکری ملی اور احمد پور شرقیہ تعیناتی ہوئی۔ ان دنوں مولوی اختر علی وہاں نائب تحصیلدار تھے! ہم ایک مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ مولوی اختر علی نے قرآن شریف کا درس دینا میرے ذمے لگایا اور خود باقاعدگی کے ساتھ اس میں شریک ہوتے تھے اور جاندار سوال کرتے تھے! مجھے تفاسیر متداولہ کا بالالتزام مطالعہ کرنا پڑا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے قرآن کے مطالب و معانی پر ایک اچھی خاصی دسترس حاصل ہو گئی ہے۔

مولوی اختر علی ڈپٹی کمشنر ــــ ان کے ہاں دلیل وحجت کام آتی ہے۔ جب میں ان سے کسی کیس میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ مسل اٹھا کر مجھے دے دیتے ہیں۔ اور مشاورت سے کوئی فیصلہ دیتے ہیں۔ وہ کہا کرتے ہیں جس کیس میں آپ سفارش کرتے ہیں۔ میرا کام اس میں ہلکا ہو جاتا ہے۔ مجھے صحیح فیصلہ تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

مولوی اختر علی ــــ درویش ان کے در دولت پر حاضر ہوا وہ اندر سے باہر آئے۔ درویش کو مخاطب کر کے فرمایا: الامام صاحب دفتر تشریف لے چلیں! میں ابھی آتا ہوں۔ درویش پلٹا اور دفتر کا رخ کیا۔ کچھ لوگ واپس ہوئے اور کچھ لوگوں نے ان کے گرد حلقہ

Marfat.com

میں مشیر مال کے عہدہ پر فائز رہے ہیں ایک مذہبی آدمی تھے۔ قصیدہ بردہ عربی کا فارسی
میں منظوم ترجمہ کیا ہے اور تاریخ شاہان گوجر مولوی عبدالمالک کی ایک علمی یادگار ہے
مولوی اختر علی نے ون یونٹ کے بعد قومی اسمبلی کے لیے الیکشن لڑا اور کامیاب ہو
ہیں۔ دسمبر ۱۹۶۴ء میں وفات پائی ہے۔ مسٹر خالد اختر محمد باسط محمد وارث ان کے فر
ارجمند ہیں۔

بقا محمد خاں اور سید محمد چراغ شاہ

مشیر اعلیٰ عبدالرشید۔ مخدوم زادہ جن دو آدمیوں کو ان کی دیانتداری کے پیش نظ
دوبارہ ملازمت میں لائے تھے۔ آپ نے پہلی فرصت میں ان کو فارغ کر دیا ہے
درویش نے سوال کیا۔ ڈائریکٹر تعلیم بقا محمد خان ان کو مخدوم زادہ ایک مدت معینہ کے
لیے ملازمت میں لائے تھے۔ معاہدہ کی رو سے وہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر میں ان کی
ملازمت میں توسیع کرتا ہوں تو آٹھ آدمیوں کی ترقی رک جاتی ہے۔ مفادِ عامہ کے
پیشِ نظر ان کو فارغ کرنا ناگزیر ہے۔

سید چراغ شاہ ڈائریکٹر فوڈ

چودھری رحمت اللہ تو ان کے بارے شاکی ہیں۔

درویش: آپ جانتے ہیں چودھری رحمت اللہ ایک کاروباری آدمی ہیں۔ دیا
افسر سے کاروباری آدمی کا شکوہ سنج ہونا کوئی خلاف قیاس بات نہیں ہے۔

عبدالرشید خان: میں دوبارہ ان کو ملازمت میں لے لوں گا! چنا
ایسا ہی ہوا۔ وہ شخص جو ڈائریکٹر فوڈ کے عہدہ پر تقرر کا مجاز ہے۔ درویش بلا تکلف

Marfat.com

سے گفتگو کر رہے ہیں ؛ ریاست بہاولپور میں عوام اور انتظامیہ کے درمیان یہ ہم آہنگی رہی ہے۔

ریاست بہاول پور

وزیر اعظم کرنل اے جے ڈرنگ ۔ ان کے عہدِ حکومت میں خزانہ کے چار اہلکار سرکاری ملازمت سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔

انہوں نے وزیر اعظم کی کوٹھی پر حاضر ہو کر کرنل ڈرنگ کے پاؤں پکڑ لیے ہیں وزیر اعظم نے ان کا قصور معاف کر کے ان کو ان کی ملازمت پر بحال کر دیا ہے ۔ ریاست بہاول پور کی انتظامیہ ایسی روایات کی حامل رہی ہے۔

درویش فرزانہ ہے یا دیوانہ؟

کسی نے فرزانہ سمجھ کر ان کی عزّت کی ہے تو کسی نے دیوانہ کہہ کر چھوڑ دیا ہے۔

میرا اپنا خیال ہے ۔ بہاول پور کے حُسن معاشرت میں اس کو پناہ ملی ہے ۔ ریاست کی سیاسیات میں زندگی پیدا ہوئی ہے تو ان کو حق خود ارادیت میں ایک اسمبلی مِل گئی ہے ۔ پچاس نشستیں ہیں ۔ انچاس مردوں کے لیے اور ایک زنانہ نشست ۔

"انچاس مردوں میں ایک عورت"

اور لکھا ہے کہ "مرد عورت" زندگی کی گاڑی کے دو پہیّے ہیں اور اپنی فطری تخلیق کے باعث عورت مردوں کے ساتھ سیاسیات میں برابر وقت نہیں دے سکتی ۔ قدرت نے اس کے ذمّہ کچھ دوسرے لوازمات بھی لگا رکھے

Marfat.com

ہیں۔ زائد نہیں تو کم از کم برابر کی حصّہ دار تو اسے ماننا چاہیئے تھا۔"

کوئی زیادہ دن نہیں گزرے، اچانک رات کے وقت موسم سرما میں کوئی آٹھ بجے صاحبزادہ حافظ غلام علی آوارد ہُوئے اور گھبرائے ہُوئے لہجہ میں کہا آپ نے یہ کیا لکھا ہے اس سے تو الطاف قریشی بہت ناراض ہو رہے ہیں۔

درویش: اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے ؟

حافظ غلام علی: وہ تو اس کو ایک اچھا خاصہ مذاق سمجھتے ہیں۔ بھائی بیٹھو ہم ان سے معذرت کر لیں گے۔

بات یہاں تک پہنچی، الطاف صاحب نے اندر داخل ہو کر دھما چوکڑی مچا دی اور زوردار لہجہ میں کہا؛ مجھے جانتے ہو، مَیں کون ہوں ؛ حافظ غلام علی ہی بتائیں گے کہ آپ کون ہیں۔ میرا تو خیال پڑتا ہے آپ ہیں جناب الطاف قریشی! جب وہ اس ڈرامائی انداز سے باہر آئے تو کہا: یار! یہ کیا لکھ مارا ہے ؟

ان کو بتایا جب عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جاتی ہے تو اس کے مزاج میں ایک ٹھہراؤ آ جاتا ہے۔ قرآن نے اس کی اس حالت کو محصنات سے تعبیر کیا ہے اور اس کے معنی قلعہ اور حصار میں آئی ہوئی عورت کے ہیں۔

مرد کی سیاسیات میں اس کا گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنا اپنے آپ کو ہدفِ تنقید میں لانا ہے اگر سیاست کے منفعت بخش کاروبار میں پڑنا ہے

Marfat.com

تو اس رجعت پسندی کو خیرباد کہنا ہوگا۔ اور اگر کوئی دلیل و حجت کام نہیں آتی تو لو بھائی! ہم غیر مشروط معذرت کرتے ہیں۔

میری اس کارگزاری کا بیگم صاحبہ کو کیسے یقین آئے گا آپ کو مکان پران سے ملنا ہوگا۔ وقت مقررہ پر دروازہ کو دستک دی شوہر نامدار استقبال میں آئے اور مردانہ میں لا بٹھایا ہے۔ دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر کہا۔

" درویش! بہاولپور میں بیٹھے ہوئے لاہور اور کراچی کی ہوا کھا رہے ہو، میری مجبوریوں کو نہیں دیکھا کہ میں کن حالات میں جکڑی ہوئی ہوں"۔

وسیع النظری میں عورت کا رول اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔

بہاولپور کی تہذیب و ثقافت جو اس وقت تھی ایک ہی فقرہ میں اس کی پوری تاریخ کہہ ڈالی۔

جمیلہ الطاف

وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے بہاولپور میں عورت کو زبان دی ہے اور سیاسیات میں ان کے لیے راہ ہموار کی ہے۔ بہاولپور میں اس راہ کا نقطۂ آغاز جمیلہ الطاف ہے۔

بہاولپور مسلم لیگ کی ٹکٹ پر جمیلہ الطاف اسمبلی کی زنانہ نشست کے لیے الیکشن لڑ رہی ہیں۔ مسلم لیگ پارٹی نے ان کے پروپیگنڈا میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ مخدوم زادہ سید حسن محمود پارٹی لیڈر ہیں۔ وزارتِ مال کا قلم دان بھی ان کے پاس ہے۔ بایں ہمہ یہ الیکشن ہار گئی ہیں، اور چیف سیکرٹری جناب احسان الحق کی بیگم زبیدہ انتخاب میں کامیاب ہوئی ہیں۔ یہ انتخاب اس بات پر دلیل ہے کہ وزیر سے زیادہ سیکرٹری

Marfat.com

حکومت میں فعّال حیثیت کا مالک مانا جاتا ہے۔

احسان الحق چیف سیکرٹری

اسمبلی کے اجلاس میں مخدوم زادہ وزیر اعلیٰ کے پہلو میں بیٹھے ہیں۔ بیگم احسان الحق حزبِ مخالف کے بنچ پر کھڑے ہو کر تقریر پھاڑ رہی ہیں۔ میاں بیوی کی اس دو عملی پالیسی نے کوئی زیادہ دیر تک ان کا ساتھ نہیں دیا۔ مسٹر احسان الحق چیف سیکرٹری کے عہدہ سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور سید احمد کے بعد وہ فنانشل کمشنر کے عہدے پر فائز ہوئے ہیں۔ لیاقت پور ایک آدمی درویش کے خسر گرامی کا خط لایا ہے اور فنانشل کمشنر سے سفارش کی استدعا کی ہے۔ درویش وقت مقررہ پر بہاول پور آیا اور مسٹر احسان الحق سے مکان پر ملاقات کی ہے اور ان کو بتایا ایک آدمی میرے پاس لیاقت پور گیا اور سفارش کا متمنی ہوا ہے بہاولپور آنے پر اس نے اپنا کام بنایا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسے کاموں کے لیے بھی آپ کے پاس سفارش کی ضرورت ہے اور پھر سلسلہ کلام دُوسری طرف بدل دیا ہے۔

رخصت لینے پر خود سائل کا نام و پتہ پُوچھا ہے:

چیف سیکرٹری کے عہدہ پر فائز ہیں۔ چھوٹے بھائی حمید رضوانی کو گورنمنٹ پریس میں ملازمت دلائی ہے اپنے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ مولوی فیروز دین کو مرزا عبداللہ کنٹرولر پریس کے پاس سفارش کے لیے بھجوایا ہے۔ پبلک کے ساتھ ان کا یہ حُسن سلوک ان کی بیگم کے لیے انتخاب میں کامیابی کا باعث ہُوا ہے۔

Marfat.com

مَیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں سفارش کے بارے بہاولپور کا نقطہ نظر کیا ہے ؟

ملک نُور محمد سپرنٹنڈنٹ دربار

۱۹۴۷ء کی بات ہے ۔ مَیں چک ۵۲ فتح بخش خان امام مسجد تھا ہمارے چک ۱۱۰ فتح کے نمبردار حاجی عبدالرحیم کمبو مجھے ساتھ لے کر بہاول پُور آئے اور سیدھے ملک نُور محمّد سپرنٹنڈنٹ دربار کے مکان پر جا نکلے ! واقعہ میں کہا ؛ ہم نے کچھ رقبہ خرید کیا ہے اور فلاں چک کے سکّھ قبضہ نہیں چھوڑتے ! ملک صاحب نے فرمایا ؛ ملک بشیر احمد چشتیاں پولیس کپتان ہیں ۔ ان کو ملو۔ وہ تمہارا کام کرادیں گے ، اور اس کے ساتھ ہی کہا ۔ میرے نزدیک وہ اپنے باپ کا نہیں ہے ۔ جس کے پاس کوئی آدمی آئے اور وہ استطاعت رکھتے ہوئے اس کی مدد نہ کرے ۔

درویش نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ جب وہ فوت ہُوئے محلے کے غریب آدمی اس طرح رو رہے ہیں جیسے ان کا باپ ان کو نابالغ چھوڑ کر مرگیا ہے ۔ ہر آدمی یہ کہہ رہا ہے مَیں مرگیا ۔ مَیں کہاں جاؤں گا ۔ اب میرے ساتھ کون چلے گا ۔ یُوں لگتا ہے ۔ یہ دیوار کے ساتھ سر پھوڑ مریں گے ۔

جب جنازگاہ سے چارپائی اُٹھائی ہے ۔ وہی کیفیت یہاں ہے درویش نے دِل میں کہا ؛ ان کے آنسو اس کی نجات کے لیے کافی ہیں ۔ اللہ ان کو کبھی رائیگاں نہیں جانے دے گا ۔

علامہ ارشد میں کیا صفت ہے ۔ کوئی پندرہ سال مسلسل صوبائی اسمبلی کے ممبر رہے ہیں ۔ وزیر نامدار نے نہیں کہا کہ چھڑی گھماتے آنکلتے ہیں اور لوگوں

Marfat.com

سفارشیں کرتے ہیں۔

محمد احمد شیخ سپرنٹنڈنگ انجنیئر بہاول پور نے چک بندی کے ایک کیس میں فیصلہ ہمارے خلاف دیا ہے ۔ آزاد منزل میں ہم چائے پی رہے ہیں۔ ریسیور اُٹھایا ۔ گردن کو ذرا اکڑا کر میں ارشد بول رہا ہوں ۔ وہ ہمارے دوست ہیں نا درویش صاحب ! ان کا ایک کام، ہاں ! ہاں ! ان کو کہو میرے پاس آجائیں ۔ حاضری دی کہا : ذرا احمد پور چلے جاؤ، اور کینال آفیسر سے کہو کہ سفارش کر دیں ۔

محمد اشرف باجوہ : میں نے لکھ دیا ہے کہ حصہ داران کے بیانات Self Justified ہیں ۔ میں اس سے زیادہ کیا سفارش کروں ۔ اور ان الفاظ کو انڈر لائن کر کے تاریخ ڈال دی ہے ! اس کے بعد ایس۔ ای۔ بہاولپور نے چک بندی ہمارے حق میں منظور کر دی ہے ۔

درویش پوچھتا ہے اب کسی افسر کے لیے یہ الفاظ کافی ہیں ؛ بہاولپور کے اس ماحول نے درویش کو متاثر کیا ہے ۔

ملک بشیر احمد بہاولپور ایس پی ہیڈ کوارٹر ہیں ۔ درویش نے ان سے کہا ملتانی گیٹ کی عورتیں جو برقعہ اوڑھ کر بازار آتی ہیں ان کے بُرے اثرات پر نظر ڈالی ہے ؛

ایس پی صاحب فرماتے ہیں : لوگ کہتے ہیں وہ بن سنور کر جو آتی ہیں عریانی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرتی ہیں ۔ اس سے معاشرہ پر بُرا اثر پڑتا ہے آپ کو ان کے پردہ پر اعتراض ہے ۔ ملک صاحب ! ان کے اصلی روپ میں

Marfat.com

ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس بازار کی عورتیں ہیں لیکن برقعہ اوڑھ کر جو پھرتی ہیں اس سے دیکھنے والا یہی اندازہ کرے گا کہ یہ اس شہر کی شریف زادیاں ہیں۔ ملک صاحب کو درویش کا یہ نکتہ پسند آگیا۔ سٹی انسپکٹر پولیس کے نام ہدایت جاری کر دی کہ وہ ان کو برقعہ اوڑھنے سے منع کر دیں۔

پولیس تعاون کا ایک دُوسرا واقعہ

ہمارے مالک مکان حافظ محمد امین صمدانی کے ماموں زاد بھائی عبدالرحمٰن نے اپنی بیوی سے ناراض ہو کر اپنا ننھا بچہ اُٹھا کے باہر کا راستہ لیا۔ ان کی بیوی، صاحب مکان کے پاس ہے اور ہم اس مکان کے دوسرے پورشن میں رہتے ہیں ہماری بھاوج پردہ کرتی ہے لیکن بچّہ کی جدائی میں پاگل ہو گئی ہے۔ پردہ کے تکلفات چھوڑ کر ہمارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ روتی ہے اور کہتی ہے۔ بھائی جان میرا بچہ لا دو! ہر چند حافظ محمد امین کو کہا ہے اپنے اس معاملہ کو خود نپٹا لو! وہ یہ جانتے ہوئے کہ درویش پر بہت زیادہ دباؤ پڑ رہا ہے عذر کرتے ہیں۔ مَیں کہاں جاؤں؟

ملک بشیر احمد ایس پی ہیڈ کوارٹر کو قصّہ سنایا انہوں نے تھانہ میں مسٹر عبدالقیوم انسپکٹر پولیس کو ٹیلیفون پر کہا۔ انہوں نے حافظ محمد امین کو بُلا کر سمجھایا۔ سات سال سے کم عُمر کا بچّہ والدہ سے جُدا کرنا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے وہ بچّہ آپ کے گھر سے لے کر گیا ہے۔ مَیں آپ دونوں کے خلاف پرچہ کاٹ کر کارروائی کرتا ہوں۔ پھر دیکھوں گا۔ آپ کیسے کہتے ہیں۔ مجھے علم نہیں، وہ کہاں گیا ہے۔ دُوسرے دن حافظ صاحب بچّہ بمعہ والد لے کر حاضر ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

اور کسی زدّ و کے بغیر مسئلہ حل ہو گیا ہے ۔

مسٹر عبدالقیوم سٹی انسپکٹر پولیس

بہاولپور سینما کے متوازی پلاٹ میں مخدوم زادہ سیّد حسن محمود وزیر اعلیٰ نے پہلی زرعی نمائش کا اہتمام کیا ہے ۔ نمائش کے باہر کھلی جگہ پر درویش نے سائیکل کھڑا کر دیا ہے ۔ ایک سپاہی نے ٹوکا ۔ یہاں سائیکل نہ رکھو ۔ درویش نے کان نہ دھرا اور اندر چلے گئے ۔

مخدوم زادہ صاحب درویش کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا : اس پر تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۔ نہیں صاحب ! ہم تو اس پر بہت خوش ہوئے ہیں ! نمائش کا چکر لگایا ، باہر آئے ۔ مسٹر عبدالقیوم باہر کھڑے مل گئے ۔ علیک سلیک ہوئی ۔ ہمارا سائیکل ؟ کہاں رکھا تھا ؟ یہاں ! ذرا اس کانسٹیبل سے پوچھو ۔ ان کا سائیکل ؟ لاوارث سمجھ کر تھانہ چھوڑ آیا ہوں ! جاؤ بھاگ کر جاؤ اور ان کا سائیکل لاؤ ۔ مسٹر عبدالقیوم نے کہا ، سپاہی نے مسکراتے ہوئے سائیکل ہمارے حوالے کر دیا ۔

خان تاج محمد خان درانی

ڈپٹی انسپکٹر مدارس حق گو ، حق پسند اور شعلہ بیان مقرر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں ۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوؤں کے مال کو مسلمانوں نے مال غنیمت سمجھ کر سمیٹ لیا ہے ۔ حکومت کو اس کی واپسی مطلوب ہے ، لیکن یہ شکایات سننے میں آ رہی ہیں کہ پولیس ہندوؤں کے مال کے ساتھ مسلمانوں کا مال بھی اٹھا کر لے جا رہی ہے اور اس باب میں تشدد سے کام لیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

جناب تاج محمد خان نے مغرب کی نماز کے بعد بہاولپور جامع مسجد میں ایک تقریر ارشاد فرمائی ہے۔ جس میں کہا ہے کہ اگر پولیس کسی کو ایک تھپڑ مارے تو تم دو تھپڑ مارو! پولیس کا یہ تشدد اب کسی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا۔

مقامی اخبارات میں یہ تقریر شائع ہوئی ہے۔ درویش نے چک ۵۲ فتح امامت کے دوران اس کو "کائنات" میں پڑھا ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا ہے کہ پولیس کے ہاتھ وہیں رک گئے ہیں، یہاں تھے۔

درویش کہتا ہے ایک ڈپٹی انپکٹر اسکول کے درجہ کا ملازم جسے ریاست کے نظم ونسق میں کوئی عمل دخل نہیں ہے ایک مسئلہ پر بے روک ٹوک اظہارِ خیال کرتا ہے اور حکومت اصلاح میں فوری اقدام کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت بہاولپور کی قوتِ سماع کمزور ہے نہ اس کے انتظامیہ میں انانیت۔ ریاست بہاولپور میں یہی وجہ امن وسکون کی تھی! خان تاج محمد خان حافظ نہیں تھے لیکن قرآن کا بیشتر حصہ نوک بر زبان تھا ان کی عام گفتگو بھی قرآن کا ایک درس سمجھی جاتی تھی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک مسلمان تھے۔

ریاست بہاول پور کے یہ تھے ایک ڈپٹی انپکٹر مدارس! ان کے بھانجہ غلام محمد درانی بھی ریاست میں مجسٹریٹ رہے ہیں اور کافی عرصہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ پنجاب میں بھی ان کو مختلف عہدوں پر کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ ان کی اچھی شہرت ان کا خاندانی ورثہ ہے۔

خطیب جامع مسجد لیاقت پور مولانا محمد کامل صاحب نے ایک دفعہ مجھے بتایا مسجد کی ضرورت کے لیے چندہ کی جو دقت ہمیں پیش آتی ہے۔ اس سے مولوی

Marfat.com

بشیر احمد دو چار نہیں ہیں۔ ہماری مسجد کے ساتھ کسی محلّہ کا اتصال نہیں ہے جمعہ میں رونق باہر سے آنے والے دیہاتیوں سے ہو جاتی ہے۔

ایس ڈی ایم غلام محمد دُرّانی ہماری مسجد میں صرف کوٹہ پُورا کرنے آجاتے ہیں ان کو زیادہ لگاؤ مولوی بشیر احمد کی مسجد سے ہے ایک دفعہ مولوی بشیر احمد نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہُوئے ایک کتاب البدایہ والنہایہ کا حوالہ دیا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ کتاب چونکہ میرے پاس نہیں ہے میں اس سے زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکتا دُرّانی صاحب نے قیمت پُوچھ کر رقم مولوی صاحب کے حوالہ کر دی ہے۔ دُرّانی صاحب کے والد بزرگوار سندھ میں ایک بڑے زمیندار ہیں۔ بایں ہمہ ان کے اقدار بڑے بزرگانہ ہیں۔

شیخ عبد الرشید نائب تحصیلدار چشتیاں کے زمانہ سے میں ان کو جانتا ہُوں لیاقت پُور اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔ مسٹر تنویر اعوان کے ایڈووکیٹ بننے سے بہت پہلے کی بات ہے ان کے بڑے بھائی عبد الکریم نے دھارے اوٹ میں کوئی مکان الاٹ کرانا ہے۔

چودھری علی احمد اور عبد العزیز اعوان نے چک ۲۷/۳ ۔آر عباسیہ میں دو لاٹ زرعی اراضی خرید کی ہے۔ ان کے بارے اسسٹنٹ کمشنر کو سفارش کرنی ہے۔

درویش شیخ صاحب سے مِلا ان کا خاطر خواہ کام ہو گیا ہے۔ درویش کی بہت سی یادیں شیخ صاحب سے وابستہ ہیں۔ ہر بات ان کی دیانت و شرافت پر دلیل ہے اور یہ اپنے دورِ ملازمت میں ایک دیانتدار افسر کی حیثیت سے معروف ہیں۔

Marfat.com

مس ظہور فاطمہ

یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ریاست میں ڈپٹی انسپکٹرس زنانہ مدارس کا چارج لیا ہے۔ اور نہایت دیانتداری سے اپنے فرائض سرانجام دیئے ہیں ۔ بہاولپور ان کا ہیڈکوارٹر ہے۔ ۱۹۶۱ء درویش ان کے دفتر گیا اور تین لڑکیوں کے لیے ایک ہی دن میں تقرری آرڈر لے کر نکلا ہے۔ اس سے ان کے کام کی مستعدی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ریاست بہاولپور کا یہ تھا دفتری نظام

گو ان دنوں ون یونٹ بن چکا تھا لیکن ریاست کے جو پرانے ملازم ہیں ان کے اطوار میں ابھی فرق نہیں آیا تھا۔

مس رشیدہ حسن (ڈپٹی انسپکٹرس)

۱۹۶۲ء پرائمری اسکول کی ایک اُستانی اور تحریر میں یہ شوخی ؟ حاضری دفتر کا پابند کر دیا۔ حکم عدولی پر تنخواہ روک لی ۔ الہڑ البیلے فکر نے کوئی بات خاطر میں نہ لائی اور کوئی تین ماہ تک جنگ لڑی ۔ بالآخر من دنو کا فرق مٹا ڈالا اور حبالہ سرکار پرے توڑ پھینکا ۔ جواب آیا تمہاری جرأت دیکھی۔ حوصلہ اور ہمت کو بھی آزمایا ہے ۔ دفتر طلبی کا مُطالبہ ہم واپس لیتے ہیں ! آپ جائیے تعیناتی پر حاضر ہو جائیں ۔

الہ آباد : زنانہ اسکول کی ایک تقریب میں آمنا سامنا ہُوا ۔ ناآشنا ہونا حرفِ آشنائی بنا۔ آپ ہیں . . . . ؟ جی ہاں !

دفتر آ کر شکل نہیں دکھائی ۔ آخر ہم نے دیکھ ہی لیا ہے آپ کو سر راہ ! دُوسری اُستانیوں کو بتایا : مَیں نے ان کو دفتر طلب کیا ۔ یہ نہ آئیں ۔ بڑی دلچسپ

Marfat.com

رہی ان کی خط و کتابت ! میں اُستانیوں کی تحریر اور ان کے اندازِ بیان سے بخوبی واقف ہوں۔ ان کی چھٹیوں کا معیار ان کی سطح سے بہت اونچا رہا ہے۔

دوبارہ نارمل اسکول بہاولپور میں ملاقات کا اتفاق ہوا۔ بڑی بے تکلفی سے تحریر کے اقتباسات زبانی دوسری اُستانیوں کو سنا رہی ہیں۔

اگر ایک ماتحت کسی معاملہ میں جوابدہی کے لیے دفتر نہیں آتا اور استعفیٰ دے کر گھر چلا جاتا ہے تو کس کے دامنِ عفو نے اس کو پناہ دی ہے ؟ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ ہیں مس رشیدہ حسن !

اور پھر اپنے کسی فعل سے یہ ثابت نہیں ہونے دیا کہ ان کے دل میں کوئی تشکر رنجی ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ تحریر میں شوخی کسی دوسرے مکتبہ فکر سے ہے ملازمت کا تعلق بچی کے مستقبل سے ہے۔ کتنے افسر ہیں جو اس طرح سوچتے ہیں۔

آج بیس سال کے بعد جب ہم اس تصویر پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہماری جبینِ نیاز ان کے سامنے جھک جاتی ہے۔ خوشی اور خوشحالی سے خدا انہیں ہمیشہ شاد آباد رکھے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

عالیمرتبت جسٹس شیخ ریاض جج ہائی کورٹ بہاول پور بنچ

بہاولپور ۶ جولائی ۱۹۸۵ء ۔ درویش توہین عدالت کی جوابدہی میں ان کے پیش ہوا ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے ریمارکس اس بارے بڑے سخت ہیں ۔ ایک بڑی پریشانی سے دوچار تھا ۔

گو دو دفعہ پہلے ایک اخبار نویس کی حیثیت سے اس مقدمہ میں پیش ہوا ہوں ۔ لیکن اس وقت ایک اخبار کا تعارف حاصل تھا ۔ اب ایک آباد کار کی حیثیت میں بے دست پا ہوں صرف جج کے فہم وبصیرت ، شفقت و مہربانی کا سہارا ہے ۔ پہلے کسی وکیل کے بغیر پیش ہوا ہوں ۔ کوئی معذرت نامہ لکھ کر ساتھ نہیں لایا ۔

اب ایک دوست وکیل ہمراہ ہیں اور معذرت نامہ ان کی مدد کے بغیر خود لکھ لایا ہوں جو قانونی زبان میں نہیں عجز و انکساری کے انداز میں ہے ۔ قبل اس کے کہ وہ میرے معذرت نامہ کو پڑھ کر اس پر کوئی اظہار خیال فرمائیں ۔ یونہی مجھ پر نظر پڑی ۔ ارشاد ہوا ۔

" مشاہیر بہاول پور میں نے پڑھے ہیں "

اس میں شہاب دہلوی نے اخبار کے زمانہ کی کئی ایک باتیں درویش کے بارے لکھی ہیں اور اس کا مجموعی اثر قاری پر اچھا پڑتا ہے ۔ عام سامع کے لیے یہ جملہ نامام ہے ۔ میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ درویش کے افتاد طبع اور انداز تحریر سے واقف ہیں ۔ ان کا شگفتہ چہرہ اس جگہ میری پریشانی کا مداوا بن گیا ہے اور میرے جسم کی کپکپی میں کچھ سکون آگیا ہے ۔

میرے وکیل کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔ میں نے ان کو اشارہ کیا کہ آپ خاموش رہیں ۔ فاضل جج فرماتے ہیں ۔ یہ آپ کے وکیل ہیں جو کہنا چاہتے ہیں ۔ ان کو کہنے دیں ۔ پھر معذرت نامہ پر ایک نگاہ ڈالی اور اس کو سرکاری وکیل کے حوالہ کر دیا ۔ انہوں نے بھی کمال شفقت کے

Marfat.com

ساتھ رضامندی میں سر ہلا دیا ہے
نسیان و خطاء انسانی فطرت کو خالق حقیقی کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔ اس میں انسان کے اختیار کو بہت کم دخل ہے۔ قصور کا اعتراف ہی معافی کا معیار قرار پایا ہے۔
ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

محمد افضل زاہد

ان کی جنم بھومی لیاقت پور کی سرزمین ہے یہ ہمارے چھوٹے بھائی عبدالحمید رضوانی کے مہربان دوست ہیں۔ لاہور میں سیکشن آفیسر تھے۔ ۱۹۸۳ء وہ سول جج بنائے گئے ہیں اور جام پور ان کا تقرر ہوا۔

ان کے پورے کوائف میرے سامنے نہیں ہیں ان کے بارے یہ کہنا کہ وہ خلاص و محبت میں ایک قابلِ اعتماد آدمی ہیں۔ کافی ہے مجھے غائبانہ اُن سے تعارف حاصل ہے یہ مختصر تحریر ان کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھے گی۔

لاہور قیام کے دوران عبدالحمید رضوانی کی ان سے آشنائی تھی وہ ایک جگہ سول جج ہیں تو رضوانی صاحب دوسری جگہ لیکچرار۔ خدا دونوں کو خوش رکھے جہاں کہیں ہیں۔ آمین ثم آمین

جناب بشیر احمد بھٹی

سینئر سول جج میرے مخلص دوست ہیں۔ جب ان کا تقرر سول ججی پر ہوا تو میرے مکان پر تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لیکچرار بنا دے۔ قبولیت دعا کا وقت تھا میں لیکچرار بن گیا میری دعا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ انہیں خوش و خرم رکھے۔ آمین ثم آمین (رضوانی)

Marfat.com

تاریخ ریاست بہاول پُور
حصّہ چہارم
وافغات

سابق چیف جسٹس سیّد غلام مرتضیٰ شاہ

ان کی قیادت میں مسلم لیگ تحریک، بہاولپور میں اپنے قدم جما بیٹھی اور جمہوری اقدار اس جگہ بھی اُبھرنے لگیں۔

۵۰-۱۹۴۹ء بہاولپور کا موسم ان دنوں بڑا پُر لطف اور خوشگوار ہے۔ نو بیاہتا اسمبلی، رنگروٹ ممبر، کم سن وزیر، ورآمدہ سیاست، بے فکری صحافت، ہر ایک الہڑ البیلی دوشیزہ کی طرح اپنی زُلفیں کھولے ہُوئے ہے اور بلا روک ٹوک ان کی آپس میں اٹکھیلیاں ہوتی ہیں۔

ڈرنگ اسٹیڈیم میں میچ کھیلا جا رہا ہے۔ صفِ اوّل میں وزیر اعظم کرنل لے جے ڈرنگ۔ فوج کے کمانڈر گربس اور دُوسرے وزرا بیٹھے ہیں۔ ان کے دائیں طرف فوجیوں کی بیگمات ریاست کی بے آب وگیاہ زمین کو گل وگلزار بنائے ہوئے ہیں پاس ایک کرنل دُوسرے میجر بیٹھے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک کرسی پر درویش آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ کارپردازان حکومت کے ساتھ یہ میل اور قرب دونوں کے لیے باعث مسرت ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری سیاسیات کے برگ وبار ہیں۔ اربابِ اختیار اس طرح اپنی جمہوریت نوازی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مختصر حلقہ ہے سب لوگ افرادِ خانہ معلوم ہوتے ہیں۔" مولانا! آپ کس طرف دیکھ رہے ہیں

Marfat.com

کرنل نے ذرا سنجیدہ ہو کر کہا۔ دائیں طرف اور پیچھے، جانے پہچانے سب آدمی بیٹھے
ہیں۔ عورت ایک طرف سے گزرتی ہے لوگ دوسری طرف رُخ کر لیتے ہیں۔ عورت
کے ساتھ کوئی مرد جا رہا ہے۔ لوگ اس کی طرف مُنہ کر کے علیک سلیک نہیں کرتے۔
کی لڑکیاں گلی سے گزرتی ہیں اس کے دونوں کناروں پر آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں
جاؤ پردہ ہے زمانۂ عالم گزر رہا ہے۔

امیر آف بہاولپور کے حرم محترم بہاولپور آ رہے ہیں۔ سڑک پر کھڑے سپا
رُخ پھیر لیتے ہیں۔ آج اس حسن نما اور حسن پرستی کے زمانے میں بھی مولوی کو آنکھ ا
کر دیکھنے کا سوسائٹی نے حق نہیں دیا۔ جامعہ عباسیہ کا ایک طالب علم، مولوی
آدمی ایسے اجتماع میں فوجی کرنل کا بارعب اور معنی خیز سوال، لوگ سناٹے میں
گئے۔ "جس طرف دیکھنا چاہیئے۔" درویش نے برجستہ کہا۔ کرنل صاحب نے
چھوڑ دیا۔ کرسی سے اُٹھ کر ایک دوسرے ساتھی سے باتیں کرنے لگ گئے۔
نے سوچا۔ شکل وصورت سے ملّاں جی معلوم ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ پرائمری
کا کوئی مدرس ہو گا۔ اس بے باکی اور ظرافت کے ساتھ یہ جواب ہ ان دونوں
سے متعلق نہیں ہے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔ آپ کیا کام کرتے ہیں
"الامام" اخبار نکالتا ہوں، جناب! پھر بے تکلفی کے ساتھ دوسرے موضوع
طرف سلسلہ کلام بدل دیا۔

لیگ کے قائد محمد علی جناحؒ

پیپلز پارٹی کے ذوالفقار علی بھٹو میں ایک
نمایاں فرق ہے، انہوں نے جو کہا وہ آب
سے دُھلا ہوا ایک مقدس خیال بن گیا، یہ غریب جو بولتے ہیں۔ شک کی نذر

Marfat.com

کر رہ جاتا ہے۔ اپنی پارٹی کے سامنے جس کے یہ چیئرمین ہیں۔ ہزار جتن سے ان کو اپنے فرمان کی صحت ثابت کرنی پڑتی ہے۔ قائداعظم علیہ الرحمۃ کہہ کر لوگ ان کی بات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے عوام کو تاثر دیا کہ سیاسی معاملات میں میری نگاہ، تمہاری حدِ نظر سے آگے پڑتی ہے۔ خدائے دوجہان نے اپنے معتقدوں کے بارے میں کہا یؤمنون بالغیب ! لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت، کہہ کر پیغمبر کے فیصلہ کے بعد سوچ کا دروازہ بند کر دیا۔

مسٹر بھٹو کی سیاست میں جدت ہے "قوم جو رائے دے گی وہی میرا فیصلہ ہے" قائد، راہنما، لیڈر، تینوں لفظوں کی معنوی دلالت یہ ہے کہ قوم کی رائے بنانے میں ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے سوچا اس خبط میں۔ مولانا مودودی کی عمر کافی نہیں ہوئی کوئی دوسرا اشارٹ کٹ راستہ لینا چاہیئے۔

صدر مملکت محمد ایوب خان کے خلاف ہنگامہ آرائی میں ان کی یہ پالیسی کامیاب ہوگئی اب جو حکومت کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر آپڑی ہے تو معاملہ دوسرا ہے۔

"بھارت گورنمنٹ بڑی مکار ہے"

مشرقی پاکستان میں بازی ہارنے پر صدرِ مملکت پاکستان آغا محمد یحییٰ خان نے اپنی پہلی نشری تقریر میں کہا۔ آغا صاحب کی زیرِ نگرانی مشرقی پاکستان میں جنرل الیکشن ہوئے۔ عوامی لیگ نے کلیتہً انتخابات جیت لیے اور شیخ مجیب الرحمٰن پارٹی لیڈر کی حیثیت سے افق پاکستان پر ابھرے۔ مغربی پاکستان میں مسٹر بھٹو نے میدان مارا۔ لیکن ارکانِ اسمبلی اختیارات کی تقسیم میں متحد اور متفق نہ ہوئے۔ مشرقی پاکستان میں ملٹری ایکشن حرکت میں آیا۔ ملک کے وزیرِ اعظم بننے والے کو قید و بند میں دھکیل دیا، لیکن

Marfat.com

بنگال کی بڑی عدالت کے چیف جسٹس نے اس نئی صورت حال کا ساتھ نہ دیا یعنی مغربی
پاکستان سے جانے والے گورنر کا حلف لینے سے انکار کر دیا، اور یہ بات واضح ہو
گئی کہ بنگال کے عوام انتظامیہ اور عدلیہ نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ مغربی پاکستان
کے ارباب فکر و نظر کی سادگی ملاحظہ فرمایئے۔ اس حصہ ملک سے جانے والی فوج پر
بھروسہ کر کے گولا داغ دیا ہے۔

لیاقت پور۔ ایک دکاندار "شیخ صاحب کی گرفتاری پر آپ کو گہرا صدمہ ہوا ہو
گا" بے تکلفی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طنزاً کہا۔ اس سے قوم کی سوچ اور رد عمل
کا پتہ چلتا ہے۔ "بنگالی ہمارے نہیں ہیں۔ بنگال ہمارا ہے" لا الہ کی تلوار گمائی
الا اللہ تک پہنچنے نہیں پائے کہ مانک شاہ نے آ لیا۔ کل جو پھول لگا ریوالور ہاتھ
میں تھامے نکلے تھے۔ اپنے ہاتھ سے پھول اتار، ریوالور سے گولیاں نکال رہے
ہیں۔ یہ رہا ہماری مردانگی کا قصہ !

آگے کیا ہوا۔ جلسے ہوئے، جلوس نکلے قوم کی بہو بیٹیاں آہ و بکا ہیں لندن
جا پہنچیں۔ ہماری سیاست سے آواز نکلتی ہے تو صرف ایک "بنگلہ دیش نامنظور"
نامنظور، نامنظور۔

بلوچستان ہم نے اس کو صوبہ کا درجہ دیا ہے۔ وزارت کے ساتھ گورنری
بھی سونپ دی ہے کیا چیز ہے جو مانگی اور ہم نے نہیں
دی۔ ۔ ۔ بھی گلہ ہے کہ ہم وفادار نہیں ؟ وزیر اعظم پاکستان کو کس چیز نے قریہ قریہ
بستی بستی جا کر یہ کہنے پر مجبور کیا ہے ؟ جرأت فکر کے سوا ان کے پاس کیا ہے ؟
کشمیر ہندوستان سے الحاق کے بعد اپنی حکومت کی تشکیل میں آزاد ہے۔ شیخ

Marfat.com

عبداللہ نے وزارت کا قلمدان سنبھال لیا ہے اور یہ بھی طے ہو گیا ہے کہ آئندہ انتخابات کے بعد اسمبلی جن سابقہ قوانین کو غیر مناسب سمجھے گی حذف کرنے کی مجاز ہوگی۔ گویا شیخ عبداللہ "شیر کشمیر" کی عدم موجودگی میں جو قوانین بنے ہیں، ان پر نظر ثانی کا حق بھی ان کو مل گیا ہے۔ پاکستان سرکار اس پر پیچ و تاب کھا رہی ہے کہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی یہ صحیح تعبیر نہیں ہے۔ (۱۱ مارچ ۱۹۷۵ء محمد علی درویش)

بہاول پور مسلم لیگ

۲۳ اپریل ۱۹۵۱ء کے اجلاس میں سید مسعود الحسن، شہاب دہلوی اور چودھری بشیر احمد چیمہ نے علی الترتیب مہاجر دو آبادکاروں کے لیے نشستیں مخصوص کرنے کے لیے قرار دادیں پیش کیں۔ مخدوم زادہ سید حسن محمود پارٹی لیڈر نے جوابی تقریر میں کہا جو لوگ آبادکاروں اور مہاجرین کے لیے مخصوص حلقوں کا مطالبہ کرتے ہیں وہ ان دونوں گروہوں کی تعداد آٹھ لاکھ آبادکار اور ساڑھے چار لاکھ مہاجر قرار دیتے ہیں۔ بیس لاکھ کی آبادی میں ساڑھے بارہ لاکھ افراد کی اکثریت کے لیے حلقوں کی تخصیص کا معاملہ کس قدر مضحکہ خیز ہے۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ پرانی اور نئی آبادی کی حلقہ بندی مخلوط نہیں ہوگی اور تمام آبادیوں کو ان کی تعداد کے مطابق نمائندگی ملے گی۔ مخدوم زادہ نے ایک ایسے حلقہ سے جو مہاجرین کا ہے ایک مہاجر کو ٹکٹ دیا۔ ہم نے اس کے مقابلہ میں حضرت مولانا عبید اللہ شیخ الجامعہ کو الیکشن لڑایا۔ جماعت اسلامی اور دوسرے دینی حلقوں نے ہماری بڑی مدد کی، لیکن مولانا الیکشن ہار گئے۔ علامہ ارشد نے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کی اس لیے کوئی مدد نہیں کر سکتا کہ اس جگہ سے مولانا کامیاب نہیں ہوں گے۔

Marfat.com

بہاول پور مسلم لیگ کے اس اجلاس تک علامہ رحمت اللہ ارشد مخدوم لیگ میں شامل ہیں اور ان قراردادوں پر مخدوم زادہ کے نقطہ نظر سے تقریر کی ہے اور ایک متفقہ فیصلہ تک پہنچے ہیں۔ جو اثرات کے لحاظ سے بھی ان کے مفید مقصد رہا ہے۔ اگر ریاست بہاول پور کا یہ پڑھا لکھا طبقہ متحد اور متفق ہو جائے تو ایک ناقابل تسخیر قوت ہے۔

سید مسعود الحسن شہاب

ایک پودا لگاتا ہے، دوسرا اس کا پھل کھاتا ہے۔ موصوف میں ایک جھلک نظر آتی ہے شہاب دہلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہندوستان کے دارالخلافہ میں ایک ہفتہ وار اخبار "الہام" کے نام سے نکالتے رہے ہیں۔ ریاست بہاول پور میں آکر بھی یہ سلسلہ جاری رکھا۔ حقوق مہاجرین کے بارے میں تگ و دو کرتے رہے ہیں۔ ہم نے ۵۰-۱۹۴۹ء میں نائب صدر بلدیہ بہاولپور کے عہدہ پر کامیاب کامران پایا۔ میر اجمل حسن جو تحصیلدار اور اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ تک گئے ہیں۔ رشتہ میں ان کے ماموں ہیں ان کے گھر ان کی شادی ہوئی ہے۔ بہاول پور ٹاؤن (اے) میں اپنے ماموں کے ساتھ ایک کوٹھی بنا کر "الہام" کا دفتر وہاں بنایا۔ ٹیلیفون لگا رکھا ہے۔ اردو اکیڈیمی بہاولپور کے سیکرٹری بھی ہیں۔ ریاست بہاول پور کی سابقہ حیثیت کو بحال کرنے کے سوال پر بہاولپور متحدہ محاذ سے اتحاد و اتفاق رکھتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں صوبائی انتخاب میں ایک مہاجر حلقہ سے الیکشن لڑا۔ تابش الوری ایک دوسرے مہاجر کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ہم نے حیران ہونے کی بجائے اس سچائی کو کو مان لیا کہ ایک پودا لگاتا ہے دوسرا اس کا پھل کھاتا ہے۔

Marfat.com

تابش الوری ہمارے چھوٹے بھائی عبدالحمید رضوانی کے دوست ہیں پرائیویٹ میٹرک اکٹھے پاس کیا۔ بعد میں بی۔اے کا امتحان دے ڈالا۔ مقامی اخبارات میں بطور معاون ایڈیٹر کام کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ بتایا: میں ریاست اور کے قاضی القضاۃ کا لڑکا ہوں۔ ابتدائی عمر میں بھی سنجیدہ رہے ہیں۔ ازاں بعد یہ روزنامہ "جنگ" کراچی کے مستقل نمائندہ مقرر ہوئے، انہوں نے کہا انفارمیشن آفیسر بہاول پور اس وقت ۱۴ سو روپے تنخواہ پاتے ہیں اور میں نمائندہ جنگ کراچی کی حیثیت سے تقریباً ۱۴ سو روپے تنخواہ پاتا ہوں۔ ان کی شادی ایک انفارمیشن افسر کے گھر ہوئی ہے۔ کوئی ایک دوسرے تجارتی کاروبار میں بھی حصہ لیا ہے۔ صوبائی انتخابات میں بہاولپور متحدہ محاذ کے نمائندے کی حیثیت سے الیکشن لڑکر کامیاب ہوئے ہیں اور آج کل حاجی سیف اللہ اور تابش الوری ہنگامی امور پہ تحریک التواء بڑے شوق سے پیش کرتے رہتے ہیں۔

چودھری بشیر احمد چیمہ

ان کے ساتھ ایک تاریخ وابستہ ہے۔ علاقہ بزمان کے زمیندار ہیں۔ بغداد الجدید روڈ پر ایک بڑی عالیشان کوٹھی بنوائی ہے۔ ایک سماجی اور سیاسی کارکن ہیں۔ انتخابات ۱۹۵۲ء میں کامیاب ہوئے۔ آبادکاروں اور مہاجرین میں تین شخص بی۔اے ہیں۔ وزارت کا قلمدان ان کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ بشیر احمد چیمہ، شیخ فضل الرحمٰن، راؤ حفیظ الرحمٰن اوّل الذکر نے اچکن سلوائی۔ دوسرے نے کار خرید لی۔ وزارت تیسرے آدمی کو دے دی گئی ہے، جن کی پشت پر ڈپٹی کمشنر ہیں۔ اس سے مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ جمہوریت میں وزارت کا معیار قابلیت نہیں ہے۔ اُمیدوار کی سیاسی حیثیت دیکھی جاتی ہے۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد شفیع

درویش چشتیاں سے بہاولپور کے لیے بس میں سوار ہ
کسی نے بتایا یہ قومی اسمبلی کے آنریبل ممبر ہیں چشتیاں
میں ان کی ایک چھوٹی سی دکان تھی۔ شاہ محمد یحییٰ کے ساتھ مخدوم زادہ سید حسن محمود وزیر اعلیٰ
بہاولپور کے حلاف "آزاد منزل" علامہ ارشد کی سیاسی دکان کا چکر کاٹتے ان کو دیکھا ہے۔
آج اچانک سن لیا ہے کہ وہ قومی اسمبلی کے ممبر ہیں! اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی
الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ پڑھ کر خاموش ہو گئے۔ ان میں
تاریخ ساز بات یہ ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ کے مقابلے میں کامیاب ہوئے ہیں

ریونیو بورڈ پنجاب

"ایک سرسبز و شاداب چراگاہ"

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کے معاصر محترم سرراہ نے ایک شذرہ مورخہ ۹
جنوری ۱۹۷۰ء سپرد قلم کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ مولانا مودودی اور مفتی صاحب
نے عدالتوں میں قاضی مقرر کرنے کی تجویز کی ہے اور کہا ہے کہ ملک کی اسی فی صد
آبادی دیہاتی اور زراعت سے براہ راست یا بالواسطہ منسلک ہے۔ ہر چند ان
کے معاملات ماتحت اور اعلیٰ عدالتوں تک بھی پہنچتے ہیں لیکن ان کا بیشتر فیصلہ
ریونیو بورڈ کے معتدد ارکان کے احکام پر ہوتا ہے۔ اب تک نہ تو عبوری حکومت
نے اس بورڈ کو روبہ اسلام کرنے کی ضرورت پر کچھ کہا ہے۔ نہ علمائے کرام نے
ادھر توجہ فرمائی ہے۔ یہ ریونیو بورڈ جس ادارے کا پاکستان میں قائم مقام ہے۔ اس
کا نام پہلے فنانشل کمشنر کا دفتر تھا جو صرف ایک فنانشل کمشنر اور اس کے مختصر عملے

Marfat.com

پر مشتمل ہوتا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصے تک یہ ادارہ آدھے پنجاب کے لیے بعینہٖ و بجنسہٖ قائم رہا، لیکن جیسے جیسے ہری چگ قسم کے نمائندوں کے ہاتھ میں اختیار و اقتدار آتا گیا۔ اس ادارے کو انہوں نے اپنے لگے بندھوں کے لیے ایک "سرسبز و شاداب چراگاہ" بنا ڈالا۔

اگر مفتی و فقیہہ حضرات کا تقرر ضروری ہے، تو پہلے اس محکمے میں ہونا چاہیئے۔

ہم ریونیو بورڈ میں مفتی اور فقیہہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں اور اپنے ڈویژنل کمشنر کی عدالت میں اس کا تجربہ بھی کر چکے ہیں جو مفید رہا ہے، البتہ عدالتوں میں ان کی تجویز کو کنبہ پروری سمجھتے ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت کو اسی لیے ایک قومی اخبار کی حیثیت حاصل ہے کہ یہ قومی سطح پر اُبھرنے والے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔

سیکرٹری کالونی ریونیو بورڈ نام ان کا مسعود رؤف کی طرح کا کوئی ہے۔

غالباً ۶۷-۱۹۶۶ء کی بات ہے۔ ان کو چٹ بھیجی، وہ اُٹھ کر کہیں باہر چلے گئے آئے لیکن نہ بلایا! تھوڑی دیر بعد کاروں کے پاس جا کر رُکے۔ اس دوران کسی نے بتا دیا کہ صاحب جا رہے ہیں۔ وہاں ان کو ملا، پوچھا: جناب والا! آپ دفتر چھوڑ رہے ہیں؟ اثبات میں جواب دیا۔ میری چٹ آپ کو ملی تھی کہا ہاں! پھر مجھے کل کا کوئی وقت دے دیں، کل مجھے سوالات کے سلسلہ میں اسمبلی جانا ہے۔ پرسوں سہی، فرمایا کل شام سے میں باہر جا رہا ہوں۔ پھر آج آپ نے مجھے وقت کیوں نہیں دیا؟

درویش نے سنجیدگی کا بھرپور تاثر دیتے ہوئے کہا: آپ کہاں سے آئے

Marfat.com

ہیں؟ لیاقت پور! چٹ میں تو کوئی چک لکھا تھا تجسّسانہ رعب دار لہجہ میں کہا۔
درویش یہ جانتے ہوئے کہ سائل دور دراز علاقہ سے آیا ہے پھر بے پرواہی؟
اس تکرار سے دوستوں کی معیت میں کچھ خفیف سے ہو گئے۔ پوچھا کیا کام ہے ؟
رحیم یار خان کی تقسیم ۵۵-۱۹۵۴ء BAN کا ایک کیس ہے اس کے بارے میں پوچھنا
ہے۔
وہ تقریباً چھ ہزار ایکڑ کے قریب رقبہ ہے اس کی AUCTION ہو گی۔ اب
وہ کیس وزارتِ قانون میں گیا ہے۔" اس جامع اور مختصر جواب سے درویش
کی تسلّی کرا دی۔

حکومتِ پاکستان نے مغربی حصہ ملک کو ایک یونٹ کی شکل دے دی ہے،
لیکن اربابِ اقتدار اپنے "قلب و نظر" میں وسعت نہیں لا سکے۔ دائرہ فکر و عمل تنگ
سے "تنگ تر ہوتا چلا گیا ہے ۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

ہم سب نے ون یونٹ کی دھجیاں فضا میں بکھرتی ہوئیں اپنی آنکھوں سے
دیکھیں، جب کہ "ون یونٹ انتظامیہ" کی سیاہی خشک ہونے بھی نہیں پائی تھی اس
کے بننے سے پہلے پبلسٹی پر کافی خرچ آیا۔ جلسوں میں بہار آئی تقریروں میں نکھار آیا،
جب اپنی موت مرا اس کے بے گور و کفن لاشے پر کوئی ایک ہاتھ سینہ کوبی کے لیے
نہیں اُٹھا۔ کسی آنکھ نے کوئی آنسو نہیں بہایا۔ کسی طرف سے قرار داد کی کوئی صدا
کانوں میں نہیں گونجی ۔

Marfat.com

عدالت کی کہانی

"حکیم دین جس نے ایس ڈی صاحب کو اس بارے میں درخواست دی اور نقصان کی دادرسی کے لیے مستدعی ہوا۔ شروع سے اب تک حاضر ہی نہیں ہوا" ۱۱ دسمبر ۱۹۵۸ء: استغاثہ نے ایسے اہم گواہ ملکہ دادخواہ کو پیش کرنے میں دیدہ دانستہ لاپرواہی یا تساہل سے کام لیا ہے۔ ایک سال کے عرصے میں اس کا حاضر نہ ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ وہ پیروی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ اگرچہ مقدمہ چالانی ہے، لیکن جرم قابلِ راضی نامہ ہے چونکہ اصل دادخواہ حاضر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی استغاثہ نے باوجود وارنٹ گواہ حاصل کرنے کے اس کی حاضری کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید براں گواہاں کے بیانات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملزماں کے اس فعل سے نقصان رسانی ہوئی ہے لہٰذا بوجہ عدمِ ثبوت جرم ہر سہ ملزماں کو رہا کیا جاتا ہے۔"

عبدالواسع خان سب ڈویژنل افسر عباسیہ لیاقت پور نے اپنے بیان میں ظاہر کیا کہ ۲ جنوری ۱۹۵۸ء کو حکیم الدین زمیندار چک ۴۷، ۳۰ آر صاحب نے بذریعہ درخواست استدعا کی منظور شدہ وارڈ کورس کو کچھ زمینداروں نے منہدم کردیا ہے جس کی وجہ سے آبپاشی منقطع ہوگئی ہے۔ میں نے ضلعدار متعلقہ سے رپورٹ طلب کی اور اجراء پرچہ کا حکم دیا۔"

Marfat.com

محمد حسن ضلعدار : "ملزمان انہدام واٹرکورس تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس جگہ سے واٹرکورس گزر رہا ہے وہاں آبادی دیہہ منظور ہو کر احاطہ جات تقسیم ہو چکے ہیں اور اس جگہ ہمارے احاطہ جات ہیں نظامت کی طرف سے نوٹس جاری ہوا ہے کہ فوری طور پر احاطہ جات کی تعمیر شروع کر کے وہاں رہائش نہ رکھی گئی تو احاطہ جات ضبط کر لیے جائیں گے۔ بایں صورت اگر ضلعدار صاحب واٹر کورس کی لائن تبدیل کرنے تک احاطہ جات کی تعمیر روک دینے کا حکم دیں تو ہم اس کے لیے تیار ہیں۔" (واٹرکورس اپنی جگہ جاری ہے)۔

عدالت : "میرے مقدم جانشین (سید نوازش علی) صاحب نے ۱۶/۷/۵۸ تک کارروائی طلبی گواہان فرمائی۔ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۵۸ء گواہان حاضر ہوئے اور بیانات قلم بند کیے گئے۔"

حقائق و واقعات : ۲ جنوری ۱۹۵۸ء سب ڈویژنل کینال افسر لیاقت پور مسٹر عبدالواسع کو درخواست ملتی ہے کہ منظور شدہ واٹرکورس کو کچھ زمینداروں نے منہدم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے آبپاشی منقطع ہو گئی ہے۔" ۳ جنوری ضلعدار صاحب موقعہ ملاحظہ کر کے رپورٹ دے دیتے ہیں۔ ۴ جنوری ایس ڈی او صاحب کیس تھانہ میں رجسٹرڈ کراتے ہیں۔ ۵ جنوری پولیس چک میں جا کر تفتیش کرتی ہے۔ عدالت مجسٹریٹ درجہ اول جرم ۴۳۰ چالان پیش کیا اور ۲۳ جنوری کو عدالت تحصیلدار صاحب میں کیس زیر سماعت آجاتا ہے۔

خواجہ ریاض الحسن صاحب لکھتے ہیں کہ میرے مقدم جانشین نے ۱۶/۷/۵۸ تک طلبی گواہان فرمائی۔" لیکن ۲۲ اگست کو مسٹر واسع اور ضلعدار صاحب اپنے

Marfat.com

بیانات قلم بند کراتے ہیں جو اسی شہر میں رہتے ہیں۔ اور دسمبر ۱۹۵۸ء تک عدالت مدعی کا انتظار کرتی ہے بالآخر لکھتی ہے: "استغاثہ نے مدعی ایسے اہم گواہ بلکہ دادخواہ کو پیش کرنے میں دیدہ دانستہ لاپرواہی یا تساہل سے کام لیا ہے۔

ضلعدار صاحب اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ "زمیندار ان اپنے تعمیر احاطہ جات کی عذرخواہی کرتے ہوئے یہ بات بھی ملتے ہیں کہ دارکورس کی لائن بدلنے تک وہ تعمیر روک دیں گے" عباسیہ کینال بند ہے۔ آبپاشی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ عدالت اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ "گواہاں کے بیانات سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ ملزمان کے اس فعل سے کوئی نقصان رسانی ہوئی ہے" (یا کوئی نقصان رسانی کا ارادہ پایا گیا ہے) اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے کہ جرح میں گواہان کے درمیان اختلاف پایا گیا ہے۔ پہلے پندرہ یوم کی پیشی! ۸ اکتوبر سے مارشل لاء قائم ہو چکا ہے۔ مقدمہ کا فیصلہ جلدی کرنا ہے۔ ہر آٹھ یوم کے بعد عدالت کی حاضری ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اور ہر پیشی پر طلبی مدعی کا پروانہ پولیس کو دے دیا جاتا ہے۔ دو بیٹے اور ایک باپ تحصیلدار صاحب کو سلام کر کے واپس چلے جاتے ہیں، کیس قابلِ راضی نامہ ہے تحصیلدار لیاقت پور تحصیل کے تحصیلدار نہیں ہیں صرف آبادکاراں عباسیہ کالونی کے تحصیلدار ہیں۔ ان کو انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات اس لیے دیئے گئے ہیں کہ قصہ زمین بر سرِ زمین کیس کو جلدی نپٹائیں۔

ملک نذیر احمد صاحب مجسٹریٹ آپ اس مقدمہ میں ہیں ۹ واقعات

Marfat.com

عرض کیے۔ فرمایا کوئی بات نہیں، میں کیس تحصیلدار کو بھیج دیتا ہوں تحصیلدار سید نوازش علی شاہ خزانہ کی طرف سے آ رہے ہیں۔ درویش وزیر تعلیم راؤ حفیظ الرحمٰن کی کوٹھی سے۔ قبلہ شاہ صاحب سائیکل سے اتر کر درویش کو روک لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ مخدوم زادہ نے اپنی تطہیری کارروائی میں مجھے تحصیلداری سے نائب تحصیلداری پر واپس کر دیا ہے، لیکن تنخواہ کم نہیں کی، استعفیٰ یا حاضری دوں؟ شاہ صاحب آپ نائب تحصیلدار رہیں۔ وہاں ٹھاٹھ کوئی کم ہے، کہا نہیں۔ پھر استعفیٰ نہ دینا۔

پی آئی سے کسی نے پوچھا انہدام واٹرکورس کے جھگڑے میں فریقین کا قلندرہ بنا کر پولیس نے بھیجا ہے۔ گرفتار کیوں نہیں کیا۔ بتایا ہے کہ ان میں ایک آنریبل آدمی ہے۔ پولیس ان کی گرفتاری کا بوجھ اٹھانا نہیں چاہتی۔

میر شریف علی مہتمم تھانہ لیاقت پور۔ درویش صاحب! آپ مجھے جانتے ہیں۔ میں آپ کو جانتا ہوں۔ تھانہ میں کسی کو پیسے دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کیس میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ ایس ڈی او نے کیس رجسٹرڈ کرایا ہے۔ ہم عدالت کو چالان بھیج دیں گے۔

چودھری محمد شریف گوجر نمبردار چک ۹۴ عباسیہ۔ درویش صاحب میں نے برادری کو سمجھایا ہے کہ ابھی آ کر بیٹھے بھی نہیں۔ احاطہ جات تعمیر نہیں ہوئے مقدمہ بازی شروع کر دی۔

درویش! جس کھال پر بیٹھے ہیں۔ اس میں پانی چل رہا ہے.... کسی مزاحمت کے بغیر! "پھر ہماری طرف سے باقی کیا رہ گیا ہے"؟ "پولیس کو راضی کرنا"!

Marfat.com

وہ کیسے ؟ کوئی تین صدروپے !

درویش : میر شریف علی صاحب تو فرماتے ہیں کہ پولیس کو پیسے دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

او شریف آدمی آگے دھیان بھی دو نا ہم عدالت کو چالان بھیج دیں گے۔ جب کہ کیس قابلِ راضی نامہ ہے۔

درویش : تین صد روپے ؟ تین ملزم ہیں، ایک ایک سو آیا، عدالت کی حاضری سے کوئی زیادہ نہیں، اس نے ہمیں سمجھاتے ہوئے کہا : ہم نے ایسا کونسا جرم کیا ہے کہ عدالت کے ڈر سے تین سو روپے پولیس کو ادا کریں۔ مبلغ تین صد روپے کے مقابلے میں ہم نے عدالت جانا منظور کر لیا۔ پولیس حاضری عدالت کی ضمانت لے کر لیاقت پور پہنچ گئی اور اس شریف آدمی کو ہماری ضمانت دینی پڑی۔

اے ایس آئی گھوڑ سوار عصر کے وقت چک میں تشریف لاتے۔ ہمارے ماموں جان کے نام، جو احاطہ ہے وہ متنازعہ جگہ ہے دیکھ کر فرمایا پانی جاری ہے واٹر کورس یہی ہے۔ جو زیر تنازعہ ہے جی ہاں پہلے نہر بند تھی۔ اب پانی آیا ہے۔ پھر تنازع کی کوئی وجہ ہو گی۔ اچھا، آئے ہیں۔ دیکھیں گے۔

عبدالرحمٰن خان لودھی، ۱۹۵۲ء : رحیم یار خاں اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔ جنرل انتخابات کے موقع پر پریذائیڈنگ آفیسر ہیں اور مسٹر نور محمد حسینی سپرنٹنڈنگ انجینئر بھی۔ آل ریاست میں مخالف پارٹی کے کاغذات نامزدگی مسترد کرنے پر برسر اقتدار پارٹی انتخاب جیت گئی۔ اعلیٰحضرت امیر آف بہاولپور نے اس انتخاب کو کالعدم قرار دے کر پھر پریذائیڈنگ آفیسر مقرر کیے

Marfat.com

ہیں۔ عبدالرحمٰن خان اور حسینی صاحب کو دوبارہ نہ لیا۔ ہم نے یہ خبر شائع کرتے ہوئے لکھا "عبدالرحمٰن خان تو پٹھان تھے ہی، افسوس تو حسینی صاحب پر ہے جو سیّد ہوتے ہوئے بازی ہار گئے۔

اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور ۱۹۵۸ء — خان عبدالرحمٰن خان کے ہم پیش ہوئے مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ نقص امن ! حزب مخالف کے لیڈر چودھری نور محمد گوجر کو خطاب کرکے کہا: "درویش صاحب کی لاٹھی سے کوئی ڈر نہیں ہے۔ ان کے قلم میں زور ہے۔ اس میں آپ ان کے مدِ مقابل نہیں ہیں۔ جس کیس میں درویش صاحب ہیں۔ میں ضمانت ضروری نہیں سمجھتا" فریقین نے راضی نامہ داخل کردیا۔ پہلی پیشی راضی خوشی گھر آئے۔ درویش نے دل میں خیال کیا کہ اپنے کردار میں ایک تاریخ ساز نکتہ پیدا کر گئے ہیں۔

ڈی آئی جی پولیس

برآمدہ میں قدم رکھا۔ ایک گورا چٹا آدمی کمرہ سے باہر آیا۔ کیا بات ہے؟ صاحب کو ملنا ہے کیا کہنا ہے؟ لیاقت پور پولیس نے ایک غلط مقدمہ رجسٹرڈ کیا ہے۔ اس کے بارے میں گفتگو کرنا ہے۔ آپ پولیس میں رہے ہیں۔ نہیں، پھر آپ کیسے جانتے ہیں کہ کیس غلط رجسٹرڈ ہوا ہے۔ یہی بات صاحب کو سمجھانے آیا ہوں۔ اچھا میں ابھی آتا ہوں۔ اردلی کو بلا کرسی لادو۔

کوئی نصف گھنٹے کے بعد واپس آئے۔ سر ہلاتے ہوئے کمرہ میں داخل ہو گئے جو اس طرف اشارہ کیا ہے کہ بلاتا ہوں۔ ایس پی ہیڈکوارٹر کو اپنے پاس بلا کر طلب کیا۔

Marfat.com

درویش: مجھے پہلے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ایک عام آدمی اور پولیس افسر کے درمیان رجسٹرڈ مقدمہ کو غلط کہنے میں کیا فرق ہے؟ ایس پی بہادر کو سمجھایا، میری اور صاحب کی اس موضوع پر گفتگو ہوئی ہے۔ وہ مسکرا دیئے۔ پولیس افسر مقدمہ میں قانونی خامیوں کو دیکھ کر اسے غلط کہے گا۔ جب کہ ایک عام آدمی کے کہنے کی مراد یہ ہوگی کہ وہ بے بنیاد ہے۔ تھانہ لیاقت پور نے ہمارے خلاف ایک مقدمہ انہدام واٹرکورس رجسٹرڈ کیا ہے جو اس لحاظ سے بے بنیاد ہے کہ جائے وقوعہ جو بتائی گئی ہے وہاں آبادی دیہہ منظور ہوکر ہمیں رہائشی پلاٹ الاٹ ہوتے ہیں۔ احاطہ جات منقسم کی تعمیر انہدام واٹرکورس سے تعبیر کی گئی ہے۔

مسٹر واسع ایس ڈی او نے اگر کسی بناء پر اس حقیقت کو نظر انداز کر کے پولیس کو کیس رجسٹرڈ کرایا ہے تو پولیس مقامی کا فرض تھا کہ وہ جگہ کی حقیقت میں فریق ثانی کے عذرات کو سامنے رکھے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ یک طرفہ کارروائی کی ہے اور ہمیں زیرِ دفعہ ۴۳۰ تعزیرات پاکستان ملزم قرار دے کر کیس چالان کر دیا۔

ایس پی صاحب نے ہمارے بیان کا ترجمہ پشتو اور انگریزی میں صاحب کو سمجھایا! وہ خود بھی میرا اردو میں بولنا قدرے سمجھ رہے تھے۔

ڈی آئی جی: ہم مقدمہ واپس لے لیں؟

درویش: صاحب میرا مقصد یہ نہیں ہے۔ مقدمہ عدالت میں آ گیا ہے اس کا ہر پہلو وہاں زیرِ بحث آسکے گا۔ کہنا صرف یہ ہے کہ شہادت پیش کرنے میں پولیس دیانتدارانہ رویہ اختیار کرے۔

Marfat.com

ڈی آئی جی : اگر آپ کو کوئی شکایت پیدا ہوئی تو مجھے دوبارہ مل لینا۔
۱۲ اگست ۱۹۵۹ء : تحصیلدار صاحب کا فیصلہ، درج اخبار کر کے ایک تنذرہ اس پر گھسیٹ مارا۔ آبادی دیہہ کی منظوری فنانشل کمشنر دیتا ہے اور احاطہ جات کی منظوری ڈپٹی کمشنر بشمول ماتحت عملہ فیلڈ دیتے ہیں۔ تعمیر احاطہ جات کا نوٹس بھی ان کی طرف سے آتا ہے۔ اگر واٹر کورس کا وجود ان کو منظر نہیں آیا تو اس کے تحفظ کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؛ وغیرہ وغیرہ الی آخرہ!

ہائی کورٹ میں ہماری طلبی ہوئی۔ رجسٹرار صاحب کو ملا۔ جسٹس سجاد صاحب کا نام بتایا۔ دروازہ کے پاس آیا۔ پکار ہوئی۔ جسٹس آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

درویش : مجھے کچھ نہیں کہنا۔ عجب سماں ہے وہ میری طرف دیکھ رہے ہیں میں ان کی طرف، کوئی نصف منٹ کے بعد مہر سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

رجسٹرار صاحب نے یاد فرمایا۔ آیا، ملا اور انہوں نے آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔ مجھے تو کچھ نہیں کہنا۔ فائل سے اخبار نکال، پوچھا : یہ آپ نے لکھا ہے " عدالت کی کرسی پر بیٹھنے والا افسر بھی اس طرف توجہ نہ دے، تو ہماری مشکلات کو دور کرنے کے لیے آسمان سے فرشتے اترنے سے رہے۔"

درویش : اس سے زیادہ اور کوئی سچی بات ہے تو وہ آپ بتا دیں۔

جج صاحب : یہی توہین عدالت ہے۔ انڈرسٹڈ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس تحصیلدار نے آپ کا مقدمہ سنا ہے اس نے انصاف نہیں کیا۔ واقعہ بھی

Marfat.com

کچھ اس طرح کا ہے۔ احاطہ جات کی تعمیر انہدام واٹر کورس سے تعبیر ہے۔ ایسے کیس اتنا عرصہ لے بیٹھنا انصاف کے تقاضا کو پورا کرتا ہے۔

جج صاحب: میرے سامنے یہ مسئلہ نہیں ہے کہ انہدام واٹر کورس صحیح ہے یا غلط؟ مجھے تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان الفاظ سے توہین عدالت کا پہلو نکلتا ہے۔ میرے خیال میں اس سے توہین عدالت ہوتی ہے۔ اگر اس کے خلاف آپ رائے رکھتے ہیں تو یہ کیس ماتحت عدالت کو بھیج دیتا ہوں۔ آپ وہاں FIGHT کریں۔

درویش: اگر آپ اثبات میں رائے رکھتے ہیں تو نفی میں کیسے سوچ سکتا ہوں، جسے قانون دانی کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔

جج صاحب: آپ معافی مانگتے ہیں؟

درویش: اس سے زیادہ آسان میرے لیے اور کیا ہوگا، معافی نامہ لکھ لائے ہیں۔ پہلی پیشی پر؟ پیشی لے لو۔ دوسری پر داخل کر دینا۔

حضور میں لیاقت پور سے آیا ہوں۔ ایک ہی کافی ہے۔

جج صاحب: "اگر مگر" کے بغیر معافی نامہ لکھ کر میرے کلرک کو دے دینا!

جسٹس شبیر صاحب گیلری میں ملے، کیسے آئے، آپ یہاں؟ واقعہ عرض کیا۔ اتنے میں سجاد صاحب کمرے سے باہر نکل آئے "معافی مانگ لی ہے۔ چھوڑ دیا ہے۔" "میرا بھی یہی خیال تھا" جسٹس شبیر نے کہا (میجر شمس الدین کی کوٹھی پر شادی کے موقع پر دیکھا۔ یاد پر اس کا اثر معلوم ہوتا ہے) ہائی کورٹ کا نقطہ ہائے فکر اس سے واضح ہے۔

Marfat.com

عدالت میں کوئی لڑکی اپنی ناموس کا رونا روتی ہے تو وکیل صاحب شاہی بازار کے کوٹھے کا ساز چھیڑ دیتے ہیں اور صورت واقعہ میں وہ باریکیاں نکالتے ہیں کہ گویا سر دس کمشن جسٹس کے عہدہ کے لیے انٹرویو لے رہا ہے۔

وکیل: ملزم کا آپ کی بیوی سے تعلق نہیں ہے؟ چوری کے مقدمہ میں سوال پوچھا گیا۔ گویا اسلامیہ جمہوریہ مملکت پاکستان میں کسی عورت سے ناجائز تعلقات ایسا جرم نہیں ہے، جیسا چوری۔

وکیل جب چاہتے ہیں اجلاس کو ایک سیاسی اکھاڑہ بنا لیتے ہیں۔ اور جسٹس احتجاج کرتے نظر آتے ہیں۔ ۱۹۵۰ء ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اس قانون کو بدلنے اور اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

چیف جسٹس خان بہادر عبدالعزیز نے گو ہماری "توہین عدالت" میں طلبی کی، لیکن یہ بھی فرمایا: مجھے آپ کی تحریر سے اتفاق ہے کہ اس "قانون کو جتنی جلد ہو سکے بدل دیا جائے، اور اس کی جگہ اسلامی قانون لایا جائے۔"

Marfat.com

لیاقت پُور

سیاسی سرگرمیاں

پہلے عشرہ فروری ۱۹۶۹ء سے شروع ہوتی ہیں۔ جب طلبا نے ریلوے اسٹیشن پر روٹے روڑے مار کر سیاسی بلوغت کا ثبوت دے دیا اور گرفتار ہو کر جیل چلے گئے۔

ہم حیران ہوئے کہ لیاقت پُور کی وفادار سرزمین میں باغیوں کا یہ ٹولہ کہاں پرورش پا پا رہا ہے۔

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی!

چودھری عبدالرشید چیئرمین ٹاؤن کمیٹی، مسٹر سیف اللہ چیئرمین الہ آباد۔ ہر دو صاحبان نے کچھ دن پہلے وزیر مملکت حمید الدین حاکم کی تشریف آوری پر محمد ایوب خاں زندہ باد کے حق میں اظہار خیال کیا اور کہا "سابق لیڈران نے اپنے اقتدار کو بحال رکھنے کے لیے ملک کی ہر چیز کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ ہر چند یہ الفاظ ان کے اپنے نہیں ہیں۔ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان محمد ایوب خان اکتوبر ۱۹۵۸ء میں استعمال کر چکے ہیں۔ اس سے مقصد ان کا اس سطح کی وفاداری کا اظہار ہے، جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے: مانیطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اور یہ تاثرات دیتے کہ لوگ بنیادی جمہوریت

Marfat.com

کے زیرِ سایہ خوب پھل پھول رہے ہیں ۔

درویش نے دل میں کہا ۔ بڑی جسارت ان لوگوں کی یار ۔ علیٰ شفا حفرۃ من النار ۔ آگ کے گڑھے پر کھڑے کہہ رہے ہیں ۔ آگ کی کوئی چنگاری سلگتی ہوئی نظر نہیں آتی ۔

پیغمبر علیہ السلام نے شاید ایسے ہی موقعہ کے لیے کہا ہے : ربنا ارنا الحق حقا و ارنا باطل باطلا ۔ ایک فارسی شاعر نے بھی اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے ۔

آنچہ در کون است اشیا ہر چہ ہست
وا نما جاں را بہر صورت کہ ہست
آب خوش را صورت آتش مدہ
اندر آتش صورت آب منہ

اس ماحول میں مجھے یقین نہ آیا کہ طلبہ نے یہ ہمت کی ہے ۔ سوچا پولیس نے اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے یہ مفروضہ تراشہ ہے اور اس پُر امن شہر کو بھی بدنام کر کے سیاست میں گھسیٹ لاتے ہیں ۔ میں اس اُدھیڑ و بن میں ہوں کہ چوہدری عبدالرشید صاحب موصوف نے میر قاسم کے صاحبزادہ محمد حنیف سے کہا جو جیل کی ہوا کھا آئے ہیں ، تم سیاست کے اندازہ شناس نہیں ہو ۔ اس جنجال میں کیوں پڑے ؟ اس نے کہا ۔

ایک لڑکا اپنے والدین کا کافی سرمایہ خرچ کر کے اور اپنی عُمر کا بہترین حصہ کام میں لگا کر بی اے یا ایم اے کی ڈگری حاصل کرتا ہے ۔ اس سے کوئی قصور سرزد ہوتا ہے ۔ وہ ملک کے عام قانون کے مطابق سزا پانے کے بعد جب جیل سے

Marfat.com

نکلے تو اپنی ڈگری بھی وہاں چھوڑ آتے ! اتنی موٹی بات بھلا میری سمجھ میں آنے کی ہے۔" اس بچہ کا تخیل کتنا معصوم ہے ؟ درویش کی ذہنی کش مکش اس سے دُور ہوگئی۔

چودھری محمد شریف' عبدالرشید

علی برادران (مولانا محمد علی و شوکت علی) کی طرح دو حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے دم قدم سے لیاقت پُور کے دَولت کدہ میں رونق و بہار ہے۔ یہ لیاقت پور کی تاریخ ہیں، لیاقت پور ان کی۔ لیاقت پور منڈی بھی دو حصّوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ (۱) کچی منڈی (۲) پکّی منڈی:

کچّی منڈی شہر کا وہ حصّہ ہے جو ریلوے اسٹیشن کے غرب میں واقع ہے۔ لیاقت پُور عباسیہ کالونی ہے۔ اس جگہ آرائیں برادری کی اکثریت ہے۔ اس کے باوجود چودھری برادرز نے لیاقت پور اور عباسیہ کالونی کے چکوک میں اپنا سکّہ جما رکھا ہے۔ منڈی اور عباسیہ کی چیئرمین شپ پر قابض رہے ہیں۔ گو چودھری برادران اور ارائیں کمپنی کا ادارہ عمل مختلف رہا ہے، لیکن اس ایک نقطۂ فکر پر متحد رہے ہیں۔ کہ لیاقت پور منڈی ایک نیا شہر ہے۔ اس کی تمام تر ترقی و بہبود حکومت کے رحم و کرم پر ہے۔ اس سے رابطہ بڑھا کر لیاقت پُور کو ایک معیاری شہر کی حیثیت دی جا سکتی ہے، چنانچہ لڑکے، لڑکیوں کے دو ہائی سکول، ثانوی تعلیم کے لیے کالج، غیر سرکاری عربی مدارس کو وظائف، ہسپتال، پختہ سڑکیں، بجلی اور واٹر سپلائی کا انتظام، کمیٹی آفس گودام، لائبریری اور اس کے ساتھ گراؤنڈ۔

Marfat.com

سیاست مُدن کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو ان کے ہاتھوں حُسن و زیبائش میں پیچھے رہ گیا ہو۔ اس لحاظ سے چودھری شریف اور عبدالرشید چیئرمین ٹاؤن کمیٹی کا دور شہر کی تعمیر و ترقی میں ایک بنیادی اور اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ حزبِ مخالف کا رول ارائیں کیمپ سے ادا ہوتا رہا ہے۔ ہر یک اور محاسبہ میں انہوں نے ہر میدان میں ان کا پیچھا کیا ہے۔ ان کی سیاست کا نقطۂ نظر اپنی اقتصادیات رہا ہے۔ چینی، آٹا، سیمنٹ، کھاد ہر وہ ایجنسی جو نفع بخش ہے۔ ان کی نظر سے اوجھل نہیں رہی، اگر سرکاری تعمیرات پر ان کی دسترس رہی تو تجارت کی ساری سربلندیوں نے اُن کا ساتھ دیا ہے۔ اس دَور کی ایک روایت قابلِ ذکر یہ ہے کہ اپنے ذاتی اختلافات خواہ کچھ ہوں، شہر اور علاقہ کی تعمیر و ترقی میں ان کے قدم متفق اور متحد ہو کر اُٹھے ہیں۔

چودھری محمد شریف و عبدالرشید صاحب ان کے کارخانہ زمیندارہ کاٹن مل، پُرانی آبادی کے بڑے آدمیوں کے ساتھ ہیں۔ فیکٹری اور صنعت کے وہ مالک ہیں۔ یہ بھی ان کے ساتھ برابر کے حصہ دار ہیں۔ ان کے ساتھ ایک دُوسرا کارخانہ دار مولوی سعید احمد رحمانی، غالباً تحصیلدار ریٹائرڈ ہیں۔ ایک لڑکا وکیل ہے۔ ریاست کی ایک بڑی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بایں ہمہ یہ ان کے سیاسی حریف اور کاروباری رقیب ہیں۔ پکّی منڈی کے شرق میں متصل رقبہ اور کوٹھیاں ہیں۔ کاروں اور ویگنوں کے مالک ہیں۔ غلہ منڈی میں بھی ایک دکان ہے چودھری شاہ محمد اینڈ برادرز ایک وسیع کاروباری ادارے کے مالک ہیں۔ ایک لڑکا ان کا بھی وکیل ہے۔ یہ بھی ان کے سیاسی حریف ہیں۔

Marfat.com

آرائیں کیمپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاقہ میں آرائیں برادری کی اکثریت ہے۔
چودھری کلیم اللہ خانپور، آبادکاروں کے نمائندوں کی حیثیت سے صوبائی اسمبلی کے لیے امیدوار کھڑے ہوتے ہیں۔ چودھری محمد شریف کے مقابلے میں چودھری شاہ محمد اینڈ برادرز ان کی بھرپور سپورٹ کر رہے ہیں۔ ۱۹۶۲ کے مقابلے میں چودھری کلیم اللہ صاحب ۲۰۷ ووٹ حاصل کرتے ہیں، لیکن حلقہ خانپور سے زیادہ ووٹ لے کر کامیاب ہوتے ہیں۔

مس فاطمہ جناح ۲ جنوری ۱۹۶۵ء جنرل انتخاب کے موقعہ پر ہمارے چودھری برادرز خاں محمد ایوب خان کے پلڑے میں ہیں۔ لیاقت پور تحصیل سے مس فاطمہ جناح کو کل مبلغ چار ووٹ ملے۔

"مس جناح کی انتخابی حکمت عملی کا منصوبہ بڑی خوبی سے بنایا گیا تھا۔ مس جناح جانتی تھیں کہ ان کی بڑی جاذبیت قائداعظمؒ سے ان کا رشتہ ہے، چنانچہ انہوں نے دل میں سوچا کہ انہیں جذباتیت ہی کی بنا پر انتخاب لڑنا چاہیئے۔ بعض اوقات ان کی کوشش یہ معلوم ہوتی تھی کہ مجھے ذاتی طور پر بدنام کیا جائے اور واقعات کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے پیش کیا جاتے۔ انہوں نے حیرت انگیز توانائی کا ثبوت دیا تھا اور بڑی کٹھن لڑائی لڑی تھی۔ ایک ہفتاد سالہ خاتون کا یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ میں ان کی جرأت و ہمت پر آفرین کہتا ہوں میرے خیال میں انہیں اپنے ذاتی اثر کے بارے میں مغالطہ ہوا تھا۔ لوگوں کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ قائداعظمؒ کی ہمشیرہ کی حیثیت سے وہ لائق صد تکریم ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صدر کی حیثیت سے ملک کا انتظام سنبھال سکیں گی۔ آخری مقابلہ تعصب اور حقیقت پسندی کے درمیان تھا جس میں حقیقت پسندی کی جیت ہوئی۔"

Marfat.com

مس فاطمہ جناح

ہم کہہ رہے تھے کہ پوری تحصیل سے ان کو چار ووٹ ملے
"میں نے انتخابات سے پہلے صوبائی گورنروں اور سرکاری عہدیداروں سے کہ
تھا کہ یہ انتخابات ہر قسم کے اثرات اور دخل اندازیوں سے پورے طور پر آزاد رہ
چاہئیں۔ میں ان کو تنبیہہ کی تھی کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ کسی شخص نے کسی طریق سے بھ
ان انتخابات میں دخل دیا ہے تو مجھے سخت شکایت ہو گی۔"

صدر مملکت کی اس غیر مبہم اور واضح ہدایت کے بعد ان کی نیت پر شبہ کی کوئی
گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ آغا حسن رضا قزلباش۔ ہمارے اسسٹنٹ کمشنر حلقہ
انتخاب کے انچارج ہیں۔ ترک قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایران سے آکر ہندوستان
آباد ہوئے۔ زیادہ تر ان کی خدمات ملٹری اور فوج کو حاصل رہی ہیں۔ شادی بیاہ
اپنی برادری میں کرتے ہیں، جس وجہ سے اپنے خاندان کی اقدار رنگ و قد، زبان
تہذیب اور شائستگی کے امین و محافظ ہیں۔ باوقار پُر رعب ہونے کے ساتھ
فراخدل، حوصلہ مند اور بردبار ہیں۔ چہرہ کی شگفتگی میں آپ بڑے ایکٹو ہیں "میرے
مزاج کی تخلیق ہی ایسی ہے۔"

ان کی رائے ہے کہ مس فاطمہ جناح کے مقابلہ میں محمد ایوب خان صدارت کے
لیے زیادہ موزوں اور مناسب ہیں۔ انہوں نے بتایا۔ دونوں کا سب سے زیادہ
تناسب محمد ایوب خان کے حق میں ان کا حلقہ انتخاب رہا ہے

چودھری مقصود احسن چٹھہ

چک $\frac{16}{2\text{-}ار}$ عباسیہ صرف اپنا ایک ووٹ
مس فاطمہ جناح کو ملنے کی تصدیق کرتے

Marfat.com

ہیں اور انہوں نے بنایا کل ووٹ ۱۹،۷ تھے۔ اگر یہ بیان درست ہے تو پھر چودھری محمد شریف اور الحاج سیف اللہ کی حیثیت اس تحصیل میں بہت اُجاگر ہو جاتی ہے جن کی تائید مخالف گروہ سی او پی (کمبائنڈ اپوزیشن پارٹیز) حاصل نہیں کر سکیں اور ان کو اس جگہ اس ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ مسٹر چیٹھہ۔ میں اس کھوج میں گیا ہوں کہ کس چیز نے اس کو یہ حوصلہ دیا ہے۔ دہرا بیڈ اجسم۔ اگر چار روز بھی تھانہ میں ان کی پٹائی ہوتی رہے تو یہ برداشت کرلیں گے۔ برسرِ اقتدار پارٹی کی مخالفت بڑے دل گردے کا کام ہے۔ چوہدری صاحب کا حوصلہ اس بارے قابلِ داد ہے

مولانا بشیر احمد

قوم اعوان کے چشم و چراغ ہیں۔ فقیر والی قاسم العلوم میں حفظ قرآن کے ساتھ علوم دین پر نظر ڈالی ہے اور مدرسہ سے سندِ فراغت حاصل کی ہے۔ لیاقت پور ایک مرکزی جگہ میں ایک بڑی جامع مسجد بنوا کر ایک مدرسہ قائم کیا ہے۔ جس میں خاصی تعداد طلباء اور طالبات کی علوم دین کے ساتھ تعلیم حاضرہ سے مستفید ہو رہی ہے۔

ان کے اکلوتے بیٹے نے حفظ قرآن کے ساتھ میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ بی اے میں پولیٹیکل سائنس کے ساتھ قانون کی ڈگری حاصل کرلی ہے والدہ ماجدہ ان کے صاحبزادہ کی پچھلے دنوں رحلت فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اپنے والد کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ درویش نے ان کے والد بزرگوار سے غمگساری کے بعد کہا اصل رنج اور صدمہ صاحبزادہ کو ہے۔ ہم اپنی ہمدردیوں کا زیادہ اظہار ان سے کرتے ہیں تو شوہر نامدار فرمانے لگے میرا گھر برباد ہو گیا ہے کاروبار (UPSET) میں ایک مخلص مونس اور غمخوار سے ہمیشہ کے لیے محروم

Marfat.com

ہو گیا ہوں۔ میرا غم نقلی اور مصنوعی ہے۔ اصل غم صاحبزادہ کو ہے۔ رنج بھرے
انداز میں کہا۔

درویش: کل آپ دُوسری شادی رچا کر روزوں کے ساتھ نمازوں کی بھ
قضا دے گزریں گے، لیکن یہ بیچارے ماں کی ممتا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھ
ہیں۔ باپ بیٹا دونوں ہنس پڑے۔

چوہدری عبدالرشید چیئرمین ٹاؤن کمیٹی تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ ہم دون
مسجد کے دروازے سے اکٹھے باہر نکلے۔ وہ اپنے سکوٹر کے پاس ٹھہر گئے اور الیک
کی بات شروع کر دی۔ بھائی! حضرت قبلہ مولانا المعروف مولوی بشیر کی توجہ پر بھی دھیان
کسی رات مولانا کے سیاست کدہ پر چھاپہ مارا۔ تقریباً دو بجے تک سر پھوڑا، لیکن ان کی ک
کل سیدھی نہ بیٹھی۔ واقعہ کی روئداد مولانا نے خود درویش کو کہہ سُنائی۔ علمی عقیدت سے
۔ کچھ ان سے جٹ برادری کا کچھ لگاؤ ہے۔ ان سے، کہا آپ کا قول ہے۔ جو سیاست
نہیں جانتا وہ مولوی نہیں ہے۔ آپ سیاست نہیں جانتے، اپنے مولوی ہونے کا ف
فیصلہ کر لو۔ سب سے چھوٹی اکائی ہے۔ اعوان قوم عباسیہ کالونی ہیں، آرائیں بڑی اکا
ہیں، جٹ برادری کے چودھری شریف رشید ان سے اقتدار گھسیٹ کر لے گئے ہ
وہ ان کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ اس دوڑ میں وہ کہاں جا لیں گے ان کو اس کا فیصلہ
مستقبل کرے گا۔

آپ کالڑکا پولیٹیکل سائنس کا طالب علم ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کا سیاست
دلچسپ موضوع ہے۔ اقلیتی کڑیوں کو اتنا دُور کر دینا کہ ان کا اتصال کسی شکل میں ممکن
نہ رہے۔ قرین مصلحت نہیں ہے۔ مولانا نے ایک دن کہا "میری طبیعت پر کچھ بوجھ ہ

Marfat.com

ب کی میت میں کچھ سکون ملتا ہے چک ۶ تک چلنا ہے اور سیٹھ اختر کے لیے اپنی
دری کر کچھ کہنا سننا ہے۔ چنانچہ ہم نے ظہر کی نماز وہاں جا کر پڑھی۔ نیاز احمد ملک نے
ئے پلائی اور مسکرا کر کہا :

دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں مری دونوں سے آشنائی ہے

چک ا عباسیہ کے حلقہ میں محمد شریف ۱۰۰ کے مقابلہ میں سیٹھ اختر کو ۱۸ ووٹ ملے
۹ کے مقابلہ میں لیاقت پور منڈی ۱۷۱ ووٹ لیے سیٹھ اختر صاحب ! اس طرح
ھری شریف ۱۶۹۳ کے مقابلے میں ۱۸۹ ووٹ مولوی بشیر احمد نے سیٹھ اختر کو
لیاقت پور میں چودھری برادرز کا ایک سیاسی حریف ہونا ثابت کر دیا ہے۔

مولوی بشیر احمد قوم اعوان عقیدۃً دیوبندی، دونوں چیزیں اقلیت میں ہیں۔ سیاسی
ننۂ فکر کے اعتبار سے (VERY POOR) لیاقت پور کی مولوی برادری میں ان کو
متیاز حاصل ہے کہ ان کا معاش (SAFE AND SOUND) ہے اور یہی وجہ ان کو
سیاسیات میں دخل در معقولات پر اُکساتی ہے۔

ایک اچھی روایت

۱۹۷۴ء ختم نبوت کے سلسلہ میں ایک جلوس نکلا۔
چودھری محمد علی چوک میں مولانا محمد انور الہاشمی تقریر
ر رہے ہیں سرکار وقت پر پہنچ گئی۔ مہدی خان انسپکٹر نے پولیس کی روایت
خلاف سوٹی زمین پر ماری اور زبانی خوب چیخے چلائے۔ شیدائی بھاگ گئے،
ی چارج کا موقعہ نہ دیا۔ ایڈووکیٹ ملک عبد المجید، عبد الرشید رحمانی ایڈووکیٹ
جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد انور ہاشمی کو مجسٹریٹ مجید جمیل کی سرکردگی میں پولیس پکڑ
ٹھانے لے گئی۔ ہمارے ایک دوست کریانہ مرچنٹ مسٹر ریاست علی حوصلہ رکھ

Marfat.com

کر ٹھہر گئے۔ ایک سپاہی نے اس کو پکڑ کر انسپکٹر پولیس کے حکم سے تھانہ پہنچا د
چودھری اور خان دونوں نے سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا۔ لیاقت پور کے حالات مزید خراب
ہونے سے بچ گئے۔ ان کو اپنی مجبوری کا احساس دلا کر رخصت کر دیا ہے۔

جماعت اسلامی

ہمارے ہاں قابل توجہ ہے۔ یہ تحصیل اپنی دینداری کے
لحاظ سے کسی دوسری تحصیل سے پیچھے نہیں ہے، ال
جماعت کا مزاج، علاقہ کی وفادارانہ روایات کے خلاف ضرور ہے، لیکن اب حالا
وہ نہیں رہے۔ سیاست کی چہل پہل ہر جگہ نظر آتی ہے۔ الحاج جناب سیف اللہ
اسمبلی پنجاب میں حزب مخالف کے بنچوں پر بیٹھے ہیں۔ ملک عبدالمجید ایڈووکیٹ
اس میں شمولیت کر کے اس کی رونق بڑھائی ہے۔ مجھے اس پر اس وقت بہت تر
آیا۔ جب کوئی آدمی باہر سے آیا ہے۔ جماعت نے ایک تانگہ لے کر بازار میں گھوم
کر اپنا پرچار شروع کیا۔

پیپلز پارٹی کے سالار۔ مسٹر شوکت نے دوسرا تانگہ بجڑ پیچھے لگایا اور ان کا نا
تنگ کر دیا۔ بھرے بازار میں ان کی مدد کو کوئی نہ پہنچا۔ یہ بچارے بازار سے نکل گئے
جب پیپلز پارٹی نے تانگہ رخصت کر دیا۔ وہ پھر آ گئے۔ درویش نے شوکت کو کہا
ان کی ڈھٹائی دیکھو یار! وہ پھر گلا پھاڑ رہے ہیں۔ ہنس کر کہا "میں بہت دور
آیا تھا، اب میں کیا کروں۔

سخت جانی تو نہ ہمت ہار یو ہنگام قتل
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

مسٹر شوکت جواں سالی میں اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ انا للہ و انا

واجعون ہ یہ چند سطور ان کی یاد میں لکھ دی ہیں ۔ انکے دو لڑکے ہمایوں شوکت اور اعجاز شوکت ہیں ۔
مجسٹریٹ اور پولیس کے مزاج میں کوئی امتیازی فرق ہے جس کا تحفظ تہذیب و کلچر میں باقی رکھنا لابدی ہے ۔ ۹ جنوری ۱۹۷۲ء موسم سرما کا اتوار ہے ۔ دن کے گیارہ بجے ہیں ۔ بانکپن اور جوانی کے جوبن کے ساتھ ایک نوجوان برآمدہ میں داخل ہوا ۔ اے سی ریاض حسین جان تحصیلدار اور انسپکٹر پولیس اور ایک دوسرے شہری حالات حاضرہ پر محو سخن ہیں ۔ ان کے آنے سے ایک کھلبلی مچی سب اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ ہر ایک نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا ۔ وہ سب چہرے ان کے جانے پہچانے ہیں ان سے فراغت کے بعد ان کو درویش کی موجودگی کا احساس ہوا ، اسی اندازِ دلربائی کے ساتھ ہاتھ درویش کی طرف بڑھایا ۔ ہر فرد مجلس میں برابر ہے اس قومی روایت کو اپنے عمل سے زندہ رکھا ۔ کسی ہنگامہ میں پولیس گولی چلاتی ہے تو مرزا صاحب پوچھتے ہیں کس کے حکم سے گولی چلائی ہے ؟ یہ فقرہ انسپکٹر پولیس نے دورانِ گفتگو کہا : اس سے ظاہر ہوا کہ آنے والے مجسٹریٹ اور مرزا ان کا ہے ٹائیٹل ۔

سیاست ایک کاروباری ادارہ

سیاست ایک کاروباری ایجنسی نہیں سماجی سوسائٹی ہے ۔ ڈاکٹر عمر کسی سرکاری ادارہ میں شامل نہیں ہوئے ان کی تمام تر کوشش سماجی رہی ہے ۔ ہم اس کا ایک جائزہ پیش کرتے ہیں ۔ لیاقت پور سیاست کو ایک کاروباری ادارہ کی حیثیت حاصل رہی ہے اس نے کبھی بھی کھل کر انتظامیہ پر نقد و تبصرہ نہیں کیا ۔ ڈاکٹر محمد عمر نے اس روایت کو یکسر بدل ڈالا ہے ۔ انسپکٹر پولیس اور اسسٹنٹ کمشنر دونوں بااختیار سربراہوں پر اپنے سیاسی اسٹیج سے بیک وقت گولہ باری کی ہے ۔ ووٹ اس بات

Marfat.com

کے حق میں دیا ہے کہ برسر اقتدار جماعت اپنے انتظامیہ پر نکتہ چینی کا حق رکھتی ہے۔
یہ اندازِ فکر ہماری ملکی سیاست میں بہت کم ہے۔

ڈاکٹر صاحب ! آپ کو اسسٹنٹ کمشنر چودھری محمد بخش سے کیا اختلاف ہے؟
مَیں اپنے آپ کو ان کا برخوردار سمجھتا ہوں۔ وہ دیدہ دانستہ میرے معاملات میں اغماض برتتے ہیں۔ یہی سوال چودھری صاحب سے کیا۔ انہوں نے میری پوزیشن پر کوئی اعتراض کیے بغیر بتایا۔ کسی دو پارٹیوں کو پولیس زیر دفعہ ۱۰۷/۱۵۱ اندیشہ نقص امن گرفتار کر کے میری عدالت میں لے آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے درمیان آ کر ان کا راضی نامہ کرا دیا۔ مَیں نے اس خیال سے کہ یہ دوبارہ فساد نہ کریں۔ ہر دو فریق سے ایک سال کے لیے ضمانت امن طلب کر لی۔

چودھری صاحب ! لیڈران کرام کے بارے میں قوم کا یہ تصوّر ہے کہ یہ قتل کے کیس میں ضمانت کرا گزرتے ہیں۔ آپ شعوری یا غیر شعوری طور پر ڈاکٹر عمر کی سیاسی مارکیٹ میں کساد بازاری لانا چاہتے ہیں۔ اگر لیاقت پور کے عوام یہ ناز قبول کرتے ہیں، تو پھر ان کے جلوس میں بھنگڑا کون ڈالے گا اور نعرہ بازی کس طرح ہو گی؟ انتظامیہ پر پبلک اسٹیج سے اظہارِ خیال، ڈاکٹر عمر کی سیاسی روایات سے ہے۔ انہوں نے اربابِ اختیار کو سمجھایا ہے کہ ہماری سیاست کاروباری ایجنسی نہیں ہے۔ ایک سماجی ادارہ ہے اور کھلے میدان میں غلط اور صحیح کو پرکھنے کا موقع باہم پہنچایا ہے۔

انتظامیہ لیاقت پور

۱۹ فروری ۱۹۶۹ء، اسسٹنٹ کمشنر مسٹر زرین بر[illegible]
کہتے ہیں: "مَیں معززین شہر کو جانتا ہوں وہ تحصیل
اور تھانہ کی سطح تک چٹی دلالی کرتے ہیں۔" اس سے کسی چودھری کے کان پر جُوں تک

نہیں رنگی۔ ون یونٹ انتظامیہ ۲۵ جولائی ۱۹۶۹ء درویش نے شائع کر کے اس پر سخت احتجاج کیا۔ اس سے یہ دلیل پکڑنا غلط ہے کہ ہماری سیاست ایک کاروباری ایجنسی ہے۔ کوئی سماجی سوسائٹی نہیں ہے۔ ڈاکٹر محمد عمر نے اس تاریخ کے بعد سیاست میں جو قدم رکھا ہے اس بساط فکر کو اُلٹ دیا ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر اور پولیس انسپکٹر پر تنقید کا حق محفوظ رکھتے ہوئے کوئی آدمی چٹی دلالی کر سکتا ہے؟

سب انسپکٹر مسٹر سعید قریشی کے گماشتے کماد بیلنے پر دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرنے والوں کو پکڑ لاتے۔ مارکٹائی کے ساتھ روپے پیسے بھی وصول کیے ہیں۔

ایک چھوٹے پیمانہ کا جلوس ڈاکٹر عمر کی دکان پر گیا۔ ڈاکٹر صاحب ان کی قیادت کرتے ہوئے تھانہ گئے۔ دروازہ کے باہر مسٹر سعید قریشی کو درویش کی موجودگی میں کہا:

"چالان ہم مانگتا ہے، لیکن "رقم کی وصولی" یہاں رکھ دو۔"

راجہ ممتاز احمد انچارج تھانہ متوسط طبقہ کے ذہین آدمیوں میں سے ہیں۔ انہوں نے سیاست کا اندازِ فکر بدلنے پر تھانہ کا طریق کار بدل دیا۔ چودھری محمد شریف کسی پارٹی کے ساتھ تھانہ تشریف لاتے ہیں۔ راجہ صاحب نے ہدایت فرمائی: آئندہ کسی آدمی کے ساتھ تھانہ کا رُخ نہ کرنا، اگر کوئی ایسی بات ہو تو ٹیلی فون پر مجھے کہہ دینا کافی ہے۔ اس پر یقین نہ آیا۔ دماغ کے کسی گوشے میں جگہ نہ دی۔ لیکن چودھری صاحب نے بھی کسی موقع پر اس کی تصدیق کر دی۔

راجہ صاحب فروزہ کے ایک کیس میں دوسرے عملہ کے ساتھ معطل کر دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے درویش کو بتایا: میں اس میں ملوث نہیں ہوں، البتہ چوہدری محمد شریف کی میرے خلاف ڈی آئی جی کے پاس کھسر پھسر اس کا سبب ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

لیاقت پُور

سیلاب ۱۹۷۳ء

مسٹر فیروز احمد خان فیروز

اسسٹنٹ کمشنر بیان کرتے ہیں - ۱۸ اگست ۱۹۷۳ شام کے وقت ہم نور والا بند سے واپس لوٹے تو لیاقت پور منڈی کے حالات نے اور تشویش میں ڈال دیا۔ خیر پور ڈھا کا بند ٹوٹنے سے جو پانی کلاب کے علاقہ میں ہے وہ آگے بڑھنے سے رُک گیا ہے۔ غربی جانب دباؤ ڈال کر عباسیہ کینال کے دونوں کنارے توڑتا ہوا چنی گوٹھ کے علاقہ میں آداخل ہوا ہے۔ مستزاد براں یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ صرف میرا تبادلہ ہو چکا ہے۔ میرے جانشین، بال بچوں سمیت چارج لینے آگئے ہیں سیلاب کی تباہ کاریوں اور اس کی مشکلات میرے سامنے ہیں۔ چارج دے کر اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جانا ایک آسان بات ہے۔ لیاقت پور کی رفاقت نے میرے احساسات کو جھنجھوڑا۔ کہ کیسے وقت میں آپ ہمارا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ اپنے جانشین سے مہلت مانگ سے

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

۱۹ تاریخ کے آفتاب کو جنم دینے والی رات، قیامت خیز مناظر پیش کر رہی

Marfat.com

ہے۔ سیلاب کا کوئی دو لاکھ کیوسک پانی، چنی گوٹھ سے آگے بڑھ کر لیاقت پور کا رُخ کر چکا ہے۔ انسانی بستیوں کو تہس نہس کرتا ہوا ان کے مال و اسباب کو بہا لے جا رہا ہے۔ ہائی وے کے بل ڈوزر کو مختلف حفاظتی بند باندھنے پر لگایا اور رات کے سناٹے میں جیپ پر لاؤڈ سپیکر رکھ کر سیلاب کے زیر اثر آنے والے علاقہ کی طرف عوام کی خبر و اطلاع کے لیے خود نکل پڑا۔ ۱۹ اگست طلوع آفتاب کے بعد ریلوے میل لائن کے غرب میں کچھ دور نشیبی علاقہ کو اپنی گزرگاہ بناتا ہوا الہ آباد سے آنے والی پختہ سڑک کو عبور کر کے فیروزہ کی طرف رواں دواں ہوا۔

لیاقت پور کی آبادی کے غرب میں الہ آباد پختہ سڑک کو درمیان میں رکھ کر پٹرول پمپ اور سینما کے متوازی ایک بند باندھا گیا، تاکہ پانی کا رُخ ریلوے اسٹیشن کی طرف نہ بڑھے۔ شمال جنوب میں بھی مناسب جگہوں پر بند باندھے گئے۔

صوفی محمد عبداللہ سینما کے مالک نے بتایا وہ مشرقی پنجاب ضلع انبالہ براره کے ایک زمیندار راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں پنجاب ضلع گوجرانوالہ میں آکر آباد ہوئے۔ کلیم میں ان کو وہاں ڈیڑھ مربعہ اراضی ملی ہے۔ ۱۹۴۹ء ۲۸ سال کی عمر میں وہ لیاقت پور آئے۔ الہ آباد تا لیاقت پور جو پختہ سڑک ہے ۸۶ ہزار روپے میں ٹھیکہ لے کر کام شروع کیا۔ پکی منڈی نیشنل بنک کے سامنے الیکٹرک سامان کی ایک دکان ہے۔ سینما بلڈنگ ۱۹۷۰ء کوئی ایک لاکھ چودہ ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوئی ہے۔ سینما کی ماہوار آمدنی کا اندازہ کوئی دس بارہ ہزار ہے۔ اس کے ساتھ بتایا ۲/۱ حصہ حکومت کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ دس پیسے فی ٹکٹ چارج اس کے علاوہ ہیں۔ چار پانچ ہزار روپے فلم پر خرچ آتا ہے۔

Marfat.com

ساڑھے تیرہ سو روپے ملازمین کا خرچ ہے۔ ڈیڑھ سو روپے بجلی اور تین سو روپے
کاربن کا خرچ ہوتا ہے۔ پانچ چھ ہزار روپے کل اپنی بچت اس کاروبار سے دکھاتے
ہیں۔ سینما بند کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا: یہ بند شہریوں اور انتظامیہ کی پوری
توجہ کا مرکز بنا رہا ہے۔ نسبتاً نشیبی جگہ ہونے کے سبب کافی محنت کرنی پڑی ہے۔
انتظامیہ اور کارکنوں کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ وہ گھر جا کر کھانا کھائیں۔
ان کے خورد و نوش کا انتظام، اس جگہ میں نے خود کیا ہے۔ سینما بلڈنگ، ٹیلیفون،
ہر چیز ان کے تصرف میں رہی ہے۔ لاؤڈ سپیکر ایک سینما کے اوپر نصب کرایا اور
ایک اے سی صاحب کو دیا جو انہوں نے جیپ پر رکھ کر لوگوں کو پانی کی آمد سے
خبردار کیا ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ پانی سے نکال کر لائے گئے۔ ان کو بھی میرے
سینما میں میڈیکل فرسٹ ایڈ دی گئی ہے۔ ان کے کھانے کا بھی میں نے انتظام
کیا، اس طرح میرا کوئی چار پانچ ہزار روپے ذاتی خرچ آیا ہے۔ ہیلپرز پارٹی کے
ڈاکٹر عمر کو میرا اس طرح شاہی خرچ دیکھ کر غلط فہمی ہوئی کہ سرکار دولت مدار نے
یہ لنگر جاری کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر عمر نے یہ مراعات اپنے بند کے لیے بھی اے سی
صاحب سے مانگیں۔ اس پر میں نے کہا: ڈاکٹر صاحب! اپنا گھر پھوک کر یہ
تماشا دیکھا جا سکتا ہے۔ اے سی صاحب نے ان کو ایک لاؤڈ سپیکر اپنے
فنڈ سے کرایہ پر لے دیا، اور چند لیمپ راجہ ممتاز احمد تھانیدار ان کے لیے
کہیں سے لے آئے۔

صوفی صاحب نے بتایا، فوجیوں کا ایک دستہ ۱۹ اگست کی رات کو ۲ بجے
کے قریب، دس آدمیوں پر مشتمل، مسٹر طارق سیکنڈ لیفٹیننٹ کی سرکردگی میں سینما پر

Marfat.com

آیا اور انہوں نے جگہ خالی کر دینے کو کہا، سینما میں ٹھہرایا اور ٹیلیفون ان کے حوالہ کر دیا۔ وہ جا کر اے سی صاحب کو بلا لائے۔ اس طرح رات کے دو بجے کے بعد ہی سے دفاعی تیاریاں شروع ہو گیئں۔

ساڑھے پانچ بجے صبح میں موٹر سائیکل پر پانی دیکھنے گیا اس وقت وہ لیاقت پور سے کوئی تین میل دُور تھا جو فوجی آئے ہیں۔ ان کے کچھ آدمی الہ آباد کی طرف چلے گئے انہوں نے الہ آباد سے آنے والوں کو روکا کہ وُہ پانی میں نہ گھر جائیں۔ وُہ کوئی تین بجے کے قریب پانی میں تیر کر اس طرف آئے۔ بتایا مسٹر فیروز خان نے افسروں کے ذمہ الگ الگ ڈیوٹی لگا دی ہے۔ مسٹر احمد یار لالی سول جج کے ذمہ بند کی نگرانی ہے انہوں نے اطلاع دی کہ شمالی بند کمزور ہے۔ اے۔سی۔صاحب وہاں چلے گئے۔ بارہ بجے کے قریب پانی زیادہ ہونے کے ساتھ مٹی اُٹھانے والی خود کار مشین اور بل ڈوزر کا تیل بھی ختم ہو گیا۔ اس گھبراہٹ میں ہم نے لاؤڈ سپیکر پر شور مچانا شروع کر دیا اور لوگوں کو مدد کے لیے پکارا۔ عام پبلک کے ساتھ افسران بھی موقع پر پہنچ گئے۔ اے سی صاحب نے انچارج تھانہ راجہ ممتاز کو فوری طور پر تیل مہیا کرنے کا حکم دیا۔ وُہ لنگا برادرز سے ایک ڈرم پٹرول لے آئے۔ اس پر پھر دوبارہ پُوری مستعدی کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ وائرلیس پر مسٹر طارق کو اطلاع ملی کہ پانی بہت زیادہ آ رہا ہے۔ اس پر وقت ضائع نہ کریں اور یہ جگہ خالی کر دیں۔ انہوں نے اپنی گاڑیاں پیچھے ہٹا لیں اور لیاقت پور ریسٹ ہاؤس پر چلے گئے۔ ہم نے اس پر بھی ہمّت نہیں ہاری، ہمارے اے سی صاحب اور دُوسرے افسران خود مٹی اُٹھا کر ڈال رہے ہیں اور وُہ کوئی تین دن تک بالکل نہیں سوئے۔

Marfat.com

پروفیسر عبدالجبار شاکر کا اس جگہ ذکر نہ کرنا بخل ہوگا۔ درویش نے خود ان کو پوری مستعدی کے ساتھ بند پر کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ بڑے مؤثر انداز میں لوگوں کو کام پر لگا رہے ہیں اور ان کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں۔ دوسرے ملازمین نے بھی اس نوجوان پروفیسر کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

پنجاب سرکار کے ذکر میں صوفی عبداللہ نے بتایا۔ صوبائی وزیر جناب ممتاز کاہلوں سب سے پہلے تشریف لائے اور اس کے بعد ایک بڑی فوج آئی۔ اس کے ساتھ کشتیاں ہیں اور ایک کشتی چلانے والا انجن بھی۔ لیکن ان کے پاس پٹرول نہیں ہے۔

وزیر وفاق ڈاکٹر مبشر حسن لیاقت پور آئے، ان کے ہمراہ ربڑ کی دو کشتیاں ہیں لیکن ان کو چلانے والا ان کے ساتھ نہیں ہے۔ (اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کرجو ملا وہ ہماری مدد کے لیے لے آرہا ہے) مسٹر سیف اللہ آف الہ آباد ممبر صوبائی اسمبلی ان دنوں لاہور میں ہیں۔ الہ آباد سے اپنے بچوں کی خیریت دریافت کرنے کے لیے ۲۰ اگست کی رات کو مجھے ٹیلیفون کیا۔ ہمارے پاس وہاں جانے کے کوئی ذرائع آمد و رفت نہیں ہیں۔ دوبارہ ان کو صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ فوجی کشتیوں سمیت ضرور آئے ہیں، لیکن ان کے پاس پٹرول نہیں ہے اور لیاقت پور کا پٹرول اس طرح کام آگیا ہے۔ اس کے بعد ان کی کوشش سے ایک ہیلی کاپٹر ۵۲ گیلن پٹرول اور ایک کشتی چلانے والا انجن لے کر آیا۔ تب جا کر پانی میں گھرے ہوئے لوگوں کو نکالنے کا فوجیوں نے کام شروع کیا۔"

ساوی الی جبل یعصمنی من الماء　　قال لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم

مسٹر فیروز احمد خاں فیروز نے اپنے بیان میں کہا۔ ۲۳ اگست کی رات ہمارے لیے بڑی تشویشناک تھی۔ پانی برابر چڑھ رہا ہے اور ہمارے وسائل مقابلہ میں درماندہ نظر آرہے ہیں۔ قیدیوں کی رہائی۔ ایک سو تین قیدی بلالحاظ نوعیت جرم ضمانت پر رہا کرنے کا فیصلہ کیا اور ان کو کام پر لگایا۔ ان تازہ دم نوجوانوں نے ڈٹ کر کام کیا اور بندوں کی مضبوطی میں بہت زیادہ مدد دی۔ سیلاب میں گھرے ہوؤں کو نکالنا یہ بھی ایک خاصہ کام ہے۔ قیدیوں کی رہائی کے بعد ان سے کئی ایک ایسے آدمی مل گئے جو تیرنا جانتے ہیں۔ ڈرم اور ریلوے سلیپروں کو جوڑ کر کشتیاں بنائی گئیں اور قیدی سیلاب میں گھرے ہوئے کئی لوگوں کو نکال باہر لائے۔ فوجی کمک اس اثناء میں آپہنچی۔ انہوں نے بھی اپنے وسائل کے مطابق ہمارا ہاتھ بٹایا ہے فوجی لانچ میں بیٹھ کر زیرِ آب علاقہ کا میں نے چکر لگایا ہے اور اس طرح مجھے پانی میں گھرے ہوئے لوگوں کا بچشم خود مشاہدہ ہوا۔ احمد یار ٹادری کے ٹیلہ پر ایک آدمی کو سانپ نے کاٹا، اتفاق سے اس وقت ہماری لانچ ان کے قریب پہنچ گئی۔ اس مصیبت میں امید کی کرن پاکر بہت خوش ہوئے اور اے۔سی صاحب زندہ باد کے نعرے لگائے اور بتایا کہ ہمارے ایک آدمی کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ہم نے اس وقت لانچ میں بٹھا کر ہسپتال پہنچا دیا۔ بر وقت میڈیکل ایڈ مل جانے سے اس کی جان بچ گئی۔

مسٹر فیروز احمد خان ان ہنگامی حالات میں بھی انتظامیہ سے غافل نہیں ہوئے۔ ریلوے لائن دونوں طرف سے کٹ جانے کے بعد مواصلات کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور باہر سے آٹے کی سپلائی رُک گئی ہے۔ سرکاری گودام

Marfat.com

سے گندم نکال کر پسوائی اور شہر کی ضرورت کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ باہر سے آکر لیاقت پور پناہ لینے والوں کی خوراک کا بھی بندوبست کیا۔ سبزی بازار میں کوئی چار روپے سیر تک ہو گئی ۔ وہاں پہنچ گئے اور کہا سبزی کی بولی اس حد تک نہ بڑھاؤ کہ سبزی کا نرخ دو روپے سے زیادہ ہو۔

پانی کی قلت ۔ لیاقت پور کا واٹر پمپ کچی منڈی کے عزب میں ہے۔ پانی کی وجہ سے خراب ہو گیا۔ ایک ریڑھی پر لاؤڈ سپیکر فٹ کرایا اور اسے گھر گھر جا کر لوگوں کو پانی دینے کا حکم دیا۔ چودھری محمد شریف اور عبدالرشید کے کارخانہ (کاٹن ملز) کے ٹیوب ویل سے پانی لے کر ریلوے افسران کے تعاون سے اس لائن میں ڈال دیا جو واٹر سپلائی میں کام آتی ہے اس طرح کچھ مقدار میں سابقہ دستور جاری رہا۔

پانی میں گھرے ہوئے لوگوں کی خوراک کا مسئلہ آپ نے بتایا۔ لوگ جہاں کہیں گھرے ہوئے ہیں اور میرے احاطہ علم میں ہیں۔ ان کے لیے ضروری خوراک کا مناسب انتظام کر رہا ہوں۔ معززین شہر سے مل کر کام کرنے کی اپیل۔ بتایا میں نے معززین شہر سے اپیل کی کہ وہ اپنے سیاسی اختلاف چھوڑ کر کام کریں، چنانچہ اس کا اچھا اثر ہوا ہے ۔ لیاقت پور میں پناہ لینے والے سیلاب زدگان کے لیے چار کیمپ کھولے گئے ہیں اور شہر کی غیر سرکاری کمیٹی اپنے خرچ پر ان کی دیکھ بھال کر رہی ہے ۔ آپ نے اپنے ساتھی افسران کی بہت تعریف کی اور کہا یہ سب کام میں نے اپنے طور پر نہیں کیا۔ ہم سب نے ایک ٹیم کی حیثیت سے سر انجام دیا ہے۔

مسٹر احمد یار لالی سول جج سینما بند پر ٹیلیفون کرتے اور سنتے ہیں۔ آنکھیں سرخ

Marfat.com

ہوگئیں ہیں اور گلا بیٹھ گیا ہے۔ ایک آدمی کو جواب قدرے تفصیل سے دیا۔ درویش نے کہا، مسٹر مظفر (ایس ڈی او کینال) کی طرف نہیں دیکھتے کہ کوئی آدمی ان کو تین دفعہ بلاتا ہے اور یہ ایک دفعہ جواب دیتے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ کوئی ایک دفعہ بولتا ہے اور آپ اس کے جواب میں تین دفعہ بولتے ہیں۔ دونوں ہنس پڑے۔

مسٹر فیروز خان نے ناشتہ پر بلایا۔ چودھری حشمت علی انسپکٹر پولیس بھی شریک ہوئے۔ خشک روٹی کے ساتھ مکھن ہے۔ درویش کو خطاب کرتے ہوئے کہا: بازار میں گھی نہیں ملتا۔ ہمارے گھر بھی نہیں ہے ایک بھینس رکھی ہے۔ یہ اس کا مکھن ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر اور انسپکٹر پولیس کا اشتراک عمل شائد گہرا ہوتا ہے۔ یہ دونوں سایہ کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔

"مسٹر فیروز"! درویش نے مسکراتے ہوئے کہا، کہنے والے کہتے ہیں انتظامیہ نے سینما بچانے میں خوب جانفشانی دکھائی ہے۔ یہ بات ہماری مستعدی پر ایک دلیل نہیں ہے کہ ہم نے عوام کی ایک تفریح گاہ کے بچانے میں بھی غفلت نہیں برتی اور کہا۔ کچی آبادی ہمارا انڈسٹریل ایریا ہے اس جگہ چار کاٹن ملز ہیں جن کی مالیت بلا مبالغہ ایک کروڑ روپے سے زیادہ ہے۔ لیاقت پور کا واحد پٹرول پمپ بھی اس جگہ ہے جس سے ہمیں کام میں کافی مدد ملی ہے۔ الہ آباد سڑک کے دونوں طرف دکانیں اور مکانات ہیں۔ پکی منڈی سے پہلے کی آبادی ہے اور اس جگہ ایک پرانا قبرستان بھی ہے۔ اس لحاظ سے ہماری توجہ کی زیادہ مستحق رہی ہے۔ ہمت و جرأت اس آدمی کی بھی قابل داد ہے جو گرا اور اٹھ کر ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ راجپوت تھک کر میدان چھوڑ گئے اور عافیت کی زندگی گزارنے کے لیے

Marfat.com

کوئی دُوسرا دھندا اختیار کرلیا، لیکن طبائع کا بدلنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔
خوشی، غمی، نفع ونقصان والی کوئی بات ہو بڑھ جائے تو ایک تماشہ گاہ بن جاتی ہے
لوگ سینما بند پر ہجوم کرکے آتے ہیں۔ کچھ کام کرتے ہیں۔ کچھ اِدھر اُدھر گھوم پھر کر سینما
کے سایہ میں آکر ٹھہرتے ہیں۔ پولیس والے ان کو اس جگہ سے پرے بھگا دیتے
ہیں تاکہ کام میں رکاوٹ نہ پڑے۔ ٹیلیفون کے تار بھی بکھرے پڑے ہیں۔ رانا
عبداللہ اس عمروسن میں بھی جوان ہیں۔ ایک آدمی کو ٹوکا، اس نے کان نہ دھرا۔
دھکا دیا، پرے جا پڑا۔ اُٹھ کر پوری دل جمعی کے ساتھ رانا صاحب کے ایک تھپڑ
دے مارا۔ نیتجتاً مار کھائی اور گھر کا راستہ پکڑا۔

ایک عام آدمی کے نزدیک یہ واقعہ معمولی نوعیت کا ہے، لیکن عبرت و
نتائج کے وہ غوامض جو ہمیں نظر آتے ہیں۔ دُوسروں کو دکھانا چاہتے ہیں۔

صوفی محمد عبداللہ۔ سینما پر لاگت ایک لاکھ چودہ ہزار روپے بتا گئے ہیں
دکان کا کاروبار اس سے الگ۔ حکومت کے سارے وسائل اس وقت اس کے
قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ایک لاکھ پتی آدمی کا ان حالات میں ایک غریب اور
غیر معروف آدمی کو دھکا دینا سمجھ میں آتا ہے۔ چڑیا کا شہباز پر پنجہ مارنا؟

اس جوش اور ولولے کے داعیات ومحرکات کیا ہیں؟ جنھوں نے ایک چڑیا
کو شہباز پر پنجہ مارنے پر مجبور کردیا ہے؟ ہمارے دُور اندیش اور مصلحت کوش
ساتھیو! تمھارے لیے اس میں سبق آموزی کا کوئی پہلو ہے؟ گرے نہیں
یا دھکا نہیں کھایا؟

اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین۔

Marfat.com

یعقوب بن لیث ـــــ ایک ٹھٹھیرا عزت و عظمت کا تذکرہ کرتا ہے لوگ
اس کی حالت دیکھ کر مذاق اڑاتے ہیں وہ کہتا ہے "میرے پاس مال نہیں ہے،
دولت نہیں ہے، ـــــــ اعوان و انصار نہیں ہیں۔ ملک گیری اور
ملک رانی میں سابقہ معرفت حاصل نہیں، مگر کیا میرے پاس وہ دل بھی نہیں ہے
جس نے ایک خراسانی کا فر کو (ابومسلم) بنا دیا تھا" یہ عزم راسخ، یہ ہمت بلند،
یہ جلالت آفرین حوصلے، ایک ایسے شخص کے ہیں جس کے حصے میں دنیا اور اس
کی نعمتوں سے کوئی نمائش و نمود کی بات نہیں ہے۔ بالآخر ایک مجہول و
بے حیثیت ٹھٹھیرا ایران کا بادشاہ بن گیا۔ تاریخ ایران یعقوب بن لیث کی داستان
عظمت و جلال آج تک سنا رہی ہے۔ (ابوالکلام آزاد)

ڈاکٹر محمد عمر

۱۰ اگست ۷۳ء، ۱۰ بجے صبح مجھے بذریعہ ٹیلی فون چنی گوٹھ سے
تھانیدار حاجی سلطان نے اطلاع دی کہ ۵ فٹ پانی احمد پور
آنے والی سڑک عبور کر کے لیاقت پور کی طرف آرہا ہے۔ ۱۱ بجے اسی تاریخ کو
ایس ڈی او انہار مسٹر مظفر حسین بمعیت مسٹر شبیر محمد اوور سیر ہائی وے دکان پر
میرے پاس آئے اور کہا عباسیہ کینال میں پانی کی ایک زبردست چھل آرہی
ہے جس سے عباسیہ کے چکوک کو شدید خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان

اسی وقت ٹیلیفون پر ان سے رابطہ قائم کیا اور
فوج بھیجنے کی استدعا کی۔ موصوف نے جواب دیا۔
"میرے پاس فوج کہاں ہے۔ اپنی مدد آپ کے تحت عباسیہ کینال پر جا کر اس کے
شرق میں کٹ کر دو۔" ڈاکٹر محمد عمر ایک ٹرالی کا فوری انتظام کر کے چند رضا کاروں

Marfat.com

سمیت تھری۔آر، ٹو۔آر کے ہیڈ پر پہنچ گئے۔ راستہ میں شور مچاتے گئے کہ عباس
میں چھل آگیا، چھل آگیا، چھل آگیا ہے۔" اس سے ہم لوگ خبردار ہو گئے
درویش کے پہنچنے سے پہلے ڈاکٹر صاحب عباسیہ نہر کے شرقی جانب مناسب
جگہوں پر کٹ کرا کر آگے نکل چکے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے کچھ رضا کار ہیڈ پر مو
ہیں۔ درویش نے دیکھا۔ ہیڈ پانی کی زد میں ہے۔ اگر تھوڑی دیر اور کارروائی
ہوتی تو تھری۔آر اور عباسیہ کینال کا درمیانی علاقہ جھیل بننے کی تاک میں بیٹھا
یہ ایک عارضی سنبھالا ہے جو ڈاکٹر صاحب کی فوری اور بروقت کارروائی سے
ہوا ہے۔

اللہ دتہ لودھی

۱۸ اگست ۱۹۷۳ء علی الصبح ان سے ملاقات ہو
کہا، اسسٹنٹ کمشنری کا چارج لینے آیا ہوں۔ اس کا
کے لیے بہت اچھا وقت نکالا ہے ۔ پورے ایک سال پیچھے میری نظر جا پڑی
۶ اگست ۱۹۷۲ء ٹرین کا شدید ترین حادثہ۔ اپنا بھیانک منظر جلو میں لیے
ہوئے میری آنکھوں میں گھوم آیا۔ کوئی ایک شخص لیاقت پور سے گیارہ بجے
قریب چک آیا ہے۔ اس نے ٹرین کے حادثہ کی خبر دی ہے۔ درویش سائیکل ا
کر جائے وقوعہ پر پہنچے۔ ٹرین کا ڈھانچہ دیکھا۔ ایک شامیانے کے نیچے سفید کپڑ
میں لپٹی لاشیں پڑی ہیں۔ غالباً ایک چارپائی اور دو کرسیاں ہیں۔ یہاں کچھ لکھ پڑ
ہوتی ہے۔ لوگوں کا ایک ہجوم ہے۔ کام کرنے والے دنیا و مافیہا سے الگ
کام میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی افسر نظر نہیں پڑا۔ تعجب اور بے چینی سے پوچھا۔ ہما
اے سی مسٹر فیروز ؟ وکلاء میں سے کسی ایک نے کہا یہ بیٹھے ہیں!

Marfat.com

میری نظر ان کے اُوپر سے گزر کر دُوسروں کا جائزہ لے رہی ہے ۔ لے سی صاحب
حیثیت سے میری نظر وہاں نہیں رُکی اور مجھے ان کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا ۔
ی صاحب میرے جانے پہچانے آدمی ہیں ۔ انہوں نے بتایا ۔ پرائمری سکول میں
ہارے ایک ہندو اُستاد ہیں ۔ اس نے کہا مُسلمان صبح اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں ، اس
دو فائدے ہیں ۔ ایک وقت پر اُٹھنا ، دُوسرا طہارت اور صفائی ۔ ہندو استاد کے
خیالات نے مجھے صبح اُٹھنے اور نماز پڑھنے کا عادی بنا دیا ہے ۔ آج ان کی ہئیت
رائی بتا رہی ہے کہ شب خرابی کا لباس ضرور بدلا ہے ، لیکن سوتے نہیں کہ صبح
ہاتھ دھونے کا تکلف کریں ۔ ایک عام آدمی اور ان میں کوئی فرق نظر نہیں آیا ۔
ڈپٹی کمشنر اور ڈویژنل کمشنر کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ آکر رخصت ہو گئے
ں ۔ موسم گرما ۶ اگست کا دن اور دوپہر کا وقت ، مردوں کا تعفن زخمیوں کی چیخ و پکار
یوں کا ہجوم ، گرد و غبار ، کوئی ایک چیز نہیں جو ان کو یہاں روک لے ، وہ ریسٹ ہاؤس
ہ ٹھہرے بغیر ، بے رنگ لفافہ کی طرح گھروں کو واپس ہوتے ہیں ۔

اعلیٰحضرت امیر آف بہاولپور سر صادق محمد خان عباسی

انگریز کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا ۔ اعلیٰحضرت پر کوئی فوجداری مقدمہ ، عدالتیں لینے کی مجاز نہیں ہیں ۔ کہتے ہیں ،
ڈیرہ نواب صاحب اسٹیشن سے گاڑی چلی اور ریلوے کراسنگ پر سواریوں کی
ایک لاری سے ٹکرائی ۔ اعلیٰحضرت فوراً جائے وقوعہ پر پہنچے ۔ گارڈ اور ڈرائیور آداب
بجا لائے ۔ حکم دیا ۔ گاڑی پیچھے لے جاؤ ! آگے جانے کا عذر پیش کیا ۔ فوجی آدمی
ہیں ۔ ہنٹر ہاتھ میں ہوتا ہے ۔ خُوب پٹائی کی ۔ ہاتھ باندھ کر گاڑی پیچھے لے گئے ۔

Marfat.com

اعلیحضرت زخمیوں کے ساتھ بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال آئے جب تک آخری زخمی کو پٹی نہیں ہوئی۔ آپ اور ان کی انگلش بیگم کھڑے نظر آتے ہیں۔ کیوں ؟ وہ ریاست کے والی تھے، اور آج کوئی والی نہیں رہا ہے۔

مسٹر لودھی کو بتایا عباسیہ کینال کے مشرق میں جو کٹ کیے ہیں وہ زیادہ اعتما کے قابل نہیں ہیں جغرافیائی اعتبار سے پانی شرق میں کوئی زیادہ دُور نہیں جائے گا البتہ نہر کے شرقی حصہ کے ساتھ ساتھ کچھ فاصلہ پر پانی پھیل جائے گا اور جس جگہ سے کمزور پائے گا توڑ کر قیامت ڈھائے گا۔ انہوں نے ہماری رائے سے اتفاق کیا ایک روبکار ہمارے حوالہ سے افسران انہار و مال کے نام جاری کر دی کہ عباسیہ کی صورتح پر نگاہ رکھنے کے لیے موقعہ پر پہنچ جائیں، چنانچہ درویش کے اس دن عباسیہ پر جانے سے پہلے گرداور اور پٹواریان اپنی اپنی پوزیشن سنبھال بیٹھے ہیں۔

کلر والا بنگلہ پانی رواں دواں وہاں پہنچ گیا۔ کچّے مکان گر رہے ہیں۔ لوگ اپنا سامان لے گئے ہیں۔ نہر کے کنارے بنگلہ کا فرنیچر رکھا ہے۔ چوکیدار اپنا سامان لے کر جا چکا ہے۔ ہیپلز گارڈ کا ایک آدمی وہاں کھڑا رکھوالی کر رہا ہے۔ ہیپلز گارڈ جس وقت اور جہاں عباسیہ کینال پر گیا اس کا ایک آدمی ضرور ملا۔ تنظیم ہر لحاظ سے ایک اچھی چیز ہے۔ یہ کام لینے والے کی اہلیت پر ہے کہ اس سے اچھا کام لے یا بُرا۔

عباسیہ کینال کی مرمّت شروع ہوئی۔ درویش نے دیکھا۔ آباد کار رضا کارانہ محکمہ نہر مال اور فوج کی سرکردگی میں کام کرتے ہیں۔ چنی گوٹھ اور احمد پور پختہ سڑک کے شمال میں ایک فوجی کیمپ میں ایک دوپہر کچھ وقت گزارنے کا اتفاق ہُوا

Marfat.com

ایک فوجی جوان نے بتایا ۔ ہم خیرپور ڈھاکے بند پر کام کرتے رہے ہیں ۔ سول کے دو آدمی مٹی کی جو بوری نہیں اُٹھا سکتے تھے ۔ ہمارا ایک جوان وہ اُٹھا کر پھینکتا رہا ہے ۔ انہوں نے بتایا ہم نے وہاں کئی گھنٹے مسلسل کام کیا ہے ۔ میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا وہ اپنی خوراک پر بڑے اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں ۔

تحصیلدار احمد پور شرقیہ مسٹر غلام باری کیمپ لگائے بیٹھے ہیں ۔ کام کرنے والوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیے ہوئے ہیں انہوں نے چائے پلائی اور بتایا خدا کے قہر و غضب میں انسانی تدابیر بے بس ہوتی ہیں ۔ دریا کے بند پر باد و باراں کا ایک طوفان تھا، لیکن جب ہم اوچ کے علاقہ میں آ داخل ہوتے ہیں، تو حالات مختلف پاتے ہیں ۔

ہوا کا رُخ دیکھ کر لوگ سیاسی جماعتوں کا انتخاب کرتے ہیں ۔ ہم نے اس کی آزمائش راستہ چلنے میں کی ہے ۔ ہمارے گھر چک ۴۷/۲ آر عباسیہ سے ہیڈ پنجند شمال میں شرقی جانب جھکا ہوا ہے ۔ گرمیوں میں ہمارے ہاں صبح کے وقت عموماً اسی طرف کو ہوا چلتی ہے ۔ ہم گھر سے دوپہر کا کھانا لے کر نکلے، کوئی دس بجے مسٹر باری کے کیمپ میں آ پہنچے ۔ تھوڑی دیر سستانے کے بعد آگے بڑھے ۔ عبدالرشید اپنے ایک دوست کو لے کر ہمارے ساتھ ہو گئے ۔ مسٹر عبدالرشید ہمارے ہمسایہ چک ۴۵ کے زمیندار ہیں اور سیاست کے اعداد و شمار خوب جانتے ہیں ۔ ان کی معیت میں یہ سفر اچھا رہا ہے ۔ ایک مقام پر بیٹھ کر تینوں نے مل کر کھانا کھایا، اور پھر اوچ شریف کے ہیڈ پر چائے پی کر تازہ دم ہو گئے اور شام سے پہلے عصر کے وقت ہیڈ پنجند پر جا پہنچے ۔ راستہ میں دیکھا ایک شامیانہ کے

Marfat.com

تین طرف قنات کھینچی ہوئی ہے۔ مشرق کی طرف منہ کر کے ایک فوجی افسر
کرسی پر بیٹھا ہے آگے ایک بڑا میز ہے اور اس سے آگے دو درجن پانچ بڑی
آرام کرسیاں پڑی ہیں۔ میز پر ایک ٹیلیفون رکھا ہے۔ باہر فوجی پہرہ دے رہا ہے
ایک خیمہ میں نئے خوبصورت پلنگ پر بستر لگا ہوا ہے۔ پاس میز اور کرسیاں
پڑی ہیں۔ باتھ روم، لیٹرین، ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز موجود ہے۔ وائرلیس کا
سامان ہر جگہ موجود ہے۔ ٹرک، جیپ گاڑی، ڈسپنسری، افسران کے کھانے کا
الگ انتظام۔ یہاں فوجی ہیں انہوں نے اپنا الگ شہر بسا رکھا ہے۔ بعض
فوجی جوان کہتے ہیں ہم یہاں آرام کرنے آئے ہیں۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم
سول کے آدمیوں سے کام لیں اور ان سے صحیح طور پر کام کرائیں۔ بعض جگہ
فوجی بڑی تندہی سے کام کرتے دیکھے ہیں۔ ہنگامی حالات میں ان کو ایک
سہولت یہ حاصل ہوتی ہے کہ سول افسران بڑی چستی اور پھرتی سے ان کے
ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ رات پہنجند پر گزاری۔ صبح وہاں کے عملہ سے ملاقات
کی۔ مولوی اختر علی کے صاحبزادہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر مسٹر عبدالباسق ملے۔ ان
کی گفتگو سے اطمینان کا سانس لیا کہ جو ہوا ہے۔ اللہ کی رضا و منشا سے ہوا
ہے۔

ہم واپسی میں تھوڑی دیر کے لیے اوچ شریف کے مزارات پر گئے اور
فاتحہ خوانی کی۔ اوچ سے احمد پور جانے کے لیے پانی میں کچھ راستہ طے کیا، پھر
لاری میں بیٹھ کر احمد پور رات گزاری۔ صبح لاری میں بیٹھ کر چینی گوٹھ آئے اور تانگہ
پر گھر پہنچ گئے ہیں۔

Marfat.com

اسسٹنٹ کمشنر چودھری عبدالمجید جمیل خانپور والوں نے سیلاب کے موقع پر ناکارہ کرکے ہماری طرف دھکیل دیا، لیکن ہمارا تجربہ ان کے خلاف پڑتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر رحیم یارخان کو یادداشت بھیجنے کے لیے ایک درخواست دی۔ اپنے ہیڈ کلرک چودھری نذیر احمد سے رپورٹ لے کر اسی وقت ڈپٹی کمشنر کو بھجوا دینے کا حکم دے دیا، اور عباسیہ کینال کی مرمّت کے سلسلہ میں بھی اپنے اثر و رسوخ کے ساتھ آباد کاروں سے کام لیا۔ نہر جلدی آبپاشی کے قابل ہو گئی۔

حضرت محبُوب میاں عباسی

تین لفظ کا یہ مجمُوعہ اپنے اندر ایک تاریخ رکھتا ہے۔ میاں کے معنی آقا اور سردار کے ہیں۔ محبُوب مظہرِ حسن اور دلربا کو کہتے ہیں۔ عباسی اسم کینت ہے یعنی وہ اپنی نسبت حضرت عباس سے کرتے ہیں۔ حضرت عباس ابن عبدالمطلب ہاشمی۔

جب ان کے نام کے ساتھ حضرت کا اضافہ کرتے ہیں تو ان کی پُوری تصویر ذہن میں اُتر آتی ہے۔ جو قدیم ہے وہ ان کو ورثہ میں ملا ہے۔ جدید کے لیے خود راہیں پیدا کی ہیں۔ مخدوم زادہ سیّد حسن محمود کا دورِ اقتدار عباسیوں کے لیے پُر آشوب رہا ہے۔ محبوب میاں کے والد ماجد اپنے مکان پر پریس کانفرنس بلاتے ہیں۔ انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات سے تواضع ہوتی ہے۔ صادق آباد عباسی خاندان کے معزز افراد اپنی بپتا سناتے اور اسے مخدوم زادہ کی معاندانہ انتقامی کارروائی قرار دیتے ہیں۔ صاحبزادہ محبوب، مخدوم زادہ انتظامیہ کے کل پرزہ بن کر ٹھاٹھ سے

Marfat.com

یہ کہتے ہوئے نظریں پھیر لیں۔ طلب رپورٹ میں ڈپٹی کمشنر کا ڈر ان کے گوشہ فکر میں کہیں نہیں ہے۔

غور طلب امر

درخواست مجوزہ سرکاری کاغذ پر لکھ کر اشٹام کی تکمیل کرالی ہے تو پھر پہلی درخواست کے ساتھ ٹانک کر رپورٹ کر دینے میں کیا امر مانع ہے؟ ڈپٹی کمشنر محبوب میاں کو ایک درخواست بطور احتجاج بھجوائی جسے انہوں نے شامل مسل کرا دیا اور اس سے زیادہ کوئی نوٹس نہیں لیا۔

حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

۱۳ اگست ۱۹۷۳ء چودھری رحمت علی رپورٹ۔ مولوی محمد علی درویش کو لاٹ نمبر ۷۰-۴-۲۵ ایکڑ واقعہ چک ۴۷/۳-آر عباسیہ بصیغہ آبادکاری مہاجرین ۶ اپریل ۱۹۵۵ء تقسیم ہے۔ تاریخ الاٹمنٹ (B.A.N) کی زد میں آجانے کی وجہ سے رقبہ زیر بحث مطابق شرائط جدیدہ ۱۹۵۸ء - ۱۲½ ایکڑ مطابق حق شرح ۲۵۰ اور ۱۳ ایکڑ زائد الحق متصور ہو کر بشرح قیمت بازاری معہ ۱۰ فیصد سرچارج قائم ہوئی ہے، چنانچہ اب جبکہ مطابق تعین اقساط از خریف ۱۹۷۲ء ہو چکا ہے سائل کی درخواست رقبہ زائد الحق کی تشخیص قیمت زیادہ ہے۔ بعد از وقت ہے۔

آبادکار ۴-۲۵ ایکڑ سے ۱۲½ ایکڑ کی اقساط داخل کرانا چاہتا ہے اور ۱۳ ایکڑ زائد از حق کو علیحدہ یونٹ کی حیثیت دے کر تعین اقساط کا التوا چاہتا ہے جبکہ ابتداءً الاٹمنٹ میں الاٹ ۷۰-۴-۲۵ ایکڑ کو ایک یونٹ قرار دیا ہے۔ واقعات عرض کر دیئے ہیں حکم صادر فرمایا جائے۔

Marfat.com

محرّر: اگر سائل کو حکم صاحب کلکٹر سے کوئی ناراضگی ہے تو اس کو حسب ضابطہ اپیل کرنی چاہیئے تھی۔ درخواست ہذا قابلِ داخل دفتر ہے۔ سائل کو مطلع کرنے کا حکم فرمایا جائے۔ تحریر ۱۳؍۳

ریاست بہاولپور وہ خطّہ زمین ہے جہاں خاندان عباسی کی صدیوں حکمرانی رہی ہے۔ مغلیہ سلطنت کے بعد پنجاب میں سکھوں کی حکومت قائم ہوئی تو ریاست ان کی یلغار سے محفوظ رہی۔ برطانوی ارباب اختیار نے ریاست کے ترقیاتی منصوبوں کے سوا اندرونی نظام میں خودمختار رہنے دیا۔ اور بالآخر پاکستان کے دہن خشک کا تر نوالہ بن کر رہ گئی۔

ریاست میں عوامی دَورِ حکومت ہے۔ امیر وزیر عوام کی خوشحالی میں کوشاں ہیں، لیکن پاکستان کے اربابِ اختیار کو براہِ راست اقتدار حاصل نہیں ہے۔ انہوں نے ۲ نومبر ۱۹۵۴ء اس کی وزارت ختم کر دی ہے۔

۲۷ نومبر ۱۹۵۴ء کوئی پچیس روز کے بعد ون یونٹ انتظامیہ کونسل کی تحریک پر بہاولپور کے فنانشل کمشنر نے ریاست کے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت جاری کی کہ نئی پالیسی کے وضع ہونے تک زمین کی تقسیم روک دی جائے۔ بایں ہمہ ریاست کے تینوں ضلعوں میں اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور تینوں ڈپٹی کمشنر نے حکومت پاکستان کے علی الرغم بقایاجات مقامی لوگوں میں تقسیم کر ڈالے۔

چھوٹے ٹکڑے ان کی حیثیت کا اندازہ اس سے کیجیئے کہ اس تقسیم میں درویش کو جو رقبہ ۴ کنال ۲۵ ایکڑ ملا ہے وہ چک میں دو دار کورس پر پانچ جگہ واقع ہے۔ ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء فیلڈ مارشل محمد ایوب خان

Marfat.com

کی قیادت میں فوجی انقلاب آیا ہے۔ وہ سیاست کاروں کی بساط فکر اُلٹ کر رکھ دیتا ہے۔

۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء آغا محمد یحییٰ خان دُوسرے انقلاب کی قیادت سنبھالتے ہیں۔ اور مسٹر عتیق الرحمٰن مارشل لاء اتھارٹی گورنر پنجاب کے عہدہ کا چارج لیتے ہیں تو ریونیو بورڈ پنجاب ۲۸/۵/۶۹ ان سے ایک غلط اور غیر منصفانہ فیصلہ کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس اثناء میں کسی منزل پر الاٹیز کو ایک فریق کی حیثیت سے طلب نہیں کیا۔ طویل عرصہ کی یہ خاموشی مجرمانہ ذہنیت کے غماز میں غیر بخیل ہے۔ فیصلہ کا بودا پن اس کی عملی صورت سے ظاہر ہے "رقم کی زیادتی مان لو، ورنہ ہم زمین چھین لیں گے" گورنر کے الفاظ میں ڈپٹی کمشنر کہتے ہیں:

If any grantee did not accept the offer of Government the land should be resumed.

خان عبدالحمید نیازی

پہلا نوٹس فیصلہ ۱۹۶۹ء کے تحت ان کی طرف سے ملا۔ درویش نے کہا: مجھے مقدمہ کے تکلفات میں نہ ڈالیں۔ یار لوگوں نے اس حکم کو عدالت میں چیلنج کر دیا ہے۔ اس کے فیصلہ تک درویش کو چھٹی دے دیں۔ ڈپٹی کمشنر: میں ایسا کر سکتا ہوں؟ درویش: میں وکیل نہیں، البتہ اتنا جانتا ہوں کہ اگر آپ میرے کیس کو زیر غور رکھ لیتے ہیں تو کوئی دُوسرا میرے پیچھے لٹھ لے کر نہیں بھاگے گا۔ ڈپٹی کمشنر کی نگاہِ کرم نے ہمیں ایسا تحفظ بخشا کہ عہدِ محبوبی تک کسی کو ہمارا سُراغ نہ ملا۔

چودھری عبدالوحید ڈپٹی کمشنر اینڈ کلکٹر رحیم یار خان ۲۸/۲/۶۹

Marfat.com

I have examined the case minutely in the light of the material on record and the arguments of Moulvi Mohammad Ali Darvesh.

فاضل کلکٹر نے دقتِ نظر سے مسل کے مطالعہ کا دعویٰ کیا ہے۔ میں حیران ہوں ان کے فکرِ رسا نے بنیادی ارکان سے بھی صرفِ نظر کیا ہے۔ کلکٹر کے فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ ان امور کا تجزیہ کرے جن سے وصولی کے امکانات پیدا ہوں۔ یہ خیال ہم زمین ضبط کر لیں گے حسنِ کارکردگی کی دلیل نہیں ہے نہ اپنے اختیارات کی صحیح تشخیص۔

فیصلہ وحید میں ہے کہ قبولیت نامہ ۷۳/۷/۱۷ داخل ہوا ہے۔ قسط کے اجراء کا تعین ۔ ۷۳-۷-۱۷ ادخال قبولیت نامہ کے بعد خریف ۱۹۷۳ء سے ہونا ہے۔ اہلمد نے اس کا تعین خریف ۱۹۷۲ء سے کر دیا ہے۔ آبادکاری شرائط ۱۹۴۹ء درویش سے صرف ۷۵ روپے ششماہی قسط کا مطالبہ رکھتی ہے۔ نئی شرائط ۷۳، ۴۸۰۱ کا تقاضہ کرتی ہے۔ تین اقساط کا اجتماع -/۳۱۲۰ روپے سابقہ کل قیمت رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔ کلکٹر کے سوا کوئی دوسرا صحیح فہم آدمی اس فرق کو نظر انداز کر سکتا ہے؟ اہلمد کے ذہن میں یہ احساس موجود ہے کہ آبادکار پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے وہ اس کی تلافی اس طرح کرتا ہے۔

آفس رپورٹ ۷۳/۷/۲۰	قبولیت نامہ ۱۷ جولائی ۱۹۷۳ء کے تحت حساب کی تفصیل دے کر لکھا ہے

حساب بالا درست ہے اس چک کی بازاری شرح -/۲۵۰۰ روپے فی

ایکڑ فیلڈ سے تصدیق ہو کر آئی ہے۔ ایسے کیسز (رقبہ ۱۲/۱ ایکڑ بشرح ۲۵۰ روپے فی ایکڑ قسط ۱۵/- (صرف) میں خریف ۱۹۷۲ قسط اوّل قائم کی گئی ہے لہٰذا اس کیس (۲۵/۴ ایکڑ قسط ۱۰۴۸/-) میں بھی خریف ۱۹۷۲ قسط اوّل قائم کی جا کر اجازت وصُول اقساط دی جائے۔ چونکہ قائمی تاخیر سے ہُوئی ہے۔ لہٰذا خریف ۱۹۷۲ اور ربیع ۱۹۷۳ پر کسی قسم کا تاوان عائد نہ ہونا چاہیئے" چودھری عبدالوحید بڑے غور و فکر سے کیس کی جانچ پڑتال کے دعویدار ہیں، لیکن انہوں نے دلیل و برہان سے پہلو بچاتے ہُوئے محبوب میاں اپنے پیشرو کو دریائے بے کراں سمجھ کر اپنے فکر کی لہر کو اس میں گم کر دیا ہے !

محبوب میاں کا طرزِ عمل اپنے فکر کی عفانت شعاریوں سے آگے نہیں بڑھا۔ میرے راستہ کے کانٹوں کو چُنا ہے نہ وصُول کی راہ ہموار کی ہے۔ ہمارے نزدیک کسی لحاظ سے ان کی تقلید قابلِ قدر نہیں ہے۔ مسل کا سارا پلندا اس احتجاج کا آئینہ دار ہے کہ اس میں غیر دیانتدارانہ جذبات کارفرما ہیں۔ ڈی سی محبوب ہو یا وحید اپنے دامن کے داغ پر دھیان نہیں دیتے۔ چودھری صاحب موصوف کے فکر و شعور سے یہ بات باہر رہی ہے کہ جن گرہوں کو ان کا ناخنِ تدبیر کھول نہ سکا میں بھی ان کو ویسے کا ویسا ہی چھوڑ رہا ہُوں۔

"فیصلہ وحید" یہ بجا ہو گا اگر ہم یہ اعتراف نہ کریں کہ چودھری صاحب نے اپنے فیصلہ میں ضروری کوائف مہیا کیے ہیں اور درویش کے مُوقف کو بھی پوری وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ دراصل محبُوب میاں کے زمانہ کی دفتری رپوٹا پورٹی کا ایک انگریزی ترجمہ ہے۔ محبُوب میاں نے جس کام کو ادھورا چھوڑا، وہ ان کے

Marfat.com

ہاتھوں اختتام پذیر ہوا ہے۔ ۱۳؍اگست ۱۹۷۴ء چودھری رحمت علی رپورٹ کو ذہن میں رکھ کر کلکٹر کے زور کلام پر بھی ایک نگاہ ڈال لے گا۔ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

Apparently the lot given under a scheme indivisible and the formula for the fixa tion of price does not envisage the division of the lot.

قائد اعظم مسٹر جناح نے برصغیر میں رہتے ہوئے پانی کا مسئلہ خدا کے سپرد کر کے متحدہ ہندوستان کو تقسیم کرا ڈالا ہے۔ مسٹر ڈی سی کس دنیا میں رہتے ہوئے indivisible کی راگنی الاپ رہے ہیں۔

درویش نے کلکٹر نامہ میں لکھا ہے۔ میں یہ بات بر سبیل تذکرہ کہہ گیا۔ مجھے یہ کہنا ہے کہ فیصلہ کا یہ پیراگراف کلکٹر صاحب کا بنیادی نقطہ ہے۔ ڈویژنل کمشنر نے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے صحیح یا غلط کا فتویٰ دینا ہے۔ وکیل اپنے موقف پر دلائل دیتا ہے۔ سائل صرف یہ استدعا رکھتا ہے کہ دیکھئے! میرے معاملہ میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو چکے ہیں۔

چودھری عبدالوحید صاحب

On 5-I-1976 the case was re-opened on an application given by Mr.Muhammad Ali Dervesh at the same time he was issued a notice v/s zq of the colonisaion of Government land act on 20-I-1976 - vide his order dated I9-2-1974 -20-9-I974 - and 2I-9-I975.

Marfat.com

My learned predecessor Mian Muhammad Mahboob Abbasi filed these appi...... with the direction that he may be issued a noti-ce v/s zq of the......land act.His main contention was that his earlier application had been filec ithouaffording him a chance of personal hearing.Moulvi Muhammad Ali Der-vesh was at length on 21-2-1976 and the case was adjoverned to 28-2-1976 for decision.

۳/۸/۷۶ ارحمت علی رپورٹ | "سائل کی درخواست رقبہ زائد الحق کی تشخیص قیمت زیادہ ہے۔ بعد از وقت ہے"

مکرّر : اگر سائل کو حکم کلکٹر سے کوئی ناراضگی ہے تو اس کو حسب ضابطہ اپیل کرنی چاہیئے تھی"

کلکٹر بہادر ۲۸-۲-۷۶

The market price at the rate 250 per acre was assessed by learned predecessor the same was not challenged by the Abadkar in regular appeal or review.

فیصلہ وحید : کلکٹر کا یہ فیصلہ عدالت کے فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے، آیئے ! ہم اس کو کلکٹر کے اپنے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ مارچ ۱۹۷۶ء کی کوئی تاریخ ہے، چودھری عبدالوحید ڈپٹی کمشنر نے لیاقت پور ریسٹ ہاؤس میں درویش کو شرفِ ملاقات بخشا۔ عرض کیا ۲۸ فروری ۱۹۷۶ء فیصلہ کی تاریخ اپیج دی

Marfat.com

سی نے دی تھی اس خیال سے کہ گورنر پنجاب ان دنوں رحیم یار خان کے دورہ پر ہیں۔ موصوف کو فیصلہ لکھنے کی فرصت کب ہوگی۔ حاضر نہ ہوا۔ فرمایا! ہاں ایسے ہی ہوا ہے۔ اب لکھوں گا۔ درویش عرض گذار ہوا "آپ ہمارے اور حکومت کے کسٹوڈین ہیں۔ ہمارے حقوق کا خیال رکھنا" صاحب کلکٹر نے کہا: زمین کے بارے میں کلکٹر صرف گورنمنٹ کا کسٹوڈین ہوتا ہے۔

ہائی کورٹ کے ججز صاحبان! ایک سے زیادہ دفعہ کہہ چکے ہیں کہ انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات یکجا کرنے کے نتائج کوئی خوشگوار نہیں رہے۔

اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور فیض رسول خان اس موقعہ پر موجود ہیں۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کے اس خیال کی تائید نہیں کی کہ رقبہ برابر دو حصّوں میں تقسیم نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے درویش کے مؤقف کی سپورٹ میں کہا اس کام کو آپ ہم پر چھوڑ دیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب رقبہ قیمت کے اعتبار سے دو حصّوں میں تقسیم ہوگیا ہے تو دونوں حصّوں کی خریداری کو لازم و ملزوم قرار دینا قرین قیاس نہیں ہے۔ خان صاحب موصوف ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کی تائید نے ہمارے حوصلہ کو تقویّت دی اور ہم کیس کو اپیل میں لے گئے۔

Marfat.com

ڈویژنل کمشنر بہاولپور

کیپٹن آغا رضا علی تراب

جنابِ آغائے محترم !

آپ اس بات کا احساس رکھتے ہوں گے کہ انتظامیہ میں آپ کی ذمہ داریاں کس قدر ہیں اور ہیڈ کوارٹر سے باہر کتنا عرصہ رہنا پڑتا ہے۔ اپیل میں جو کیس آتے ہیں ضابطہ کی پیچیدگی اس کی علت اور وجہ ہوتی ہے یا ماتحت افسران کی سہل پسندی پبلک کے لیے مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ یہ کیس اس باب میں ایک شہادت ہے کہ ۲ اگست ۱۹۷۳ء ڈپٹی کمشنر محبوب کی طلب رپورٹ پر چودھری رحمت علی ایچ۔ سی۔سی نے جو بہانہ تراشی کی ہے اور خبر و اطلاع دینے میں ۲۰۵ دن کا التوا اور تاخیر ہوئی ہے وہ اس میں بنیاد و اساس ہے۔ آنریبل محبوب میاں کو ایک یادداشت بطور احتجاج بھجوائی جسے انہوں نے شاملِ مسل کرا دیا ہے، اور اس سے زیادہ کوئی نوٹس نہیں لیا۔

جنابِ محترم ! مسل اور فیصلہ پر فرصت میں اگر ایک نگاہ ڈالیں گے تو یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ اہل کار افسران کے مزاج پر کس طرح حاوی ہوتے ہیں اور یہی بات ہر بدعنوانی کا سرچشمہ ہے۔ حکومت نے محکمہ انسداد رشوت ستانی قائم کر کے اس کے وجود پر دلالت تو قائم کر دی ہے، لیکن نظر و فکر میں وسعت کا

Marfat.com

کوئی سامان پیدا نہیں کیا۔ رشوت لوگ کیوں دیتے ہیں؟ وہ سمجھتے ہیں کہ اپیل اتھارٹی کے پاس وقت بہت تھوڑا ہے مقاصد کی تکمیل کے لیے مدت مدید چاہیئے۔ صاحب کے کلرک کو راضی کر لو! وہ کیا لے گا۔ اپیل کی صورت میں ایک ہزار روپے کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب کلرک کو ایک سو روپے دے کر راضی کر لیا جاتا ہے۔ پھر وہ رپورٹ میں لکھتا ہے۔ بذریعہ درخواست ہذا سائل استدعا کرتا ہے کہ میں نے اپنے رقبہ لاٹ ۷، واقع چک ۳/۳۰ آر عباسیہ کے بارے میں جو BAN کی زد میں آ گیا تھا۔ جدید شرائط کے مطابق قبولیت نامہ داخل کر دیا ہے۔ میرے رقبہ ۴-۲۵ سے شرائط ۱۹۵۸ء، ۱/۲ ۱۲ ایکڑ دیا جانا منظور ہو چکا ہے۔ میں اس کی قسط ادا کرنے کو تیار ہوں اور بقایا ۱۳ ایکڑ کے متعلق کہا ہے۔ واقعات کے مطابق قیمت کے بارے فیلڈ سے دوبارہ استصواب کیا گئے۔ ابتدا تقسیم میں لاٹ نمبر ۷ ایک یونٹ ہے۔ اب قیمت کے اعتبار سے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اگر سائل کی استدعا کے مطابق اس طرح سیاہہ پر عملدرآمد کر دیا جائے تو کوئی امر مانع نہیں ہے۔ بازاری ریٹ کی تشخیص میں سائل نے کوئی معقول وجہ بیان نہ کی اور فیلڈ کی رپورٹ ان کے حق میں نہ ہوئی تو قسط کی قائمی ۱۳ ایکڑ اپنے پاس رکھنے کی صورت میں خریف ۱۹۷۲ء ہی رہے گی۔ مناسب حکم کے لیے رپورٹ عرض ہے۔ (۱۳ اگست ۱۹۷۲ء)

چاچا: "کوئی امر مانع نہیں ہے" اور مناسب حکم کے لیے رپورٹ عرض ہے" کافی تھا۔ درمیانی تین سطریں زائد کیوں لکھی ہیں؟ ہمیں اپنی ملازمت کا بھی خیال ہے۔ جیب پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اس طرح صاحب سمجھے گا کہ کوئی پیسے

Marfat.com

لے کر نہیں لکھا "

آغائے محترم ! کوئی دلیل رکھتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر کے لیے اس میں کوئی وجہ انکار تھی ؟ اور اب صورتِ حال اس سے کتنی مختلف ہے ؟

[illegible] یکم دسمبر ۱۹۷۶ء

آغا رضا علی تراب

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل

ان کا ذکر اس اندھیر میں روشنی کی ایک کرن ہے ۔ عمل دوسروں کے لیے ایک مثال ۔ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء رمضان کی کوئی تاریخ ہے ہم اپیل کے سلسلے میں ان کے پیش ہوتے ۔ مسل بردار نے بتایا ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان تاریخ تقسیم ۱۹۵۵ء رقبہ BAN فیصلہ ۱۹۶۹ء کے تحت ان کے رقبہ ۴-۲۵ ایکڑ سے ۱۲ ۱/۲ ایکڑ کی قیمت شرائط ۱۹۴۹ء بدل کر ۱۹۵۸ء کر دی ہے جو ۲۵۰ روپے فی ایکڑ ہے اور بقایا رقبہ ۱۳ ایکڑ زائد الحق کی قیمت بازاری ریٹ کے مطابق ۲۵۰۰/- روپے کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ بمعہ دس فی صد سرچارج ۔

اپیلانٹ اس کے بارے کہتا ہے کہ یہ قیمت بہت زیادہ ہے ۔ درویش نے چک کا نقشہ دکھایا اور کہا میرا رقبہ چک کے دو واٹر کورس پر پانچ جگہ واقع ہے ۔ قیمت رقبہ کی تشخیص اس کے وسائل آبپاشی اور محلِ وقوع کو دیکھ کر کی جاتی ہے ۔ واقعات کے مطابق فیلڈ سے اس کی دوبارہ تشخیص کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا ہے ۔

Marfat.com

ایچ وی سی نے کہا تشخیص میں چک وار ایک اصول بنایا گیا ہے جس کے تحت زمین کی قیمت تشخیص ہوئی ہے۔ اس میں لاٹ یا ایکڑ کو الگ الگ مشخص نہیں کیا جاتا۔

کمشنر! فورٹ عباس میں سرحد پر سات ہزار فی ایکڑ لوگ دینے کے لیے تیار ہیں، جہاں پانی پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

جنابِ والا! زیر بحث کسی مخصوص کیس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس چیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس کی وہ استطاعت بھی رکھتا ہے۔ رقبہ اپنی پیداوار کے اعتبار سے اس قیمت کا متحمل نہیں ہے۔ میرے سامنے مسئلہ زمین کی قیمت کا نہیں ہے۔ قوتِ خرید کا ہے۔ فرض کیجئے۔ میری بیوی کا حق المہر ۳۲ روپے ہے اب اگر اس کے ورثاء بتیس ہزار روپیہ کر کے مجھے رکھنے اور چھوڑنے کا اختیار دیں۔ تو میرے لیے سوائے چھوڑنے کے اور کیا چارہ ہے۔ میرے وکیل چودھری غلام قمر کو مخاطب کر کے کہا میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ درویش! جناب پھر مختصر کیجئے۔ میں ایک لاٹ ۱۲½ ایکڑ رقبہ بشرح ۲۵۰ روپے رکھ کر باقی رقبہ ۱۳ ایکڑ چھوڑنا چاہتا ہوں۔

کمشنر صاحب نے ایچ وی سی کو کہا ان کا بیان لکھیں! پھر درویش سے پوچھا کیا آپ کچھ اردو عبارت لکھ سکتے ہیں، جو نمبر خسرہ آپ اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں وہ اور جو چھوڑنا چاہتے ہیں لکھ دیں۔

جناب میری ابتدائی درخواست ۲/۳ اور باقی سب درخواستیں اسی مضمون پر مشتمل ہیں۔ بستہ بردار نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ صاحب

Marfat.com

نے حکم دیا کہ آپ خود لکھ لیں چنانچہ دو سطریں لکھ پائیں تو صاحب نے میرے وکیل کو کہا ان کو سمجھائیں کہ اس میں آپ کا نقصان ہے اور ایچ ۔ وی ۔ سی کو کہا ان کو تاریخ دے دیں ۔ یہ سوچ کر دوسری پیشی پر بنا دیں ۔ دوبارہ اندر قدم رکھا ۔ کمشنر صاحب نے علیک سلیک کے بعد اپنے سامنے کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا ۔ ایچ ۔ وی ۔ سی نے بات کو آگے بڑھایا ۔ کمشنر صاحب نے پوچھا : ریونیو افسر سے رپورٹ لی ہے ۔ کہا ، نہیں ! ان سے ان امور میں استفسار کرو ، اور مسل ان کو بھیج دیں ۔ درویش کو مخاطب کر کے کہا ، آپ ان کو مل لیں اور اپنا نقطۂ نظر سمجھائیں اور اس سلسلہ کے جو ضروری کاغذات آپ کے پاس ہیں وہ بھی دکھائیں ۔

درویش ۔ جناب والا ! وہ مجھے سننے سے رہے ! کہیں گے ۔ " صاحب نے مجھ سے رپورٹ مانگی ہے ۔ میں لکھ کر بھیج دوں گا "۔ ایچ ۔ وی ۔ سی کو کہا ان کو لکھ دو کہ سائل کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ آپ کو مل کر اپنا نقطۂ نگاہ سمجھائیں اور ضروری کاغذات دکھائیں ۔ میرے دفتر میں شیخ عطاء اللہ قریشی ریونیو افسر ہیں ۔ ان کو مل لیں ۔ دو تین دن کے بعد مل لینا ۔ د آج ہی لاہور گئے ہیں پھر کہا ؛ آٹھ دس دن کے اندر ان کو مل لینا ۔ ان کی رپورٹ پر اگر آپ کو کوئی اعتراض ہوا تو اجلاس میں دیکھ لیں گے ۔ آبادکار کی آخری امید گاہ کے احساس میں یہ سب کچھ کیے جا رہے ہیں !

درویش کی جرأت ملاحظہ فرمائیں کہ گزشتہ پیشی کے واقعات سے گھبرائے نہیں اور اپنا تعارف تک نہیں کرایا ۔ کمشنر صاحب کا دل انسانی ہمدردی میں

Marfat.com

س طرح پسیج کر رہ گیا ہے۔ کسی تحریک کے بغیر اپنی سوچ کا رُخ بدل لیا ہے ۔
نسانیت کے اس مرتبہ پر کتنے با اختیار افسر فائز ہیں۔

ہوم سیکرٹری : ۱۶؍۹ کے بعد وہ کسی تاریخ میں کمشنر کا چارج دے
ر اپنے نئے عہدہ ہوم سیکرٹری کا چارج لے چکے ہیں ۔

ہفت روزہ "اسلامی جمہوریہ" کا ایک پرچہ جلد ۸ شمارہ ۱۶، تاریخ تلاش مزید کے باوجود نہیں مل سکی۔ مقامِ اشاعت ساہیوال، پرنٹ لائن سے ملا ہے۔ ۳۰ ستمبر ے بعد کی کوئی تاریخ ہے۔ ایڈیٹر جناب مجیب الرحمٰن شامی ہیں۔ دل گردہ کے لحاظ سے بڑے جری جوان ہیں۔ بطلِ صحافت کہنا بھی صحیح ہے۔ نظر میں وُسعت، فکر میں عمق، قلم میں جُرأت قدرت کی طرف سے وافر ملی ہے،

اخبار کے صفحہ ۲۷ پر، سرمایہ افسر ہیں گڑبڑ !

اس عنوان کے تحت ان کے بارے اپنے مخصُوص اندازِ فکر کے مُطابق جو لکھا ہے صحّت کی ذمّہ داری قبول کرنے کے بجائے "واقفِ حال" پر ڈال کر پیچھا چُھڑا گئے ہیں، حالانکہ اس بحرانی دَور میں دیانت و امانت کا تقاضہ یہ ہے کہ مارشل لاء انتھارٹی کے سامنے جو کہا جائے اس کی صحت کا یقین روزِ روشن کی طرح ہونا چاہیئے اور اپنی شہادت کے بغیر کوئی حرف زبان پر لانا مارشل لاء انتھارٹی کی ذمّہ داریوں کو بھی نظر انداز کرنا ہے۔ کمشنر کے عُہدہ تک پہنچنا کوئی اتفاقیہ حادثہ نہیں ہے۔ ان کا بھی کوئی ماضی ہوتا ہے۔

Marfat.com

شیخ عطاء اللہ قریشی

کمرہ کے اندر قدم رکھا۔ اُٹھ کر بڑے تپاک سے ملے اور کہا کوئی بیس سال کے بعد ملاقات کر رہے ہیں۔ حاضری کا مقصد بیان کیا۔ دو لفظوں میں تسلّی کرا دی تشخیص قیمت کے بارے میں کہا، ایک ایسے ہی کیس میں پہلے ریونیو بورڈ سے استفسار کیا گیا ہے۔ جواب پر اس کا تصفیہ ہو سکے گا۔ رقبہ جب قیمت کے اعتبار سے دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تو ایک "یونٹ لاٹ" کا تصوّر کیسے باقی رہ جاتا ہے، اور کئی روایات اور ضابطوں کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا: الاٹیز کو مقبوضہ رقبہ انتخاب کا حق پہنچتا ہے۔ اس نوجوان نے ایک ہی مسکراہٹ میں دو مستقل ڈپٹی کمشنروں کی بساطِ فکر اُلٹ کر رکھ دی ہے۔

کالے لوگ ڈپٹی کمشنر؟

برطانوی دورِ حکومت میں کالے لوگ ڈپٹی کمشنر نہیں بناتے جاتے تھے گلہ تھا کہ ایسا کیوں؟ اب معلوم ہوا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ انڈین نوجوانوں میں احساس ذمہ داری کا فقدان ہے۔

درویش کہتا ہے سچ یہ ہے کہ ہمارے صاحب بہادروں نے بھی اس باب میں کوئی مستعدی نہیں دکھائی۔ چمکیلی کاروں میں جو دیکھو ان کو آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ کاغذات میں جو دیکھا حیرت و حسرت کے سوا کچھ نہ پایا۔

Marfat.com

چوہدری ظہیر ہیڈ ماسٹر

لیاقت پور ستمبر ۱۹۸۴ء ہائی اسکول کے انچارج ہیں۔ عباسیہ کینال پر کچھ زرعی رقبہ ہے۔ ہمیں ان سے ملاقات کا شرف کچھ اس طرح ہوا ہے۔

میرے ایک عزیز محمد فاضل نویں جماعت میں پڑھتے ہیں۔ چک کے اسکول سے پرائمری پاس کر کے ہائی اسکول میں داخلہ لیا ہے۔ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت پاس کر کے نویں جماعت میں آئے ہیں۔ کسی جماعت میں فیل نہیں ہوئے۔

"تین یوم کی رخصت کے لیے درخواست بھجوائی ہے جو نامنظور ہوئی اور بوجہ غیر حاضری مدرسہ سے نام خارج کر دیا گیا ہے۔

ظہیر صاحب سے واقعہ عرض کیا: فرمایا میں محمد فاضل کو نہیں جانتا۔ کل اس کو ساتھ لے کر آئیں۔ اگلے دن حاضر ہوئے فرمایا درخواست لکھ کر لاؤ۔ اس کے بعد درخواست انچارج کلاس کی طرف بھیج کر رپورٹ مانگی ہے وہ انگریزی کے اُستاد اور نویں کلاس کے انچارج ہیں انہوں نے انگریزی میں کچھ سنا ہے اور لکھ دیا ہے کہ طالب علم کمزور ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے فرمایا۔ ان کو کہو داخلہ کے بارے اپنی رائے دیں۔ انچارج اُستاد نے کہا میری رائے کے بغیر کئی طلباء کو دوبارہ داخلہ دے دیا ہے وہ میری رائے کے محتاج نہیں ہیں۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس کارروائی کے بعد لڑکے کو دوبارہ داخل کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ درویش عرض گذار ہوا کہ اس لڑکے نے آپ کے اسکول سے آٹھویں کلاس پاس کی ہے۔ چھٹی سے نویں کلاس تک آپ کے اسکول میں پڑھتا رہا ہے۔ آپ نے ایک دفعہ بھی لڑکے کی تعلیمی رپورٹ کے بارے والدین کو آگاہ نہیں کیا اور اب یکایک اسکول سے نکال دینا اس کے مستقبل پر بُرا اثر ڈالے گا۔

ہیڈ ماسٹر نے اس تقریر کا دو ٹوک جواب دیا۔ "آپ ڈائریکٹر کو میری شکایت کر دیں"۔

Marfat.com

۱۔ درویش کہتا ہے ایک لڑکا شرارتی ہوتا ہے وہ کئی دفعہ ہیڈ ماسٹر کے پیش ہوا ہے

۲۔ ایک لڑکا غیر حاضری یا تاخیر سے آنے کا عادی ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اس کو جانتے اور پہچانتے ہیں اگر کسی وجہ سے مدرسہ سے خارج کر دیا گیا ہے اور ہیڈ ماسٹر اسے دوبارہ لینے کے لیے انکار کر رہا ہے تو کسی حد تک انکار کی وجہ سمجھ میں آتی ہے اگر لڑکے کی فرد جرم پر کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ تو یقیناً لڑکا ہیڈ ماسٹر کی ہمدردی کا مستحق ہے

"آپ ڈائریکٹر کو میری شکایت کر دیں"

ہیڈ ماسٹر کے تحت شعور کیا ہے ؟ کہ وہ درویش کو ڈائریکٹر سے شکایت کی بات کر رہے ہیں۔ دن ایک جیسے سدا نہیں رہتے !

بہاول پور ۱۹۵۰ء ڈائریکٹر عبدالمجید کے زمانہ کی بات ہے۔ شیخ الجامعہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے تین لڑکوں کو ایک استاد سے ہاتھا پائی پر "جامعہ عباسیہ" (جس کا اب نام جامعہ اسلامیہ بہاولپور ہے) سے نکال دیا ہے اور امتحان میں داخلہ بھی ممنوع قرار دے دیا ہے۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ غلام محمد بن غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ مرحوم

۲۔ حافظ محمد نعمان خلف الرشید مولانا محمد صادق صاحب شیخ الفقہ جامعہ عباسیہ جو بعد میں ناظم امور مذہبیہ بہاولپور مقرر ہوئے ہیں۔

۳۔ مولانا محمد احمد مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے بھانجہ مولانا لدھیانوی تقسیم ملک کے بعد پاکستان نہیں آئے۔ وہ نظریہ پاکستان کے خلاف تھے۔ لدھیانہ سے دہلی چلے گئے، اور وہیں فوت ہوئے ہیں۔

درویش ان دنوں بہاولپور سے ایک ہفتہ وار اخبار نکالتا ہے۔ درویش جامعہ عباسیہ میں پڑھتا رہا ہے یہ اساتذہ کرام کے لڑکے ہیں اور ہم عمر دوست ! ڈائریکٹر اور وزیر

Marfat.com

تعلیم تک ارباب تعلیم سے درویش کے نیازمندانہ تعلقات ہیں۔ ہماری کوشش سے ان کے جرم کی معافی ہوجاتی ہے اور ان کو عین وقت پر امتحان میں شامل ہونے کی اجازت مل گئی ہے۔ ایک گھنٹہ تاخیر سے پہنچے ہیں۔ شامل امتحان کر لیا ہے اور ان کے لیے وقت بڑھا دیا ہے۔

وہاں طاقت نے جرم کو قابلِ معافی اور یہاں کمزوری نے بے گناہی کو گناہ بنادیا ہے۔ اس وقت درویش ایک ایڈیٹر اخبار تھا اور اب ایک دیہات میں رہنے والا آباد کار! شرافت کی قدریں نہیں بدلتیں۔ ہمارا اندازِ فکر بدل گیا ہے۔ بہاولپور انتظامیہ میں جو شرم حضور تھا وہ اب باقی نہیں رہا۔ اسی کتاب کے باب مسرات تمدنی کو کھول کر پڑھیئے! آپ کو اس کردار کا کوئی آدمی نظر نہیں آئے گا۔

"آپ ڈائریکٹر سے میری شکایت کر دیں"

سوچتا ہوں اس سے ڈائریکٹر کی حیثیت مجروح نہیں ہوتی۔ اس کی انتظامیہ بصیرت کو چیلنج نہیں ہے؟ اس سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ وہ اگر لکھ بھی دیں گے تو یہ ذات شریف داخل نہیں کرے گا۔ ڈائرکٹر کی طاقت اور اپنی طاقت کا موازنہ کر کے ہی یہ بات کہی جا سکتی ہے۔

ایک تعلیمی ادارہ کے سربراہ کی یہ سوچ منفی ہے مثبت نہیں۔ پچھلے دنوں اسی اسکول کے لڑکوں نے تھانہ پر پتھراؤ کیا ہے۔ تعلیمی ادارہ کا ایک کیس ہے۔ جناب لے سی صاحب نے خود تھانہ جا کر پرچہ درج رجسٹر کرایا ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے اس کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اگر نہیں تو کیوں؟

کیا ہیڈ ماسٹر کی منشا کے بغیر ہی لڑکے ہنگامہ آرائی کے لیے اسکول سے باہر آگئے ہیں۔ لڑکوں کی یہ دیدہ دلیری لیاقت پور کی تاریخ کا بدترین واقعہ ہے۔ انتظامیہ کا اس بارے تسامح اپنی کمزوری کا مظاہرہ ہے۔

اگر تھانہ میں کوئی بدعنوانی ہوتی ہے تو پولیس کے اعلیٰ افسر تھانہ کے پورے عملہ کو

Marfat.com

معطل کر کے تحقیقات کرتے ہیں۔

محکمہ تعلیم کے ارباب اختیار اس کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں پھر اسکولوں میں تعلیم کی بجائے ہلڑبازی کا گلہ کیوں؟

۱۹۸۶ء رمضان کا مہینہ ہے عید کا قرب! محمد نصیر جمالی اے سی سے ملا۔ فرمایا ڈپٹی کمشنر صاحب آئے تھے فریقین کا سمجھوتہ کرا گئے ہیں۔ عید کے بعد اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے لیکن میں کتاب کی اشاعت میں زیادہ وقت لاہور ٹھہرا ہوں۔ دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکی۔

لیاقت پور کے ایک تعلیمی ادارہ نے تاریخ پر اپنے بد نقوش چھوڑے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ وزیر تعلیم پنجاب اس واقعہ کا نوٹس لیں تاکہ لیاقت پور کی انتظامیہ کو کسی ایسی جارحانہ کارروائی کا دوبارہ نشانہ نہ بنایا جا سکے۔ وما علینا الا البلاغ ۸۶-۱۲-۱۰

مسٹر امداد علی گھلو

روئے چنیں وچنیں رُخے شایان نہفتن نیست
بگزار کہ این پردہ از روئے تو بردارم

لیاقت پور ۱۲ فروری ۱۹۸۰ء مجسٹریٹ درجہ ۳۰ ہیں۔ ایک مقدمہ میں حاضر ہوا کمرہ عدالت میں قدم رکھا مسکرائے اور تیز تیز آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا میں وارنٹ بھیج سکتا تھا۔ سمن بھیج کر بلایا ہے۔ جانتے ہو اتہام بالزنا کی سزا کیا ہے؟ ۸۰ کوڑے! ضمانت نہ لوں تو ایک ماہ تک آپ کی ضمانت نہ ہو گی! ایک ادیب معاشرے میں اصلاح کی غرض سے لکھتا ہے آپ کا مرکزی نقطہ بھی یہی ہو گا۔ حسن و جوانی کے حسین مرقع بڑے مزہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ ان کی مسکراہٹ اور تیز نگاہی دل میں اتر گئی۔ کیف و مستی نے کروٹ لی! ایک مجسٹریٹ کا بے تکلف انداز ملزم کی افسردگی دور کر دیتا ہے وہ اپنے

Marfat.com

آپ کو کسی دوسری دنیا میں نہیں پاتا۔ اس کی طبیعت کو اپنا ہٹ کا ایک سہارا مل جاتا ہے
چنانچہ یہاں بھی ایسا ہوا۔ انہوں نے اپنی خوش مذاقی سے میری پریشانی کا مداوا کر ڈالا۔
پوچھا وکیل نہیں کیا، نفی میں جواب پا کر کہا: عرضی نویس سے ضمانت نامہ لکھوا لاؤ۔
اس کے ساتھ مچلکا نہیں ہے۔ بھاگ کر جاؤ وہ بھی لکھوا لاؤ۔ ایک شہر میں رہتے ہوئے
مجسٹریٹ کے درِ دولت پر حاضری نہیں دی۔ ہم نے سرراہ سلام کا بھی احسان ان پر نہیں
رکھا! اس کو اتفاقیہ خوش مذاقی پر محمول کیا۔

مولانا بشیر اختر الہ آبادی

ہمارے علاقہ کے ایک نامی گرامی عالم فاضل آدمی ہیں۔ وہ اپنی ملنسار طبیعت کے
باعث افسران میں بھی ایک اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ ۱۶۔ فروری ۱۹۸۰ء ماہ رواں اتفاق سے
نیشنل بنک کے پاس مل گئے۔ ان سے سوال کر ڈالا۔ مولانا اپنے مجسٹریٹ امداد علی سے کوئی
راہ و رسم ملاقات ہے۔ ہاں کیا بات؟ ان سے ایک کام کے سلسلہ میں ملنا ہے۔ ارشاد ہوا
ایک علم دوست آدمی ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے اختلاف کے باوجود ہم نے ان کو
متعصب نہیں پایا۔ آپ ان کو ملیں گے تو مایوس نہیں ہوں گے۔ درویش خود اس کا ذاتی
تجربہ کر چکا ہے۔ مولانا کے الفاظ اس کی تائید کر رہے ہیں۔

درویش کہتا ہے عدالت میں کوئی آدمی ایک دفعہ آتا ہے اور وہ مجسٹریٹ یا جج
کے بارے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اچھا برا ایک تاثر لے کر جاتا ہے۔ منصب کا لاحقہ ہمیشہ ان کے
ساتھ نہیں لگا رہے گا لوگ ان کو حسن اخلاق سے یاد رکھیں گے۔ ۱۹۔ جون ۱۹۷۹ء یہ مقدمہ ان
کی عدالت میں دائر ہوا ہے۔ ہر چند مدعی کو سمجھایا ہے اس میں کچھ نہیں ہے۔ بالآخر سمن بھیج
کر مدعا علیہ کو طلب کیا ہے آگے چل کر یہ عدالت سے خارج ہوا ہے۔

Marfat.com

چوہدری ریاض ایڈووکیٹ

منڈی لیاقت پور کے مشہور آڑھتی چوہدری شاہ محمد نمبردار چک نمبر ۴۸ عباسیہ کے صاحبزادہ ہیں۔ ریاض نے ایل ایل بی کیا ہے لیکن پریکٹس نہیں کرتے۔ شہر میں تجارتی کاروبار ہے۔ بلدیہ کے چیئرمین رہے ہیں۔ ایک دفعہ ۲۸ مارچ ۱۹۸۱ء چوہدری سعید الحسن ڈویژنل کمشنر کے اجلاس کی کارروائی پریس گیلری میں بیٹھ کر سُنی ہے اس سے ظاہر ہے کہ کسی اخبار کی نمائندگی کرتے ہیں اور حلقہ صحافت میں ایک تعارف رکھتے ہیں۔

۱۹۷۷ء حاجی سیف اللہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر صوبائی الیکشن لڑنا چاہتے ہیں۔ چوہدری محمد صابر نمبردار چک نمبر ۴۸ عباسیہ نے اپنے چک میں ایک انتخابی جلسہ کرایا ہے اور درویش کو مدعو کیا ہے چوہدری ریاض صاحب نے اپنی کرسی درویش کے لیے خالی کر دی ہے اور آپ ایک دُوسری جگہ جا بیٹھے ہیں۔ بھری مجلس میں درویش کے ساتھ ان کا یہ حُسنِ سلوک ذاتی شرافت کا آئینہ دار ہے نوجوانوں میں اپنے بزرگ دوستوں کا احترام ایک اچھی روایت ہے۔

چوہدری غلام رسُول گرداور گوجر

یہ ہمارے حلقہ کے پٹواری رہے ہیں اور بعد میں گرداوری کا چارج سنبھال لیا ہے۔ صاحبزادہ غلام باری نے بی اے کے بعد نائب تحصیلداری کا امتحان دیا ہے وہ بھی سروس میں ہیں۔ لیاقت پور مہاجر کالونی میں ایک اچھا مکان بنوا کر ہمیشہ کے لیے لیاقت پور کے ہو گئے ہیں۔ ان کا رقبہ اور برادری کے لوگ کسی دُوسری جگہ رہائش رکھتے ہیں۔

درویش نے ان کو تاریخ ریاست بہاولپور کی دُوسری جلد دکھائی بہت خوش ہُوئے بولے اسکی پوری قیمت ۷۵ روپے ادا کر دوں گا۔ یہ الفاظ خوشی کے ترجمان ہیں۔ ایک دوست کی یہ پیش کش درویش کے لیے یقیناً حوصلہ افزا ہے۔

یہ ان مہربان دوستوں میں سے ہیں جو درویش کو چائے پلا کر خوش ہوتے ہیں۔ دوستوں کی اچھی یادیں تاریخ کا ایک زندہ سرمایہ ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگارشاتِ درویش

ریونیو کورٹ

دو لڑکیاں آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔

ایک نے کہا: آج ہمارے گھر ایک چھوٹی سی بات اچھا خاصا لطیفہ بن گئی ہوا یوں۔ چچا جان نے کہا۔ رشید کی اماں، پانی پلایئے گا۔ وہ کام کر رہی ہیں۔ اُٹھنے میں کچھ دیر ہو گئی! دوبارہ کہا: بیگم: پانی مانگا تھا؟

میرے ابو نے کہا سُنو یار! ہمارے اے سی صاحب فرماتے ہیں کہ میری جوڈیشنل فائل پر نظر ڈالو۔ اس میں سمن جاری کرنا لکھا ہے۔ تعمیل پولیس کے ذمّے ڈالی ہے۔

آپ اسسٹنٹ کمشنر سے زیادہ اختیارات رکھتے ہیں کہ دونوں کی سوزج رہے ہو۔

میں اس سے زیادہ دلچسپ لطیفہ آپ کو سُناتی ہوں۔

میرے ابو ریونیو کورٹ میں اپیل اتھارٹی ہیں۔ بڑی ٹھاٹھ کی نوکری ہے۔ اس عدالت کا مقصد یہ ہے کہ ماتحت عدالت میں جب فریق کی حق رسی نہیں ہوئی اس سے نپٹا جائے، لیکن اس کورٹ کے اپنے جھگڑے بہت ہیں۔

Marfat.com

ہیں جو ہوس اقتدار میں ملک کی ہر چیز کو داؤ پر لگا دیتا ہے، البتہ ان کی موت
کے بعد ان کی قبر پر قرآن خوانی بہت ہوئی۔ خدائے ذوالجلال نے کہا، مسلمانو
کی اس عقیدت کے سبب ان کو جنت میں لے جائیں۔

۲ : دوسرے شخص کے متعلق کہا یہ ہندو ذات کا آدمی ہے۔ بھوک ہڑتا
اور مرن برت ان کی علامت ہے۔ ایک ہندو نے ان کو اس جرم میں قتل کر
کہ یہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ حکم خداوندی ہوا کہ اس سے بھی درگزر کیا جائے

۳ : یہ بہاولپور کے چیف انجینئر سید حسنین احمد شاہ ہیں۔ جب یہ فوت
ہوئے۔ شیعہ سنی دونوں نے الگ الگ ان کا جنازہ پڑھا۔ یہ شیعہ ہیں نہ سنی
رب العزت نے کہا ہر مذہب کی راہیں مجھ تک پہنچتی ہیں۔ ان کی ہر دلعز
کے باعث ان کو جنت میں لے جاؤ۔

۴ : ڈائریکٹر تعلیم مسٹر شبیر بخاری پیش ہوئے فرشتہ نے کہنا شروع کیا۔ یہ ل
گئے۔ ہائی سکول میں پرنسپل ان کو ملنے آئے اور کھانے کی دعوت دے گئے۔ پرنس
موصوف کی سادگی ملاحظہ فرمائیں کہ خود ان کو لینے آگئے۔ یہ دو ٹوک جواب دے
مخالف سمت کو چل دیتے۔ بیگم نے کہا پرنسپل اور ڈائریکٹر ہم عہدہ آدمی ہو
ہیں۔ آپ نے ان کے الفاظ کا غلط مفہوم لیا تھا۔ یا وہ آپ کی بات سمجھ نہ پائے
تھے۔ اتنی گہرائی میں جانے کی ضرورت کیا ہے۔

بیگم ! دو آدمیوں کا کھانا تین آدمی کھا سکتے ہیں۔ تین آدمیوں کا کھانا ہم د
آدمی کھا لیں گے۔ کچھ آپ ہمت دکھائیں اور کچھ میں۔ فرشتہ نے مزید کہا۔ ا
کے فکر و عمل کی فہرست بہت طویل ہے یا باری تعالیٰ ریمانڈ دے دیں۔

Marfat.com

ہ : ایک فرشتہ نے درویش کو ایک طرف سے لاکر آگے کر دیا اور کہا ان کے دامن
ں علم ہے نہ سرمایہ۔ تنظیم آئمہ مساجد کے سلسلے میں جون ۱۹۴۹ء بہاولپور سے ایک
ر نکالنا شروع کر دیا ــــ کشنر زبیری کے زمانے میں "جبہ منزل" کی بنیاد رکھی
ں۔ انہوں نے لکھا۔ آج تک مسلمانوں کے تین شعار رہے ہیں۔ مسجد، مقبرہ
ا زیا۔ اب "جبہ منزل" چوتھے شعار کا بھی اضافہ ہو گیا ہے ــــ بہاولپور کے
رترین آدمی ہیں۔ اس کے باوجود وزیر مال افضل بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں
"افضل کی نیک نیتی مخدوم زادہ کی بدنیتی سے کم مضرت رساں نہیں ہے"
ہ نے کچھ کاغذ الٹ پلٹ کر کہا : وزیر اعظم لیاقت علی خان کے زمانے میں
رت نے اپنی فوجیں سرحد پر لاکھڑی کیں۔ مخدوم زادہ نے ایک وزیر کی حیثیت
۔ ریاست کا دورہ کیا اور انگلینڈ جاتے ہوئے ایک بیان داغ گئے۔ جس
ر درویش نے سرخی لگائی۔

"تم چٹان کی طرح ڈٹے رہو، اور میں انگلینڈ جا رہا ہوں"۔ اس پر علامہ ارشد
، کہا: "جس خار دار وادی میں قدم رکھتے ہوئے دل دہلتا ہے۔ نظر اٹھتی ہے
ھتا ہوں درویش برہنہ پا بہت دور آگے نکل گئے ہیں۔" اعلاء کلمۃ الحق ملت
لامیہ کا ایک جزو لاینفک ہے۔ درویش نے اس کی پاسبانی کی ہے۔ جارحیت
ہ کوئی مواقع اس کو حاصل نہیں ہوئے۔ ارشاد باری ہوا : معاف کر دیے۔ دوسرے
مور ان کے۔

۶ : میاں عبد الصمد سامنے آئے۔ فرشتہ نے بلند آواز سے کہا۔ ریونیو کورٹ
ں اپیل انھارٹی ہیں۔

Marfat.com

کا اس طرح آنکھیں دکھانا کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔ انہوں نے معاملہ کو معلق کر کے دفع دفتی سے کام لیا۔

۱۶ جنوری ۱۹۷۸ء — اس کا نوٹس لیتے ہوئے کہا: تاریخ پیشی ۳۰/۱۱/۷۷، ۲۸/۱۲/۷۷، ۱۱/۱/۷۸۔ اس ۶۵ دن کے عرصہ میں اطلاع نامہ کی تعمیل نہیں ہوئی۔ یہ صورتِ حال بڑی مایوس کن ہے۔ اگر دفتر نے کوئی اطلاع نامہ جاری کیا ہے، تو کسی دوسرے کھاتے میں ڈالیں اور ایک فوٹو سٹیٹ کاپی پیش کرتے ہوئے کہا: ڈویژنل کمشنر بہاولپور کے آٹھ دن کی پیشی مقرر ہونے پر اطلاعنامہ کی تعمیل ہو جاتی ہے، لیکن آپ کے اطلاع نامے کی تعمیل ۶۵ دن کے اندر نہ ہونے کا سبب اور علت کیا ہے؟

حکومت کی ستم ظریفی یہ ہے کہ جس مجسٹریٹ کو اے سی کے درجے میں ترقی دیتے ہیں۔ اس کو سیدھا لیاقت پور کا راہ دکھاتے ہیں۔ بعض اوقات ہمارے رنگروٹ اے سی مجبور محض نظر آتے ہیں۔

نسیم الاسلام پاشا مسند آرائے اقتدار ہوئے۔ درویش نے ان کے سامنے انتظامیہ کا ایک تفصیلی جائزہ رکھا اور کہا خانقاہ کے مجاوروں کو کہتے ہیں کہ "وہ مُردے بیچ کھاتے ہیں، ہمارے اے سی بیچارے جیتے جی بک جاتے ہیں"

خود پڑھا، دفتر والوں کو پڑھایا، مسکرائے اور بیک جنبشِ قلم درخواست ۷۷/۱۱/۷ کا ہر بند حصن توڑ، ۲۰۴ دن کی محنتِ شاقہ پر چشم زدن میں پانی پھیر دیا ہے اور سائل کو قانونی چارہ جوئی کی تلقین فرمائی ہے۔ درویش نے اس شعر سے دل کو تسلی دی۔

Marfat.com

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

درویش ہر چند سمجھتا ہے کہ میری مرض کا علاج اے سی کے دواخانہ میں ہے۔ کلکٹر کی عدالت میں نہیں۔ اے سی کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا، اور کلکٹر کے فیصلے کو کہیں روک نہیں ہے۔

آبادکاروں کا اس باب میں نقطۂ نظر یہ ہے؛ جس نے اے سی کی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپا کبھی ننگا نہیں رہا۔ وائے افسوس جب سے ریاست بہاولپور پر فاتحانہ حملہ ہوا ہے۔ اہل پنجاب نے اس علاقہ کو اپنی منڈی سمجھا ہے۔ ایک غریب آبادکار کے لیے احاطہ کی جگہ میں تبدیلی واقعات کے اعتبار سے کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ اپیل میں جانے کی تحریک صرف یہ ہے کہ انتظامیہ اور عدلیہ کا یہ حسن امتزاج اپنی سوچ میں کس بوداپن کا حامل ہے، مگر گلہ اے سی کی سطح تک نہیں۔ ڈپٹی کمشنر اینڈ کلکٹر بھی اسی صف میں پائے ہیں۔ محبوب میاں عباسی اور چودھری عبدالوحید سے ایک مسئلے پر اختلاف پیدا ہوا۔ یکے بعد دیگرے دونوں نے ایک ہی رائے دی، کیونکہ دونوں کی سوچ کا ماخذ ایک ہے۔ اپیل کورٹ نے ان کے متفقہ فیصلہ کو مسترد کر دیا۔

ریونیو کورٹ

ان حالات کے پیش نظر مسٹر ودود الحسن قریشی ایڈووکیٹ کے توسط سے اپیل دائر کر دی۔ ۹ مارچ ۸۷ء، عدالت ہذا سے حکم امتناعی اور اطلاع نامہ برائے ۱۲/۳ جاری ہوا، لیکن فریق ثانی حاضر نہیں ہوا۔ صاحب جلیس نے فرمایا: "آپ زخم خوردہ اور دکھ رسیدہ ہیں۔ اب آگئے ہیں۔

وہ کامیاب پارٹی اشتہار جاری ہونے تک حاضری سے گریز کرے گی "سابقہ حالات اس کے مؤید ہیں۔ درویش نے سمجھا عدالت مجاز، واقعات کا تجربہ رکھتی ہے، مقدمہ میں اضطراب کی بجائے سکون سے کام لینا پڑے گا۔ لاہور گیا۔ پیشی پر حاضر نہ ہو سکا۔ ٹیلیگرام کے ذریعہ عدالت کو اطلاع دی۔ گھر آ کر اطلاعنامہ کا انتظار کیا کہ فریق ثانی ۵/۷/۸۴ پر بھی حاضر عدالت نہیں ہوا۔ جب عدالت ان کے نام اطلاعنامہ جاری کرے گی تحصیل کا چپراسی سیدھا درویش کے پاس آئے گا کہ مجھے تعمیل کے لیے ان تک لے چلو۔

ایسا نہ ہونے پر دفتر سے اس کا سبب معلوم کیا تو ریکارڈ سے ظاہر ہوا کہ ۵/۷/۶ کی پیشی رکھ کر مقدمہ خارج کر دیا گیا ہے۔ گو اس تاریخ پر بھی فریق ثانی حاضر نہیں آیا، عدالت مدعی کا منہ دیکھے بغیر انکے نام سمن جاری کرے تو کیسے ــــ؟

اے بے کسوں کے مولا! غریبوں کے ملجا، پاکستانی عدالتوں کا ایک حصہ وکلاء بھی ہیں، ان کا کام مقدمہ لڑنے کے بجائے سیاست لڑنا ہے۔ ایک پیشی پر رقم جیب میں ڈالی، دوسری پر مقدمہ خارج کرایا۔ دونوں ہلکے پھلکے کلب جا پہنچے

ضیاء صاحب دیہات میں اصلاحی کمیٹی بنا رہے ہیں۔ وکلاء اور جج کی اصلاح کا بیڑا کون اٹھائے گا؟

درویش: "میاں صاحب! جب میں نے اپنا کونسل مقرر کیا ہے، اور اس نے عدالت میں وکالت نامہ داخل کیا ہے۔ مقدمہ خارج کرتے وقت اس کی طرف رجوع کیا ہے؟"

Marfat.com

" فیس لوا کر کے وکیل آپ نے رکھا ہے ۔ میں اس کے گھر جا کر پوچھوں
یروی مقدمہ کی بجائے کہاں گھوم پھر رہے ہو مسٹر!" گویا دیہی مسائل پر بھرپور توجہ
ینے والی حکومت کے سامنے کسی نے یہ مسئلہ پیش ہی نہیں کیا کہ ایک پیشی پر
یسے دوسری پر مقدمہ خارج ۔ اس صورت واقعہ پر فتویٰ کیا ہے ؟ جہاں سیاست
بھرتی دیکھی وکلا سڑک پر نکل آئے ۔ کچہری میں زر و دولت ، سڑک پر شہرت ،
لومت بات کرے تو کس پر تا پر ؟

منیر صاحب منشی ایڈووکیٹ اخراجِ مقدمہ کے وقت آپ کہاں تھے ؟

" جب عدالت کے اہلکاروں کو دینے کے لیے آپ نے کچھ نہ دیا ۔
" اپنی بہاولپور میں اخبار نویسی پر اعتماد کیا ، تو ہم نے اس وقت اس مقدمہ کی
مدگی کے دن گن لیے تھے ۔ عدالت دو دھاری تلوار ہے جس نے اس کو سمجھداری
سے چلایا اس نے اپنا مقصد پایا " ناصحانہ انداز میں کہہ کر منہ پھیر لیا ۔

یا باری تعالیٰ ! صاحب عدالت اور اس کے مالہ پہ ایک بحث و نظر
یش کر دی ہے ۔ اس سے نتیجہ اخذ کرنا آپ کے دائرہ اختیار میں ہے ۔

مسٹر صمد ! آپ کا کوئی عذر ہے ؟

اے صدق و صفا کے بادشاہ ! میری ساری زندگی ضابطہ اور قانون کے
گرد گھومتی رہی ہے ۔ POINT OF LAW میں ایک بے ضابطگی دیکھ رہا
ہوں ۔

خدائے ذوالجلال آج یومِ حساب ہے ۔ میری عدالت کے بعد کوئی دوسری
اپیل کورٹ نہیں ہے ۔ ملزم کو اپنی صفائی میں وہ سب کچھ کہنے کی اجازت ہے

Marfat.com

جو وہ کہنا چاہتا ہے۔

یارب العزت: تیرے قانون قیامت میں ملزمان کو خدا کے حضور پیش کرنے کا ایک ضابطہ بیان ہوا ہے۔ یوم ندعوا کل اناس بامامھم مجھے فرشتوں نے زمرہ مجرمین میں نہیں لایا اور بحث کا تمام مدار عدالت قرار پایا ہے۔ مجھے عدالت پیشہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا جائے۔

استغاثہ: اس پر کوئی اعتراض ہے۔ مالک ارض و سما! مکافات عمل میں ہر فرد اپنے فعل میں جوابدہ ہے۔ انسان کے اپنے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کسی مقدمہ میں حصہ فعل کے برابر سزا ہوتی ہے۔ اس طرح آج یہ اپنے فعل میں ماخوذ ہیں۔ لکل امرئ منھم ما اکتسب من الاثم ○

باری تعالیٰ میری خواہش اور استدعا ضابطہ کے اندر ہے۔ تیرا قانون بحث یہ ہے: وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین ○

گویا اشتراکِ عمل ایک دوسرے سے معاونت کی اجازت دیتا ہے میں نے جو کیا ہے ایک ضابطہ کے مطابق کیا ہے۔ ہم سب کو مل کر ڈیفنس کا موقعہ دیا جائے۔

استغاثہ: اے رب علیم و حکیم! حکومت ایک ضابطہ بناتی ہے اس کا اثر و تاثیر جج کی صوابدید پر ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے فریق ثانی حاضر آتا ہے۔ وہ شہادتیں پیش نہیں کرتا۔ کبھی وکیل غیر حاضر، کبھی خود نہیں آیا۔ مدعا علیہ غیر ضروری مصارف برداشت کر رہا ہے۔ مقدمہ کی نوعیت سمجھ کر جج نے اس کا مقدمہ خارج کر دیا ہے۔ بات قابلِ فہم ہے۔ جب صورتِ حال

Marfat.com

طرح ہو کہ مدعا علیہ عدالت کی جوابدہی میں فریق نہیں بنا۔ مقدمہ اپنے ابتدائی مراحل میں ہے۔ فیلڈ میں عدم تعمیل پر توجہ دینے کی بجائے مدعی اور کونسل کی اتفاقیہ غیر حاضری کو اخراجِ مقدمہ کی اساس و بنیاد قرار دینا انصاف کے تقاضوں سے صرف نظر ہے۔

فریقِ ثانی روزِ اوّل سے واقف ہوتا ہے کہ اس کے خلاف اپیل دائر ہو چکی ہے۔ وہ عدالت کے سمنوں کی تعمیل میں عمداً گریز کرتا ہے، اور اس کا یہ عمل اس کی کارروائی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ جج کا اس صورت میں مقدمہ کا اخراج غیر قانونی رجحانات کی حوصلہ افزائی ہے۔ سعدیؒ شیرازی نے ایسے ہی موقعہ پر خیال کی پیش بندی کے لیے کہا ہے۔

وان سلم الانسان من سوء نفسہ

فمن سوء ظن المدعی لیس یسلم

اے مالک کون و مکان! جج نے اپنی کارروائی سے نہ صرف مدعی کو نقصان دیا ہے، بلکہ اس سے انسان دوستی اور دل میں خوفِ خدا کی بھی نفی ہوتی ہے۔ کمشنر کی روایات کے بالکل خلاف ہوا ہے۔

کیپٹن رضا علی نزاب ـــــ ایک گواہ!

عباسیہ کالونی لیاقت پور کا ایک آبادکار ڈپٹی کمشنر اینڈ کلکٹر کے ایک حکم مورخہ ۲/۲۸ کے خلاف اپیل میں میرے پاس آیا، اور کہا حکومت بہاولپور نے ایک مربعہ چار کنال رقبہ بصیغہ آبادکاری شرائط ۱۹۴۹ء، ۶ اپریل ۱۹۵۵ء میرے نام تقسیم کیا۔ ریاست پر قبضہ کے بعد ون یونٹ انتظامیہ نے اس کی شرائط

Marfat.com

بدل کر، نصف مربعہ کی قیمت ۲۵۰ روپے فی ایکڑ اور بقایا رقبہ ۱۴ ایکڑ کی قیمت بازاری ریٹ کے مطابق ۲۵۰۰ روپے فی ایکڑ کے علاوہ دس فی صد سرچارج کے ساتھ مقرر کی ہے۔ نصف رقبہ کی قیمت حسب شرائط جدید ادا کرنے کو تیار ہوں، لیکن ۱۴ ایکڑ بقایا کی تشخیص قیمت دوبارہ کرائی جائے۔ یہ قیمت زیادہ ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے میری اس استدعا کو مسترد کر دیا ہے۔

"ہر چند میں نے آباد کار کو سمجھایا کہ ۲½ ہزار روپے فی ایکڑ اس زمانے میں کوئی زیادہ قیمت نہیں ہے، لیکن اس نے قیمت کو قبول نہ کیا، البتہ رقبہ چھوڑنے پر تیار ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ بات آباد کار کے مفاد میں نہیں ہے۔ پیشی دے کر اسے سوچنے کا موقعہ دیا۔"

دوسری پیشی پر ریونیو آفیسر مسٹر عطاء اللہ قریشی سے دریافت پر معلوم ہوا۔ حصہ متنازعہ کی قیمت کا تعین ابھی زیر تصفیہ ہے اور دوسرا حصہ حسب استدعا سائل کو دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اپیل منظور کر لی۔ ایچ۔ ڈی سی نے بتایا جو نمبر خسرہ آباد کار لینا چاہتا ہے۔ وہ ریکارڈ میں ان کے نام نہیں ہے۔ جسے آباد کار نے غلط کہا۔ میری ہدایت پر ڈپٹی کمشنر کو فرد تقسیم کی صحت کو کہا گیا اور پٹواری حلقہ کو بلا کر ریکارڈ دیکھا اور تسلی کر کے نمبر مطلوبہ آباد کار کو دینے منظور ہوئے۔ ۲۶/۲ تا ۱۰/۷ انتظار کے بعد ایک یاد داشت ان کو بھجوائی جس کو درخور اعتناء نہ سمجھا، دوبارہ بطور خاص اسسٹنٹ کمشنر کو لکھا گیا جس پر آباد کار ۱۸/۹ دفتر آئے، اور ان کو باضابطہ نقل فیصلہ دے کر معاملہ چکتا کیا۔

استغاثہ نے اس شہادت سے استدلال کرتے ہوئے کہا: ہر دیانت دار

Marfat.com

فر، جب کوئی اس کے انصاف کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ انصاف کرنے کو اپنے اُوپر لازم سمجھتا ہے۔ اخراجِ مقدمہ میں ایسی عجلت وہ اپنی شانِ کریمی کے خلاف سمجھتا ہے۔

اسلام نے حکومت کے اختیارات کو امانت سے تعبیر کیا ہے۔ آنریبل جج نے ان کو انصاف کرنے کی بجائے دُوسرے مقصد میں استعمال کیا ہے۔ اس طرح امانت میں خیانت اور نیرے بندہ کے حق انصاف میں غصب کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تیرے نزدیک شرک اور حقوق العباد میں غصب، دونوں جُرم ناقابلِ معافی ہیں۔ یرے کمزور ناتواں بندوں سے دُنیا میں اس نے کوئی رُو رعایت روا نہیں رکھا۔ آج یہ تیری رحمت کے اُمیدواروں میں شامل ہونے کے حق دار نہیں ہیں۔

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔

جج نے ملازمت کے ضابطہ کو ضرور نگاہ رکھا ہوگا۔ قرآن کے نفسِ مضمون کو نہیں سمجھا۔ سر سید نے پیٹ کے مسئلے کو خوب حل کیا ہے، لیکن اخلاق کے اعتبار سے مسلم قوم کو دیوالیہ بنا دیا ہے۔ ایک فرشتے نے دُوسرے سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

خدائے ذوالجلال مسٹر صمد کچھ اور کہنا چاہتے ہو۔

"یا رب العالمین! بحث و تکرار نے میرا بھرم کھول دیا ہے۔ میں اقبالِ جُرم کرتے ہُوئے اپنے آپ کو تیرے رحم و کرم پر چھوڑتا ہُوں۔"

Marfat.com

رحمتِ خداوندی نے جوش مارا۔ حکم ہوا، ان کے مقابلہ میں کوئی نیکی ہے جو آبادکار کے پانچ صد روپے کا معاوضہ بن سکے۔

دو چار نیکیاں ہاتھ لگیں، لیکن غریب آبادکار کے پانچ صد روپے بھاری نکلے۔ حکم ہوا، بقایا میں آبادکار کے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔ اس طرح میاں عبدالصمد خالی ہاتھ ہو کر رہ گئے ہیں۔

"تیری عدالت میں جو خالی ہاتھ آیا، تو نے اس پر ترس کھایا" مسٹر عبدالصمد ہیں کہ سر جھکائے کھڑے ہیں ـــــ حکم ہوا ـــــ تیرا نام صمد ہے میرا نام بھی صمد ہے۔

"تیرے تمام قصور معاف کر کے جنت میں لے جانے کا حکم دیتا ہوں"

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسٹر ضیاء الدّین ضیاء کمشنر بہاول پور ڈویژن

اجلاس عام ——— ۲۹ ستمبر ۱۹۷۰ء

مسٹر عتیق الرحمان جب سے پنجاب کے صوبہ دار بنے ہیں۔ ان کو ہم لوگوں کی بہت فکر دامن گیر ہوئی ہے۔

وحدتِ مغربی پاکستان کی صورت میں مرگ انبوہ جشن دار والی بات تھی۔ اَب ہماری یگانگت کا ایک حلقہ ہے۔ ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونا لازمی امر ہے۔ بے چارے دونوں ہاتھوں سے کام کر رہے ہیں۔ ایک سے دوسری جگہ جا کر خطاب فرما رہے ہیں اور لوگوں کی شکایات کو بنفسِ نفیس خود سُنتے ہیں اور کمشنر صاحبان کو بھی اس کام پر لگا دیا ہے۔ وُہ بھی اپنے حلقہ میں انتظامیہ کی چولیں درست کرنے کے لیے گھر سے نکل پڑے ہیں آج ہمارے بھاگ جاگے، علاقہ کے سب سے بڑے حاکم نے محکوم رعایا کی خبر گیری کے لیے اپنے عملہ کے ساتھ ہماری سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا ہے اور اس خاکِ ناچیز کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے اوج ثریا کی سربلندیاں بخشیں ہیں۔ لیاقت پور ریسٹ ہاؤس کے وسیع و عریض پلاٹ میں دربار اس طرح سجایا ہے کہ درمیان میں ایک تخت نما اسٹیج ہے۔

ایک طرف ارا کینِ سلطنت دُوسری طرف اہلِ کار عقب میں ملنگی متصدّی

سامنے رعایا کے لوگ، جو آج ایک درباری کرسی نشین کی حیثیت سے باریاب ہوئے ہیں۔

اسٹیج پر ایک کرسی ہے اس کے سامنے بڑا خاصہ میز ہے جو سُرخ سیاہی مائل کپڑے سے مزیّن ہے۔ اس کے دونوں مشرقی جانب گلدستے فضا کو رنگین اور معطر بنائے ہوئے ہیں۔

جناب ضیاء الدین ضیاء ڈویژنل کمشنر بہاولپور، میز کے غربی جانب درمیان میں کرسی پر سفید کپڑوں میں ملبوس، ضَو ریز اور جلوہ افروز ہیں۔ سفیدی اور سُرخی کے یہ حسین امتزاج، قدوقامت میں اعتدال رکھتے ہوئے نرم و گداز جسم کے ساتھ، بالکل غلمان بہشتی کے نقش و نگار لیے ہوئے ہیں۔ ان کے بائیں جانب ایک بڑی بارعب شخصیت، نقیب بنی کھڑی ہے۔

یہ ہیں لیاقت پور انتظامیہ کے سربراہ سیّد ریاض حسین جان بڑے حاضر دماغ واقعہ ہوئے ہیں نشست گاہ میں پہلے پہنچ کر درخواستیں اپنی تحویل میں لے چکے ہیں۔ کسے یارا ہے جو بات کرے، کون ہے جو انتظامیہ لیاقت پور کے خلاف مُنہ کھولے۔ اس طرح بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنے اُوپر آنے والے احتساب کو طرح دے گئے ہیں۔ ان سے تعارف دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

اقتدار کا اندازِ فکر — اور تصورِ عمل کیا ہے؟

ان کے ذکر میں آپ کو ایک جھلک نظر آئے گی۔ یہی صلاح حال میں، ہمارا مرکزی نقطہ نظر ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ہمّت اور جرأت کے ساتھ افسران کے

Marfat.com

ذہن و فکر کی پیدا کردہ مکروہات کو دفتروں سے خارج کرنے پر زور دیں اور حکومت کے نظامِ کار میں اخلاقی اقدار کو زیادہ سے زیادہ بنیاد و اساس بنانے کی طرف قدم بڑھائیں۔ افسر جو قانونی غلطی کرے گا اس کے خلاف اپیل ہو سکتی ہے۔

وکلاء کا طبقہ حشرات الارض کی طرح اس کام کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ دُنیا کے دُوسرے پیشوں کی نسبت اس میں بہت زیادہ وُسعت اور پھیلاؤ آگیا ہے۔

قانون میں جو نقص ہے اس کی ذمّہ دار ملک کی مقننہ ہے اور اخلاقیات کی جو کمی ہے اس کے لیے جوابدہ سول گورنمنٹ ہے۔

لاٹ صاحب کے یہ دربار اور اجلاس، اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنے میں ہی زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں۔ حکومت کا صحیح نقطۂ نگاہ بھی یہی ہو گا۔

سیّد ریاض حسین شاہ

سادات سے ہیں۔ شکل و صورت میں و پٹھان ہیں۔ عرب و عجم کی گویا ان سے یاد وابستہ ہیں۔ ہم نے ان کو جس زاویہ سے دیکھا ہے۔ بیان کرتے ہیں۔

۱۲ ستمبر ۱۹۷۰ دربار سے واپس لوٹے، ایک درخواست ان کے آگے رکھ دی۔ فرمایا: چودھری صاحب کے پاس لے جائیں۔ ایس ایچ او لیاقت سے پوچھا، چودھری صاحب۔ آپ کو موجودہ ناظم کے ماتحت کسی دُوسری جگہ کام کا موقعہ ملا ہے۔ فرمایا نہیں! کیا بات ہے؟ واقعہ بیان کیا اور کہا چودھری صاحب کا لفظ جس طرح ان کے مُنہ سے نکلا ہے۔ اس سے دو باتیں مترشح

Marfat.com

ہوتی ہیں۔

(۱) آپ کے ساتھ ان کے مراسم ہیں (۲) میری رہنمائی مقصود

چودھری صاحب کی وضاحت سے ایک گونہ مسرت ہوئی کہ ہمارے کالونی افسر آبادکاروں کے ساتھ ہمدردانہ جذبہ رکھتے ہیں۔ اسی ترنگ میں بھاگے بھاگے آئے اور کوئی نصف گھنٹہ کے بعد دوبارہ درخواست ان کے آگے رکھدی سرسری نظر ڈالی، مجھے واپس کردی کہ رپورٹ آپ کے خلاف ہے۔

نہیں، صاحب، ایسا تو نہیں ہے، اچھا پھر پیش کرنا۔

دوسرے دن حاضر ہوا، مجھے دیکھ کر ایسے خم کدہ معشوق میں رقیب آگیا۔ اچھوتے انداز میں اضطراب بے چینی کے ساتھ فرمایا: کیا بات ہے؟ سرخ سرخ انگارے برساتی ہوئی آنکھیں اپنے چپڑاسی پر مرکوز کردیں اور ہمیں ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ قابلِ دید نی تھی وہ حالت جو درویش کو اس وقت پیش آئی۔ ہمدردانہ لہجہ میں فرمانے لگے۔ پھر مل لینا۔ عجب حیرانی کے ساتھ ہم نے اپنے آپ کو کمرہ سے باہر پایا۔ اردگرد دیکھ کر اپنے آپ کا جائزہ لیا، درخواست پھاڑ کر ایک طرف پھینکی۔ سانس کو اعتدال پر لانے کے لیے زمین پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر سستانے کے بعد سیدھے گھر آ رکے۔ جب ہمیں گھر پایا، ایک سرسری جائزہ لے کر ہماری طرف لپکی۔

مہابلی؛ کیا بات ہوئی کہ بحرِ خیال میں ایک تلاطم برپا ہے۔ آج کے دن کی اپنی سرگزشت کہہ سنائی۔

جانِ من جہانِ من این ہمہ آوردہ تست!

Marfat.com

آپ اس خیال خام میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہم اس ملک کے شہری ہیں۔ بدیشی حکومت اپنا بوریا بستر اٹھا کر ملک سے باہر چلی گئی ہے۔ بھائی بند دوست واحباب کار سرکار سرانجام دیتے ہیں۔ آپ اس خیال کو ذہن سے نکال کر پھر سوچیں کہ صاحب نے آپ کو کیا کہا ہے؟ بس بات صرف اتنی ہوئی ہے کہ صاحب نے چپڑاسی کو سمجھایا ہے کہ آنے والوں کا ذرا خیال رکھیں۔ بابدولت کا مزاج دیکھ کر ان کو اندر آنے دیا کریں۔ آخر اسسٹنٹ کمشنر کا دفتر ہے۔ نتھو کراڑ کی دکان نہیں۔

کراہت

اس سطح پر جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔ عام آدمی کے احساسات میں بدمزگی پیدا نہیں کرتی۔ ہمارا عام ذوق صرف یہ ہے کہ افسر ہمارا کام کر دے۔ درمیانی عرصہ کی ساری بدمزگیاں، مشکلات راہ سمجھ کر نظر انداز کر دینی چاہیئے۔

ہم کہتے ہیں کام ضابطہ اور قانون کے دائرہ کے اندر ہونا ہے۔ افسر نے اپنی ذات کی طرف سے صرف بَشَاشَۃُ وَجْھِہٖ خندہ پیشانی سے نوازنا ہے وہ اس میں کیوں بخل کرے۔ اختلافی پہلو یہ ہے کہ آیا اس کا یہ فعل عطائی ہے یا ہمارا حق ہے؟

ایک فریق اسے افسر کا عطائی فعل گردانتا ہے۔ درویش رعایا کا یہ حق سمجھتا ہے۔ اے سی نے جب درویش کو یہ کہا: "درخواست چودھری صاحب کے پاس لے جائیں" تو اس کا مطلب یہ کہ ہمارے کالونی آفیسر کے اسلوب کار میں خندہ پیشانی کو دخل ہے۔ ایس ایچ او کی طرف درخواست مارک کر دینے کے بعد ضابطہ کی کاروائی

Marfat.com

مکمل ہو جاتی ہے۔ جب انہوں نے پوچھا، کیا بات ہے ؟ درویش رنجیدہ خاطر ہوا کہ ان کے احساس ذمّہ داری نے مجھے خوش آمدید نہیں کہا۔

مسٹر عتیق الرحمٰن کا مقصد اور منشا عوام کو اس سطح پر مسّرت و خوشی سے ہمکنار کرنا ہے تو ان کا مشن اعلیٰ اور ارفع ہے اور اگر افادیّت کا یہ پہلو ان کے درباروں اور اجلاسوں سے واضح اور اُجاگر نہیں ہوتا تو نمود و نمائش کا اظہار رہے۔

چہرے بعض ایسے شگفتہ ہوتے ہیں کہ طبیعت کے تغیّر اور تکدّر سے انبساط وجہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ سنجیدگی کے ساتھ بارعب ہوتے ہیں ان کے مُنہ سے سخت حکم بھی شیریں بن کر نکلتا ہے اور بعض طبائع ایسے واقع ہوتے ہیں کہ ان کے چہروں سے بربریّت اور وحشت ٹپکتی ہے ان کو دیکھ کر خوفناک حد تک ڈر لگتا ہے وہ سینما اور ڈراموں میں رزمیہ کردار ادا کرنے میں بڑے مؤثر رہتے ہیں۔ بزم سخن میں ان کے کلام سے سختی اور درشتی کا احساس ہوتا ہے۔

ایک زاویہ ایک افسر نے کام نہیں کیا، لیکن خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ دُوسرے نے کام کر دیا ہے، لیکن ترش روئی دکھائی ہے عام آدمی کے خیال سے درویش کا تاثر مختلف ہے۔ شگفتہ مزاجی کے ساتھ وُہ ہنستے ہوئے انکار کر رہے ہیں۔ لطافت ذوق کی کیف و مستی اور سرور و نشاط میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ وہ رو کر آمادگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم انکار کر دیتے ہیں۔ ہمارے روزمرّہ کا معمول ہے۔

۳۱ اگست ۱۹۷۰ء کا واقعہ ہے!

ہم نے ڈپٹی کمشنر بہاولپور کو ہفتہ وار اخبار ”الامام“ کے دوبارہ اجراء کی

Marfat.com

درخواست دی۔ اسسٹنٹ کمشنر بہاولپور مسٹر افتخار احمد کے انکوائری سپرد ہوئی۔ انہوں نے کچھ کوائف دیئے۔ ہم نے ان کا جواب لکھ دیا پھر ملے فرمایا، حاجی مشتاق کو بلاؤ۔ جواب لکھوا دیا۔ دوسرے دن ہم نے موصوف سے مل کر عرض کیا کہ آپ نے میرے حق میں سفارش نہیں کی، فرمایا آپ نے مجھے مطمئن نہیں کیا۔ میں نے آپ کو جو کہا ہے، اسے آپ نے LIGHTLY TAKE کیا ہے۔

جنابِ عالی آپ حسبِ ضرورت کاغذات کی تکمیل کرا لیتے۔ میں آپ کا وکیل نہیں تھا، اے سی مسٹر افتخار نے جواب دیا۔

جنابِ والا! مجھے یہی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے آپ کو اپنا وکیل سمجھا اور یہ خیال کیا کہ ڈپٹی کمشنر اور میرے درمیان آپ رابطہ افسر ہیں۔ آپ کاغذات کی تکمیل کرا کر میری راہنمائی کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کے کام میں سہولت پیدا کریں گے، لیکن آپ نے ہم دونوں کا وقت ضائع کیا ہے اور میرے کام میں بلاوجہ رکاوٹ پیدا کر دی ہے۔

اخبار نکالنا میرا قانونی حق ہے مجھے اس سے کون روک سکتا ہے؟ درویش نے جذبات میں آ کر کہا۔

اے سی بہاولپور آپ بڑے شوق سے اخبار نکال سکتے ہیں، میرا اس میں کیا دخل ہے۔ میری رائے ہے آخری فیصلہ نہیں ہے۔

آپ ڈپٹی کمشنر کو مطمئن کر سکتے ہیں۔ آپ نے میرے متعلق ان کی رائے کو خراب کر دیا ہے۔ اگر میں ایک اسسٹنٹ کمشنر کو مطمئن نہیں کر سکا، تو ڈپٹی کمشنر کو کیسے کروں گا؟

Marfat.com

۱۲ ستمبر ۱۹۷۰ء اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور کو جو درخواست دی گئی تھی۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تھانہ متعلقہ سے دریافت کیا جائے کہ درویش کو پانچ سال کے اندر کوئی سزا تو نہیں ہوئی۔ تھانہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مورخہ ۳۰/۱۲/۵۷ بمقدمہ ۴۳۰ (انہدام واٹر کورس) میں چالان ہوئے اور ۱۱/۱۲/۵۸ بعدم ثبوت جرم رہا ہونا پایا گیا ہے۔

۱۴ ستمبر اے سی لیاقت پور کو جو درخواست دی تھی اس میں کہا گیا تھا کہ تحصیلدار سے میری زمین سے متعلق ذرائع آمدنی کی رپورٹ لی جائے۔ "کیا بات ہے" کے ردِعمل میں اسے پھاڑ کر پٹواری حلقہ سے نقل جمع بندی لے لی اور تحصیلدار سے تصدیق کرالی۔

۱۴/۹ پھر پیش ہوا، فرمایا ذرا ٹھہریں! ایک بجے کے بعد تحصیلدار کو رپورٹ کے لیے لکھا، جب کہ وہ دفتر سے جا چکے تھے۔

۱۶/۹ جب تحصیلدار سے رپورٹ لے کر گیا تو بڑے اچھے الفاظ میں ایک ماہر اور قابل افسر کی طرح اپنے قلم سے اجراء اخبار کی سفارش لکھ دی اور ہمارے چار پانچ دن کی دوڑ دھوپ بار آور ہوئی۔ ہم ان کی سفارش پڑھ کر کافی خوش ہوئے اور جو اس سلسلہ میں کوفت ہوئی وہ پاکستانی افسران کے مزاج کے کھاتہ میں لکھ دی ہے۔

اے سی بہاول پور

اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور کی سفارش پڑھ کر پولیس کی رپورٹ کہاں ہے کاغذات میں ملاحظہ کرائی۔ انہوں نے یہ تو نہیں لکھا کہ ان کو پانچ سال کے اندر کوئی سزا نہیں ہوئی۔ حضور UNDER STOOD اس کے معنی یہی ہیں۔ محرر تھانہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

یہ رہی تحصیلدار کی رپورٹ

Marfat.com

مختار احمد خان : میں سکول کا لڑکا نہیں ہوں۔ آپ مجھے پڑھائیں نہ سکھائیں۔ جو میں کہتا ہوں وہ کریں۔ ان سے یہ لکھوا کر لائیں کہ ان کو پانچ سال کے اندر کوئی سزا نہیں ہوئی "

درویش : بھلا آپ مجھے ہی بچہ سمجھتے ہیں کہ میں پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے پانی پانی کہے جاؤں۔

اس کے بعد میں نے ان کے ہاتھ اور گھٹنی کے بعد کو ناپنا شروع کر دیا۔ میں اس پوزیشن میں خود آ گیا کہ وہ چپڑاسی کو حکم دیں کہ دفتر کے باہر ان کو چھوڑ آؤ۔ بڑی سنجیدگی سے انہوں نے میری طرف دیکھا، موقعہ غنیمت سمجھا اور عرض کیا۔

حضور ! اگر لیاقت پور اے سی کے نام چھٹی دے دیں تو شاید وہ بری بات پر کچھ دھیان دیں۔

"ہاں" میں آپ کو چھٹی دے دیتا ہوں آپ بہاولپور سے اخبار نکالتے رہے ہیں۔ محکمہ اطلاعات فلاں امر کے بارے میں تصدیق کر سکتا ہے۔ میں آپ کو ان کے نام بھی چھٹی لکھ دیتا ہوں۔

حاجی مشتاق صاحب : ان کو یہ دو چھٹیاں دے دیں۔ بہاول پور کے صاحب کی چھٹی لے کر ہم اپنے صاحب کے پاس آئے کہ مزاج شناس قانون نکتہ پکڑے بیٹھے ہیں، ان کی کچھ تسلی کرا دو۔

ہمارا خود اپنے صاحب کے پاس جانا طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ اسٹینو حضور بخش سے کہا صاحب کو اس صورتِ حال سے آگاہ کر دیں، چنانچہ ہمارے صاحب نے بہاولپور کے صاحب کی چھٹی پر واپسی جواب لکھ دیا اور حوالہ میں پولیس

Marfat.com

رپورٹ پر سُرخ پنسل سے بڑا مسکت اور واجبی انداز میں دوٹوک جواب دیا ہے
ہم نے شکریہ دیوار کے ساتھ دے مارا اور پلٹ کر دیکھے بغیر گھر کو چل دیئے
سعدی شیرازی نے انسان کے تاثرات کا کس خوبی سے نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے

اگر حنظل خوری از دست خوشخوئے
بہ از شیرینی از دست ترشروئے

۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء ہم بہاول پور پہنچے، دفتر سے معلوم ہوا صاحب ملٹری کورٹ مارشل لاء کیسز کی سماعت کر رہے ہیں چونکہ ان کے مزاج میں سنجیدگی کے ساتھ اعتدال پایا گیا ہے۔ دلیل حجت ان کے کام آتی ہے' وہاں پہنچ گئے ۱/۲ ۱ بجے جیپ کے پاس ان سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جواب آگیا ہے۔

نہیں! فرمایا پرسنل لیول پہ ان کو MOVE کرو اور کاغذات حاجی مشتاق کو دے دیں۔ جو کام لیاقت کے صاحب نے دو ملاقاتوں میں کر دیا ہے۔ وہ بہاولپور کے صاحب مہینہ بھر میں نہیں کر سکے۔ درویش کو اس کا ملال نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں قانون اور ضابطہ کی بات ہے اس بارے میں ہر افسر کا اپنا اپنا اندازِ فکر ہے، لیکن ضابطہ اخلاق سب کے لیے ایک ہے اور یہی ہماری حسنِ معاشرت کا محور اور مدار ہے۔

تاخیر قابلِ توجیہہ ہے مزاج کی تلخی BAD TEMPERAMENT انسانیت پر ایک بدزیب لفظ ہے۔

"کیا بات ہے" تین لفظوں اور آٹھ حرف کا ایک بے ضرر مجموعہ ہم پر بجلی

گرا اور ان کا اندازِ دلربائی ٹھہرا۔

یہ الفاظ جس مزاج کی تصویر کھینچتے ہیں، کتنے افسر ہیں جو اس چکر سے باہر رہتے ہیں۔ فرد کا رونا نہیں ہے۔

ہمارا پاکستانی سارا سرمایہ فکر کچھ اس طرح کا ہے۔ اس تعارف کے بعد ہم جلاس کی بات کرتے ہیں۔

اجلاس عام

ڈویژنل کمشنر بہاول پور۔ مسٹر ضیاء الدین ضیاؔ

۲۹ ستمبر ۱۹۷۰ء ریسٹ ہاؤس لیاقت پور

جناب کمشنر صاحب باہمراہی جناب عبدالحمید صاحب نیازی ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان و ملک محمد نواز ایس پی تشریف لائے۔

۱۰½ بجے اجلاس عام میں عرض و معروض کے سلسلہ کا آغاز ہوا۔ اجلاس کا افتتاح منڈی لیاقت پور کے آڑھتی چودھری شاہ محمد کے بہی کھاتہ سے ہوا، انہوں نے کہا۔ ۱۹۵۴ء سے ہماری کچھ رقم گورنمنٹ کے ذمے ہے۔ اس کی کوئی بات کرو۔ کیسی رقم، کب دی تھی، کیوں دی تھی۔ کچھ یاد دلاؤ۔ بتایا، ہمارے نام رقبہ تجویز ہوا۔ جس کا ہم نے نذرانہ داخل کرایا، دخل ملا ہے نہ قبضہ۔ گورنمنٹ زر پیشگی بھی پی گئی ہے۔ پہلی شکایت وہ بھی رقم خوردہ کی بات، حکومت کے خلاف کیا کر سکتے ہیں۔ اجلاس میں خود بلا بیٹھے ہیں اسے! ڈپٹی کمشنر کا منہ تکنے لگے!

Marfat.com

شرم رکھ لی بھرے اجلاس میں کمشنر کی، کہا دے دیں گے یار! چھوڑو اس قصہ کو!"
پرانی آبادی کے خانوں میں کچھ سیاسی شعور زیادہ ہے وہ ایسے مواقع پر اکٹھے ہو کر آتے ہیں۔ فرداً فرداً لڑنے کے عادی نہیں، اجتماعی طور پر حملہ کرتے ہیں۔

افیم خور نے کسی گداگر نے ایکسائز کے سپاہی عاشق کے ناروا سلوک کا ذکر چھیڑا، پھر یکے بعد دیگرے افیمی اور ان کے حمایتی میدان میں اس طرح کود پڑے، جیسے صوبہ کا مسئلہ ہے۔ بات عتیق الرحمٰن پر ختم نہیں ہوتی۔ آغا یحییٰ خان سے نپٹنا ہے۔ ہر چند ان کو بتایا گیا کہ اس کے خلاف پرچہ ہو چکا ہے۔ وہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ کر رہے گا، لیکن افیم خوروں کا مطالبہ اپنی جگہ کہ ہمارے ہر ایک کے جرم میں الگ الگ اس کو پھانسی دیا جائے۔

اتحاد و اتفاق ان کا دیکھ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ لائن سے اس پارٹی کی بچھی کا سراغ نہ ملنے کی وجہ یہی ہے کہ ان کا آپس میں بھائی چارہ بہت ہے۔

حیران کن امر یہ ہے ایک جانور ان کی اجتماعیت کو بیدار کر دیتا ہے۔ سیاسیات میں ان کو اتحادِ فکر حاصل نہیں ہے۔

ایک اور درخواست ناظم صاحب نے کمشنر صاحب کے سامنے رکھی، جس میں کہا گیا ہے کہ فلاں میری لڑکی کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ جب اظہار و ابلاغ کے ذریعہ کمشنر صاحب پر بات منکشف ہوئی کہ لڑکی شادی شدہ ہے۔
آپ نے فرمایا میں سمجھا لڑکی نابالغ ہے۔ شادی شدہ لڑکی کے بھاگ جانے کو اغوا کیوں کہتے ہو! ندیموں نے عرض کیا۔ حضرت قبلہ گاہ عالم! سماج کے

Marfat.com

ضابطہ اخلاق کو توڑ کر جو اس سے راہ و رسم پیدا کر لیتا ہے اور اسے لے بھاگتا ہے عام لوگ اسے بلا تخصیص اغواء کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

کمشنر صاحب کی معلومات کے لیے ایک قسم اغوار کی اور بھی ہے۔ اسمبلی کے ایک ممبر کو تشکیل وزارت کے وقت دوسری پارٹی اپنی کار میں بٹھا کر لے جائے تو اسے بھی اغوار کہتے ہیں۔

کمشنر : یہ کیس عدالتی سطح پر طے ہونا چاہیئے۔ میں اس میں کیا کر سکتا ہوں۔ فیصلہ کن لہجہ میں کہا :

چک ۲۵، ۲-آر عباسیہ سکول ماسٹر مسٹر محمد شریف آگے بڑھے اور اپنے سکول کے لیے پانی کا مطالبہ کیا۔ اری گیشن ایریا میں آپ کا سکول واقع نہیں ہے، رقبہ فرازی ہے اور موگہ مجوّزہ کا پانی نشیبی جگہ میں بہتا ہے۔ کتنا رقبہ ہے؟ تین ایکڑ !

کمشنر صاحب نے محکمہ انہار کے افسروں کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش ہو رہے جیسے تماشہ دیکھنے آئے ہیں۔ لیاقت پور سب ڈویژنل کینال آفیسر مسٹر منظور بھٹی نے کہا رقبہ تھوڑا ہے۔ نیا موگہ نہیں لگایا جا سکتا۔ کمشنر صاحب کے لیے یہ سوال معمہ بن گیا۔ ماسٹر صاحب بڑی استقامت کے ساتھ قائم و دائم رہا۔ بالآخر چودھری محمد شریف چیئرمین نے نہر کی سڑک کے لیے جو سرکاری موگی ہے اس سے سکول کے لیے پانی کے انتظام کرنے کی تجویز پیش کی اور ماسٹر کو اپنی جگہ سے سرکنا پڑا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ پرائمری سکول کے لیے پانی ڈویژنل سطح پر طے کرنے کا مسئلہ ہے جب یہ رقبہ سکول کے لیے تجویز ہوا، پانی کے وسائل نظر سے اوجل کیوں رہے ہ

Marfat.com

اس سلسلہ میں لوکل افسران سے گفتگو کے نتائج کیا رہے ؟

ان پر روشنی ڈالے بغیر ایک سرکاری ملازم کا ایک بڑے افسر کے سامنے ایک مطالبہ رکھنا اور اس کے حل میں کوئی تجویز سامنے نہ لانا، ایک بڑے افسر کو مخمصہ میں ڈال دینے کے مترادف ہے، اور غیر شعوری طور پر یہ تاثر دیتا ہے کہ کمشنر صاحب معمولی باتوں میں بھی غیر مؤثر ہیں۔ ملک کا وہ طبقہ جس کے ذمّہ تعلیم و ہدایت کے فرائض ہیں۔ ایک اعلیٰ مجلس میں کسی اچھے شعور کا مظاہرہ نہ کرے کوئی قابلِ فخر بات نہیں ہے۔ اساتذہ اپنے مدارس کے منتظم اور مہتمم ضرور ہیں، لیکن اعلیٰ افسران سے گفت و شنید کے کچھ آداب ہیں۔ اربابِ تعلیم کے حل و عقد کا اپنے اساتذہ کو ڈویژنل سطح پر مسائل کے حل کرنے میں اس طرح حق دینا حسنِ انتظام میں کوئی اچھی روایت نہیں ہے۔ یہ طریقہ بادی النظر میں شریف اور مسکین دکھائی دیتا ہے۔ اعلیٰ سوسائٹی میں اس نے معمّہ باز کا بہت اچھا پاٹ ادا کیا ہے۔

مسٹر افتخار احمد اے سی بہاولپور نے بر وقت وضاحت کر دی کہ مجھے سکول کا لڑکا نہ سمجھا جائے۔ کمشنر بچارہ کو ماسٹر نے ایسا کہنے کی بھی فرصت نہیں دی۔

ایس ڈی او مسٹر منظور بھٹی

ڈویژنل کمشنر کے اجلاس میں پورے قد و قامت کے ساتھ کھڑے ہو کر کہتے ہیں "رقبہ کم ہے دوسرا موگہ نہیں لگایا جا سکتا۔

مسٹر بھٹی کے تحت الشعور کیا جذبہ ہے؟ جس نے ان کو اس جواب پر ابھارا ہے جب کہ ان کے اعلیٰ افسر جو کمشنر صاحب سے قریب ہیں۔ خاموش بیٹھے ہیں۔ کمشنر صاحب کا ماسٹر سے یہ سوال کرنا کتنا رقبہ ہے۔ ان کے ذہن میں دوسرے

Marfat.com

ٹوگہ کی تجویز پہ دلالت واضح نہیں ہے۔ پانی اور رقبہ کا کچھ ایسا گہرا لگاؤ ہے کہ ایک کا نام لینے سے دوسرے کا خیال ذہن میں خود اُبھر آتا ہے۔ ذہن کا یہ خیال۔ سوال کی شکل میں کمشنر صاحب کے مُنہ سے نکلا ہے۔ ماسٹر کی ہیئت کذائی پرائمری سکول کا ہی تصور پیش کرتی ہے، بلکہ ہمارے ذہن میں وہ کوئی آبادکار قسم کا ماسٹر ہے۔

کمشنر صاحب نے اپنے مدعا اور مقصد کے لیے کوئی الفاظ استعمال نہیں کیے کہ ان کی ادائیگی سے اس قسم کے جواب کا جواز پیدا کر لیا جائے۔ وہ نگاہِ ناز سے عرض گذارِ تمنا ہوئے، ایسا جواب ان کے انداز سوال، منصب، طبیعت، مزاج، اور رنگ روپ ہر چیز کے خلاف ہے۔

گورنر کے حکم سے اجلاس منعقد کیا ہے۔ اپنے وجود کی نفی کر کے رکھ دی ہے اور گورنر کے غرورِ حسن کو پاس پھٹکنے نہیں دیا، تابعداری ہو تو ایسی! توجیہہ میں ہم کچھ کہتے ہیں۔

ایس ڈی او موصوف کو اُونچی مجلسوں میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اپنے حلقہ کے بڑے افسر ہیں۔ سب ڈویژنل کینال افسر اور ڈویژنل کمشنر میں انہوں نے کوئی زیادہ فرق نہیں سمجھا، دیکھا کمشنر صاحب HAPPY موڈ میں ہیں اور لوگ اپنی اپنی راگنی الاپ رہے ہیں۔ تکلّفات ملازمت کو خیرباد کہہ کر ظرافت کو ہاتھ مارا، یہ دوسری بات ہے کہ ان کا ہاتھ کچھ سخت پڑا ہے۔ اینٹ گارے کے یہ افسر زبان و بیان کی باریکیاں کیا جانیں؟

کمشنر صاحب نے ان کی طرف دیکھا انہوں نے خیال کیا ان کے افسر کسی دوسری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ایس ڈی او تک حساب و کتاب ہونا ہے۔ جلدی سے حساب

Marfat.com

کر کے کھڑے ہو کر باآوازِ بلند کہہ دیا کہ نئے موگہ کے لیے رقبہ تھوڑا ہے "

بزمِ سخن یا میدانِ کارزار؟

بہر کیف جو ہے قابلِ دید و شنید ہے۔ پٹواری حلقہ سے ایس ای بہاول پور تک محکمہ انہار کا پورا عملہ ایک فریق کی حیثیت سے ایک خاص محفوظ جگہ میں بڑی ترتیب سے اپنا مورچہ جمائے بیٹھا ہے۔ اس طرف کا ہر سپاہی ٹرینڈ اور جنگ آزمودہ ہے اور وہ سمجھے ہوئے ہے کہ مخالف سمت سے آنے والا ہر تیر اس کے سینہ میں پیوست ہونے کے لیے آتا ہے اور مغلوب ہونے کی صورت میں تاوانِ جنگ بھی اسے ادا کرنا ہے۔ دوسری طرف ایک آبادکار ہے جو کھلے میدان میں کھڑا ہے صرف ایک چادر سفید اور میلی زرہ کے طور پر اوپر لے رکھی ہے کمشنر صاحب کے سامنے اپنی جگہ متعین کر کے مخالف فوج کے قلب میں تابڑتوڑ حملے کر رہا ہے۔ وجہ نزاع پانی کا وارہ ہے

آبادکار کا موقف یہ ہے کہ میرا نکہ بعد میں ہے مجھے پانی کا وارہ پہلے دے دیا ہے۔ ایس ای بہاولپور جو اس سپاہ کے سالارِ اعلیٰ ہیں اور خود کمان کر رہے ہیں بنفسِ نفیس جنگ میں شریک ہیں اور ایک جنگ آزمودہ بہادر کی طرح سب سے پہلے میدان میں اترے ہیں اور اپنے ڈیفنس میں یہ پوزیشن اختیار کی ہے کہ آبادکار غلط کہتا ہے کہ اس کا رقبہ بعد میں ہے اور پانی کا وارہ پہلے دے دیا ہے رقبہ کے اعتبار سے قاعدۂ قانون کے مطابق جس وقت وارہ بنتا ہے۔ اسی وقت منظور ہوا ہے۔

نام سردار آباد چک نمبر $\frac{44}{3-3R}$

مشاہدہ عام

یہ ہے کہ اعلیٰ افسر ایسے معاملات میں عملہ پر اعتماد کرتے ہیں اور تنازعہ کے وقت خود فریق بننے کی بجائے فیلڈ افسر اس کے جواب دہ ٹھہرتے ہیں۔ لیکن یہ کیس کچھ ایسا ہے کہ ایس ای بہادر اس کی جزئیات تک ازبر کیے ہوئے ہیں۔ کمشنر صاحب کی طرح صاحب موصوف بھی بہاولپور سے آئے ہیں۔ کپڑے اور رنگ میں کمشنر صاحب کے قبیلہ سے ہیں۔

ایس ای صاحب یہ خیال رکھتے ہیں کہ بہت سے امورِ ربانی کے متعلق ایسے ہیں جن میں ان کا حکم ناطق اور فیصلہ آخری اور حتمی ہے۔ وارہ بندی کا کیس بھی ایسا ہی ہے کہ ان کے فیصلہ کے بعد کوئی اپیل انحصار ٹی نہیں ہے۔ ظن وگمان ان کا یہ ہے کہ جب کمشنر صاحب سے سینئر افسر میرے اس معاملہ میں دخل اندازی کا حق نہیں رکھتے تو یہ اس قصّہ کو کیوں لے کر بیٹھ جائیں گے۔ یہاں بحث فائل اور اس کے ریکارڈ سے نہیں ہے نہ کسی عدالت کے اختیاراتِ قانونی پر نظر و کلام ہے۔ بات صرف صحیح اور غلطی کی ہے اور وہ بھی یہ کہ رقبہ پہلے اور بعد کس کا ہے۔ یہ مسئلہ کسی قانونی موشگافی کا محتاج ہے نہ اس کی فال نکالنے کے لیے باہر سے کسی نجومی کو بلانا ہے۔ انگلینڈ سے پرٹ آئے نہ بنگال سے سہروردی کو بلایا جائے۔ اما لٌ نہر کے سب پٹواری اور تحصیل کا سارا ریکارڈ ہاتھ باندھے، شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہے۔ صرف نگاہ کا اٹھنا صحیح اور غلط کو واضح کرنے کے لیے کافی وافی ہے۔

صحت نظر، جراتِ فکر، قوّتِ فیصلہ، طرزِ استدلال، ایس ای کے پرکھنے اور آزمانے کا وقت آپہنچا ہے معلوم ہو جائے گا کہ یہ اس میدان کے کتنے جری سپاہی ہیں۔ ہم نے اپنے ہوش وحواس کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور

Marfat.com

بڑے چوکنے ہو کر بیٹھ گئے۔

نادلا آباد کار بہت جلد باز نکلا۔ ایک قدم آگے بڑھ کر مخالف کو یہ چیلنج دے دیا۔ کہ اگر میرا کہنا غلط ثابت ہو جو سزا چور کی وہ میری۔ مجمع پر سناٹا چھا گیا ہُو کا عالم طاری ہے خون کے دباؤ سے نبضیں رک گئیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہوئی، چشم زدن میں سماں بدل گیا۔ اندر رکا ہوا سانس، اس مسرت کے سامنے باہر آیا کہ امیر کے مقابلہ میں غریب اور حاکم کے سامنے محکوم سچا ہے۔

تعلیم جدید کے ہیرو

دیانت و صداقت کے میدان میں ناخواندہ آدمی کے پیچھے رہ گئے ہیں۔ عدالت میں جو آدمی اپنے تقدس پر فرشتوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں کس کی اقتداء میں سجدہ ریز ہو گئے ہیں۔ یہ ہے وہ تعلیم جس پر آج ہمیں فخر ہے اس کو پلے باندھ کر ہمارے مجسٹریٹ کہتے ہیں کہ ہم سول کے طالب علم نہیں ہیں۔ اس تعلیم و تربیت کے نتائج ملک میں سوشلزم کو جنم نہیں دیں گے۔ کتنا اچھوتا خیال ہے۔ ناقوس بجانا، کھڑے ہو کر ہمارے بھٹی صاحب کے ذمے ہیں۔

"اس کیس کی اپیل ایس ای صاحب کی عدالت سے خارج ہو چکی ہے۔ اب اس کا تعلق ہمارے محکمہ سے نہیں ہے"۔

سائل کو رو دھو کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر گھر بیٹھ جانا چاہیئے۔ اور اگر دل کو تسلی نہیں ہوئی تو سول کورٹ میں جا کر دل کا غبار اتار لینا چاہیئے لسے! کمشنر صاحب جان چھڑانے کا ایک بہانہ لے کر فرماتے ہیں:

" آپ سول سوٹ کر دیں"۔

آباد کار نے ہاتھوں کو سر سے اونچا کر کے ہوا میں لہراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اگر ان میں سو روپے کا نوٹ ہوتا، تو محکمہ والوں کی آنکھیں میرے لیے پتھر اور دل لوہا بن جانے کی، پھر دوسری وجہ کیا تھی؟ قوم ذرا مسکرائی، ابھی ہم میں دم خم باقی ہے ہمارا ایک آدمی خوب لڑ رہا ہے۔ ایس، ای بڑے سخت جان نکلے۔

تھوڑی دیر سستانے کے بعد پھر اپنی کمان پر چلہ چڑھایا اور پورے زور سے کھینچ کر، مٹی کا ایک ڈھیلا میدان میں دے مارا۔

ہم مستطیل کو صرف ایک نکہ دیتے ہیں اس میں جتنے حصہ دار ہوتے ہیں۔ وہ پانی کی تقسیم اور تقدیم و تاخیر کے خود ذمّہ دار ہوتے ہیں۔ بڑے افسر کے منہ سے نکلی ہوئی بات قاعدہ قانون کے اندر ہوتی ہے۔ یا قاعدہ قانون اس کے مطابق بن جاتا ہے۔ ہم نے خیال کیا۔ محکمہ والے سچے ہیں۔ یہ آباد کار ویسے ہی ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔

آباد کار۔ سرکار والا! کمشنر صاحب کو خطاب کرتے ہوئے ذرا ان سے اتنا پوچھ دینا ہر حصہ دار کا الگ وقت مقرر کر کے ان کے ہاتھ میں پرچی کس کام کے لیے دی ہے۔ ایس ای صاحب کو پہلی دفعہ اس بات کا تجربہ ہوا کہ اپنے دفتر سے باہر کسی دوسری جگہ بات کرنے کے لیے عقل و منطق کا کوڑا، کتنا اپنے ساتھ رکھنا ضروری ہے۔

کمشنر صاحب پر بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ سرکاری فوج کے جوانوں کا سرمایہ فکر و عمل کیا ہے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر عدالت میں وکیل کا رواج چل نکلا ہے ہمارے آباد کار اپنا کیس لڑنے میں کسی وکیل سے کم نہیں ہیں۔ ضرورت صرف

Marfat.com

اتنی ہے کہ قانون اور ضابطہ کی پاسداری عدالت اپنے ذمہ خود لے لے۔ پھر خیال گزرا۔ وکلاء بہت زیادہ ہوگئے ہیں اور ان کی شرح پیدائش پر کوئی پابندی ہے نہیں، ان بے کاروں کے روزگار کا مسئلہ حکومت کی سردردی کا باعث ہوگا۔

وکیل کے معاش کا مسئلہ حکومت اپنے ذمہ ڈال لے، تو کسان اور چھوٹا زمیندار مقدمہ بازی سے بڑی حد تک محفوظ ہو جاتا ہے۔

یہ حضرات مدعی کو ایک مقدمہ کے نتیجہ میں کئی مقدموں میں الجھا دیتے ہیں۔ جج صاحبان اگر وکلاء کو کسی دوسرے دھندے کی طرف توجہ دلائیں کہ ہم اپنا کام خود کرنے کے لیے تیار ہیں، آپ ہمارا اور اپنا وقت ضائع کرنے کی تکلیف نہ کریں، شاید کوئی اچھا نتیجہ نکل سکے۔

آباد کار کی بات کر رہے ہیں۔ وکلاء کا قصہ ہم کہاں لے بیٹھے آباد کار نے بتایا کیس کی سماعت کے دوران ایس ای صاحب کے کندھے پر میں نے ہاتھ رکھ دیا۔ میرا اس سے کچھ مقصد ہے یا سہواً ایسا ہوا انہوں نے گستاخی پر معمول کیا۔ میں معذرت خواہ ہوا، لیکن نتیجۃً میری اپیل خارج کر دی گئی۔ ڈویژن بھر کے افسر موجود ہیں۔ علاقہ کا اجتماع الگ۔ اصرار و انکار کی کوئی حد ہوتی ہے۔ کمشنر صاحب کی بار بار نگاہ ہماری طرف اٹھتی ہے۔ نتھو پہلے پانی لگائے یا فتو۔ ہمارا اس میں کتنا حصہ ہے؟ چلو یار! چھوڑو یہ بک بک۔ انہوں نے کہا آپ نئی درخواست دے دیں۔ ہم تمہارے درد کا کوئی درمان سوچیں گے۔ کمشنر صاحب نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ سائل کو نئی درخواست دینے کا حکم دے دیا۔

Marfat.com

آبادکار نے کہا درخواست طلبی ان کے ٹالنے کا ایک معمول بن چکا ہے۔ جہاں ہیں گیا جب کبھی ملا۔ انہوں نے نئی درخواست کا چکما دے کر چلتا کیا۔ چلو ! میرے ساتھ جس دفتر میں جاؤ گے۔ میری درخواستوں کا ایک پلندا پاؤ گے۔ آج ہوں نے دو ٹوک فیصلہ دینا ہے۔ جب فرار کی کوئی راہ باقی نہ رہی، کہا جاؤ یار مارا کام، اب بغیر درخواست دیئے کیسے دیتے ہیں۔ پیچھا چھوڑو ہمارا۔ م نے سوچا یہ دُنیا کوڑ پسارا ہے بالآخر سچ کی جیت ہوتی ہے۔

ایک آواز

ہم چینکے سے روپ سانولے نین باورے مستوں کی سی چال

بیکانیری حسن

بادِ بہاری کہیو جا کر وہ کہیں مل جائے

جب جب دیکھوں چاند ستارے تری یاد ستائے

برہا کی راگنی میں تڑپوں سانجھ سویرے ہائے

من کی چاندی، تن کا سونا سب کچھ پگھلا جائے

مندر، مکتب، میلے، سکھیاں، کھیل، ہنسی ہمسائے

دل کی بے چینی کی خاطر کتنے میت بنائے

جیون کی ہر ایک ڈگر پہ یاد دل سے ہیں جائے

ہائے کہاں میں جاؤں کہ ساجن کہیں نہ بھولا جائے

Marfat.com

نیل گگن پہ چاند کا بجرا ڈولے پونم رات
رات البیلی رین سہانی تاروں کی بارات
ندی کنارے دو دیوانے ہات میں ڈالے ہات
دُور کھڑی مَیں دیکھ کے رؤوں میرے خالی ہات

ذرا سر اُٹھا کر دیکھا تو کمشنر صاحب سے جھگڑا ہے کہ زمین و مکان پر تمہارے دوسرے گھر والے قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ مجھے مُفت میں مقید کر رکھا ہے۔ تمہارے پاس میرے لیے کچھ نہیں ہے۔ مجھے میرے دیس چھوڑ آؤ۔

حقیقت معلوم کرنے کے لیے اور اُوپر جھانکا، معلوم ہوا یہ ایک مہاجر ہیں اور متروکہ جائداد پر قبضہ کا ایک قضیہ ہے۔ چونکہ تمہید بہت متاثر ہے۔ ڈپٹی کمش اسسٹنٹ کمشنر اور تحصیلدار سب نے اس موضوع پر اظہارِ خیال کیا ہے۔

سرکاری پارٹی نے کہا ہے کہ اس نے ایک دفعہ اپنی رضا و خوشی رقبہ بیچ کر شہری کو قبضہ دے دیا ہے۔ ہم اس میں کس طرح دخل دے سکتے ہیں اس کا موقف یہ ہے کہ عدالت مجاز نے ان کے انتقال کو کالعدم قرار دے دیا اس صورت میں ان کا قبضہ ناجائز اور ناروا ہے۔ پہلے کی طرح یہ سرکاری پار اس مقدمہ میں شریکِ فریق نہیں بنی۔ انہوں نے اپنی اپنی معلومات کے مط بات کر کے قصّہ ختم کیا ہے۔ مہاجر غریب کہتا ہے مجھے بتاؤ۔ میرے بال بچ کہاں سے کھائیں۔ جب کہ وہ عدالت کے فیصلہ کے بعد قبضہ نہیں چھوڑ

محکمہ مال : مجھے قبضہ دلانے میں کوئی مؤثر کارروائی نہیں کر رہا۔

ریونیو افسر : کہنے میں جھگڑا تنازعہ، قانونی حد تک شکل میں آ چکا ہے ہمار

Marfat.com

لیے یہ مسئلہ مداخلت پروف ہے۔

کمشنر صاحب قانون کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں، لیکن ان کا دل، اس احساس سے بھی خالی نہیں ہے کہ یہ بچارہ قانون کی وسعتوں میں کب تک سرگرداں و پریشان رہے گا۔ اس کے درد کا جلد مداوا ہونا چاہیئے۔ اے سی لیاقت پور کو وہ بار بار کہتے ہیں کہ آپ ذاتی طور پر اس میں دلچسپی لیں اخلاقی سطح پر اس کا کوئی حل سوچیں۔

ورائٹی شو: کمشنر صاحب کے اجلاس کو ورائٹی شو کہنا کوئی آسان بات نہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک اس کی صحیح تعبیر اس کے سوا، کوئی دوسری ہے نہیں۔

بادشاہ کا دربارِ عام منعقد ہوتا ہے تو اس کو قانون کے علاوہ بے پناہ اختیارات خصوصی حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا حکم ناطق ہوتا ہے بلکہ اس کی خصوصیت ہی یہی ہوتی کہ جو کام ملکی قانون اور ضابطہ کے مطابق نہیں ہو سکتے وہ بادشاہ کے دربارِ عام میں ان کے خصوصی اختیارات کی وجہ سے بہت جلد اور فوری طور پر طے ہو جاتے ہیں اور جن امور میں انتظامیہ سے سستی اور غفلت واقع ہوتی ہے، سرِ عام اس کے متعلق باز پرس۔ لوگ اس خیال کے ساتھ اس اجلاس میں شریک ہوتے ہیں۔ گو ان کی توقعات کے مطابق نتائج برآمد نہیں ہوتے۔

کمشنر صاحب کو بھی یہ کہنا پڑا ہے کہ میں قانون کی حکومت قائم کرنے آیا ہوں۔ قانون کے باہر میں کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔

ورائٹی شو میں ہم مختلف سین دیکھتے ہیں، لیکن اس کے غلط اور صحیح کا کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے۔ اس میں کئی دلچسپیوں کے ساتھ پارٹ ادا کیے جاتے ہیں جس سے معاشرہ کے عمل و کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

Marfat.com

کمشنر صاحب کے اس اجلاس میں بھی حکومت اور اس کے کارپردازوں کے مختلف کرداروں سے پردہ اٹھا ہے، لیکن ان کے متعلق کوئی قانونی نوٹس لینا ممکن نہیں ہے۔

انسان دوستی

ہم نے کمشنر کے عام رویہ میں اعتدال کے ساتھ ہمدردانہ تاثرات اور انسان دوستی کے جذبات کا عمل دخل پایا ہے، ان کے حسنِ عمل کو نہ سراہنا بخل ہوگا۔

چودھری میر محمد ریٹائرڈ تحصیلدار کا ذکر اس جگہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ یہ لیاقت پور میں صفِ اوّل کے پہلوان ہیں۔ اپنا ڈیل ڈول رکھتے ہوئے سفید داڑھی متشرع چہرہ معزز ہونے کا اعتبار جمانے میں خاصہ بارعب ہے۔ ڈپٹی کمشنر ایس پی اور ایس ای صاحبان کے ساتھ سرکاری صفِ اوّل میں جلوہ تاباں ہیں۔ ان کی شرکت سے معلوم ہونے لگا کہ یہ بھی بالغ آدمیوں کی ایک قطار ہے۔ یہ جگہ ان کی نمود و نمائش کے لیے کافی ہے، لیکن اس پر اکتفا نہ ہوا انہوں نے سوچا اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہیئے۔ کسی عام آدمی کے جواب میں کسی افسر نے کوئی تلخ کلامی کی ہے ایسا نہیں ہوا۔ ایک چیئرمین صاحب جو ان کی طرح متشرع آدمی ہیں۔ صرف سفید اور سیاہ کا فرق ہے۔ انہوں نے تقاوی گندم کے سلسلے میں اپنا کوئی حساب و کتاب کھولا۔ افسر نے نہیں۔ اہلکاروں میں سے کسی نے اس کے جواب میں وضاحت پیش کی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ راگ کی سُر ذرا اونچی ہے۔

تلملاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور زوردار لہجہ میں PROTEST کرتے ہوئے کہا: "افسران کا اس طرح تلخ آواز میں جواب دینا، لوگوں کے حوصلہ کو پست

Marfat.com

دے گا وہ اپنی بات اجلاس میں نہیں کر سکیں گے۔

افسر پارٹی جلدی سے ایک دُوسرے کی طرف دیکھنے لگی کہ کس
کیا کہا ہے۔ سارا دن تو ان کا پلہ بھاری رہا ہے۔ شکر ہے آخر وقت میں یہ خبر
سُننے میں آئی ہے کہ کوئی افسر بھی ان کو دبا رہا ہے اور انہوں نے یہ داؤ جس کو
م دن بھولے رہے۔ پلہ باندھ لیا کہ دُوسرے موقعہ پہ اسے پہلے آزمائیں گے۔
شنر صاحب ریفری کی طرح بڑی تیز نگاہوں سے ہر طرف دیکھ رہے ہیں ان
ن قوتِ حاسہ پھڑکی، فرمایا مجھ پہ اعتماد کرو۔ مَیں ایسی ویسی بات نہیں ہونے
دوں گا۔

ہم دم بخود بیٹھے تھے۔ دم میں دم آیا کہ خیر گزری۔ کمشنر صاحب نے
پنے کام میں مداخلت سمجھ کر احتجاج نہیں کیا۔

Marfat.com

افکارِ درویش

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورۃ الفَاتحہ

محمد علی درویش اخبار "الامام" بہاولپور ——— ۱۸ جون ۱۹۵۹ء

مَیں شروع کرتا ہوں ، اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن اور رحیم ہے

الحمد للہ رب العالمین ○ الرحمٰن الرحیم ○ مالک یوم
الدین ○ ایاک نعبد و ایاک نستعین ○ اھدنا
صراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیھم غیر
مغضوب علیھم ولا الضالین ○ آمین

۱۔ ساری تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہان کا پروردگار ہے ۔

۲۔ وہ نہایت رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے ۔

۳۔ وہ جزا اور سزا کے دن کا مالک ہے ۔

۴۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں ۔

۵۔ ہم کو سیدھا راستہ دکھا ۔

۶۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا ہے ۔

۷۔ ان لوگوں کی راہ نہیں جن پر تُو نے غضب کیا ہے اور نہ اُن کی راہ جو راستی سے بھٹک گئے ہیں ۔ خدایا ہماری دُعا قبول فرما ۔

Marfat.com

لغت القرآن

اِسْمٌ	نام
اَللّٰہ	خداوند کریم کا نام
رَحْمٰن	نہایت رحم کرنیوالا رَحِمَ یَرْحَمُ رَحْمًا (رحم کرنا، شفقت کرنا)
رَحِیْمٌ	بار بار رحم کرنے والا
حَمْدٌ	تعریف کرنا (حَمِدَ یَحْمَدُ حَمْدًا ثنا کرنا
رَبٌّ	پالنے والا، پروردگار (رَبَّ یَرُبُّ ربًّا بیان کرنا پالنا)
عَالَمِیْن	عالم کی جمع ہے۔ جہاں (دنیا۔ آخرت) عَلِمَ یَعْلَمُ عِلْمًا وَعَلَامَۃً (جاننا و پہچاننا)
مَالِكٌ	مالک (مَلَكَ، یَمْلِكُ، مِلْكًا (مالک ہونا)
یَوْمٌ	دن
دِیْنٌ	جزا و سزا (دَانَ، یَدِیْنُ، دِیْنًا (جزا دینا)
نَعْبُدُ	ہم عبادت کرتے ہیں (جمع متکلم فعل مضارع) عَبَدَ یَعْبُدُ، عِبَادَۃً (عبادت کرنا)
نَسْتَعِیْنُ	ہم مدد چاہتے ہیں (جمع متکلم فعل مضارع) اِسْتَعَانَ یَسْتَعِیْنُ، اِسْتِعَانَۃً (مدد چاہنا)
اِھْدِ	راستہ دکھا (واحد مخاطب فعل امر حاضر) ھَدٰی، یَھْدِی

Marfat.com

هَدَايَةً (راستہ دکھانا)

صِرَاطٌ راستہ

مُسْتَقِيْم سیدھا درست (فاعل کا صیغہ ہے) استقام، یستقیم،
اِسْتِقَامَتہٌ (سیدھا ہونا)

اَنْعَمْتَ تُو نے انعام کیا (واحد مخاطب فعل ماضی) اَنْعَمَ یُنْعِمُ، اِنْعاماً
(انعام کرنا) نَعِمَ یَنْعَمُ نِعْمَتہٌ (عیش کرنا)

عَلٰی اوپر

عَلَیْہِمْ ان پر

غَیْر سوا۔ علاوہ

مَغْضُوْب غضب کیا گیا (مفعول کا صیغہ ہے) ثلاثی مجرد سے مفعول اسی
وزن پر آتا ہے جیسے مقتول، مذکور وغیرہ۔ غَضِبَ،
یَغْضَبُ، غَضَبًا) غضب کرنا۔

ضَالِّیْن ضال کی جمع ہے۔ راستہ سے بھٹکنے والے (ضَلَّ یَضِلُّ
ضَلاَلَۃً (گمراہ ہونا) اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

حمد شریف

ہر قسم کی حمد و ثنا صرف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا پروردگار ہے جس کی پروردگاری ہر وجود کو زندگی اور بقا کا سروسامان بخشتی اور پرورش کی ساری ضرورتیں مہیا کرتی ہے۔

Marfat.com

جو رحمت والا ہے جس کی رحمت تمام کائنات ہستی کو اپنی بخششوں سے مالامال کرتی ہے جو جزا سزا کے دن کا مالک ہے جس کی عدالت نے ہر کام کے لیے بدلہ اور ہر بات کے لیے نتیجہ ٹھہرایا ہے۔

خداوندا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تو ہی ہے جس سے زندگی اور آخرت کی ساری احتیاجوں میں مدد مانگتے ہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں جس کی بندگی کی جائے اور طاقت و بخشش کا کوئی سہارا نہیں جس سے مدد مانگی جائے۔

خدایا ہم پر فلاح و سعادت کی راہ کھول دے، وہ راہ جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہوا۔ ان کی راہ نہیں جو تیرے حضور مغضوب ہوئے اور نہ ان کی راہ جو بھٹک گئے اور صحیح منزل کا راستہ ان پر گم ہو گیا ہے۔ (آزاد)

خدایا ہماری دعا قبول فرما

سُورۃ الفاتحہ

وَهِیَ مکیۃ (آیاتھا سبعٌ

فاتحہ مکی سورت ہے اور اس کی سات آیتیں ہیں۔

سورت۔ السورۃ المنزلۃ الرفیعۃ (راغب) سور المدینۃ حائطھا (راغب) السورۃ الرفعۃ (لسان)

(۱) سورت کے معنی بلندی یا منزل کے ہیں (۲) فصیل۔ شہر پناہ

Marfat.com

وجہ تسمیہ وبها سميت السورة من القرآن اى دفعته (لسان) به سميت سورة القرآن لاجلال ورفعته ، قرآن کے ہر باب کو سورت کہتے ہیں گویا کہ ہر سورت ایک بلند منزل کا نام ہے۔ سورت قرآنی کو سورہ اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ گویا وہ فصیل شہر کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

فاتحہ فاتحہ کے لفظی معنی ابتدا کرنے والی کے ہیں۔ قرآن مجید کی اس ابتدائی سورت کو اسی لیے فاتحہ کہتے ہیں کہ اس سے قرآن کی ابتدا ہوتی ہے گویا کہ یہ دیباچہ قرآن ہے۔

فضائل سورت اس کی اہمیت سے ظاہر ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے، بلکہ شافعیہ کی تحقیق میں فرض ہے۔ کتب احادیث میں اسے مختلف اوصاف کی وجہ سے سورہ وافیہ، امّ القرآن کہا گیا ہے۔ آیت

(۱) قيل لكل جملة من القرآن دالة على حكمٍ آية

(۲) وقد يقال لكل كلام منه منفصل بفصلٍ لفظيٍ آية

آیت کے لفظی معنی نشان کے ہیں اور اصطلاح میں سورت کے اندر کی سب سے چھوٹی تقسیم کا نام ہے۔ ہر فقرہ جس میں کوئی حکم ہو یا وہ ایک مستقل عبارت ہو۔ ایک آیت ہے۔ (تفسیر ماجدی)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قرآن مجید کا یہ افتتاحی فقرہ بجز ایک سورت کے ہر سورت کی ابتدا میں دہرایا گیا ہے، یعنی ۱۱۳ بار اور سورت النمل میں بطور آیت قرآنی بھی آیا ہے۔

اس طرح اس کے جزء قرآن ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے، البتہ گفتگو اس میں ہے کہ آیا ہر سورت کی ابتداء میں اس کی حیثیت بطور ایک مستقل آیت کے ہے؟

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ نہیں ہے بلکہ یہ سورتوں کے درمیان محض بطور علامت فرق و تمیز کے اور شروع میں بطور افتتاحی فقرہ کے ہے۔ امام مالکؒ بھی اسی مسلک سے متفق ہیں۔ قال مالک و ابو حنیفۃ لیست فی اوائل السورۃ بآیۃ وانما ھی استفتاح لیعلم بھا مبدءھا (ابن عربی)

فضیلت

ہر جائز کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرنے کی بڑی فضیلتیں حدیث میں وارد ہوئی ہیں اور خود رسول اللہ صلعم کی عادت مبارک یہی تھی کہ کھانا کھانے، پانی پیتے، وضو کرتے، جانور ذبح کرتے غرض اس قسم کے سارے کاموں کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے تھے اور رہے بھی یہی کہ جو شخص کسی کام کو خدائے رحمٰن و رحیم کا نام لے کر شروع کرتا ہے۔ وہ عملاً اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ میرا ضمیر پاک ہے میری نیت مخلصانہ ہے میرا مقصد اعلیٰ ہے اور میں توحید کا پرستار ہوں۔ ایک طرف شرک سے اور دوسری طرف الحاد سے بیزار۔ غرض بسم اللہ سے بڑھ کر قوت بخش اور اس سے زیادہ روح و اخلاق کو بلند

Marfat.com

کرنے کا ذکر کوئی اور نہیں ہے (ماجدی)

بسم اللہ کی ب بسم اللہ کی ب نحویوں کی اصطلاح میں بار الاستعانت کہلاتی ہے پڑھنے والا گویا یوں کہتا ہے کہ میں شروع کرتا ہوں اس کلام کو اللہ کے نام سے مدد چاہتے ہوئے اور یہ کہہ کر بسم اللہ خوان اپنی اور سب کی طرف سے قطع نظر کرکے تکیہ کرلیتا ہے اللہ کی ذات اور اس کی صفات رحمانیت و رحمت پر۔ (ماجدی)

اسم بسم اللہ میں جو اسم ہے وہ سمو سے مشتق ہے بمعنی بلندی۔ سَمِیُّ وَ سَمَیْتُ اس کی دلیل ہے۔ (مظہری)

بعض نے کہا ہے کہ سمۃ بمعنی علامت سے مشتق ہے اور سمۃ کی اصل وسم ہے واؤ پر کسر ثقیل تھی اسے ہمزہ سے بدل دیا اور پھر ہمزہ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہر طرح کی حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے جو ساری کائنات کا پروردگار ہے۔

اَلْحَمْدُ فی کلام العرب معناہ الثناء الکامل (قرطبی)

کلام عرب میں حمد کے معنی ثنار کامل کے ہیں۔

آل الالف واللام فی الحمد لاستغراق جمیع اجناس الحمد للہ تعالیٰ (ابن کثیر)

اور الف لام جو حمد پر ہے استغراق کا ہے حمد کی تمام انواع کو حاوی ہے۔

Marfat.com

اَللّٰہ — ایل سے ماخوذ ہے بمعنی بہت بہا در قوی جیسے بنی اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے اور عربی میں اس کا مادہ الہ ہے بمعنی تحیر اور درماندگی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ولہ سے مشتق ہے معنی دونوں کے ایک ہیں۔

خدا کے لیے یہ لفظ اس لیے استعمال ہونے لگا کہ اس کے متعلق انسان جو کچھ جانتا اور جان سکتا ہے وہ عقل کے تحیر اور ادراک کی درماندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

(ترجمان القرآن)

لِلّٰہ — لفظ اللہ پر جو لام ہے۔ اختصاص کا ہے جیسا کہ الدار لزید میں (یعنی ہر طرح کی حمد اللہ کے نام سے مخصوص ہے۔ (مظہری)

اسم ذات — اللہ۔ علم للذات واجب الوجود المستجمع بجمیع صفات الکمال غیر مشتق (تاج)

لم یسم بہ غیرہ تبارک وتعالیٰ ولھذا لا یعرف فی کلام العرب اشتقاق من فعل یفعل (ابن کثیر)

اللہ خدا کے لیے اسم ذات ہے کسی دوسرے کے لیے اس کا اطلاق نہیں

Marfat.com

نہیں ہو گا نہ اس کی جمع آتی ہے اور نہ ہی کسی لفظ سے مشتق ہے (ماجدی)

رب : ربوبیت سے مشتق ہے بمعنی پالنا۔ ھو انشاء الشیٔ حالاً فحالاً الی حد التمام (راغب) وھی تبلیغ الشیٔ الیٰ کمالہٖ شیئاً فشیئاً (بیضاوی)

ربوبیت کے معنی میں کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ اپنی حد کمال تک پہنچ جائے۔ یعنی پرورش اور نگہداشت کا ایک جاری اور مسلسل اہتمام ہو اور سب کچھ محبت اور شفقت کے ساتھ کیا جائے۔ الرب المصلح والمدبر والجابر لغا ثم یقال لِمَنْ قَامَ بِاصطلاح شیٔ واتمامہ (قرطبی) ولا یقال الرب مطلقاً الا اللہ تعالیٰ (راغب) ولا یستعمل الرب لغیر اللہ بل بالاضافۃ (ابن کثیر)

عالمین ـــ عالم کی جمع ہے۔ خاتم کے وزن پر۔ یہ اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ یہ علم یا علامت سے مشتق ہے۔ جاننا، پہچاننا ہر وہ چیز جس سے خدا کی ذات جانی یا پہچانی جائے۔

العالمین ـــ جمع عالم وھو ما سوی اللہ تعالیٰ (الجواہر)

اسباب ربوبیت

جس طرح خالق کل کی خالقیت نے کائنات ہستی اور اس کی ہر چیز پیدا کی ہے۔ اسی طرح اس کی ربوبیت نے ہر مخلوق کی پرورش کا سروسامان بھی کر دیا ہے اور یہ پرورش کا سامان ایک ایسے عجیب وغریب نظام کے ساتھ ہے کہ ہر وجود کو

Marfat.com

زندگی اور بقا کے لیے جو کچھ مطلوب ہے وہ سب کچھ مل رہا ہے اور اس طرح مل رہا ہے کہ ہر حالت کی رعایت ہے۔ ہر ضرورت کا لحاظ ہے۔ ہر تبدیلی کی نگرانی ہے اور ہر کمی بیشی ضبط میں آچکی ہے۔

زندگی کے لیے پانی اور رطوبت کی ضرورت تھی ہم دیکھتے ہیں کہ پانی کے وافر ذخیرے ہر طرف موجود ہیں۔ لیکن اگر اتنا ہی ہوتا تو یہ زندگی کے لیے کافی نہ تھا، کیونکہ زندگی کے لیے صرف یہی ضروری نہیں ہے کہ پانی موجود ہو بلکہ ضروری ہے کہ ایک خاص طرح کے انتظام، ایک خاص طرح کی ترتیب اور ایک مقررہ مقدار کے ساتھ موجود ہو، دُنیا میں پانی کے بننے اور تقسیم ہونے کا ایک خاص طرح کا انتظام پایا جاتا ہے اور فطرت صرف پانی بناتی ہی نہیں بلکہ ایک خاص ترتیب و مناسبت کے ساتھ بناتی ہے اور ایک خاص اندازہ کے ساتھ بانٹتی ہے۔

دیکھئے اس کی ربوبیت نے پانی جیسا جوہر حیات پیدا کیا ہے تو ایک خاص اندازہ کے ساتھ ایک ایک بوند کر کے ٹپکاتی، زمین کے ایک ایک گوشہ تک پہنچاتی، ایک خاص مقدار اور حالت میں تقسیم کرتی ایک خاص موسم اور محل میں برساتی ہے اور زمین کے ایک ایک تشنہ ذرہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سیراب کر دیتی ہے۔

اور پھر اس حقیقت پر غور کرو کہ زندگی کے لیے جن چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت تھی انہی کی بخشائش سب سے زیادہ اور عام ہے اور جن کی ضرورت خاص خاص حالتوں اور گوشوں کے لیے تھی انہی میں اختصاص اور مزاحمت پائی جاتی ہے۔ ہوا سب سے زیادہ ضروری تھی کیونکہ پانی اور غذا کے بغیر کچھ دیر

Marfat.com

تک زندگی ممکن ہے مگر ہوا کے بغیر ایک لمحہ ممکن نہیں پس اس کا سامان اتنا وافر اور عام ہے کہ کوئی جگہ کوئی گوشہ وقت نہیں جو اس سے خالی ہو فضا ہوا کا بے حد و کنار سمندر پھیلا ہوا ہے جب کبھی اور جہاں کہیں سانس لو زندگی کا یہ سب سے زیادہ ضروری جوہر تمہارے لیے خود بخود مہیا ہو جائے گا۔

ہوا کے بعد دوسرے درجہ پر پانی ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ اس لیے اس کی بخشائش کی فراوانی و عمومیت ہوا سے کم مگر دوسری ہر چیز سے زیادہ ہے زمین کے نیچے آب شیریں کی سوتیں بہ رہی ہیں۔ زمین کے اوپر بھی ہر طرف دریا رواں ہیں پھر ان دونوں ذخیروں کے علاوہ فضا آسمان کا بھی ایک کارخانہ ہے جو شب و روز سرگرم عمل کار رہتا ہے۔ وہ سمندر کا شور یہ کھینچتا ہے اسے صاف و شیریں بنا کر جمع کرتا ہے۔ پھر حسب ضرورت زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔

پانی کے بعد اُن مواد کی ضرورت تھی جن میں غذائیت ہو۔ لہٰذا ہوا اور پانی دونوں سے کم اور تمام چیزوں سے زیادہ ان کا دسترخوان کرم بھی خشکی و تری میں بچھا ہوا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جس کے گرد و پیش اس کی غذا کا ذخیرہ موجود نہ ہو۔ پھر سامان پرورش کے اس عالمگیر نظام پر غور کرو جو اپنے ہر گوشہ عمل میں پروردگی کی گود اور بخشش حیات کا سرچشمہ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ تمام کارخانہ صرف اسی لیے بنا ہے کہ زندگی بخشے اور زندگی کی ہر استعداد کی رکھوالی کرے۔

سورج اس لیے ہے کہ روشنی کے لیے چراغ کا اور گرمی کے لیے تنور کا کام دے، اور اپنی کرنوں کے ڈول بھر بھر کر سمندر سے پانی کھینچتا رہے۔ ہوائیں اس لیے ہیں کہ اپنی سردی اور گرمی سے مطلوبہ اثرات پیدا کرتی رہیں اور کبھی پانی کے ذرات

Marfat.com

جما کر ابر کی چادریں بنا دیں تو کبھی ابر کو پانی بنا کر بارش برسا دیں۔ زمین اس لیے ہے کہ نشو و نما کے خزانوں سے ہمیشہ معمور رہے اور پروانہ کے لیے اپنی گود میں زندگی اور ہر پودے کے لیے اپنے سینہ میں پروردگی رکھے۔

مختصر یہ کہ کارخانۂ ہستی کا ہر گوشہ صرف اسی کام میں لگا ہوا ہے۔ ہر قوت استعداد ڈھونڈ رہی ہے اور تاثیر، اثر پذیری کے انتظار میں ہے۔ جونہی کسی وجود میں بڑھنے اور نشو و نما پانے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ تمام کارخانۂ ہستی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ سورج کی تمام کارفرمائیاں، فضا کے تمام تغیرات، زمین کی تمام قوتیں، عناصر کی تمام سرگرمیاں صرف اس انتظار میں رہتی ہیں کہ کب چیونٹی کے انڈے سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کب دہقان کی جھولی سے زمین پر ایک دانہ گرتا ہے۔

(آزاد)

تربیت معنوی

خارج میں زندگی اور پرورش کا کتنا ہی سروسامان کیا جاتا، لیکن وہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا تھا! اگر ہر وجود کے اندر اس سے کام لینے کی ٹھیک ٹھیک استعداد نہ ہوتی اور اس کے ظاہری و باطنی قوٰی اس کا ساتھ نہ دیتے۔ پس یہ ربوبیت ہی کا فیضان ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مخلوق کی ظاہری بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس طرح ہر قوت اس کے سامان پرورش کی نوعیت کے مطابق ہوتی ہے اور اس کی ہر چیز اسے زندہ رہنے اور نشو و نما پانے میں مدد دیتی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مخلوق اپنے جسم و قوٰی کی ایسی نوعیت رکھتا ہو جو اس کے حالات پرورش کے مقتضیات

Marfat.com

کے خلاف ہو۔ خدا کی ربوبیت نے جس طرح مخلوقات کو ان کے مناسب حال جسم وقویٰ دیئے ہیں۔ اسی طرح ان کے اندر استعداد اور فطرتی داعیات بھی رکھ دی ہیں تاکہ وہ ان کے مطابق کام کریں اور ان فطرتی داعیات کو اصطلاح میں ہدایت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر فطرت کی یہ ہدایت موجود نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی مخلوق بھی زندگی و بقا کا سامان بہم پہنچا سکتی۔

قرآن نے کہا ہے کہ ہر وجود کے بننے اور درجۂ تکمیل تک پہنچنے کے مختلف مراتب ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی

وہ پروردگار جس نے ہر چیز پیدا کی پھر اُسے درست کیا پھر وجُود کے لیے ایک اندازہ ٹھہرا دیا پھر اس پر راہ عمل کھول دی یعنی تکوین وجود کے لیے چار مرتبے ہوئے۔ تخلیق، تسویہ، تقدیر، ہدایت۔

تخلیق کے معنی پیدا کرنے کے ہیں۔ یہ بات کہ کائنات خلقت اور اس کے ہر وجود کا مواد عدم سے وجود میں آیا تخلیق ہے۔

تسویہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز کو جس طرح ہونا چاہیئے، ٹھیک ٹھیک اسی طرح درست اور آراستہ کر دینا۔

تقدیر کے معنی اندازہ کر دینے کے ہیں یعنی کسی چیز کے لیے ایک خاص طرح کی حالت ٹھہرا دینے کے ہیں۔ خواہ یہ ٹھہراؤ کمیت میں ہو یا کیفیت میں۔

فطرت نے ہر وجود کی جسمانی ساخت اور معنوی قویٰ کے لیے ایک خاص طرح کا اندازہ ٹھہرا دیا ہے جس سے وہ باہر نہیں جا سکتا اور یہ اندازہ ایسا ہے جو اس کی زندگی اور نشوونما کے تمام احوال وظروف سے ٹھیک ٹھیک تناسب رکھتا ہے۔

Marfat.com

ھدایت کے معنی راہ دکھانے، راہ پہ لگانے، اور رہنمائی کرنے کے ہیں ہدایت ضروریاتِ زندگی کی طلب وحصول میں رہنمائی کرتی ہے۔ فطرت کی یہ ہدایت ربوبیت کی ہدایت ہے اور اگر ہدایت ربوبیت کی بخشنگی یہ نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی مخلوق بھی دُنیا کے سامان حیات و پرورش سے فائدہ اُٹھا سکتی اور زندگی کی سرگرمیاں ظہور میں آسکتیں۔

ہدایت ربوبیّت کے مراتب بھی ہیں

(۱) وجدان وادراک، سب سے پہلا مرتبہ وجدان وادراک کی ہدایت کا ہے۔ وجدان وادراک کی طبیعت انسانی کا فطری اور اندرونی الہام ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بچّہ پیدا ہونے ہی غذا کے لیے رونے لگتا ہے اور پھر بغیر اس کے کہ خارج کی کوئی رہنمائی اسے ملی ہو۔ ماں کی چھاتی منہ میں لیتے ہی اسے چوسنا اور اپنی غذا حاصل کر لیتا ہے۔

(۲) وجدان کے بعد حواس کی ہدایت کا درجہ ہے اور وہ اس سے بلند تر ہے۔ دیکھنے، سُننے، چکھنے، چھُونے اور سونگھنے کی قدرت ہر انسان اور حیوان کو ودیعت ہوئی ہے جس سے خارج کا علم حاصل ہوتا ہے۔

(۳) ہدایت کا ایک درجہ عقل کا ہے اور نوع انسان کو دُوسرے حیوانات کی نسبت زیادہ ملی ہے۔ فطرت کی یہی ہدایت ہے جس نے انسان کے آگے غیر محدود ترقیات کا دروازہ کھول دیا ہے اور اس نے کائنات ارضی میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ مخلوق کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔

وجدان کی ھدایت:۔ اس میں سعی وطلب کا ولولہ پیدا کرتی ہے جو

Marfat.com

اس کے لیے معلومات بہم پہنچاتے ہیں اور عقل، نتائج و احکام مرتب کرتی ہے۔

حیوانات کو اس آخری مرتبہ کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے ان کا قدم وجدان و حواس سے آگے نہیں بڑھا، لیکن انسان میں یہ تینوں ہدایت کے درجے جمع ہو گئے ہیں۔

احکام و کلیات

ہدایت فطرت کے ان تینوں درجوں میں ہر درجہ قوت و عمل کا ایک خاص دائرہ رکھتا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور اگر اس درجہ سے ایک دوسرا درجہ بلند تر موجود نہ ہوتا، تو ہماری معنوی قوتیں اس حد تک ترقی نہ کر سکتیں، جس حد تک فطرت کی رہنمائی سے ترقی کر رہی ہیں۔

وجدان کی ہدایت ہم میں طلب و سعی کا جوش پیدا کرتی ہے اور مطلوبات زندگی کی راہ پر لگاتی ہے لیکن ہمارے وجود سے باہر جو کچھ موجود ہے اس کا ادراک حاصل نہیں کر سکتی۔ یہ کام حواس کے درجہ کی ہدایت کا ہے۔

حواس کی ہدایت آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں، زبان چکھتی ہے ہاتھ چھوتا ہے، ناک سونگھتی ہے اور اس طرح ہم اپنے وجود سے باہر کی تمام محسوسات کا ادراک حاصل کر لیتے ہیں۔

عقل: حواس کی یہ ہدایت بھی ایک خاص حد تک ہی کام دے سکتی ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ آنکھ دیکھتی ہے مگر صرف اس حالت میں جبکہ دیکھنے کی تمام شرطیں موجود ہیں۔ اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے مثلاً روشنی نہ ہو۔ فاصلہ زیادہ ہو۔ ہم آنکھ رکھتے ہوئے بھی ایک موجود چیز کو براہ راست نہیں دیکھ سکتے۔

Marfat.com

علاوہ بریں حواس کی ہدایت صرف اتنا ہی کر سکتی ہے کہ اشیاء کا احساس بیدار کردے لیکن مجرد احساس کافی نہیں ہے۔ ہمیں استنباط و استخراج کی ضرورت ہے احکام کی ضرورت ہے۔ کلیات کی ضرورت ہے اور یہ کام عقل کی ہدایت کا ہے وہ ان تمام مدرکات کو جو حواس کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ ترتیب دیتی ہے اور ان سے احکام و کلیات کا استنباط کرتی ہے۔

عقل کی ہدایت بھی ایک خاص دائرہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور اس کے دائرہ عمل کے بعد بھی ایک دائرہ باقی رہ جاتا ہے۔ عقل کی کارفرمائی جیسی کچھ اور جتنی کچھ بھی ہے۔ محسوسات کے دائرہ میں محدود ہے یعنی صرف اسی حد تک کام دے سکتی ہے جس حد تک ہمارے حواس خمسہ معلومات بہم پہنچاتے رہتے ہیں لیکن محسوسات کی سرحد سے آگے کیا ہے اس پردہ کے پیچھے کیا ہے جس کے آگے ہماری چشم حواس نہیں بڑھ سکتی؟ یہاں پہنچ کر عقل بالکل درماندہ و معطل ہو جاتی ہے اور اس کی ہدایت ہمیں کوئی روشنی نہیں دے سکتی۔

اللہ کی ربوبیت نے اس درجہ میں بھی انسان کی ہدایت کا سامان کر دیا ہے اسے وحی و نبوّت کی ہدایت سے تعبیر کیا ہے

برھان ربوبیّت

کائنات ہستی کے تمام اعمال و مظاہر کا اس طرح واقع ہونا کہ ہر چیز پرورش کرنے والی اور ہر تاثیر زندگی بخشنے والی ہے اور پھر ایک نظام ربوبیت کا موجود ہونا جو ہر حالت کی رعایت کرتا ہے اور ہر طرح کی مناسبت ملحوظ رکھتا ہے، ہر انسان کو وجدانی طور پر یقین دلاتی ہے کہ ایک پروردگار عالم ہستی موجود ہے اور وہ ان تمام صفتوں

Marfat.com

متصف ہے جن کے بغیر نظامِ ربُوبیّت کا یہ کامل اور بے عیب کارخانہ وجود میں نہیں آسکتا تھا۔

یہ بات انسان کے وجدانی اذہان کے خلاف ہے کہ وہ نظامِ ربوبیت کا مطالعہ کرے اور ایک ربّ العالمین ہستی کا یقین اس کے اندر جاگ نہ اُٹھے۔

قرآن کہتا ہے ایک انسان غفلت کی سرشاری اور سرکشی کے ہیجان میں ہر چیز سے انکار کر سکتا ہے لیکن اپنی فطرت سے انکار نہیں کرسکتا۔

وہ ہر چیز کے خلاف جنگ کرسکتا ہے لیکن اپنی فطرت کے خلاف ہتھیار نہیں اُٹھا سکتا۔ وہ جب اپنے چاروں طرف زندگی اور پروردگاری کا ایک عالمگیر کارخانہ پھیلا ہُوا دیکھتا ہے۔ تو اس کی فطرت کی صدا کیا ہوتی ہے؟ اس کے دل کے ایک ایک ریشے میں کونسا اعتماد سمایا ہوتا ہے؟ کیا یہی نہیں ہوتا کہ ایک پروردگار ہستی موجُود ہے اور یہ سب کچھ اسی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ یہ مضمون تفسیر ماجدی اور ترجمان القرآن مولانا آزاد سے ماخوذ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضابطۂ اخلاق

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ہر طرح کی حمد وثنا اور منّت وشکر اللہ کے لیے ہے جو ہر ایک کا مربّی اور پالنے والا

Marfat.com

ہے۔ درود و سلام پیغمبر خدا پر جو پیکر جود و سخا ہیں۔ انسان اور خالق کے رشتہ کو دین کہتے ہیں۔ قرآن نے اسے اپنی اصطلاح میں اسلام سے موسوم کیا ہے۔ اِن الدین عند الله الاسلام

اسلام ادیانِ قدیم میں پہلا مذہب ہے، جس نے اپنے نظریات و عقائد کے ساتھ حکومت کے روابط کو مربوط کیا ہے، اور امر و نہی کے نفوذ و امتناع کے لیے ریاست کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور اس کے نظم و نسق کے لیے قواعد و ضوابط مرتب کیے ہیں جن کو ہم معاشرتی امور سے تعبیر کر سکتے ہیں، اور اس کی تشریح کے لیے، ہم اسے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) امورِ عامہ (۲) امورِ خاصہ

امورِ عامہ سے ہماری مراد وہ اصول و قواعد ہیں، جن کا تعلق انسان کی اخلاقی زندگی سے ہے اور وہ اسے انفرادی طور پر جہاں کہیں اور جس حالت میں ہے۔ انجام دے سکتا ہے۔

امورِ خاصہ جن کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے۔ وہ سیاست کار ہے یا نظامِ حکومت ہمارے نزدیک وہ امورِ خاصہ ہیں۔

فکر و شعور اس وقت ہمارا مطمع نظر انسانی فکر و شعور کو اسلام کے نقطۂ نگاہ سے منظم کرنا ہے اور مملکتِ اسلامیہ محتشمہ پاکستان میں رہتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی دونوں طریق سے اپنے نظر و فکر اور عمل و کردار میں ہمہ بینی اور یک جہتی پیدا کرنی ہے۔ اس لیے ہم اُن ہر امور، عامہ و خاصہ کا ایک سرسری جائزہ لیں گے تاکہ ہم اسے اپنی اجتماعی جدّوجہد کا آئین و دستور قرار دے سکیں۔

Marfat.com

نظریات

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

اس آیت میں اسلامی نظریات وعقائد کے ساتھ اسلام کا ایک پورا معاشی نظام خلاصہ کی شکل میں آگیا ہے۔ ایمان باللہ۔ ایمان بالملئکت، ایمان بالرسالت انفاق فی سبیل اللہ، اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ، ایفاء عہد، ناخوشگوار واقعات میں صبر، سب کچھ موجود ہے۔

مشرق ومغرب کی طرف مُنہ کرکے خدا کی عبادت کرنا ہی اصل عبادت نہیں ہے، بلکہ اطاعت و فرمانبرداری اس میں ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے۔ روزِ مکافات پر یقین ہو۔ فرشتوں کے بارے میں افراط وتفریط سے کام نہ لیا جائے۔ کتب آسمانی اور انبیاء کے ساتھ صحیح تعلق رکھا جائے۔ عزیز واقارب کی امداد کی جائے۔ یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور مجبوروں کا خیال کیا جائے۔ نماز اور زکوٰۃ کو پابندی سے ادا کیا جائے۔ جب کسی سے ایفائے عہد کی نوبت آئے تو اس کو پورا کیا جائے۔ تنگدستی پریشان حالی، بیماری، دکھ اور دشمنانِ دین کے ساتھ جنگ کے وقت صبر سے کام لیا جائے، جنہوں نے ایسا کیا وہ اپنے دعویٰ اسلام میں سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں،

Marfat.com

جو اپنے خدا سے اجرِ عظیم پائیں گے۔

درسِ انسانیت

(۱) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔

(۲) وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(۳) وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ۔

(۴) وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ۔

(۵) وَمَا يُلَقّٰىهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ

(۶) وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

(۷) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

معاشرتی اور تمدنی زندگی میں جوش و اشتعال کے مواقع عام پیدا ہوتے ہیں اور طبائع کے اختلاف کی وجہ سے ظلم و زیادتی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسلام نے ایک

Marfat.com

طرف برائی کی حد و سزا کا ذکر کرکے جماعتی نظام کی تکمیل کر دی ہے اور فوجداری نظام میں ایک بہت بڑی سہولت پیدا کر دی ہے توحید باری، شرک باللہ حسن سلوک اور احسان و مروّت کا ایک اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔

(۱) اللہ کی عبادت کرو۔ اس کا کسی کو شریک نہ جانو۔ والدین، قریبی رشتہ داروں یتیم، مساکین، قریبی ہمسایہ اور دُوسرے ہمسایئے اور ہم مجلس دوست اور سفر کے ساتھی ورنوکر سب کے ساتھ حُسن سلوک اور احسان و مروّت سے پیش آؤ۔

(۲) اور تم میں جو صاحب فضل و وسعت ہیں۔ وہ قرابت داروں، غریبوں اور خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ اُن کو چاہیئے کہ معاف کردیں۔ اور درگزر کریں اور اپنی بخشش و عنایت کو حسب سابق جاری رکھیں۔ کیا للہ کی بخشش اور عنایت تمہیں مطلوب نہیں ہے۔ اللہ بڑا غفور الرحیم ہے۔

(۳) جب وہ برائی کا بدلہ لیتے ہیں تو وہ حدِ اعتدال کو نگاہ رکھتے ہیں۔ بُرائی کا بدلہ اس کے برابر ہے، جس شخص نے معاف کر دیا اور صلح کر لی۔ اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ اُن کے لیے اس کے قانونِ مکافات سے بچ نکلنا محال ہے۔

(۴) نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں۔ تو برائی کا بدلہ بھلائی سے دے تیرے مخالف پر اس کا ضرور اچھا اثر پڑے گا اور وہ تیرا گہرا دوست بن جائے گا۔

(۵) یہ توفیق صاحب ہمّت لوگوں کو ہی ہوتی ہے جو بڑے خوش نصیب اور صاحب بخت ہوتے ہیں۔

(۶) اگر کوئی شیطان فطرت کسی کے ظلم و زیادتی کا ذکر کرکے صُلح سے مانع آئے، تو اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

Marfat.com

(۷) اور جس شخص نے کسی کی زیادتی پر صبر کیا اور اسے معاف کر دیا، یہ بڑی ہمت اور جوانمردی کا کام ہے۔

اتفاق و اختلاف

قرآن نے اتفاق کے فیوض و برکات بڑے مؤثر انداز میں بیان کیے ہیں تاکہ ملک میں امنیت و طمانیت کی فضا پیدا ہو اور ساتھ اختلاف و شقاق، بدنظمی، خانہ جنگی اور طائف الملوکی کی بھی مذمت کی ہے تاکہ نہ تو انفرادی طور پر کسی کی عزتِ نفس مجروح ہو اور نہ جماعتی حیثیت سے کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے غلط پروپیگنڈا یا سفلانہ حرکات کی جائیں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔

اے مسلمانو! اپنی تمام تر توجہ ملکی اور ملی مفاد کی طرف مرکوز رکھو، اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہ کرو، جو مفادِ عامہ کے خلاف ہو اور نہ کوئی ایسی کارروائی کرو جس سے کسی فردِ واحد یا جماعتی نظام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور تم اس وقت کو بھی یاد رکھو جب باہمی اختلاف اور کشیدگی کی وجہ سے قتل و غارت کے ہاتھوں تباہ حال تھے۔ یہ خدا کی مہربانی اور انعام ہے کہ اس نے تم سب کے دلوں میں الفت و پیار پیدا کر دیا ہے، اور تمہارا بھائیوں جیسا رشتہ قائم ہو گیا ہے، اور تم عداوت و شقاق کی پریشانیوں سے بچ گئے ہو۔ خدا ان واقعات کی یاد دہانی اس لیے کراتا ہے کہ تم راہ یاب ہو۔

Marfat.com

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔

روحانی طاقت

یہ اور اس قبیل کے دُوسرے مسائل ایسے ہیں جن کو خالص مذہبی حیثیت حاصل ہے اور آدمی کو انسانیت کے اعلیٰ درجہ تک لے جانے کے لیے کافی ہیں اور اُن سے انسان کی روحانی طاقت فروغ پاتی ہے جس کے سامنے دوسری مادی طاقتیں بے کار ثابت ہوتی ہیں۔ بسا اوقات خانقاہی زندگی نے اس سے آب و تاب پائی ہے اور اس کے سامنے تاج السلاطین بے حقیقت بن گئے۔ اسلام کا یہ اعجاز ہے کہ اس کا ہر گوشہ اپنے اندر زندگی کی ایک مکمل تصویر رکھتا ہے شتر بانوں کو اصولِ جہانبانی کا درس بھی اسی مکتبِ فکر سے ملا ہے۔

اجتماعیت

اسلام انسانی جذبات کے مدوجزر سے واقف ہے وہ ان امور سے بھی بحث کرتا ہے جو انتظامیہ کے لیے ضروری ہیں۔ مملکتِ اسلامیہ اور حکومتِ قائمہ سے وفاداری کو اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کے ساتھ بیان کر کے اس کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے اور متنازعہ امور میں اس کی عدلیہ کے فیصلہ کو شرح صدر سے ماننا ایمان کا جزو قرار دے دیا ہے۔

(۱) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۔

(۲) فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ

Marfat.com

ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔

(۱) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اور جو تم میں صاحبِ امر ہو اس کی بھی۔

اور اپنے اختلافی مسائل میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ امر بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

(۲) تیرے پروردگار کی قسم ہے وہ کبھی مومن کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے، جب تک کہ وہ اپنے امرِ متنازعہ میں آپ کے فیصلہ کو قطعی اور حتمی قرار نہ دیں۔ اور اس سے کسی قسم کی تنگی اور تنگ ذہنی کا شکار نہ ہوں۔

دفاع قرآن نے اسلام کے اقتدارِ اعلیٰ سے محبت و ایثار کا انتہائی اونچا معیار قائم کیا ہے، اور اس کے دفاع کو دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر قرار دے دیا ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۔

فرما دیجئے اگر تمہیں تمہارے والدین، بہن بھائی، بیوی بچے، خویش اقارب، مال جس کو تم نے محنت سے کمایا ہے اور وہ مالِ تجارت جس کو تم نے خرید کر رکھا ہے، اور تم اسے بیچنا چاہتے ہو، اور روک رکھنے کی صورت میں اس کے نرخ گرنے کا خطرہ ہے،

Marfat.com

اور جن مکانوں کو تم نے محنت سے تعمیر کرایا ہے یا اُن کی تعمیر رُکنے سے تمہیں نقصان کا اندیشہ ہے ۔ اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ عزیز ہوں یا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے رکاوٹ بنے تو پھر تمہیں اپنے خلاف اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہیئے ۔ یہ بات سنت اللہ کے خلاف ہے کہ جو قوم اپنی حفاظت میں سست گام واقع ہو اس کی مدافعت کے لیے پہاڑ لا کھڑا کرے ۔

نظام فوجداری

(۱) وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۔

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔

(۳) وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۔

Marfat.com

فوجداری نظام میں پبلک اور حکومت کے تعاون کی جس قدر ضرورت ہے
اس کی اہمیّت ایک مسلّمہ امر ہے۔ قرآن نے اپنے پیروکاروں کو اس کا احساس دلا
ہے اور زیادہ تر صلح اور اتفاق کرانے پر زور دیا ہے اور اس سلسلے میں تحقیق و تفتیش
کو بہت اہم قرار دیا ہے اور اس کو اقتدارِ اعلیٰ کی خصوصی توجّہ کا مستحق سمجھا ہے تاکہ کس
غلط فہمی کی بنا پر انتظامیہ کی شہرت داغ دار نہ ہو اور اس سے پبلک کا اعتماد بھی مجروح
نہ ہونے پائے اور اس بات میں افسر تفتیش کنندہ اور عدالت کو خاص تاکید کی ہے او
اُن کے فرائض کی ادائیگی کو امانت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور امانت کی اہمیت عُر
عام میں جو ہے۔ اس سے ہر ذہن آشنا ہے۔

" اگر مُسلمانوں کے درمیان کوئی جھگڑا اور تنازع اُٹھ کھڑا ہو تو ان کے درمیان
صُلح کرا دینی ضروری ہے۔ اگر ایک فریق زیادتی پر آمادہ نظر آئے تو اسے راہِ راست پر
لانے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اگر وہ مفاہمت پر آمادہ ہو جائیں تو عدل و
انصاف کے تقاضا کے مطابق اُن کے درمیان فیصلہ کرا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ معاشرتی
اور معاملاتی زندگی میں عدل و انصاف کو بہت ضروری قرار دیتے ہیں۔

(۲) تمام مُسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمہیں اپنے بھائیوں کے درمیان صلح
کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس بارے میں کوئی غفلت یا زیادتی اللہ کو پسند
نہیں ہے۔ اگر تم اللہ کے حدُود قیود کو نگاہ رکھتے ہوئے کام کروگے، تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی
رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

(۳) جب مسلمانوں کو غیر ذمہ دارانہ طور پر کوئی خبر ملے تو انفرادی اور اجتماعی کسی صورت
میں بلاتحقیق اس کی اشاعت اور اس کے متعلق کارروائی نہ کی جائے، بلکہ اسے اہلِ حل

Marfat.com

عقد کے سامنے پیش کر کے اس کے حسن و قبح اور نتائج و عواقب پر غور کرنا ضروری ہے۔

(۴) اللہ مسلمانوں کو حقوق و فرائض کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور اس باب میں تاکید کرتا ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے تقاضا کو پورا کرو، اور یہ بات اچھی ہے جو کہی گئی ہے۔ اللہ کو تمہارے حرکات و سکنات کا پورا پورا علم ہے وہ تمہارے ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے۔ تم اپنے ادائے فرض میں امانت، دیانت کے فریضہ کو کس حد تک ادا کرتے ہو وہ اس سے بھی باخبر ہے۔

امام تیمیہ کہتے ہیں اس جگہ مراد امانت فی الولایت ہے۔ امام ابن تیمیہ کہتے ہیں :
امانات دو طرح کی ہوتی ہیں۔ امانت فی الولایت اور دوسری امانت فی الاسوال
اس جگہ امانت فی الولایت کا ذکر ہے

اس امانت کی تشریح میں امانت فی الولایت مراد لیتے ہیں۔

حضرت امام ابن تیمیہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ وہ امانت فی الولایت ہے اور وہ اس پر اس کے شانِ نزول سے بھی دلیل لاتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ نے رسولِ خدا سے خانہ کعبہ کی کنجی مانگی، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ان کا کہنا ہے کہ ولایت اور حکومت ایک امانت الٰہی ہے جس کا ادا کرنا اس کے موقع و محل میں واجب ہے اور وہ اس بارے میں حدیث نبویؐ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا : اے ابوذر ! امانت اور حکومت دونوں ایک امانتِ الٰہی ہیں اور یہ قیامت کے دن حسرت و ندامت کا باعث ہوگی۔ سوائے اس شخص کے جس نے اس کو اس کے تمام حقوق کے ساتھ ادا کیا۔

Marfat.com

قانونِ شہادت

فوجداری نظام میں جو چیز بنیادی حیثیت رکھتی ہے وہ ہے شہادت، عدالت کے صحیح فیصلہ کا انحصار بھی شہادت کی صورت پر ہے۔ پبلک اور حکومت کا مفاد بھی اس میں ہے کہ صحیح شہادت میسر آئے اور جرائم کے انسداد کی کارروائی مکمل ہو کر غیر قانونی رجحانات کی حوصلہ شکنی ہو۔

قرآن کو اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہے۔ اس نے اس کو دین کی بنیاد قرار دے دیا ہے، تاکہ ملک کی انتظامیہ پر اس کا خوشگوار اثر پڑے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا۔

اے ایمان والو! عدل و انصاف کے بارے میں آہنی دیوار کی حیثیت اختیار کر لو، اور اس سلسلے میں اگر تمہاری شہادت اپنی ذات یا والدین عزیز و اقارب، امیر و غریب کسی کے خلاف ہو بلالحاظ مذہب و ملت اس کی ادائیگی میں سر مو فرق نہ آئے۔ اللہ کے مقرر کردہ حدود و قیود کی نگہداشت تمہاری ہر مصلحت سے زیادہ ضروری ہے اور خیال رکھو۔ عدل و انصاف کے بارے میں تمہارے قدم جادہ استقامت سے نہ ڈگمگائیں۔

دعوت الی الخیر

قرآن نے اپنے پیروکاروں کو دعوت الی الخیر کا حکم تو عام دیا ہے لیکن خصوص کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ ایک مستقل جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے معرض وجود میں آئے اور وہ اس مذہبی فریضہ کو ملکی سیاسیات کی روشنی میں جماعتی شکل

Marfat.com

میں سرانجام دے۔

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۔

تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے، جو نیکی کی دعوت دے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔ جو ایسا کریں گے، وہ فلاح پانے والے ہیں۔

حرفِ آخر

اسلام کی مذکرہ صدر تصریحات، جن کو ہم نے نظریات اور اجتماعیات کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ یہ ایک مختصر جائزہ اور احکامِ شرعیہ کا ایک اجمالی خاکہ ہے۔ ہم اسے اور بھی اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کریں گے کہ اسلامی معاشرہ کے اجزاءِ ترکیبی، احکامِ دین کی پابندی افرادِ ملّت کی بلند اخلاقی اور نظامِ حکومت کا استحکام ہے۔

یہ چند اشارات ہیں کہ اختصار کے تقاضا اور محل کی تنگنائی پر بھی حوالۂ قلم ہوئے، ورنہ شرح اس معاملہ کی بہت طولانی ہے۔

قرآن نے اصلاحِ معاشرہ اور استحکامِ دین کے لیے اجتماعی جدّوجہد اور تشکیل جماعت کی نشاندہی کرائی ہے، تاکہ افرادِ ملّت کی مختلف خصوصیّتوں سے مختلف ادوار میں کام کیا جا سکے۔

ملک میں سینکڑوں جماعتیں اور ہزاروں ادارے اپنی اپنی استطاعت اور نظر و فکر کے مطابق کام کر رہے ہیں، جن کی افادیّت سے انکار امرِ بدیہی سے صرفِ نظر ہے۔ اختلاف کی شکلیں بھی ہزاروں موجود ہیں، لیکن کائنات، موجودات کا حُسن بھی اسی سے جلا پاتا ہے۔

Marfat.com

گلہائے رنگارنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں میں ہے زیبِ اختلاف سے

انسانی فکر و شعور کو اسلامی نقطۂ نگاہ سے منظم کرنے کے لیے ہم لیاقت پور میں ایک انجمن کی داغ بیل ڈال رہے ہیں، اور خدائے رب العزت سے دست بدعا ہیں کہ باری رب العزت ہمیں صحیح فہم و فکر اور راہ صواب پر گامزن ہونے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

رَبَّنَا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ آمین ثم آمین

۱۲ دسمبر ۱۹۸۰ء محمد علی درویش

خواجہ عبد الخالق غجدوانی نقشبندی المتوفی
۵۷۵ھ
۱۱۷۹ء

رُباعی

خواہی کہ شود دل تو چو آئینہ
دہ چیز بیرون کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت
بخل و حسد و کبر و ریا و کینہ

غجدوان بخارا سے کوئی چھ کوس ہے آپ حضرت امام مالکؒ کی اولاد میں

Marfat.com

سے ہیں۔ ان کے پیرو مرشد خواجہ محمد یوسف ہمدانی ہیں۔ یہ بزرگ فرماتے ہیں ۔ تزکیہ نفس کے لیے دس چیزوں کو جو آلائش بشر یہ ہیں اپنے دل سے نکال دینا ضروری ہے ۔ اور وہ حرص ، امل ، غضب ، دروغ ، غیبت ، بخل ، حسد ، کبر ، ریا اور کینہ ہیں ! (قصص الاولیا، صوفی وارثی)

درویش کہتا ہے :

حرص اس کے معنی اپنے حق واجب سے کچھ زیادہ کی خواہش رکھنا ہے ۔ اچھے کاموں میں حرص ایک خوبی ہے اور اگر اس سے بے اطمینانی ، بے صبری اور ہوس لاحق ہو جائے تو یہ مذموم صفت ہے ! قرآن حکیم نے کہا ہے :

ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون

جو اپنے جی کی حرص سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے ۔

امل : کسی استحقاق کی بنا پر آس ، اُمید ، توقع ، خواہش اور آرزو ! اپنے حق میں یہ طلب جائز ہے ۔ فقیر کہتا ہے اسے بھی چھوڑ کر اللہ پر توکل کر وہ تجھے ترے حق سے محروم نہیں کرے گا ۔ اگر تجھے ترے خیال کے مطابق حق نہیں ملا تو اسے تقدیر الٰہی کے کھاتہ میں ڈال دے ۔ باری رب العزت تجھ سے زیادہ ترا خیر خواہ ہے ۔

آلِ ابی طالب : درویش کہتا ہے ، مثال کے طور پر خاتون جنت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے آل ابی طالب نے اپنے آپ کو پورے

Marfat.com

عالم اسلام کی قیادت کا حقدار سمجھ لیا جس میں ان کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

غضب : وَاذا ما غضبوا ھم یغفرون ، جب ان کو غصّہ آتا ہے وہ معاف کر دیتے ہیں ۔ حدیث شریف میں آیا ہے ۔ پہلوان وہ نہیں جو دُوسرے کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصّہ میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے ! قرآن اس کے شان نزول میں گیا ہے اور کہا ہے ۔ واما ینزغنک من الشیطان نَزْغٌ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم ۰ کوئی ناگوار امر تمھاری طبیعت کو مکدر کر دے تو اس کو شیطان کا وسوسہ سمجھو اور اپنی خاکساری کے پیش نظر خدا کی کبریائی کو یاد کرو ! وہ ہر طاقت سے بڑی طاقت ہے اور اس باب میں جو ضابطہ دیا ہے ۔ وہ زندگی کا بڑا سکون مہیّا کرتا ہے ۔ خذ العفو وأمر بالعرف و اعرض عن الجاھلین ، اچھی بات کہہ ۔ ناگوار بات سے درگزر کر ۔ جہل سوسائٹی سے کنارہ کش رہ ! تین فقروں کا یہ مجموعہ حسن معاشرت کا ایک مکمّل دستور ہے ۔

شیخ شرف الدین سعدی بن عبداللہ شیرازیؒ | ایران کے مردم خیز خطہ شیراز میں کوئی ۵۷۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور تحصیل علم کے بعد اپنے وقت کے بڑے بزرگ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے ہیں ۔ کتب اور سیاحت علم کے دو بڑے ذرائع ہیں ۔ شیخ نے دونوں سے تمتع کیا ہے ۔

Marfat.com

در اقصائے عالم بگشتم بسے
بسر بردم ایام با ہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم
ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم!

وہ بڑے ماہر نفسیات واقع ہوئے ہیں۔ انسانی جذبات کی بڑی صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔

مرا باشد از درد طفلاں خبر | کہ در طفلی از سر گذشتم پدر
من آنگہ سر تاجور داشتم | کہ سر در کنار پدر داشتم

یتیموں کے دکھ درد کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میں بھی بچپن میں سایہ پدری سے محروم ہو گیا تھا جب تک میرا سر باپ کی آغوش میں رہا۔ میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا تھا! اور آج میری حقیقت ایک فقیر سے زیادہ نہیں ہے۔ انہوں نے انسان کو انسانیت کا جو سبق دیا ہے، اور اس کے انداز بیان میں جو پیرایہ اختیار کیا ہے بڑی داد کا مستحق ہے!

درخاک بیلقان برسیدم بعابدے
گفتم مرا تربیت از جہل پاک کن
گفتا برو چو خاک تحمل کن اے فقیہ
یا ہر چہ خواندہ ہمہ در زیر خاک کن

Marfat.com

بیلگان : شروآن اور آذربائیجان کے درمیان ایک شہر ہے ایران میں بیلقان اس کا معرّب ہے ۔ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ۔ دوران سفر میں بیلقان کے ایک بزرگ سے ملا اور اسے کوئی نصیحت کرنے کو کہا ۔ انہوں نے فرمایا ؛ علم کا تمام تر حاصل سرمایہ ، انسانی طبیعت میں سکون ، ٹھہراؤ ، تحمل اور بردباری کا پیدا ہونا ہے ۔ اگر علم سے کسی شخص کو یہ چیز حاصل نہیں ہوئی تو پھر قرآن کی اصطلاح میں وہ گدھا ہے ۔ جس پر چند کتابیں اس کے مالک نے لاد رکھی ہیں ۔

کم ظرف : انہوں نے انسان کی ایک دوسری کمزوری کا بھی بڑی خوبی سے تجزیہ کیا ہے اور کہا ہے انسان کو انسان سے فائدہ پہنچتا ہے ایک دوست کا جو شریک زندگی ہوتا ہے ۔ اگر کسی موقعہ پر آپ کو اپنے دوست سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو سابقہ تعلقات کی بنار پر کچھ زیادہ صبر و تحمل کا مظاہرہ دکھانا چاہیئے ورنہ لوگ تجھے کم ظرف تصوّر کریں گے ۔

سگے را لقمہ ہرگز فراموش   نگردد گر زنی صد نوبتش سنگ
وگر عمرے نوازی سفلہ را   بکمتر چیزے آید با تو در جنگ

غضب : کی تعریف میں یہ ساری اقسام آتی ہیں اور فقیر کی نظر میں یہ سارے نکات ہیں ۔ جس سے بچنے کی مرید کو نصیحت کرتا ہے ۔

یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم سنن الذین من قبلکم و یتوب علیکم واللہ علیم حکیم $\frac{۲}{۵}$

دروغ فارسی لفظ ہے ۔ عربی کذب اور اردو میں یہ جھوٹ سے عبارت

Marfat.com

ہے ۔ جھوٹ کے معنی امرِ واقعہ کے خلاف کوئی بات کہنا ، اس کی ایک قسم اِفک ہے کسی پاک دامن عورت کی شہرت خراب کرنے میں بے پر کی اُڑانا ، اس کی ایک قسم خدع ہے یعنی دھوکہ دینا اس کے معنی ہیں ۔ جھوٹی بات کہنا ، واقعہ سے انکار بھی جھوٹ کی تعریف میں آتا ہے ۔ صدق کی ضد کذب ہے جو حقیقتِ حال کو چھپانے کے لیے وضع ہُوا ہے ۔ معاشرے کی تمام برائیوں میں یہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے ۔ انکارِ فعل میں جھُوٹ ایک بہانہ ہے ۔ بد دیانتی جھوٹ کا نتیجہ ہے ۔

غیبت : کسی شخص کے بارے میں اس کی عدم موجودگی میں کوئی ایسی بات کہنا ، جسے وہ اپنے حضور بُرا محسوس کرے ! فعل مُبیّنہ اگر اس میں پایا جاتا ہے تو غیبت ہے ورنہ بہتان ۔

قرآن نے غیبت کا بڑی سختی سے نوٹس لیا ہے اور کہا ہے پس پُشت کسی کی عیب جوئی مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے ۔

لا یغتب بعضکم بعضاً ایُحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ ! واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم ۰

وجہ تمثیل : جس طرح مُردہ اپنے دفاع میں بے بس ہوتا ہے غیر حاضر شخص بھی اپنے خلاف نکتہ چینی کا جواب نہیں دے سکتا ۔ اس کے خلاف جو تاثر دیا جا رہا ہے وہ یکطرفہ ہے ۔ قرآن نے اس کو ایک بُزدلی قرار دیا ہے اور اس کی ممانعت میں سخت تنبیہہ کی ہے ۔

فقیر نے فقر کی کوئی الگ حد بندی نہیں کی ، بلکہ وہ شریعتِ حقہ کے اوصاف

Marfat.com

مرید کو اپنے میں پیدا کرنے کی تلقین کر رہا ہے ! گویا قرآن اور سنّت کا پورا اتباع، فقر کی پہلی منزل ہے ! شریعت نماز تہجد کو فرائض میں شامل نہیں کرتی، جب کہ فقر کی پہلی نماز تہجد ہے ۔ فقیر کے لیے عالم ہونا شرط ہے ۔ ایک عالم کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں ہے اور علم، فقر کا جزو لاینفک ہے ۔ اس لیے ایک عالم کے سامنے علم غیب اور "حاضر ناظر" ایک مسئلہ ہے اور فقیر کے سامنے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے ! ایک عالم کا علم شریعت کی حد تک ہے اور فقیر کا علم وعلم آدم الاسماء کلّھا "تک ہے ۔ اس کو سامنے رکھ کر درویش کہتا ہے شریعت کا سارا علم ہمیں جبرائیل کے توسط سے ملا ہے جب کہ فقیر کو خدا نے براہِ راست علم و حکمت سے نوازا ہے ۔ فقر وحدت میں جو انصال ہے اس کی خبر جبرائیل کو بھی نہیں ہے ۔ جبرائیل کی درماندگی کا قصہ سعدی شیرازی نے یوں نقل کیا ہے :

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماند کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

جس طرح خدا ہمارے علم کے ہر کلیہ سے مستثنیٰ ہے فقیر کی ذات اور اس کا فعل ہمارے ادراک علم سے ماوراء کوئی شے ہے ! ہم شریعت کے ترازو میں اس کے ظاہر کو تول سکتے ہیں ! کیوں کہ خدائے قدوس نے اپنے رسولؐ کی زبانی یہ اعلان کرایا ہے : فاتبعونی یحببکم اللہ اور پیر نے بھی اپنے مرید کو کہہ

Marfat.com

دیا ہے۔ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید ہرگز منزل نخواہد رسید

گویا اتباع شریعت فقیری کی پہلی شرط ہے۔ بایں ہمہ فقیر کے علم باطن کو ناپنے کے لیے ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ فقیر نے کسی شرعی حد کو توڑا ہے۔ وہ اپنے ظاہری جسم کو تعزیر کے حوالہ کر دیتا ہے کہ اگر تم اس طلسم خاکی کی طرف، اس کی نسبت کرتے ہو تو یہ حاضر ہے۔ فقیر واصل باللہ ان حدود و قیود سے بہت پہلے فارغ ہو چکا ہے۔

فقیری کو ہدایت نبوّت سے منسلک رکھا گیا ہے اور فقیر کو صاحب ارشاد بنایا ہے اس صورت میں بادشاہ پر فقیر کی اطاعت واجب ہے۔ گویا بادشاہ معاملات شریعت میں فقر کے سامنے جوابدہ ہے اور نظم و نسق کے اعتبار سے فقیر ضابطہ حکومت کا پابند ہے، اور ملکی مصالح میں بادشاہ کے تابع ہے جائز امور میں بادشاہ کی اطاعت فقیر پر واجب ہے۔

فلاں بادشاہ فقیر کے در دولت پر حاضر ہوا۔ فقیر صاحب باہر بیٹھے اندر چلے گئے اور اندر بیٹھے تو دروازہ بند کر لیا! فلان نے نذرانہ قبول کر لیا، فلاں نے ردّ کر دیا۔ فلاں نے حکومت کے عہدہ کی پیش کش منظور کر لی، فلان نے اس استدعا کو مسترد کر دیا۔ اس کا تعلق فقیر کی فقیری سے نہیں ہے۔ حالات کے مطابق اس کی سیاست سے ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد۔ جب پیغمبر کو اس کی بشریت سے خدا نے جدا نہیں کیا تو ہم فقیر کو اس کی بشریت سے

Marfat.com

الگ قرار کیوں دیں گے؟ وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ ٥
فیقر کو اس کا دعویٰ نہیں ہے! سعدی شیرازی نے اس فیقر کو زاہد خشک کہا ہے جو صاحب ارشاد نہیں ہے، اور اس کا درجہ ایک عالم شریعت سے کم دکھایا ہے۔ انداز بیان بڑا دل نشیں اور خوبصورت ہے۔

صاحب دلے بمدرسہ آمد زخانقاہ
شکستہ عہد صحبت اہل طریق را
گفتم میان عالم وعابد چہ فرق بود
تا کردی اختیار ازان ایں فریق را
گفت او گلیم خویش بدر مے برد زموج
ویں جہد مے کند کہ بگیرد غریق را

غیبت کے موضوع میں چونکہ غیب وشہود کا ذکر آیا ہے اس لیے اس سے متعلقہ دوسرے امور پر بھی تبصرہ آگیا ہے۔

غیبت کے انسداد میں سعدی شیرازی نے ایک بڑا مؤثر نسخہ بتایا ہے کہا ہے تمہارے سامنے دوسروں کی عیب جوئی کرنے والا تیری کمزوریاں بھی دوسروں کے سامنے روایت کرے گا۔ مناسب ہے کہ ایسے شخص کو منہ نہ لگایا جائے۔ دوسروں کے عیب سننا اس فعل میں شرکت کے برابر ہے۔

ہر کہ عیب دیگران پیش تو آورد وشمرد
بے گمان عیب تو پیش دیگران خواہد برد

Marfat.com

بُخل : صاحبِ ثروت اور خداوند نعمت کا انفاق فی سبیل اللہ میں انقباض قلب ہے اور یہ فیاضی اور سخاوت کی ضد ہے ربّ العزت جس نے بندہ کو اپنی نعمت سے نوازا ہے اس کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ ضرورت کے وقت تنگ دلی سے کام لیا جائے۔ وہ کہتا ہے مستحق لوگوں پر جو خرچ کروگے وہ تمہارا آخرت کا سرمایہ ہے اور جو بچا کر رکھوگے وہ تمہاری اذیّت کا باعث ہوگا۔ ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ۔

قرآن نے کہا ہے مناسب موقعہ پر روپیہ خرچ نہ کرنا حسرت کا باعث بنتا ہے۔ سعدی شیرازی نے کہا ہے۔ خشکی و تری کا ہر جانور بخیل کے زہد و تقوٰی پر شہادت دے۔ اس کا بخل محرومی بہشت کے لیے کافی ہے۔

بخیل ار بود زاہدِ بحر و بر بہشتی نہ باشد بحکم خبر

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بُخل کا اطلاق صرف روپے پیسے پر نہیں، بلکہ موقعہ اور ضرورت کے مطابق وسعت نظر کے ہر معنی کو متضمن ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے شہادت امام حسینؓ کے بعد مکّہ و مدینہ پر اپنا قبضہ مستحکم کرلیا تو مروان بن حکم اموی کو مع اپنے خویش و اقارب کے مدینہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ مروان اپنے بیٹے عبدالملک کو جو اس وقت چیچک کا بیمار تھا لے کر مدینہ سے نکل گیا۔ بعد میں ابن زبیر کو اپنی جلد بازی اور غلطی کا احساس ہوا۔ وقت ہاتھ سے

Marfat.com

مکل چکا ہے ۔عبدالملک چھین لے کر گیا تھا ۔ تاج شاہی سر پر رکھ کر مکہ میں داخل ہوا، اور ابن زبیر کو تختہ دار پر لٹکا دیا ہے ۔

خلافتِ عباسیہ کا تاجدار : دارالامارت بغداد ۲۵۱، ابو عبداللہ محمد بن جعفر معتز باللہ عباسی کی حیثیت سے تخت حکومت کو اپنے قدم سے زینت بخشتے ہیں ۔ والدہ اپنے بیٹے کے سر پر تاج شاہی دیکھ کر مسرور ہوتی ہیں چار سال بخیر و خوبی گزر گئے ہیں ۔ ۲۵۵ھ حالات اس حد تک ناسازگار ہیں کہ فوج تنخواہ کا مطالبہ کرتی ہے ۔خزانہ عامرہ میں کوئی رقم نہیں ہے ۔ بیٹے کو علم ہے کہ والدہ محترمہ کے پاس اندوختہ سرمایہ موجود ہے جس سے میری حکومت کو سنبھالا مل سکتا ہے والدہ نے اس کی استدعا مسترد کر دی ۔ فوج نے معتز باللہ کو قتل کر کے والدہ ماجدہ سے پوچھ گچھ شروع کی تو اس نے پانچ لاکھ دینار سرخ دیئے اور اس کے بعد اصل خزانہ کا پتہ چلا جس میں اٹھارہ لاکھ اشرفیاں موجود تھیں نقد کے علاوہ بہت سے بیش قیمت جواہرات تھے ۔جب یہ دولت صالح بن وصیف امیر لشکر کے پاس پہنچی تو اس نے کہا صرف پچاس ہزار دینار کے عوض والدہ نے اپنے بیٹے کی جان نہیں بچائی ۔ اور آج اس کی موت کے بعد تقدیر کے ہاتھوں ساری دولت اُگل دی ہے ۔

حسد و کبر : فقیر نے حسد کو کبر سے پہلے رکھا ہے ،لیکن ہمارے نزدیک حسد بذاتِ خود اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتا ۔ یہ کبر کا ایک اثر اور نتیجہ ہے اس لیے حسد کا بیان کبر کے ضمن میں آئے گا ۔

Marfat.com

تکبر و بڑائی : اس کا سارا دار و مدار انسان کی اپنی شجاعت، جوانمردی
[او]ر اعلیٰ نسب پر ہے ۔ انسان کا یہ ایک فطرتی خاصہ ہے ۔ اس خیال و مزاج کی
[قر]آن نے بھرپور مذمت کی ہے اور صاف صاف کہا ہے ۔ ان اللّٰہ لا یحب
[م]ن کان مختالا فخورا اور اس سلسلہ میں فساد کی جڑ ماندی لکم
[ع]لینا من فضل کو بنایا ہے ۔
فخور فخر سے ہے ۔ مختال کا مادہ خیال و خیول ہے ۔ یعنی شیخی بگھارنا ۔ قیاس و
[گم]ان میں گھوڑے دوڑانا ۔

حُصین بن نمیر ! ۲۶ محرم ۶۴ھ مکہ میں عبداللہ بن زبیر خلافت
[کے] دعویٰ دار ہیں ۔ حصین بن نمیر کی سرکردگی میں شامی فوجیں مکہ کا محاصرہ کر لیتی ہیں
[ا]س دوران امیر یزید بن معاویہ فوت ہو جاتے ہیں ۔ حصین نے جنگ روک
[ک]ر عبداللہ بن زبیر سے علیحدگی میں خفیہ ملاقات کی ہے ، اور ان کو شام چلنے کی
[د]عوت دی ہے ۔ علامہ غلام احمد حریری روایت کرتے ہیں ۔" ابن زبیرؓ نے
[ک]ہا خدا کی قسم میں یہ خون رائیگاں نہ جانے دوں گا ۔ جب تک ایک کے بدلے
دس دس نہ مار لوں ، راضی نہ ہوں گا ۔ حصین آہستہ بول رہا تھا اور ابن زبیر کی
آواز اونچی ہو رہی تھی ۔ حصین نے کہا میرا خیال تھا کہ آپ صاحب رائے ہیں ۔
میں آپ سے خفیہ گفتگو کر رہا ہوں اور آپ کو خلافت کی دعوت دیتا ہوں اور آپ
قتل و ہلاکت کی باتیں کرتے ہیں ۔ اس کے بعد یہ دونوں جدا ہو گئے ۔" کونسا جذبہ
ہے ان کے دل میں پنہاں ، جس نے اپنی قوم کے بارے ان الفاظ پر ان کو ابھارا

Marfat.com

ہے ؛ جنگِ جمل کے وقت ان کے والد زبیرؓ نماز پڑھ رہے ہیں ۔ ایک شخص سر کاٹ
کر امیر المومنین علی ابی طالب کے پاس لے گیا ہے یہ تو عشرہ مبشرہ میں سے تھے ، قاتل ک
دوزخ کی بشارت دے کر منہ پھیر لیا ہے ۔

حسد ؛ زوال نعمت کی خواہش سے تعبیر ہے ۔ یحسدون الناس علی ما اتٰھم اللہ من فضلہٖ ۔ اللہ اگر اپنی نعمت سے کسی کو نوازتا ہے تو لوگ اس پ
حسد کرتے ہیں ۔ انسانی فطرت کا گویا یہ ایک خاصہ ہے اس سے پیدا ہونے والی برائی
کے انسداد میں قرآن نے کہا ہے : ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہٖ بعضکم علی بعض ۔ خدا جو دوسروں کو دیتا ہے تم اپنے دل میں اس کا کچھ ارمان نہ کرو ۔
بخل و حسد کی طرح حسد بھی بلند مرتبت شخصیتوں میں پیدا ہوتا ہے کیونکہ حسد کے لیے جاہ
شرف میں مشارکت شرط ہے ۔ اذ قالوا لیوسف و اخوہ احب الی ابینا منا ونحن عصبۃٌ ۔ حقیقی بھائیوں کے درمیان باپ کی محبت مابہ النزاع بن
گئی ہے ۔ حسد حقیقی بھائیوں کو بھائی کے قتل پر ابھار رہا ہے ۔

ایاکم و الظن فا الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسس
ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تباغضوا وکونوا عباد اللہ اخوانا

بدگمانی سے بچو ، کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے نہ لوگوں
کے عیوب کی ٹوہ لگاؤ ، نہ باہم حسد کرو ، نہ ایک دوسرے سے بے تعلق رہو ، نہ
باہم بغض رکھو ، بلکہ اے خدا کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ ۔

اس کی توضیح میں حافظ بن حجر قرطبی کا ایک قول نقل کرتے ہیں : المعنی

Marfat.com

کونوا کاخوان النسب فی الشفقۃ و الرحمۃ و المحبۃ و المواساۃ و المعاونۃ و النصیحۃ ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رحم و شفقت غمخواری و محبت اعانت اور خیر خواہی میں نسبی بھائیوں کی طرح ہو جاؤ۔

ابن حجر آگے لکھتے ہیں : کانہ قال اذ ترکتم ھذہ المنہیات کنتم اخوانا و اذ لم تترکوھا تصیروا اعداء اگر تم ان منہیات سے بچے رہو تو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ گے، ورنہ دشمنی کے عمیق گھڑے میں جا پڑو گے۔

اسباب حسد : (۱) طبیعت کا خاصہ : ایک آدمی جب دُوسروں کو بہتر حالت میں دیکھتا ہے تو اسے ناگوار گزرتا ہے اس کے لیے مشارکت شرط نہیں ہے۔

(۲) بغض و عداوت : یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص پر دشمن کا سکھ اور دُکھ دونوں یکساں طور پر اثر انداز ہوں، سکھ دشمن کو رنج پہنچاتا ہے جب کہ دُکھ راحت۔

(۳) احساس کمتری : امثال و اقران میں سے ایک شخص کو بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو اس کے دُوسرے ہم چشموں کو یہ ناگوار گزرتا ہے۔

(۴) اطاعت شعاری کا متاثر ہونا : جس شخص کو کوئی منصب مل جاتا ہے تو وہ لازما ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جن کا پہلے وہ مطیع و فرمان بردار ہوتا ہے۔ اس کے دل میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کے منصب کا زوال چاہتا ہے۔

(۵) تعجب : ایک آدمی کو کوئی جاہ و شرف حاصل ہوتا ہے تو دُوسروں کو تعجب ہوتا

Marfat.com

ہے اور آگے چل کر یہ تعجب حسد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

(۶) رقابت : جب دو شخصوں کا مقصد ایک ہوتا ہے تو دونوں باہم ایک دوسرے کے رشک وحسد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جب ایک کو کامیابی ہو جاتی ہے تو دوسرا فطری طور پر اس کا بدخواہ بن جاتا ہے۔

(۷) جاہ پرستی ریاست طلبی ! جو لوگ یگانہ روزگار بننا چاہتے ہیں۔ جب ان کو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا ان کا شریک و سہیم ہے تو یہ ان کو سخت گراں گزرتا ہے۔ پھر وہ اس سے حسد کرنے لگتا ہے اور ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

(یہ مضمون سیرت النبی سید سلیمان ندوی سے ماخوذ ہے)

سعدی شیرازی : ایک جنرل کے لڑکے کی بات کرتے ہیں کہ اسے چھوٹی عمر میں ترکستان کے ایک بادشاہ اغلمش کے مزاج میں رسوخ حاصل ہوا اس کے ابنائے جنس نے حسد کیا اور بادشاہ کی نظر میں گرانے کے لیے کئی طرح سے عیب دار ظاہر کیا۔ بادشاہ نے اس مخالفت کا سبب دریافت کیا۔ لڑکے نے کہا: بادشاہ کی نگاہِ کرم نے مجھے جو نوازا ہے اس سے وہ حسد رکھتے ہیں۔ سعدی نے اس موقعہ پر جو اشعار کہے ہیں وہ مضمون کے اعتبار سے بڑے جامع ہیں۔

توانم اینکہ نیازارم اندرون کسے   حسود راچہ کنم کو زخود برنج درست
بمیرتا برہی اے حسود کین رنجیست   کہ از مشقت اوجز بمرگ نتواں رست

Marfat.com

قطعہ

شور بختاں بآرزو خواہند مقبلاں را زوال نعمت وجاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

ترجمہ

میں اس کوشش میں ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں، لیکن حاسد کے بارے کیا کر سکتا ہوں کہ وہ اپنے ہی فکرِ ناساز سے رنج میں ہے۔

سعدی کہتے ہیں۔ اے حاسد تو مرجا کہ تیرے لیے مرگ ہی ایک ایسی چیز ہے جو تجھے تیرے رنج وغم سے نجات دے سکتی ہے۔

بدبخت لوگ دوسروں کے منصب وجاہ کا زوال چاہتے ہیں لیکن یہ ان کے بس کی بات نہ ہے پھر ان کو اس غم میں مرمٹنے کا کیا فائدہ؟

اگر چمگادڑ سورج کی روشنی نہیں دیکھ سکتا تو اس میں آفتاب کا کیا گناہ ہے

اگر تو سچ پوچھتا ہے تو ہزار ایسی آنکھ اندھی بہتر ہیں کہ سورج اپنے روشنی سے محروم ہو جائے۔

Marfat.com

اقوالِ درویش

- اس کا ہاتھ میرے گریبان تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ خیال انسانی فعل کو صحیح سمت کی طرف سیدھا رکھتا ہے۔ اس کو کسی کے حق میں کمزور کر دینا اس کے بگاڑ میں مدد دینا ہے۔
- وہ آدمی سب سے زیادہ کامیاب ہے جس میں سب سے زیادہ قوتِ برداشت ہے۔
- انسان کو اپنی کمزوری کا احساس، نفس کی برائی کو سر اُٹھانے نہیں دیتا!
- بڑے آدمی کی پہچان اس کے کردار کی پختگی ہے۔
- کسی کام میں عجلت کمزوری کی علامت ہے۔
- طبیعت کی گرمی جب علم وعقل کو آگ لگا دیتی ہے۔ مُنہ سے شعلے نکلتے ہیں
- جو علم غصہ میں ڈھال کا کام دیتا ہے۔ وہ نافع ہے اور جو جلتی پر تیل چھڑکتا ہے۔ وہ علم غیر نافع ہے۔

Marfat.com

ادغام ریاست کے بعد

بہاول پور انتظامیہ

PRINTED MATTER

Marfat.com

آنریبل مشیرانِ کرام بہاولپور (سٹیٹ)

درویش ان سے اُمید کرتا ہے کہ ریاست بہاولپور کا انتظامیہ یونٹ ختم کر کے حکومت محتشمہ پاکستان نے ہم کو جو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے وہ اس کی کارگزاریوں کا سنجیدگی سے جائزہ لیں گے۔

"جنرل محمد ضیاء الحق نے علاقائی مسائل معلوم کرنے کے لیے ہر علاقہ سے اپنے مشیر مقرر کیے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ مشیران گرامی اپنے فرائض سے کس حد تک عہدہ برآہ ہوتے ہیں۔

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اسی انتظامیہ کی بدولت ان کو اس اعزاز سے نوازا گیا ہے، لیکن بہرحال اس منصب کی اپنی کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گل ہائے عقیدت

جنوری ۱۹۸۱ء

چودھری امتیاز احمد ساھی ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان

رحیم یارخاں ۲۲، ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء جناب موصوف حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے
پنے ہیڈکوارٹر پر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہم ان کے ایک اجلاس کی کارروائی بغرضِ یادگار شائع کر رہے ہیں۔

۱۹ فروری ۱۹۸۰ء، لیاقت پور ریسٹ ہاؤس اجلاس میں اپنی ڈپٹی کمشنری کا بھرپور
ظاہرہ کیا ہے، اور حاکمیت کا ایک جیتا جاگتا تصور اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

موصوف نے معززین علاقہ سے اجتماعی امور پر تبادلہ خیال کیا، اور انفرادی طور پر لوگوں کی
کایات سنی ہیں اور اس کے تدارک و تصفیہ میں توجّہ دی ہے۔

جلاس کا افتتاح

الحاج حضرت مولانا مولوی بشیر احمد حافظ، امام خطیب
مہتمم، جامع مسجد، مدرسہ قاسم العلوم لیاقت پور نے تلاوت
رآن پاک سے کیا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم
ن عذاب الیم۔ تومنون باللہ و رسولہ و تجاھدون
سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ذالکم خیر لکم

ان کنتم تعلمون یغفر لکم ذنوبکم و یدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھار و مساکین طیبات فی جنات عدن ذالک الفوز العظیم ہ (پارہ ۲۸، رکوع ۱۰ الصف)

اے ایمان والو! میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا نشان و پتہ بتاؤں جو تمہیں کرب الم اور عذاب دائمی سے نجات دے اور یہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانا ہے اور ہر نیکی کے کام کو جان و مال سے سرانجام دینا ہے اور یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اس کے نتیجہ میں خداوند برتر تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ دائمی زندگی کی مسرتوں کے ساتھ باغات پر رونق ہیں اعلیٰ قسم کے مکانات دے کر ہر طرح کی خوشی سے ہمکنار کرے گا اور یہ جسد خاکی کے لیے اپنی تخلیق کے اعتبار سے ایک بہت بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔

چیئرمین بلدیہ لیاقت پور

بلدیاتی انتخابات نے صوفی محمد عبداللہ کو سینما کی وادی سے نکال کر معاشرہ کی معزز کرسی پر جناب حاکم علی خان بلوچ مجسٹریٹ کے بالمقابل لا بٹھایا ہے۔ سانولے رنگ کے ساتھ لمبے قد کے آدمی ہیں۔ گاڑی کے انجن کی طرح دھواں چھوڑتے ہوئے مائیکروفون کی طرف بڑھے، اور معزز مہمان کو خوش آمدید کہا ہے۔ صوفی محمد عبداللہ اور مولوی بشیر احمد گو رنگ کے اعتبار سے کالے ہیں، لیکن قسمت کالی نہیں ہے۔

ڈپٹی کمشنر امتیاز احمد

افتتاحی تقریر میں کہا: "اس تقریب کو خواہ کھلی کچہری یا اجلاس عام کوئی نام دے لو۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے مل بیٹھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہم اس وقت اجتماعی امور اور انفرادی مسائل دونوں پر توجہ دیں گے۔ مجھ میں اتنی اخلاقی جرأت ہونی چاہیئے کہ جو

Marfat.com

کام نہیں کر سکوں گا۔ اس کا آپ سے وعدہ نہ کروں اور آپ بھی ایسا کوئی مسئلہ یا تجویز میرے سامنے نہ اٹھائیں جو میری بساط سے باہر ہے۔ قرآن مجید نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ

لم تقولون ما لا تفعلون ؟

کوئی ایسی بات نہ کہو جو تم کر نہ سکو اور نیز جو تجویز آپ پیش کریں اس کا امکانی پہلو بھی سامنے لائیں۔ بہت سی چیزیں ایک اچھے معاشرہ کے لیے ضروری ہیں لیکن ہمارا ملک غریب ہے ہم نے اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہر ماہ ایک دفعہ ہر تحصیل میں ایسے اجلاس ہوا کریں گے۔ اس وقت میں انفرادی شکایات سننے پر زیادہ توجہ دوں گا۔ یہ بات، معززین علاقہ کے مزاج میں ٹھیک طور پر نہیں بیٹھتی، ہر اعلیٰ افسر اپنے اجلاس میں یہ منشور پیش کرتا ہے۔ سربراہان علاقہ اجتماعی مسائل پر طبع آزمائی کر کے اپنے تعارف میں ایک اچھی راہ نکالنا چاہتے ہیں۔ ان کو ذاتی طور پر انتظامیہ سے کم شکایت ہوتی ہے وہ صرف یہاں آنے کی اپنی قیمت کوئی اجتماعی نکتہ اٹھا کر وصول کرنا چاہتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ ان کے دائرۂ اختیار میں نہیں ہے اس کے لیے ان کو دوسرے محکموں کے سربراہوں کو لکھنا ہوگا، اور پھر ان کا اپنا کچھ طریق کار بھی ہے۔

درویش اس سے انکار نہیں کرتا کہ ضلع کے سربراہ ڈپٹی کمشنر اپنے ضلع کے اندرونی مسائل میں مداخلت کا حق نہیں رکھتے۔ مجھے اس کے طریق کار پر کلام ہے۔ تحصیل یا ضلع کونسل آخر کس مرض کی دوا ہے ؟ ہر بات کو اس کی سطح پر رکھنا سلیقہ مندی ہے۔ لیاقت پور کھلی کچہری کا مقصد انفرادی شکایات کو سن کر اس کا تصفیہ کرنا ہوتا ہے جو پبلک مفاد میں ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ سخن ور حضرات سخن طرازیوں میں اپنا زورِ کلام دکھاتے ہیں لیکن یہ ڈپٹی کمشنر ایک کہنہ مشق اور پختہ کار آدمی ہیں۔ انہوں

نے اجلاس میں اپنی حیثیت کو نمایاں رکھا ہے اور ہر شخص کو اس کا مقام دیا ہے اور بتایا ہے کہ میں ڈپٹی کمشنر اجلاس کے قواعد وضوابط سے باہر نہیں جا سکتا۔

گاڑیوں کی آمدورفت، سوئی گیس کا حصول، ہل کی تنصیب، سیم تھور کا انسداد، غلہ منڈی کا قیام وغیرہ ایسے مسائل پیدا ہوئے ہیں، لیکن ڈپٹی کمشنر نے حقیقت پسندانہ انداز میں ان کا جواب دیا ہے۔

کھال اسکیم میں درختوں کا مسئلہ بھی اٹھایا گیا ہے اور اس پر گرما گرم بحث ہوتی ہے۔ ایل۔ ڈی۔ او نے اس بارے حکومت کے موقف اور تجویز پر روشنی ڈالی، اور ٹیکنیکل وجوہ کی بنا پر بعض درختوں کا کاٹنا ضروری قرار دیا ہے۔ ایک شخص جو خاں جام قسم کے آدمی ہیں کھڑے ہو کر جواب آں غزل ایک فقرہ کسا کہ ہم ان ٹیکنیکل ہینڈ سے بہت تنگ ہیں اگر کچھ پیسے وغیرہ دے دو تو خیر ورنہ یہ لوگ ہر کام میں بہت دقت پیدا کرتے ہیں۔

امتیاز احمد ساہی ڈپٹی کمشنر نے معانی کے عموم اور مضمون کی وسعت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے باز کی طرح جھپٹ کر بحث کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک قومی صحت کا مسئلہ ہے جس پر بہت کچھ کہا سنا جا سکتا ہے اور پھر ٹیکنیکل ہینڈ سے بچا بھی نہیں جا سکتا، کیونکہ جس کو جس کام پر لگا دو گے اس کی معلومات ہی ٹیکنیکل ہینڈ کہلاتی ہیں مسٹر سیف اللہ جو آپ کی بہتر طور پر ترجمانی کر رہے ہیں، اسی تعریف میں آتے ہیں۔

آداب مجلس تہذیب و شائستگی کے اس زمانہ میں ہماری سوسائٹی کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کھلی کچہری اور اجلاسِ عام کا اصل مقصد انتظامیہ کی اصلاح ہے اور ان کے شعور کو اس سے آشنا کرانا ہے کہ ہمارا ایک دوسرے کے سامنے جوابدہ ہے۔ تحصیلدار صغیر شاہ کو کھلے عام تنبیہہ اس اجلاس کا ایک نمایاں پہلو

Marfat.com

ہے۔ڈپٹی کمشنر نے ان کے بارے میں جو ریمارکس پاس کیے ہیں۔ اس سے ایک عام آدمی بھی پانی پانی ہوجاتا ہے۔

مسٹر امتیاز احمد نے اجلاس میں اپنی ڈپٹی کمشنری کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ درویش نے ایک جگہ ٹھیک لکھا ہے۔ بھوکے کو رزق دیتا ہے۔ فسادی کو گولی۔ ڈپٹی کمشنر جس بردباری اور تحمل کا سزاوار سمجھا جاتا ہے اسی نسبت سے اس کے رعب و ہیبت کا تحفظ ضروری ہے۔ تاکہ کوئی بے ضابطگی اس کی عملداری میں یا کم ازکم اس کے سامنے سر نہ اٹھانے پائے۔

تحصیلدار سیّد صغیر حسین شاہ

لیاقت پور آئے ہوئے انکو کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، اکتوبر یا نومبر ۱۹۷۹ء کے پہلے عشرہ میں آئے ہیں۔ میانہ قد کے ساتھ اکہرے بدن کے آدمی ہیں اور آتے ہی بقایاجات کی وصولی میں سرگرم عمل رہے ہیں، اور اس دوران انہوں نے اپنے متعلق کچھ غلط اندازہ کیا ہے۔ لیاقت پور کی سرزمین سے ان کو بو آتی ہے اور آدمیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: "میں بارہ تحصیلوں میں گھوم پھر بیٹھا ہوں۔ اتنے گندے لوگ کسی تحصیل کے نہیں دیکھے"۔ (دسمبر ۱۹۷۹ء)

اے سی بہادر نے مولانا بشیر احمد اعوان موصوف کو کہا ہے: "میں بڑا ٹیڑھا آدمی ہوں۔ ان کے صاحبزادہ وکیل ہیں، عباسیہ پر زرخرید زمین کے مالک ہیں۔ ایک مدرسہ کے مہتمم، متحدہ محاذ کی سیاسیات کے ایک بڑے مینجر، لیکن ان ساری باتوں سے یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ اے۔ سی محمد مسعود خان اور تحصیلدار صغیر شاہ نے لٹھ ہاتھ میں لے کر اخلاق کو اپنی تحصیل سے نکال باہر کیا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔

Marfat.com

ڈپٹی کمشنر — ایک درخواست جو انفرادی نوعیت کی ہے۔ سائل کوسن رہے ہیں اور یہ مداخلت پر آمادہ ہیں۔ روکنے کے باوجود ان کو اصرار ہے کہ لوگ میری شکایت کرتے ہیں۔ مجھے اپنی صفائی میں بولنے کا بھی حق نہیں ہے، حالانکہ اس عام آدمی کا بولنا ہم تک نہیں پہنچتا۔ تحصیلدار کی اچھل کود سب دیکھ رہے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر کے لیے بھرے اجلاس میں تحصیلدار کے خلاف شکایت کوئی خوشگوار امر نہیں ہے وہ اس کا کوئی مداوا کریں گے۔ ماتحت کا اپنے افسر پر اعتماد بجائے خود ایک بڑی مدافعت ہے۔ عام تاثر یہ ہے ماتحت اپنے اعلیٰ افسر کے اعتماد پر بدعنوانیاں کرتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر کا اندازِ فکر اس سے ناآشنا ہے؟

ڈپٹی کمشنر نے ایک شخص کو یہ کہہ کر خاموش ہونے کو کہا ہے کہ "آپ بڑے معقول آدمی ہیں آدابِ مجلس کا کچھ خیال رکھیں" گویا لوگ تحصیلدار کے خلاف معقولیت کی حد کو بھی پھلانگ رہے ہیں اور ڈپٹی کمشنر صاحب وقت کی نزاکت کے مطابق حالات پر قابو رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر مجمع پر ڈپٹی کمشنر کا کنٹرول نہ ہوتا، تو ان کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کا مقابلہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ بے شک انہوں نے بقایاجات کی وصولی میں کوئی اعداد و شمار اکٹھے کیے ہوں گے لیکن قانونی ذمہ داری اور اخلاقی تقاضے انسانی فکر کے دو الگ الگ ادارے ہیں۔ دونوں کو سامنے رکھ کر چلنا پڑتا ہے۔

ڈپٹی کمشنر قانونی طور پر تحصیلدار کے خلاف کوئی نوٹس نہ لیں یہ ایک دوسری بات ہے لیکن بھرے اجلاس میں سائل کو بات کرنے کا حق دینا ہے۔ ڈپٹی کمشنر اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں وہ اپنے اجلاس میں اپنے ماتحت عملہ کے لیے تضحیک کا سامان کیوں فراہم کریں گے لیکن اگر کوئی شخص اپنی رسوائی اور فضیحت کی قسم کھا بیٹھے، تو کسی دوسرے کا اس میں کیا چارہ ہے؟

ڈپٹی کمشنر نے سختی سے ان کو مداخلت سے روک دیا ہے اور ایسے الفاظ کا انتخاب کیا ہے

Marfat.com

جنہیں ہم لیاقت پور کی تاریخ میں نہیں دکھا سکتے۔

خان حاکم علی بلوچ

اپنی سخت طبیعت کے باوجود اخلاقی قدروں کے امین ہیں۔ جب ڈپٹی کمشنر ان سے مخاطب ہوتے ہیں۔ وہ کھڑے ہو کر باادب جواب دیتے ہیں۔ ایک شخص نے ان کی عدالتی کارروائی کا ذکر کرتے ہوئے ان کے کلرک کی شکایت کی ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے بڑی سنجیدگی سے ان کو اس کا نوٹس لینے کو کہا ہے۔ موصوف نے اپنے کلرک کی طرف سے کوئی وکالت نامہ پیش نہیں کیا۔ پورے وقار کے ساتھ سر ہلا دیا ہے اور تحصیلدار کو سمجھایا ہے کہ ایک عام آدمی اور اپنے اعلیٰ افسر کے درمیان کوئی فرق ذہن میں رکھنا چاہیئے۔

درویش کہتا ہے ون وے ٹریفک کا اصول بھی اسی مصلحت کے پیش نظر وضع ہوا ہے اس دلیل و شہادت کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحصیلدار صغیر شاہ سائلان اور حاجتمندوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک روا رکھتے ہوں گے کہ آج مکافاتِ عمل میں قدرت کے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔ اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَاَكِيدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ایک کے لیے احتساب کا ایک دن مقرر ہے۔

قومی صحت کا مسئلہ

ڈپٹی کمشنر امتیاز احمد ساہی نے پبلک مفاد پرستی اور انتظامیہ، بددیانتی کو یکجا کر کے اس کو قومی صحت کا مسئلہ قرار دیا ہے۔ ایک کو دوسرے کا لازمی حصہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ قوم میں بحیثیت مجموعی بے ایمانی، بددیانتی اور مفاد پرستی کا عنصر غائب ہو گا تو قوم کا وہ حصہ جسے انتظامیہ کہتے ہیں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قومی اخلاق میں ڈپٹی کمشنر کی یہ رائے دقیع اور حقیقت پسندانہ ہے۔ انسانی فطرت

Marfat.com

کی یکسانیت میں ہم اس منطق کو تسلیم کرتے ہیں۔ قوت نیکی بدی انسانی فطرت میں برابر
رکھی ہے۔ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے حصول مقصد میں آزاد ہے۔ اس کے تمتع
اور استفادہ کے لیے کائنات کا ہر ذرہ معرض وجود میں آیا ہے۔ "خلق لکم ما فی
الارض جمیعاً" قرآن نے کہہ کر زمین و آسمان کا ایک وسیع دسترخوان اس کے آگے رکھ
دیا ہے۔

جب سے ارتقاء انسانیت کے ساتھ معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئی ہے تو مل جل کر
رہنے کے تقاضوں نے کئی ایک دوسری ضرورتوں کو جنم دیا ہے۔ پہلا احساس داعیہ اور رابطہ
جو اس باب میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ خُلق ہے جس کی جمع اخلاق ہے۔ پھر انسان
میں مذہب کا تصور پیدا ہوا ہے، جو دراصل اخلاقی قدروں میں ایک بڑھاؤ اور تنوع ہے
اخلاق اور مذہب نے حکومت اور قانون کو جنم دیا ہے۔ ایمانت اور دیانت اخلاقی قدروں
میں اعتدال کا نام ہے۔ آنے والے کو اٹھ کر ملنا اور جانے والے کو دروازہ تک چھوڑنے جانا۔
کسی قوم یا ملک کا قانون اس پر حاوی نہیں ہے۔ اخلاقی قدریں اس کو محیط ہیں۔

قَوْلُہٗ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حَسَنَ الْاَخْلَاقِ پیغمبر خدا نے اپنی بعثت
کا مقصد اخلاق کی تکمیل بتایا ہے۔

انتظامیہ اور ریفارمز

قوم کے اس حصہ اور ملت کے ان افراد کو کہتے ہیں، جن کی صلاحیتوں کو اچھائی
پھیلانے اور برائی روکنے کے لیے منظم کیا جاتا ہے۔ قرآن نے اچھے معاشرہ کا اس ادارہ کو
ایک اہم جزو قرار دیا ہے۔

ولتکن منکم اُمّۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف

Marfat.com

وینھون عن المنکر و اولئك ھم المفلحون ٥ کہہ کر قرآن نے اس ضرورت کا احساس دلایا ہے۔ انتظامیہ اصلاحی ادارہ کی ایک قوت فعّال ہے۔

اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ انتظامیہ کی برائی پبلک برائی کا ایک حصہ ہے، تو پھر انتظامیہ اپنی افادیت کھو بیٹھتی ہے۔

چور چوری کرتا ہے۔ کوتوال اس کا چلان مجسٹریٹ کو پیش کر دیتا ہے اس نے پیسے لے کر چھوڑ دیا ہے دوبارہ اس نے اے۔سی کے گھر نقب زنی کی ہے اور خاصہ مال ہاتھ آیا ہے وہ کوتوال سے پوچھتا ہے۔ حصہ بٹانا ہے یا چلان مقصود ہے۔ کوتوال کی ضروریات بھی دوسروں کے ساتھ مشترک ہیں، وہ اسے چھوڑ دیتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں۔ مسٹر محمّد اکرم ہمارے فاضل ڈی۔سی اس کو پسند کریں گے ؟

ڈپٹی کمشنر

انسانی معاشرہ میں افرادی قوت اور زر و مال، ہمیشہ طاقت کا سرچشمہ رہا ہے، اور اس کے بل بوتا پر ملک میں بادشاہت اور شہنشاہت قائم ہوئی ہے اور پھر اس نے ایک دوسری کروٹ لی اور نظامِ جمہوریّت کو جنم ملا ہے۔

گو یہ جمہوریت، شخصی حکومت سے بھی، اپنے بعض نتائج میں بدتر ہے۔ ہمارا مقصد ان دونوں نظام ہائے حکومت میں ڈپٹی کمشنر کی حاکمیت کا تعین ہے۔ بادشاہ یا صدر کو ملک میں انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ نظام ہائے متذکرہ صدر میں متفقہ طور پر ڈپٹی کمشنر کو اپنے علاقہ کا بادشاہ مانا گیا ہے، اور ان کے لیے ان اختیارات کو مخصوص کیا گیا ہے۔

مسٹر محمّد اکرم ڈپٹی کمشنر رحیم یار خاں

وہ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ

Marfat.com

ملک میں پارلیمانی نظام ہو یا صدارتی طرزِ حکومت ۔ مارشل لاء رولز ریگولیشن کام چلا رہے ہوں یا جمہوری ادارے ۔ اگر ان کی ڈپٹی کمشنری ٹھیک طور پر ورک کرتی ہے تو ہر نظام حکومت میں عوام خوشی اور خوش حالی سے ہمکنار رہ سکتے ہیں ۔

مسٹر سلطان محمود

ان کے جدِ اعلیٰ کشمیر سے آکر پنجاب میں آباد ہوئے ہیں ۔ راجپوت بھٹی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ۔

اپریل ۱۹۸۰ء کے آخر میں اے سی بن کر لیاقت پور آئے ہیں ۔

انہوں نے اپنے ابتدائی لیکچروں میں بتایا بڑا آدمی بڑی ذمہ داری ! گویا وہ تاثر دے رہے ہیں کہ میں پروفیسری سے آیا ہوں ! مجھے اے سی کے عہدہ کی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے ۔ قدرے مذہبی آدمی ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے اور قریبی مسجد کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشی ہے اور بتایا کہ میرا ایک بھائی وکیل ہے جو رشتہ میں میرا کزن ہے ۔ کیس کے بارے مختصر تیاری کر کے عدالت میں ایک تقریر جھاڑ دی ۔ قصہ ختم ہوا ، لیکن عدالت کی ذمہ داریاں کچھ دوسری ہیں ! کوٹھی ہے ، کار ہے ۔ وہ ٹھاٹھ سے زندگی گزار رہے ہیں ۔ پیسے کمانے کے دوسرے دھندے بہت ہیں ۔ میں خالصتہً للہ کام کرنے کے لیے اس طرف آیا ہوں ! وہ عدالت میں اپنے بہت سارے قصے کہانی سناتے رہتے ہیں ۔

ایک موقعہ پر کہا :

Marfat.com

یونیورسٹی بہاولپور

طلبہ نعرہ بازی کر رہے ہیں، پرنسپل نے پولیس فورس طلب کر لی ہے! میں (بندہ حقیر پر تقصیر) کوئی ڈیڑھ سو جوانوں کے ساتھ وہاں پہنچا دیکھا وہ کوئی ۳۰ لڑکے ہیں اور ۸۶ پروفیسر بیک وقت بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔ جوانوں کو ABOUT TURN بولا اور کمشنر صاحب کو صورت واقعہ سے آگاہ کیا۔

وکیل صاحبان سامنے کھڑے ان کی باتوں سے بہت زیادہ محظوظ ہوتے ہیں۔ اشتراکِ رزق نے ایک کو دوسرے کے بہت قریب کر دیا ہے۔

رندِ محفل ہر جگہ ہوتے ہیں ایک وکیل نے جرأت کر کے کہا ہم تو آپ کی باتیں سنتے سنتے تھک گئے ہیں۔ کام پر واپس آئیں۔ پکار نہیں ہوئی آپ آ گئے ہیں اور کیس نکلوا کر حکم حاصل کرنا چاہتے ہیں پھر گلا ہے کہ ہم وفادار نہیں۔

جنابِ کمشنر جب ان کے کام کا جائزہ لیں گے تو پروفیسروں کے بارے میں انہوں نے جو رائے ظاہر کی ہے ان کو بھی ان کے قبیلہ سے پائیں گے۔

میں اس باب میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ سرکار پنجاب پروفیسروں کو مجسٹریٹ یا لے سی بناتے وقت کچھ زیادہ چھان بین سے کام لے، ورنہ قوم دیوالیہ ہو جائیگی۔

ڈویژنل کمشنر بہاولپور

انتظامیہ کی وہ کیا کہانی ہے جس کے آپ سربراہ ہیں۔ شب و روز آپ کے اردگرد کی ہر چیز اس کا آپ سے سوال کرتی ہے! اپنی ذمہ دارانہ حیثیت کے پیش نظر کبھی کبھار آپ نے اس پر غور کیا ہے تو اس کا کیا نتیجہ رہا ہے؟ انسان کا اپنا عقل سلیم جو اس باب میں راہنمائی کر سکتا ہے کسی دوسرے کی وضاحت اور تشریح اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (نگارشاتِ درویش یکم دسمبر ۱۹۷۸)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک محمد اکرم ——— ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان

ایک خبر — رحیم یار خاں ۱۰ مارچ آج ڈپٹی کمشنر ملک محمد اکرم نے افسران مال کے ماہانہ اجلاس میں کہا ہے، جب اعلیٰ افسران دیانتداری سے کام کرنا چاہتے ہوں اور عملے کے کچھ ارکان بدعنوانی میں ملوث ہوں تو وہ پوری انتظامیہ کی بدنامی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو کیفر کردار تک پہنچانا بہت ضروری ہے! انہوں نے کہا کہ وہ ضلع رحیم یار خاں میں بدعنوانی رشوت ستانی اور محکمانہ ہیرا پھیری کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے اور ملزمان کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمات چلانے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

عقیدت کے پھول

روزنامہ "سیادت" بہاولپور

۱۱۔ مارچ ۱۹۸۱ء

Marfat.com

محکمانہ ہیراپھیری اور فوجی عدالت میں تجویز دعویٰ

ڈپٹی کمشنر جناب ملک محمد اکرم صاحب کا ایک بیان جو انہوں نے ۱۰ مارچ ۱۹۸۱ء بہاول پور پریس کر دیا ہے ہمارے زیر نظر ہے۔ انہوں نے ریونیو آفیسرز کے ماہانہ رسمی اجلاس میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ بڑا خوش آئند ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقت کی نبض پر ان کی انگلیاں ٹھیک طور پر کام کرتی ہیں اور وہ انسداد جرائم میں اخلاقی جرأت بھی رکھتے ہیں!

اس خبر کی اشاعت میں اخبار اور ڈپٹی کمشنر کے درمیان کوئی دوسرا واسطہ نہیں ہے بلا فصل اس خبر کی نسبت ملک محمد اکرم کی طرف کی گئی ہے۔ اگر نامہ نگار درمیان میں ہوتا ہم کہہ سکتے تھے کہ کچھ بڑھا دیا ہوگا زیب داستاں کے لیے! لیکن اب کلیتہً اس کی صحت پر مان لانا ہم پر فرض ہے۔ جناب ملک محمد اکرم نے اے سی لیاقت پور مسٹر سلطان محمود کو سرکاری پر ناجائز قبضہ کی ایک مسل ۳/۹ ماہانہ اجلاس کے موقعہ پر ہمراہ لانے کو کہا ہے اور ...یش کی درخواست مورخہ ۲/۱۱ جو ڈویژنل کمشنر بہاولپور کی خدمت میں گزاری گئی ہے۔ ...ن کی روشنی میں ان سے تبادلہ خیالات کیا ہے اور اسی نشست میں محکمانہ ہیرا پھیری کا بھرپور تاثر لیا ہے اور بہاولپور پریس کو اپنا ایک تاریخی بیان دے کر ثابت کیا ہے کہ وقت کی نبض پر ان کی انگلیاں ٹھیک طور پر کام کرتی ہیں۔

"پنجاب سے آفیسرز لوگ ریاست کے حلقہ ہائے اثر میں گھاس چرنے نہیں آتے، ان کے ذمہ کچھ فرائض اور ڈیوٹیز ہیں۔ کام کے اعتبار سے ہمارا جائزہ بڑا مایوس کن ہے"!

ڈویژنل کمشنر بہاولپور ــــــ "ان کو بھی ان کی ذمہ داریوں میں توجہ دلا چکے ہیں کہ

Marfat.com

وہ بہاولپور میں اپنے قیام کو فعال دکھائیں۔ ہماری یہ گزارشات ان کے سنجیدہ غور کی مستحق ہیں انتظامیہ کی نیک نامی ان کی نیک نامی ہے۔"

ڈپٹی کمشنر مسٹر محمد اکرم نے ہمارے خیالات سے کتنا ہم آہنگ بیان دیا ہے اور نفس مضمون کو اس کے اصلی معنی میں واضح کیا ہے کہ انتظامیہ میں ایک آدمی کی بدنامی سب کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ اخبار میں ان کا بیان عوام کے ساتھ ایک وعدہ ہے کہ وہ انتظامیہ کی اصلاح میں مؤثر اقدام کریں گے، اور بڑی سرکار کو یہ تاثر دینا ہے کہ وہ اپنے ضلع میں ڈپٹی کمشنری کی چولیں درست رکھنے میں چابکدست ہیں۔ اگر جناب موصوف اپنے قول پر کوئی دلیل لا سکے تو عظیم آدمیوں میں شمار ہوں گے۔ "میں اس اعتراف میں بخیل نہیں ہوں کہ ان کا یہ بیان دینا بھی ان کی اخلاقی جرأت پر ایک دلیل ہے سر راہ، مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ اخبارات میں بیان دینے کے اعتبار سے ہمارے یہ فاضل ڈپٹی کمشنر اپنا ایک ریکارڈ رکھتے ہیں۔ ان کو وزیر بننے کے وقت بڑی آسانی رہے گی۔

ڈپٹی کمشنر — ایک عملی آدمی

درویش کہتا ہے شاید ان کو کسی نے نہیں بتایا کہ ڈپٹی کمشنر ایک عملی آدمی ہوتا ہے۔ اخبارات میں بیان بازی جمہوریت میں وزیروں کے سیاسی ہتھکنڈے ہیں! اخبارات کے ذریعہ جو سستی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دوسروں کی تنقید سے ان کے لیے پہلو بچانا خاصہ مشکل ہو جاتا ہے لوگ کہتے ہیں جو گفتہ دلیلش بیار باسائلان سے ملنے کا انداز اچھا ہے، مزاج میں ٹھہراؤ ہے۔ درخواست پڑھتے ہیں، بات سنتے ہیں اور معاملہ کو نمٹانے میں ذاتی طور پر دلچسپی لیتے ہیں۔ مسائل کے حل و تصفیہ میں ہماری

Marfat.com

دیانتدارانہ رائے، ان کے کام کی پراگریس دکھانے میں کافی ہے۔

اعلیٰ افسر اپنے ماتحت عملہ سے ایک چڑیا پکڑ کر دوسرے کو دینے کا روادار نہیں ہوتا،

محمد اکرم نے سیاستدانوں سے بھی آگے نیر پھینکا ہے!

درویش! تو ایک آباد کا ہے۔ ڈپٹی کمشنر سے یہ شوخیاں، تو کس طرح حساب چکائے گا۔

عقیدت کے پھول

۲۳ مارچ ۱۹۸۱ء

مقدمہ کی کامیابی کا دارومدار شہادت صحیحہ پر ہے

رانا محمد یعقوب کا خطاب عام

لیاقت پور ۶ نومبر ۱۹۸۰ء ریسٹ ہاؤس میں آج کوئی پونے بارہ بجے کے قریب رانا محمد یعقوب ایس پی رحیم یار خان نے خطاب عام فرمایا۔ ان کا روئے سخن، ارکانِ بلدیہ اور یونین کونسل کے ممبران کی طرف ہے! انہوں نے کہا میں نے حال ہی میں ایس پی رحیم یار خان کا چارج سنبھالا ہے میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ پوری مشینری میں تبدیلی لے آؤں گا، البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہر شخص کی اپنی ایک پالیسی ہوتی ہے! میں ہر شریف آدمی سے تعاون کا خواہاں ہوں۔ میری پختہ رائے ہے کہ جرائم کے انسداد میں ہر پارٹی حلقہ کے سربرآوردہ اشخاص بہتر رول ادا کر سکتے ہیں۔ ان کو جرم کے بارے میں صحیح معلومات ہوتی ہیں۔ سزا کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہا؛ جرم میں کمی کا رجحان اس کی اصل منشا ہے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ اصل مجرم کو سزا ملے! لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ فریق متحارب

Marfat.com

صحیح سمت میں سوچنے کے عادی نہیں ہیں۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جرم میں مجرم کے تمام لواحقین ملوث کر لیے جائیں جب کہ دوسری پارٹی سزا سے بچنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتی ہے۔ سزا کا دارومدار شہادت صحیحہ ہے اس سلسلہ کی پہلی بات یہ ہے کہ عینی شاہد بہت کم گواہی دینے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی اس جہاد میں کودنے کی جسارت کرتا ہے تو مدعی کو اس پر پورا اعتماد نہیں ہوتا۔ وہ اس سے یہ توقع نہیں رکھ سکتا کہ مقدمہ کے لیے جس مطلوبہ شہادت کی ضرورت ہے۔ وہ فراہم کر دے گا اس لیے مدعی کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے فرضی گواہان کو مقدمہ کی پوری کہانی یاد کرائی جائے! یہ بات ظاہر ہے کہ جرح میں اختلاف پایا جائے گا۔ عدالت کی نظر میں یہ اختلاف بڑا وزنی ہوتا ہے اس کے نزدیک ملزم کو چھوڑ دینا اتنا بُرا نہیں، جتنا ایک بے گناہ شخص کو سزا کی بھٹی میں جھونک دینا ہے۔ اس لیے وہ ملزم کو شک کا فائدہ دے کر چھوڑ دیتی ہے آپ نے مزید بتایا کہ قتل کے مقدمہ میں ایف آئی آر درج کراتے وقت ایک غیر حاضر شخص کا نام درج کرایا جاتا ہے تو اس کی ضمانت میں عرصہ دو سال کا لگ جانا کوئی غیر متوقع بات نہیں ہے اس سے ایک تو فضا اور مکدر ہو گی دوسرے وہ شخص اپنی دوسری جگہ حاضری دکھلائے گا اگر عدالت کی نظر میں وہ شہادت صحیح ہے تو مقدمہ کی پوری کہانی عدالت کے نزدیک مشکوک بن جاتی ہے چکوک یا دیہات، محلہ یا وارڈ کی سطح پر پنچائت سسٹم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: "اس کی تاریخ بڑی پرانی ہے ہر حکومت میں اسکی افادیت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ ایک پنچایت کو برادری کے اکٹھ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اس میں تمام کارروائی اعتماد کی فضا میں ہوتی ہے۔ جرم کو اس کی نوعیت کے اندر رکھ کر فیصلہ دیا جاتا ہے جو اپنے نتائج میں مفید ثابت ہوتا ہے، اس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ آپ نے کہا بہت ایسے کیسز ہوتے ہیں جو قابل دست اندازی

Marfat.com

پولیس نہیں ہوتے لیکن انہیں ایسا بنایا جاتا ہے۔ انہوں نے اس کی ذمہ داری عرضی نویسوں پر ڈالی ہے۔

درویش کہتا ہے یہ ایک بعید احتمال ہے ان کو فراخدلی کے ساتھ مان لینا چاہیئے کہ ایسے ول تھانہ کی دیگ میں پکتے ہیں۔ یہی ایک پبلک کا بنیادی مسئلہ ہے جس کو صاحب لوگ گول کر گئے ہیں۔ پبلک میٹنگ کا مطلب مسئلہ کی صحیح تشخیص ہے!

قول بات

چور کو پکڑنے کے ساتھ رسہ گیروں کا ذکر بھی آیا ہے۔ ایس۔ پی نے کہا بات بڑی معقول بشرطیکہ صحیح طور پر اس کی نشاندہی کرائی جائے!

شریف آدمی کی تعریف

رانا محمد یعقوب نے کہا شریف آدمی کے لغوی یا اصطلاحی معنی خواہ کچھ ہوں میں اس آدمی کو شریف گرداننے کے لیے تیار نہیں ہوں جو غلط آدمیوں کا ساتھ دیتا ہے۔ ہمارے فاضل اے۔ سی مسٹر سلطان محمود اس موقعہ پر موجود ہیں انہوں نے ہلا ہلا کر اس کی داد دی ہے! میرے خیال میں فاضل اے۔ سی نے ایسی کارروائی کو تھانہ کی حد تک کافی سمجھا ہے، ورنہ زندگی کے ہر شعبہ میں یا کارروائی کے ہر موڑ پر ان کے نزدیک یہ مشکل کام ہے۔ پولیس کی اس مجلس میں کچھ لطیفے بھی چھوڑے گئے ہیں۔ ایک معروف اور پرانی قسم کے آدمی نے کہا شہروں میں ہم جو گوشت کھاتے ہیں وہ کن لوگوں کا ذبح کیا ہوا ہوتا ہے جو زیادہ نمازی اور شریعت کے پابند ہوتے ہیں۔ اے۔ سی صاحب نے کہا اگر کوئی داڑھی والا رضاکارانہ طور پر اس خدمت کو انجام دینے کے لیے تیار ہے تو ہم اسے خوش آمدید کہیں گے۔

Marfat.com

دوسرے نے کہا: اس طرح گوشت کی مارکیٹ میں کمی آجائے گی اور نرخ بڑھ جائے گا، کیونکہ ڈاک
کے ساتھ مویشی کی ٹیسٹنگ کا اضافہ ہو جائے گا۔ ایس پی تک بات پہنچنے ہی نہیں دی گئی۔

ڈپٹی انسپکٹر جنرل بہاول پور

کچھ دنوں کی بات ہے۔ مسٹر قمرالزمان نے ایک کھلی کچہری لیاقت پور لگائی تھی۔ اس
کچھ گلہ شکائیتوں کے ساتھ پکڑ دھکڑ ہوئی تھی۔ رانا محمد یعقوب نے جوش خطابت میں
زندہ جنا نصیحت پیدا ہے ایک آدمی نے ان کو نصیحت کرنی شروع کر دی کہ بعض لوگوں کی
درخواستوں پر ایس پی ہیڈ کوارٹر اجرا پرچہ کا حکم دے دیتے ہیں۔ ایسا سلسلہ بند ہونا چاہیئے۔
انہوں نے کہا جو قسمت کا مارا ہم تک پہنچتا ہے اس کی کچھ حق رسی ہمارے ذمہ بھی ہوتی
اجراء پرچہ کے بعد بھی حق و صداقت کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

ان کے اندازِ بیان قوت خطاب طرز استدلال پر داد نہ دینا بخل ہوگا۔ انہوں نے
بڑے چنے تلے الفاظ میں سوسائٹی کے رواں مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔

پولیس کی نفری اور ٹرانسپورٹ

جرائم کی شرح جو روز بروز بڑھ رہی ہے۔ پولیس کی نفری اور ٹرانسپورٹ کا مسئلہ
اس صورت میں حکومت کی خاص توجہ کا مستحق ہے۔

تھانہ لیاقت پور چنی گوٹھ سے فروزہ تک ہے اور یہ عباسیہ کالونی کا علاقہ ہے۔ اس
کے ساتھ پرانی آبادی کا کچھ حصہ بھی شامل ہے پہلے اونٹ گھوڑے کا رواج تھا۔ اب
متروک ہو چکا ہے۔ دوسرے سرکاری اداروں میں موٹر گاڑیاں مہیا کی گئی ہیں۔ پولیس

Marfat.com

اپنی افادیت کے اعتبار سے بڑا اہم محکمہ ہے۔ وقوعہ قتل یا موقعہ واردات پہ پہنچنے کے لیے موٹر گاڑی کی سہولت اس وقت کا ایک اہم تقاضا ہے! ڈی آئی جی حضرات کو چاہیئے کہ وہ حکومت کے سامنے اس مسئلہ کو اٹھائیں اور عوامی حلقوں کو بھی اس کی تائید میں ہاتھ بٹانا چاہیئے۔

داتا تری نگری میں......!

حکومت کا ٹھپہ جس شخص پر لگا ہوا ہو وہ کچھ دینے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔

ڈپٹی کمشنر، ڈویژنل کمشنر تشریف لاتے ہیں، تو ان سے زمین کا تقاضا ہوتا ہے۔ اگر کوئی محکمہ تعلیم کا افسر ادھر آنکلتا ہے تو اسکول اور اساتذہ کا ذکر سنتے ہیں۔ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا کوئی وزیر اگر مل جائے تو اس سے ہسپتال، ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر اور نرسیں مانگی جاتی ہیں ایس پی سے کچھ نہ مانگنا، گویا ہماری عادت قدیمہ کے خلاف ہے۔ ایک شخص نے کہا میرے شہر میں پولیس چوکی موجود ہے۔ اگر اسے تھانہ کا درجہ دے دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ صاحب موصوف نے فرمایا! "ہم اس پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ معقول قسم کے آدمی تھے۔ وعدہ پر راضی ہو گئے ہیں!

Marfat.com

گلدستۂ خیال مئی ۱۹۸۱ء

چوہدری سعید الحسن ڈویژنل کمشنر بہاولپور

درویش کا خیال تھا کہ ہمارے ڈویژنل کمشنر قسمت کے گھوڑے پر سوار ہو کر ادھر اُدھر گھوم پھر رہے ہیں۔ آج براہِ راست ان کے خیالات سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا ہے تو تاثر یہ ہے کہ وہ ایک زندہ باشعور دل اپنے پہلو میں رکھتے ہیں۔

بلدیہ لیاقت پور کے اجلاس مورخہ ۲۸/۳/۸۱ میں سپاسنامہ کا ایک رسمی جواب دیتے ہوئے کچھ جاندار باتیں کہیں ہیں۔

لیاقت پور ۲۸ مارچ ۱۹۸۱ء ـــــ آج کوئی سوا گیارہ بجے ٹاؤن ہال لیاقت پور ڈو
کمشنر چوہدری سعید الحسن بالہمراہی ڈپٹی کمشنر ملک محمد اکرم تشریف فرما ہوئے! سید محمد باقر
کونسلر نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے اور تلاوت قرآن سے اجلاس کا آغاز
بلدیہ کے چیئرمین چوہدری محمد شفیع نے ایک سپاس نامہ میں معزز مہمانوں کا شکریہ
کیا ہے اور کمیٹی کے کوائف پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ شہ
کل آبادی ۱۵ ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور کونسلرز کی تعداد کرئی بارہ ہے۔

چوہدری سعید الحسن نے سپاس نامہ کا ایک رسمی جواب دیتے ہوئے کہا

(۱) "یہ بات میرے لیے باعث مسرت ہے کہ کونسلرز اپنے باہمی لڑائی جھگڑ
سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور کام شروع کر دیا ہے"! چیئرمین کی تبدیلی پر ایک طنز ہے
صوفی محمد عبد اللہ تھے اور اب چوہدری محمد شفیع ہیں۔

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق

انہوں نے سوچا تھا کہ سیاسی پارٹیوں کو دور رکھ کر وہ ایک صاف ستھری قیادت

Marfat.com

بلدیاتی انتخابات میں آگے لائیں گے لیکن ہمارے دل و دماغ میں جمہوریت کچھ اس طرح رچ بس گئی ہے کہ ہمیں کسی کروٹ آرام نہیں۔ ہم مستقل طور پر انقلاب پسند بن گئے ہیں

روزنامہ "کائنات" بہاولپور

اس کا ادب مفید اور سیاست فکر انگیز ہے۔ اس کی عمر پاکستان سے کچھ زیادہ ہے یہ اپنی عمر کے ۳۶ سال پورے کر کے ۶۳ دن اوپر گزار چکا ہے۔ ۱۶ مارچ کے پرچہ میں اس کا اداریہ نویس رقمطراز ہے۔" ہماری پختہ رائے یہ ہے کہ منتخب اداروں پر جب کوئی بجلی گری ہے۔ اس کے لیے میدان خود عوامی نمائندوں نے ہموار کیا ہے یہ امر ندامت کا موجب ہے کہ انتظامیہ کی طرف سے بار بار منتخب ارکان کو ان کے فرائض یاد دلائے جائیں" چنانچہ کمشنر صاحب نے سب سے پہلے اس رسکشی کا نوٹس لیا ہے اور ایک اچھے انداز میں پارٹی بازی کی مذمت کی ہے۔

کمیٹی شہر کا ایک فعال ادارہ ہے

(۲) کمشنر صاحب نے کمیٹی کے آمد خرچ پر ایک تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ بلدیہ شہر کی ترقی و بہبود کا ایک فعال ادارہ ہے۔ یتیم خانہ نہیں! مثال دے کر فرمایا فرض کیجئے ایک کمیٹی کی کل آمدنی ایک کروڑ روپے ہے۔ اگر اس کی کل آمدنی کا ۷۵ فیصد حصہ عملہ کی تنخواہات پر صرف ہو جائے تو ۲۵ فی صد اس کی ترقی و بہبود پر خرچ کیا جائے گا۔ اس صورت میں میں اسے ایک یتیم خانہ ہی کہوں گا۔ کمیٹی کی کل آمدنی کا کم از کم ۱/۲ حصہ اس کی ترقی و بہبود پر صرف ہونا چاہیئے۔

کمیٹی کی زمین پر ناجائز قبضہ

(۳) "میں دیکھتا ہوں جب کوئی شخص کمیٹی کی زمین پر ناجائز قبضہ کر لیتا ہے تو کمیٹی اسے انخلاء کا

Marfat.com

نوٹس دیتی ہے! اگر آپ میں سے کسی کے مکان پر کوئی شخص قبضہ کر لے، تو آپ لوگ لٹھ لے کر اس کا سر پھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ارکان بلدیہ اسی نقطہ نظر سے کمیٹی کی زمین کا تحفظ کریں تو میں نہیں سمجھتا ماں کا کوئی لال کمیٹی کی زمین پر قبضہ کرنے کا حوصلہ رکھے گا۔" بالفاظ دیگر اس کے معنی یہ ہیں کہ ارکان بلدیہ خود کمیٹی کی زمین پر اپنے پسندیدہ آدمیوں کو قبضہ کراتے ہیں اور پھر اسے حکومت کی سر دردی کا مسئلہ بنا دیتے ہیں۔

کونسلرز کی عرضداشت

اختتام تقریر کمشنر نے کونسلرز کو بھی زبان کھولنے کا موقعہ دیا وہ بھی پر جھاڑ کر اپنے گھونسلوں سے چونچیں لڑانے کے لیے باہر نکل آئے ہیں۔ چوہدری محمد شریف لیاقت پور کے نامی گرامی سیاست دان ہیں۔ انہوں نے کہا: "بجلی کے بل ۲۲ تاریخ کو وصول ہوتے ہیں جب کہ ۲۳ ادائیگی کی آخری تاریخ ہوتی ہے۔ واپڈا کو ایک کلرک لیاقت پور میں رکھنے کے لیے کہا جائے۔ واپڈا والے موجود تھے۔ انہوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا ہے۔

فالتو موٹرز

کچے کے ایک خان صاحب نے کہا۔ ہمارے علاقہ میں ٹیوب ویل نصب ہیں۔ اگر کسی ٹیوب ویل کی موٹر جل جاتی ہے تو اسکے بنانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے اور موقعہ پر کاشتہ فصل کو نقصان پہنچتا ہے! اتنے بڑے منصوبہ میں فالتو موٹرز کا رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت آبپاشی کا سلسلہ جلد بحال ہو سکے۔ محکمہ متعلق کے ایک آفیسر موجود تھے۔ بتایا ایسا ہی کیا جا رہا ہے۔

ریلوے کراسنگ اور لیڈی ڈاکٹر کا مسئلہ

ایڈووکیٹ مسٹر عبدالرشید رحمانی نے ریلوے کراسنگ کی ضرورت پر کمشنر صاحب کی توجہ

Marfat.com

مبذول کرائی اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ کوئی پندرہ سال سے لیاقت پور ہسپتال میں لیڈی ڈاکٹر کا تقرر نہیں ہوا جو ایک تکلیف دہ امر ہے! ڈاکٹر محمد عمر نے بتایا گرلز ہائی سکول کو کوئی تین سال سے ہیڈ مسٹریس کی راہ دیکھنی پڑ رہی ہے! **کمشنر** ـــ عورتوں کی ملازمت ایک مسئلہ ہے۔ عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پڑتا ہے اور وہ اپنے خاوند کے مقام کاروبار سے دور نہیں جا سکتی اگر اسے مجبور کیا جائے تو وہ استعفیٰ دینے کو ترجیح دیتی ہے۔ ہیڈ مسٹریس کا مسئلہ ایسا نہیں جسے تبادل آسانی سرانجام نہ دے سکے، البتہ لیڈی ڈاکٹر کے مسئلہ کا حل اس صورت میں ممکن ہے کہ آپ میں سے کوئی شخص کسی لیڈی ڈاکٹر سے شادی کر لے!

کمشنر بہادر نے یہ بات بڑی زندہ دلی سے کہہ ڈالی اور لوگ اس سے بطور لطیفہ محظوظ ہوئے ہیں، البتہ مسٹر رحمانی جو اس کے محرک تھے بھونچکا گئے ہیں کہ انہوں نے میری اس سلسلہ کی کوششوں کو مشکوک بنا دیا ہے۔

ضرورت اور اس کا تدارک

کمشنر صاحب نے جو بات لیڈی ڈاکٹر سے شادی کے پیرایہ میں کہی ہے وہ کونسلرز کے شعور سے بالاتر ہے چونکہ ہم نے پریس گیلری میں بیٹھ کر ان کے خیالات کو سنا ہے، لہٰذا اس کی تشریح ہمارے ذمہ آ پڑی ہے!

مسٹر عبدالرحمٰن جو محکمہ نہر میں ملازم تھے ان کی مقدمہ بازی ڈاکٹر محمد دین سے رہی ہے انہوں نے اپنے ایک لڑکے کو لا کالج میں داخل کرا دیا۔ مولوی محمد سعید رحمانی چودھری محمد شریف جٹ، چوہدری شاہ محمد آرائیں، مولوی بشیر احمد اعوان موجودہ چیئرمین مسٹر شفیع مخالف سمتوں کے عمائدین لیاقت پور ہیں انہوں نے اپنے ذوق سیاست کی تسکین میں اپنے بچوں کو وکالت کے سانچہ میں ڈھال لیا ہے۔ کمشنر صاحب کہتے ہیں جب یہ لوگ بوڑھے ہوں گے ان کو ڈاکٹر کی ضرورت پڑے گی اور پھر یہ شہر کے معزز گھرانے اپنی اولاد کو

Marfat.com

ڈاکٹری میں بھجوائیں گے۔ جب ان کے لڑکے لڑکیاں ڈاکٹر بن جائیں گے، تو پھر شہر کے لیے یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

ان کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا کہ اگر لیاقت پور میں کوئی لیڈی ڈاکٹر آجائے تو آپ لوگ اس پر ڈورے ڈالنا شروع کر دیں! ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی موجودگی میں وہ ایسی بات کہہ سکتے تھے؟ ان کا صرف یہ کہنا تھا ماں، بہن، بہو آپ کی بیمار ہو اور ان کا علاج کرنے کے لیے باہر سے لیڈی ڈاکٹر آئے۔ سوچ کا یہ صحیح نقطہ نہیں ہے۔

میں نے ایک سُنی مولوی کو لیکچر دیتے ہوئے سُنا جو کہہ رہا تھا کہ جب حضرت امام حسین نے کربلا میں شہادت پائی تو جس پتھر، اینٹ روڑے کو اُٹھایا جائے، اس کے نیچے سے خون نکلتا تھا۔ بعینہٖ یہی حالت اب ہمارے لیاقت پور کی ہو چکی ہے جس چیز کو الٹو نیچے سے ایک وکیل نکلتا ہے۔ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ لیاقت پور میں کثیر پیداواری جنس کون سی ہے تو آپ بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں وکالت! لیاقت پور کی فضا میں یہ پودا خوب پھلا پھولا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہم دوسرے علاقہ کے زمینداروں سے عباسیہ کے آبادکار کا مقابلہ کرتے ہیں تو اس کے جسم پر ماس تھوڑا نظر آتا ہے۔

نامہ نگار

اسی اجلاس کی بات کر رہا ہوں۔ ایک وکیل صاحب پریس گیلری میں ہمارے ساتھ آ بیٹھے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی! لوگ کہتے ہیں جس کو کوئی کام نہ ملے وہ دو ایک دفعہ پریس گیلری میں بیٹھ جائے۔ افسر لوگ اس کو کسی دوسرے کام پر لگا دیتے ہیں اب ہم لوگوں کو کوئی "بے کار لوگ" ہونے کا طعنہ نہ دے گا۔ لیاقت پور میں عرائض نویس

Marfat.com

سے لے کر وکلا تک اس دھندے میں آ گئے ہیں۔ علاقہ کے صحیح حالات سے حکومت کو آگاہ رکھنا صحافت میں نامہ نگار کے ذمہ، یہ ایک بات تھی! اب لوگوں نے اس کو نمائشی کارڈ بنا لیا ہے۔

تین کی بجائے چھ سڑکوں پر کام شروع کرایا جائے

مسٹر محمد علی لنگاہ اس علاقہ کے ایک بڑے آدمی ہیں۔ زمینداری ہے، کار ہے ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر بھی ہیں۔ ان کے لیے ڈویژنل کمشنر اور ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کے مواقع بہت زیادہ ہیں وہ جس جگہ کھڑے ہو کر بات کریں۔ دونوں صاحبان ان کی بات پر کان دھرتے ہیں۔

انہوں نے بھی اپنے کلام سے اس اجلاس کو رونق بخشی ہے۔ اور بتایا ہے تین سڑکوں کو پختہ بنانے کے لیے ایک کروڑ یعنی ۹۶ لاکھ روپے منظور ہوئے ہیں۔ کسی ٹیکنیکل وجہ کی بنا پر کہا ہے کہ اسی سال سے تین سڑکوں کی بجائے ۶ سڑکوں پر کام شروع کرایا جائے! حلقہ لیاقت پور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ چودھری عبداللطیف ایڈووکیٹ نے بھی ان کی مدد کی ہے۔

ملک محمد اکرم

ڈپٹی کمشنر خود کارہتھیار کی حیثیت سے میدان میں آئے ہیں اور ضلع کونسل کی سطح کے اس مسئلہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

ڈویژنل کمشنر ان کی پشت پناہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر بڑی صاف زبان میں بات کر رہے ہیں کہ جو پارٹی تین سڑکوں پر کام نہیں کر سکی اسے چھ سڑکوں پر کام کرنے کو کہنا، قرینِ مصلحت نہیں ہے۔

Marfat.com

پولیس اور اخلاقی قدریں

اگر پولیس افسران میں اخلاقی قدروں کا تحفظ پایا جائے تو حکومت کو بعض موقعوں پر پبلک دباؤ کا جو سامنا کرنا پڑتا ہے اس سے پالا نہ پڑے! ہر کارروائی میں پولیس کا کردار بحث کا موضوع بنتا ہے اور حکومت کو خفت برداشت کرنی پڑتی ہے! اس میں کوئی شک نہیں کہ نازک صورت میں پولیس کے لیے اخلاقی قدروں کا تحفظ ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے لیکن بہرکیف یہ مسئلہ ہے ضرور!

انتظامیہ میں قانونی ہم آہنگی کے باوجود، ایک مجسٹریٹ اور ایس ایچ او کا طریق کار کافی مختلف ہے۔ مجسٹریٹ مسل پر ریکارڈ کو قانون اور ضابطہ سے جانچتا ہے اور پورے غور وخوض کے بعد ایک فیصلہ دیتا ہے اور غلط ہونے کی صورت میں اپیل کورٹ اس کی تلافی کر دیتی ہے! ایک پولیس افسر کے لیے چیل کی نظر اور باز کی جھپٹ درکار ہے اس کی نماز میں کوئی رکوع وسجود نہیں ہے اس کا ایکشن فوری ہوتا ہے۔ اس میں مردم شناسی کا جوہر بدرجہ اتم موجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے ایکشن میں کوئی اپیل اتھارٹی نہیں ہے اس کی زبان سے جو نکل گیا وہ واپس آنے کا نہیں ہے۔ ایک ایس ایچ او کے لیے انتہائی نازک صورت میں بھی محتاط الفاظ کا استعمال ایک ضروری اور لابدی امر ہے!

لیاقت پور ۱۸ مئی ۱۹۸۱ء۔ ہم بنفسِ نفیس ایک کیس سے متعلق استفسار میں مسٹر خادم حسین ایس ایچ او کو ملے۔ انہوں نے کہا "اس بارے ہم سے زیادہ آپ کو معلومات ہونی چاہیئے! آپ جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں"! وہ ہمارے ایک

Marfat.com

عزیز کو اس کیس میں قصور وار ٹھہراتے ہیں۔ درویش نے کہا: "وہ میری طرح اس بارے بے خبر ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے! ایس ایچ او صاحب درویش کے علم و اطلاع کے بارے میں تو مطمئن ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے عزیز کے خلاف شک کا مواد کافی موجود ہے! اس صورت میں اکثر تھانہ دار اپنی رائے کے بارے کسی دوسرے کا اختلاف برداشت کرنے کے بہت کم عادی ہوتے ہیں۔ درویش بھی اس پوزیشن میں آ گیا ہے۔ تفتیش میں ان کے زاویے کچھ اپنے ہوتے ہیں! ہر شخص کا اپنا کردار اور اس کی ذاتی شہرت اس کے لیے تحفظ مہیا کرتی ہے۔ ملک خادم حسین، درویش سے متعارف نہیں ہیں۔ ان کے لب و لہجہ میں ناواقفیت کا عنصر موجود ہے۔ لیکن اپنے مخاطب کا REGARD ایک متعارف شخص کی طرح مطلوب ہے۔ فراستِ مومن یا انسانیت کا حقیقی وجدان ان میں کارفرما نظر آتا ہے۔ مسٹر خادم حسین نے اپنے پورے رول اور ایکٹ میں درویش کے نقطۂ نظر کو سامنے رکھا ہے، اور ایک دیانتدار اور جینٹ آفیسر کا تاثر دیا ہے! اور لوگوں کو ہکا بکا کر دیا ہے کہ پولیس کے دامن میں شرافت کا یہ سرمایہ بھی موجود ہوتا ہے۔ ملک خادم حسین نے علاقہ میں ایک پولیس افسر کی مردم شناسی میں ایک قابلِ قدر روایت قائم کی ہے!

مسٹر خالد اقبال

اے ایس پی داد کے مستحق ہیں کہ ان کے ایک ماتحت تھانہ دار نے جو دیانتدارانہ اقدام کیا ہے وہ اس میں برابر کے شریک ہیں!

افسر کی اپنے فرائض میں کوتاہی، حکومت کو بے اعتمادی سے دوچار کرتی ہے! جب کہ عمالِ حکومت کا تدبر اس کے استحکام کا باعث ہوتا ہے! قانون اور تدبر بالکل دو الگ الگ ادارے ہیں۔ قانون انسان کا اپنا بنایا ہوا ہے اور قوتِ مدبرہ اس کے خالقِ حقیقی کی ودیعت کردہ ہے! علم، آدمی کو اعلیٰ عہدوں تک پہنچا دیتا ہے لیکن اسکی کامیابی،

Marfat.com

تدبر کی مرہونِ منت ہوتی ہے ! افسر وہی کامیاب ہوتا ہے جو تدبر کو ساتھ لے کر چلتا ہے !
ملک خادم حسین نے مدعی کو اپنے مقصد میں کامیاب کیا ہے ۔ مجرم کے خلاف بھرپور قانونی کارروائی کی ہے ۔ کسی بے گناہ کو ملوث نہیں کیا ۔ وہ ہر لحاظ سے داد کے مستحق ہیں !

تعلیم اور اُس کے تقاضے

اس موضوع پر لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان گورنر پنجاب نے ۴ مارچ ۱۹۸۱ء ایچی سن کالج لاہور کے سالانہ جلسہ میں ایک بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی ہے اور شعبہ تعلیم پر ایک گہری نظر ڈالی ہے ! اور کہا ہے :

(۱) ہر سال فیل ہونے والے طلباء کی ایک معتدبہ تعداد، ہمارے تعلیمی اداروں کی عام کارکردگی پر ایک بدنما داغ ہے !

(۲) بیرونِ ملک ہماری تعلیمی ڈگریاں بے وقعت ہو کر رہ گئی ہیں ۔

(۳) ہمارے مدارس کے اساتذہ کسی ہستی کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں ؟ ان پر طلباء، والدین، قوم و ملک کی طرف سے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان کے ضمیر نے اس طرف کبھی ان کی راہنمائی کی ہے ؟

(۴) ہمارے تعلیمی ادارے ایسے بھی ہیں جن کا نتیجہ صفر فی صد ہوتا ہے لیکن وہ زیادہ سے زیادہ مطالبات پیش کرتے نہیں تھکتے ۔

(۵) آج ہم اپنے سکولوں اور کالجوں میں معیارِ تعلیم کی پستی پر شکوہ سنج ہیں گورنر کے الفاظ میں "نوحہ کناں" ہیں ۔ اس کے علل و اسباب کیا ہیں ؟ تعلیم و تدریس میں اساتذہ اور علم و فہم میں طلباء کی دلچسپی کم کیوں ہے ؟

(۶) تعلیم عقل و فہم کو جلا بخشتی ہے اور اس سے اچھی سوجھ اور استعداد کار پیدا ہوتی ہے

Marfat.com

کیا ہماری تعلیم اس مقصد کو پورا کرتی ہے ؟ اور یہ ساری چیزیں اس مسئلہ پر سنجیدہ غور کی متقاضی ہیں۔

(۷) بچہ کی ابتدائی عمر تعمیر کردار کا زمانہ ہے والدین، استاد اور ماحول اس کی نشوونما میں معاون اور مدد ہوتے ہیں اور وہ بچہ پر گہرے اثرات چھوڑتے ہیں ! استاد تعمیر کردار میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے شاگردوں کے لیے فکر و نظر کا ایک خوبصورت منبع ہے۔

استاد شاگرد کے لیے اخلاقی اقدار کا خالق ہے وہ اس میں حبّ الوطنی، احساس ذمّہ داری اور ملک و قوم کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے !

جناب غلام جیلانی خان گورنر موصوف نے مزید کہا ہے طلبہ اپنی روزمرّہ زندگی کا ایک مختصر حصّہ اسکول میں بسر کرتے ہیں جب کہ وہ اپنے شب و روز کا بیشتر حصّہ والدین کے ساتھ گزارتے ہیں۔ ہمارے تعلیمی انحطاط کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ والدین اسکول یا کالج میں بچوں کی سرگرمیوں سے بالکل لاتعلق اور بے پروا رہتے ہیں۔ بچوں کو کسی ادارہ میں داخل کرانے سے والدین اس ذمّہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوجاتے جو بچہ کے تحفظ مفادات میں ضروری ہے ! والدین کا کسی مدرسہ کو عطیہ دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے صحیح مصرف کی نگرانی بھی ضروری ہے !

لیفٹیننٹ جنرل نے والدین کو اس بات کی طرف خاص توجہ دلائی ہے کہ وہ یہ خیال رکھیں کہ ان کے بچوں میں ان کے خاندان کی روایات اور اخلاقی اقدار صحیح طور پر نشوونما پا رہی ہیں۔ ان کے کردار کی تعمیر اتنی محکم ہونی چاہیئے کہ وہ ہر قسم کے بیرونی دباؤ کی مدافعت کرسکیں ! اخبارات، ریڈیو اور فلم ہمیں مختلف نقطہ ہائے نظر سے روشناس کراتے ہیں بچہ میں اتنی استعداد

Marfat.com

ہونی چاہیئے کہ وہ صحیح اور غلط کے درمیان ایک خط مفارقہ کھینچ سکے اور وہ متنازعہ معاملات پر دوٹوک فیصلہ دینے کے قابل ہو ۔

جناب غلام جیلانی خان گورنر پنجاب نے اسکول اور کالج کے باہر طلبا کی سرگرمیوں کا نوٹس بھی لیا ہے اور کہا ہے کہ اکثر و بیشتر صحیح ذہن رکھنے والے طلبا تعلیم پر سنجیدگی سے توجہ دیتے ہیں لیکن کچھ ایسے پیشہ ور طالب علم بھی ہوتے ہیں جو شیشے توڑنے اور سرکاری املاک کو آگ لگانے جیسی متشدد، تخریبی کارروائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں ۔ والدین کو گورنر نے تنبیہ کی ہے کہ وہ بچوں کے فعل و عمل کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے ان کی تخریبی کارروائیوں میں ان کی حوصلہ شکنی کریں، ورنہ ان کو اس کے بُرے نتائج کا سامنا کرنا ہوگا۔ بچے جو اثرات گھر میں قبول کرتے ہیں ماحول بھی ان کو پروان چڑھاتا ہے ! ہم اس بات سے بے خبر نہیں ہیں کہ اکثر و بیشتر بچے اپنے والدین کی کاپی ہوتے ہیں ! حکومت پر امن عامہ قائم رکھنے کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے ہم اس سے عہدہ برآ ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں ۔

Marfat.com

قرطاسِ ابیض

اُردو میں یہ لفظ انگریزی کے وائٹ پیپر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کے اصطلاحی معنی کسی معاملہ میں پبلک آگاہی کے لیے سرکاری رپورٹ شائع کرنا ہے۔

یہ کتابچہ ادبی ہے نہ کسی فن سے متعلق کوئی درسی کتاب ہے۔ اس میں درویش کے کھال پر ناجائز قبضہ و انقطاع آبپاشی کی صورت میں پیداوار کے نقصان میں ایک مفصل رپورٹ ہے! جو غیر سرکاری قرطاسِ ابیض کے طور پہ شائع کی جا رہی ہے۔

اس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ محکمہ انہار میں تاوان کی کاروائی ہونے کے بعد مقامی تحصیلدار اور اے سی صاحب نے ناجائز مداخلت کرتے ہوئے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کیا ہے۔

ملک محمد اکرم ڈپٹی کمشنر ۔۔۔ ۸۰-۴-۱۴ ۔۔۔ ان کے حکم سے مسٹر سلطان محمود

Marfat.com

بھٹی اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور نے صرفِ نظر کیا ہے ! جس سے درویش کو کوئی پانچ ہزار روپے سالانہ کا نقصان آرہا ہے ! ان کی ایک غلط رپورٹ پر محکمہ انہار نے ناداں کی کارروائی روک دی ہے اور درویش کی آبپاشی بحال نہیں ہوئی ہے ۲۳ اپریل ۱۹۷۹ء سے یہ آبپاشی رکی ہوئی ہے۔

صورت واقعہ یہ ہے کہ چک ۴۷/۳-آر عباسیہ کے ایک شخص نے ۱۳ جنوری ۱۹۷۲ء محکمہ انہار درخواست گذاری ہے کہ پانی کے ایک معمولی تنازعہ میں ہمار آدمی موقعہ پر ہلاک ہوگیا ہے۔ ہمارے لیے نہر میں ایک الگ موگہ نصب کر دیا جائے، چنانچہ اس کا کھال منظور ہوا ہے۔ مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۱ تا ۲۵۔ جنوری ۱۹۷۹ء۔ پتھر مستطیل ۳۶۸/۲ و —/۶ موقعہ پر موجود ہیں۔ ان کے درمیان سیدھ کر کے کیلہ نمبر ۲۱ تا ۲۳ کھال درست احداث کیا ہے اور پھر ۲۳ کے آخر سے موڑ کر دوسری مستطیل ۳۶۸/۲ کیلہ نمبر ۴، ۵ میں ڈال لیا ہے ! جس جگہ درویش کا اندرونی کھال ہے جو ان کے رقبہ مستطیل ۳۶۸/۲ کیلہ نمبر ۱ تا ۳-۸ تا ۱۳ کو سیراب کرتا ہے ! یہ رقبہ ایک دوسرے موگہ سے سیراب ہوتا ہے اور اس کا نکہ کیلہ نمبر ۵ پر ہے۔ مستطیل —/۲ کا شرقی حصہ کیلہ جات ۴، ۵، ۶، ۷ وغیرہ آبادی دیہہ ہیں آبادی کے شمال میں ایک سڑک ۷ کرم ہے سڑک کے شمال میں پتھری لائن کے ساتھ درویش کا کھال ہے !

جدید کھال کے حصہ داران نے کیلہ نمبر ۲۳ مستطیل ۳۶۸/۱ کے آخر سے کھال موڑ کر مستطیل —/۲ کیلہ نمبر ۴، ۵ میں ڈال لیا ہے جس جگہ درویش کا کھال ہے اس طرح گویا کھال جدید کے حصہ داران ناجائز طور پر درویش کے اندرونی وسائل پہ

Marfat.com

ادغام ریاست کے بعد بہاولپور انتظامیہ ۴۸۳

قبضہ کر چکے ہیں۔ ابتداً درویش کو بتایا کہ کھال انہیں کیلہ جات میں منظور ہوا ہے اور ایک متبادل کھال سڑک کے جنوب میں دوسرے کنارے احاطہ نمبر ۱۱۵، ۱۱۶ کے باہر جو سفید پلاٹ ہیں احداث کرا دیا ہے۔

۲۳ اپریل ۱۹۷۹ء — چوہدری محمد اسماعیل آرائیں نمبردار اینڈ برادرز نے کھال متبادل کو اکھاڑ کر ٹریکٹر پھرا دیا ہے تاکہ درویش اور گوجر برادری کا مفاد متاثر ہو! اور یہ فعل محض تفریحاً کیا گیا ہے۔ ان احاطہ جات نمبر ۱۱۵ وغیرہ میں ان کی رہائش یا کوئی دوسری آبادی نہیں ہے بطور زائد الحق ایک مربع کے محاذ یہ ان کا تیسرا احاطہ ہے۔ کھال احاطہ جات سے باہر ہے! اور اس کے ساتھ ہی سول عدالت میں جاکر کہا ہے کہ درویش زبردستی ان کے احاطہ نمبر ۱۱۵ سے کھال نکالنا چاہتا ہے جس سے ان کو زبردست نقصان پہنچے گا، چنانچہ وہ حکم امتناعی حاصل کر لیتے ہیں!

ضلعدار رانا محمد اقبال

چک ۴/۳ آر عباسیہ ۱۱/ ۷۹/۶ — ڈی سی او احمد پور شرقیہ کا حکم برائے اجراء کھال لے کر آتے ہیں۔ تو وہ یہ حکم امتناعی دیکھ کر رک جاتے ہیں!

سول عدالت

لیاقت پور ۵ جولائی ۱۹۷۹ء فاضل عدالت نے درویش کو سننے کے بعد فیصلہ دیا ہے کہ محکمہ نہر جس جگہ سے کھال جاری کرانا چاہے گا وہ مجاز ہے مدعی سے لکھوا لیا ہے کہ وہ محکمانہ کارروائی میں کسی طور متعارض نہ ہوگا! البتہ درویش غیر قانونی

Marfat.com

اور زبردستی کھال جاری نہیں کرے گا ! عدالت میں اس بیان پر دستخط کرنے کے
باوجود انہدام واٹرکورس کی جگہ ایک چار دیواری کھڑی کے اس پر چھپر ڈال دیا ہے
اور پھر دوبارہ اجراء کھال میں مزاحم ہوئے ہیں۔ اس طرح دونوں نمبردار درویش
کے مخالف کیمپ میں چلے جاتے ہیں۔ ایک برادری کے مفاد میں دوسرا نمبر یا
پہلی لڑائی میں گوجر ہاتھ پاؤں توڑ بیٹھے ہیں یا وہ درویش کے ساتھ بھی مخلص
نہ تھے۔ انہوں نے انہدام واٹرکورس کے بعد دوبارہ کھال جاری کرانے میں درویش
کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا ہے۔ درویش کا رقبہ کھال جدید پر بھی ہے اس کا پانی
اس رقبہ میں لگانے میں بھی رکاوٹ بنے ہیں اور کہا ہے اگر اس سلسلہ میں کوئی
قتل ہوگیا تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی ! بایں وجہ فصل کاشتہ کماد و لوسن
جل جاتا ہے ۔

درویش لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہے اس نے قانون کا راستہ پکڑا ہے
گو وہ مہنگا اور طویل ضرور ہے لیکن اس میں امید کی کرن موجود ہے !

اکثریت ہندوؤں کی ہو یا مسلمانوں کی بہرکیف ایک اکثریت ہے وہ اپنے
اثرات چھوڑے بغیر نہیں رہ سکتی ! درویش بھی اس سے دوچار ہے اور یہ بات
بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ حکومت ہمیشہ اکثریت کا ساتھ دیتی ہے تاآنکہ اس
کی ذمہ داریاں اس کو بالکل مجبور نہ کر دیں ۔

۲۰-۵-۷۹ تحصیلدار رانا محمد اقبال نے درویش کی ایک درخواست
پر اندرونی وسائل آبپاشی پر ناجائز قبضہ اور انقطاع آبپاشی اور فصلات کے
نقصان میں اپنے محکمہ کو رپورٹ دی ہے۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء ڈویژنل کینال آفیسر

Marfat.com

احمد پور شرقیہ نے موگہ آر ڈی نمبر 21620 عباسیہ چک ۴۷/۲۰۳ آر کے حصہ داران کو ایک نوٹس دیا ہے کہ وہ درویش کا کھال چھوڑ کر اسے منظور شدہ کھال مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۱ تا ۲۵ سے آبپاشی کریں۔

عدم تعمیل میں ایس ڈی او لیاقت پور کو حکم دیا ہے کہ وہ موقعہ پر جاکر رپورٹ کریں وہ ۱۲/۷۹ ۲۹ موقعہ ملاحظہ کرتے ہیں اور ۱۲/۷۹ ۱۳ درویش کی موجودگی میں احمد پور شرقیہ ڈویژنل کینال آفیسر کو بتایا ہے کہ مالک نور احمد کیلہ نمبر ۲۲ تا ۲۵ نے اپنے رقبہ کیلہ نمبر ۲۳ سے کھال احداث کرا دیا ہے اور آگے سے کھال ٹیڑھا ہو کر مستطیل ۳۶۸/۲ کیلہ نمبر ۴، ۵ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر پیمائش کا کوئی حق کسی کو پہنچتا ہے تو وہ نور احمد تھا وہ موقعہ پر اپنے ایک ایکڑ سے کھال دے چکا ہے۔ عمداً میرے پیش نہیں ہوا۔

شہاب الدین گوجر نمبردار کی درخواست پیمائش صرف پھڈا ڈالنے کے لیے دی گئی ہے۔ چنانچہ ڈی سی او احمد پور شرقیہ نے درخواست مسترد کر کے تاوان کی کارروائی کرنے کا حکم دے دیا ہے!

جناب حاکم علی خان بلوچ

"ایک فعال شخص کی حیثیت سے علاقہ میں گھوم پھر رہے ہیں اور ہر بدعنوانی کے خلاف جہاد کی علامت بن گئے ہیں! ان سے ایک درخواست ایک فریاد!"

جناب موصوف قائم مقام اے سی لیاقت پور کام کر رہے ہیں۔ ۱۰ فروری

Marfat.com

۱۹۸۰ء ان کو درخواست دی، چنانچہ انہوں نے پہلی فرصت میں یکم مارچ ۱۹۸۰ء
موقعہ ملاحظہ کیا ہے، چاروں طرف نظر دوڑائی، حیران ہو کر پوچھا: آپ پانی کہاں
سے لگاتے ہیں؟
پھر رونا کس بات کا ہے صاحب! تن بدن میں ایک آگ سی لگ گئی
پوچھا: مخالف پارٹی کا کوئی آدمی نہیں ہے؟ جناب وہ شہاب الدین نمبردار خراماں
خراماں آرہے ہیں۔ ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا بھاگ کر آؤ اس رقبہ مستطیل
$\frac{۳۶۸}{۱}$ کیلہ نمبر ۲۴، ۲۵ کے مالک کو ساتھ لے کر کل دفتر میں میرے پیش ہونا -
گرداور صاحب کو بھی پابند کر دیا ہے جو ہمراہ تھے۔

نقل حکم و رپورٹ حاکم علی خان بلوچ ۲ مارچ ۱۹۸۰ء

گرداور علاقہ! موقعہ ملاحظہ ہوا کل مورخہ ۸۰-۳-۱ کو کیا گیا ہے گرداور
حلقہ ہمراہی پٹواری حلقہ نشاندہی ہر دو کھال کر کے مجھے فوراً رپورٹ کرے۔
ایس ڈی او صاحب کینال نہری پٹواری کو ہدایت فرمادیں کہ مطابق موقعہ
ہر دو کھال ہائے کی نشاندہی کرے! عملہ فیلڈ محال نہری پٹواری کی امداد بروئے
کاغذات کریں گے۔ اگر فریقین موقعہ پر گڑبڑ کریں تو مجھے مطلع کیا جائے۔ میں خود
موقعہ پر جاؤں گا۔

نقل رپورٹ گرداور علاقہ

آج ۵ مارچ بحکم $\frac{۳}{۲}$ ۲ جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب لیاقت پور با ہمراہی
پٹواری حلقہ چک $\frac{۴۷}{۲-آر}$ عباسیہ موقعہ پر پہنچا۔ رانا محمد اقبال ضلعدار و پٹواری حلقہ

Marfat.com

منشی خدا بخش بھی موقعہ پر موجود تھے۔ موقعہ پر محمد علی درویش، چوہدری شہاب الدین نمبردار
دیہہ، شیر محمد ولد اللہ بخش قوم گوجر نور محمد ولد اللہ بخش قوم گوجر، محمد اشرف ولد سردار محمد
آرائیں وغیرہ موجود تھے ان کی موجودگی میں ۳۶۸/۲ کا پتھر تلاش کیا گیا جو موقعہ پر
موجود درست حالت میں تھا۔ اس پر بانس جھنڈی نصب کر دی گئی۔ اس کے بعد
پتھر ۳۶۸/۹ کو تلاش کیا گیا۔ تلاش کرنے پر وہ نہیں ملا۔ موقعہ پر پتھر موجود نہیں ہے
محمد علی درویش و دیگر زمینداروں کے کہنے پر کہ پتھر ۳۶۸/۹ فلاں جگہ نصب تھا کہ اس
جگہ جھنڈی بانس نصب کیا گیا۔ ان پر دو جھنڈیاں پتھر ۳۶۸/۲، ۳۶۸/۶ کے نقاط پر لائن درست
کرنے کے لیے درمیان میں جھنڈی نصب کی گئی راستہ میں مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۵
کی جنوبی لائن پر درخت ہیں جو راستہ میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں۔ ان کی صفائی
برائے لائن کی سیدھائی کے لیے ضرورت پڑی۔ اس کے پیش نظر کیلہ نمبر ۲۵ کی جنوبی
لائن پتھری پر جو درخت موجود تھے۔ ان کی صفائی کے لیے محمد یونس ولد نجم الدین قوم
جٹ کو مقرر کیا اس نے صرف چند ٹہنیاں کاٹی تھیں کہ محمد منیر ولد نور احمد قوم آرائیں
مالک اراضی کا پسر آ گیا جو اس کے ساتھ کافی جھگڑا اور ہاتھا پائی ہوئی اور محمد منیر نے
محمد یونس سے کلہاڑی زبردستی چھین لی۔ جب ہم نے مداخلت کی تو پھر کلہاڑی محمد منیر
سے واپس لی۔ اس لیے موقعہ پر نقص امن کا خطرہ ہے جب تک امداد پولیس تھانہ
لیاقت پور ہمراہ نہ ہو۔ اس وقت تک اس لائن کی سدھائی کی جانی ناممکن ہے !

بمراد مزید کارروائی مناسب بخدمت جناب اسسٹنٹ کمشنر صاحب لیاقت پور
پیش ہوتے ! فضل محمد گرداور ۸/۳/۵

جناب حاکم علی خان بلوچ ۸ ۳/۸ ـــ انہوں نے اس رپورٹ کے ساتھ گرداور علاقہ کو لے ایس پی لیاقت پور کے پاس بھجوایا اور پولیس امداد کے لیے کہا ہے۔ انہوں نے محمد منیر کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کی بجائے جواب میں لکھا ہے کہ ڈی سی کے توسط سے ایس پی کو کہا جائے۔ چنانچہ حاکم علی خان نے ۸ مارچ اسی دن بلکہ اسی وقت مسل ڈپٹی کمشنر کو بھجوادی ہے۔

ملک محمد اکرم ڈپٹی کمشنر

۱۴ اپریل ۱۹۸۰ء ـــ بنفس نفیس لے سی لیاقت پور کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بامداد پولیس ہر دو مستطیلات ۳۶۸/۱ ، ۳۶۸/۲ میں کھال جاری کرائیں اور ایس پی ہیڈکوارٹر کو بھی ایک یادداشت بھجوادیتے ہیں۔

رحیم یار خان ـــ ذی وقار ملک محمد اکرم ڈپٹی کمشنر کا چارج سنبھالنے کے بعد یہ پہلا حکم ہے جو وہ اپنے کسی ماتحت لے سی کو دیتے ہیں۔ اس دوران مسٹر سلطان محمود بھٹی لے سی لیاقت پور کے عہدہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشتے ہیں۔

جدید پیمائش

قیافہ شناس لوگوں کی اس دنیا میں کمی نہیں ہے معلوم نہیں ان کو کہاں سے سگنل ملا ہے۔ ۵ مارچ رپورٹ گرداور میں جدید پیمائش کا مسئلہ ایڈ کر دیتے ہیں!

۲ جون ۱۹۸۰ء ـــ پٹواری گرداور یار لوگ بڑی آسانی سے جریب دائیں بائیں دوڑا کر پتھر ۳۶۸/۲ کو (درویش کے کھال متنازعہ کے) شمال سے جنوب میں پھیر دیتے ہیں۔ حسین لوگوں کو ہر چیز زیب دے جاتی ہے یار!

Marfat.com

وہ کون سی ایسی چیز ہے، دُنیا کی مارکیٹ میں جس کی کمی ہے؟

۲ر جون ۱۹۸۰ء۔ پٹواری گرداور کی رپورٹ میں جن مستطیلات کی پیمائش کا ذکر کیا گیا ہے ان کو چھوا تک نہیں ہے!

نقل رپورٹ گرداور علاقہ لیاقت پور

اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور

جنابِ عالی! آج حسب پروگرام برائے نصبی پتھر نمبر ۳۶۸/۶ واقع چک ۴۷/۳-آر عباسیہ باہمراہی منشی علی احمد پٹواری حلقہ منشی محمد موسیٰ پٹواری حلقہ چک ۷۹/اے غلام نبی چپراسی عباسیہ موقع پر پہنچا۔

موقعہ پر محمد علی درویش، شہاب الدین نمبردار، محمد اسماعیل نمبردار، عبدالواحد، نور احمد، محمد شریف، نجم دین، اور عبدالمجید وغیرہ پتی دار موجود تھے ان کی موجودگی میں پتھر نمبر ۳۶۷/۶، ۳۶۷/۷، ۳۶۷/۸، ۳۶۸/۵، ۶، ۷، ۸، ۳۶۹/۵ بجانب شمالاً جنوباً جریب اندازی کی گئی۔ راستہ میں پتھر ۳۶۸/۵، ۶ موقعہ پر موجود نہ تھا۔ ہر ایک مستطیل کی پیمائش کی گئی۔ آٹھ مستطیلات کی پیمائش میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پتھر ۳۶۸/۶ جو موقعہ پر موجود نہ تھا۔ اپنی اصل جگہ پر نصب کر دیا گیا اور اس کی صحت کے لیے ۳۶۷/۲، ۳، ۴، ۳۶۸/۱، ۲، ۳، ۴ کی بھی پیمائش کی گئی۔ اس کے بعد ۳۶۷/۱۰، ۱۱، ۱۲، ۳۶۸/۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ کی بھی پیمائش کی گئی!

پتھر ۳۶۸/۶ جس جگہ نصب کیا گیا ہے وہ موقعہ پر درست پایا گیا!

Marfat.com

ان سب فریقین کی موجودگی میں ۳۶۸/۶ پتھر کی جگہ اینٹوں کا پتھر نصب کر دیا گیا - اب موقعہ پر کوئی معترض نہ ہے !

دستخط

فضل محمد گرداور ۲/۶/۸۰

دستخط منشی علی احمد پٹواری ، منشی محمد موسیٰ پٹواری !

اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور سلطان محمود بھٹی

تحصیلدار صاحب ! سائل کی درخواست آپ کی طرف بھجوائی جا رہی ہے آپ کو پہلے ہی سے علم ہے کہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے بھی اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے متعدد بار تاکید کی ہے ۔ آپ موقعہ ملاحظہ جلد از جلد کر کے اس مسئلہ کو حل فرمائیں اور مجھے رپورٹ کریں ۔

دستخط سلطان محمود بھٹی ۱/۲/۸۱

درویش جنوری کی آخری تاریخوں میں اے سی لیاقت پور سے ان کے دفتر ملا ! انہوں نے فرمایا : ڈپٹی کمشنر نے ٹیلیفون پر پیمائش کی تاخیر پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور ان کی طرف سے ایک یادداشت ابھی موصول ہوئی ہے

درخواست کا متن

جناب عالی ! آپ نے ۷ مارچ درویش کے ملنے پر بتایا تھا کہ " ڈپٹی کمشنر صاحب نے ۹/۳/۸۱ مسل دیکھ کر مجھے واپس دے دی ہے اور تصفیہ کے لیے ذاتی طور پر کہا ہے !

اگر کوئی تجویز آپ کے ذہن میں ہے جس کے ذریعے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں تو آپ مجھے اس کے لیے تیار پائیں گے "

جناب محترم ! سرکاری پارٹی جس نے ۲/۶/۸۱ پیمائش کی ہے اور اپنی رپورٹ دی ہے آپ صرف اس کے متعلق تحقیق کر لیں کہ وہ صحیح ہے اور چپراسی غلام نبی کے علاوہ

Marfat.com

جناب محمد موسیٰ صاحب پٹواری ان کے ہمراہ تھے کیا وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ۳۶۸/۶ کو درست اور صحیح سمجھنے کے لیے مستطیل ۳۶۸/۶ کی شرقی و غربی لائنوں کی پیمائش کی گئی ہے؟ جیساکہ انہوں نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے ان کے بیانات قلم بند کر کے مسل ڈپٹی کمشنر کو واپس کر دیں۔ آپ کا یہی مجھ پر بڑا احسان ہو گا!

(محمد علی درویش آباد کار ۱/۸/۲)

۲۲ جون ۱۹۸۰ء — مسٹر سلطان بھٹی از راہِ بندہ پروری موقعہ پر جاتے ہیں، کھال کا وجود زمین کے نشانات ان کو پکار پکار کر کہتے ہیں، مسئلہ کچھ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ ایک پلہ میں چوتھے درجہ کی اقلیت رکھنے والی برادری کے فرد درویش ہیں۔ دوسری طرف چک میں اکثریت رکھنے والی پارٹی کے نامدار نمبردار شہاب الدین گوجر اور سیٹھ محمد رمضان مالک امین ہوٹل لیاقت پور ہیں۔

صاحبِ موصوف نے موقعہ پر جا کر حالات کا جائزہ لیا ہے اور کھال جدید کے حصہ داران کو کہا ہے کہ "جب آپ لوگ درویش کا کھال اپنے استعمال میں لے آتے ہیں تو فصلات کے نقصان میں ان کو ہرجانہ ادا کرو! اور باہمی رضامندی سے جدید کھال سے درویش کو پانی دو، تاکہ ان کی آبپاشی کا مسئلہ حل ہو سکے۔ "سرکاری منظوری بعد کا کام ہے"۔ دفتر آکر انہوں نے باہمی تصفیہ کی بات اپنی رپورٹ میں لکھی ہے لیکن وہ اس کو عملی جامہ اس لیے نہیں پہنا سکے کہ انہوں نے یک طرفہ کارروائی کرتے ہوئے یکم نومبر ۱۹۸۰ء محکمہ انہار کو لکھ دیا تھا کہ "موقعہ پر پیمائش جدید کے مطابق کھال منظور شدہ کیلہ جات میں چل رہا ہے۔ مستطیل ۳۶۸/۲ کیلہ نمبر ۱ تا ۵ راستہ منظور شدہ ہے جو موقعہ پر جاری ہے۔ ان نمبرات خسرہ میں

Marfat.com

کوئی کھال وال نہ ہے !"

اس رپورٹ پر محکمہ انہار نے تاوان کی کارروائی روک دی ہے اور درویش کو ہدایت کی ہے کہ اگر ان کو اے سی کے اس حکم سے اختلاف ہے تو ان کے افسر اعلیٰ ڈپٹی کمشنر کی طرف رجوع کریں ، کیونکہ انہوں نے جدید پیمائش کے مطابق موقعہ پر دوسرا کھال احداث نہیں کرایا۔

۲ر نومبر ۱۹۸۰ء — چودھری سعید الحسن

ڈویژنل کمشنر کو ایک درخواست دی اور اے سی لیاقت پور مسٹر بھٹی سے انقطاع آبپاشی میں ہرجانہ دلانے کا مطالبہ کیا !

درخواست ۴ر نومبر ۱۹۸۰ء — کمشنر صاحب کے دفتر سے ڈپٹی کمشنر کو بھجوا دی جاتی ہے لیکن ڈی سی کا دفتر اس کا کوئی سراغ نہیں دے رہا ہے وہاں سے وہ ان کو ٹیلیفون پر کہہ رہے ہیں۔

عزت مآب کمشنر بہاولپور

جنوری ۱۹۸۱ء — درویش بنفسِ نفیس ان سے خود ملا اور ان کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ایک دوسری درخواست لے کر حکم لکھ دیا ہے اور رسیدی دیتے ہوئے کہا : ڈپٹی کمشنر کو پرسنلی MOVE کریں۔

۲۷ر جنوری ۱۹۸۱ء — موومنٹ کا یہ سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔

جناب ملک محمد اکرم ڈپٹی کمشنر نے ذاتی طور پر بڑی فراخ دلی کے ساتھ درویش کی زبانی کیس کو سمجھا ہے اور اپنے ایک اے سی مسٹر محمد عاشق کو بھی مشاورت میں

Marfat.com

حصّہ دار بنایا ہے اور ایک بڑی افہام و تفہیم کے بعد ملک موصوف نے ۳ مارچ ۱۹۸۱ء —— ایک چٹھی اے سی لیاقت پور مسٹر سلطان بھٹی کو لکھی ہے اور کہا ہے کہ آپ نے اپنے پیش رو حاکم علی خان بلوچ کے پاس کردہ احکام کی تعمیل کیوں نہیں کرائی؟ مسل ملاحظہ کے لیے!

۹ مارچ ۱۹۸۱ء —— ماہانہ اجلاس میں آتے ہوئے ہمراہ لائیں، چنانچہ اسی نشست میں اخبارات کو ایک بیان دیا ہے کہ "وہ اپنے ضلع رحیم یارخان میں محکمانہ ہیرا پھیری بددیانتی اور رشوت ستانی کو برداشت نہیں کریں گے، اور تجویز مقدمہ میں مارشل لاء اتھارٹی کو بھی کہا جائے گا!"

"اگر ایک آدمی کوئی بددیانتی کرتا ہے، تو اس سے پورا محکمہ بدنام ہوتا ہے"۔ بیان بڑا خوش آئند ہے!

مسٹر سلطان بھٹی

ڈپٹی کمشنر نے ان کو دوبارہ موقعہ دیا ہے کہ وہ تلافی مافات میں کچھ کریں۔ کیس واپس دیتے ہوئے جلد تصفیہ کو کہا ہے۔

مسٹر سلطان بھٹی نے شاید خیال کیا ہے کہ ملک محمد اکرم شادی کے بعد رحیم یارخان ہنی مون منانے آئے ہیں۔ ان کے حکم کو مجلسِ نشاط کی ایک تفریحی بات سمجھ کر مسکرا دیتے ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جو رپورٹ ۲۷ اگست ۱۹۸۱ء —— ڈپٹی کمشنر کو بھجوائی ہے وہ بڑی مضحکہ خیز ہے۔ دردیش

Marfat.com

نے اس پر جو نقد و تبصرہ کیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے من و عن اسے صحیح تسلیم کر لیا ہے اور اے سی کی رپورٹ مسترد کر دی ہے! اس سے ان کے دل کی آواز صاف طور پر پہچانی جا سکتی ہے۔

جناب عطا محمد چشتی مجسٹریٹ

۱۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء — ڈپٹی کمشنر جناب محمد اکرم کرم اللہ شرفہٗ اپنے احساس ذمہ داری کے بھرپور تاثر میں چشتی صاحب کو ٹرانسپورٹ مہیا کر کے موقع واردات پر چک ۴۷/۳-آر عباسیہ بھجواتے ہیں! بقول چشتی: "میرے اجلاس میں کوئی دو سو آدمی شریک ہوئے تھے۔" جب کھال جدید کی گزرگاہ پر گفتگو شروع ہوئی، ضلعدار نے بتایا "کھال مستطیل ۳۶۰/۱ کیلہ ۲۱ تا ۲۵ منظور ہوا ہے۔"

نور احمد ولد فقیر محمد ارائیں

۱۔ مالک اراضی کیلہ نمبر ۲۳ تا ۲۵ نے اپنا راز اُگل دیا اور کہا میں نے صرف اپنے کیلہ نمبر ۲۳ سے کھال دینے کا بیان محکمہ انہار میں دیا تھا اور اس کے مطابق میں نے اپنے رقبہ کیلہ نمبر ۲۳ سے کھال موقعہ کے مطابق درست احداث کرایا ہے۔ آگے میں نے کوئی کھال نہیں دیا۔ اگر میرے رقبہ کیلہ نمبر ۲۴، ۲۵ میں محکمہ انہار نے کھال منظور کیا ہے تو یہ میرے ساتھ ایک دھوکہ ہے۔

Marfat.com

ملک غلام رسول اعوان

۲ - مالک اراضی مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۱، ۲۲ نے بیان میں کہا کہ میں نے اپنے رقبہ سے کھال دونوں پتھروں ۳۶۸/۲، ــ/۶ کے درمیان سیدھ کر کے احداث کرایا تھا۔ میرے رقبہ میں کھال درست احداث ہوا ہے۔

۳ - چودھری محمد اسماعیل نمبردار و محمد شریف پسران دین محمد آرائیں نے بیان دیا ہے کہ کھال متنازعہ درویش کا کھال ہے، جس سے وہ اپنے رقبہ کی آبپاشی کرتا رہا ہے وہ بلا اختلاف غیرے اس پر قابض اور متصرف تھا۔ جنوری ۱۹۷۹ء جدید کھال کی احداثی کے وقت گو جر بلطائف الحیل درویش سے لے کر قبضہ کر چکے ہیں؛ اب چھوڑنے میں جدید پیمائش کا سہارا لے رہے ہیں۔ مستطیل ۳۶۸/۶ کا پتھر کھال کے شمال میں تھا۔ مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۵ کی حد بندی کھال کا محل وقوع اپنے وجود پر آپ ایک بڑی دلیل اور شہادت ہے۔ کھال کا ٹیڑھا پن یہ ظاہر کرتا ہے کہ پتھر ۳۶۸/۶ کو صرف جنوب کی طرف کیا گیا ہے اس کا متوازی پتھر ۳۶۸/۲ کو وہیں رہنے دیا ہے جہاں وہ احداثی کھال کے موقعہ پر پہلے تھا۔ مجسٹریٹ نے محسوس کیا کہ یہ آدمی پڑھا لکھا ہے۔ ان کے سوال پر بتایا کہ وہ خانپور محکمہ مال میں واصل باقی نویس ہے!

تحصیلدار، ملک منور کے اس سوال پر کہ پتھر زیر بحث کتنے فاصلہ پر شمال میں تھا؟ مسٹر شریف نے کہا کوئی پانچ چھ فٹ کے قریب!

Marfat.com

ضلعدار چودھری نذیر احمد

ٹھیک ۹ بجے حسب پروگرام مجسٹریٹ چک پہنچ گئے ہیں لیکن مسل ان
کے پاس نہیں ہے۔ درویش نے کہا خالی ہاتھ کیا تماشہ دکھاؤ گے۔ انہوں نے

موٹر سائیکل گھمایا اور احمد پور شرقیہ جا کر مسل لے آئے ہیں۔

مجسٹریٹ کو اپنا بیان دیتے ہوئے کہا۔ مسل متعلقہ میرے سامنے ہے
اس سے ظاہر ہے سائل محمد علی درویش کی ایک درخواست (مورخہ ۲۰/۵/۷۹) کے
سلسلہ میں میرے پیشرو ضلعدار نے ان کے وسائل آبپاشی پر ناجائز قبضہ اور
انقطاع آبپاشی کی رپورٹ کی ہے۔

Marfat.com

ڈی سی اوا حمد پور شرقیہ

۱۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء — انہوں نے موگہ آر ڈی نمبر ۲۱۶۲۰/4.3.R عباسیہ چک ۴۷ کے حصہ داران کو ایک نوٹس امتناعی دیا کہ وہ درویش کا کھال چھوڑ کر اپنے منظور شدہ کھال ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۱ تا ۲۵ سے آبپاشی کریں! عدم تعمیل میں ایس ڈی او لیاقت پور کو حکم دیا ہے کہ وہ موقعہ پر جا کر رپورٹ کریں، چنانچہ انہوں نے ۱۲/۹/۱۲ موقعہ دیکھا ہے اور ان کی رپورٹ پر تاوان کی کاروائی عمل میں آئی ہے! اور اس کارروائی کے دوران اے سی لیاقت پور کی طرف سے ایک یادداشت محکمہ کو موصول ہوئی ہے جس میں اس امر کی تصدیق کی گئی ہے کہ کھال موگہ جدید اپنے منظور شدہ کیلہ جات ۲۱ تا ۲۵ مستطیل ۳۶۸/۱ میں جاری ہے اور مزید کہا ہے کہ مستطیل ۳۶۸/۲ کیلہ ۴، ۵، میں راستہ منظور شدہ ہے جو موقعہ پر جاری ہے۔ ان نمبرات خسرہ میں کوئی کھال نہ ہے"

"چونکہ محکمہ مال زمین کے ریکارڈ میں ایک مستند ادارہ ہے۔ ہم نے ان کے احترام میں اپنی تاوان کی کارروائی روک کر سائل کو ہدایت کی ہے کہ وہ جدید پیمائش کے خلاف افسر مجاز کے سامنے اپنی عذر داری پیش کرے"

مسٹر سلطان بھٹی

یکم نومبر ۱۹۸۰ء — انہوں نے اپنے تحصیلدار کے حوالہ سے جو رپورٹ بھجوائی ہے وہ اس باب میں بڑی واضح ہے (متن رپورٹ)

Marfat.com

از تحصیلدار لیاقت پور

بروئے رپورٹ گرداور صاحب علاقہ موگہ آر ڈی نمبر ۲۱۶۲۰/L.3.R عباسیہ چک ۴۷/۳-آر کا کھال نمبرات خسرہ ۳۶۸/۱ کیلہ جات ۲۱ تا ۲۵ بجانب جنوب احداث شدہ ہے اور موقعہ پر جاری چل رہا ہے!

نمبرات خسرہ ۳۶۸/۲ کیلہ نمبر۴، ۵ میں اندرونی راستہ منظور شدہ ہے جو موقعہ پر جاری ہے۔ ان نمبرات خسرہ میں کوئی کھال نہ ہے۔

نقل روزنامچہ واقعاتی پٹواری ۶/۸۰-۲۲ لف ہذا ہے۔ برائے کارروائی واپس محکمہ عالیہ جناب اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور مرسل ہوتے " ایس ڈی او نمبر چھٹی ۲۲ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء۔ اے سی کا نمبر چھٹی ۳۰۳ مورخہ ۱/۱۲ ہے۔

جدید پیمائش ۲ جون ۱۹۸۰ء

ڈپٹی کمشنر ملک محمد اکرم کو درویش نے ایک چھٹی (مورخہ ۱/۸/۸۰) لکھی ہے اور وہ کچھ اس طرح ہے۔

جنابِ مکرّم! للہ الحمد والشکر والصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم وعلی العباد الصالحین اما بعد۔

میں آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے ایک دیانتدار افسر موقعہ پر بھجوا کر استفہام حال کیا ہے اور اُن کی اچھی شہرت کے پیش نظر ماسوا سرکاری پارٹی، قومی شعور نے ان کے سامنے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا ہے اور گذارشات درویش کی معجزانہ طور پر موقعہ پر تصدیق ہو جاتی ہے۔ ان کی رپورٹ

Marfat.com

آپ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرنے میں کافی ہو گی!

ان کی رائے سے اختلاف ہو سکتا ہے، دیانت و امانت، ذہانت فطانت انسانی فطرت کے دو الگ الگ سرکل ہیں۔ دونوں پر یکساں قدرت بہت کم لوگوں میں ہے۔ میرے نزدیک ان کی دیانتداری اور اخلاقی قدروں میں کوئی کلام نہیں ہے۔"

جدید پیمائش ۲ جون ۱۹۸۰ء — درویش نے اس پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا ہے! یہ ایک بددیانتی اور اپنے اختیارات میں خیانت مجرمانہ ہے۔ میں ایک سے زیادہ مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ پتھر ۳۶۸/۶ محکمہ انہار کی طرف سے امتناعی نوٹس ۱۱/۷/۹ جاری ہونے پر گم کیا گیا ہے۔ جنوری ۱۹۷۹ء احداثی کھال کے موقعہ پر پتھر اپنی جگہ موجود تھا۔

اثنار مقدمہ پتھر کا گم ہو جانا اپنے اثرات میں مخفی نہیں ہے۔ پتھر ۳۶۸/۶ کی نصبی کی ضرورت نہ تھی۔ گرداور علاقہ اپنی علاقہ رپورٹ ۳/۸/۵ میں واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ پتھر ۳۶۸/۶ موقعہ پر موجود نہ تھا۔ درویش اور دوسرے زمینداروں کے کہنے پر پتھر کی جگہ پر جھنڈی بانس نصب کی گئی ہے۔" شہاب الدین گوجر نمبردار صوفی شبیر محمد اور نور محمد گوجر ولد اللہ بخش، محمد اشرف ولد محمد سردار آرائیں کی موقعہ پر موجودگی دکھائی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ۳/۸/۵ تک پتھر کی جگہ میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ مسٹر سلطان بھٹی کی آمد پر گرداور علاقہ کا اپنی رپورٹ ۱۲ مئی ۱۹۸۰ء میں اختلاف کا اظہار مصلحت آمیز تھا اور اس کے نتائج ظاہر ہو چکے ہیں! جو بددیانتی کا مظہر

Marfat.com

ہیں - اس سلسلہ میں ۱۲ ای کی رپورٹ سے متعلق میرا ایک بیان شامل مسل ہے ۔
پتھر ۳۶۸/۶ کے لیے پیمائش کی ضرورت نہ تھی کیونکہ پتھر ۳۶۸/۶ کی جگہ چک کے ہر
ذی شعور کے نزدیک اتنی معروف اور متعارف ہے جس کو قرآن کی اصطلاح میں
یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

THEY RECOGNISE THIS AS THEY RECOGNISE THEIR SONS.

پیمائش اور شہادت

جگہ کے تعین میں دونوں ذرائع شناخت ہیں، لیکن اس کا فیصلہ واقعات کے پیشِ نظر کیا جاتا ہے ! پیمائش کے لیے نقطہ آغاز کی صحت کا مستند ہونا شرط ہے لیکن شہادت بجائے خود قول فیصل ہے ؎

مقامات نظر و فکر کون سمجھے
یہاں لوگ نقشِ قدم دیکھتے ہیں

چونکہ ایک دفعہ پیمائش کا عمل ہو چکا ہے اب اسے قاعدہ کلیہ بنا لیا گیا ہے پیمائش کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی اور کب اور کس کو ہوئی ؟ اس پر کسی نے غور نہیں کیا ہے ۔

گو واقعات اس پر کافی شہادت ہے، لیکن ہماری تلاش و جستجو کوئی دوسرا دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے تیار نہیں ہے ۔

آبادی دیہہ ہماری آبادی کا ایک منجمد نقطہ ہے جس کو بدلا نہیں جا

Marfat.com

سکتا۔ ۶/۲ جدید پیمائش احاطہ جات کے رقبہ اور سڑک کی جگہ تصدیق کرتی ہے۔ اس نے اپنے متعینہ مقصد کے پیش نظر آبادی دیہہ سے کھال کا وجود خارج و نفی کر دیا ہے۔ اور اس کو مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۴، ۲۵ کا حصہ قرار دے دیا ہے لیکن مجسٹریٹ چشتی کی تحقیق و انکوائری اس کے خلاف گئی ہے۔ اس صورت میں عملہ فیلڈ کے خلاف تادیبی کارروائی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ بدیانتی کے اتنے بڑے جرم سے صرف نظر میرے نزدیک ایک مشکل امر ہے۔ اگر آپ فاصران کے خلاف تعزیری کارروائی کا حکم دیتے ہیں تو مسئلہ خود بخود اپنی حدود میں واضح ہو جائے گا۔

الحاصل

جدید پیمائش میں نصبی پتھر مقصود نہ تھا بلکہ کھال متنازعہ کو مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۴، ۲۵ کا حصہ قرار دینا مقصد اول تھا جو پورا ہو چکا ہے۔ (کھال جدید کے حصہ داران کو تاوان کی کارروائی سے بچا لیا ہے) جب مجسٹریٹ کی تحقیق و انکوائری میں کھال متنازعہ درویش کا کھال ہونا ثابت ہو چکا ہے تو کھال کا محل وقوع اپنی حد بندی میں پتھر کی قائمی پر ایک واقعاتی شہادت موجود ہے۔

ملک مکرم! آپ اس سے کس صورت میں باہر جائیں گے؟

(چٹھی محمد علی درویش ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء)

ملک محمد اکرم ڈپٹی کمشنر نے مجسٹریٹ چشتی کی رپورٹ سے تاثر لیا ہے کہ درویش کے کیس میں غیر معمولی تاخیر ہوئی ہے۔ انقطاع آبپاشی کی وجہ سے واقعتاً

Marfat.com

موقعہ پر ان کی فصلات کا نقصان ہو رہا ہے۔

۱۵ر اکتوبر ۱۹۸۱ء — درویش رحیم یارخاں گیا۔ مجسٹریٹ چشتی صاحب موجود ہیں، لیکن ڈپٹی کمشنر نہ تھے۔

۲۰ر اکتوبر ۱۹۸۱ء — پھر چکر لگایا ڈپٹی کمشنر موجود ہیں، لیکن چشتی صاحب کسی دوسری انکوائری پر چلے گئے ہیں۔ ملک محمد اکرم چاہتے ہیں کہ درویش اور مجسٹریٹ کی موجودگی میں کوئی فیصلہ کیا جائے۔ انہوں نے کوئی دوسری تاریخ دینے کے لیے کیلنڈر پر نظر ڈالی، فرمایا:

۳ر نومبر ۱۹۸۱ء کو آجائیں، پھر اسی سانس میں کہا: ۴ر نومبر کو ۵ محرم ہے شاید چشتی مجسٹریٹ کی ڈیوٹی کسی دوسری جگہ پر لگی ہو! درویش نے عرض کیا میں ۱۰ محرم کے بعد آجاؤں گا۔ ملک موصوف نے بڑے احساس سے فرمایا: بہت دیر ہو جائے گی!

درویش نے ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: دیر آید درست آید، ایسی کوئی بات نہیں ہے ملک صاحب نے کہا ٹیلیفون پر وقت لے کر آئیں! اے سی لیاقت پور کو میری طرف سے کہنا کہ وہ وقت لے دیں۔ نومبر کا پورا مہینہ ڈپٹی کمشنر نہ مل سکے۔ مسٹر بھٹی نے دو ایک دفعہ کوشش کی کامیاب نہ ہوئے۔

۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء — درویش رحیم یارخان گیا کسی نے کہا وہ آج دفتر نہیں آئیں گے۔ اگر آپ کے واقف ہیں۔ تو کمیٹی ہال اجلاس ہو رہا ہے۔ اختتام پر وہاں مل لیں۔

Marfat.com

درویش کار کے پاس کھڑا ہو گیا۔ دیکھ کر فرمایا: تین بجے میرے مکان پر آ جائیں۔ میں نے اے سی صاحبان کی ایک میٹنگ مکان پر بلائی ہے اس کے بعد میں آپ سے مل لوں گا۔

چشتی صاحب آپ درویش کا کیس ہمراہ لے آئیں۔ آج کوئی وزیر صاحب آئے ہوئے ہیں۔ کسی دوسری جگہ دوپہر کا کھانا ڈپٹی کمشنر نے ان کے ساتھ کھانا ہے کوئی ساڑھے تین بجے کے بعد مکان پر آتے اور چار بجے میٹنگ شروع ہوئی سات بجے میٹنگ کے اختتام پر درویش کو یاد فرمایا: اے سی لیاقت پور مسٹر سُلطان بھٹی کی موجودگی میں سلسلہ کلام شروع ہوا۔

مزاج کا مد و جزر بتاتا ہے کہ دن بھر کی تھکاوٹ میں بوریت ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ ان کا احساس ذمہ داری اس بات کو ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ کہتے ہیں میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔ دوبارہ پیمائش ہی ان کو مسئلہ کا واحد حل نظر آیا ہے۔

اے سی صاحب فرماتے ہیں۔ دسمبر کا پُورا مہینہ میرا عملہ بقایاجات کی وصُولی میں لگا ہوا ہے۔ اس کے بعد ہم حاضر ہیں۔

جنوری ۱۹۸۲ء کا پہلا عشرہ ڈپٹی کمشنر نے پیمائش کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

ڈپٹی کمشنر کا لیاقت پُور ورُود

۲۰ فروری ۱۹۸۲ء — ملک محمد اکرم کمشنر بہاولپور کے ہمراہ لیاقت پور آئے ہیں۔ روانگی کے وقت ان کا درویش سے آمنا سامنا ہوا ہے۔ پُوچھا

Marfat.com

آپ کا کام ہو گیا ہے ؟

نہیں صاحب کہاں ہوا ہے ! ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا ۔

ڈپٹی کمشنر، اے سی صاحب ! درویش کیا کہتا ہے ؟

" جھوٹ بولتا ہے "

عدالت میں ملزمان کے بارے پولیس کا یہ تکیہ کلام ہے مجسٹریٹ کلاس کے آدمی نے اسی انداز میں ڈپٹی کمشنر کو جواب دیا ہے ۔

ملک محمد اکرم طرح دے گئے ہیں اور کہا ہے چشتی صاحب مجسٹریٹ کو بھیج دوں ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دیکھیں گے کہ جھوٹ کا سہارا کون لے رہا ہے وہ پہلے ان کے بیان کو جھٹلا چکے ہیں ۔

درویش اس حسن جواب سے خوش ہوا کہ ابھی ہماری بدبختی پر آنسو بہانے والے لوگ موجود ہیں ، لیکن مسٹر بھٹی نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا ۔

سچائی کی تعریف

ہمارے فاضل اے سی مسٹر بھٹی اپنے آپ کو تاریخ کا طالب علم نہیں ، پروفیسر بتاتے ہیں ، لیکن ہمارا تاثر یہ ہے کہ وہ انتظامیہ میں داخل ہو کر علم تاریخ کے تمام تقاضے بھول چکے ہیں ، ورنہ سچائی کی تعریف وہی ہے جو پہلے تھی !

لطیفہ یا امرِ واقعہ ؟

خواہ کچھ ہو دلچسپی سے خالی نہیں ہے ۔

Marfat.com

ڈویژنل کمشنر چوہدری محمد شریف ڈپٹی کمشنر ملک محمد اکرم دونوں کے نام کا مادہ باب فَعُلَ یَفعُلُ سے ہے۔ شرف و شرافت، کرم و کرامت! اس باب کا خاصہ صفت لزوم ہے!

شریف میں شرافت اس کا ذاتی وصف ہے۔ اکرم سے زیادہ کوئی دوسرا شخص کریم نہیں ہے! دونوں ہم پر سایہ افگن ہیں۔

۲۰ فروری ۱۹۸۲ء — آج ڈویژنل کمشنر لیاقت پور آئے ہیں۔ ایک اخباری نمائندہ میرے پاس آیا اور کیس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ چلو کمشنر صاحب سے مدد کی درخواست کرتے ہیں، درویش نے کہا ڈپٹی کمشنر صاحب ذاتی طور پر میرے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ اگر پھر بھی کام میں تاخیر ہو رہی ہے تو تقدیر الٰہی ہی کچھ ایسی ہے! کوئی کیا کر سکتا ہے؟

ایک مجسٹریٹ صاحب ہمارے پاس کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا ڈپٹی کمشنر صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں۔ ان جیسے لوگ دُنیا میں خال خال ہیں۔

درویش کے خیالات نے کروٹ لی اور از راہِ تفنّن کہا: مجسٹریٹ صاحب! آپ نے ڈپٹی کمشنروں کو دیکھا نہیں ہے اور اگر دیکھا ہے تو ایک ماتحت کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ آپ کو ان کے عمل پر عبور حاصل نہیں ہے۔ جو ڈپٹی کمشنر اپنے ماتحت عملہ سے ٹھیک کام لینے کی استعداد نہیں رکھتا۔ اس کی ذاتی شرافت کسی کو امن و سکون مہیا نہیں کر سکتی۔ جو اس کے عہدہ کا فرض اوّل ہے۔

میرے چھوٹے چھوٹے رسالے آپ کی نظر سے گزرے ہیں۔ آپ بخوبی اس سے واقف ہوں گے کہ اپریل ۱۹۷۹ء سے میرے اندرونی وسائل آبپاشی پر جدید موگہ

Marfat.com

کے حصہ داران نے ناجائز قبضہ کر لیا ہے اور انقطاع آبپاشی کی وجہ سے مجھے ہر
ایک اندازہ کے مطابق ۴/۴ سو روپے کا نقصان آرہا ہے۔ ڈپٹی کمشنر مسٹر محمد اکرم
۸/۴/۴ مسٹر بلوچ مجسٹریٹ کی رپورٹ پر جو پہلا حکم اے سی لیاقت پور کو دیا ہے اس
کی تعمیل نہیں کرا سکے !

۸/۳/۵ — ایک چٹھی کے ذریعے مسل منگوا کر ملاحظہ کی ہے اور دوبارہ اس
کام کے کرنے میں تاکید کی ہے، لیکن بے سود !

۱۴ اکتوبر ۱۹۸۱ء اپنے ذاتی نمائندہ کی حیثیت سے ایک مجسٹریٹ کو
موقعہ پر بھجوا کر تحقیق کرائی ہے جس نے اپنی رپورٹ میں درویش کے کھال پر ناجائز
قبضہ اور انقطاع آبپاشی میں فصلات کے نقصان کی تصدیق کی ہے۔

۵ دسمبر ۱۹۸۱ء اپنے اجلاس میں اے سی لیاقت پور کی منظور کردہ پیمائش کو
منسوخ کر کے جدید پیمائش جنوری ۱۹۸۲ء کے پہلے عشرہ میں کرانے کا واضح حکم دیا
ہے۔ آج ۲۰ فروری ۱۹۸۲ء کا دن ہے اس حکم کی تعمیل بھی نہیں ہوئی !
کام کا جائزہ لینے کے لیے اس سے نیچے کوئی اور ڈگری ہے ؛ فاضل مجسٹریٹ
کو اپنی کلاس کے سینیئر ممبر کے بارے یہ ریمارکس سن کر بڑی مایوسی ہوئی !

اسسٹنٹ کمشنر کا اندازِ فکر اور ڈپٹی کمشنر کا ردِ عمل

میں آپ کو ۵ دسمبر ۱۹۸۱ء کے اجلاس میں لے چلتا ہوں ! ملک محمد اکرم
ڈپٹی کمشنر نے کھال پر ناجائز قبضہ ۲ جون کی پیمائش کے بارے میں مجسٹریٹ چشتی
کے خیالات معلوم کیے ہیں اور مسل میں درویش کے بیان کو پڑھا ہے۔ سابقہ

Marfat.com

کارروائی پر خط تنسیخ کھینچ کر رکھ دیا اور ۲ جون کی پیمائش کو بے ضابطہ اور غلط قرار دے کر دوبارہ پیمائش کا حکم دیا ہے۔

سلطان محمود بھٹی ہمارے فاضل اے سی لیاقت پور اس موقعہ پر موجود ہیں پیمائش کی ایک مستحکم عمارت انہوں نے تعمیر کرائی تھی اور محکمہ نہر کے لیے اس کی صحت کا سرٹیفکیٹ بھی جاری کر چکے ہیں جس سے جدید کھال کے حصہ داران کو نادان کی کارروائی سے بچا لیا تھا۔ ان کا اس کارروائی سے خفیف یا کبیدہ خاطر ہونا ایک فطری امر تھا۔ داد دو ان کے حوصلہ کی۔ اپنے دفاع میں کوئی ایک حرف نہیں کہا

ملک محمد اکرم کی دور رس نگاہ نے اس تاثر کو بھانپ لیا اور فرمایا: مسٹر بھٹی اے سی کے پاس کوئی تین سو کے قریب فوجداری مقدمات ہیں جو کسی دوسرے مجسٹریٹ کے پاس نہیں ہیں۔ وہ اس سے ان کا غم غلط کرنے کی سوچ رہے ہیں، لیکن بڑے سخت جان نکلے مسٹر بھٹی! انہوں نے دوبارہ پیمائش کی ذمہ داری قبول کر لی ہے جو اس دفعہ موقعہ پر کرائی ہے وہ پہلے سے بھی بددیانتی میں سنگین تر ہے۔ ؎

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

سرکاری محکمے اور دیانتداری؟

ہم مسلمان خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور مانتے ہیں، لیکن اختیارات کی تقسیم میں ہمارا بڑا اختلاف ہے۔ ایک اللہ کو مختار کل سمجھتا ہے! دوسرا آئینی سربراہ! لیکن سرکاری دائرہ کار میں دیانت کے فقدان پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

Marfat.com

ہمارے ملک کا ہر شہری خواہ اس کا تعلق حزبِ اقتدار سے ہے یا اس نے حزبِ مخالف سے اپنا ناطہ جوڑ رکھا ہے اس باب میں دونوں کی سوچ ایک ہے؟ دیانت دار افسران کے وجود سے کون کافر انکار کرتا ہے۔ وہی لوگ ہماری تحریر کی جان ہیں۔ ورنہ اس طرح سوچنا کیسے ممکن تھا؟ ایک راہ گیر سڑک کی نفی نہیں گڑھوں کا ذکر کرتا ہے۔

سرکاری اداروں میں اہلیّت کا معیار؟

لندن کی ایک خبر! (بی بی سی) ایک اسکول ماسٹر نے کتّے کو اس وقت ڈنڈا مارا جب وہ اسے کاٹنے آیا۔ مالک نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ دس روپے عدالت کی طرف سے اسکول ماسٹر کو جرمانہ ہُوا۔ اس نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا کہ وہ اس کا اہل نہیں رہا۔

ایک اے سی اور مجسٹریٹ کے لیے ہمارے نزدیک کیا معیار ہے؟

بس یہ کہ وہ ایک مستند شخصیت ہے؟

عقیدت کے پھُول

آج دس محرم یوم عاشورہ ہے لوگ رواں دواں قبرستان کی طرف جا رہے ہیں تاکہ موت کے نقطۂ نظر سے اپنی زندگی کا احتساب کر سکیں! سوچتا ہوں چلو یار! آج ہم بھی سرکاری بزرگ کی قبر پر پھُول چڑھاتے ہیں! جناب من بایں جانب ہدیہ عقیدت قبول فرمائیے گا! میں آپ سے مایوس نہیں ہُوا بلکہ اپنی فریاد کی تاثیر میں شکوہ سنج ہوں۔

Marfat.com

اگر آپ ایک مہاغریب اور سراپا مظلوم کی امداد میں چار میل تک جانے کے لیے تیار نہیں ہیں تو انسان دوستی اور احساس ذمّہ داری میں دُوسری کونسی چیز آپ کے پلڑے میں ہے؟

وسائل آبپاشی پر ناجائز قبضہ! — اس شخص کی عملداری میں جس نے سیاست کا رس کو اپنے مزاج میں رسوخ پیدا کرنے نہیں دیا اور اپنے دفتر پروکلار کی اجارہ داری کو بھی ختم کر دیا ہے کچھ عجیب سا لگتا ہے! ۲۳ اپریل اگر آپ درویش کی چیخ و پکار کو درست مانتے ہیں، تو اس باب میں کیا مثبت اقدام کیا ہے اور اگر نہیں تو ردجواب میں کیا کہا ہے جب کہ ڈویژنل آفیسر۔ ان کو انخلاء واٹر کورس کا نوٹس دے چکے ہیں! آج کا دن حکومت اور پبلک کے رشتہ پر احتساب کا دن ہے۔ اگر میں مال مویشی سمیت اپنے ملازم اور مزارع حکم دوں کہ وہ اے سی کی کوٹھی کے باہر ڈیرہ جما کر بیٹھ جائیں تو آپ کو صُورت حال کی نزاکت کا بہت جلد احساس ہو جائے! لیکن مشکل یہ ہے کہ درویش کا یہ میدان فکر نہیں ہے وہ سے سنجیدہ عمل کا ایک حصہ نہیں گردانتے! **صُورت واقعہ** — ایک سے زیادہ مرتبہ آپ کے نوٹس میں آچکی ہے کہ موگہ جدید کے حصہ داراں نے اپنا منظور شدہ کھال مستطیل ۳۶۸/۱ کیلہ نمبر ۲۱ تا ۲۵ احداث کرنے کی بجائے کیلہ نمبر ۲۲ کے آخر سے موڑ کر مستطیل ۳۶۸/۲ کیلہ نمبر ۴، ۵ میں ڈال لیا ہے جس جگہ درویش کا اندرونی کھال ہے جو ان کے مستطیل ۳۶۸/۲ کیلہ نمبر ۱ تا ۳، ۸ تا ۱۳ کو سیراب کرتا ہے! اور اسی مستطیل ۳۶۸/۲ کا مشرقی حصہ کیلہ جات ۴، ۵، ۶، ۷ وغیرہ آبادی دیہہ میں ہے اس وجہ سے کوئی دُوسرا راستہ نہیں ہے۔ انقطاع آبپاشی کی وجہ سے میرا رقبہ کاشت نہیں ہو رہا ہے اور مجھے فصلات کا نقصان اُٹھانا پڑ رہا ہے!

۳۰/۱۱/۶۹ محمد علی درویش آبادکار

ڈویژنل کمشنر بہاول پور

بتائیں گے کہ اُن کے ماتحت اداروں میں جھوٹ اور فریب کاری کو پذیرائی کیوں ہے اور وہ اپیل کے خول سے نکل کر ان سرچشموں کو بند کریں گے۔ جو ان کی طرف اپیلیں بہا لاتے ہیں ؟ ہماری اس تلخ نوائی کے باوجود اصلاح انتظامیہ میں کوئی قدم نہ اٹھا تو پھر اس بے حسی اور بے شعوری کا کس طرح ماتم کیا جائے گا۔ اہلکار سمجھتے ہیں کہ لوگ غرض ذاتی کے پیچھے دوڑیں گے۔ ہمارا تعاقب کون کرے گا۔ لیکن ہم کمشنر کی بہاولپور میں موجودگی کو فال بنانا چاہتے ہیں۔

ریاست بہاولپور کی وزارت

۲ نومبر ۱۹۵۴ء ؛ ریاست کی وزارت اور اسمبلی توڑ دینے کا حادثہ پیش آیا۔ بعض نے اُسے وزیر اعلیٰ کی مخالفت سے ٹانکا لیکن درویش کی نگاہ بہت دور آگے پڑھی ہیں۔ "ریاست کی اسمبلی اور وزارت بیرونی سازشوں کی بھینٹ چڑھ گئی ہے"۔ مرکزی اقتدار کی بدنیتی پر، درویش اسے محمول کر رہے ہیں۔ بہاولپور میں اس کے نمائندے صفائی میں کہہ رہے ہیں درویش سے ملاقات کرتے ہوئے

عالیمرتبت عبدالرشید خاں

کمشنر ہاؤس۔ ۹ بجے صبح بروز جمعہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۴ء۔ انتظامیہ کی بدنظمی کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ پبلک کی حاجت روائیوں کا معقول انتظام ہو گا۔ ضروری امور کی طرف توجہ دی جائے گی لوگوں کو باہر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ مقامی افسران ہی ان کی تکالیف کے ازالہ کی طرف پوری پوری توجہ دیں گے اور اس بارے میں

Marfat.com

جو سستی اور غفلت کرے گا۔ اُس سے سخت ایکشن لیا جائے گا۔ عوام محسوس کریں گے کہ انہیں پہلے سے زیادہ سہولتیں اور اطمینان حاصل ہے اور اُن کی عزّت و مال اور جان کی پوری حفاظت ہوتی ہے۔ "الامام" ۱۸ نومبر ۱۹۵۴ء جلد دوئم ملاحظہ فرمائیں۔

گورنر مسٹر سوار خاں

جنوری ۱۹۷۹ء —— اخبارات میں اُن کا ایک بیان شائع ہُوا ہے کہ ڈویژنل کمشنر علاقہ میں اپنے ماتحت افسران کی دیانت داری اور عمل کردار میں جواب دہ ہیں۔ سوچتا ہُوں ہمارے کمشنر صاحب کے نوٹس میں یہ بات آئی ہے یا نہیں!

اس کتابچہ کی اشاعت کا مقصد اُس وقت پُورا ہو جائے گا جب ہمارے کمشنر صاحب اس بات پر غور کریں گے کہ ہم کچھ ذمّہ داریوں کو لے کر یہاں آئے ہیں اور جب جائیں گے تو دوسروں کے لیے کچھ نقوش چھوڑ جائیں گے۔

کتنے آباد کاروں کے پاس اتنا وقت، قابلیت، حوصلہ، جرأت اور دھن دولت وافر ہے جو اس سلیقہ اور ہنر مندی کے ساتھ اپنے جذبات کمشنر صاحب تک پہنچانے کا شعور رکھتے ہیں۔

"ہم پنجاب کی ایک نوآبادی ہیں"۔ اگر اس تاثر کو کم کرنے میں آپ کوئی رول ادا کرتے ہیں تو اپنے مشن میں کامیاب ہیں۔ التوفیق للہ العظیم

نگارشاتِ درویش — محمد علی درویش آباد کار

۵۔ اپریل ۱۹۷۹ء — چک نمبر ۴۷/۲-آر عباسیہ کالونی لیاقت پور

Marfat.com

پیروز بخت قاضی

ایک وسیع علم و تجربہ رکھنے کے باوجود اپنے آفس کی کوتاہیوں اور فرو گذاشتوں کا کوئی نوٹس نہیں لے سکے۔ ہر چند ہم نے اُن کے دامن کو جھنجھوڑا ہے۔ مجبوری اور بے بسی کے سوا کوئی دوسری صورت سامنے نہیں آئی۔ اس شریف آدمی کے چہرہ کی شگفتگی ہمارے لیے وجۂ تسکین بنی رہی ہے۔ ہمیں ان پر گلہ نہیں۔ حکومت کا رویہ ہمارے بارے عجیب ہے۔ جس مجسٹریٹ کو لے سی کے درجہ میں ترقی دیتے ہیں۔ اسے لیاقت پور کا رُخ دکھاتے ہیں اور اس صورت حال نے اے سی کے آفس کو ایک ٹریننگ گاہ کی حیثیت دے رکھی ہے۔

افسران مال

کے اکثر فیصلے ان کا عملہ لکھتا ہے اور وہی کرپشن میں ہمارا بنیادی نقطہ ہے۔ ایسے صاحب کی غفلت شعاری پر قلم کشی کروں یا کلرک کے اعتماد اور جرأت کی داد دوں دونوں ہی سنجیدہ فکر کے مستحق ہیں۔

پاگل کا بچہ

یہ خبر ہے یا لطیفہ ؟ ایک زمیندار نے اپنے نوکر کو کہا یہ گھی کا پیپا لیاقت پور باشا صاحب کو دے آؤ۔ وہ کیا دے گا۔ کچھ نہیں۔ آپ صرف اِن کو دے آئیں۔ اس نے بازار میں بیچ کر قیمت وصول کرلی ہے۔ مالک نے پُوچھا گھی دے آئے ہو کہا ہاں! کہاں ؟ لیاقت پور! کسے ؟ ایک دکاندار کو! وہ کیوں ؟ اس نے یہ رقم دی ہے۔

پاگل کا بچہ میں نے تجھے لے سی صاحب کو دینے بھیجا تھا آپ نے اس کے ساتھ ہی کہا

تھا کہ وہ کچھ نہیں دے گا۔ پھر مجھے اس سودا میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ جبکہ میں اسے بازار میں بیچ کر اتنی قیمت وصول کر چکا ہوں۔ آپ نے لیاقت پور اسے بسی کو دینے کے لیے کہا تھا۔ لیاقت پور دینے سے پچاس فی صد آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی ہے۔ پورے سولہ آنے کام کہاں ہوتا ہے؟

صحیح آدمی کو گھی دینے میں نوکر کو کیا ملے گا؟ جبکہ غلط آدمی اسے پیسے دیتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد علی درویش

والد بزرگوار مولوی غلام الدین ولد لالہ مشتاق احمد جٹ آہیر جائے پیدائش
حویلی خورد نزد ڈیرہ بابا نانک تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب۔
تاریخ ولادت یکم جنوری ۱۹۲۱ء

ریاست بہاولپور ـــــ میں وارد ہوا کہ ہمارے ایک کرم فرما چوہدری علی اکبر تحصیلدار آف بنگ نے اپنے عہدہ سے مستعفی ہو کر چک نمبر ۱۱۱ نہر فتح میں دو مربعہ اراضی بصیغہ آباد کاری حاصل کر کے ہمارے والد کو ۱۹۳۰ء میں اپنے پاس بلا لیا ہے اور چک مذکور کی امامت ان کے سپرد کر دی ہے بعد ازاں چھ ایکڑ زمین پر تقریباً بائیس سال مزارعت حاصل رہی ہے۔

۱۹۴۰ء ـــــ راقم نے چوہدری صاحب سے رسالہ "مولوی" دہلی سے جاری کرانے کی استدعا کی انہوں نے تفسیر حقانی منگوادی۔ حاجی عبدالرحیم نمبردار کمبوہ نے مولانا اشرف علیؒ تھانوی کا مترجم قرآن مجید تحفۃً عنایت فرمایا۔ اس طرح سب سے پہلے قرآن مجید درویش کے مطالعہ کا موضوع بنا ہے۔ قرآن مجید کی بسم اللہ چک ۱۰۹ فتح کے امام مسجد حضرت قبلہ سید نور الحیٰ سے کی ہے۔ جو آجکل یزمان میں ہیں اور اس کے بعد تکمیل مولوی نبی بخش صاحب سے ہوئی ہے جو آجکل ہمارے ساتھ عباسیہ میں ایک آباد کار ہیں۔
حضرت پیر و مرشد قبلہ سید شمس الحق شاہ صاحب ان دنوں چک ۱۰۹ فتح میں رہائش

Marfat.com

لکھتے ہیں۔ ان کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہو کر فیض حاصل کیا جن دنوں بہاولپور میں
ی کے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا سید اسرار الحق کی ولادت ہوئی ! راقم ان کے
س تھے۔ چک ۱۰۹ فتح پرائمری سکول تیسری جماعت میں داخلہ لیا۔ پہلی دو جماعتیں
دہ بابانانک دیوی والے اسکول میں پڑھی تھیں۔ رانا مولا بخش مراد پور ہنواراں ضلع
م یارخاں ان دنوں وہاں پہلے اسکول ماسٹر تھے تعمیر مدرسہ کے بعد ان کا وہاں تقرر ہوا
ا۔ انہوں نے چوتھی جماعت سے قرآن مجید کے ترجمہ کی ابتدا کرائی ان کے مذہبی اور
اسی خیالات درویش کے بنیادی احساسات ہیں۔ ماسٹر برکت اللہ صادق آباد اور ماسٹر
ثت اللہ چک ۱۳۰ اگجیانی چشتیاں بھی درویش کے اساتذہ میں سے ہیں۔ پرائمری
م کے بعد اپنے چک ۱۱۰ فتح کے اہلحدیث امام مسجد مولانا محمد عبداللہ صاحب سے کریما سے
ر گلستان تک ایک سال میں فارسی پڑھی۔ چک ۱۱۰ فتح میں کمبوہ برادری اہلحدیث
۔ جن کی مسجد الگ ہے۔ اور کچھ دن چشتیاں میں حافظ علامہ عبدالرحمٰن سے بوستان
ھنے کا اتفاق ہوا جو ان دنوں چشتیاں ہائی اسکول میں ایک مدرس تھے بعد میں علامہ
احب نائب ناظم امور مذہبیہ بہاول پور کے عہدہ پر بھی فائز رہے ہیں۔ علامہ رحمت اللہ
مد کی اکلوتی بیٹی ان کے لڑکے بیاہی ہوئی ہے۔ یہ احمد پور شرقیہ کے رہنے والے
ں۔ ان کا صاحبزادہ طب کا کوئی امتحان پاس ہے۔

جناب غلام سرور شمیم

ہائی اسکول چشتیاں میں مدرس ہیں جو چک ۱۰۹ فتح میں ہمارے اُستاد گرامی رہ چکے ہیں۔ ان
ے مکان پر ٹھہرا۔ یہ خیرپور کے رہنے والے ہیں۔ بعد میں شمیم صاحب نظامت تعلیم
ں بہاولپور آگئے تھے۔ فارسی کے سلسلہ میں چک نمبر ۱۱۱ نہر مراد کے امام مسجد مولانا عبدالغفور

Marfat.com

کی شاگردی بھی حاصل ہے۔ چشتیاں قیام کے دوران رانا مولابخش اتفاق سے چشتیاں آئے ملاقات ہوئی وہ اپنے ساتھ بہاولپور لے آئے شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی کے مکان پر حافظ محمد امین صمدانی رہتے ہیں۔ ان کے سپرد کر گئے اس طرح درویش کو جامعہ عباسیہ میں داخلہ مل گیا ہے۔ جناب محمد امین صمدانی ٹیچرز ٹریننگ اسکول بہاولپور میں ایک اُستاد رہے ہیں۔ بہاولپور ماڈل ٹاؤن میں مکان بنواکر رہائش پذیر ہیں۔

طالب علمی کے زمانہ میں بہاول پور پیرومرشد بمقام صدر خزانہ سکونت رکھتے ہیں اس تعارف پر مولانا مولوی محمد صادق صاحب کے حلقہ شفقت میں داخل ہوا۔

شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی

۱۹۴۰ء — درویش جامعہ عباسیہ کی پہلی جماعت ادنیٰ عالم کا امتحان ریکارڈ توڑ نمبرات کے ساتھ پاس کیا اور جامعہ عباسیہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ گو جامعہ اور محکمہ کی طرف سے کوئی حوصلہ افزائی حاصل نہ ہوئی۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اساتذہ نظر محبت سے دیکھنے لگ گئے ہیں۔ حضرت شیخ الجامعہ صاحب نمازِ ظہر کے لیے اُٹھے۔ درویش کو ایک کمرہ جو جامعہ کے وسط میں ہے سویا ہوا پایا۔ بڑی آہستگی کے ساتھ منہ سے پگڑی کا پلہ اٹھایا۔ بیدار ہوا اپنے ہمراہ مسجد میں لے گئے۔ پوچھا نہیں یہ بے اعتدالیاں کیوں؟ فراستِ مومن سے سمجھے کہ رات کو دیر تک پڑھتے ہوں گے۔

نحو میر۔ ہم مولانا اسرار الحق صاحب سے پڑھتے ہیں۔ ان کی تقریر متن تک محدود ہوتی ہے۔ حافظ محمد امین اعلیٰ جماعتوں کے طلبا کو پڑھاتے ہیں اور زور دار تقریر کرتے ہیں۔ درویش — شیخ الجامعہ سے عرض گزار ہوا کہ ہمارا نحو میر کا سبق حافظ صاحب کے پاس رکھ دیں۔ انہوں نے فارغ وقت سمجھ کر فتاویٰ نویسی شروع کر دی! شیخ الجامعہ

Marfat.com

صاحب نے دوبارہ درخواست پر ہمارا سبق مولانا اسرار الحق کو لوٹا دیا ہے۔ خفگی کے کوئی آثار کسی کے چہرہ پر نہ تھے۔ حافظ محمد امیر صاحب ان دنوں جامعہ عباسیہ بورڈنگ کے نگران ہیں درویش ان سے بھی قرآن مجید کا تحت اللفظ ترجمہ پڑھتا رہا ہے۔

علامہ اللہ بخش قادری

ان دنوں علامہ کے درجہ میں پڑھتے تھے۔ درویش نے قرآن مجید کا ترجمہ ان سے بھی پڑھا ہے یہ ایک محنتی، ذہین اور قابل طالب علم کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ طلبار کے ایک جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے عربی میں تقریر کی ہے۔ اساتذہ کرام نے دل کھول کر داد دی ہے۔

جامعہ میں میٹرک تک انگلش تعلیم دی جاتی ہے۔ انہوں نے جامعہ سے فارغ ہو کر گریجویشن حاصل کی ہے۔ اور قاہرہ یونیورسٹی مصر چلے گئے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر رحیم یار خاں کالج میں پروفیسر رہے ہیں۔ اور اب رحیم یار خاں شہر میں مکان بنا کر رہائش رکھتے ہیں۔ علامہ قادری کے نام سے وہاں مشہور ہیں۔

قبلہ مولوی الٰہی بخش شہر فرید

میں رہتے ہیں۔ یہ بھی ان دنوں جامعہ عباسیہ کے آخری درجہ میں پڑھتے تھے۔ درویش نے ان کے پاس شہر فرید جا کر گرما کی تعطیلات ۴۰ ۱۹ء میں صرف کی کتاب فصول اکبری پڑھی تھی۔

حافظ محمد امیر صاحب

چیلاواہن کے رہنے والے ہیں۔ ان کے پاس علامہ کے درجہ میں طالب علم کوئی کتاب پڑھتے ہیں۔ وہاں مَا احْلَوْلِيْنَ مُحْلَوْلِيْنَ تَشَعْرِيْ کے صیغہ دریافت ہوئے۔ قبلہ حافظ صاحب نے کہا یہ ادنیٰ عام کا طالب علم بھی بتا سکتا ہے۔ طلبار نے کہا ہم بھی دیکھیں فرمایا شام کو بورڈنگ آجانا۔ مولوی نور محمد مہاروی چشتیاں بورڈنگ پہنچ گئے جو شیخ الجامعہ کے پاس مکان پر

Marfat.com

ٹھہرتے ہیں۔ شام کی نماز کے تھوڑی دیر بعد درویش بورڈنگ ہاؤس میں داخل ہوا،
فرمایا یہ کیا صیغے ہیں۔ کسی تردد کے بغیر جواب پا کر بہت خوش ہوئے کہا۔ اب نحو پر توجہ دو!

ایک صیغہ کی تحلیل صرفی

شیخ الجامعہ نے ہماری جماعت کو بلا کر پوچھی۔ درویش نے کہا جامعہ کے نصاب صرف میں یہ نہیں ہے۔ البتہ قانونچہ کیدانی جو اپنے پیر و مرشد کے صاحبزادوں کو آپ مکان پر پڑھاتے ہیں۔ اس میں یوں لکھا ہے۔ بے حد خوش ہوئے فرمایا: "فلاں کتاب مجھ سے پڑھا کرو۔"
صحت نے ساتھ نہ دیا بیمار ہو گئے۔ پیر و مرشد کے فرمان پر اپنے عم حقیقی حکیم فضل الٰہی کے پاس علاج معالجہ کے لیے ڈیرہ پٹھاناں ٹبالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ٹبالہ سے گزر ہوا۔ السلام علیکم ہیڈ ماسٹر صاحب! موصوف ہیڈ ماسٹر کے لفظ پر چونک پڑے۔ فرمایا: میں کئی سال سے اس جگہ وکالت کر رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ آپ محمد شفیع دیوی والے اسکول ڈیرہ بابا نانک کے ہیڈ ماسٹر ہیں؟ عمر کا اندازہ بہت کم ہے۔ بات بڑی دیر کی کر رہے ہیں۔ حیران ہو کر پوچھا آپ؟ جناب کا شاگرد! کیسے؟ جب اسکول کا گیٹ گر کر لڑکا فوت ہوا۔ وہ میری دوسری جماعت کا سال تھا۔ بڑی یادداشت ہے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ہے۔

Marfat.com

درویش نامہ

صحافت سے آبادکاری تک

ریاست بہاولپور — ۱۹۴۹ء کی بات ہے درویش نے تحریک تنظیم آئمہ مساجد کے آرگن کی حیثیت سے ایک ہفتہ وار اخبار "الامام" بہاولپور سے جاری کیا۔ حکومت بہاولپور نے وقت کی اس بات پر کان دھرا اور مساجد میں مکاتب کی اسکیم پر عملدرآمد شروع کر دیا ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق — صدر مملکت نے ملکی مسائل پر جب نظر ڈالی ہے تو ان کی نگاہ بھی اس پر پڑی ہے۔ انہوں نے اپنے پروپیگنڈے میں اسے مناسب جگہ دی ہے۔

مشاہیر بہاولپور مطبوعہ ۱۹۸۱ء

جناب شہاب دہلوی لکھتے ہیں: "۱۹۴۹ء میں "الامام" کے نام سے درویش نے ایک ہفت روزہ اخبار نکال کر اپنے ذوق خامہ فرسائی کو سامان تسکین بہم پہنچایا اور اس کے ساتھ ہی تنظیم ائمہ مساجد کا ڈول ڈالا۔ "الامام" تھا تو تنظیم ائمہ مساجد کا ہی آرگن لیکن اس میں سماجی، سیاسی اور مذہبی موضوعات پر بھی مضامین شائع ہوتے تھے۔"

۷ نومبر ۱۹۵۴ء کو حکومت پاکستان کے مشورہ پر امیر آف بہاولپور نے ریاست کی منتخب وزارت توڑ کر حکومت کے جملہ اختیارات اپنے مشیر اعلیٰ عبدالرشید خان کو

Marfat.com

تفویض کر دیئے جو مرکزی حکومت کے نمائندہ تھے۔ اس طرح ریاست کا مستقبل مخدوش ہو کر رہ گیا۔ ریاست کے تینوں ڈپٹی کمشنروں نے ون یونٹ انتظامیہ کونسل کے علی الرغم زرعی اراضی کے وہ بقایاجات جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں آبادی کے چکوک میں موجود تھے ان لوگوں کے نام تقسیم کر دیئے جن کی درخواستیں زیر کارروائی تھیں! اس طرح ایک مربعہ زرعی اراضی ۶ اپریل ۱۹۵۵ء مختلف پانچ جگہوں پر چک ۴۷/۲۰۰ آر عباسیہ میں درویش کو مل گیا ہے۔

جب ریاست کی اپنی کوئی سیاسیات نہ رہیں تو اخبار صرف نیوز پیپر رہ گئے ہیں۔ ڈویژنل کمشنر صاحبان نے جب کبھی کسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لیے پریس کانفرنس کا اہتمام کیا اور ان سے کوئی استفسار ہوا انہوں نے جواب دیا۔ ہم پالیسی ہولڈر نہیں ہیں۔ حکومت کی طرف سے ہمیں جو ہدایات موصول ہوتی ہیں۔ ہم لوگ ان کو آپ تک پہنچا دیتے ہیں! ایک وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ سے کتنا مختلف ہے یہ جواب؟ جن صحافیوں کو اس کی چاٹ لگی ہوئی تھی وہ اس صورتِ حال کا ساتھ نہ دے سکے! ان میں "مسلمان" اخبار کے ایڈیٹر ملک محمد دین اور "الامام" کے ایڈیٹر درویش شامل ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ناسازگار حالات میں اپنا کام چلا لیتے ہیں، چنانچہ سخت کوش جوانوں نے بھی ایسا ہی کیا اور بہاولپور صحافت کی فعالیت کو قائم رکھا ہے! اور اب تجارت کے نقطۂ نظر سے اس میں تنوع آ گیا ہے۔ یہ روایت قدیم سے قائم ہے کہ کچھ لوگ حکومت کی نئی پالیسیوں کا ساتھ دیتے ہیں اور کچھ اس کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیتے ہیں چنانچہ قدما سے امام ابو حنیفہؒ اس زمرہ میں آتے ہیں۔ حال ہی میں کچھ ججز نے اس

Marfat.com

روایت کو زندہ رکھا ہے ۔ مجھے بتانا یہ ہے کہ درویش ۱۹۶۱ء میں صحافت
سے ریٹائر ہو کر لیاقت پور اپنی آبادکاری کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں !

آغا حسن رضا

۱۹۶۵ء — اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور نے بتایا : محمد ایوب خان کو سب
سے زیادہ ووٹ میری تحصیل سے ملے ہیں کوئی چار ووٹ اپوزیشن کو گئے ہیں !
اس کے ساتھ انہوں نے درویش کو مشورہ دیا کہ اپنی پوزیشن کو بحال رکھنے کے لیے
انہیں کچھ کرنا چاہیئے ! چنانچہ انجمن آبادکاران عباسیہ کی بنیاد ان کے مشورہ سے
لیاقت پور میں رکھی اور دو ایک جلسے کر ڈالے اور کئی ایک پمفلٹ شائع کیے ہیں
انہوں نے کسی روزنامہ اخبار کے ساتھ رابطہ رکھنے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ اس وقت
تو ہم نے اس کو غیر ضروری سمجھا لیکن اب شدت سے اس کی ضرورت محسوس کرتے
ہیں !

محمد علی درویش آبادکار

چک ۴۷/۳-آر عباسیہ لیاقت پور

۳۰ — ۵ — ۸۲

نصر من اللہ

۱۹۵۳ء بہاولپور سے بیگم لیاقت پور جانا مانگتی ہے۔ چھوٹے بھائی کو ٹانگا لا
بھیج دیا ہے۔ جیب میں ایک پیسہ نہیں ہے۔ ٹانگا ابھی نہیں آیا۔ ایک شخص آیا
مختصر ملاقات کے بعد ۵ روپے "الامام" کا چندہ دے گیا ہے۔ نام ہے عبدالعزیز کمبوہ

وعدہ وزبان

بہت پہلے کی بات ہے۔ لیاقت پور کے ایک چٹھی رسان نے بیس روپے
مانگے ہیں۔ درویش نے کہا۔ کل آٹھ بجے مل جائیں گے۔ درویش کہتا ہے؛ جب
کوئی مجھ سے کچھ مانگتا ہے، مجھے انکار سے شرم آتی ہے۔ دو ایک سے پوچھا،
کسی نے حامی نہ بھری۔ عشا کا وقت ہے۔ اللہ میاں سے ناطہ جوڑا اور کہا، انتظام
نہیں ہونا تھا تو وعدہ کیوں کیا تھا۔ وعدہ تو نے کیا ہے اور شرمندہ مجھے ہونا پڑے گا۔
مجھے اس لیے کہ تو ظاہر نہیں ہوا۔ میری زبان دی ہے!

کہتے ہیں کہ اللہ میاں ہر وقت سنتے ہیں، کچھ ٹھیک ہی نکلا۔ چودھری فتح محمد
اعوان نے دروازہ پر آواز دی اور کہا لیجئے۔ یہ بیس روپے! بہن سے پکڑ لایا ہوں۔

ٹکٹ کا مطالبہ

لیاقت پور چھوٹے بھائی حمید لاہور روانہ ہو گئے۔ ٹکٹ کلکٹر نے کہا ٹکٹ دو
وہ تو حمید لے کر روانہ ہو گیا ہے۔ پھر پلیٹ فارم ہی دکھا دو۔ وہ میں نے لیا نہیں ہے
اور اُسے جلدی میں لینا یاد دینا یاد نہیں رہا۔ اس نے پکڑ کر اسٹیشن ماسٹر کے کمرہ میں کرسی پر
لا بٹھایا ہے۔ ہماری کوئی بحث و منطق کام نہیں آئی۔ وہ روہڑی سے کرایہ مانگتا ہے۔ میری
جیب میں پیسے نہیں ہیں۔ درویش یہ کہنا نہیں چاہتا! یہ اس کی حالت ظاہری کے

Marfat.com

خلاف ہے ۔ بائیں طرف بیٹھے ہوئے چودھری محمد اسمٰعیل نے روپوں کا ایک مٹھا میری طرف کر دیا ہے ۔ اُس کو کسی نے بھیجا ہے ۔ یہ بھیجنے والا ہی جانتا ہے ۔ مَیں نے اُس کو آواز دی ہے نہ پکارا ۔

بنک کا قرضہ

۱۹۷۷ء ملکی حالات نے زمینداروں کی اقتصادی حالت پر بھی بُرا اثر ڈالا ہے ۔ قسط وقت پر ادا نہیں ہو سکی ۔ جو ہُوئی ہے وہ ناکافی ہے ۔ ۲۴ ، اپریل ۱۹۷۸ء تحصیلدار بنک چک آئے ہیں اور چوک میں درخت کے نیچے اپنا ٹھکانا جما بیٹھے ہیں اور کوئی چار ہزار روپے کا مطالبہ ہمارے سامنے رکھا ہے ۔ عدم ادائیگی کی صورت میں وہ اپنے ساتھ لے جانا مانگتے ہیں ۔ اگست ۱۹۵۴ء جب ہم صحافیان بہاولپور صوبہ سرحد کے دَورہ پر گئے ہیں ، جیپ پر سوار ہوئے تھے ۔ آج پھر سرکاری جیپ کا شانہ درویش پر حاضر ہے ہم نے این و آں میں کوئی فرق نہ سمجھا ۔ اور تیار ہو کر گھر سے آ گئے ہیں ۔

چوہدری محمد اسماعیل پھر پہنچ گئے ہیں کہا رک جاؤ مَیں نے آدمی بھجوایا ہے وہ رقم لے کر آ رہا ہے ۔ دوسرے لمحہ چار ہزار روپے کی رقم تحصیلدار صاحب اپنی تجوری میں رکھ کر ہوا ہو گئے ہیں ۔ میرے داماد محمد یونس ولد رحمت کو کہا ہے ۔ اس نے رقم کا انتظام کر دیا ہے ۔

واقعہ یا لطیفہ

جنوری ۱۹۷۹ء عباسیہ کینال بند ہے اور آبپاشی کے ذرائع میں کچھ اور ردوبدل ہوا ہے اور اس پر جو خرچ آیا ہے ۔ اس کی وصولی میں بات ہو رہی ہے بسٹر شہاب اور محمد اسمٰعیل کے علاوہ دُوسرے عمائدین چک بھی موجود ہیں ۔ درویش کے ذمہ کوئی چار سو

Marfat.com

روپے کی رقم دکھائی ہے اور ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی رکھ دیا ہے کہ ہم اُٹھنے سے پہلے وصولی چاہتے ہیں۔ شہاب الدین بڑے اعتماد کے ساتھ کہے جا رہے ہیں کہ اگر درویش صاحب چاہیں تو ابھی اور اسی وقت پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں امریکہ اور رُوس کی طرح اُن کا دوست دیر سے پہنچنے والا نہیں، بروقت امداد کا عادی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ میرے یہ دونوں مہربان دوست اپنے اپنے کھاتہ میں ڈالنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ درویش کی اس کمزوری سے بھی واقف ہیں کہ ان کی جیب میں رقم کم ہی ٹھہرتی ہے۔ ہر چند یہ خیال ان کا اپنا نہیں ہے ؎

قرار در کف آزادگان نگیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

بہت پہلے سعدی علیہ الرحمۃ اس موضوع پر اظہارِ خیال کر گئے ہیں۔ مسٹر محمد اکبر بتکانی ہفتہ وار "مسلمان" بہاولپور کے اعزازی ایڈیٹر کہتے ہیں: "درویش کے ہاتھ پر فکر کی لکیر نہیں ہے۔"

درویش ضرور کمزور ہے لیکن اس کا خالق حقیقی قوی تر ہے۔ مارچ ۱۹۷۸ء :

مطالبہ سرکاری کے حساب میں دو بوری گندم، دوسری رقوم کے ساتھ اُن کے کھاتہ میں جمع ہو جاتی ہیں۔ حساب کی صُورت میں یک صد روپے ان کی طرف ہمارے بقایا نکل آئے ہیں۔ علیم و قدیر کے علم میں یہ بات ہے کہ درویش کے دوست میرے بندہ کی اس حیثیت کو کسی غرور اور گھمنڈ میں آ کر چیلنج کریں گے۔ اس لیے اس نے اپنے علم میں اس کی پیش بندی کر دی ہے۔ ایک طرف اسباب ظاہری پر نظر ہے۔ دوسری طرف خدا کا اعتماد کارفرما ہے۔

Marfat.com

درویش نے کہا ایک صد روپے وہ ! ایک صد روپے میرا ٹھیکیدار دے گا۔

چوہدری بشیر احمد دین محمد نے تصدیق کر دی ہے بانی ہرلاٹ کا کھانہ دار ! اس طرح چوہدری شہاب الدین کی پیشین گوئی موقعہ پر صحیح ثابت ہوئی ہے۔

ایک دوسرا واقعہ

درویش قرض لیتے وقت دو باتیں کہا کرتے ہیں " رقم کا مجھ سے تقاضا نہ کرنا جب چاہو گے مل جائے گی۔"

لیاقت پور۔ مسٹر محمد منیر احمد سے کھاد خریدی اور کوئی تین صد روپے بقایا میں رہ گئے۔ اس سلسلہ میں شہاب الدین کو پیغام دیا ہے۔ چودھری صاحب نے کہا۔ میری کچھ رقم آپ کے کھانہ میں موجود ہے اس سے منہائی کر لو۔ اس طرح ان کو عندالطلب رقم مل گئی ہے۔

سائیکل میں ہوا

ہمارے لیے ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ ٹیوب میں کوئی پنچر ہے۔ ہر چند پنچر لگواتا ہوں۔ ہوا نہیں ٹھہرتی۔ لیاقت پور سے پنچر لگوا کر آیا ہوں۔ ٹو۔آر پہ آکر ہوا نکل گئی ہے۔ اب گھر تک پیدل جانا پڑے گا۔ درویش کو غصہ ہے۔ یہ مسئلہ کسی دوسرے کے اختیار کا ہے ! سائیکل سے اتر کر اسے ایک طرف پھینک دیا ہے اور کہا اٹھا لو اپنا سائیکل، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر اسے اٹھایا اور چار قدم چلنے پر ایک سائیکل سوار آیا۔ اس کے پاس پمپ ہے۔ اسے روک کے ہوا بھرنے کو کہا ؛ اس نے جو ہوا بھری ہے وہ پھر نہیں نکلی۔

پنچر لگاتا ہوں ٹھہرتا نہیں ہے اب جو ہوا بھری ہے۔ پھر نکلی نہیں۔ ذرا کم ہوئی اور بھر لی

Marfat.com

کوئی چھ ماہ بعد سائیکل بدلنے کی نوبت آ پہنچی، اسے بدل لیا ہے۔ آیئے! میں آپ کو اس کے پس منظر میں لے چلتا ہوں۔

عباس منزل بہاول پور

۱۹۵۰ء وزیر مال سید حسن محمود کی یہ رہائش گاہ ہے۔ مخدوم زادہ نے درویش کے کندھے سے کندھا لگایا۔ ہاتھ کمر کی طرف سے لے جا کر پیٹ پر رکھ دیا ہے۔ پوچھا۔ یہ کھانے کو نہیں مانگتا۔ وزیر مال کا مطلوب! غریب ابن غریب قسمت جاگ اٹھی ہے دولت اس کی جیب میں آنے کے لیے خود راہ تلاش کر رہی ہے لیکن قوتِ ارادی نے جو منہ کھولا نکلا۔ وَمَا مِنْ دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا اور اس کے ساتھ ہی درویش کو تنبیہ کر دی۔ ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظالمین۔

اور اس طرح اقتدار سے ہماری راہیں جدا کر دی گئیں اور ہماری ضرورتوں کی کفالت اپنے ذمہ ڈال لی ہے۔ اس راہ میں مشکلات اور ثمرات دونوں ہوتے ہیں۔ درویش دونوں سے راہ و رسم رکھتا ہے۔

پیر علی محمد راشدی

پاکستان ایڈیٹر کونسل کے صدر ہیں۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۱ء بہاولپور تشریف فرما ہوئے۔ الامام کو اشتہارات نہ دینے کی شکایت پر پیر راشدی نے پوچھا۔ مخدوم زادہ نے کہا: یہ میرے خلاف لکھتے ہیں۔

پیر راشدی: بدنیتی سے۔ مخدوم زادہ نہیں! ان کے دماغ کا کوئی پیچ ڈھیلا ہے۔

Marfat.com

پیر راشدی نے ملامت کرتے ہوئے کہا جس شخص کو نیک نیت سمجھتے ہو۔ اس کا تعاون حاصل نہیں کر سکے ۔ ۲۰ نومبر ۱۹۵۴ء جب ریاست کی وزارت کو توڑ دیا گیا ہے ۔ ت ایسے لوگ ہیں جو اُن کے خلاف دل کا غبار نکالتے ہوئے جلے پھپھولے پھوڑ رہے ہیں ۔

درویش حسرت کی نگاہ ڈال کر کہتا ہے۔ اس کی جوانی دیوانی ضرور تھی۔ لیکن تھی ،داغ صحافت کی دُنیا میں اس کی نظیر تلاش تو کرو۔

مقدمات وقضایا

چک کے معاملات اور تصفیہ میں درویش کا عمل دخل !

یندار اور مزارع

ایک زمیندار مزارع کے ساتھ کسی اختلاف پر تمام کھانڈ اپنے گھر لے آئے ہیں اور مزارع ے ان کی جوگ جو وہ حصہ پر چلاتا ہے ۔گھر باندھ لی ہے ۔ درویش کو مزارع نے بنایا یندار پارٹی میرے ساتھ تصفیہ کیے بغیر مجھ پر جوگ چوری لے جانے کا پرچہ دے رہی ہے ۔

انسپکٹر پولیس لیاقت کو درویش نے صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ تھانہ کی کوئی کارروائی عمل میں نہیں آئی ۔

دوسرے دن چودھری دین محمد درویش کو ہمراہ لے کر انسپکٹر پولیس کے گھر جا رہے ہیں کہ راستہ میں شیخ فضل الٰہی ریٹائرڈ تحصیلدار مل گئے ۔ اُن کو بھی اپنے ہمراہ دھر لیا ہے ۔ شیخ صاحب نے مقصد بیان کیا ۔ انسپکٹر پولیس نے درویش کو

Marfat.com

مخاطب کر کے کہا۔ کل آپ ہی دروازہ بند کر گئے ہیں۔ عرض کیا اس کا منشا یہی تھ
کہ صورت واقعہ کے مطابق عمل ہونا چاہیئے۔

اچانک موت

چودھری دین محمد کے مزارع، دین محمد نامی کی بیوی مر گئی ہے۔ لیاقت پور س
کفن آ گیا ہے۔ کفنانے اور دفنانے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ درویش دین مح
کے ڈیرہ پر گیا۔ ایک شخص بیٹھا رو رہا ہے، پوچھا وہ کون ہے؟ متوفیہ کا خاوند او
بھلے آدمی بات سنو۔ اسے بلایا گیا ہے۔ کیوں رو رہے ہو! آپ نے سن تو لیا ہ
کہ میری بیوی مر گئی ہے۔ کیا ہوا اسے؟ بیمار رہتی تھی۔ رات کو اچانک اس ک
پیٹ میں درد اٹھا اور چل بسی۔ ہمارے بھائی محمد شریف حکمت کا کام کرتے ہی
اس سے دوا لائے ہو! کہا نہیں۔ کسی عورت کو دکھایا گیا ہے؟ نہیں! پھ
رو کیوں رہے ہو؟ لیاقت پور سے کفن لینے آپ گئے ہیں؟ ہاں! چودھر
دین محمد صاحب آ رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے تھے کہ میں الہ آباد جا رہا ہوں۔ ا
سے ایک آدمی کو اٹھایا اور درویش اسے اپنے ہمراہ لے کر چک کی طرف روانہ ہوا
تھوڑی دور آ کر کہا اس اتفاقیہ موت میں اگر آپ لوگ مطمئن ہیں تو دوسری بات ہ
میری رائے میں چودھری دین محمد کا یہاں ہونا ضروری ہے! کسی شک وشبہ کو ہوا دیئے
بغیر انہیں بلا لاؤ! اور بات کو اپنے تک محدود رکھنا۔ چپکے چپکے بات سب تک
پہنچی۔ مخالفت میں اگر کوئی آواز اٹھی ہے تو دب کر رہ گئی ہے۔

چودھری صاحب کی دور رس نگاہ نے صورت حال کو بھانپ لیا ہے اور و
چک کی بجائے سیدھے تھانہ پولیس اسٹیشن پر جا نکلے تاکہ چک میں صورت واقعہ ک

Marfat.com

خلاف برادری کا کوئی دباؤ نہ پڑے۔ تھانہ دار کو بتایا چک میں خود میرے ڈیرہ پر مزارع کی بیوی کے رات اچانک مرنے کی خبر ملی ہے۔ کوئی خبر اس باب میں مصدقہ نہیں ہے جا رہا ہوں! مجھے جلدی اطلاع ملنی چاہیئے۔ تھانہ دار نے ہدایت کی ہے۔ چودھری دین محمد دوبارہ درویش کو ہمراہ لے کر تھانہ دار کے مکان پر مردانہ میں کوئی شام کے بعد قدم رکھ رہے ہیں۔ تھانہ دار باوردی وہاں بیٹھا ہے "آپ کس وقت یہاں سے گئے تھے"؟ یہ سوال ایک تند لہجہ میں ہماری طرف دے مارا۔ چوہدری صاحب اس کا ڈیفنس سوچ کر گھر سے نکلے ہیں۔ درویش نے بڑے اطمینان سے کہا ٹھہرو۔ بیٹھنے تو دو پہلے! میں عرض کرتا ہوں۔ صورت حال کچھ پیچیدہ تھی اور برادری کا دباؤ اس پر مستزاد! اس لیے تحقیق میں کچھ دیر ہوئی ہے۔ لاش ملزم اور گواہ سب موجود ہیں۔ آپ نے جا کر صرف کاغذات کی تکمیل کرنا ہے۔ اس لیے اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ ٹانگہ پکڑا، درویش کو ساتھ بٹھایا۔ جائے واردات پر پہنچ کر درویش نے کہا۔ میرا عمل اپنی حد کو پہنچ چکا ہے۔ مجھے اجازت ہے تھانہ دار۔ ہاں آپ آرام کر سکتے ہیں۔ پولیس نے اپنی کارروائی کی ہے۔ عدالت نے اپنی! ملزم بعد میں رہا ہو گیا ہے۔ چک بعد میں پیدا ہونے والی کشیدگی سے بچ گیا ہے۔

بچہ ڈوب کر مر گیا ہے

چودھری نور احمد ارائیں کے بہنوئی محمد شفیع کی پہلی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ اس نے عقد ثانی کر لیا ہے وہ اپنے صحن میں بیٹھی رو رہی ہے۔ درویش نے کہا۔ پہلے میری بات کا جواب دو۔ پھر رونا؟ وہ خاموش ہو گئی۔ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ بچہ گھر کی ڈگی میں ڈوب کر مرا ہے! جب بچہ ڈوبا ہے آپ کہاں تھیں؟ میں ساگ

Marfat.com

لینے گئی ہوئی تھی۔ کس رقبہ سے ؟ فلاں جگہ سے آپ کو کسی نے دیکھا ہے ؟ ہاں فلاں فلاں اس کی شہادت دیں گے۔ جب واپس آئی ہو دوسرے لوگ پہنچ چکے تھے ہاں جب آپ گھر سے گئی تھیں، بچے کس کے سپرد کیا تھا ؟ اس کی بڑی بہن کھیلا رہی تھی اس کی شہادت موجود ہے ! کہا آپ فارغ !

اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور پھر تھانہ کو رپورٹ بھیج دی ہے۔ اس نے آخر کاغذات کی تکمیل کر لی ہے۔

شیخ انوار الحسن پروفیسر

بہت پہلے کی بات ہے۔ پروفیسر انوار الحسن آف بہاولپور ہمارے چک کے زمیندار ہیں، مزارع اور اُن کے درمیان کوئی متنازعہ مسئلہ ہے۔ اجتماع عام میں اس پر گفتگو شروع ہوئی۔ درویش نے کہا وہ غریب آدمی ہے۔ ہمیں اس کا خیال بھی رکھنا ہے۔ پروفیسر صاحب ! فیصلہ غریب اور امیر کی بنیاد پر کرنا ہے۔ عدالت کا تقاضا یہ نہیں ہے۔ درویش آپ ایک فریق ہیں۔ عدالت کے تقاضوں کو اب ہم نے دیکھنا ہے۔ وہ اُٹھ کر چل دیئے۔ درویش نے کہا۔ ایک بات سنتے جائیں۔ ہم فیصلہ کرکے اس درخت کے ساتھ باندھ دیں گے جس کے نیچے بیٹھے ہیں۔ پھر دیکھیں گے اسے کون نہیں مانتا۔ وہ کچھ کہے بغیر لیاقت پور کو روانہ ہو گئے ہیں، لیکن ان کے نمائندہ نے ہمارے فیصلہ کو قبول کر لیا ہے۔

اُن کے نام دو مربعے ہیں۔ پہلا بیچ چکے ہیں۔ دوسرے رقبہ کو آبادی کے لیے ہم نے لیا ہے۔ معاوضہ میں کوئی چھ ایکڑ دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن کوئی چھ ماہ کے بعد معاہدہ منسوخ کرنے آ گئے ہیں۔

Marfat.com

ہمارے والد صاحب نے پانچ سو روپے اپنی محنت کے مانگے ہیں۔ پروفیسر
صاحب نے تین سو روپے نکال کر رکھ دیئے ہیں۔ ہم نے شکریہ کے ساتھ قبول کر کے
باقی چھوڑ دیا ہے۔

بڑے بچے کو مارا ہے

چوہدری شہاب الدین نمبردار، بڑے غصہ کی حالت میں میرے مکان پر آئے
اور کہا میرے چھوٹے لڑکے کو فلاں جگہ پر گلے میں کپڑا ڈال کر پیٹنا دیا ہے۔ یہ کل کا واقعہ
ہے۔ مجھے بچہ نے ابھی بتایا ہے۔ میں غصہ کی وجہ سے اس طرف سے آیا ہوں تاکہ
ہمارا آمنا سامنا نہ ہو۔

بچہ خیریت سے ہے۔ پھر اس گھبراہٹ کا سبب کیا ہے؟ کوئی بات نہیں
میں ابھی بلا کر پوچھتا ہوں۔ طلبی میں وہ شخص آیا اور کہا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں
اپنی صفائی میں فلاں شخص کو پیش کر سکتا ہوں۔ چوہدری شہاب الدین کو کہا۔ ان کے
ساتھ جا کر صفائی لے لو۔

بیلنے کا لوہ پہ چوری ہو گیا ہے

چوہدری شہاب الدین نے مجھے اپنے ڈیرہ پر بلایا ہے۔ فلاں شخص پر شبہ
ہے۔ کھوجی پیر کی شناخت کرتا ہے وہ صفائی دینے سے انکاری ہے۔ ہماری ساری
برادری اسے کہہ سن چکی ہے۔ درویش نے تاریخ دے دی ہے۔ کھوجی بلایا گیا
ہے۔ الزام علیہ بھی حاضر ہے۔

چوہدری عبدالعزیز اعوان اور ماسٹر دانشمند بھی اجلاس میں موجود ہیں۔ درویش نے
ملزم سے دریافت کیا۔ آپ صفائی دینے کے لیے تیار ہیں۔ جی ہاں جیسے آپ چاہیں!

Marfat.com

کھوجی صاحب ! آپ اپنے بیان کو قسم سے مؤید کرنے کے لیے تیار ہیں ؟ کھو
سے قسم مانگنے کا کوئی دستور نہیں ہے۔ آپ کا بیان مشکوک سمجھا جا سکتا ہے۔ کہا
درویش دو اور تین پانچ ہوتے ! ہر آدمی قسم دے سکتا ہے کہ مروجہ حساب کے
مطابق یہ نتیجہ صحیح ہے۔ جب آپ کو یقین ہے کہ میرا بیان صحت کے تقاضا کو پو
نہیں کرتا تو پھر میں ایک زمیندار کی شہرت کو چوری کے داغ سے خراب کرنے کی ذ
نہیں اُٹھا سکتا۔ مابدولت کی عدالت لسے اس الزام سے بری سمجھتی ہے۔ گوجر برا
نے آگے کوئی کاروائی کیے بغیر میری اس دلیل کو مانتا دی ہے۔ اس کیس میں درویش
کے انداز فکر سے پولیس اور مجسٹریٹ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

چوری میٹھے توڑنا

چوہدری نور محمد ارائیں نے درویش کو کہا کہ فلاں شخص نے میرے کچھ میٹھے توڑ
ہیں۔ اس نے درویش کے سامنے اپنا قصور مان لیا ہے۔ اسے اس کے حوالہ کر دیا
اس نے کہا چلو۔ میں آپ کو تھانہ لے جاتا ہوں۔ چند قدم پر جا کر چھوڑ دیا کہ درویش ک
یہی فیصلہ ہے۔

سیٹھ کا روادارانہ عمل

سیٹھ محمد رمضان لیاقت پور میں امین ہوٹل کے مالک ہیں۔ چک میں کوئی چھ ایک
زرعی اراضی کے مالک ہیں اور چک میں ایک احاطہ دکان بھی اپنے نام تقسیم کرایا ہے
دیندار اور نمازی آدمی ہیں۔ لیاقت پور جامع مسجد انتظامیہ کمیٹی کے ممبر ہیں۔ چک
میں پانی کا نالاب اُن کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اسکول کی عمارت حاصل کرنے میں بھی ا
کافی حصہ ہے۔ لیاقت پور میں مکان بنا لیا ہے اور ہوٹل خرید کیا ہے۔ درویش

Marfat.com

انفلوئنزا بخار ہو گیا۔ دوسرے تیسرے دن ہی خبر لینے آگئے ہیں اور لیاقت پور آنے کی دعوت دے گئے۔ چنانچہ ہوٹل کا ایک کمرہ دے کر علاج و معالجہ میں کافی سہولت پیدا کر دی اور اس کا کوئی کرایہ وغیرہ نہیں لیا۔ یہ سب رسمی باتیں ہیں جو غیر معمولی بات ان کی دیکھنے میں آئی ہے جس کی مثال اور نظیر ہم بہت کم دکھا سکتے ہیں۔

ستمبر ۱۹۶۹ء، گوجر اعوان لڑائی

گوجر پارٹی شدید زخمی ہوئی ہے اور ایک آدمی میدان میں کام آیا ہے۔ ہمشیرہ زخمی بے ہوش پڑی ہیں۔ خان بیلہ کے ہسپتال میں انسپکٹر پولیس تھانہ دار کی موجودگی میں بیان لے رہے ہیں۔ درویش کے ایک ہاتھ میں چائے کی پیالی ہے۔ دوسرے میں بسکٹ۔ گوجر اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ ہم لڑے نہیں۔ ہماری مفت میں پٹائی ہوئی ہے۔

انسپکٹر پولیس جھنجلا کر درویش صاحب! کیا فری فائٹ نہیں ہوئی؟ جناب والا جو ہوا ہے۔ اردو لغت میں لڑائی کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ واپسی پر جب درویش لاری والے کو کرایہ دینے لگا۔ اس نے بتایا کہ آپ کا کرایہ سیٹھ رمضان نے دے دیا ہے۔

ایک اجتماع میں چک کے امام مسجد نے کہا کہ میرا اتنا فصلانہ لوگوں کی طرف بقایا ہے درویش نے اپنی برادری کے بقایا میں ۷۵ روپے اپنی جیب سے ادا کر دیئے ہیں۔

مولوی نجم دین اور غلام محمد گوجر

رقم کے بارے انکا تنازعہ چلا آ رہا ہے چک میں ایک عام اجتماع میں چودھری غلام محمد نے اپنا حساب کتاب درویش کو دکھایا ہے۔ مولوی نجم دین دوسری رقموں کے ساتھ ایک

Marfat.com

رقم مبلغ -/۱۵۰ روپے سے انکاری ہیں لیکن وہ کوئی اس کی تردید میں ثبوت پیش نہ
کرسکا۔ درویش نے کسی سے قسم لئے بغیر غلام محمد کے حساب کو حجت قرار دے کر فیصلہ
نجم دین کے خلاف دے دیا ہے اور رقم کی ادائیگی خود کردی ہے۔ نجم الدین درویش
کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔

رشیدہ صباح

نام ہے رشیدہ بی بی! اُستاد کہتے ہیں۔ رشیدہ صباح! اس نے اپنے
نکاح نامہ پر رشیدہ صباح لکھا ہے۔

پرائمری جماعت وہ کوئی ۱۹۶۶ء میں پاس کر چکی ہیں اور برابر اس پر سوزح بچار کر
رہتی ہے۔

۳۱ اگست ۱۹۶۹ء کو اُن کی شادی میں کوئی بارہ دن باقی رہ گئے ہیں کہ گوجرانوالہ
لڑائی کا حادثہ پیش آجاتا ہے۔ اور شادی کے دن ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی ڈیڑھ سال
تک کام کی مصروفیت میں مشغول رہنے کے بعد طبیعت نے پھر کروٹ لی اور عربی پڑھنے
کی اُمنگ جاگ اُٹھی! درویش کا کسی کے گھر آنا جانا نہیں ہے۔ ماسوا اس گھر کے
اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کہا۔ بعض مجبوریوں کی وجہ سے میرا گھر پر رہنا ضروری ہے
مَیں کام سے تو فراغت حاصل کر چکی ہوں۔ گھر چھوڑنے کی مجبوری باقی ہے۔ والدین نے
بھی اس پر رضامندی ظاہر کی ہے اور اس بچی نے معتد بہ حصہ عربی گرائمر کا پڑھ لیا ہے
اور لغت قرآن میں کافی مصادر[1] یاد کر لیے ہیں۔ دوسرے کے گھر جا کر پڑھانا اپنے آپ کو
ایک کڑی آزمائش میں ڈالنا ہے۔ اگر کسی کے گھر سے ہمیں نہ دیانت و امانت مل سکے

[1] قرآنی مصادر الگ کتابی شکل میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

ہے تو وہ ان کا ہی گھر ہے۔

محمد رفیق علی احمد

میں ایک رات کسی کام کی وجہ سے اُن کے گھر گیا۔ گرمی کا موسم ہے۔ باہر ہوا چل رہی ہے۔ رات کے کوئی بارہ بجے ہیں۔ یہ اندر بیٹھی دیئے کی روشنی میں اپنا سبق یاد کر رہی ہے۔ محنت کے ہر ریکارڈ کو پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ رفیق آپ صرف رشیدہ جتنی عربی پڑھ لیں۔ اس نے یہ واقعہ بیان کر کے کہا: میرے بس کی بات نہیں ہے۔ اس نے بہت محنت کی ہے۔

درود وصلوٰۃ

جب مقدمۂ قتل سیشن کورٹ میں آخری مراحل طے کر رہا ہے۔ آج اس گھر میں درود وصلوٰۃ پڑھا جا رہا ہے اور کل دوسرے میں۔ آج ایک آیت کا ورد ختم ہوا تو کل دوسری کا شروع ہو رہا ہے۔

بھائی عبدالحمید اعوان کی سالی ہمارے چک کے مدرسہ میں پڑھاتی ہے۔ وہ علی احمد کے لڑکے محمد لطیف کے ہمراہ آتی ہے۔ اپنی ہیڈ مسٹریس کا ہاتھ پکڑ کر آج ایک گھر میں لے جا رہی ہے اور کل دوسرے گھر میں۔ جب سب کے سب ملزم بری ہو کر واپس آئے تو خوشیوں اور مسرتوں کا اپنے ساتھ ایک دریا بہا لائے ہیں۔ دور ونزدیک کے سب رشتہ دار اپنا اور بیگانہ ہر فرد بشر، اس غیر متوقع خوشی میں شریک محفل ہے۔ ایک لڑکی نے چوہدری علی احمد جس کے دو لڑکے ماخوذ تھے۔ بڑھ کر سلام کیا اور چچا جان کہہ کر مبارکباد دی ہے۔ حیرت واستعجاب کے ساتھ کہ مجھے اس لڑکی میں اُنس ومحبت نظر آتی ہے اور میں اسے جانتا نہیں ہوں۔ بعد میں دریافت پر بتایا۔ بنت درویش تھی۔ پردہ دار لڑکی ایک

Marfat.com

ہی جست میں کود کر آگے کیوں آ گئی ہے جس پر ایک ہی چک میں رہتے ہوئے اُن کی
نظر نہیں پڑی۔ اس کی بیٹی نے اس کے باپ کو اپنا باپ سمجھا ہے اور یہ اس محبت کی
ایک صدائے بازگشت ہے۔ آج وہ وفورِ مسرت میں اپنی بہن کے برابر شریک ہے
ایک لڑکی کا باپ مر گیا ہے۔ تو ہم برابر اس کے غم میں رو رہے ہیں اور اگر ایک کا بھائی
ہو کر آیا ہے تو ہم برابر ناچ رہے ہیں۔ چک میں درویش کے سوا کسی دُوسرے شخص کو
اس صورتِ حال کا سامنا ہے ؟

چک نمبر ۷۴، ۳۰ آر میں درویش کا ورود و نزول

مشیتِ ایزدی نے سامانِ زلیست جو اس جگہ پیدا کر دیا ہے۔ درویش
کے بھلا کوئی بس کی بات ہے۔ ۱۶ اپریل ۱۹۵۳ء مؤدب اسکول کا افتتاح درویش کے
ہاتھ سے ہوا ہے۔ زنانہ مدرسہ گھر میں ہے۔ قرآن کی تعلیم پر خاص توجہ دی گئی ہے جب
اس پہلی ٹیم نے پرائمری کا امتحان پاس کیا ہے تو قرآن کا سپارہ ڈیڑھ سپارہ بچیاں حفظ کر
چکی ہیں۔ عربی گرائمر اور مصادر کافی تعداد میں یاد کیے ہیں۔ فارسی کلید مصادر بھی حفظ کر
لیا ہے اور انگریزی الفاظ کی ایک بڑی تعداد سے لڑکیاں روشناس ہو چکی ہیں اور
یہ ایک ریکارڈ ہے۔

اللہ یعصمک من الناس : اللہ بچا لے گا تم کو لوگوں سے۔ اللہ مبتدا
یعصم فعل مضارع باب ضرب صیغہ واحد مذکر غائب (ک) ضمیر منصوب متصل واحد
مخاطب ! مفعول ! من حرف جار اور الناس مجرور ہے۔ اس معیار پر اُن کو لایا گیا ہے
بڑی محنت سے حفظ کا ایک اعلیٰ معیار قائم کیا ہے اور ہر لڑکی اپنے گھر میں شام کے بعد
کام کاج سے فارغ ہو کر کوئل کی طرح کُوکتی نظر آتی ہے۔ اس سے بچوں میں تحریک پیدا

Marfat.com

ہوئی۔ والدین کو بھی شوق آیا۔ چنانچہ چوہدری علی احمد اعوان اور چودھری محمد سردار آرائیں کے صاحبزادہ علی الترتیب بشیر احمد اور محمد منور قرآن حفظ کر چکے ہیں۔ ان اثرات کے نتیجہ میں آگے چل کر چک میں حفظ قرآن کا مدرسہ قائم کیا ہے۔ جلد دوئم میں اس کا مفصل ذکر ہے۔

مسٹر تنویر اعوان

جب ہم جوان تھے ان کے بڑے بھائی چوہدری عبدالکریم ہمارے چک سے محمد جمیل کو ہمراہ لے کر بہاولپور پہنچے اور ایک مقدمہ میں ایڈیشنل کمشنر شیخ محمد حسین کو سفارش کے لیے کہا ہے۔ شیخ صاحب احمد پور شرقیہ ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بتایا کہ اس سلسلہ میں میرے ماموں نے بھی کہا ہے اور شیخ نثار احمد ایڈووکیٹ مقدمہ کی پیروی کر رہے ہیں۔ ذاتی طور پر وہ بھی مل چکے ہیں۔ میں خیال رکھوں گا۔ شیخ صاحب کوئی ۱۱سال ڈپٹی کمشنر رہے ہیں۔ ان کا اس طرح اظہار خیال ان کے دل میں درویش کی قدر و منزلت پر ایک دلیل ہے۔

شیخ عبدالرشید اسسٹنٹ کمشنر لیاقت پور: ان دنوں چودھری عبدالعزیز اور چودھری علی احمد نے ہمارے چک میں رقبہ خرید کیا ہے اور ملک عبدالکریم دھارے والے بٹ میں رقبہ اور مکان لینا چاہتے ہیں ان سب کے لیے شیخ صاحب کو کہا ہے اور ان کی حسب منشا کام ہو گیا ہے اس بڑھاپے میں تنویر صاحب ہمارا خیال نہ رکھیں تو ان کی اپنی برخورداری پر حرف آتا ہے۔

Marfat.com

ایک ماں اور دو بچیوں کی موت

چک ۴۷، ۳۔آر عباسیہ لیاقت پور ۱۹۸۴ء کے اوائل کی بات ہے۔ایک لڑکی نے اپنی دو بچیوں کو ساتھ لے کر چک کے تالاب میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی ہے۔ چک کا ہر فرد بشر گہرے رنج میں ڈوب گیا ہے۔سردیوں میں کوئی ۶½ بجے کا وقت ہے۔

معراج دین مزارع اپنی بیوی کے ساتھ چک کے قریب والی لاٹ میں بیلنا چلا رہا ہے۔اسے اطلاع ملی ہے کہ بہو اپنی دو بچیوں سمیت غائب ہے وہ گھر آ گیا ہے کسی نے اطلاع دی ہے کہ بچیاں تالاب میں مردہ تیر رہی ہیں۔ان کو نکال کر والدہ کی تلاش ہوئی بالآخر وہ بھی تالاب میں مل گئی ہے۔تینوں لاشیں باہر نکال لی گئی ہیں اور ان کے پاس آگ جلا دی ہے کہ شاید گرمی سے کسی کے جسم میں کوئی حرارت پیدا ہو لیکن بے سود مرد و عورت چک کا ہر باشندہ غم و اندوہ اور حیرت و استعجاب کے ساتھ تالاب پر کھڑا ہے۔

چک والے اس بات پر سہم گئے ہیں کہ پولیس اسباب موت میں کیا موقف اختیار کرتی ہے۔ درویش بیلنا پر گیا ہے وہاں کے کام کا جائزہ لیا ہے تالاب کے کنارہ بیٹھ کر دیکھا ہے کہ لڑکیاں ہاتھ ڈال کر نکالی جا سکتی ہیں۔ہر طرح تسلی کر کے تھانہ اطلاع بھجوا دی گئی ہے۔پولیس موقعہ پر پہنچ گئی ہے اس نے گھر اور تالاب کا جائزہ لیا ہے اور بالآخر ایک جگہ بیٹھ کر چک والوں کو بلایا ہے۔ درویش نے کہا میری رائے بشمول ان حاضرین کے یہ ہے۔کیس قتل کا نہیں۔ اقدام خودکشی ہے لیکن اس کے اسباب کیا ہیں۔ہم اس کی دریافت میں کامیاب نہیں ہوئے۔ خاوند کا کچھ دن پہلے آپریشن ہوا

Marfat.com

ہے۔ وہ ابھی پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا۔ اب بھی بخار سے پڑا ہے۔

ساس اپنی بہو کی حقیقی پھوپھی ہے۔ ان کے درمیان جھگڑا تنازعہ سننے میں نہیں آیا۔ لڑکی کا چال چلن بھی ٹھیک رہا ہے اس کے سسر اور ساس خود کام کرتے ہیں۔ ان کا صرف ایک لڑکا ہے۔ بہو کے ذمہ صرف بچوں کی دیکھ بھال رہی ہے۔ باہر کے کام کا ان پر کوئی دباؤ نہ تھا۔ ان حالات میں ہم اقدام خودکشی کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے۔

پولیس نے اپنی کارروائی مکمل کر کے پوسٹ مارٹم کرایا ہے اور لاش چک والوں کے حوالے کر دی ہے۔ پولیس کا رویہ چک والوں کے ساتھ ہمدردانہ رہا ہے۔ اس حادثہ نے چک پر غم کے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

Marfat.com

طبقاتِ درویش

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ بلادِ عرب

۱۔ ملک عرب "یہ ایک مستطیل جزیرہ نما قطعہ زمین ہے جو براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں ۱۲ تا ۲۵ درجہ طول شمالی ۳۴ تا ۵۹ درجہ طول شرقی میں واقع ہے۔

حدود اربعہ: مغرب بحیرہ احمر! شرق خلیج فارس اور بحر عمان جنوب بحر ہند۔ شمال عراق عرب اور ملک شام۔ لمبائی چودہ سو میل اور چوڑائی گیارہ سو پچاس میل ہے۔ رقبہ تخمیناً گیارہ لاکھ مربع میل ہے۔ آبادی دو کروڑ سے زائد ہے۔ مذہب اسلام اور زبان عربی ہے۔

تفسیر حقانی مطبوعہ دہلی ۱۳۱۴ھ

۲۔ سید سلیمان ندوی طول تقریباً پندرہ سو میل عرض چھ سو میل ہے اور مجموعی رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔ ملک کا بڑا حصہ ریگستانی ہے پہاڑوں کا ملک میں ایک جال بچھا ہوا ہے۔ سب سے طویل سلسلہ پہاڑ جبل السراہ ہے جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر شمال میں شام تک چلا گیا ہے اس کی سب سے اونچی چوٹی تقریباً آٹھ ہزار فٹ بلند ہے۔ بعض حصے زرخیز اور شاداب ہیں۔

عرب اصل میں عربہ تھا۔ سامی زبان میں اس کے معنی دشت وصحرا کے ہیں چونکہ عرب کا بڑا حصہ دشت صحرا ہے اس لیے تمام ملک کو عرب کہا جانے لگا۔

Marfat.com

(سیرت النبی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء)

۴۔ عرب ممالک

براعظم ایشیا کے جنوب مغربی سمت ایک جزیرہ کی صورت میں واقع ہیں جن کی حد بندی یہ ہے۔ شمال میں شام و فلسطین اور جزیرہ کے علاقے ہیں۔ جنوب میں خلیج عدن اور بحیرہ ہند ہے۔ مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہے مغرب میں خلیج عرب اور تنگنائے باب المندب، بحیرہ احمر اور نہر سویز ہے۔

عرب کا رقبہ دس لاکھ مربع میل ہے۔ جس کا سب سے زیادہ فاصلہ عقبہ تا عدن چودہ سو میل طویل ہے۔ عرب ممالک کو ایسے ٹیلے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جو مشرق کی سمت ڈھلان میں واقع ہے۔ (سیرت محمد رسول اللہ مؤلفہ شیخ محمد رضا مطبوعہ ۱۹۱۱ء

(تاج کمپنی کراچی لاہور)

ملک عرب کا جغرافیہ

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے چونکہ اس کو تین طرف سے تو سمندر نے اور چوتھی طرف دریائے فرات نے جزیرہ کی طرح گھیرا ہوا ہے۔ اس لیے اسے جزیرہ عرب کہتے ہیں۔

اس کے شمال میں بلاد شام و عراق ہیں۔ مغرب میں بحر احمر یعنی بحیرہ قلزم جنوب میں بحیرہ ہند اور مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہے۔ اس کا طول شمالاً جنوباً پندرہ سو میل کے قریب اور اوسط عرض شرقاً غرباً آٹھ سو میل ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل ہے جو براعظم یورپ کی ایک تہائی کے قریب ہے۔ (سیرت رسول عربی مؤلفہ پروفیسر نور بخش توکلی)

Marfat.com

جزیرہ عرب دُنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما عرب بارہ لاکھ مربع میل کے رقبہ پر مشتمل ہے عرب والے اسے جزیرہ العرب کہتے ہیں۔ اس کے تین طرف پانی اور ایک جانب خشکی ہے یہ پاکستان کے مغرب اور ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔

عرب کی اب تک باقاعدہ پیمائش نہیں ہوئی، تاہم رقبہ قریباً بارہ لاکھ مربع میل ہے جو جرمنی اور فرانس سے چوگنا ہے! مُلک کا بڑا حصّہ ریگستان اور صحراء پر مشتمل ہے ملک بھر میں پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہُوا ہے۔ محلِ وقوع کے اعتبار سے ہر مقام کی آب و ہوا مختلف ہے لیکن عموماً گرم خشک ہے۔

(اسلامی دستورِ حیات علاّمہ غلام محمد حریری مطبوعہ اگست ۱۹۸۰ء لاہور)

عرب کا طول و عرض مختلف فیہ ہے۔ سیّد سلیمان ندوی اور پروفیسر نور بخش توکلی اس کا طول پندرہ سو میل بتاتے ہیں اور کل رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔ بارہ لاکھ رقبہ کے بارے ندوی اور غلام محمد حریری متفق ہیں۔ پروفیسر توکلی پندرہ سو میل طول اور آٹھ سو میل عرض کہتے ہیں، لیکن مجموعی رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار حروف میں لکھتے ہیں جو غلط ہے۔

اگر ہم پندرہ سو میل طول اور آٹھ سو میل فرض کرتے ہیں، تو رقبہ بارہ لاکھ مربع میل بنتا ہے۔ اللہ اعلم بالصواب!

تقسیمِ عرب ملک عرب طبعی اعتبار سے پانچ حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ (۱) حجاز (۲) یمن (۳) نجد (۴) تہامہ (۵) یمامہ

حجاز

عرب کا سب سے بڑا طویل سلسلہ جبل السراۃ ہے۔ یہ سلسلہ شمال میں شام سے شروع ہو کر یمن میں جا کر ختم ہوتا ہے۔ اس نے عرب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ مغربی حصّہ مشرقی حصّہ سے چھوٹا ہے۔ عرض کوہ کے دامن سے بحر احمر تک اور طولاً حدود شام سے یمن تک پھیلتا چلا گیا ہے اس حصّہ کا نام حجاز ہے۔

حجاز کا جنوبی حصّہ بطرف یمن جو نشیب میں ہے تہامہ کہلاتا ہے اس کے معنی پستی کے ہیں مشرقی حصّہ عموماً بلند ہے۔ وہ کوہ سراۃ سے اُتر کر وسط ملک کو طے کرتا ہُوا عراق تک چلا گیا ہے اور اس حصّہ کو نجد کہتے ہیں جس کے معنی سطح مرتفع کے ہیں۔

حجاز:۔ یہ قطعہ زمین بحر قلزم کے مشرق میں ہے۔ جنوب میں تہامہ اور یمن ہے۔ شمال میں ایلہ ہے مشرق میں نجد اور یمامہ ہے۔ یہ ریگستانی اور پہاڑی علاقہ ہے۔ رقبہ کوئی ڈیڑھ لاکھ مربع میل ہے۔ اس کے مشہور شہر مکہ، مدینہ، جدّہ اور طائف ہیں۔

مکہ معظمہ

عرض بلد درجہ ۲۸ دقیقہ طول بلد ۴۰ درجہ ۹ دقیقہ سطح سمندر سے تقریباً ۳۳۰ میٹر بلند ہے۔ مکہ ملک عرب کا سب سے زیادہ مشہور اور تاریخی شہر ہے دو پہاڑوں کے درمیان مستطیل شکل میں ایک وادی ہے جس کی لمبائی تقریباً دو میل ہے اور چوڑائی اس سے بھی کم دو ثلث کے برابر! مشرقی جانب جو پہاڑ ہے اسے جبل ابو قبیس کہتے ہیں یہ اس پہاڑ سے بلند ہے جو مغرب میں واقع ہے اور وہ جبل قعیقان کہلاتا ہے

Marfat.com

اس وادی میں شہر مکّہ آباد ہے ۔ آب و ہوا گرم خشک ہے مگر صحت بخش ۔
منطقہ حارہ کے قریب ہونے کی وجہ سے گرمیوں میں باد سموم چلتی ہے تو سخت گرمی
ہوجاتی ہے ۔

تاریخ خانہ کعبہ

سن تعمیر اندازاً ۲۰۵۴ سال قبل از مسیح ہے ۔ قرآن نے اس کی قدامت
کے بارے کہا ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدی
للعالمین ۝ اور اس کی آبادی کے ذکر میں حضرت ابراہیم کی دُعا کے الفاظ اس
طرح نقل کیے ہیں ۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک الحرام
ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم
من الثمرات لعلھم یشکرون ۝ (پارہ ۱۳ رکوع ۱۸)

اے میرے پروردگار ! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے
محترم گھر کے پاس اپنی اولاد سے کچھ لوگوں کو بسایا ہے تاکہ تیری عبادت کریں ۔
لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے ! اور نان و نفقہ کا تو ہی کفیل ہے ۔
ان کو ہر قسم کے رزق سے نوازنا تاکہ یہ تیرے شکر گذار بندے بن کر رہیں ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

مولانا عبدالماجد دریا آبادی سر چارلس محقق
اثریات کی جدید ترین تحقیق کے مُطابق حضرت

Marfat.com

ابراہیم کی تاریخ ولادت ۲۱۶۰ قبل از مسیح قرار دیتے ہیں اور تورات کے حوالہ سے ان کی عمر ۱۷۵ سال تعین کر کے وفات ۱۹۸۵ قبل از مسیح دکھائی ہے حضرت اسماعیل کی تاریخ ولادت ۲۰۷۴ عمر ۱۳۷ سال اور تاریخ وفات ۱۹۳۷ قبل مسیح قرار دی ہے۔ حضرت ابراہیم کے گھر ۸۴ سال کی عمر میں حضرت اسماعیل مصری بیوی حاجرہ کے بطن سے ہوئے ہیں اور ۱۰۰ سال کی عمر میں حضرت اسحاق سارہ عراقی کے بطن سے ہوئے ہیں۔

ان کی تیسری بیوی قنوزہ کے بطن سے چھ لڑکے ہوئے ہیں۔ (۱) زمران (۲) یقسان (۳) مدان (۴) مدیان (۵) اسباق (۶) سوخ!

حضرت ابراہیم حضرت نوح کی غالبا گیارہویں پُشت میں تھے۔ جائے پیدائش تورات کے مطابق اُور (UR) ہے یہ شہر جدید جغرافیہ کے مطابق ملک عراق میں واقع ہے۔ مدتوں یہ شہر نقشہ سے غائب رہا ہے۔ ۱۸۹۴ء میں کھدائی شروع ہوئی اور کھدائی کا کام پورے سات سال جاری رہا۔ رفتہ رفتہ سارا شہر نمودار ہوگیا ہے۔ یہ شہر خلیج فارس کے دہانہ فرات اور عراق کے پایہ تخت بغداد کے تقریباً درمیانی مسافت پر ہے۔ (ماجدی)

"حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے وطن کلدان میں توحید کی صدا بلند کرنی چاہی تو آگ کے شعلوں سے کام پڑا۔ مصر آئے تو ناموس کو خطرہ کا سامنا ہُوا۔ فلسطین پہنچے۔ کسی نے بات تک نہ پوچھی۔ خدا کا جہاں نام لیتے تھے شرک اور بُت پرستی کے غلغلے میں آواز دب کر رہ جاتی تھی۔ معمورہ عالم کے صفحے نقشہائے باطل سے ڈھک چکے تھے۔ اب ایک سادہ بے رنگ ہر قسم

Marfat.com

لے نقش و نگار سے معّرا ورق درکار تھا جس پر طغرائے حق لکھا تے یہ صرف حجاز کا صحرائے ویراں تھا جو تمدن اور عمران کے داغ سے کبھی داغدار نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم حضرت حاجرہ اور اسماعیل کو عرب میں لائے اور ان کو یہیں آباد کیا"۔ (سید سلیمان ندوی)

حضرت اسماعیل علیہ السّلام

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم اپنی بیوی حاجرہ کو ان کے بیٹے اسماعیل سمیت ملک شام سے وادی مکّہ میں لے آئے اور جس جگہ اب زمزم کا کنواں ہے۔ یہاں لا اتارا۔ پانی کا ایک مشکیزہ اور کچھ کھجوریں دے کر شب باش ہوئے بغیر واپس لوٹ گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بچہ شیرخوار تھا۔ پانی کے ختم ہونے پر والدہ ادھر اُدھر بھاگی۔ متوازی دو پہاڑیاں تھیں۔ صفا اور مروا! کوئی سات چکر کاٹے بالآخر مایوس ہو کر جو لوٹی دیکھا بچہ کے ایڑیاں رگڑنے سے زمین میں سے پانی کا سوتہ پھوٹ پڑا ہے۔ اس کو غائبی امداد سمجھ کر مطمئن ہو گئیں۔

اتفاق سے بنی جرہم کا ایک قافلہ یمن کی طرف سے ادھر آنکلا۔ اس سے ان کی زندگی کو سہارا مل گیا ہے۔ بعد میں اس قبیلہ کے کچھ لوگ اس جگہ آباد ہو گئے ہیں اور اسماعیل کی شادی بھی اس قبیلہ میں ہوئی ہے۔ آگے چل کر بنو اسماعیل بنی عدنان کے نام سے مشہور ہوئے ہیں اور قومیت کے اعتبار سے یہ لوگ متعاربہ کہلاتے ہیں۔ یعنی ملی جلی اولاد۔ اس کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ اسماعیل نے اپنی شادی بنی قحطان میں کی تھی جن کی اولاد عاربہ یعنی خالص عرب کہلاتی ہے اور یہ قوم عرب کے علاقہ یمن میں آباد تھی۔ قحطان سام کا بیٹا اور

Marfat.com

نوح کا پوتا تھا۔ قحطان کے ایک بیٹے کا نام یعرب تھا اور اس کو عربی زبان کا موجد مانا گیا ہے۔ لفظ عربی کی وجہ تسمیہ موجد کے نام سے ظاہر ہے (شوق تاریخ سلام)

عرب میں ایک قبیلہ بنی قضاعہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حضرت اسماعیل کے بھائی فردخ کی اولاد ہیں جنھوں نے ایران آکر عرب میں سکونت اختیار کرلی ہے یا وہ غلام بن کر یمن میں آئے ہیں۔ ان کو موالی بھی کہا جاتا ہے۔ اہل عرب ان کو عجمی کہتے ہیں۔ (شوق)

طلوعِ اسلام کے بعد موالیوں میں بہت زیادہ فقیہہ پیدا ہوئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ بھی اسی قبیلہ سے ہیں۔

حضرت اسماعیل کی اولاد ان کے بارہ لڑکے تھے جن سے آگے نسلیں چلی ہیں۔ عبدالماجد کہتے ہیں: "تورات میں ان کے نام درج ہیں"۔ ان سے جو شاخیں چلی ہیں وہ وسط عرب میں آباد ہوئی ہیں۔ ان لوگوں کی زیادہ تعداد خانہ بدوش رہی ہے۔

تعمیر المسجد الحرام مولانا عبدالماجد کہتے ہیں۔ مسجد حرام یا حرم شریف کی موجودہ عمارت کا نقشہ خلیفہ اوّل مہدی عباسی کے زمانہ کا ہے بعد کے خلفاء برابر اس میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ خصوصاً ترک سلاطین موجودہ ہیئت سلطان سلیم ثانی متوفی ۱۵۷۷ کے عہد سے تقریباً قائم ہے۔

صحن کی وسعت چھ سو فٹ بیان کی گئی ہے۔ متعدد بڑے بڑے عالیشان اور فراخ دلان چاروں طرف اس کے علاوہ ہیں۔ داخلہ کے اکتالیس دروازے ہیں۔ مینارے چھ ہیں اور گنبد گمزیوں کی تعداد ۱۵۰ سے

Marfat.com

مجاور ہے۔
ایک دُوسرے بیان کے مطابق شمالی غربی وسعت ۵۴۵ فٹ ہے۔ جنوبی و
شرقی ۵۵۳ شمال شرقی ۳۶۰ اور جنوب مغربی ۳۶۴ فٹ ہے۔ (ماجدی)

مسجد الحرام

مولانا عبدالحق لکھتے ہیں: مسجد حرام تقریباً شہر کے وسط میں ہے اور اس کے چاروں طرف نہایت خوشنما سنگِ مرمر کے ستونوں پر کئی کئی درجہ کے دالان ہیں، یعنی قبے بنتے چلے گئے ہیں اور اس صحن کے وسط میں سنگ مرمر کا فرش ہے اس کے بیچوں بیچ ایک مربع بڑی عمارت ہے جس کو کعبہ کہتے ہیں۔ یہ عمارت مسقف ہے۔ قد آدم سے اونچی کرسی پر ایک دروازہ مقام ابراہیم و زمزم کے کنوئیں کی طرف ہے۔ اس عمارت پر نیچے سے لے کر اوپر تک سیاہ ریشم کا غلاف پہنایا ہوا ہے اور اس کی اوٹ میں کلمہ شریف لکھا ہوا ہے، اور کعبہ سے ملی ہوئی مغرب رُخ بیضوی سنگ مرمر کی دیوار دو ہاتھ بلند ہے اس کو حطیم کہتے ہیں۔ حطیم سمیت کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اس رخ میں کعبہ کے ایک کونہ کو رکن عراقی دُوسرے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور اسی طرح دوسری طرف کے دونوں گوشوں میں سے ایک کا نام رُکن شامی ہے اور دُوسرے گوشہ پر جو دروازہ کعبہ کے قریب ہے۔ گز سوا گز بلندی پر ایک سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جو عُمدہ عقیق ہے۔ ڈھال کے برابر چاندی کے حلقہ میں بندھا دیوار میں لگا ہوا ہے۔ طواف کے بعد اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ دراصل اس کو حضرت ابراہیم نے طواف کی گنتی کے لیے لگایا تھا اور اس کو حجرِ اسود کہتے ہیں۔ پہلی عمارت کی شکست و ریخت میں اگر کوئی چیز بچی ہے تو یہی سیاہ پتھر ہے۔ دروازہ کے سامنے ایک کنواں

Marfat.com

ہے جس کو زمزم کہتے ہیں۔ (حقانی)

صفا و مروا کسی زمانہ میں مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کے پاس دو پہاڑیاں تھیں اب معمولی بلندیاں محض چٹان کی سی رہ گئی ہیں۔ صفا حرم شریف کے داہنی جانب ہے اور مروا بائیں جانب! دونوں کے درمیان فاصلہ ۴۹۳ قدم کا ہے۔ تقریباً ۱/۴ فرلانگ۔ صفا کے لغوی معنی صاف پتھر یا خالص چٹان کے ہیں۔ مروا کے معنی بھی سفید نرم پتھر کے ہیں۔ (تفسیر ماجدی مؤلفہ عبدالماجد دریا آبادی)

صفا جبل ابو قبیس کی ایک مرتفع جگہ کا نام ہے جیسا کہ مروا جبل قعیقان کے بیچ کا نام ہے جو اس کے مقابلہ میں ہے (حقانی)

منیٰ مکہ سے عرفات کی جانب تقریباً کوئی تین میل ایک مقام ہے اور اس جگہ حاجی ایام حج میں ۸ ذوالحجہ کو جمع ہوجاتے ہیں اور دوسرے دن میدان عرفات میں چلے جاتے ہیں۔

عرفات مکہ معظمہ سے جو سڑک شرق کی جانب طائف کو جاتی ہے اس پر مکہ سے کوئی بارہ میل کے فاصلہ پر ایک میدان ہے جو کئی میل لمبا چوڑا ہے اسے میدان عرفات کہتے ہیں۔ اس میدان میں ایک پہاڑی ہے۔ سطح زمین سے ۲۰۰ گز بلند اور اس جگہ ایک مسجد ہے جس کا نام نمرہ ہے اس مسجد میں باقاعدہ تقدیم نماز ظہر کے ساتھ نماز عصر پڑھ لی جاتی ہے۔ اس جگہ ٹھہرنے کو حج کی اصطلاح میں وقوف کہا جاتا ہے جو حج کا ایک فرض رکن ہے اور قریب غروب آفتاب مقام مزدلفہ کے لیے روانہ ہوجاتے ہیں۔

Marfat.com

مزدلفہ یا المشعر الحرام اس راستہ میں واقع ہے جس راستہ سے حاجی لوگ عرفات سے واپس مکہ کو لوٹتے ہیں۔ حاجیوں کا قافلہ مزدلفہ میں غروب آفتاب کے بعد پہنچتا ہے اس میدان میں بھی ایک پہاڑی ہے اور پہاڑی پر ایک مسجد ہے۔ اس جگہ نماز مغرب باقاعدہ تاخیر عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ مزدلفہ میں قیام کے بعد دوبارہ منیٰ میں آجاتے ہیں اور اس جگہ تین چھوٹے چھوٹے منارے ہیں جن پر حاجی لوگ سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ اس کا اصطلاحی نام رمی جمعرات ہے۔ اس جگہ ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد خیف ہے۔

بین الاقوامی سالانہ کانفرنس اس میں شرکت اسلام نے ہر مسلمان پر زندگی میں ایک فرض قرار دے دی ہے اور اسے شرعی اصطلاح میں حج کہا گیا ہے۔ خانہ کعبہ کے ذکر کا یہ ایک لازمی حصہ ہے حج میں جو چیزیں فرض ہیں وہ تین ہیں۔

(۱) احرام باندھنا

(۲) ۹ ذوالحجہ کو میدان عرفات میں وقوف یعنی حاضری اور قیام

(۳) خانہ کعبہ کا طواف

واجبات حج چار ہیں ۹، ۱۰ ذوالحجہ کی درمیانی شب میں مزدلفہ میں قیام۔ صفا مروا کے درمیان سعی یعنی سات دفعہ ان کے درمیان دوڑنا (۳) مزدلفہ میں قیام کے بعد منیٰ میں رمی جمعرات (۴) طواف کعبہ۔ یہ طواف، طواف فرض کے علاوہ ہے۔ اور طواف صدر کہلاتا ہے۔ قربانی

Marfat.com

کرنا، بال کترانا وغیرہ بہت سے سنن ومستحبات ان کے علاوہ ہیں۔

عُمرہ اس کا دُوسرا نام حج اصغر ہے اس میں حج کی طرح ماہ اور دن کی کوئی قید نہیں ہے۔ وقوف عرفات ہے نہ مزدلفہ کا قیام۔ حرم شریف کے باہر احرام باندھ کر طواف کعبہ کرے صفا ومروا کے درمیان سعی کرکے بال کترا لے۔ بس عمرہ ہو گیا ہے یہ ہر موسم اور ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ انہیں ارکان کے ساتھ حج کرتے تھے اس لیے انہوں نے چار مہینوں میں جنگ وجدل حرام قرار دے دی تھی۔ ذیقعدہ ذوالحجہ محرم اور رجب۔ ان مہینوں میں وہ تجارت وغیرہ کے لیے ایک جگہ سے دُوسری جگہ جاتے تھے اور کوئی شخص ان کے قافلہ کو نہیں لُوٹتا تھا اور نہ وہ باہمی لڑتے جھگڑتے تھے۔ اسلام نے بھی ان مہینوں کی حرمت قائم کر رکھی ہے۔

جدّہ بندرگاہ بحر قلزم کے کنارے مکّہ سے دو منزل کوئی ۴۵ میل کے قریب غربی جانب ایک بندرگاہ اور تجارتی منڈی ہے۔ مکہ جانے والے لوگ اس جگہ اُترتے ہیں۔ شہر پُر رونق، بازار کشادہ ہیں۔ اس جگہ ہر قسم کے تاجر رہتے ہیں۔ دوسری حکومتوں کے سفارت خانے بھی یہی ہیں۔

طائف جبل غزوان پر مکّہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر شرقی جانب سطح سمندر سے تقریباً چھ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک ہل اسٹیشن ہے۔ شاداب، سرسبز اور صحت افزا مقام ہے۔ انگور، انجیر اور دیگر میوہ جات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سبزی، ترکاری بھی ہوتی ہے اور مکہ اس کی منڈی ہے۔ حکام اور امرا کا یہ سرخ مقام ہے۔ عُمدہ عُمدہ مکانات ا، باغ ہیں۔ مکہ شہر میں جو نہر زبیدہ

Marfat.com

جاری ہے اسی پہاڑ کے کسی چشمہ سے نکلتی ہے یہ نہر خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ نے بنوائی تھی۔ قبیلہ بنی سعد، ہذیل، ثقیف، وہوازن اسی پہاڑی پر آباد ہیں۔

مدینہ منوّرہ یہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس کا پہلا نام یثرب ہے پھر مدینۃ الرسول کہا جانے لگا۔ بعدہ کثرت استعمال کی وجہ سے مدینہ رہ گیا ہے۔ مدینہ پیغمبر خدا کی آخری آرام گاہ ہے روضۂ رسول کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک مرکزی جگہ ہے۔ مسجد نبوی کو اس شہر میں ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔

قبا مدینہ سے مکہ کے رخ ایک بستی ہے۔ جب رسول خدا ہجرت کر کے مدینہ آئے تو سب سے پہلے اس جگہ ٹھہرے تھے۔

شہر کے جنوب اور شمال میں کچھ فاصلہ پر دو پہاڑ ہیں۔ جنوب میں جبل عیر ہے اور شمال میں اُحد جو دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسی پہاڑ کے دامن میں جنگ احد لڑی گئی تھی۔ پانی شیریں ہے اور شاداب جگہ ہے۔

فرع مدینہ کے جنوب میں چار دن کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں سے کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں۔

عقیق مدینہ سے مکہ کے رخ چار میل کے فاصلہ پر ایک وادی پر فرحت ہے۔ جس کا پانی نہایت شیریں اور خوشگوار ہے۔

جحفہ ایک قلعہ ہے۔ آخر وادی ستارہ میں مرو اور غفان کے درمیان مکہ جانے والوں کو بائیں طرف ملتا ہے۔ اس وادی

Marfat.com

کا سفر دو دن کا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور وادی ہے جس کو سائرہ کہتے ہیں۔
اس مقام پر زمانہ قدیم میں تمیم اور بکر بن وائل کی خونخوار جنگ لڑی گئی تھی۔

خیبر مدینہ سے شمال مغرب میں چار منزل سو میل کے فاصلہ پر ایک مستحکم
گڑھی ہے جس کے اندر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اور اس کے آس
پاس کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں اور قابل کاشت زمین ہے۔ یہاں مالدار
یہودی قوم رہتی تھی۔ یہاں سے تیمہ چار منزل ہے وہاں سے حجر چار منزل ہے
مدینہ کے مضافات میں اور بھی چھوٹے چھوٹے قلعے تھے جس میں عرب
کے قبائل آباد تھے۔ جیسا کہ ینبع بحر قلزم کے کنارے پر چار منزل ہے اور یہ ایک
قریبی بندرگاہ ہے، اور اس کے متصل عریض اور سردہ ہے ینبع کے پاس
جبل رضوی ایک سرسبز اور بلند پہاڑ ہے۔

ودان جحفہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے ایک خوبصورت
شہر آباد ہے، اور اس کے چھ میل کے قریب بوار ہے اور
اس جگہ رسول اللہ کی والدہ آمنہ مدفون ہیں۔

حجر ایک چھوٹا سا گاؤں وادی القریٰ کے قریب ایک دن کی مسافت
پر پہاڑوں میں ہے۔ یہاں قوم ثمود کے کھنڈرات ملتے ہیں۔
صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا واقعہ بھی اس جگہ ہوا ہے۔

حدیبیہ مکہ سے مدینہ کی جانب ایک دن کے فاصلہ پر یہ مقام ہے۔
صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

تہامہ اس کا طول آٹھ سو اور عرض دو سو میل ہے۔ عرب کا غربی کنارہ جو بحر قلزم سے ملا ہوا ہے۔ مدین سے۔ مکّہ تک کا شمالی کنارہ حجاز کے نام سے موسوم ہے اور مکّہ سے عدن تک جنوبی کنارہ تہامہ ہے۔ تہامہ کے معنی ساحل سمندر کے ہیں۔ اس قطعہ میں پہاڑوں کا وہی سلسلہ پھیلا ہوا ہے جو حجاز میں ہے۔

زبید تہامہ کا بڑا آباد شہر ہے۔

نجد مکّہ سے مدینہ کی لمبائی کے محاذ شرق میں نجد کا علاقہ ہے۔ اور یہ علاقہ مدینہ سے چند میل شرق میں شروع ہو جاتا ہے۔ یمامہ تک جو حصّہ ہے اس کو نجد کہتے ہیں۔ یہ علاقہ ایک سطح مرتفع ہے جو سطح سمندر سے ۱۲۰۰ میٹر بلند ہے۔ اس میں پہاڑ اور ریتلے میدان بہت ہیں۔ شاداب اور آباد علاقہ بھی ہے۔ کھجوریں اور ہر قسم کے میوہ جات اس علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ نجد کا گھوڑا بے نظیر مانا جاتا ہے۔ اس علاقہ کا ریگستان نرم زرد ریت کا ہے۔ کوئی سبز درخت ہے نہ چشمہ! یہ عرب کا وسطی علاقہ ہے آج تیل کے چشمے نکل آئے ہیں۔ موجودہ سعودی حکومت کا دارالخلافہ اس علاقہ کا شہر ریاض ہے۔ اس علاقہ کا ایک شہر ابانا ہے۔ وہابی مسلک کے بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب اس جگہ پیدا ہوئے تھے۔

یمن خانہ کعبہ سے شرق کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے پر داہنی طرف یمن واقع ہے۔ اسی وجہ سے اس کو یمن کہتے ہیں۔ جبد سرین سے لے کر کوہ یاسلم تک اور طائف سے لے کر سیدھا نجد یمن تک شرق میں

Marfat.com

بحر فارس تک اس بڑے حصہ کو یمن کہتے ہیں اور ملک عرب کا دو تہائی حصہ ہے۔ اس کا رقبہ کوئی ۷۵ ہزار مربع میل ہے سرسبز اور شاداب ہونے کی وجہ سے گنجان آباد ہے۔ اس کا صدر مقام صنعا ہے۔

یمن کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) عمان (۲) حضرموت (۳) ارض مہرہ

عمان

یمن کا شرقی حصہ سمندر کے کنارے کنارے اور کچھ جنوبی حصہ ایک مثلث کی شکل میں ہے جس کی ابتداء شہر بحرین اور انتہا شرقی اور جنوبی حصہ کو لیتی ہوئی دفر تک ہے اور اس کے موڑ پر کہ جہاں شرقی حد تمام ہو کر جنوبی شروع ہوتی ہے۔ شہر مسقط آباد ہے۔ جو تجارت کی ایک بڑی منڈی ہے اور یہاں سے کراچی بندرگاہ تخمیناً چھ سو میل ہے اور یہ عرب اور ہندوستان کے درمیان کم سے کم فاصلہ ہے اس کا رقبہ بیاسی ہزار مربع میل ہے۔ ملک عمان کا کنارہ جو بحرین سے شروع ہو کر دفر تک تمام ہو جاتا ہے یہ تخمیناً گیارہ سو میل ہے اور عرض اس کا تقریباً دو سو میل ہے۔ یہ علاقہ سرسبز اور شاداب ہے۔ کھجوریں اور دوسرے میوہ جات بکثرت ملتے ہیں۔ کاشت بھی ہوتی ہے۔ سمندر کے کنارے بندرگاہ صحاریہ بڑی تجارت گاہ ہے، اور پُر رونق ہے۔ بحرین بھی ایک شہر ہے۔ یہاں موتی نکلتے ہیں۔ یہ بھی مسقط اور صحاریہ کی طرح خلیج فارس پر ہے۔

حضرموت

یہ عدن اور عمان کا درمیانی علاقہ ہے اور اس کے درمیانی حصہ کو نجد الیمن کہتے ہیں۔ نجد کے معنی بلندی کے ہیں یعنی اُونچی زمین اسے ہمارے ملک میں بانگر کہتے ہیں۔ اس علاقہ کو بلاد خیوان بھی

Marfat.com

کہتے ہیں. اس لیے کہ بلاد خیوان اس میں واقع ہے. یہ سرسبز اور شاداب ہے زمین کاشت کے قابل ہے اس کا شہر نجران ایک بارونق شہر ہے دُوسرا شہر جرس ہے آباد اور شاداب جگہ ہے اور ایک تیسرا شہر صعوہ ہے اس جگہ چمڑے کا کارخانہ ہے۔

صنعاء یہ یمن کا دارالخلافہ ہے۔ اس سے زیادہ یمن میں کوئی دُوسرا شہر آباد ــــ بارونق اور مالدار نہیں ہے۔ اس کی آب و ہوا معتدل ہے. سردی اور گرمی دونوں موسموں میں فضا خوشگوار ہے. زمانہ قدیم میں بھی یہ شہر دارالسلطنت رہا ہے۔

مارب کا بند جو کسی زمانہ میں شام تک کے علاقہ کو سراب کرتا تھا. یمن میں تھا۔ دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار بنائی گئی تھی۔ زمین سو گز بلند مربع اور ترشے ہوئے پتھروں سے چُنی ہُوئی ایک پتھر کو دُوسرے سے میخوں اور سیسے سے جوڑا گیا تھا۔ اس سے ان پہاڑوں اور نالوں کا پانی جمع ہو جاتا تھا اور ایک بڑی جھیل شیریں پانی کی بن گئی تھی اور پھر اس سے آبپاشی کے لیے ندی نالے نکالے گئے تھے. اس سے عُمدہ باغ اور کاشتکاری کا کام لیا جاتا تھا۔

شہر صنعاء سے شمال مشرق میں تقریباً اسی میل ایک شہر سبا تھا جس جگہ ملکہ بلقیس رہتی تھی۔ اس شہر کے پاس مارب کا بند تھا جس کا ذکر قرآن نے سلیمان کے قصہ میں کیا ہے۔

Marfat.com

بدنحرہ یمن میں ایک بلند پہاڑ ہے جس پر چشمے ہیں۔ کھیتی باڑی ہوتی ہے سرسبز علاقہ ہے۔

شبام یہ بھی یمن کا ایک پہاڑ ہے جو بہت بلند ہے اس پر بکثرت آبادی ہے۔

عدن یمن کے آخر میں ایک بندرگاہ تجارتی منڈی ہے اس جگہ سمندر سے موتی نکالے جاتے ہیں۔

ارض مہرہ عمان اور حضر موت کے درمیان کا وہ حصہ ہے جو دریائے شور سے ملا ہوا ہے۔ اس علاقہ کا بڑا شہر شحر ہے۔ یہ بے آباد علاقہ ہے۔ خانہ بدوش قبائل آباد ہیں جن کا گزارہ مال مویشی پر ہے۔ اس جگہ کا اونٹ تیز روی میں مشہور ہے۔

بلادخیوان ارض مہر سے ملا ہوا ہے۔ یہ علاقہ سرسبز ہے یمن کے بڑے قبائل یہاں آباد ہیں۔

دیار کندہ وخولان وہمدان یہ یمن، نجد اور تہامہ کے درمیان ہیں یہ آباد علاقہ ہے۔ باغات وغیرہ بھی ہیں۔

بلاد اباخیہ یہ بلاد خیواں کے قریب بڑا سرسبز اور آباد علاقہ ہے کھیتی باڑی ہوتی ہے۔ باغ اور چشمے بکثرت ہیں۔ یہ فرقہ خوارج کا مسکن رہا ہے۔

مخر عدن کی مشہور بندرگاہ ہے۔ حضرموت بھی ایک شہر ہے شرق میں دریا کے قریب اور اس کے گردونواح میں ربیت ہے،

Marfat.com

اس کو احقاف کہتے ہیں ۔ اس کے قریب مقام بلہوت میں ایک کنواں ہے جو بہت گہرا ہے جس کی تہہ تک کوئی نہیں جا سکا ۔ ملک یمن قوم عاد و ثمود کا مسکن رہا ہے ۔

عمدان حضرت مولانا عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں :" یمن کے بعض علاقوں میں عقیق سُرخ اور یاقوت خالص اور لال برآمد ہوتا ہے جس کے آگے لال بدخشانی کی اصل نہیں ہے اور بھی طرح طرح کے جواہر برآمد ہوتے ہیں ۔

یمنی ایک خاص پتھر ہے جو وہاں بکثرت موجود ہے اور اس ملک کی چیز ہے ۔ لوہا، تانبا اور جست وغیرہ ـــــ یمن کے پہاڑوں میں ہر قسم کی کانیں موجود ہیں ۔ لوہا، تانبا اور جست وغیرہ اور خصوصاً پھٹکری کے بڑے پہاڑ موجود ہیں جس کو شب یمانی کہتے ہیں ۔ یمن کے ریگستان میں شتر مُرغ پایا جاتا ہے ۔

اس ملک میں آثار قدیمہ شاہان سلف کے بہت ہیں ۔ عمدان، مارب، قصر سعود، سد لقمان، سلیمن، صرواح، مرواح، بینوان، ہندہ، ہبینکر، ملثوم بریدہ وغیرہ !

عمدان شہر صنعا میں ایک قصر شاہانہ ہے جس کا ایک رُخ زرد عقیق کا دوسرا سُرخ پتھر کا تیسرا سبز کا چوتھا سفید کا بنایا گیا تھا ۔ یہ ایوان نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اور سات منزل بلند تھا ۔ ہر ایک منزل دُوسری سے چالیس ہاتھ بلند تھی اور ہر منزل کی چھت ایک سنگ مرمر سے پٹی تھی ۔ اس ایوان کے چاروں طرف بڑی خوشنمائی اور نزاکت سے دریچے رکھے تھے ۔ جو رنگ برنگ کے عقیق اور بیش قیمت

Marfat.com

پتھروں سے بنے تھے۔ اس ایوان کے فرش اور چھت اور دیواروں پر وہ
گلکاری کی ہوئی تھی کہ عقل دنگ ہوتی تھی۔ کسی جگہ بادشاہ کی بزم کا نقشہ کھینچا ہے
کہ پرستاران پریرو ہاتھوں میں ظروف لیے اس زمانہ کے عمدہ کپڑے پہنے
کھڑی ہیں۔ کہیں امراء صف بستہ کھڑے ہیں۔ یہ تصویریں ان کی شان و شوکت
کی یاد دلا رہی ہیں۔ کہیں ایک تخت پر بادشاہ باحشم و خشم بیٹھا اپنی سطوت و
جبروت کا مظہر بنا ہوا ہے اور اس کے ہر ایک گوشہ میں شیر کی مورت سنگ
ہمرنگ شیر سے بنی ہوئی ہے اور یہ طلسم تھا کہ اس کے منہ سے ہوا داخل ہو کر
جو پیچھے سے نکلتی تھی تو ہو بہو شیر کے غرانے کی آواز معلوم ہوتی تھی اور ہر ایک
کمرہ میں ایک ایسا مصالحہ رکھا ہوا تھا کہ رات کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بجلی کی
روشنی ہو رہی ہے اور اس سبب سے تمام ایوان چمک اٹھتا تھا اور دیواروں
کے پتھروں میں ایسی صفائی تھی کہ وہ روشنی رات کو دور سے دیکھنے والے کو معلوم
ہوتی تھی۔ اندھیری رات میں جب کوئی صنعاء کو دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ صنعا
میں بارش ہو رہی ہے اور بجلی کوند رہی ہے۔ حالانکہ یہ سب ایوان کی روشنی ہوتی
تھی۔ اس ایوانوں کے کسی ستون پر خط حمیری میں لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس کو گرائے
گا قتل کیا جائے گا۔ یہ ایوان کسی مصلحت سے بحکم امیر المومنین عثمان گرایا گیا۔ ان
کی شہادت اس پیشین گوئی کو صحیح ثابت کرتی ہے۔ اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے
اور کسی مکرر زمین کے اندر کا حصہ باقی ہے۔ سلیمی بعنوان اسلام کے زمانہ تک
موجود تھے۔

یمن میں کپڑے بھی نہایت عمدہ بنتے تھے کسی زمانہ میں بردیمانی بڑی عزت

Marfat.com

...سے دیکھی جاتی تھی۔ (حقانی)

قبائل یمن یہاں اکثر قبائل قحطان ہیں اور یہی عرب العربا شمار ہوتے ہیں۔ قبیلہ بنو حمیر جو شاہان یمن تھے نہایت معزز قبیلہ ہے اور ...ض قبائل فاطمیوں کے بھی دوسری صدی سے وہاں آباد ہیں۔

اہل یمن پرہیزگار، مہمان نواز، بہادر علم پسند ہیں۔ اب بھی دینیات کے عالم ...س قدر یمن میں ملیں گے، عرب کے کسی خطہ میں نہ ملیں گے۔ (حقانی)

یمامہ عرب کے شرق میں بحر فارس سے ملا ہوا ہے اور شمال میں کوفہ سے گزر کر جدہ تک جاتا ہے اور عرض میں سمندر سے لے کر تخمیناً دو ...میل تک عرب میں اس کا علاقہ ہے۔ اس علاقہ میں چشمے نہریں ہیں جس ...ے ملک نہایت سرسبز آباد ہے اپنی خوبصورتی اور عمدگی کے اعتبار سے اس ...، پانچ چیزیں مشہور ہیں۔

(۱) خوبصورت عورتیں، سنہری رنگت کے ساتھ سونے کی مورتی دکھائی دیتی ہیں۔

(۲) گندم خوش ذائقہ ہے۔

(۳) پانی شیریں اور میٹھا ہے۔

(۴) کھجوریں نہایت عمدہ ہیں۔

(۵) گوشت بھی عمدہ اور خوش ذائقہ ہے۔

محدث دہلوی نے کہا ہے۔ یمامہ میں ایک محل ذات النسوع نامی ایک عجیب محل تھا۔ احسن التقسیم کے مصنف ابو عبد اللہ محمد شامی کے حوالہ سے اس

Marfat.com

علاقہ کے قدیم شہر احسار، سابون، زرقا اول اور عقیر گنوائے ہیں۔ اس علاقے میں یمامہ نامی بھی ایک شہر تھا اور مسیلمہ کذاب اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ (محمد رضا)

عراق عرب

زمانہ قدیم میں دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ کو یونانی میسوپوٹامیہ کہتے ہیں۔ عراق اور جزیرہ دونوں اس میں آگئے اور پھر اس کی تقسیم کچھ یوں ہوتی ہے۔ اس کا مشرقی حصہ عبادان سے لے کر انبار تک عراق عرب ہے اور انبار سے لے کر ملک شام کی جانب جس میں تیماء اور میدان خساب بھی ہے اس ملک کو جزیرہ کہتے ہیں اور مالس سے لے کر ایلیہ تک حجاز کے رُخ تبوک کے سامنے کا حصہ دیار طے تک بادیہ شام کہلاتا ہے۔ قدماء عراق عرب کو کلدیہ بھی کہتے تھے۔

کوفہ

عراق کا مشہور شہر ہے جو مدینہ سے بیس منزل، تقریباً ۸۰۰ میل شمال مشرق میں ہے۔ ابتداءً مسلمانوں کی ایک چھاؤنی تھی۔ بعد میں سیاسی تاریخ کا ایک اہم مرکز رہا ہے۔ کوفہ سے غرب میں تقریباً پانچ میل ایک مقام نجف ہے۔ کبھی یہ کوفہ کا ایک محلہ تھا۔ اس جگہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ تک ان کی قبر مخفیہ ہی پھر خلیفہ نے بعد از تحقیق اس جگہ ایک مقبرہ تعمیر کرادیا ہے اور اس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی ہے۔ امام ابوحنیفہ کوفی تھے۔

کوفہ کے نزدیک ایک اور جگہ ذی الکفل ہے اس میں حضرت حزقیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ جو قوم یہود کی زیارت گاہ ہے۔

Marfat.com

کربلائے معلّٰے

یہ مقام نجف سے جس جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روضہ ہے شمال مغرب میں تخمیناً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے دریائے فرات یہاں سے قریب ہے۔ اس جگہ حضرت امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالبؓ کا روضہ مبارک ہے جو سنہ ۶۱ھ ہجری میں اس مقام پر شہید ہوتے تھے اس وقت ان کی عمر چھپن برس کی تھی۔ شہر کے وسط میں مزار ہے جس کا گنبد سنہری ہے۔ شاہ فتح علی خاں کے عہد میں آقا محمد خان نے سنہ ۱۲۰۷ھ میں طلائی کرایا ہے۔ اب آبادی کے اعتبار سے ایک عمدہ شہر ہے۔ (حقانی)

مُعلّٰی

دریائے فرات کے کنارے ایک الگ شہر ہے اس کے لوگ بڑے با اخلاق ہیں۔ جبکہ کربلا کے لوگ سخت اور تند خو ہیں۔

(سید اسرارالحق، جو درویش کے پیرزادہ ہیں۔

رقہ

فرات کے کنارے ایک قدیم قصبہ آباد ہے اس کے سامنے شمالی طرف پینسٹھ میل کے فاصلہ پر قصبہ حسران واقع ہے اور رقہ سے غربی جانب تخمیناً چوالیس میل مالبس ہے اور مالبس کے قریب صفین ہے جہاں حضرت علیؓ اور اور امیر معاویہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

حلہ

کربلا سے تخمیناً پچاس میل شرق میں شہر حلہ ہے۔ اسے شہر بابل کا ایک محلہ کہتے ہیں۔ گویا مقام حلہ قدیم شہر بابل آباد تھا۔

بصرہ

مدینہ منورہ سے اٹھارہ منزل کوئی ۳۶۰ میل شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس جگہ فرات اور دجلہ آکر ملتے ہیں اور بحر فارس میں گر جاتے ہیں۔ بصرہ کھجوروں کی ایک منڈی ہے۔ زمین میں نمی پائی جاتی ہے۔ گرمی بہت

Marfat.com

ہوتی ہے۔ پھر اور پسو بھی بہت ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے بانی حضرت حسن بصری اس جگہ مدفون ہیں۔

جزیرہ اور عراق

دجلہ اور فرات کے درمیانی حصہ کو جزیرہ کہتے ہیں اور یہ دریا شام سے متصل ہیں اور دیار روم یعنی آرمینیا سے آتے ہیں اور پھر موڑ کھا کر برابر شرق کو بہتے ہیں۔ گویا فرات اور دجلہ مغرب سے شرق کو بہتے ہیں۔ تا آنکہ بصرہ کے مقام پر آکر مل جاتے ہیں اور بمقام قرنہ جو بصرہ سے شرق میں ہے۔ بحر فارس میں جا گرتے ہیں۔ جزیرہ میں دیار مضر اور دیار بکر ہیں۔ یہ علاقہ آباد اور صحت بخش ہے بڑے بڑے قلعے اور شہر اس جگہ پائے جاتے ہیں۔ حران، رہا، رقہ، راس عین، نصیبین، سنجار، خابور، ماردین، آمد، سیافارقین موصل وغیرہ شہر اس علاقے میں ہیں۔

اس کے غربی حصہ کو جو دوآبہ کا دو ثلث ہے جزیرہ کہتے ہیں اور شرقی حصہ کو عراق بولتے ہیں۔

بابل اور نینویٰ

زمانہ قدیم کے بڑے مشہور شہر مانے جاتے ہیں جو اس سرزمین میں تھے۔ قدیم عمارات کے نشانات اس جگہ ملتے ہیں۔

کردستان

اس دوآبہ کے شمال مشرقی حصہ کو کردستان کہتے ہیں اور یہ مستطیل ٹکرا ہے۔ عراق عرب کو قدما کلدیہ کہتے ہیں۔ کلدانی بادشاہ بخت نصر اس علاقہ میں گزرا ہے۔ کلدانی زبان اس علاقہ کی ایک قدیم زبان ہے جو اب بالکل متروک ہے۔

Marfat.com

آرمینیا جزیرہ اور کردستان کے غربی و شمالی حصہ کو شمال میں بحر اسود تک اور مغرب میں اس پہاڑی سلسلہ تک جس جگہ سے دجلہ اور فرات نکلتے ہیں آرمینیا کہتے ہیں۔ اور پھر پہاڑی سلسلہ سے عرب کے رُخ سمندر تک یعنی بحر روم تک اور شمال میں بحر اسود تک کو ایشیا کوچک کہتے ہیں۔ اس کا طول غرب سے شرق تک تخمیناً ہزار میل ہے اور عرض جنوب شمال میں چار سو سے پانچ سو میل تک ہے اور قدما، اس کو روم کہتے ہیں اور اس جگہ اصحاب کہف کا واقعہ ظہور میں آیا ہے۔

ایشیائے کوچک اور یورپ کے اس براعظم کے بیچ جس کے شرقی کونے پر قسطنطنیہ ہے۔ صرف سمندر کی کھاری حد فاصل ہے۔ جو تخمیناً ساٹھ ستر میل لمبی اور کہیں دو کوس اور کہیں اس سے بھی کم چوڑی ہے جس کو ڈارڈ نیلز کہتے ہیں۔ اس کا جنوبی سرا بحر رُوم سے ملتا ہے اور شمالی بحر اسود سے۔

شام فرات سے لے کر سمندر کے کنارے تک غرب میں اور شمال میں حلب سے لے کر جنوب میں حدود عرب تک کے قطعہ کو شام کہتے ہیں۔ یونانی سے سیریا بولتے ہیں۔ اس کے غرب میں جزیرہ سائپرس ہے جس کو عرب قبرص کہتے ہیں۔ جو تخمیناً ایک سو چالیس میل لمبا اور چالیس میل چوڑا ہے۔

شام کے مشہور شہر حلب، دمشق اور انطاکیہ ہیں۔ محدث دہلوی لکھتے ہیں اس کے پانچ ضلعے ہیں۔ (۱) قنسرین (۲) حمص (۳) دمشق (۴) اُردن (۵) فلسطین۔

Marfat.com

فلسطین

شام کے جنوب مغرب میں ایک چھوٹا سا مستطیل قطعہ ہے جس کے غرب میں بحر روم ہے اور اس کو کنعان اور ارض مقدس بھی کہتے ہیں۔ اس کا مشہور شہر بیت المقدس یروشلم ہے۔ اس کے ساحل پر بیروت قیصریہ وغیرہ شہر آباد ہیں۔ یہ سمندر کے قریب تخمیناً ڈیڑھ دو سو میل شمالاً جنوباً طول میں ہے اور تخمیناً چالیس پچاس میل شرقاً غرباً عرض ایک مستطیل ٹکڑا ہے۔ مخروطی شکل میں جس کی نوک شمال میں ہے اور اس کے جنوب مشرق میں جھیل مردار ہے جس کو عرب بحر میتہ کہتے ہیں۔ اس کے کنارے لوط علیہ السّلام کی بستیاں سدوم عمورہ آباد تھیں۔

تیہ بنی اسرائیل

فلسطین کے جنوب غرب میں وہ بیابان ہے جس کو تیہ بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ قلزم کی دونوں شاخوں کی جڑ سے لے کر شمال میں بحر روم تک تخمیناً سو میل طول اور شرقاً غرباً قلزم کے کنارے سے لے کر بحر المیت جھیل مردار تک ہے اور اس میں بنی اسرائیل مصر سے آنے کے بعد سرگرداں رہے تھے۔ یہ بیابان کہیں تو ایسا ہے کہ جہاں نہ پانی ہے، نہ سایہ دار درخت، سنگلاخ یا ریگستانی زمین ہے اور خار دار پیڑ اور خشک پہاڑیاں ہیں اور کہیں چشمے ہیں اور کھجور کے درخت بھی۔ (حقانی)

فلسطین کی زبان عبرانی، شام کی سریانی تھی اور اب عربی ہے۔ یہ تمام علاقہ حضرت سلیمانؑ کے قبضہ و تصرف میں رہا ہے۔

مدین

قلزم کے کنارے تبوک کے محاذی چھ منزل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جو تبوک سے بڑی ہے اسی جگہ وہ کنواں تھا جس سے موسیٰ علیہ السّلام

Marfat.com

نے شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا تھا! محدّث دہلوی لکھتے ہیں ۔ اب وہ پاٹ دیا گیا ہے اور اس کے اُوپر کسی نے گھر بنا لیا ہے ۔ یہاں کے لوگ چشمے کا پانی پیتے ہیں ۔ مدین ایک قبیلہ کا نام ہے اور شعیبؑ اس قبیلہ سے تھے ۔ (حقانی)

تبوک — حجر اور شام کے درمیان ایک قصبہ ہے جہاں ایک قلعہ ہے باغ اور چشمے ہیں ۔

بادیہ سماوہ — یہ ایک بیابان ہے جو دومۃ الجندل سے لے کر عین التمر تک ہے ۔ اس میں چشمے ہیں اور سرسبز درخت ۔ اس کے قریب میدان قادسیہ ہے ۔

بادیہ خساف — یہ بصرہ اور کوفہ کے درمیان میدان ہے ۔ رعہ سے لے کر مابلس تک یہ بھی سرسبز ہے ۔

صفین — یہ بھی اسی میدان میں ایک مقام ہے فرات کے قریب اس جگہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ ہوئی تھی ۔

تیماء — ایک قلعہ ہے تبوک سے شمال کی طرف اس میں ایک بستی ہے چشمہ ہے ۔ سرسبز جگہ ہے ۔

قلزم — بحر قلزم کے کنارے ایک بستی ہے ۔ مصر، شام، فلسطین اور حجاز کے قافلے یہاں آکر ٹھہرتے ہیں ، لیکن یہاں پانی ہے نہ کوئی درخت ۔

فاران — رہلہ اور قلزم کے درمیان سمندر کے کنارے ایک بستی ہے یہاں پہاڑوں سے ہوا ٹکر کھا کر دریا میں بڑا طوفان برپا کرتی ہے ۔ اس جگہ فرعون غرق ہوا تھا ۔ اس سے آگے جنوب کی طرف ایک بستی ہے ۔ اُبلہ یہ بھی

Marfat.com

بحر قلزم کے کنارے ہے اس جگہ کا پانی شیریں ہے، اور کھیتی باڑی ہوتی ہے مگر زیادہ گزران مچھلی کے شکار پر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سبت کا واقعہ اس جگہ ہوا تھا۔

ہاشمیہ خلیفہ منصور نے کوفہ کے قریب ایک شہر ہاشمیہ کے نام سے تعمیر کر کے اسے اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ لیکن بعد میں وہ بغداد منتقل ہو گئے۔

بغداد اسے خلیفہ اول منصورہ عباسی نے ۱۴۷ھ کوفہ سے شمال مغرب میں تین منزل کوئی ۶۰ میل کے فاصلہ پر دریائے دجلہ کے کنارے تعمیر کرایا ہے۔ اور دارالسلطنت قرار دیا ہے جو حکومت عباسیہ کے آخری ایام تک دارالحکومت رہا ہے۔

۶۵۶ھ ہلاکو ولد چنگیز خان نے بغداد پر حملہ کر کے نہ صرف حکومت عباسیہ کو ختم کر دیا بلکہ شہر بغداد کو بھی اس کی ہلاکت خیزیوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس شہر کی بنیاد تقریباً ۱۴۷ھ میں رکھی گئی تھی۔ اس اعتبار سے پانچ سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ یہ شہر حکومت اسلامیہ کی تمام رونقوں کو اپنے اندر سمیٹے رہا ہے اور علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ عباسیہ کے دور میں تالیف و تصنیف کا بہت کام ہوا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ کا مزار اس جگہ ہے۔ شہر کے غربی رُخ پر حضرت امام موسیٰ کاظم کا مزار ہے اور ان کے پوتے محمد بن علی بن موسیٰ کاظم بھی اسی شہر میں دفن ہیں۔ کاظم اسی محلہ یا جگہ کا نام ہے۔ محدث دہلوی کے الفاظ میں" اسی جگہ کو کاظمین کہتے ہیں۔

Marfat.com

مدائن بغداد کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ایوان کسریٰ ہے۔ عجائب زمانہ میں سے ایک عمارت ہے۔ (محدّث دہلوی)

خاقانی نے مدائن کے کھنڈرات دیکھ کر کہا ہے جس کو نوشیرواں بادشاہ کی کورٹ ف پلیس کا درجہ حاصل رہا ہے۔

ما بارگاه دادیم ایں رفت ستم بر ما
برقصر ستم گاران آیا چہ رود خذلان

اسی نسبت سے شہر بغداد کر بغداد کہتے ہیں۔ اس کی اصل ہے۔ باغِ داد کثرت ستعمال سے الف حذف ہوگیا ہے۔

سامرہ دریائے دجلہ کے کنارے بغداد سے ستر میل شمال مغرب میں ایک پُررونق شہر ہے اور اس کو سرمن بھی کہتے ہیں۔ اس جگہ امام علی تقی اور ان کے صاحبزادے امام حسن عسکری کا مزار ہے۔

قبائل عرب

تاریخ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ شمالی عرب میں نبو عدنان آباد ہیں۔ عدنان اور ان کے جد اعلیٰ قیدار بن حضرت اسماعیل بن ابراہیم کے درمیان کوئی چالیس پشتیں ہیں اور اس کا صحیح اور ٹھیک ٹھیک نسب نامہ بھی معلوم نہیں ہے لیکن یہ بات محقق ہے کہ عدنان کے جد اعلیٰ قیدار بن اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسماعیل کی وفات قبل مسیح ہے۔ عدنان کے لڑکے سعد بن عدنان کو لخت نصر متوفی ۵۶۲ قبل مسیح ہمعصر قرار دیا گیا ہے۔

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں: عہد نبویؐ کے زمانہ میں بنو عدنان طول میں یمن سے شام تک اور عرض میں حجاز و نجد سے بحرین عراق تک پھیلے ہوئے تھے اور زمانہ اسلام تک ان کا یہی نقشہ تھا۔

سید ندوی لکھتے ہیں: سعد کے لڑکے نزار ہیں اور ان کے پانچ بیٹے تھے۔ ایار، ایاذ، ربیعہ۔ قضاعہ، مضر اور ان سے دوسرے کئی ایک قبیلے نکلے ہیں (تاریخ ارض قرآن)

عسک بن عدنان : مولانا مودودی کہتے ہیں۔ عدنان کے دو بیٹے تھے ایک سعد دوسرے عسک! آخر الذکر یمن جاکر آباد ہوتے۔ ان کی شادی قبیلہ اشعری میں ہوئی اور انہی میں شمار ہونے لگے۔ حضرت ابو سعدی اشعری (عبداللہ بن قیس) مشہور صحابی اس قبیلہ سے ہیں۔ حضرت مولانا مودودی نے قبیلہ وار اصل اور فروع کا نقشہ دیا ہے:

(۱) سعد بن عدنان بنی قضاعہ بنی ایاذ

(۲) نزار بن سعد، بنی انمار، خشعم۔ بجیلہ، قبائل، ربیعہ، بکر بن وائل، تغلب، جدیلہ، عبد القیس، عنزہ، نمر بن قاسط

(۳) مضر بن نزار، بنو سلیم، مازن، فزارہ، لمبس، رشیح، مُرّہ، ذبیان، غطفان، عقیل، قشیر، جشم، ثقیف، باہلہ، سعد بن بکر، ہوازن!

(۴) الیاس بن مضر۔ بنی تمیم۔ بنی ضبہ و مزینہ، خزاعہ اسلم، عُکل تیم

(۵) مدرکہ بن الیاس

(۶) خُزیمہ بن مدرکہ، بنی اسد، قارہ بنی الہون بن خُزیمہ

(۷) کنانہ بن خُزیمہ، بنی عبد مناۃ۔ بنی بکر۔ بنی ضمرہ، بنی مالک، بنی ملکان جدال بنی فراس بنی فقیم۔ قبیلہ غفار بنی ملکان کی شاخ ہے۔

(۸) فہر بن مالک (قریش) بنی محارب، بنی حارث، بنو غالب۔

(۹) غالب بن فہر۔ بنی تیم الادرم

Marfat.com

۱۰) لُوئی بن غالب ۔ بنی عامر

۱۱) کعب بن لُوئی ۔ بنی عدی بنی جمح بنی سہم

۱۲) مُرہ بن کعب ۔ بنی تیم ۔ بنی ۔ مخذوم بنی یقیط بن مرہ

۱۳) کلاب بن مرہ ۔ بنی زہرہ

۱۴) قصی بن کلاب ۔ بنی عبدالعزیٰ بنی عبدالدار ۔ بنی عبد بن قصی بنی عبدمناف

۱۵) عبدالمناف بن قصی ۔ بنی ہاشم بنی مطلب بنی عبدالشمس بنی نوفل

۱۶) ہاشم بن عبدالمناف ۔ عبدالمطلب

۱۷) عبدالمطلب بن ہاشم

عبداللہ ۔ ابوطالب ، ہمزہ ۔ عباس ۔ زبیر ۔ مقسوم ۔ فزار ۔ حجل ۔ قثم ۔ ابولہب

۱۸) عبداللہ بن عبدالمطلب ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

حارث

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں : نزار کے پانچوں بیٹوں میں ربیعہ ، قضاعہ ، اور مضر نے کثرت تعداد دنیاوی اعزازی اور سیاسی اقتدار میں بڑی ناموری حاصل کی ہے اور حجاز و نجد و عراق میں ان کی عظیم الشان حکومتیں اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوئیں ۔ بنو عبدالقیس بحرین میں بکر و تغلب اور کندکی نجد میں اور آل منذر کی عراق و حیرہ میں ! انمار و ایاد ان کے صاحبزادوں نے کوئی بڑی وقعت حاصل نہیں کی ۔

علماء انساب نے کندہ کو حمیر کی شاخ بتایا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ قبیلہ عدنانی ہے ۔ امراء القیس کندہ آفریدی شہزادہ ہے جو فصیح اللسان عربی شاعر بھی ہے ۔ اس کی زبان عربی عدنانی ہے ۔ وہ خود بڑے فخر سے اپنی نسبت بند عدنان کی طرف کرتا ہے ۔

(ارض قرآن)

Marfat.com

قبائل اور سکونت

۱۔ کندہ : یہ جنوبی عرب کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ جو حضرموت سے یمن تک پھیلا ہو
تھا۔

۲۔ کلب : یہ قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ ہے جس کا علاقہ شمالی عرب میں دومۃ الجند
سے تبوک تک وسیع تھا۔ اس کی ایک شاخ بنی عبداللہ ہے۔

۳۔ بکر بن وائل : یہ عرب کا ایک لڑاکا قبیلہ تھا۔ وسط عرب سے شرقی ساحل
تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ بنو مضر بن نزار سے ہیں۔

(ل) ثعلبہ بن عطابہ : یہ بکر بن وائل کی ایک شاخ ہے۔

(ب) شیبان بن ثعلبہ : یہ بھی بکر بن وائل کی ایک شاخ ہے۔

(ج) بنو حنیفہ : یہ بھی بکر بن وائل کی ایک شاخ ہے جو یمامہ میں رہتی تھی۔ مسیلمہ کذا

اسی قبیلہ سے تھا۔

۴ (ل) **بنو سلیم۔ قبیلہ مضری** : یہ قبائل قیس عیلان میں سے ایک بڑا قبیلہ تھا۔ اس
کا مسکن خیبر کے قریب نجد کا بالائی علاقہ تھا۔ وادی القریٰ اور تیماء تک یہ لوگ
پھیلے ہوئے تھے۔

(ب) بنی عبس : یہ قیس عیلان کی ایک شاخ بنی غطفان کا ایک بڑا ذیلی قبیلہ ت
نجد میں رہتا تھا اور بڑے لڑاکا قبائل میں شمار ہوتا تھا۔

(ج) بنی عذرہ : یہ بنی عبداللہ بن غطفان کی شاخ تھی۔ بنی فزارہ یہ غطفان کا ایک
ذیلی قبیلہ تھا۔ نجد اور وادی القریٰ میں آباد تھا۔

بنی البکار : بنی عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ جو بکر اور عراق کے راستہ پر آباد

Marfat.com

تھی ۔ یہ ہوازن کی ایک شاخ ہے اور ہوازن قیس عیلان میں سے تھے ۔ ہوازن ثقیف طائف کی پہاڑیوں پر آباد ہے اور یہ سب شاخیں مضر بن نزار کی ہیں ۔

مکہ کی آبادی ! (قریش البطاح)

رئیس قریش قصی بن کلاب نے جب قومی نقطہ نظر سے قریش کو شہر مکہ میں آباد کیا تو اس کی ترتیب کچھ یوں رکھی ہے ۔ حرم کے آس پاس کا علاقہ اور دونوں طرف کے پہاڑوں پر بنی عدی بنی جمح بنی سہم بنی تیم بنی مخدوم بنی زہرہ بنی عبدالعزیٰ بنی عبدالدار بنی عبدمناف کو آباد کیا ہے مکہ کے اندرونی حصہ میں رہنے والے اصل اہل حرم قرار پائے ہیں ۔ ان کو قریش البطاح کہا جاتا ہے ۔ یہ دراصل بنی کعب بن لوئی کی مختلف شاخیں ہیں ۔ یہ لوگ حضری یعنی شہری اور تجارت پیشہ ہیں ۔

قریش الظواہر

کعب سے اوپر فہر کی اولاد کے خاندان بنی محارب بنی حارث بنی تیم الادرم بنی عامر بن لوئی وغیرہ کو قریش الظواہر کہا جاتا ہے ۔ ان کو مکہ کا بیرونی حصہ دیا گیا ہے ۔ عام زبان میں ان کو بدوی دیہاتی یا خانہ بدوش کہا جاتا ہے اونٹ ، بھیڑ بکریاں پالنا ان کا ذریعہ معاش تھا ۔

Marfat.com

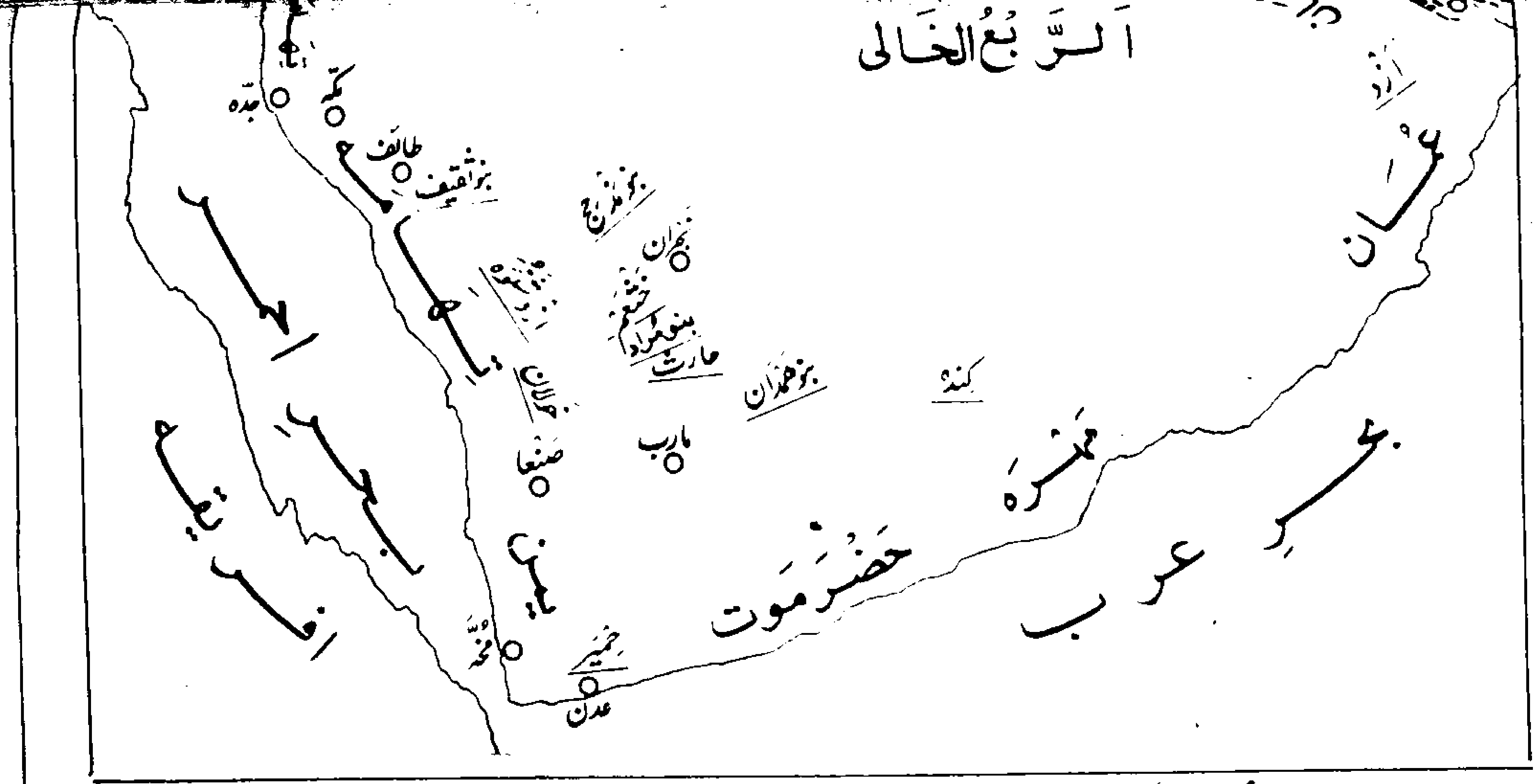

عہدِ نبوی میں قبائلِ عرب کے علاقے (جنوبی حصہ)   بشکریہ سیرت سرورِ عالم (مولانا مودودی)

Marfat.com

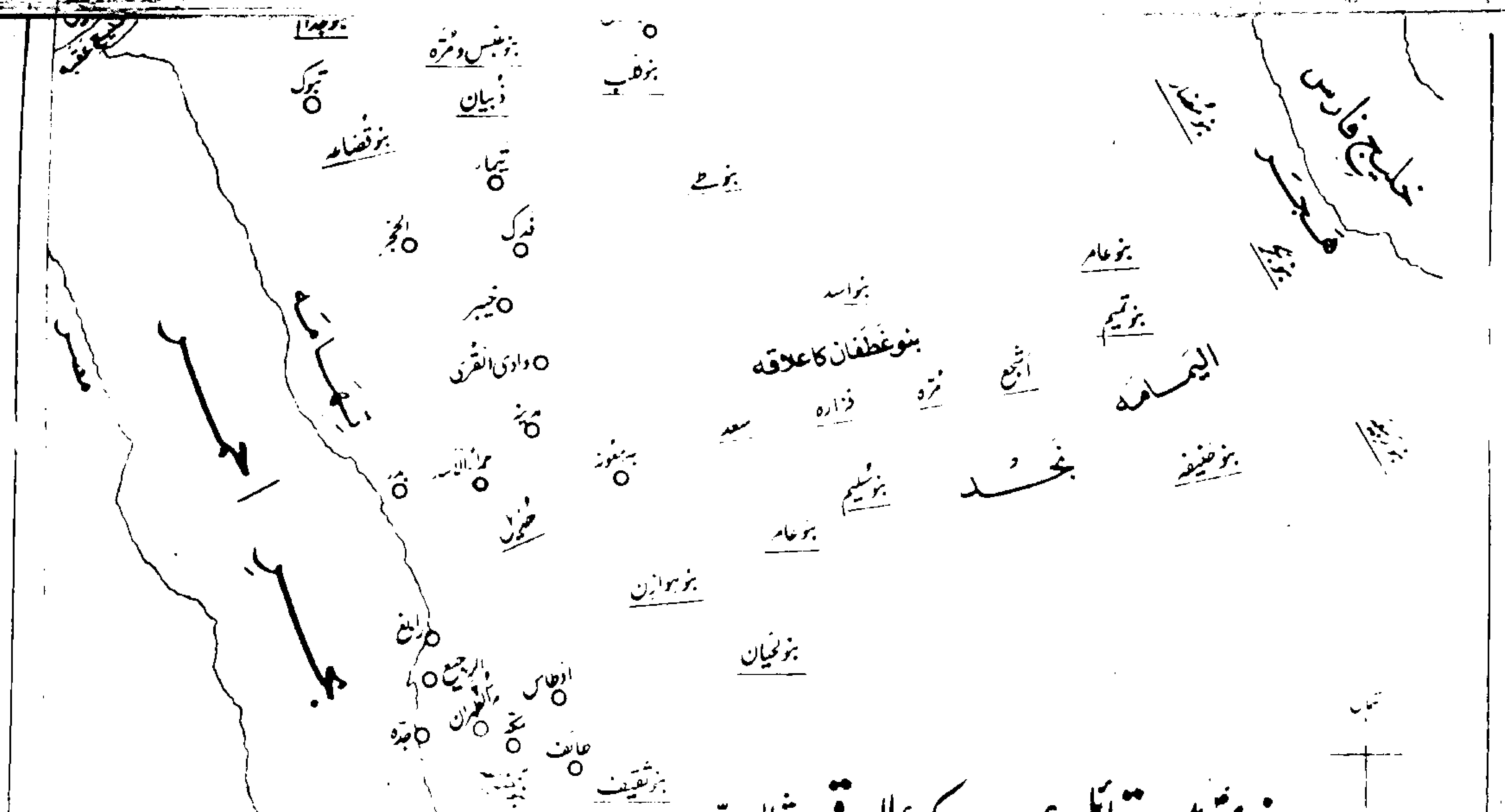

عہدِ نبوی میں قبائلِ عرب کے علاقے (شمالی حصہ)

بشکریہ سیرتِ سرورِ عالمؐ (مولانا مودودی)

Marfat.com

مکّہ معظمہ

تاریخ قریش

۱۔ رئیس قریش قصی بن کلاب نے قومی نقطہ نظر سے قوم کو منظّم کر کے حوالی مکّہ میں بسایا ہے اور ریاست قریش کو وجود بخشا ہے۔
۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ نے اسے آئین و قانون دیا ہے۔
۳۔ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے اسے باقاعدہ حکومت کی شکل دی ہے اور تاریخ عالم میں سلطان العرب کی حیثیت سے قریش کو متعارف کرایا ہے۔ ریاست بہاولپور اس کا آخری نشان تھا۔ (درویش)

حضرت اسماعیلؑ

ان کے ورود مکہ کے بعد جو سب سے پہلے قبیلہ آباد ہُوا، وہ قبیلہ جرہم ہے۔ اس قبیلہ کے ایک شخص مضاض بن عمرو جرہمی ہیں۔ ان کی لڑکی سے حضرت اسماعیلؑ نے شادی کی اور نرینہ اولاد میں بارہ لڑکے تھے۔ ان میں سے اکثر اہل عرب قیدار کی اولاد سے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے نابت کعبہ کے متولی مقرر ہوئے ان کے مرنے کے بعد ان کے نانا مضاض نے یہ منصب حاصل کیا اور کعبہ کی تولیت خاندان اسماعیلؑ سے نکل کر جرہم میں آگئی، لیکن پھر ایک اور قبیلہ خزاعہ نے کعبہ پر قبضہ کر لیا اور مدّت تک اسی خاندان میں یہ منصب رہا، حضرت اسماعیل

Marfat.com

خاندان موجود تھا اس نے کچھ مزاحمت نہیں کی۔ قصی بن کلاب جس کی پیدائش ۔۔ ھ
ل ہوئی ہے ان کی شادی خلیل خزاعی کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ اس تعلق کی بنا پر
ل نے مرتے وقت وصیت کی کہ حرم کعبہ کی خدمت قصی کے سپرد کی جائے۔ اس
رح ان کو یہ منصب حاصل ہو گیا ہے۔

صی بن کلاب (شجرہ نسب) قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن
موی بن غالب بن فہر قریش بن مالک
ر نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن سعد بن عدنان!

اس شخص کے نام سے عرب کے معروف قبائل بنو عدنان مشہور ہیں۔ امام
اریؒ نے اپنی تاریخ میں عدنان سے حضرت ابراہیمؑ تک یہ نام گنوائے ہیں۔
نان بن عدو بن مقوم ابن تارح بن یشحب بن یعرب بن نابت بن اسماعیل بن
ہیم علیہما السلام (ندوی)

سید ندویؒ نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ عدنان سے حضرت ابراہیمؑ
ک کے ناموں میں اختلاف کی گنجائش ہے اہلِ عرب زیادہ تر مشہور آدمیوں کے
اپر اکتفا کرتے تھے اور بیچ کی پیڑھیوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

خاندان قریش بنو اسماعیل میں ایک ممتاز شخص فہر بن مالک ہوئے ہیں جن
کا لقب قریش تھا اس نسبت سے ان کی اولاد قریش کہلاتی
ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ وہ شخص نضر بن کنانہ تھے۔ اس صورت میں فہر ان کے پوتے
ہیں۔ قریش کے معنی بڑی مچھلی کے ہیں جو چھوٹی مچھلیوں کو کھا جاتی ہے۔ فہر بن مالک
کے دبدبہ اور رعب کی وجہ سے لوگ انہیں قریش کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

Marfat.com

قریش کی تنظیم قصی بن کلاب نے اپنی قوم قریش کی تنظیم عمل میں لائی ہے اور انہیں جوار کعبہ میں لابسایا ہے اور اس بنا پر ان کو مُجمّع بھی کہتے ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

قصی ابوکم من یسمی مجمعاً

بہ جمع اللہ القبائل من فہر

قصی تمہارا باپ ہے جس کو جامع الناس کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے طفیل فہر کی اولاد کو اکٹھا کر دیا ہے۔

ریاست قریش ان کو ریاست قریش کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ قصی بن کلاب وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایام حج میں والیٔ مکہ کے مہمان کی حیثیت سے غرباء کو کھانا کھلانے کا اہتمام کیا تھا اور ریاست امارت کے دوسرے سیاسی اور مذہبی امور میں نظم و ضبط پیدا کیا اور ایک دار تعمیر کرایا جو موجودہ اصطلاح میں اسمبلی ہال تھا اور انتظامیہ کے کئی ایک شعبے قائم کئے ہیں۔ قصی بن کلاب کے چھ لڑکے تھے۔ عبدالدار، عبدمناف، عبدالعزیٰ، عبد قصی، تخمر، برہ!

عبدمناف بن قصی — سید ندوی ان کے چھ لڑکے بیان کرتے ہیں، لیکن کے نام نہیں دیتے۔ تاریخ اسلام میں عبدالرسول چار لڑکوں کے نام دیتے ہیں۔ مطلب (۲) ہاشم (۳) نوفل (۴) عبدشمس!

Marfat.com

ہاشم بن عبد مناف

ان کی تاریخ پیدائش ۴۶۴ء ہے۔ ہاشم جو سقایہ اور رفادہ کے مہتمم اعلیٰ تھے۔ انہوں نے اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیے ہیں۔ حجاج کرام کو نہایت سیرچشمی سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عرب میں قحط پڑا۔ انہوں نے حاجیوں کو گوشت کے شوربا میں روٹیاں چورا کر کے کھلائیں۔ اس سخاوت کی وجہ سے لوگ ان کو ہاشم کہنے لگے! ہشم کے معنی "چورا کرنا" ہے۔ ہاشم اس کا فاعل ہے۔

چرمی حوضوں میں پانی بھر کر زمزم اور منی کے پاس رکھتے تھے۔ اتنے بڑے اجتماع میں کھانے پلانے کا مفت انتظام کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ہمسایہ بادشاہوں میں اس بات نے بڑا رسوخ پیدا کیا۔ قیصر روم نے قریش کے مال تجارت کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور حبشہ کے نجاشی بادشاہ نے بھی ایک ایسا حکم جاری کیا۔ اہلِ عرب سردیوں میں یمن، گرمیوں میں شام اور ایشیائے کوچک تک جاتے تھے۔ اس زمانہ میں انگورہ (انقرہ) ایشیائے کوچک کا دارالخلافہ قیصر روم کا پایہ تخت تھا۔ قریش انگورہ جاتے تو قیصر روم نہایت عزّت و احترام سے پیش آتے ہیں۔

قبائل سے معاہدۂ امن

ہاشم بن عبد مناف نے مختلف قبائل کا دورہ کر کے ان سے معاہدہ کیا کہ وہ قریش کے کاروان تجارت کو ضرر نقصان نہیں پہنچائیں گے اور قریش اس کے بدلہ اشیائے ضروری ان قبائل میں خرید و فروخت کے لیے لائیں گے۔

Marfat.com

عبد المطلب بن ہاشم

ان کی پیدائش ۴۹۷ء ہے کہا جاتا ہے ہاشم شام سے واپسی پر مدینہ آتے جو ان دنوں یثرب کہلاتا تھا اور ایک سالانہ میلہ میں شریک ہوئے، وہاں انہوں نے ایک بڑی حسین و جمیل لڑکی دیکھی جس کا نام سلمٰی تھا دریافت پر معلوم ہوا. خاندان بنی نجار سے ہے. ہاشم نے شادی کا پیغام بھجوایا جو منظور ہوا. آپ شادی کے بعد کچھ دن یثرب ٹھہر کر پھر شام چلے گئے اور غزہ میں جاکر انتقال فرما گئے. ان کے گھر جو لڑکا پیدا ہوا. ان کا نام شیبہ رکھا. اس نے تقریباً ۸ سال تک یثرب میں پرورش پائی. جب ہاشم کے بھائی مطلب کو ان حالات کا علم ہوا تو وہ وہاں سے اپنے بھتیجہ کو مکہ لے آئے یہاں آنے پر ان کا نام عبد المطلب پڑ گیا.

عبد المطلب کی زندگی کا بڑا کارنامہ اُن کی کثیر اولاد ہے. عبدالرحمٰن شرقی کہتے ہیں. ابولہب، ابوطالب، حمزہؓ، عباسؓ، زبیرؓ، عبداللہؓ، حارثؓ کے علاوہ چھ لڑکے اور ہیں. امیمہ، اروٰی، عاملہ، صفیہ اور ام حکیم لڑکیوں کے نام بھی دیتے ہیں. یہ اولاد مختلف بیویوں سے تھی. عبد اللہ، زبیر اور ابوطالب اور امیمہ اروٰی آپس میں سگے بہن بھائی تھے. ان کی والدہ کا نام فاطمہ تھا.

اور دوسرا تاریخی کارنامہ چاہ زمزم کی دوبارہ کھدائی ہے جو اٹ کر گم ہو گیا تھا.

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تاریخ پیدائش ۵۴۵ء ان کی شادی قبیلہ زہرہ وہب بن عبدمناف کی لڑکی آمنہ سے

ہوئی یا کہا جاتا ہے۔ اس وہب کی دوسری لڑکی جس کا نام ہالہ تھا۔ خود
عبدالمطلب نے اس سے شادی کر لی اور ان کے بطن سے حضرت حمزہ ہوئے
اس حضرت حمزہ اس نسبت سے محمد بن عبداللہ کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔
حضرت عبداللہ اپنی شادی کے بعد شام کے سفر پر چلے گئے۔ واپسی پر بیمار
ہونے کی وجہ سے یثرب میں ٹھہر گئے۔ جب عبدالمطلب کو اس کی اطلاع
ہوئی تو انہوں نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا، لیکن وہ ان کے جانے
سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ ان کے ترکہ میں چند بکریاں اور ایک کنیز تھی۔
اس کا نام برکہ ام ایمن تھا۔

ان کی بیوی آمنہ مکّہ میں تھیں۔ خاوند کی فوتیگی کے بعد ان کے گھر بچّہ پیدا
ہوا جس کا نام اس کے دادا نے محمّد رکھا ہے اور اس نے جوان ہو کر اپنی
قوم سے امین کا لقب پایا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم (تاریخ پیدائش) مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک

رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت
۹ ربیع الاوّل روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی ہے۔ محمود فلکی نے
جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے صحیح بخاری
میں ہے کہ جب آنحضرت کے صغیر السن صاحبزادہ ابراہیم کا انتقال ہوا۔ اس

Marfat.com

وقت آفتاب میں گہن لگا تھا اور یہ سال ۱۰ھ کا تھا اور اس وقت آپ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا۔ ریاضی کے قاعدہ سے حساب لگایا جاتے تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوا کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں از روئے قواعد ہئیت ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفقہ علیہ ہے کہ وہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا اور دوشنبہ کا دن اور تاریخ ۸ سے ۱۲ تک میں منحصر ہے۔ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے۔

(سیرۃ النبیؐ سید سلیمان ندوی)

ابولہب

ان کا اصلی نام عبدالعزیٰ ہے یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں۔ ابولہب کے وہی معنی ہیں جو فارسی میں آتشیں رخسار کے ہیں۔ یہ بڑے خوبصورت تھے۔ اس وجہ سے ان کو ابولہب کے نام سے پکارا جاتا تھا اور عرف عام میں اصل نام کے برابر ہو گیا تھا۔ ان کی ایک ثوبیہ نامی کنیز نے ان کو بھتیجہ کی مبارک باد دی اور کہا آپ کے مرحوم بھا کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے تو انہوں نے اس خوشخبری پر ان کو آزاد کر دیا۔

حلیمہ سعدیہ

آپ نے ان کا دُودھ پیا ہے اور ان کے پاس کوئی چھ برس کی عمر تک رہے ہیں۔ یہ قبیلہ جو ہوازن کی ایک شا

Marfat.com

ہے۔ فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا۔ آپ فخریہ طور پر کہا کرتے تھے میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔

والدہ کی وفات علیحضرت مائی آمنہ اپنے لاڈلے بچے اسی سال جب حلیمہ سعدیہ ان کو مکہ چھوڑ گئی ہیں لے کر مدینہ روانہ ہوگئی ہیں، جہاں ان کے والد کی قبر ہے۔ واپسی پر مقام ابوا میں انتقال کر گئیں۔ یہ گاؤں جحفہ سے ۲۳ میل ہے۔ ام ایمن ساتھ تھیں، وہ بچہ کو لے کر مکہ آئی ہیں۔

دادا کی پرورش والدہ کے فوت ہونے پر بچہ کو اپنی پرورش میں لے لیا ہے لیکن ولئے قسمت کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ بچہ کی عمر کوئی آٹھ سال ہے کہ دادا کا جنازہ اٹھا اور بچہ پھر یتیم ہوگیا ہے۔ عبدالمطلب کی وفات بیاسی برس میں ہوئی ہے۔

حضرت ابوطالب اپنے بھتیجہ کو اپنی کفالت میں لے لیتے ہیں، اور جب ان کی عمر کوئی بارہ سال ہوئی تو انہوں نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا ہے۔ مولانا ندوی کہتے ہیں، جب ابوطالب بصریٰ پہنچے تو ایک عیسائی راہب کی خانقاہ میں اترے، جس کا نام بحیرہ تھا۔ انہوں نے ان کے نبی ہونے کی پیش گوئی کی اور مذہب کے نقطہ پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اس بنا پر بعض عیسائی کہتے ہیں کہ اسلام کے تمام عمدہ اصول انہی بحثوں کے شرح و حواشی ہیں جو اس وقت زیر بحث آتے ہے۔

Marfat.com

سر ولیم میور

تو جہاں تک کہہ گئے ہیں کہ بت پرستی سے نفرت اور ایک جدید مذہب کا خاکہ۔ ان کے مختلف تجارب اور مشاہدات کے نتائج ہیں جس کی ہمارے علماء شدت سے نفی کرتے ہیں۔

"مولانا ندوی نے لکھا ہے کہ تجارت کی غرض سے شام، بصریٰ اور یمن کے متعدد سفر آپؐ نے کیے ہیں"۔ جب ان کی عمر تقریباً ۲۵ سال ہوئی تو یہ تجارت کے کاروبار میں ایک اچھی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس بنا پر رئیس مکہ خدیجہ نے ان کو اپنے ساتھ شریک حصہ دار بنانے کی خواہش ظاہر کی جسے قبول کر لیا گیا اور وہ مال تجارت لے کر بصریٰ گئے اور واپسی کے تقریباً تین ماہ بعد ان کو شادی کا پیغام دے ڈالا۔ خدیجہ نے گویا مال تجارت کے ساتھ دل کا سودا بھی کر لیا ہے۔

رشتہ میں عورت کی رائے

ان کے چچا ابو طالب کو عمر کے تفاوت کی وجہ سے تردد ہوا کہ بچہ کی عمر ۲۵ سال ہے، جبکہ خدیجہ بیوہ ہے اور اس کی عمر بھی چالیس سال کو پہنچ چکی ہے۔ رشتہ میں عموماً مرد عورت کی رائے کا لحاظ رکھتے ہیں، بیوی کی اس رائے پر کہ رئیسہ خدیجہ سے شادی کرنے پر ہمارا بھتیجہ سورج غروب ہونے سے پیشتر مکہ کے امراء میں داخل ہو جائے گا" اس تجویز سے اتفاق کر لیا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ نکاح کا خطبہ ایک روایت کے مطابق حضرت ابو طالب نے پڑھا تھا۔ پانچ سو طلائی درہم مہر قرار پایا۔

ایک بچہ ابراہیم کے سوا جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھا۔ آپ کی تمام اولاد اسی خاتون کے بطن سے تھی! چار لڑکیاں اور دو لڑکے۔ نرینہ اولاد کم سنی میں

Marfat.com

فوت ہو گئی۔

شجرہ نسب

خدیجہ بنت خویلد بن اسملہ بن عبدالعزیٰ بن قصی۔ گویا یہ رشتہ بنو ہاشم کے باہر ہوا ہے۔ ہاشم کے حقیقی چچا عبدالعزیٰ کی اولاد میں ہوا ہے

مکاتیب فکر

مکّہ کی مذہبی زندگی میں ایک عجیب تضاد پایا جاتا ہے۔ نسباً یہ بنو اسماعیل کہلاتے ہیں۔ عملاً یہ بت پرست ہیں۔ اسماعیل کو بلا اختلاف تمام قبائل عرب، ابراہیمؑ کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور ان کی نسل سے یہودی اور عیسائی اہلِ کتاب کہلاتے ہیں۔ جو توحید کے قائل ہیں شام اور فلسطین ان کا مسکن ہے اور وہ ایک مضبوط حکومت اور وسیع مذہب کے مالک ہیں۔

عراق عرب

مکہ کے شمال مشرق میں ایران کے لوگ زرتشت ہیں، جو آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ ایک صحیح الفطرت، ان نقطہ ہائے فکر پر ضرور سوچ و بچار کرتا ہے! محمد عربی نے بھی ان خطوط پر غور کیا ہے تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ابراہیم کے دین کی اصل بنیاد توحید کا عقیدہ ہے۔

مکہ کے بت پرست دہریہ نہیں تھے وہ خدائے واحد اور یکتا کو کسی نا کسی شکل میں مانتے تھے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اسلامی تحریک کو نبوت کے نقطہ نظر سے لوگوں کے پیش کیا۔ تو ان کے لیے یہ تحریک اپنے اندر اجنبیت نہ رکھتی تھی۔ وہ اہل کتاب کے عقیدہ سے واقف تھے اور ان کا فطری شعور پہلے ہی بتوں کی حقیقت سے آشنا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کے

Marfat.com

اس فکر میں بہت قریب تھے انہوں نے ان کی پہلی آواز پر لبیک کہا اور پھر ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے خفیہ تبلیغ کے تین سالہ دور میں مسلمان ہونے والے لوگوں کی ایک فہرست قبیلہ وار اپنی تصنیف "سیرت سرورِ عالم" میں دی ہے جس کے متعلق کہا ہے کہ بڑی تلاش و جستجو کے بعد تیار ہوئی ہے۔ ہم معمولی ترمیم و اضافہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ (درویش)

اَلسّٰابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ

بنو عبد المطلب

۱۔ حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔

۲۔ زوجہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ (غیر قریش)

۳۔ حضرت علی بن ابی طالب

۴۔ صفیہ بنت عبد المطلب۔ آنحضرتؐ کی پھوپھی حضرت زبیرؓ کی والدہ

۵۔ اَرْوٰی " " " طلیب بن عمیر کی والدہ

Marfat.com

۶۔ عبیدہ بن حارث بن مُطلب بن ہاشم

بنو عبد الشمس بن عبد مناف

۷۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس بن عبد مناف

۸۔ زوجہ سہلہ بنت سہیل بن عمرو

۹۔ حضرت عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف

۱۰۔ والدہ ماجدہ اُرْوٰی بنت کزیر۔

۱۱۔ خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد الشمس

۱۲۔ زوجہ اُمَیْمہ بنت خلف الخزاعیہ

۱۳۔ ام حبیبہ بنت ابو سفیان زوجہ عبید اللہ بن جحش لعدہٗ ام المومنین

۱۴۔ حلیف بنو اُمیہ — عبداللہ بن جحش بن رئاب ۔حضورؐ کی پھوپھی امیمہ کے بیٹے

۱۵۔ عبیداللہ بن جَحْش ۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا خاوند۔

بنو تیم

۱۶۔ حضرت ابوبکر صدیق عبد اللہ ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مروہ بن کعب ۔ آپ کا نسب مرہ بن کعب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔

۱۷۔ زوجہ صدیق اکبر ام رومان (حضرت عائشہ اور عبدالرحمٰن کی والدہ)

۱۸۔ اسماء بنت ابی بکر۔ زوجہ زبیر بن العوام بن خویلد (عبداللہ بن زبیر کی والدہ)

۱۹۔ طلحہ بن عبید اللہ

۲۰۔ والدہ صعبہ بنت الحضرمی

Marfat.com

۲۱۔ حارث بن خالد

حلیف بنی تیم

۲۲۔ صہیب بن سنان الرومی

بنو اسد بن عبد العزیٰ

۲۳۔ زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن عبد الشمس بن قصی (حضرت خدیجہ کے بھتیجے حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی)

۲۴۔ خالد بن حزام بن خویلد

۲۵۔ خدیجہ بنت خویلد ابن اسد (ام المومنین)

۲۶۔ اسود بن نوفل

۲۷۔ عمرو بن امیہ

بنو عبد العزی بن قصی

۲۸۔ یزید بن زمعہ بن الاسود

بنو زہرہ

۲۹۔ عبد الرحمٰن بن عوف

والدہ شفاء بنت عوف

۳۰۔ سعد بن ابی وقاص مالک بن اھیب

۳۱۔ عمیر بن ابی وقاص " "

۳۲۔ عامر " " "

۳۳۔ مطلب بن ازہر (عبد الرحمٰن بن عوف کے چچا زاد بھائی)

۳۴۔ زوجہ رملہ بنت ابی عوف سہمیہ

۳۵۔ طلیب بن ازہر

Marfat.com

۳۶۔ عبداللہ بن شہاب

حلیف بنی زہرہ

۳۷۔ عبداللہ بن مسعود (یہ قبیلہ ہذیل میں سے تھے)

۳۸۔ عتبہ بن مسعود (دونوں حقیقی بھائی)

۳۹۔ مقداد بن عمرو الکندی

۴۰۔ خباب بن الارت

۴۱۔ شرجیل بن حسنہ الکندی

۴۲۔ جابر " "

۴۳۔ جنادہ " " "

بنو عدی

۴۴۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل حضرت عمر کے بہنوئی اور چچا زاد بھائی

۴۵۔ زوجہ فاطمہ بن الخطاب حضرت عمر کی بہن

۴۶۔ زید بن خطاب حضرت عمر کے بڑے بھائی۔

حلیف بنی عدی

۴۷۔ عامر بن ربیعہ اسفندی العنزی

۴۸۔ زوجہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ

۴۹۔ معمر بن عبداللہ بن نضلہ

۵۰۔ نعیم بن عبداللہ النحام

۵۱۔ عدی بن نضلہ

۵۲۔ عروہ بن ابی اثاثہ (عمرو بن العاص کے ماں جائے بھائی)

۵۳۔ مسعود بن سوید بن حارثہ بن نضلہ

Marfat.com

حلیف بنی عدی

۵۴۔ واقد بن عبداللہ
۵۵۔ خالد بن بکیر بن عبد یالیل اللیثی
۵۶۔ ایاس " " "
۵۷۔ عامر " " "
۵۸۔ عاقل " " "

بنو عبد الدار

۵۹۔ مصعب بن عمیر
۶۰۔ ابوالروم " "
۶۱۔ فراس بن النضر
۶۲۔ جہم بن قیس

بنی جمح

۶۳۔ عثمان بن مظعون
۶۴۔ قدامہ " "
۶۵۔ عبداللہ " "
۶۶۔ سائب بن عثمان بن مظعون
۶۷۔ معمر بن الحارث بن معمر
۶۸۔ حاطب " "
۶۹۔ زوجہ بنت مجلل العامریہ
۷۰۔ خطاب بن حارث بن معمر
۷۱۔ زوجہ فکیہہ بنت یسار
۷۲۔ سفیان بن معمر

Marfat.com

۷۳۔ نبیہ بن عثمان

بنو سہم

۷۴۔ عبداللہ بن حذافہ

۷۵۔ قیس بن حذافہ

۷۶۔ خنیس بن حذافہ ام المومنین حفصہ کے پہلے شوہر

۷۷۔ ہشام بن العاص بن وائل

۷۸۔ حارث بن قیس

۷۹۔ بشیر بن حارث بن قیس

۸۰۔ معمر " "

۸۱۔ ابو قیس بن حارث

۸۲۔ عبداللہ " "

۸۳۔ سائب " "

۸۴۔ حجاج " "

۸۵۔ بشر " "

۸۶۔ سعید " "

حلیف بنی سہم

۸۷۔ عمیر بن رئاب

۸۸ محمیہ بن الجزء (یہ حضرت عباس کی بیوی ام فضل کے ماں جائے بھائی ہیں)

بنو مخزوم

۸۹۔ ابو سلمہ عبداللہ بن الاسد (حضور کے پھوپھی زاد بھائی ام المومنین ام سلمہ

Marfat.com

کے پہلے شوہر۔

۹۰۔ زوجہ ام سلمہ (یہ اور ان کے شوہر ابوجہل کے قریبی رشتہ دار تھے)

۹۱۔ ارقم بن ابی الارقم۔ ان کا گھر اسلام کا پہلا مرکز تھا)

۹۲۔ عیاش بن ابی ربیعہ ابوجہل کے ماں جائے بھائی (خالد بن ولید کے چچازاد بھائی)

۹۳۔ زوجہ اسماء بنت سلامہ تمیمیہ

۹۴۔ ولید بن ولید بن مغیرہ (خالد بن ولید سیف اللہ کے بھائی)

۹۵۔ ہشام بن ابی حذیفہ

۹۶۔ ہاشم بن ابی حذیفہ

۹۷۔ سلمہ بن ہشام بن ابی حذیفہ

۹۸۔ ہبّار بن سفیان۔

۹۹۔ عبداللہ " "

حلیف بنی مخزوم

۱۰۰۔ یاسر (عمار بن یاسر کے والد)

۱۰۱۔ عمار بن یاسر

۱۰۲۔ عبد اللہ " "

بنی عامر بن لوی

۱۰۳۔ ابوسبرہ بن ابی رہم حضور کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے

۱۰۴۔ زوجہ ام کلثوم بنت سہل بن عمرو (ابو جندل کی بہن) سہیل بن عمرو نے صلح نامہ حدیبیہ لکھا تھا۔

۱۰۵۔ حاطب بن عمرو۔ سہیل بن عمرو کے بھائی۔

Marfat.com

۱۰۔ سلیط بن عمرو ۔ سہیل بن زوجہ یقظہ بنت علقمہ

۱۰۔ سکران " " " ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے پہلے خاوند

۱۰۔ سلیط بن عمرو کی زوجہ یَقَظہ یا فاطمہ بنت علقمہ

۱۰۔ سودہ بنت زمعہ

۱۱۔ مالک بن زمعہ (ام المومنین سودہ کے بھائی)

۱۰۔ ابن ام مکتوم

بنو فہر بن مالک

۱۱۔ ابو عبیدہ بن الجراح

۱۱۔ سہیل بن بیضاء

۱۱۔ سعید بن قیس

۱۱۔ عمرو بن حارث بن زھیر

۱۱۔ عثمان بن عبد غنم (عبد الرحمٰن بن عوف کے پھوپھی زاد بھائی)

۱۱۔ حارث بن سعید

بنی عبد قصی

۱۱۔ طلیب بن عمیر حضور کی پھوپھی اَرْوٰی کے بیٹے

غلاموں اور لونڈیوں کا مسلمان ہونا

۱۱۔ ام ایمن برکہ بنت ثعلبہ حضور کی والدہ کی لونڈی والدہ آمنہؓ کی فوتیگی کے بعد حضورؐ کی دیکھ بھال یہی کرتی رہی ہیں ۔

۱۲۔ زید بن حارثہ حضورؐ کا غلام خاص

۱۲۔ زنیرہ رومیہ ۔ عمرو بن المؤمل کی آزاد کردہ لونڈی

Marfat.com

۱۲۲۔ بلال بن رباح۔ امیہ بن خلف کا غلام

۱۲۳۔ والدہ بلال —— حمامہ

۱۲۴۔ ابو فکیہہ یسار الجہمی صفوان ابن امیہ کے آزاد کردہ غلام

۱۲۵۔ لبیبہ المؤمل ابن حبیب کی لونڈی

۱۲۶۔ ام عبیس بنی تیم بن مرہ کی لونڈی

۱۲۷۔ عامر بن فہیرہ طفیل بن عبداللہ کے غلام

۱۲۸۔ سمیہ عمار بن یاسر کی والدہ ابو حذیفہ بن المغیرہ کی لونڈی۔

غیر قریش

۱۲۹۔ محجن بن الادرع الاسلمی

۱۳۰۔ مسعود بن ربیعہ بن عمرو یہ بنی الھون بن خزیمہ کے قبیلہ قارہ سے تھے۔

Marfat.com

تاریخِ قریش

دو مُقتدر ہستیاں

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سید ہونے کے ناطہ حضرت علیؓ کی حمایت میں امیر معاویہؓ کے خلاف بڑے چست ہاتھوں سے فردِ جرم مرتب کی ہے لیکن اپنی پوری کوشش کے باوجود ان کی صفائی میں اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیا ہے۔

(درویش)

درویش کہتا ہے: "تاریخ اسلام کی دو مقتدر ہستیاں حضرت عثمانؓ ذوالنورین اور حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کے قتل کا سانحہ مسلمانوں کے درمیان شدید اختلافات کا باعث بنا ہے۔ یہ قتل سیاسی نوعیت کے ہیں۔ ان کے بطن سے حزبِ اقتدار اور مخالف نے جنم لیا ہے اور قومی خانہ جنگیوں میں سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ ان پر کسی نے شب خون مارا ہے نہ ان کو دن دھاڑے اچانک قتل کر دیا ہے۔

حفاظتِ خود اختیاری پر قادر ہوتے ہوئے ان حضرات نے پورے غور و خوض اور اطمینان قلب سے اپنے آپ کو کشت و خون کے حوالہ کر دیا ہے

کعب بن مالک انصاری عثمانؓ کے مرثیہ میں کہتے ہیں:

فَكَفَّ يَدَيْهِ ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهُ
وَاَيْقَنَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلِ
وَقَالَ لِاَهْلِ الدَّارِ لَا تَقْتُلُوْهُمْ
عَفَا اللّٰهُ عَنْ كُلِّ امْرِءٍ لَمْ يُقَاتِلِ

Marfat.com

ترجمہ : پس عثمانؓ نے ہاتھ روک لیا اور دروازہ بند کرلیا اور اس بات کا یقین کرلیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں بے خبر نہیں ہے ۔
انہوں نے اپنے گھروالوں کو کہہ دیا کہ جو مداخلت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ان سے درگذر فرمائیں گے ۔

مسز پنڈت

وزیراعظم بھارت پنڈت جواہر لال نہرو کی بہن سے کسی نے کہا : بڑی حیرانی والی بات ہے کانگریس بڑے بڑے ذی اثر لیڈر رکھتے ہوئے ملک کو تقسیم ہونے سے نہیں بچا سکی ! جواب دیا :

If the Muslim League had one hundred Gandhijis and two hundred of Maulana Azads and Congress had only one Jinnah India would not have been divided.

درویش کہتا ہے : اس سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ مدینۃ الرسول میں حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کے ہوتے ہوئے حضرت عثمانؓ ذوالنورین قتل ہوجاتے ہیں ۔

حضرت علیؓ کی زبانی

روایت کرتے ہیں ابن خلدون : النَّاسُ وَرَائِیْ وَقَدْ کَلَّمُوْنِیْ فِیْکَ ۔ اے عثمانؓ ! لوگ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے تمہارے بارے مجھ سے گفتگو کی ہے ۔
وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَکَ وَلَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْھَلُہٗ

Marfat.com

ولا ادلك على امر لا تعرفه انك لتعلم ما اعلمه (الی آخرہ)

واللہ! حیران ہوں کہ میں کوئی ایسے امر کو نہیں جانتا جسے تم نہ جانتے ہو اور نہ میں ایسے امر کی تم کو ہدایت کر سکتا ہوں جس کو تم نہ سمجھتے ہو۔ بیشک تم بھی وہ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں۔ مجھ کو کسی امر میں تم سے سبقت حاصل نہیں ہوئی جس سے تم کو آگاہ کروں۔ اور نہ کوئی چیز مجھ کو تنہا معلوم ہوئی ہے جسے میں آپ کو بتلاؤں، اور نہ کوئی خاص بات مجھ کو خاص طور پر بتلائی گئی ہے جو تم کو نہ بتلائی گئی۔ تم نے رسول اللہ کو دیکھا ہے اور تم کو ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور تم نے ان سے احادیث کی سماعت کی ہے اور تم کو ان کی دامادی کی عزت حاصل ہوئی ہے۔

اللہ کے واسطے تم اس معاملہ میں غور کرو۔ واللہ تم بے بصیرت نہیں ہو اور نہ ناسمجھ و نادان ہو اور بے شک راستہ صاف واضح ظاہر ہے اور بے شک دین کی نشانیاں قائم ہیں۔ اے عثمان! سمجھو! بے شک اللہ کے بندوں میں افضل امام عادل ہے جس نے خود ہدایت پائی اور دوسروں کو ہدایت دی۔ پس اس نے سنت معلومہ کو قائم کیا اور بدعت متروکہ کو مردہ کیا:

واللہ! یہ دونوں امر کھلے ہوئے ہیں اور بے شک سنتیں قائم ہیں اور ان کے لیے نشانیاں ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریر آدمیوں سے امام ظالم ہے۔ گمراہ ہوا اور گمراہ کیا۔ پس مردہ کیا اس نے سنت معلوم کو اور زندہ کیا اس نے بدعت متروکہ کو اور میں تم کو اللہ کی سطوت اور انتقام سے ڈراتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت شدید و دردناک ہے اور میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں کہ تم اس امت کے امام مقتول ہو کہ تمہارے قتل سے

Marfat.com

اس پر قتل و قتال کا دروازہ قیامت تک کے لیے کھل جائے گا اور اس پر اس کے واقعات ملتبس اور مشتبہ ہوجائیں گے اور ایک گروہ چھوڑ دیئے جائیں گے جو حق کو بوجہ علو باطل نہ دیکھ سکیں گے اور اس مباحث میں خلط ملط بے حد ہوگا، اضطراب و اختلاف اس میں پیدا ہوں گے۔ (مترجم احمد حسین)

شورش کا جواز؟

یہ تقریر ہر چند الفاظ اور خیالات کا ایک پُرشکوہ مرقع ہے لیکن حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کے جواز میں کوئی بنیاد و اساس فراہم نہیں کرتی! البتہ جو باتیں ان کے دل میں تھیں منصہ شہود پر آ گئی ہیں!

دوبارہ نصیحت

ابن خلدون کہتے ہیں بعض نے لکھا ہے حضرت علیؓ نے مصریوں کے پاس سے واپس آکر امیرالمومنین سے کہا تم باہر نکل کر لوگوں کو اپنے خیالات سے مطلع کر دو تاکہ تمہارے حالات ان کو معلوم ہو جائیں اور فتنہ انگیز اشرار کا گروہ دوسرے شہروں سے نہ آنے پائے چنانچہ امیرالمومنین عثمانؓ باہر آئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا: میں پہلا شخص ہوں جس نے نصیحت قبول کی۔ میں اللہ تعالے سے معافی چاہتا ہوں۔ اس سے جو میں نے کیا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ پس مناسب ہے کہ تمہارے شرفاء آئیں اور مجھ کو مشورہ دیں واللہ اگر مجھے کوئی غلام بھی حق کی راہ نمائی کرے گا تو میں اسی کا راستہ اختیار کرونگا اور غلاموں کی طرح اس کی اطاعت کروں گا۔ اللہ کے سوا اور کوئی حامی نہیں ہے اللہ کی قسم ہے میں تم کو راضی رکھوں گا یہ کہنے پر حضرت عثمانؓ رو پڑے!

خطبہ دے کر اندر آئے تو بنو امیہ کے جن لوگوں نے یہ سنا انہوں نے کہا اس طرح آپ کا وقار لوگوں کی نگاہوں میں گر جائے گا۔

Marfat.com

اور کوئی زیادہ دیر نہیں گزری کہ دروازہ پر پھر کچھ لوگ آ گئے۔ مروان نے
..ان کو سخت سست کہہ کر بھاگ جانے کو کہا۔ اس پر مجمع منتشر ہو گیا۔
..علی ابن ابی طالب کو جب یہ خبر پہنچی آپ سخت ناراض ہوئے۔ عبدالرحمٰن اسود
..ن یغوث سے مخاطب ہو کر کہا: کل تم نے عثمانؓ کا خطبہ سنا اور آج مروان
..کا کلام سنا۔ جب میں گھر بیٹھ رہا تو عثمانؓ نے مجھ سے کہا کہ تم نے مجھے
..چھوڑ دیا۔ تم نے میری قرابت داری کا پاس نہ کیا اور جب میں نے دخل دیا اور
..لوگوں کو سمجھا بجھا کر واپس کیا تو مروان کے کہنے پر لڑکوں کے کھیل کی طرح
..س کو الٹ پلٹ دیا۔ افسوس ہے کہ عثمان باوجود مسنؓ اور رسول اللہ کے
..صحبت سے مشرف ہونے کے مروان کے قبضہ میں ہیں جس طرف وہ چاہتا ہے
..س طرف پھیر دیتا ہے۔ علی ابن ابی طالب یہ کہہ کر طیش میں آ کر اٹھے اور امیر المومنین
..عثمانؓ کے پاس گئے۔ مروان کے کہنے پر عملدرآمد کرنے پر نصیحت کی اور فرمایا:
..آج کے بعد پھر میں آپ کے پاس نہ آؤں گا۔ مروان تمہاری رائے پر مسلط ہے
وہ تمہارا شرف زائل کرنا چاہتا ہے۔ غصہ میں یہ باتیں کہہ کر چلے گئے اس کے
بعد امیر المومنین عثمانؓ نے علی ابن ابی طالب کو بلوا بھیجا وہ نہ آئے تو خود رات
کے وقت علی ابن ابی طالب کے مکان پر گئے۔ علی ابن ابی طالب نے کہا بڑے
افسوس کا مقام ہے کہ کل تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ کر
کیا کہا تھا۔ اس کے بعد مروان نے تمہارے دروازہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو
سخت سست کہا، ایذا پہنچائی! امیر المومنین عثمانؓ نے معذرت کی
اقرار کیا کہ آئندہ میں تمہاری رائے پر عمل کروں گا۔ علی ابن ابی طالب بولے واللہ
میں لوگوں کو نہایت آسانی سے دور کر دوں گا لیکن جب میں تم کو سمجھاتا ہوں
اور تم اس پر عامل ہونے ہو تو مروان آ جاتا ہے اور وہ مخالفت کرتا ہے تو تم

Marfat.com

اس کے کہنے پر عمل کرنے لگتے ہو اور میری رائے کو بھول جاتے ہو۔

مترجم احمد حسین صفحہ ۵۰ ھ تاریخ ابن خلدون)
مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی مارچ ۱۹۸۱ء

پند و نصائح

اس میں حضرت علیؓ نے صاف طور پر کہا ہے کہ "کل تم نے رسولؐ اللہ کے منبر پر چڑھ کر کیا کہا تھا اور اس کے بعد مروان نے تمہارے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو سخت و سست کہا اور ایذا پہنچائی"!

اس پر امیر المومنین عثمانؓ نے معذرت کی۔ گویا حضرت علی کو حضرت عثمانؓ کے معاملات میں مرواں کی دخل اندازی پر زیادہ اعتراض ہے۔ اور وہ حضرت عثمانؓ کے فعل کو اپنے مشورہ کا پابند رکھنا چاہتے ہیں۔

خلافت کا نقطہ نظر

بلوائی ہر چند حضرت عثمانؓ کے خلاف متحد الفکر تھے لیکن آئندہ خلیفہ کے بارے مختلف الخیال تھے۔ بصرہ والے طلحہ کو چاہتے تھے کوفہ کے لوگ زبیرؓ کے حق میں ہیں۔ مصریوں کا رجحان علی ابن ابی طالب کی طرف ہے۔ بلوائی مدینہ کے باہر مختلف مقامات پر ٹھہرے ہوئے تھے۔

رسولؐ اللہ نے اپنی ایک پیش گوئی میں اس جگہ ٹھہرنے والے لشکریوں کو ملعون کہا تھا جسے عامۃ المسلمین جانتے تھے اس لیے طلحہؓ، زبیرؓ اور علیؓ کسی ایک کو ان کی قیادت کرنے پر جرأت نہ ہوئی بلکہ ہر ایک نے کلمات سرزنش کہہ کر ان کو اپنی اپنی طرف سے مایوس کر دیا لیکن ان کے مطالبات کی تائید میں حضرت عثمان سے گفتگو کرتے رہے ہیں اس کا یہ اثر ہوا کہ ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ مدینہ والوں کی طرف سے ان کے خلاف کوئی متفقہ کارروائی نہیں ہوگی۔

Marfat.com

کھانا پانی بند

........ابن خلدون کہتے ہیں۔ جب بلوائیوں نے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کا محاصرہ تنگ کردیا تو کھانے پینے کی چیزیں بھی ان کے پاس جانے سے روک دیں۔ امیرالمومنین عثمان نے علیؓ، طلحہ، زبیر اور امہات المومنین کو کہلا بھیجا کہ بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے تم لوگ اگر مجھ کو پانی پہنچا سکتے ہو تو اس کا انتظام کردو۔

حضرت علیؓ کی سفارت

علی ابن ابی طالب اس دردناک خبر کو سنتے ہی علی الصبح سوار ہو کر بلوائیوں کے پاس گئے اور فرمایا تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں کے مشابہ ہے اور نہ کافروں جیسے تم لوگ اس شخص (عثمانؓ) کا کھانا پانی بند نہ کرو۔ بلاشبہ رومی اور ایرانی بھی اپنے قیدیوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ بلوائیوں نے جواب دیا۔ نہیں! واللہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ علی ابن ابی طالب یہ سن کر واپس گھر کو لوٹ آئے ہیں۔

درویش کہتا ہے مروان نے حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بلوائیوں کو سخت سست کہا اور ایذا پہنچائی تو حضرت علی کو غصہ اور طیش بقول خلدون دونوں آ گئے ہیں لیکن اب .... ؟ ام المومنین ام حبیبہ کچھ کھانے کی چیزیں لیکر اپنے خچر پر سوار ہو کر آئیں تو بلوائیوں نے ان کو روک دیا کہ ہم عثمانؓ کے پاس آپ کو نہیں جانے دیں گے وہ خچر سے گرتے گرتے بچیں۔ اہل مدینہ نے دوڑ کر پکڑ لیا اور ان کو گھر پہنچا آئے ہیں۔

عثمانؓ کا قتل

صحابہ کبار کے صاحبزادگان دروازہ پر پہرہ دار کی حیثیت سے موجود ہیں۔ بلوائی دیوار پھاند کر اندر گھس گئے ہیں۔ عثمانؓ کو ان کی اہلیہ کی موجودگی میں قتل کر دیا ہے۔

Marfat.com

ان بہادروں میں سے کسی ایک نے جوشِ حمیت میں بڑھ کر کسی ایک بلوائی کو قتل نہیں کیا اور اپنی خیروخیریت کے ساتھ واپس گھر پہنچ گئے ہیں۔ عرب کی کسی عورت نے ان کو طعنہ نہیں دیا کہ امیرالمومنین کے قتل کے بعد تم زندہ گھر واپس کیوں آئے ہو؟ تمہارے پہرہ سے کیا مراد تھی؟ ہم نے تمہیں محض اس لیے بھیجا تھا کہ تم موت کی خبر جلدی لاکر ہمیں دوگے۔ قائدِ اعظم مولانا آزاد کو شو بوائے کہتے ہیں۔ لیگی خوش ہوئے کہ ان کی حیثیت کانگرس میں بالکل یہی ہے۔ میں ان کے بارے کیا کہہ سکتا ہوں۔ یہ سارے کے سارے ملت کے چراغ ہیں۔

حضرت عثمانؓ ذوالنورین

خانوادۂ رسول بنو عبد مناف سے ہیں۔ اندرونی تقسیم میں ان کا تعلق بنو امیہ سے ہے جو قوم قریش کا باز روئے شمشیر زن ہے۔

اسلام کے ابتدائی دَور میں بانی دولت اسلامیہ کی جو جنگ آزمائی قریش سے ہوئی ہے اس میں بنو امیہ امیر لشکر تھے۔ عتبہ، ربیعہ، ولید، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ سرداران بنی عبد الشمس اور ابوالحکم عمر بن ہشام مخزومی جنگِ بدر میں ہی ان کے لیے جگہ خالی کر گئے تھے۔

فتح مکہ کے دن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں تو پورا مکہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہے۔

مکہ کا پہلا اسلامی گورنر عتاب بن اسید اموی ہیں۔ ان کی وفات اس دن مکہ میں ہوئی ہے جس دن ابوبکر صدیقؓ کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے۔

تالیف قلوب

فتح مکہ کے بعد جنگ حنین ہوئی ہے جس سے بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ

Marfat.com

آیا ہے وہ سب کا سب مکّہ کے نومسلم قریشیوں کو دے دیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ حصّہ ابوسفیان اور اس کے متعلقین خاص کو ملا ہے۔

مدینہ والوں کو فتح مکّہ سے کچھ حاصل ہوا ہے اور نہ حنین سے کچھ ہاتھ آیا ہے وہ اس پر معترض ہوتے ہیں۔ امیر قریش نے فرمایا تم لوگ اس بات پر خوش نہیں کہ خود پیغمبرؐ کی ذات آپ کے ساتھ جا رہی ہے مالِ غنیمت آج نہ سہی کل سہی! فکر کی کیا بات ہے؟ یار زندہ صحبت باقی! پھر مدینہ والوں کو وہ دن بھی دیکھنے نصیب ہوئے جس میں مالِ غنیمت کا زیادہ حصّہ یہ پاتے تھے۔

"تاریخ اسلام میں خاندان اُمیہ کے مقابلہ میں تالیف قلوب کی کوئی دوسری مثال ایسی ہے؟ قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری۔ قریش قریش کو سمجھتا ہے۔

"تاریخ شاہد ہے کہ ابوسفیان کے مسلمان ہونے کے بعد پوری قوم قریش مسلمان ہو گئی ہے۔ اور اس سے اسلامی فتوحات کا آغاز ہوتا ہے۔ شام بنو اُمیہ ہی کی زیرِ قیادت فتح ہوا ہے۔ امیر لشکر تھے یزید بن ابی سفیان اموی! خالد بن ولید مخزومی ابوعبیدہ ابن جراح بنی یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد ان کی جگہ ان کے بھائی امیر معاویہ بن ابی سفیان کو حضرت عمر فاروقؓ نے والی شام مقرر کیا ہے۔ ان کے حسن فکر و نظر کی داد دینی پڑے گی کہ وہ عمرؓ کے معیار گورنری پر پورے اُترے ہیں۔

قبرص کا جزیرہ شام کے قریب بحیرہ روم میں واقع ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں امیر معاویہؓ نے قبرص فتح کرنے کی اجازت مانگی ہے مگر حضرت عمرؓ نے بحری جنگ کو مسلمانوں کے لیے خطرہ تصور کر کے اجازت نہیں دی یہ مہم

Marfat.com

امیر معاویہ نے حضرت عثمان اموی کے دور خلافت میں سر کی ہے۔

فاتح مصر حضرت عمر بن العاص ہیں جو غیر ہاشمی ہیں اس طرح حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح عراق و ایران ہیں جو دوسرے غیر ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوفہ اور بصرہ کی چھاؤنیاں ان کی کمان میں بنی تھیں۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فاتح افریقہ بھی غیر ہاشمی ہیں۔ خالد بن ولید اسلام کے سالار اعظم بھی غیر ہاشمی۔

تاریخ کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ نبوت اور رسالت کے بعد ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کی خلافتوں میں اسلام کو کس قدر تقویت پہنچی ہے ان خلافتوں کی بنیاد خاندانی تعصب نہ تھا، بلکہ ذاتی صلاحیتیں ان کا معیار تھیں۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

حضرت عمر بن العاص کی جگہ گورنر مصر مقرر ہوئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو فتح افریقہ پر مامور کیا ہے اور حسن خدمات میں خمس الخمس دینے کا وعدہ کیا ہے۔

ابن خلدون کہتے ہیں افریقہ کا بادشاہ جرجیر نامی طرابلس اور طنجہ کے درمیانی علاقہ پر حکومت کرتا تھا (شہر طنجہ مغرب اقصیٰ کا آخری شہر ہے) اس کا دارالخلافہ سبیطلہ ہے۔ ایک شبانہ روز کی مسافت پہ آگے بڑھ کر بادشاہ نے اپنی فوج کا مورچہ قائم کیا ہے۔ ہر روز فریقین کی فوجیں میدان جنگ میں آتی ہیں اور بعد دوپہر تھک کر واپس ہو جاتی ہیں۔ اس طرح جنگ کا کوئی فیصلہ ہونے میں دیر ہو گئی ہے حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمٰن ابن زبیر کی سرکردگی میں ایک فوجی دستہ بطور کمک مدینہ سے روانہ کیا ہے وہ محاذ جنگ پر پہنچ گیا ہے۔ مسلمانوں نے اس خوشی میں نعرہ تکبیر بلند کیا ہے۔ دریافت پر بادشاہ کو نئی صورت حال سے آگاہی ہوئی ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص امیر لشکر

Marfat.com

عبداللہ کا سر کاٹ کر میرے پیش کرے گا، میں اسکو ایک لاکھ دینار نقد انعام دوں گا اور اپنی لڑکی کو اس کے عقد میں دے دونگا۔

جواب آں غزل مسلمان امیر لشکر نے بھی اعلان کیا ہے کہ ایک لاکھ دینار مالِ غنیمت سے دینے کے علاوہ بادشاہ جرجیر کی لڑکی کو اس کے نکاح میں دے دیا جائے گا۔ جو جرجیر بادشاہ کا سر کاٹ کر میرے پیش کرے گا اور اس کے ساتھ مسلمانوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ایک دستہ کار آزمودہ فوجوں کا محاذِ جنگ پر نہیں بھیجا۔ اس نے بعد از جنگ جب دونوں فوجیں اپنے اپنے کیمپوں کو واپس ہو گئیں ہیں۔ حملہ کر کے جرجیر کو قتل کر دیا ہے اور اس کی لڑکی کو گرفتار کر لیا ہے۔ بقول ابن خلدون یہ انعام ابن زبیر کو ملا ہے۔ عبداللہ بن زبیر پہلے لشکر میں شامل تھے۔ دوسرا لشکر عبدالرحمٰن بن زبیر کی سرکردگی میں آیا ہے ان دو بھائیوں میں سے کس کو انعام ملا ہے۔ ابنِ خلدون نے اس کو واضح نہیں کیا۔

اس کامیابی کے بعد دارالخلافہ سبیطہ شہر کا محاصرہ کیا گیا ہے تھوڑے دنوں بعد اسے بھی فتح کر لیا ہے اور کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا ہے اور پھر قلعہ اجم کا محاصرہ کیا تو اس کے باشندوں نے امان کے ساتھ مصالحت کر لی۔ بقول ابن خلدون دس لاکھ دینار جزیہ دیا ہے۔

ابن خلدون آگے لکھتے ہیں: ابن زبیر فتح کی بشارت اور خمس لے کر مدینہ منورہ آتے ہیں جس کو مروان نے پانچ لاکھ کو خرید لیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ افریقہ کا خمس اس کو دیا گیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن سعد سرح کو افریقہ کی پہلی لڑائی کا خمس الخمس دیا گیا تھا۔"

قتل عثمانؓ

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ محمد بن ابی بکر اپنے دو ساتھیوں کو ہمراہ لے کر

Marfat.com

ایک انصاری کے گھر سے قصر خلافت کی طرف آئے ہیں۔ محمد بن ابی بکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہے کہ پہلے میں جاتا ہوں۔ جب میں ان پر قابو پا لوں تو تم یکبارگی حملہ کر کے قتل کر دینا۔

یہ منصوبہ بنا کر محمد اندر پہنچ گئے ہیں اور معمولی رد و قدح کے بعد ان کی داڑھی پکڑ لی۔ اس اثنار میں ان کے دو ساتھی پہنچ چکے ہیں اور آن واحد میں ان کو قتل کر دیا ہے۔

حضرت علیؓ قتل کے بعد عثمانؓ کے گھر ورود فرما ہوئے ہیں۔ زوجہ عثمان نے بتایا ہے۔ تین آدمیوں نے اندر آکر عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے ان میں ایک محمد بن ابی بکر بھی تھے۔ محمد بن ابی بکر نے طلبی پر بتایا۔ میں اندر ضرور آیا تھا اور قتل بھی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ان کی داڑھی کو پکڑ لیا تو وہ کہنے لگے اگر تمہارے والد ایسا دیکھتے تو کیا کہتے۔ اس پر میں ان کو چھوڑ کر الگ ہو گیا تھا۔ ان کو قتل دوسروں نے کیا ہے۔ زوجہ عثمانؓ نے کہا: ان کو ہمراہ لانے والے یہی تھے

بعمر ۸۲ سال مدت خلافت ۱۲ دن کم ۱۲ سال!

تاریخ وفات ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ مطابق ۶۵۶ء

محمد بن ابی بکر

یہ خلیفہ اول ابوبکر صدیق کے صاحبزادہ ہیں جو ان کی بیوی اسمار بنت عمیس بن نعمان بن کعب بن ملک بن قحافہ خثعمی کے بطن سے حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ کے موقعہ پر واپسی میں دوران سفر پیدا ہوئے ہیں ان کی وفات کے بعد ام محمد نے حضرت علیؓ سے نکاح کر لیا ہے اس وقت محمد کی عمر کوئی تین چار سال ہو گی۔ ان کی ولادت زمانہ رسالت میں ثابت ہے۔ حضرت علیؓ کی زیر کفالت پرورش پائی ہے اور ان کی زندگی کا تمام وقت صحابہ کبار کی صحبت میں گزرا ہے۔

Marfat.com

باپ اسلام لانے والوں میں پہلے شخص ہیں۔ والدہ اسماء بنت عمیس جعفر طیار کی زوجہ ہیں اور اپنے خاوند کے ساتھ اسلام کے پہلے تین سالوں میں خفیہ تبلیغ کے دَوران ایمان لائیں ہیں اور اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت حبشہ کو گئی ہیں۔

جمادی الاوّل ٨ھ مطابق ٦٢٩ء حضرت جعفر طیار بن ابی طالب شہید ہوجاتے ہیں تو یہ حضرت ابوبکر صدیق کی زوجیت میں آجاتی ہیں اور ان کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کیا ہے۔ محمد بچپن سے ایام موت تک حضرت علیؓ کے زیر اثر رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کے زمانہ میں بلوائیوں کے مطالبہ پر مصر کی گورنری کا پروانہ لے کر گئے ہیں اور راستہ سے یہ خبر لے کر واپس آ گئے ہیں کہ دربار خلافت سے گورنر مصر کو لکھا گیا ہے کہ فلاں فلاں آدمیوں کو قتل کر دیا جائے اور آپ عہدہ گورنری پر بدستور فائز رہیں۔ واپس آکر حضرت عثمان ذوالنورین کے قتل میں برابر کے شریک ہوئے ہیں۔

علامہ سیوطی کی روایت کے مطابق اقدام قتل کا اعتراف کر چکے ہیں۔ یہ کہنا کہ عثمانؓ نے ابوبکر کا ذکر کیا تو یہ شرما گئے تھے اور داڑھی چھوڑ دی تھی۔ بڑا عذر لنگ ہے۔ حضرت کی زوجہ محترم نے الزام قتل سے ان کو بری نہیں کیا بلکہ کہا ہے دوسرے لوگوں کو لانے والے یہی تھے۔ قتلِ عثمانؓ کے وقت ان کی عمر ١٠ھ تا ٣٥ھ کوئی پچیس سال بنتی ہے۔

حضرت علیؓ نے مصر کے گورنر قیس بن سعد کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو اقدام قتل میں کوئی سزا دیئے بغیر مصر کا گورنر مقرر کر دیا ہے۔

Marfat.com

مشکوٰۃ شریف کے مؤلف محمد بن عبداللہ الخطیب متوفی ۷۴۳ھ نے کتاب کے ساتھ اسماء رجال کی ایک فہرست دی ہے اس میں لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکر کو حضرت امیر معاویہ کے طرفداروں نے مصر میں ۳۸ھ قتل کر دیا اور مردہ گدھے میں رکھ کر جلا دیا تھا۔ اس کی تفصیل قیس بن سعد گورنر مصر کے ذکر میں آپ پڑھیں گے۔

قیس بن سعد

حضرت علیؓ نے خلیفہ بننے کے فوراً بعد گورزروں کا نصب و عزل شروع کر دیا ہے۔ قیس بن سعد کو مصر کا گورنر مقرر کیا ہے اور ایک لشکر جرار مدینہ سے اپنے ہمراہ لے جانے کو کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر کے کچھ لوگ بلوائیوں میں ضرور شامل تھے لیکن پورا مصر انقلاب خلافت کے حق میں نہ تھا۔

قیس نے جواب میں کہا ہے کہ اگر ایک لشکر کے بغیر میرا داخلہ مصر میں مشکل ہے تو لشکر کے ساتھ مشکل تر ہو گا، وہ صرف سات آدمی اپنے ساتھ لے کر مصر روانہ ہو گئے ہیں اور مصر کے دارالخلافہ فسطاط پہنچ کر حضرت علیؓ کی جانب سے گورنری کا پروانہ دکھایا ہے اور لوگوں کو اتحاد امیر پر دعوت دی ہے اکثر لوگوں نے علیؓ کی بیعت پر رضامندی ظاہر کر دی ہے لیکن ایک طبقہ ایسا ہے جس نے کہا ہے کہ جب تک قصاص عثمانؓ کا معاملہ طے نہیں ہو جاتا۔ ہم غیر جانبدار رہیں گے۔ قیس نے وقتی مصلحت کی بنا پر ان لوگوں سے تعارض مناسب نہ سمجھا اور ان کو کہا اگر وہ پُرامن رہے تو ان کے وظائف انہیں بدستور ملتے رہیں گے اس حسن سلوک سے مصر میں امن و سکون کی فضا پیدا پیدا ہو گئی ہے۔

حضرت علیؓ کو اطلاع ملی ہے کہ قیس نے   اھل نبار سے

Marfat.com

بیعت نہیں لی لیکن ان کو وظائف برابر دے رہے ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے قیس کو غیر جانبدار اور آزاد رہنے والوں سے جنگ کرنے کو لکھ بھیجا ہے۔
ابن خلدون کہتے ہیں قیس بن سعد نے جنگ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے:
کہ فی الحال وہ لوگ غیر جانبدار ہیں لیکن اگر ان سے اعلان جنگ کر دیں گے تو وہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہو کر مقابلہ کریں گے۔ مناسب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے حال پر چھوڑ دیئے جائیں۔ اس جواب سے حضرت علیؓ ان کے بارے شک میں پڑ گئے ہیں۔ محمد بن ابی بکر کو ان کی جگہ گورنر مقرر کر کے روانہ کر دیا ہے۔
عبدالرسول کہتے ہیں یہ تیز طبع اور جذباتی نوجوان تھے انہوں نے مصر پہنچتے ہی اہل خرنبار سے فوری بیعت کا مطالبہ کیا ان لوگوں کے مہلت مانگنے پر جنگ کا اعلان کر دیا۔ مگر اہل خرنباء کی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ ان کو دبانا آسان کام نہ تھا کئی معرکوں میں محمد بن ابی بکر کو شکست ہوئی اور وہ اندرون مصر ایسے الجھے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کو مصر کی طرف سے کوئی امدادی کمک نہ بھیج سکے۔
حضرت علیؓ نے جنگ صفین کے بعد بقول ابن خلدون اشتر مالک نخعی والی جزیرہ کو لکھا کہ اپنی جگہ کوئی نائب مقرر کر کے فوراً مصر روانہ ہو جائیں۔ مصر کے حالات کو سدھارنے میں آپ کے سوا اور کسی میں اس کی اہلیت نہیں ہے اشتر یہ حکم پاکر مصر کی طرف روانہ ہوا یونہی قلزم کے افسر مال کے پاس پہنچا۔ اشتر کا انتقال ہو گیا۔ اشتر کے ہاتھوں مصر کی اصلاح کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔ وفات کی خبر پاکر حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو جنگ جاری رکھنے پر زور دیا ہے۔
آیئے اسی موضوع پر مولانا مودودیؒ کو سنتے ہیں:

خلافت وملوکیت

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے سید ہونے کے ناطے حضرت علیؓ کی حمایت

Marfat.com

میں امیر معاویہ کے خلاف بڑے چُست ہاتھوں سے فردِ جرم مرتب کی ہے اور حضرت علیؓ کے ہر فعل میں جواز تلاش کیا ہے اور اسے حسن تعبیر کہا ہے لیکن اپنی پوری کوشش کے باوجود ان کی صفائی میں اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیا ہے۔

فرماتے ہیں: "حضرت علیؓ نے پُورے فتنہ کے زمانہ میں جس طرح کام کیا ہے وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایانِ شان ہے البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جنگِ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمانؓ کے بارے اپنا رویّہ بدل دیا۔ جنگِ جمل تک وہ ان لوگوں سے بیزار تھے بادلِ نخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے اور ان پر گرفت کرنے کے لیے موقع کے منتظر تھے۔ حضرت عائشہؓ، طلحہؓ و زبیرؓ سے گفتگو کرنے کے لیے جب انہوں نے حضرت قعقاع بن عمرو کو بھیجا تھا۔ تو ان کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع نے کہا تھا کہ حضرت علیؓ نے قاتلین عثمانؓ پر ہاتھ ڈالنے کو اس وقت تک مؤخر کر رکھا ہے جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں۔ آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خون عثمان کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا۔ پھر جنگ سے پہلے جو گفتگو ان کے اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے درمیان ہوئی۔ اس میں حضرت طلحہؓ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ خون عثمانؓ کے ذمہ دار ہیں اور انہوں نے جواب میں فرمایا؟ لعن اللہ قتلۃ عثمان " عثمانؓ کے قاتلوں پر خدا کی لعنت! (حضرت مولانا مودودی آگے وضاحت سے فرماتے ہیں) لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدوں تک دے دیئے ہیں۔

Marfat.com

درا نحالیکہ قتل عثمان میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں "۔

درویش کہتا ہے: مولانا مودودی بڑے دقیقہ سنج اور نکتہ رس واقع ہوئے ہیں انہوں نے حضرت علیؓ کے مزاج میں تغیر کی وجہ یہ محسوس نہیں کی کہ جنگ جمل سے پہلے ان پر عوامی دباؤ تھا اور جنگ کے بعد ان میں فاتحانہ رجحانات جنم لے چکے تھے اور ایسے ہی حالات امیر معاویہ کی ملوکیت پر صحت کی دلیل قائم کرتے ہیں۔ مولانا مودودی نے صحابہ کرام کے فعل وعمل پر جرح و تعدیل کرتے ہوئے ایک رولنگ دی ہے خدا کی شریعت بے لاگ ہے اس میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ کسی کے مرتبہ کا لحاظ کر کے ہم غلط کو صحیح بنانے کی کوشش کریں۔
(خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۴۲)

محمدؐ بن ابی بکر کا قتل

ابن خلدون لکھتے ہیں: جنگ صفین کے بعد عمرو بن العاص ایک لشکر لے کر مصر کے قریب ایک میدان میں خیمہ زن ہوئے۔ ہوا خواہان عثمان ان کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ محمد نے حضرت علیؓ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا انہوں نے امداد کا وعدہ کیا۔ صبر و استقلال کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا۔ دونوں لشکر میدان میں اترے۔ محمد بن ابی بکر کو شکست ہوئی وہ بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں جا چھپے لیکن گرفتار ہو کر فسطاط میں عمرو ابن العاص کے پیش ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے ہر چند بھائی کی سفارش کی لیکن کوئی سماعت نہ ہوئی۔ محمد نے پانی مانگا۔ ابن خدیج نے کہا جس طرح تم لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو پانی نہیں دیا تھا۔ آج تم کو بھی پانی نہیں دیا جائے گا۔ اسے قتل کر کے ایک

Marfat.com

مردار گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔

ابن خلدون اس روایت کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ محمد شکست کھا کر بھاگا اور جبلہ بن مسروق کے مکان پر جاکر چھپے۔ معاویہ بن خدیج نے مع اپنے ہمراہیوں کے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ محمد بن ابی بکر جوش مردانگی میں مکان سے نکل کر میدان میں آئے اور لڑ کر راہِ آخرت اختیار کی۔ اللہ واعلم بالصواب

قیس بن سعد

حضرت علیؓ کے زبردست حامی تھے انہوں نے امیر معاویہؓ کی ہر پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ جب وہ معزول ہو کر مدینہ آئے تو مروان بن حکم نے ان سے گرم و سرد باتیں کیں۔ وہ دل برداشتہ ہو کر کوفہ حضرت علیؓ کے پاس چلے گئے ہیں۔ امیر معاویہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مروان کو ایک تہدیدی خط لکھا ہے۔ لو امددت علیا بمیا ئتہ الف مقاتل کان الیسر علی بن قیس ابن سعد! اگر تم ایک لاکھ جنگ جو جوانوں کے ساتھ علی کی امداد کرتے تو میرے لیے یہ امر اتنا شاق نہ تھا جتنا قیس بن سعد کا علیؓ کے پاس جانا شاق گزرا ہے آپ کو چاہیئے تھا کہ ہر طرح خاطر مدارات کر کے ان کو علیؓ سے الگ کر لیتے! اس سے امیر معاویہ کی حکمتِ عملی کا پتہ چلتا ہے۔

امارتِ امیر معاویہؓ

واقعات کی روئداد سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کی امارت حضرت علیؓ کی کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت علیؓ کا جنگ جو اور مذہبی آدمی ہونا غیر متنازعہ امر ہے لیکن ان کی سیاسیات میں ہر غیر شیعہ مؤرخ کو کلام ہے۔ عبدالرسول صاحبزادہ کہتے ہیں: قیس بن سعد ایسے دُور اندیش مدبر کی معزولی حضرت علیؓ کی ایک سیاسی غلطی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولتِ اسلامیہ کا ایک اہم حصہ ان کے ہاتھ سے

Marfat.com

جاتا رہا ہے (تاریخ اسلام)

جَدِ اعلیٰ عبد مناف

ان کے چار بیٹے ہیں۔ (۱) ہاشم (۲) مُطلب (۳) نوفل (۴) عبد الشمس یہ خاندانی لڑائی جھگڑوں میں دو دھڑوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

ہاشم اور مطلب کے مقابلہ میں عبد الشمس اور نوفل، دولت و ثروت اور افرادی قوت ~~کے اعتبار سے~~ کچھ بڑھ چڑھ کر ہی تھے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ بنو عبد الشمس کا معزز آدمی اور دنیائے اسلام کا خلیفہ، قصر خلافت میں قتل کر دیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کو کس امر نے ان کا قصاص لینے سے روک رکھا ہے؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ بنو اُمیہ کی تالیفِ قلوب میں توجہ دیتے اور ہر طرح قتلِ عثمان میں اپنی علیحدگی کا یقین دلاتے لیکن وہ اس کے برعکس امیر معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول کر کے وارثانِ عثمان کو بالکل بے دست و پا کر دینا چاہتے ہیں۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب زیادہ تر مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ اہلِ مکہ اور خاص کر بنو اُمیہ شام میں چلے گئے اور فتح شام کے بعد وہ وہاں قتلِ عثمان تک برسرِ اقتدار رہے ہیں۔ شام کی طرف سے عثمان کے قصاص کا مطالبہ گویا پوری قریش قوم کا مطالبہ ہے اس کو معرضِ التوا میں ڈالنا گویا اپنے ہی خاندان کے جذبات سے کھیلنا ہے۔ دنیائے اسلام میں کوئی ایک فرد ایسا نہیں ہے جو قصاص عثمان سے دست بردار ہونے کے حق میں ہے۔

قصاص

زمانہ جہالت میں بھی ایک مسلمہ اصول معاشرت قرار پایا ہے اور اس کا بدل دیت مقرر کر کے درمیانی راہ نکال لی ہے۔ اسلام نے بھی ولکم

Marfat.com

فی القصاص حیاۃ کہہ کر اس کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ قرآن نے سابقہ شریعت کے حوالہ سے کہا ہے ایک آدمی کا قتل پوری دنیا کے قتل کے مترادف ہے۔

کتبنا علی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا۔

حضرت علی کے لیے بھی قصاص کے سوا کوئی دوسری راہ فرار نہیں ہے۔ وہ اس کے التوی میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان کو بحیثیت مجموعی ملت اسلامیہ نے مسترد کر دیا ہے۔

قصاص کا مطالبہ

ابن خلدون کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ خطبہ خلافت دے کر گھر آئے ہیں۔ طلحہؓ اور زبیرؓ نے ان سے الگ گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ ہم نے بیعت اس شرط پر کی ہے کہ حدود و قصاص جاری و قائم کرو گے۔ لہٰذا تمہیں چاہیئے۔ عثمان کے قاتلوں سے قصاص لو۔ علی ابن ابی طالب نے جواب دیا۔ جب تک لوگ راہ راست پر نہ آئیں اور کل امور منظم نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک میں تمہاری رائے پر عمل نہیں کر سکتا۔ مجھ میں ایسی قدرت نہیں ہے۔ حالانکہ مجھ کو خود عثمانؓ کے حقوق اور قصاص کی فکر ہے۔

قتل عثمان سے برأت کا اظہار

ابن خلدون کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا۔ بعض لوگ ان کو قتل عثمان میں ملوث سمجھتے ہیں۔ مسجد میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ عہدہ خلافت کی ذمہ داریوں اور موجودہ ضرورتوں کا تذکرہ کیا اور قتل عثمان سے اپنی برأت کا اظہار اس صورت حال کو دیکھ کر مروان بن حکم جو عثمان بن عفان ذوالنورین کے

Marfat.com

چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ دوسرے بنی اُمیہ کے ساتھ شام کو روانہ ہوگئے ہیں۔

بقول ابن خلدون علی ابن ابی طالب ان کو شام جانے سے روک نہیں سکے اور جب انہوں نے تیسرے دن عراقی (بلوائیوں) کو واپس جانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے بھی تعمیل حکم سے انکار کر دیا ہے (خلدون)

عبدالرسول کہتے ہیں: حضرت علیؓ کی خلافت کا آغاز نہایت ناساعد حالات میں ہوا۔ خلیفہ اسلام کو نہایت بے دردی سے قتل کیا جا چکا تھا اور ہر طرف بلوائی چھائے ہوئے تھے ادھر آپ کا اولین فرض منصبی یہ تھا کہ قاتلین عثمانؓ کا سراغ لگا کر ان پر شرعی حد جاری کرتے چنانچہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ آپ کے پاس آئے اور قصاص پر زور دیا۔ آپ نے جواب دیا۔ میں اس سے غافل نہیں ہوں لیکن اس وقت قاتل جماعت پر میرا قابو نہیں! اس لیے مجھے مہلت دو! اس جواب پر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور خلیفہ کی طرف سے شکوک پیدا ہونے لگے۔

بیعت لینے کے بعد بھی بلوائیوں کی سرتابی کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو عراق و مصر واپس جانے کا حکم دیا تو عبداللہ بن سبا اور دیگر باغی سرداروں نے آپ سے ظاہری عقیدت کے باوجود اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا ہے۔ آگے لکھتے ہیں، لوگوں کو خلیفہ کے قتل کا اس قدر صدمہ ہوا کہ ہر طرف سے انتقام کی صدائیں بلند ہوئیں۔ یہاں تک کہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ کی معیت میں دعوت قصاص لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

(تاریخ اسلام عبدالرسول)

گورنروں کا عزل و نصب

مغیرہ بن شعبہ بن عامر بن مسعود بن معتب الثقفی طائف کے قبیلہ ثقیف سے

Marfat.com

تعلق رکھتے ہیں حجاج بن یوسف اور محمد بن قاسم ان کے ہی ہم جد ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے داماد ہیں ۔

علامہ سیوطی کہتے ہیں ۔ ابن عساکر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ عرب میں چار شخص ہوشیار اور تجربہ کار پیدا ہوئے ہیں ۔ عقلائے عرب کے زیر عنوان امیر معاویہ عمرو ابن العاص مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ کا ذکر کیا ہے ۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا ہے کہ عثمانی عمال کو فوری طور پر معزول نہ کیا جائے ۔ اس سے ملک افرا تفری کا شکار ہو جائے گا ۔ ایک گورنر نے بڑے حسن تدبر سے علاقہ پر کنٹرول کیا ہوتا ہے ۔ استقلال خلافت تک اس مسئلہ کو نہ چھیڑیں ۔

عبداللہ بن عباس حضرت علی کے چچا زاد بھائی ہیں ۔ انہوں نے بھی ایسا کہا ہے ہے اور خاص کر امیر معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول کرنے کی شدید مخالفت کی ہے اور کہا ہے ۔ بنو امیہ عثمان کے قصاص کا مطالبہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ کی خلافت کو درہم برہم کر کے رکھ دیں گے ۔

علیؓ نے ترت جواب دیا ہے کہ میدان میں تلوار اس کا فیصلہ کرے گی ۔ ابن خلدون کے الفاظ ہیں : " واللہ لا اعطیہ الا السیف " ۔ واللہ ہم معاویہ کو تلوار کے سوا اور کچھ نہ دیں گے " ۔ (مترجم) اردو میں کہا جاتا ہے اگر وہ میرے مقابل ہوئے تو ان سب کو تہ تیغ کر دوں گا ۔ عربی الفاظ کے معنی یہ ہوئے ۔ واللہ میں ان کی گردن پر تلوار رکھ دوں گا ۔

" تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ امیر المومنین علی نے اپنے مستقبل کا خاکہ کچھ انہیں خطوط پر کھینچا ہے لیکن منشائے ایزدی نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور بہم ناکامیوں سے دو چار ہونا پڑا ہے ۔

عبدالرسول صاحبزادہ ۔ خلیفہ بنتے پر حضرت علی سے چند ایک ایسی

Marfat.com

غلطیاں سرزد ہوئیں جن سے آپ کی مشکلات میں بہت اضافہ ہوا ۔ بیعت خلافت کے فوراً بعد آپ نے عثمانی عمال کی معزولی کے احکام صادر کر دیئے۔ مغیرہ بن شعبہ جو عرب کے مشہور مدبر تھے اور عبداللہ بن عباس جو آپ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے ایسا کرنے سے روکا اور کہا کہ اس معاملہ میں عجلت سے کام نہ لیں۔ ان اعمال سے پہلے بیعت لیں اس کے بعد جو چاہیں کریں لیکن آپ نے اس مشورہ کو مسترد کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو اُمیہ بدظن ہو گئے اور آپ کی اطاعت سے انکار کر دیا ۔ (تاریخ اسلام)

سہیل گورنر شام

حضرت علیؓ نے سہیل بن حنیف کو شام کی گورنری کا پروانہ دے کر روانہ کیا ہے وہ تبوک کے مقام پر پہنچے ہیں ان کو چند سواروں کا ایک دستہ ملا۔ انہوں نے دریافت کیا تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو ؟ سہیل نے جواب دیا میں حضرت علیؓ کا حکم پاکر امیر شام کی حیثیت سے دمشق جا رہا ہوں۔ سواروں نے اس کا رستہ روک کر مدینہ واپس کر دیا ہے۔

ابن عباس کا انکار

حضرت علیؓ پہلے عبداللہ بن عباس کو شام کا گورنر مقرر کرنا چاہتے تھے انہوں نے کہا میں آپ کا قرابت دار ہوں۔ حضرت عثمانؓ کے امیر معاویہؓ ہم جد ہیں وہ مجھ کو بعوض خون عثمانؓ قتل کر دیں گے تا تصفیہ قصاص قید میں ڈال دیں گے ۔ اس معذرت پر ابن عباس نے گورنری کی پیش کش کو ماننے سے انکار کر دیا۔

عمارہ بن شہاب

حضرت علیؓ نے ان کو کوفہ کی ولایت پر بھیجا ہے جب یہ مقام زبالہ پر

Marfat.com

پہنچے ہیں تو ان کی ملاقات طلیحہ بن خویلا سے ہوئی ہے دریافت پر بتایا وہ امی
کوفہ کی حیثیت سے سفر کر رہے ہیں۔ طلیحہ نے کہا کوفہ والے اپنے امیر ابو
موسیٰ اشعری کو تبدیل کرنا نہیں چاہتے۔ بہتر ہے کہ آپ اسی جگہ سے واپس ہو
جائیں ورنہ میں تمہاری گردن ابھی اڑا دوں گا۔ وہ ناچار مدینہ کو واپس لوٹے ہیں۔

عثمان بن حنیف

ابن خلدون لکھتے ہیں، حضرت علیؓ نے گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر کو معزول
کر کے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا ہے ان کے بصرہ پہنچنے پر لوگوں
نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی ہے لیکن ایک گروہ ایسا ہے جس نے کہا ہے
کہ ہم بالفعل خاموش ہیں بعد میں مدینہ والوں کی رائے کے مطابق عمل کریں گے
عبداللہ بن عامر گورنر عثمانی مکہ میں آ کر اس گروہ میں شریک ہو گئے ہیں
جو مطالبہ قصاص کا دعویٰ دار ہے۔

عبیداللہ بن عباس

حضرت علیؓ کا پروانہ گورنری لے کر یمن بمقام صنعار گئے ہیں۔ ان کے
پہنچنے سے پہلے وہاں کے گورنر یعلیٰ بن منیہ اپنا مال واسباب لے کر مکہ روانہ ہو
گئے ہیں اور عبیداللہ وہاں کا چارج سنبھال لیتے ہیں۔

بقول ابن خلدون یعلیٰ بن منیہ گورنر یمن وہاں سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ
دینار اپنے ہمراہ مکہ لائے ہیں اور منادی کرا دی ہے کہ جو شخص اسلام سے ہمدردی
اور خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتا ہے اس کے پاس سواری یا زاد راہ نہیں ہے وہ
ہمارے پاس آ جائے اسے ضرورت کی ہر چیز مہیا کی جائے گی۔

معبد بن عباس

حضرت علی نے ان کا تقرر مکہ مکرمہ میں کیا ہے وہاں کے گورنر عثمانی عبداللہ

Marfat.com

حضری الگ ہو گئے ہیں اور قصاص کے دعویٰ داروں کے ساتھ اپنی شمولیت کا اعلان کر دیا ہے۔

قثم بن عباس

حضرت علی نے جب طلحہ و زبیر کے تعاقب میں بصرہ کا رُخ کیا ہے تو مدینہ میں قثم بن عباس کا تقرر بطور گورنر ہوا ہے۔

عبداللہ بن عباس گورنر بصرہ

حضرت علیؓ جنگ جمل کے بعد جب بصرہ میں داخل ہوئے ہیں تو اس وقت زیاد بصرہ میں بیمار تھے ان کی تیمار داری کو گئے ہیں اور انہیں بصرہ کی گورنری پیش کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ بہتر ہے کہ آپ اپنے ہی خاندان سے کوئی گورنر مقرر کر دیں۔ میں وقتاً فوقتاً نیک مشورہ دیتا رہوں گا، چنانچہ حضرت علیؓ نے ابن عباس کو حاکم بصرہ اور زیاد کو وزارت مال، خراج اور وزارت خزانہ اور بیت المال پر مامور کیا ہے اور عبداللہ بن عباس کو اس سے ہر کام میں مشورہ لینے اور اس کی اتفاق رائے سے کام کرنے کی ہدایت کی ہے

(ابن خلدون)

کون زیاد؟

حضرت علی نے جس کی اصابت رائے کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے چچازاد بھائی بلکہ رسول اللہ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس کو اس کے مشورہ اور رائے کا پابند کر دیا ہے۔ وزارت مال اور خزانہ کے بارے ابن عباس پر اس کو ترجیح دی ہے۔

عبدالرسول صاحبزادہ لکھتے ہیں: زیاد حضرت علیؓ کے زبردست حامیوں میں سے تھا۔ آپ نے اسے کرمان اور فارس کے صوبوں کا حاکم مقرر کیا۔ اس

Marfat.com

نے ان علاقوں کے انتظام میں بڑی مستعدی کا مظاہرہ کیا اور جب ان علاقوں میں بغاوت
پھیلی تو اسے کامیابی سے دبا دیا حضرت حسن کی دست برداری سے زیاد کو
بہت صدمہ ہوا چنانچہ اس نے امیر معاویہ کی اطاعت سے انکار کر دیا اور مشرقی
صوبوں میں خود مختار حاکم کی حیثیت اختیار کرلی۔" (تاریخ اسلام)

مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ

ابن خلدون ــــــ امیر معاویہؓ نے ان سے کہا جب سے فارس
میں زیاد نے قیام کیا ہے اور میری طلبی پر نہیں آیا۔ اس وقت سے رات کو
جب یہ خیال آجاتا ہے تو مجھے نیند نہیں آتی! مغیرہ نے کہا زیاد کی حقیقت
کیا ہے؟ امیر معاویہ۔ یہ نہ کہو! وہ عرب کا بڑا شخص ہے اس
کے پاس فارس کا مال ہے۔ حیلہ سازی اور چالبازی میں اس کو بڑا ملکہ حاصل ہے
ایسا نہ ہو کہ اہل بیت میں سے کسی کی وہ بیعت کرلے اور لڑائی از سرِ نو چھڑ جائے۔
عبدالرسول صاحبزادہ زیاد جیسے شجاع اور مدبر کی مخالفت امیر معاویہ
کے لیے خطرہ کا باعث بن سکتی تھی۔ مغیرہ بن شعبہ کے ذاتی اثر و رسوخ سے
زیاد دمشق میں حاضر ہوا۔ امیر معاویہ بہت خوش ہوئے خاطر تواضع سے پیش
آئے اور مجمع عام میں زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا تسلیم کیا۔ (ابوسفیان اس نسبت
کو خود صحیح ماننے تھے۔ (درویش) اور اسے اپنا بھائی قرار دیا اور سرکاری
کاغذات میں اس طرح اندراج ہونے لگا۔ اس بات نے زیاد کو ہمیشہ کے
لیے امیر معاویہ کا گرویدہ بنا دیا اور اسے اس کے گھرانہ کا ایک فرد سمجھا جانے
لگا ہے۔" زیاد خود اپنی نسبت ابوسفیان کی طرف کرنے میں خوشی محسوس
کرتے تھے۔ اس کا زیرک و دانا ہونا، ذہانت و خطابت حوصلہ اور ہمت اس
بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی نسبت کس بڑے آدمی کی طرف ہو۔ بقول

Marfat.com

ابن خلدون زیاد نے ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو خط لکھا جس میں انہوں نے اپنی نسبت ابوسفیان کی طرف کی "من زیاد بن ابی سفیان" اس تحریر کا مقصد یہ تھا کہ ام المومنین اگر اس نسبت کو صحیح تسلیم کر لیں تو ثبوت نسب میں کافی شہادت ہوگی۔ لیکن ام المومنین طرح دے گئیں۔ لکھا۔ من عائشہ ام المومنین الی ابنہا زیاد"۔

امیر معاویہ سے صلح کے بعد زیاد نے کوفہ میں رہائش رکھی اور امور سلطنت میں مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ کے معاون رہے بعد ازاں ۴۵ھ والی بصرہ مقرر ہوئے ہیں۔

گورنر بصرہ

زیاد نے پہلی مرتبہ گورنر کی حیثیت سے جامع مسجد بصرہ خطاب عام فرمایا یہ ایک شعلہ بار تقریر تھی اس کا ہر ہر لفظ شکوہ و دبدبہ کا آئینہ دار تھا۔ اس تقریر سے اہل بصرہ مرعوب ہوگئے۔ بقول ابن خلدون جب زیاد خطبہ دے چکا تو عبداللہ بن الاہتم نے کہا: اشهد انك اوتيت الحكمة وفصل الخطاب۔

زیاد نے اسے مذاق سمجھا اور کہا کذبت ذاک نبی اللہ داؤد۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوندکریم نے آپ کو حکمت و ذہانت کے ساتھ خطاب کا ملکہ بھی وافر تعداد میں ارزانی فرمایا ہے۔ زیاد نے جواب دیا تو نے غلط کہا ہے یہ بات نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کو سزاوار ہے (درویش)

عہد فاروقی میں حاکم بصرہ کے یہ کاتب مقرر ہوئے تھے۔ کاتب کا لفظ اگر نبی کریم کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کی حیثیت ایک پی اے کی ہے

Marfat.com

اور اگر اس کی نسبت گورنر کی طرف کی جائے تو اس سے مراد سیکرٹری ہے۔ کوفہ میں جب وہ گورنر بن کر آئے اور خطاب عام کیا تو ان کی تقریر کے دوران بعض لوگوں نے اس پر کنکریاں پھینکیں۔ اس نے فوراً مسجد کے دروازے بند کرائے تحقیق پر تیس آدمی مجرم ثابت ہوئے ان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔

زیاد بن سمیہ

ابن خلدون لکھتے ہیں: زیاد کی والدہ سمیہ حرث بن کندہ طبیب کی لونڈی تھی اس کے بطن سے عبدالرحمٰن ابوبکرہ پیدا ہوئے بعد ازاں حرث نے اس کا عقد اپنے ایک غلام عبید سے کر دیا جو طائف میں رہائش رکھتا تھا۔ ابوسفیان طائف گئے ہیں۔ ان کا آمنا سامنا سمیہ سے ہوا ان کے گھر جو لڑکا پیدا ہوا وہ زیاد ہے۔

جب زیاد جوان ہوا اور ہونہار ہونے کے آثار نمایاں ہوئے تو ابوموسیٰ اشعری نے اپنے زمانہ حکومت بصرہ میں اسے میر منشی کا عہدہ دیا۔ پھر حضرت عمر فاروق نے بھی ایک خدمت سپرد کی جس کو زیاد نے نہایت کفایت شعاری اور امانت و دیانت سے انجام دیا اور حاضر ہو کر نہایت فصاحت و بلاغت سے جو کچھ عرض و معروض کرنا تھا اس کو بیان کیا۔ عمرو بن العاص بیٹھے ہوئے تھے زیاد کی برجستہ گوئی دیکھ کر بولے۔ واللہ اس لڑکے کا باپ اگر قریشی ہوتا تو تمام عرب کو ایک لکڑی سے ہانکتا۔

ابوسفیان دبی زبان سے بولے میں اس کے باپ کو جانتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا چپ رہو! اگر حضرت عمرؓ سن لیں گے تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا (خلدون) میں اس سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ سے اس کا نسب پوشیدہ نہ تھا وہ بنو امیہ کی غیر رسمی اولاد کو بھی اصابت رائے

Marfat.com

…کے معاملہ میں عبداللہ بن عباس بنو ہاشم کے بہترین آدمی پر ترجیح دے رہے …ہیں۔ زیاد کا سن پیدائش ساھ ہے۔ درویش کہتا ہے میرے نزدیک …ساری بحث غیر شرعی ہے۔ سمیہ لونڈی نے عبید نامی غلام کے نکاح میں ہوتے …ہوئے بچہ جنا ہے اسے زیاد بن عبید کہنا درست اور مناسب ہے۔ چھوٹی ذات …الے بعض آدمیوں نے بڑے نام پائے ہیں۔

…تظامیہ صلاحیت

ابن خلدون لکھتے ہیں: زیاد نے پولیس کا بڑا معقول انتظام کیا اور ہدایت …ی کہ رات کو لوگ عشاء کے بعد گھروں سے نہ نکلیں جو اس حکم کی خلاف ورزی …رے گا قتل کر دیا جائے گا، چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد سورہ بقرہ پڑھواتا تھا تاکہ …ں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں۔ اس کے بعد پولیس کا دستہ نکلتا تھا۔ …س کو پاتا تھا۔ قتل کر ڈالتا تھا۔ عصر حاضر کی زبان میں اسے کرفیو آرڈر کہتے ہیں

عبدالرحمٰن شرقاوی کہتے ہیں: پہلی رات میں اس حکم کے تحت دو سو …دمی گرفتار ہوئے اور صبح زیاد کے پیش کر دیئے انہوں نے ان سب کو …تیغ کر ڈالنے کا حکم دیا۔ آج کے زمانہ میں ایسے احکام مارشل لاء ایڈمنسٹریشن …کے تحت دیئے جاتے ہیں۔

ابن خلدون — سب سے پہلے جس نے احکام شاہی …کا اس تشدد سے برتاؤ اور عملدرآمد کرایا وہ زیاد ہی تھے۔ اس نے بدگمانی …اور شبہ پر سزائیں دیں اور اس درجہ سختی برتی کہ چوروں اور راہزنوں کے کس بل …نکال کر رکھ دیئے ہیں۔ لوگ بے فکری سے کھلے دروازے رکھ کر سونے لگے۔ …امن و امان اس حد تک پہنچ گیا کہ جہاں کہیں کسی کی کوئی چیز گر جاتی تھی۔ اس …کو کوئی اٹھاتا نہ تھا۔ وہیں پڑی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ اس کا مالک آتا اور

Marfat.com

اُٹھا کر لے جاتا تھا۔ شوق کہتے ہیں کہ اس نے اعلان کر دیا تھا کہ آپ لوگ بے فکری سے سو جائیں۔ زیاد جاگتا رہے گا اور جس شخص کی کوئی چیز چوری ہو جائے وہ مجھ سے آکر طلب کرے۔ میں اس کا معاوضہ ادا کروں گا۔ پھر اسی کوفہ اور بصرہ میں ولی اور فقہاء پیدا ہوئے ہیں (عبدالرحمٰن شوق تاریخ اسلام)

بقول ابن خلدون انتظامی امور و اصلاح و شوریٰ میں انس بن مالک عبدالرحمٰن بن سمرہ۔ سمرہ بن جندب جیسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لیتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام میں ابتدا زیاد ہی نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اس کے آگے آگے لوگ آلات حرب لے کر چلتے تھے۔ اس نے حفاظتی دستہ فوج جاں نثاراں مقرر کیا تھا۔ پانچ سو آدمی کسی وقت دروازہ مسجد سے نہ ہٹتے تھے (ابن خلدون)

گورنر خراسان

زیاد نے اپنے حاجب کو حکم بن العاص کو بلانے بھیجا ہے وہ حکم بن عمرو الغفاری رسول اللہ کے صحابی کو بلا لایا ہے۔ زیاد نے ان کو دیکھ کر کہا: میں نے آپ کے گورنر خراسان مقرر کرنے کا قصد نہ کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری تقرری منظور کی ہے۔ اب آپ ہی کو گورنر خراسان مقرر کرتا ہوں چنانچہ ان کو اس طرف روانہ کر دیا۔ مترجم ابن خلدون نے حاشیہ میں کامل، ابن اثیر کے حوالہ سے لکھا ہے:

علامہ شبلیؒ کا قول ہے کہ عرب کا عقل و خرد چار آدمیوں میں جمع ہو گیا ہے امیر معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ عبدالرسول کہتا ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ امیر معاویہ نے ان سب کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے درویش کہتا ہے ان کے مجموعہ کا نام امیر معاویہ کی حکومت!

Marfat.com

گورنر کوفہ

مغیرہ بن شعبہ کی وفات ۵۱ھ کے بعد زیاد کو کوفہ کا بھی گورنر مقرر کر دیا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ کوفہ اور بصرہ کے صوبے ایک آدمی کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں۔ گویا اب زیاد پورے فارس و عراق کا نائب السلطنت قرار پایا ہے۔ اس وقت امیر معاویہ کے بعد سب سے زیادہ صاحب اقتدار آدمی زیاد تھا۔

نبوّت اور خلافت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

۱۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم : ہاشمی خاندان کے ایک قریشی فرد۔ وہ اپنے خاندان میں پل کر جوان ہوئے ہیں۔ روزگار کی تلاش میں مکہ کی ایک امیر کبیر خاتون کے ادارہ تجارت میں شامل ہو گئے ہیں وہ ان کی کاروباری دیانت سے متاثر ہوئی ہے اور ہر شعبہ زندگی میں وہ ان کی شریک حیات بن گئی ہیں۔

محمدؐ اپنے بلند اخلاق کی بنا پر مکہ میں امین کہلائے ہیں اور سوسائٹی میں ایک غیر متنازعہ شخصیت سے متعارف ہوئے ہیں۔

۲۔ یونہی وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچے ہیں ان کی سوچ میں ایک انقلاب آگیا ہے انہوں نے قوم کو اپنے مذہبی عقائد میں اصلاح پر ترغیب دی ہے، اور در پردہ اپنا ایک حلقۂ فکر پیدا کر لیا ہے جس کو انہوں نے اسلامی تحریک کا نام دیا ہے اور کعبہ کی تاریخ سے اپنے خیالات کو وابستہ کر دیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہمارے جد اعلیٰ اسمٰعیل اور ان کے باپ ابراہیم بُت پر

Marfat.com

نہ تھے بلکہ وہ ایک خدا کی وحدانیت کے علم بردار تھے اور یہ خانہ کعبہ ان کی عبادت گاہ تھی۔ حسن اتفاق ہے کہ واقعہ فیل ماضی قریب میں وقوع پذیر ہوا۔

محمد صلعم کی ولادت سے صرف پچاس دن پہلے! ابرہہ حبشہ (ایتھوپیا) کے ایک گورنر یمن نے صنعاء میں ایک گرجا بنایا لیکن مکہ کے خانہ کعبہ کی شہرت کو نہ پہنچ سکا۔ اس نے اس کو نیست و نابود کرنے کا عزم کیا اور ۵۷۱ء میں مکہ پر حملہ آور ہوا۔ خدا نے اپنے گھر کی حفاظت میں ابابیلیں پرندے بھیجے ہیں، جنہوں نے انھیوں کی فوج پر کنکریاں پھینکیں اور پوری فوج تباہی کی نذر ہو گئی ہے اس سے کعبہ کی مذہبی حیثیت اور زیادہ اجاگر ہوئی ہے اور قریش قوم کے لئے اس کی تولیت باعث افتخار بنی ہے۔ قریش قوم کے لیے ایک خدا کا تصور کوئی اجنبی تصور نہ تھا۔

تحریک اسلامی کے بانی نے اس واقعہ کو وقتی ہتھیار کے طور پر آزمایا ہے الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل کہہ کر اپنی تحریک کی مخالفت کے انجام سے ڈرایا ہے۔ مکی زندگی میں تبلیغ کے دائرہ کو پند و نصیحت کی حد تک محدود رکھا ہے اور عدم تشدد کی پالیسی پر سختی سے کاربند رہے ہیں! بدلہ اور انتقام کی بجائے عفو و درگذر پر زور دیا ہے۔

قتل محمدؐ پر خانہ جنگی کا خطرہ

قریش کے سربرآوردہ کئی ایک لوگ اسؐ تحریک میں داخل ہو چکے ہیں ان کی فہرست دوسری جگہ درج ہے لیکن ان کی اکثریت اس کی مخالفت میں تگ و دو کر رہی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اخلاق کی حد تک ان کا ہر حربہ ناکام ہو گیا ہے۔ قبیلہ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جو اس تحریک سے متاثر نہ ہوئی ہو اور یہ افتراق و شقاق قومی یکجہتی کو پارہ پارہ کر رہا ہے تو پھر وہ

Marfat.com

قتل محمد پر تُل گئے ہیں۔

محمدؐ کے والد، والدہ اور دادا فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا چچا ابوطالب سرپرست ہیں۔ گو وہ خود ایمان نہیں لائے لیکن بھتیجہ کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور خاندانی حمیت کی وجہ سے بنوہاشم اور بنومطلب ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ ایک ایسا موقعہ بھی آیا ہے کہ ابولہب جو حضورؐ کا حقیقی چچا ہے اور ان کا سخت مخالف ہے۔ خاندانی غیرت سے پہلوتہی نہیں کر سکا۔

ابوسلمہؓ

برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے اپنے ماموں ابوطالب سے پناہ طلب کی ہے انہوں نے اسے پناہ دے دی ہے۔ بنی مخذوم کے اعتراض پر کہا ہے محمدؐ میرا بھتیجہ ہے تو ابوسلمہ میرا بھانجہ ہے۔ اگر میں بھتیجہ کو پناہ دے سکتا ہوں تو بھانجہ کو پناہ دینے میں کیا امر مانع ہے۔ جب اس پر تو تکار ہوئی تو ابولہب نے اُٹھ کر کہا اے اہل قریش تم نے شیخ کے ساتھ بہت کچھ کر لیا اور تم برابر ان پر دباؤ ڈالتے چلے جا رہے ہو کہ اپنی قوم میں جس کو وہ پناہ دیں اس کو ان کی پناہ سے نکالو۔ خدا کی قسم یا تو تم ان کو تنگ کرنے سے باز آجاؤ۔ نہیں تو میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ بنی مخذوم نے ابولہب کو کہا اے ابوعتبہ ہم تم کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ اس وقت پناہ دینے یا پناہ واپس کرنے کا اعلان حرم میں کیا جاتا تھا۔

عثمان بن مظعون

عرب کا مشہور شاعر لبید بن ربیعہ مکہ آیا اور حرم میں اپنے اشعار سنا رہا ہے ہے۔ شعر ہے: الا کل شئی ماخلا اللہ باطل

وکل نعیم لا محالۃ زائل

Marfat.com

عثمان نے پہلے مصرعہ پر داد دی کہا درست ہے دوسرے مصرع کے بارے کہا جنت کی نعمتوں کو زوال نہیں ہے! شاعر بگڑا، ایک نے عثمان کے مُنہ پر تھپڑ مارا کہ اس کو محمدؐ کی صحبت نے بگاڑا ہے جواب آں غزل اس مجلس سے ایک آدمی عبداللہ بنی اُمیہ بن مغیرہ اُٹھا اور اس نے اس شخص کی ناک توڑ دی جس نے عثمان کو تھپڑ مارا ہے (مودودی سیرت سرورِ عالم)

اس صورتِ حال نے قریش کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ عرب کے دستور کے مطابق اگر بنو ہاشم محمدؐ کے قتل میں دیت پر راضی نہ ہوئے تو پوری قریش قوم خانہ جنگی کی لپیٹ میں آجائے گی۔ ہر قبیلہ کا باپ بیٹے کے مقابلہ میں اور بیٹا باپ کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اس فکر و سوچ اور ذہنی کشمکش نے ان کو قتلِ محمدؐ سے روک دیا ہے۔ جب اس مخالفت اور تحریک کو کوئی ۱۳ سال گذر چکے ہیں تو تحریک کے بانی نے اپنا مرکزِ تبلیغ مکہ سے مدینہ تبدیل کر دیا ہے روزگار کی تلاش اور صلح و آشتی پر قریش کو مجبور کرنے کے لیے ان کے تجارتی کارواں کا پیچھا کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں جنگِ بدر معرضِ وجود میں آئی ہے۔ جس میں قریشِ مکہ کو شکست فاش ہوئی ہے اور اس کے انتقام و بدلہ میں دوسرے ہی سال جنگِ اُحد واقع ہوئی ہے جس میں قریش کا پلہ بھاری رہا ہے۔ اس کشمکش میں قریش کے دونوں فریق متاثر ہو رہے ہیں بالآخر ان کی سوچ و بچار ذی قعدہ ۶ھ ان کو صلح حدیبیہ پہ لے آئی ہے۔

فتح مکہ : ۲۱ سال سن نبوت کے بعد ۸ھ کو اپنی تکمیل کو پہنچی ہے اور پوری قوم قریش نے ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانے کا عہد و پیمان باندھا ہے۔ ذی الحجہ ۱۰ھ مارچ ۶۳۲ء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چالیس ہزار کے مجمع کو جو کل کے کل مسلمان تھے خطابِ عام

Marfat.com

فرمایا ہے۔ پچھلے حج کے موقع پر مشرکین کو خانہ کعبہ آنے کی ممانعت کردی گئی تھی۔ آپ نے کہا: یایھا الناس واسمعوا قولی فانی قد بلغت قولی وترکت فیکم ما ان استعصمتم بہ فلا تضلوا ابداً کتاب اللہ و سنۃ نبیہ

اے بنی آدم نوع انسان! میری بات غور سے سنو! میں نے اپنی بات کو آپ تک پہنچا دیا اور اچھا برا آپ کو سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میرے بعد دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک کتاب اللہ اور دوسری اس کے نبی کی سنت عمل اور اسی خطبہ میں کہا ہے۔ عربی کو عجمی اور گورے کو کالے پر ترجیحی حق حاصل نہیں ہے۔ کل مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آج کا دن نسبی فخر کے خاتمہ کا دن ہے۔ فخر کی اگر کوئی بات ہے تو وہ عمل تقویٰ ہے۔

۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ۲۰۔ اپریل سنہ ۶۷۱ء کے دن دولت اسلامیہ کے بانی تاجدار ختم نبوت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو داغ مفارقت دے گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون:

خلافت

پیغمبر خدا کی وفات نے خلافت کے مسئلہ کو جنم دیا ہے اس کا قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ مدینہ کی جماعت انصار! مقامی آبادی اور ان کی طرف مراجعت رسول ان کے دل میں امارت کا خیال پیدا ہوا ہے لیکن مہاجرین مکہ نے کہا ہے نبوت کا شرف قریش مکہ کو حاصل ہوا ہے امر خلافت میں آپ اس کے دعویدار نہیں بن سکتے۔ آپ انصار ہیں۔ اصل ذات نہیں۔ انصار نے اس دلیل کو مان لیا ہے۔ مہاجرین کا وہ طبقہ جو اس گفتگو کے وقت سقیفہ بنی ساعدہ

Marfat.com

میں موجود تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور انصار نے بھی متفقہ طور پر ان کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا ہے۔ دوسرے دن آپ نے مسجد میں بیٹھ کر بیعت عام لی ہے۔

علامہ سیوطی نے ابن سعد حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی ایک روائت درج کی ہے جس میں کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ منبر پر بیٹھ کر بیعت لے رہے تھے۔ انہوں نے علیؓ اور زبیرؓ کو نہیں دیکھا بلا کر کہا: اے زبیرؓ آپ رسول اللہ کی پھوپھی کے بیٹے ہو! اس پر تم لوگوں کی کمر توڑنا چاہتے ہو؟ اسی طرح علیؓ سے کہا: اے ابن ابی طالب آپ رسول اللہ کے ابن عم اور ان کے داماد ہونے کی بناء پر اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہو؟ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: اے خلیفہ الرسول آپ فکر نہ کریں اس پر ان دونوں نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

درویش کہتا ہے: میرے نزدیک یہی صورت زیادہ قابل اعتماد ہے۔ یہ روائت ابوبکر کے۔ انداز فکر اور طرز عمل میں پوری مطابقت رکھتی ہے اور یہ اس بات کو بھی متضمن ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں کو وقت کی نزاکت کا پورا پورا احساس تھا

علامہ سیوطی کہتے ہیں: موسیٰ بن عتبہ نے اپنے مغازی میں لکھا ہے اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق نے خطبہ خلافت میں کہا: واللہ مجھے دن رات میں کبھی امارت کا شوق اور خیال پیدا نہیں ہوا اور نہ میں نے کبھی اس کے لیے دعا مانگی تھی کہ یہ مجھے مل جائے اصل یہ ہے کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے " یہ تقریر سن کر حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہا: ہمیں افسوس ہے اپنی مصروفیت کی وجہ سے مشورہ خلافت میں شامل

Marfat.com

نہیں ہو سکے۔ ہم اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ہی تمام لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ رسول اللہ کے یارِ غار ہیں اور رسول اللہ نے اپنی زندگی میں ان کو نماز کی امامت کا حکم دیا تھا۔

تناقض روایات

عبدالرحمٰن شوق لکھتے ہیں۔ اگرچہ مدینہ اور گرد و جوار کے لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کر چکے ہیں لیکن ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو اس سے اختلاف رکھتا تھا۔ ان میں حضرت علیؓ بمع تمام بنو ہاشم، زبیرؓ، طلحہؓ، ابوسفیانؓ! ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اپنے گھروں میں خاموش ہو بیٹھے۔ حضرت عمرؓ کو ان سے بیعت لینے پر اصرار تھا لیکن ابوبکرؓ ان سے کوئی تعارض نہ چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ خود ہی بیعت کر لیں گے۔

(تاریخ اسلام)

احمد حسین علامہ

ابن خلدون کے مترجم نے علیؓ اور ابوسفیانؓ کا ایک مکالمہ درج کیا ہے جو اصل کتاب کا حصہ نہیں ہے! ابوسفیان کہتے ہیں۔ علیؓ! ہاتھ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ بخدا اگر کہو تو میں ابوبکرؓ پر یہ میدان تنگ کر دوں اور پلک جھپکنے میں اسے سواروں اور پیادوں سے بھر دوں حضرت علیؓ نے جواب دیا: مجھے تمہاری اس بات میں فتنہ کی بو آتی ہے اس کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور تھوڑی رد و کد کے بعد ان کی بیعت کر لی۔

علامہ نے ابوسفیان کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں: " ابسط یدک ابایعک فواللہ لئن شئت لاملانہا علیہ خیلا و رجالا " لیکن کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ (ابن خلدون کے یہ الفاظ نہیں ہیں)

Marfat.com

من گھڑت غلط روائتیں

فاضل مترجم نے کہا ہے لوگوں نے اس بارے خوب خوب قصے اختراع کئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ (عیاذاً باللہ) حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر جلا دیا اس وجہ سے کہ وہاں وہ لوگ جمع ہوئے تھے جنہوں نے بیعت سے تخلف کیا تھا اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کی مشکیں باندھ کر بیعت کرنے کو پکڑ لائے تھے اور حضرت فاطمہؓ کے ایک لات ماری تھی جس سے اسقاطِ حمل ہو گیا۔ الی غیر ذالک لیکن میرے نزدیک ان روایات میں اس کے سوا کوئی اصلیت نہیں ہے کہ محبت کے پردہ میں بھی لوگوں نے بزرگانِ دین کی ہر پہلو سے توہین کی ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم "۔ (مترجم ابن خلدون)

فاضل مترجم نے علامہ طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ" آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چالیس روز بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی یہی صحیح ہے"۔ مترجم۔

روایتی سوچ

درویش کہتا ہے: حضرت علی اور ابوسفیان کے مکالمہ کی روایت جس کو فاضل مترجم نے حاشیہ کا نشان دیئے بغیر صرف مترجم کا لفظ لکھ کر بیان کیا ہے وہ بھی اسی روایتی سوچ کا نتیجہ ہے جو لوگوں نے حضرت علیؓ کے مناقب میں روایات وضع کی ہیں۔ مترجم کے اپنے الفاظ: "حضرت علیؓ نے یہ سن کر اس کا جواب نہایت سختی سے دیا اور کہا: واللہ اس بات میں سوائے فتنہ اور فساد کے اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ بخدا تم نے اسلام میں آتش فتنہ روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جاؤ! مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے

Marfat.com

ابوسفیان اس جواب سے اپنے کئے پر پشیمان ہوکر اٹھ گئے "۔ صاحب ترجمہ نے ابوسفیان کی طرف یہ الفاظ منسوب کیے ہیں۔

"حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے بعد ایک روز ابوسفیان مدینہ میں حضرت علی کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے کہ مدینہ میں میں ایک عجیب شورش دیکھتا ہوں جس کو سوائے کشت وخون کے اور کوئی چیز فرو نہیں کر سکتی۔ اے آل عبدالمناف ابوبکر تمہارے ہوتے ہوئے سرداری کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے۔ کہاں ہیں وہ دونوں ضعیف و ذلیل علی وعباس! عجیب بات ہے کہ حکومت وسلطنت قریش کے ایک نہایت چھوٹے اور حقیر قبیلہ میں چلی جائے۔"

درویش کہتا ہے کسی نے بڑے ہوشیار ذہن کے ساتھ حضرت علیؓ کے تخلف بیعت میں ابوسفیان کی مذمت کا پہلو نکالا ہے۔ یہ نہیں کہا حضرت علیؓ کا یہ فعل ایسے فتنہ وفساد کا موجب بن سکتا تھا، لیکن حالات ان کی مساعدت میں نہ تھے۔

تقاضہ بشریت

مترجم لکھتے ہیں اگرچہ ابتداءً انصار میں سعد بن عبادہ اور مہاجرین میں سے حضرت علیؓ و بنوہاشم و زبیرؓ و طلحہؓ بیعت میں پیچھے رہے ان بزرگان کا ابتداءً بیعت سے تخلف کرنا تقاضہ بشریت سے تھا نہ کہ کسی اور خیال سے!"

درویش کہتا ہے: انسان کا ہر فعل، تقاضہ بشریت کے تحت ہوتا ہے۔ اگر وہ حضرات بھی اس زمرہ میں آتے ہیں کہ پھر ان کے بارے کلام کی کافی گنجائش ہے۔

استحقاق خلافت

امر خلافت میں جس شخص نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

گفتگو کی ہے وہ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے سردار بیحرہ بن فراس ہیں۔ یہ قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ ہے اور اس کا تعلق مضری قبائل سے ہے۔ جو عرب میں سب سے زیادہ طاقت ور اور افرادی قوت کا حامل ہے۔ قریش مضری قبائل کی ایک شاخ ہے جو مکہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہیں۔ اور مضری قبائل تمام شمالی عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مکہ کے قرب میں طائف کے مقام پر ہوازن اور ثقیف مضری ہیں۔ حج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات کی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس قریشی نوجوان نے جو منصوبہ بنایا ہے وہ ایک دن ضرور کامیاب ہوگا۔ میری شراکت اس میں کامیابی کو بہت قریب کر دے گی۔ مؤرخین نے اس کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں "میں اس قریشی نوجوان کو ساتھ ملا کر سارے عرب کو ہضم کر سکتا ہوں" اس خیال کے تحت کہ یہ نوجوان کافی عرصہ سے جد و جہد میں لگا ہوا ہے۔ اس کی قوم نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ قریش کے ساتھ ایک زبردست ٹکر لینی پڑے گی" کامیابی کی صورت میں اپنی قوم کی طرف اس کی مراجعت ایک فطری امر ہے۔ اس نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا آپ میرے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے بعد خلافت یا جانشینی کا حق میری قوم کو حاصل ہوگا" الامر الی اللہ یضعہ حیث یشاء" کہہ کر اس اس مسئلہ کو منشائے ایزدی سے متعلق کر دیا ہے۔ اس کا فیصلہ آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہوا ہے۔

خاندانِ نبوت میں ان کے چچا حضرت عباسؓ، چچا زاد بھائی اور داماد حضرت علیؓ موجود ہیں۔ یہ انتخاب قربِ نبوت کی بنا پر ہوا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ

مولانا مودودی نے لکھا ہے۔ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں حضرت

Marfat.com

خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی لونڈی نے اُن کو بتایا آپ کی پھوپھی آج کہہ رہی تھی میرے شوہر حضرت موسیٰ کی طرح نبی اللہ ہیں ابوبکرؓ یہ خبر پا کر سیدھے رسول اللہ کے پاس گئے اور خبر کی تصدیق پر ایمان لے آئے ہیں۔ ابن ہشام نے روئداد ایمان کو رسولؐ اللہ کے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ما دعوت احداً الی الاسلام الا کانت فیہ کبوۃ و نظر و تردد الا ما کان من ابی بکر بن ابی قحافہ ما علوحین ذکرتہ لہ ما تردد فیہ۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ سوچ و بچار کی تاخیر و تردد ہوا لیکن ابوبکر نے اس کا ذکر سنتے ہی بلا تامل دعوت اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ (قسط اول)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرب جدید

اسلامی دنیا سے تعارف

دولتِ سعودیہ

۱۹۱۵ء حجاز ترکی حکومت کے ماتحت ہے۔ حجاز کے گورنر کو شریف مکہ کہا جاتا ہے جو اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار ہوتا ہے۔ شریف حسین والی مکہ نے ترکی کے دیگرگوں حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی خود مختار بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ نجد و حجاز کے فرمانروا ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوتے ہیں۔ شریف مکہ نے شکست کھائی ہے اور میدان شاہ نجد کے ہاتھ آیا ہے اور ۱۹۳۲ء میں اس مملکت کو دولتِ سعودیہ کا نام دیا گیا ہے اس کا رقبہ آٹھ لاکھ ستر ہزار مربع میل ہے۔

۱۱ فروری ۱۹۴۰ء یمن اور سعودی عرب کی حد بندی عمل میں آئی ہے اور آبادی کا تخمینہ ایک کروڑ ہے (تاریخ عالم) غلام رسول مہر کہتے ہیں۔ دولتِ سعودیہ ایسی بڑی حکومت عرب کے اندر سات سو سال سے قائم نہ ہوئی تھی

(سو تاریخی واقعات)

بلاد سعودی عرب	آبادی
مکہ	دو لاکھ

Marfat.com

مدینہ	پچاس ہزار
جدہ	ڈیڑھ لاکھ
طائف	تیس ہزار
ریاض دارالخلافہ	تین لاکھ
بریدہ	پچاس ہزار
منیزہ	تیس ہزار

مسٹر لینگر کہتے ہیں۔ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے ایک حصہ کو وسیع کیا گیا ہے اور مسجد الحرام مکہ معظمہ کی توسیع کے لیے بے انداز روپیہ خرچ کیا ہے اور ں کے ارد گرد کے مکانات خرید کر مسجد نہایت اعلیٰ پیمانہ پر بنائی گئی ہے اور سے دو منزلہ بنایا گیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نمازی سما سکیں۔ صفا و مروہ ا مقام بھی وسیع کر دیا گیا ہے اور اسے بھی دو منزلہ بنا دیا گیا ہے۔ ملک مر میں ضروری مقامات پر کھیتی باڑی کی ترقی کے لیے مختلف منصوبے تیار ہوئے ں۔ بہت سے ہسپتال قائم ہوئے ہیں اور سکول کھولے گئے ہیں" تاریخ عالم عودی عرب میں خالص دینی حکومت ہے۔ ملک میں اسلامی حدود نافذ ہیں۔ ور کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ حکومت بارعب اور مضبوط ہے۔ ۱۹۵۳ء کو ب حکومت پاکستان نے مولانا مودودی کو سزائے موت دی تو سعودی عرب ی سفارش پر نہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔

بحیرہ احمر میں اس کی بندرگاہیں یہ ہیں۔

جدہ، ینبوع الوجہ، رابغ لیت اور قنفدہ ! بلاد حائل، جوف، دمام عقیر الحسا

Marfat.com

اور ظہران بھی سعودی عرب میں ہیں۔

یہ علاقہ زرعی تھا نہ صنعتی۔ تیل کی دریافت نے عرب ممالک کی کایا پلٹ
دی ہے، اور امیر ملکوں کی صف میں لاکھڑا کیا ہے۔ دولتِ سعودیہ میں پہلے
پہل ۱۹۲۸ء میں تیل دریافت ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں باقاعدہ ترسیل شروع ہو
۱۹۵۸ء تیل کے منافع کا تخمینہ یہ ہے۔

(۱)	کویت	ساڑھے سینتیس کروڑ ڈالر
(۲)	دولتِ سعودیہ	تین کروڑ ڈالر
(۳)	عراق	دو کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر
(۴)	ایران	دو کروڑ پچھتر لاکھ ڈالر
(۵)	قطر	پانچ کروڑ ڈالر

مشرقی ریلوے لائن ۱

دارالخلافہ ریاض سے دمام بندرگاہ جو خلیج فارس پر واقع ہے اس کے
درمیان فاصلہ کوئی تین سو اکاون میل ہے۔ یہ ریلوے لائن صحرا سے گزرتی
جہاں انسان کا گزر مشکل تھا، لیکن ایسے انتظامات کیے گئے ہیں کہ ریت پٹڑ
پر نہ ٹھہرے۔ یہ ریلوے لائن ۱۹۶۲ء میں مکمل ہو کر جاری ہو چکی ہے اور
دوسری عربی ریلوے لائن مدینہ منورہ سے شمال کی جانب شرق اردن اور
شام کو جاتی ہے۔ ریاض میں فوجی اکادمی ہے۔ مدینہ منورہ میں دینی یونی
سلطان سعود بن عبدالعزیز والد بزرگوار کی وفات کے بعد ۱۹۵۳ء وارث
تخت قرار پاتے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۶۲ء ایک قانون ملک میں نافذ کیا جسکے ذریعے

Marfat.com

...م کی خرید و فروخت کو خلافِ قانون قرار دے دیا ہے۔ انسان کو انسان کی غلامی ...ے نجات دلانا ان کے دور کا ایک اہم ترین فیصلہ ہے۔

...۱۹۶۴ء شاہ فیصل تاریخ پیدائش ۱۹۰۵ء رونق افروز تاج و تخت ہوئے ...لب شریف، نیک اور ہر دلعزیز حکمران تھے۔ حکومت پاکستان کے ساتھ ان کے ...م برادرانہ تھے۔ لائل پور شہر کا نام فیصل آباد ان سے عقیدت پر ایک دلیل ...ے اور اسلام آباد میں ایک مسجد کی تعمیر ان کی ایک بڑی یادگار ہے۔

...سرین خلیج فارس میں قطر اور دولتِ سعودیہ کے درمیان ایک جزیرہ ہے اس کا رقبہ دو سو اکتیس مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۵ء ...ے لاکھ بیاسی ہزار تھی۔ ایک بہت بڑی اکثریت عرب مسلمانوں کی ہے۔ ...ن ہزار کے قریب پاکستانی، ہندوستانی، انگریز اور امریکی بھی ہیں۔

مشہور شہر	آبادی
منامہ دارالخلافہ	اناسی ہزار
عرق	ساڑھے چونتیس ہزار

بحرین بھی تیل کا ایک اہم مرکز ہے جس کی آمدنی سے بحرین کی حالت بیحد ...چھی ہوگئی ہے اور عوام خوشحال ہیں۔

...قطر خلیج فارس میں عرب کا ایک جزیرہ نما علاقہ ہے۔ رقبہ ساڑھے چار ہزار مربع میل ہے آبادی قریباً ساٹھ ہزار ہے۔ دارالخلافہ دوحہ ...ہے۔ اس علاقہ نے بھی تیل کی دریافت کے بعد حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ (حکمران ...شیخ احمد بن علی بن عبداللہ ہیں)

Marfat.com

متحدہ عرب امارات

یہ ریاستیں تعداد میں سات ہیں اور خلیج فارس کے اندر عمان اور جزیرہ نما قطر کے درمیان ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ تمام ریاستوں کا مجموعی رقبہ بتیس ہزار تین سو مربع میل ہے۔ ان ریاستوں کا بڑا شہر دوبئی ہے۔ تیل کی دولت نے اس علاقہ کو دُنیا سے روشناس کرایا ہے۔

ریاست	حکمران	آغاز حکمرانی
ابوظہبی	زید بن سلطان	۱۹۶۶
دوبئی	رشید بن سعید	۱۹۵۸
شارجہ	خالد بن محمّد	۱۹۶۵
عجمان	رشید بن حمید	۱۹۲۸
ام القرین	احمد بن رشید	۱۹۲۹
راس الخیمہ	صقر بن محمّد	۱۹۴۸
فجیرہ	محمد بن حمد	۱۹۵۲

کویت

خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹا سا ملک ہے تیل کی بدولت فی کس آمدنی کے اعتبار سے دُنیا بھر میں اوّل درجہ حاصل کر لیا ہے۔ رقبہ نو ہزار تین سو پچھتر مربع میل ہے۔ آبادی ۱۹۶۵ء لاکھ ستّر ہزار ہے۔ دارالخلافہ کویت ہے۔ حکمران شیخ صباح بن السالم آل صباح کویت کا سکّہ دینار کہلاتا ہے جس کی قیمت برطانوی پونڈ کے برابر ہے۔

۱۹۶۱ء — کویت نے عرب ممالک کی ترقی و ارتقاء کے لیے ایک بنک

Marfat.com

کروڑ کے سرمایہ سے قائم کیا اور پھر جون ۱۹۶۶ء اس کا سرمایہ بیس کروڑ دینار تک پہنچا دیا۔ اس سرمایہ سے الجزائر، اردن، لبنان، مراکش، سوڈان، تیونس اور جمہوریہ متحدہ عرب امارات کو نشوونما کے لیے قرض دیتے ہیں۔

مسٹر لینگر کہتے ہیں۔ کویت تعلیمی اعتبار سے بھی بہت آگے ہے۔ ایک سو اٹھاسی سرکاری سکول ہیں۔ جن میں ایک لاکھ پندرہ ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ اساتذہ کی تعداد پانچ ہزار چھ سو گیارہ ہے۔ نومبر ۱۹۶۶ء سے ایک یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے۔ تقریباً ۱/۲ ۱ ہزار کے قریب کویتی طلبہ بیرونی ملکوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان میں دو سو چھپن لڑکیاں ہیں۔

جنوبی یمن اس کا رقبہ اکسٹھ ہزار آٹھ سو نوے مربع میل ہے اور آبادی تقریباً نو لاکھ۔ عدن کے سوا باقی تمام علاقہ سو فی صدی عرب آبادی ہے۔ سرکاری زبان عربی ہے۔ عدن میں مختلف مذاہب و اقوام کے لوگ آباد ہیں عدن کا رقبہ پچھتر ہزار مربع میل ہے اور ۱۹۵۵ء میں آبادی ایک لاکھ اڑتیس ہزار چار سو چوالیس تھی۔

شمالی یمن اس کا رقبہ پچھتر ہزار مربع میل ہے اور آبادی پینتالیس لاکھ ہے

مسقط اور عمان رقبہ بیاسی ہزار مربع میل ہے آبادی ساڑھے پانچ لاکھ ہے اس علاقہ میں بھی تیل دریافت ہو چکا ہے۔ یہ اپنے محل وقوع کے لحاظ سے بہت اہم ہے اس کا علاقہ ظفار بحیرہ عرب کے ساحل کے ساتھ ساتھ حضرت موت تک چلا گیا ہے۔

مصیرہ ۔ عمان کے قریب جنوب میں ایک جزیرہ ہے جس جگہ بی بی سی

Marfat.com

کا ریلوے اسٹیشن ہے ۔مسقط کے بالمقابل خلیج فارس کی دوسری طرف ایک مقام گوادر ہے۔

سقوطرہ : جزیرہ ہے جو کراچی سے عدن جانے والے جہازوں کے راستے میں آتا ہے ۔ اس کا رقبہ چودہ سو مربع میل ہے اور آبادی بارہ ہزار مسلمانوں پر مشتمل ہے ۔

جزیرہ قمران ۔ رقبہ ستر مربع میل ہے ۔ یہ جزیرہ بحیرہ قلزم میں یمن کی بندرگاہ حدیدہ سے تھوڑے فاصلے پر شمالی جانب واقع ہے ۔

پیریم ۔ یہ جزیرہ باب المندب میں اس مقام پر واقع ہے جہاں جہاز بحیرہ عرب سے نکل کر بحیرہ قلزم میں داخل ہوتے ہیں ۔

کوریہ موریہ ۔یہ جزیرہ عمان کے جنوبی ساحل کے سامنے واقع ہے

عراق

اس کا رقبہ تقریباً ساڑھے ستر ہزار مربع میل ہے اور آبادی جولائی ۱۹۵۸ء میں پینسٹھ لاکھ نوے ہزار تھی۔ مئی ۱۹۵۳ء کو فیصل بن غازی شاہ عراق نے اپنی اٹھارویں سالگرہ کے موقعہ پر سلطنت کا کاروبار خود سنبھال لیا اور ان کے ماموں عبداللہ کی نیابت ختم ہوگئی جو اپریل ۱۹۳۹ء سے اپنے کمسن بھانجے کے نائب و نگران مقرر ہوئے تھے ۔ نوری السعید ان کے وزیراعظم تھے ۔ اس دور میں تیل کی آمدنی بہت بڑھ گئی۔ ۱۹۵۱ء عراقی تیل کی رائلٹی صرف ڈیڑھ کروڑ تھی اور ۱۹۵۵ء میں پانچ کروڑ نوے لاکھ کو پہنچ گئی ۔ ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء بریگیڈیئر عبدالکریم قاسم کی سرکردگی میں فوجی انقلاب آیا ۔ بادشاہ فیصل مارے گئے ۔حکومت

Marfat.com

کی باگ ڈور عبدالکریم قاسم نے سنبھال لی ! قاسم نے بڑی بڑی زمینداریاں ختم کر دیں اور زرعی اصلاحات عمل میں آئیں. تعلیم اور صنعت وحرفت میں کافی ترقی ہوئی ہے ۔ (تاریخ عالم) ساٹھ مربع میل میں عراق میں تیل کا ذخیرہ موجود ہے ! (شوق)

اُردن اس کا رقبہ چھتیس ہزار سات سو پندرہ میل ہے ۔ زیادہ تر علاقہ بنجر ہے ۔ دُوسرے عرب ممالک کی طرح اس علاقہ میں تیل برآمد نہیں ہُوا آبادی ۱۹۵۷ء میں پندرہ لاکھ ستائیس ہزار تھی ۔ فلسطین کے علاقہ میں اسرائیلی حکومت قائم ہونے پر جو مسلمان وہاں سے نکلے اور اُردن پہنچے ۔ حکومتِ اُردن نے ان کی ایک بڑی تعداد کو اپنے ملک میں جگہ دی ہے اور ان کو کئی ایک گاؤں میں آباد کیا ہے ۔

شاہ حسین ۔ شاہ عبداللہ والی اُردن ۲ جولائی ۱۹۵۱ء کو یروشلم میں قتل ہو گئے ۔ شہزادہ طلال والی اُردن قرار پائے جو بعد میں تخت سے دستبردار ہو گئے ، اور ان کے بیٹے شاہ حسین کو سترہ سال کی عمر میں کاروبارِ حکومت سونپ دیا گیا ہے ۔

شام اس کا رقبہ بہتر ہزار مربع میل ہے اور ۱۹۶۰ء میں آبادی پینتالیس لاکھ پینسٹھ ہزار تھی ۔ سرکاری زبان عربی ہے ۔ فلسطین کے مہاجر ایک اندازے کے مطابق شام میں ساڑھے چھیانوے ہزار موجود ہیں ۔

لبنان اس کا رقبہ صرف چار ہزار مربع میل ہے اور آبادی ساڑھے سترہ لاکھ ۔ یہ ایک پہاڑی ملک ہے جو ساحل سمندر پر واقع ہے ۔ دیودار کی لکڑی اس کی بڑی پیداوار ہے ۔

Marfat.com

زمانہ قدیم سے عرب ممالک اور مصر اس کا خریدار بنا رہا ہے۔ لبنان میں پہاڑی سیرگاہیں بہت ہیں۔ بڑا سرسبز علاقہ ہے۔ موسم گرما میں آب وہوا بڑی خوشگوار ہوتی ہے۔ منطقہ معتدلہ میں شرق عرب کے درمیان ساحل سمندر پر واقع ہونے کی وجہ سے شرق وغرب کے ذی حیثیت لوگ اس علاقہ میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ پہاڑ اور ساحل سمندر ان کی تفریح گاہیں ہیں۔ اس کے دیہات بھی خوبصورت ہیں۔ ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق سیاحوں کے لیے اپنے ہاں کمرے بنا رکھے ہیں جو ان کا بڑا روزگار ہے۔

مسٹر لینگر کہتے ہیں۔ عربی دنیا میں علمی اعتبار سے مصر کے بعد لبنان ہی کا درجہ ہے۔ یہاں اعلیٰ درجہ کے چھاپہ خانے ہیں جس میں مستقل تصانیف کے علاوہ مغربی علمی کتابوں کے تراجم چھپتے ہیں"

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ معتدل آب وہوا میں چھپائی اچھی ہوتی ہے۔ لندن اور پاکستان میں چھپنے والی کتابوں کا معیار آپ کے سامنے ہے۔ سرکاری زبان عربی ہے، لیکن فرانسیسی اور انگریزی بھی بولی جاتی ہے۔

مشہور شہر	آبادی
بیروت (دارالخلافہ)	پانچ لاکھ
طرابلس / شام	ایک لاکھ
صیدا	بائیس ہزار
صور	بارہ ہزار

لبنان میں مسلمان اور عیسائیوں کی آبادی تقریباً برابر ہے اور اہل ملک نے طے

Marfat.com

کر رکھا ہے کہ حکومت کا صدر مسیحی ہو اور اس کا وزیر اعظم مسلمان۔

مسٹر پینگر کہتے ہیں اگرچہ ملک میں ایسے عناصر موجود ہیں جو مغربی جمہوریت کے حامی ہیں، لیکن عام پالیسی عرب ممالک کے مطابق ہے۔

یہودی ریاست اسرائیل اس کا رقبہ سات ہزار نو سو باون مربع میل ہے اور آبادی کوئی ۱۹۷۰ء کے قریب ۲۴ لاکھ تھی۔

فلسطین کی شمالی حد سے شروع ہو کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ یافا تک اس کا رقبہ جاتا ہے اور یافا سے ریلوے لائن کے ساتھ یروشلم اور بیت لحم تک کا سارا علاقہ اس میں شامل ہے۔

۸ جنوری ۱۹۳۷ء برطانوی حکومت نے یہ تجویز کیا تھا کہ فلسطین کے ایک تہائی حصہ میں یہودی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔ باقی حصہ فلسطین شرق اردن سے ملا دیا جائے۔ ہر چند عربوں کی طرف سے اس کی مخالفت ہوئی۔ بایں ہمہ جب برطانیہ نے ۱۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو اپنی حکمداری ختم کر دی تو یہودیوں نے اسی روز ڈیوڈ بن غوریان کی سرکردگی میں اپنی عارضی یہودی حکومت بنا ڈالی۔ چائم ویزمان کو اس کا صدر بنایا گیا ہے۔ دو روز کے اندر اندر امریکہ اور روس نے اس حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔

مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل اور عرب لیگ کے درمیان دفاعی جنگ شروع ہو گئی ہے، لیکن اسرائیل اعلیٰ جنگی ساز و سامان اور ماہرانہ صلاحیت کی بنا پر غالب رہا۔ عربوں نے آج تک اسرائیل کے وجود کو مانتا نہیں دی۔ لیکن اس سے اسرائیل کے کاز کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ عرب متحد ہو کر پوری قوت سے اسرائیل

Marfat.com

کے ساتھ دو دو ہاتھ کر بیٹھے ہیں لیکن اپنی زمین اس کے قبضہ میں دے کر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ مصر نے عربوں کی شدید مخالفت کے باوجود امریکہ کے توسط سے اپنا علاقہ بذریعہ سمجھوتہ امن اسرائیل سے واپس لے لیا ہے۔ باقی عرب دنیا اپنے فکر میں کوئی تبدیلی نہیں لائی۔ وہیں کھڑے ہیں جہاں روزِ اوّل تھے۔ عرب اسرائیل سے جو ذہنی خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ مادی نقصان اٹھا چکے ہیں۔ ان سے زیادہ کون اس بات کو جانتا ہے کہ ہر شے کی تخلیق منشاءِ ایزدی سے ہوتی ہے۔ اللہ یخلق مایشاء!

اقوامِ متحدہ اور اسرائیل برطانوی حکومت نے ۲ اپریل ۱۹۴۷ء کو فلسطین کی تقسیم کے بارے اقوامِ متحدہ سے استصواب کیا اس نے ایک کمیٹی کی تشکیل عمل میں لاکر اس سے رائے طلب کی۔ اس کی اکثریت نے تقسیم کے فیصلہ پر صاد کیا، اور اقوامِ متحدہ نے ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو تقسیم کے حق میں منظوری دے دی ہے۔

عرب لیگ کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۷ دسمبر ۱۹۴۷ء اس فیصلہ کو مسترد کر دیا اور کہا ہے کہ وہ ارضِ مقدس کی تقسیم کو بزور روکے گی۔

جنرل انتخابات اسرائیل نے اپنے ملک میں انتخابات کرا ڈالے ہیں اور ۲۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو ابن غوریان ایک منتخب وزیرِ اعظم کی حیثیت سے برسرِ اقتدار آجاتے ہیں۔ اس طرح مملکتِ اسرائیل میں ایک جمہوری حکومت معرضِ وجود میں آگئی ہے۔ واللہ اعلم بصحۃ والصواب۔

Marfat.com

بنی اسرائیل (آلِ یعقوب)

اسرائیل عبرانی لفظ ہے اسراؤیل سے مرکب ہے اس کے وہی معنی ہے جو عربی میں عبداللہ کے ہیں۔ اللہ کا بندہ ! اور یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ آلِ یعقوب اس نام سے ایک بڑے قبیلہ اور قوم کی حیثیت سے متعارف ہوئے ہیں ۔

قرآن کا ایک معتدبہ حصہ اس کے ذکر و تذکرہ میں صرف ہوگیا ہے اور مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ عرب اور شام کی آبادی جو حضرت ابراہیمؑ کے لڑکے اسماعیلؑ اور اسحاق علیہ السلام کی اولاد پر مشتمل ہے ان کا قدیمی نقطہ نظر توحید رہا ہے چونکہ حضرت محمد بن عبداللہ کا دعویٰ نبوت اسماعیلی قبیلہ سے متعلق ہے۔ قرآن نے بنی اسرائیل کے واقعات سے نبوت پر استدلال کیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاقؑ کی اولاد سے ہیں۔

بنی اسرائیل پر ہمارا یہ ایک تعارفی نوٹ ہے (درویش)

حضرت یعقوبؑ کے کوئی بارہ لڑکے ہیں ۔ دس ایک بیوی سے اور دوسری سے دو، یوسف و بنیامین ۔ حضرت یوسفؑ جو وارث نبوت ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک دن نوعمری میں اپنے باپ سے کہا :

یٰابت انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتھم لی ساجدین

باپ نے بیٹے کو نبوت کی بشارت دیتے ہوئے کہا یہ بات اپنے بھائیوں تک نہ پہنچانا، لیکن بھائیوں نے بہت جلد محسوس کرلیا کہ باپ کی زیادہ تر رغبت یوسف کی طرف ہے۔ محبت میں سبقت کا جذبہ تلخ حقیقتوں سے دوچار ہوا۔ یوسفؑ بازارِ

Marfat.com

مصر میں نیلام کی زینب بن گئے ہیں ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۱۹۱۰ قبل مسیح ہے۔ بمقام وادی جبرون ارض فلسطین جواب الخلیل کے نام سے موسوم ہے اور یہ جگہ یروشلم سے ۱۸ میل جنوب مغرب میں ہے یوسف مصر میں ایک غلام کی حیثیت سے فروخت ہوتے ہیں۔ لیکن جلد یا بدیر اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت وزارت کے عہدہ تک پہنچ گئے ہیں ۔

ایک قحط کے نتیجہ میں جو ملک شام و مصر دونوں کو محیط ہے حضرت یعقوب کے دوسرے صاحبزادگان مصر غلہ خریدنے جاتے ہیں تو ان کی ملاقات یوسفؑ سے ہوجاتی ہے۔ بیٹے نے اس تعارف کے بعد باپ کو بمعہ متعلقین اپنے پاس بلالیا ہے ۷۰ نفوس پر مشتمل قافلہ لے کر حضرت یعقوبؑ مصر میں داخل ہوتے ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ ایک دن یہ قبیلہ جو آج بڑے طمطراق کے ساتھ مصر آرہا ہے ۔ ایک دن یہاں سے فرار پر مجبور ہو گا۔

واقعات کی افتاد پر ایک نظر ڈالئے ۔ بادشاہ مصر کو حضرت یوسف متوفی ۱۸۰۰ B.C کے کوئی ۲۸۰ سال بعد کسی نے کہا ہے کہ ان کے خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو تیری حکومت کے خلاف اپنی نبوت کا علمبردار ہوگا اور نبوت اپنے ساتھ اپنا CODE OF PANEL لاتی ہے ۔

ٹھیک ۱۵۲۰ B.C حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر دعویٰ نبوت کرتے ہیں جب وہ اپنا پروانہ نبوت لے کر فرعون مصر کے دربار میں گئے ہیں وہ حیران و ششدر ہو کر رہ گیا ہے کہ اس کی کوئی انسدادی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہوئی جس آفت کا خطرہ تھا وہ سر پر آپڑی ہے !

قوم نے موسیٰ سے کہا تیری ولادت ہم پر نسل کشی کی مصیبت لائی اور اب تیرے دعویٰ نبوت نے ہماری زندگی کا حاشیہ ہر طرح سے تنگ کر رکھا ہے ۔ بالآخر وہ

Marfat.com

اپنے وطن واپس بھاگ جانے پر متفق ہو گئے ہیں۔ قرآن نے اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

واذ فرقنا بکم البحر فانجینکم واغرقنا آلِ فرعون

جزیرہ نما سینا۔

یہ ملک شام کا وہ حصہ زمین ہے جو بحر روم کے کنارہ واقع ہے۔ جنوب مغرب ...دونوں طرف سمندر محیط ہے۔ دشت سینا اسی میں ہے۔

$\frac{1447}{B.C}$ حضرت موسیٰ کی قیادت میں بنی اسرائیل ملک مصر سے بھاگ کر دشت ...سینا میں آکر ٹھہرے ہیں۔

اسے تیہہ بنی اسرائیل بھی کہتے ہیں اس میں ویرانہ اور سبزہ زار دونوں موجود ...ں۔ ویرانہ میں تھے تو من سلویٰ کھایا۔ اُکتا گئے تو کھیتی باڑی شروع کر دی۔

بنی اسرائیل کی تاریخ میں حضرت موسیٰ پہلے نبی ہیں جو صاحب کتاب و شریعت ...ں لیکن ان کی قوم نے ان کی قیادت میں جدال و قتال کو پسند نہیں کیا بلکہ صاف صاف ...الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ آپ اور آپ کا رب ذوالجلال اس کام کے لیے کافی ہیں۔ ہماری ...فیت کو خطرہ میں نہ ڈالیں! قوم نے حضرت موسیٰؑ کو بحیثیت نبی تو قبول کیا ہے اپنا ...جی جنرل نہیں بنایا۔ وہ ان کی قیادت میں صرف اس بات پر متفق ہوئے ہیں کہ مصری ...حکومت سے گلو خلاصی ضروری ہے۔ ہم ایسی جگہ چل بسیں جہاں موسیٰ کے احکام کا ...تعلق ہماری ذات سے متعلق ہو۔ کسی دوسرے کے قہر و غضب کا نشانہ نہ ٹھہریں۔ ...ہوں نے شہری زندگی کو چھوڑ کر دشت و بیابان میں آڈیرہ ڈالا ہے اور کہا ہے موسیٰ! ...رب کریم ہمارے خورد و نوش کی کفالت کرتے ہیں تو پڑھاؤ نمازیں اور کراؤ سجدے ...ہماری جان حاضر ہے۔

خدا نے کس حد تک موسیٰ کا ساتھ دیا ہے؟ قرآن اس کے جواب میں کہتا ہے:

Marfat.com

وظللنا علیکم الغمام و انزلنا علیکم المن والسلوٰی

حضرت داؤدؑ

1024 B.C دشت سینا بمقام بیت لحم قبیلہ میں پیدا ہوئے ہیں اور ۶۱ سال کی عمر پاکر یروشلم میں 963 B.C وفات پا جاتے ہیں۔ گویا حضرت داؤدؑ حضرت موسیٰ متوفی 1400 B.C کے کوئی ۳۷۶ سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔

اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بنی اسرائیل اپنی ویرانیوں سے اکتا گئے تھے، اور ریاست کے قیام کو ضروری خیال کیا تھا اور اپنے نبی سموئیل سے ڈسپلن اور تنظیم کی خاطر ایک صدر مملکت کے انتخاب پر زور ڈالا ہے اس نے کہا قد بعث لکم طالوت ملکا۔ کنگال آدمی کو بادشاہ مقرر کر رہے ہو، قوم نے کہا " بسطۃ فی العلم والجسم بادشاہت کے لیے علم اور بہادری دو چیزیں درکار ہیں۔ اس میں اس نے وافر حصہ پایا ہے اس طرح ان کا اعتراض مسترد کر دیا۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں پہلے تاجدار طالوت بادشاہ ہیں۔ انہوں نے پہلی فرصت میں جالوت والی فلسطین کی طرف مارچ شروع کر دی ہے۔

فلسطین : عبدالماجد کہتے ہیں ملک شام کا وہ حصہ ہے جو مغرب اور جنوب میں بحر روم سے ملا ہوا ہے اور اس جگہ ایک دریا ہے جو ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل ہے اسے آجکل دریائے JORDEN کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں بنی اسرائیل تھے اور جنوب میں والی فلسطین کا ملک! یہ دریا شمال سے جنوب کی طرف بہتا ہے۔ اس کی کل لمبائی ۶۵ میل ہے لیکن راستہ پر پیچ ہونے کی وجہ سے اسے کوئی ۲۰۰ میل کا سفر طے کرنا پڑتا ہے! (ماجدی)

میدان جنگ : علاقہ غیر میں جاکر لڑنا طے پایا ہے بنی اسرائیل ایک

Marfat.com

غیر طالوت کی سرکردگی میں رواں دواں ہیں۔ گرمی کا موسم اور پیاس کی شدت سے
و دہن خشک ہو رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے بہتے پانی دریائے سرحدی پر پہنچے ہیں
نڈر انچیف طالوت نے حکم دے دیا ہے کہ دریا سے صرف چلو بھر پانی پیا جاتے،
ں کی بہتوں نے خلاف ورزی کی ہے اور ان کو فوجی لشکر سے نکال دیا جاتا ہے کہ یہ
ے لڑائی کے قابل نہیں ہیں جو بچے ان کی تعداد تھوڑی ہے جب انہوں نے فلسطین
۔ قدآور جوانوں کو اپنے مقابل کھڑا دیکھا تو گھبرا گئے ان میں جو صاحب حوصلہ لوگ تھے
وں نے کہا: کم من فئة قليلة غلبت فئة كثير۔
ڑ ایسا ہوا ہے "قلیل جماعت کے لوگ کثرت رکھنے والی جماعت کو روند گئے
"

داؤدؑ اپنے باپ کے سب سے چھوٹے لڑکے ہیں۔ بکریاں چرانے ہیں فوج
بھرتی ہو گئے ہیں کوئی ۱۸ یا ۲۰ سال کے نوجوان سپاہی ہیں۔ لڑائی میں کہیں
لف سپاہ سالار کے قریب آ گئے ہیں۔ نشانہ کے قریب دیکھا تو ایک پتھر
جن میں رکھ کر ایسا مارا ہے کہ وہیں ڈھیر ہو رہے ہیں۔ کمانڈر کی اس غیر متوقع
یت سے فوج کے قدم اکھڑ گئے پھر نہ سنبھلے! فتح و نصرت نے بنی اسرائیل
ساتھ دیا ہے۔

قرآن اپنے انداز میں کہتا ہے: فهزموهم باذن الله و
تل داؤد جالوت:

مولانا عبدالحق دھلوی:

کتاب سموئیل کی عبارت کو اس آیت کی تشریح میں درج کرتے ہیں "صف بندی
۔ وقت جو شخص سب سے پہلے میدان میں آیا وہ جالوت تھا۔ بڑا قدر آور اور
لاح جنگ سے لیس! کسی بنی اسرائیل کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ طالوت نے

Marfat.com

داؤد کو بڑا لالچ دے کر مقابلہ میں بھیجا ہے وہ ایک تھیلہ اور لٹھ لے کر جالوت
مقابلہ میں نکلا ۔ جالوت نے دیکھ کر کہا : میں کوئی کتا ہوں جو تو مجھ پر لٹھ لے کر آیا
اور پھر اس پر حملہ آور ہوا ۔ داؤد نے پھرتی سے ایک پتھر تھیلا سے نکال کر اس کے
مارا وہ گرا اور اس کی تلوار سے اس کا سر کاٹ ڈالا ۔" (حقانی)

مولانا عبدالماجد دریابادی !

توراۃ کے حوالہ سے کہتا ہے اور ایسا ہوا کہ فلسطینی اٹھا اور آگے بڑھ کر داؤد کے مقابلہ کے لئے
نزدیک ہوا تو داؤد نے پھرتی کی اور اپنے تھیلہ سے ایک پتھر لے کر فلاخن میں دھ
اور فلسطینی کے ماتھے پر مارا وہ زمین پر منہ کے بل گر پڑا ۔ فلسطینیوں نے جو دیکھا کہ
ان کا پہلوان مارا پڑا ہے تو وہ بھاگ نکلے ۔ (ماجدی)

درویش کہتا ہے ابتدا ایک سپہ سالار میدان کارزار میں نہیں آتا اور اگر آتا
ہے تو اپنے مقابلہ کا آدمی مانگتا ہے اس صورت میں اس کا مقابلہ طالوت سے
ہوتا تھا جس کی قدامت وجسامت ، بہادری اور مہارت جنگ کا قرآن نے
امتیازی ذکر کیا ہے ۔ اگر ایسا نہیں تو روئداد جنگ محل نظر ہے ۔ قرآن کہتا ہے
فھزموھم ۔ بنی اسرائیل نے ان پر دباؤ ڈالا وہ پسپا ہوئے ۔ قتل
داؤد جالوت ۔ داؤد نے موقعہ پا کر جالوت کو قتل کر ڈالا ۔ اور بنی اسر
کو فتح حاصل ہوئی ۔ قرآن کا نفس مضمون اس طرف جاتا ہے کہ زبردست لڑائی ہوئی
ہے ۔

مولانا عبدالحق اور ماجد رحمہما اللہ دونوں نے اپنی اپنی تفسیروں میں ا
تاریخی خانہ پری کی ہے ناقدانہ نظر نہیں ڈالی ؛ قرآن بنی اسرائیل کی صدیوں طویل کشمکش
بعد ان کی جنگ جویانہ مہم کا ذکر کر رہا ہے اور ان کی کامرانیوں میں اسے ایک سنگ
کا درجہ دے رہا ہے ہمارے مفسرین نے اپنی سہل انگاری کے پیش نظر صرف یہ کیا

Marfat.com

...نفاء کیا ہے کہ داؤد نے جالوت کو ایک پتھر مارا وہ مرگیا اور فوجیں بخیریت گھروں
واپس ہوئیں۔

کتاب سموئیل کا یہ کہنا کہ کسی بنی اسرائیل کو جالوت کے مقابلہ میں نکلنے
جرأت نہ ہوئی، الذین یظنون انھم ملاقوا اللہ کی مکمل
...پر نفی کرتا ہے!

قبیلہ بنی یامین ۔ طالوت اس قبیلہ سے تھے جو سب سے
...قبیلہ تھا انھوں نے اپنی لڑکی کا رشتہ داؤد کو دے کر بنی اسرائیل کے ایک
...ے دھڑے یہودا کو اپنے قریب کرلیا ہے چنانچہ طالوت اور ان کے لڑکے
...ایک دوسری لڑائی میں کام آگئے ہیں تو بنی اسرائیل نے تھوڑی کشمکش
...بعد داؤد کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا ہے۔

ماجد کہتے ہیں۔ داؤد نے سات سال تک اپنا پایۂ تخت جبرون (الخلیل)
...ھا۔ اس کے بعد یروشلم کو دشمنوں کے قبضہ سے نکال کر اسے دارالسلطنت
...ہے۔" (ماجدی)

...رت یوسف علیہ السلام ۱۹۱۰ء قبل از مسیح ان کا مولد و مسکن ارض فلسطین وادی جبرون ہے۔ جسے اب الخلیل کہتے ہیں اور جو یروشلم سے
...یل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ (ماجدی)

...ہوریہ متحدہ عرب (مصر) ۲۳ جولائی ۱۹۵۲ء کا آفتاب اس خبر کے ساتھ طلوع ہوا کہ کمانڈر جنرل محمّد
...یب نے قاہرہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ فوج نے اسکندریہ میں شاہی محل کو محاصرہ میں
...لے لیا ہے۔ فوج نے شاہ فاروق کو حکم دیا کہ وہ بیوی بچوں سمیت ملک سے

Marfat.com

باہر نکل جائیں۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور جنرل نجیب مصر میں برسر اقتدار آ گئے ہیں
فروری ۱۹۵۳ء میں انتخابات کرائے گئے ہیں۔ جنرل نجیب نے
صدارت اور وزارت عظمیٰ کا قلمدان خود سنبھال لیا ہے۔ جمال عبدالناصر
کے نائب وزیر اعظم قرار پائے ہیں اور ملک جمہوری ڈگر پر آ گیا ہے۔ مصر
میں ان دنوں بیس لاکھ ایسے چھوٹے زمیندار ہیں جو تھوڑی زمین کے مالک
ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور ان کے پاس مجموعی طور پر کوئی سات لاکھ
اسی ہزار ایکڑ رقبہ ہے۔ دو ہزار ایک سو پندرہ بڑے زمیندار ہیں جن کے
قبضہ میں گیارہ لاکھ پچپن ہزار ایکڑ زمین ہے، اور وہ لوگ جن کا معاش کھیتی
ہے اور ان کے پاس کوئی ذاتی زمین نہیں ہے، اور مزارع کہلاتے ہیں۔ ان کی
تعداد ملک میں پینسٹھ لاکھ انتیس ہزار ہے۔

فوجی حکومت نے بڑے زمینداروں کو دو سو ایکڑ زمین دے کر بقایا
ان سے لے لی ہے اور آسان قسطوں پر مزارعاں میں تقسیم کر دی ہے۔ مالکان
اراضی کو زمین کی قیمت بصورت بانڈ (وثیقہ) دی ہے جس کی ادائیگی تیس سال
کے اندر دینی قرار پائی ہے اور طے کیا ہے کہ اس اثنا میں تین فی صد کے حساب
سے سود ملتا رہے گا۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۴ء جنرل نجیب اپنے عہدہ سے مستعفی
ہو گئے ہیں۔ صدارت و وزارت عظمیٰ کا منصب جمال عبدالناصر نے سنبھال لیا
ہے۔ اسی سال مصر اور چین کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ ہوا۔ چین نے
مصر سے اسی لاکھ پونڈ روئی خرید کی ہے۔ ساٹھ ہزار ٹن چاول دے کر مصر
نے پانچ لاکھ ٹن تیل روس سے خریدا ہے۔

Marfat.com

۲۷ ستمبر ۱۹۵۴ء ۔ مصر نے اپنی فالتو روئی اور چاول دے کر چیکوسلواکیہ سے
اسلحہ خرید کیا ہے ۔ اس سے مجھے یہ دکھانا ہے کہ مصر ایک زرعی ملک ہے جو اجناس
درآمد کر سکتا ہے ۔

جمہوریہ متحدہ عرب ۔ یکم فروری ۱۹۵۸ء مصر اور شام
ایک وحدت پر متفق ہو گئے ۔ شام و مصر کو جمہوریہ متحدہ عرب کا نام دیا گیا ہے اور یہ
اتحاد کوئی تین سال تک قائم رہا ہے اور پھر شام مصر سے الگ ہو گیا ہے ۔
مصر نے یہ نام اپنا لیا ہے ۔

دریائے نیل ابن خلدون کہتے ہیں ۔ یہ دریا افریقہ کے سب سے
اونچے پہاڑ "جبل قمر" سے نکلتا ہے اور اس کا دہانہ ۱۶ درجہ
خط استوار سے جنوب کی طرف ہے اس پہاڑ سے دس چشمے پھوٹتے ہیں ۔
پہاڑی نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے کئی ایک جگہ جھیل کی صورت اختیار کرتے
ہیں ۔ آخر میں پانی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ایک مغربی رُخ بہتا ہوا بحر محیط
میں جا گرتا ہے اور ملک سوڈان اس شاخ پر واقع ہے ۔ دُوسرا شرقی رُخ چل کر
شمال میں بہتا ہے اس شاخ پر مصر ہے ۔ زمانہ قدیم میں بھی یہ ملک زرعی حیثیت
سے متعارف تھا ۔ دریائے نیل مصری پیداوار کا ایک بڑا ذریعہ ہے ۔ دریائے
نیل ۳۶۰۰ میل لمبا ہے ۔ دریاؤں کی لمبائی میں یہ دُوسرے نمبر پہ ہے ۔ اور یہ ملک
زمانۂ قدیم سے تمدن آشنا ہے ۔

مصر کا تمدن حضرت یعقوب علیہ السّلام کی اولاد کا قحط کے زمانہ میں کنعان سے
مصر جانے کا واقعہ قرآن میں درج ہے ۔ قرآن نے ان

Marfat.com

کے تمدن کو اس طرح روشناس کرایا ہے۔ ثم ارسلنا موسیٰ واخاہ ھارو
بآیٰتنا و سلطان مبین الی فرعون وملائہ فاستکبروا وکا
قوماعالین ہ فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا وقومھما
لنا عابدون ہ

ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو شریعت اور معجزہ دے
کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے یہ کہہ کر ان کی دعوت کو مسترد کر
دیا کہ ہم ایسے دو شخصوں کی رائے پر اپنا آبائی دین چھوڑ دیں جن کی حقیقت
اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ان کی پوری قوم ہماری غلام و خدمت گار ہے
اہل مصر کی حیثیت ان الفاظ سے واضح ہوتی ہے " وکانوا قوماعالین"
وہ ایک متمدن قوم تھی۔ جس نے اپنی بڑائی کے زعم میں انحراف حق کیا اور ا
کا بڑاپن ان کو ہماری گرفت سے بچا نہ سکا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر ماجدی میں آیات قرآنی کے تحت
اللفظ مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ دیا ہے۔ فاستکبروا وکانوا قوما
عالین۔ سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر! مولانا رفیع الدین شاہ
دہلوی نے متکبر کی جگہ سرکش لکھا ہے۔

درویش کہتا ہے عالین! عالی کی جمع ہے جو اسم فاعل علو سے ہے اُردو میں
کہا جاتا ہے وہ بڑا عالی مرتبت شخص تھا۔ یا اس نے اس کے علو مرتبت کا خیال
نہیں کیا۔ اس لیے میرے نزدیک ترجمہ میں متمدن کا لفظ زیادہ صحیح ہے اور نفس
مضمون کو بھی یہی لفظ واضح کرتا ہے۔

Marfat.com

ایک دوسری دلیل تہذیب وتمدن میں وسیع الظرف ہونا آزاد خیال کہلاتا ہے۔ تنگ نظری اس کی ضد ہے۔ خاوند
نظر بڑی حرم محترم پکار اُٹھتی ہے۔ ماجزاء من اراد باہک سوء ؟ خاوند قصہ سُن
کر وہیں کھڑے کھڑے کہہ دیتا ہے۔ واستغفری لذنبک انک
من الخاطئین۔ اپنا ہی فریب نظر ہے گناہ گار دوسروں کو ٹھہراتی ہے

ایک تیسری دلیل وقال نسوۃ فی المدینہ امرأت العزیز تراود فتہا عن نفسہ قد شغفہا حبا انالنرٰھا
فی ضلال مبین ہ خواتین مصر نے جب سُنا امرأۃ العزیز اپنے غلام
پر عاشق ہو کر دیوانی ہو رہی ہے تو کہا بڑی بگلی نکلی، بڑے گھرانوں کی معزز خواتین
کو کبھی ایسا کرتے دیکھا ہے ؟ قرآن تہذیب مصر کی جزئیات تک گنوا رہا ہے
ان کی ایک ملن پارٹی میں ان کے کھانے پینے کے انداز کو اس طرح بیان کیا ہے
واعتدت لھن متکاً وآتت کل واحدۃ منھن سکینا۔ ہر ایک کے لیے
نشست بچھایا ہے اور اس پر گاؤتکیہ رکھا اور کھانے میں ضرورت کی ہر چیز کو مہیا کیا ہے
یہ ۱۸۰۰ء قبل مسیح کے واقعات ہیں۔

نہر سویز مصر میں واقع ہے۔ یہ ایک سو میل لمبی، ایک سو چھیانوے فٹ چوڑی اور ۳۳ فٹ گہری ہے۔ اس کی کھدائی ۲۹ اپریل ۱۸۵۹ء کو شروع
ہوئی اور تقریباً دس سال کے عرصہ میں مکمل ہوئی ہے۔ ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء کو اس کا
افتتاح ہوا ہے۔ یہ بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کو ملاتی ہے۔ بحری جہازوں کی گذرگاہ
ہے۔ اس میں سے جہاز کے گزرنے کا وقت گیارہ گھنٹے اور اکتیس منٹ رکھا گیا

Marfat.com

ہے۔ اس کی تعمیر پر اٹھاسی کروڑ اکتالیس لاکھ چھیانوے ہزار فرانک خرچ ہوئے ہیں۔ اس کی آمدنی کا اندازہ دس کروڑ ڈالر ہے۔ ایک فرانسیسی سویز کمپنی نے ایک اسکیم تیار کی ہے اور فراہمی سرمایہ میں ۵۰۰ فرانک کا ایک حصّہ مقرر کرکے بیس کروڑ فرانک جمع کرنا تجویز ہوا ہے۔ فرانس، ترکی اور مصر اس کے حصّہ دار ہیں۔ انہوں نے اس کے حصص خرید کر سرمایہ جمع کیا ہے۔ یہ نہر اسماعیل پاشا کے زمانہ ۱۸۶۳ء تا ۱۸۷۹ء میں تیار ہوئی ہے۔ اسماعیل پاشا ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے ہیں اور ۱۸۶۳ء خدیو مصر کے گورنر بنے ہیں۔ اس لیے اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد مصر کو عہد حاضر کے مطابق ترقی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ نہر سویز کی تعمیر، نہروں کا بندوبست، ریلوے لائنز، تار بندرگاہیں اور پُلوں کے انتظام میں دل کھول کر خرچ کیا ہے۔ ملکی ترقی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب یہ برسرِ اقتدار آئے ہیں۔ مدارس تعلیم کی تعداد ایک سو پچاس تھی ان کے آخری دور میں یہ تعداد چار ہزار چھ سو پچاسی تک پہنچ گئی ہے۔ اس سے جہاں ملک میں ترقی ہوئی وہاں قرضہ کا بوجھ بھی بڑھ گیا ہے۔ خدیو مصر نے مالی مشکلات پر قابو پانے کے لیے ۱۸۷۵ء برطانیہ حکومت کے ہاتھ سویز کمپنی کے ایک لاکھ چھہتر ہزار حصص دس کروڑ فرانک کے معاوضہ میں فروخت کر دیئے ہیں۔ (تاریخ عالم صفحہ ۱۹۸) اس طرح حکومت برطانیہ سویز کمپنی میں سب سے زیادہ حصّہ دار بن گئی ہے۔ فرانس اور برطانیہ کو نہر سویز کے بارے عمل دخل حاصل ہو گیا ہے۔

۲ مئی ۱۸۷۶ء ملک میں ایک خاص محکمہ قائم کیا گیا ہے جو قرضہ کی واپسی کے انتظامات پر نگران ہے۔

Marfat.com

۱۵ اگست ۱۸۷۸ء نوبار پاشا وزارت بنی ہے تو اس میں وزیر مال ایک
...ریز اور وزیر اُمور عامہ ایک فرانسیسی کو لیا گیا ہے اور یہ سُلطان ترکی کے ایماء
...ہوا ہے۔ عوام اور فوج دونوں بیرونی مداخلت کے خلاف ہیں۔ اس پر مظاہرے
...ئے۔ اسماعیل پاشا کو ان کا ذمّہ دار ٹھہرا کر مغربی دباؤ کے تحت سُلطان ترکی نے
...زول کر دیا ہے۔ اسماعیل پاشا نے جلاوطنی میں اپنے آخری ایّام قسطنطنیہ میں
...ارے ہیں اور وہیں ۱۸۹۵ء میں وفات پائی ہے۔

۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء کو نہر سویز قومی ملکیت میں لے لی گئی ہے اور سویز کمپنی
...ے حصّہ داروں کی رقمیں واپس کرنے کی ذمّہ داری حکومت نے اُٹھالی ہے۔

...سوان بند حکومتِ مصر نے دریائے اسوان پر ایک بند باندھنے کا منصوبہ بنایا ہے اس بند کی اُونچائی سو فٹ تجویز ہوئی ہے
...ر اس طرح اڑھائی سو میل لمبی جھیل بن جائے گی اور اس سے کوئی بیس لاکھ ایکڑ
...مین سیراب کرنے کا منصوبہ ہے اور بجلی بھی پیدا ہوگی۔ اس پر لاگت کا اندازہ
...بیس کروڑ پونڈ مصری لگایا گیا ہے اور اس سے دو کروڑ تیس لاکھ پونڈ مالیہ میں اضافہ
...ہو گا۔ اس بند کے لیے امریکہ، برطانیہ اور بین الاقوامی بنک نے قرضہ دینا منظور کیا
...ہے لیکن مصر نے چیکوسلواکیہ سے اسلحہ خرید لیا ہے تو مغربی ممالک نے اسوان
...بند میں مدد دینے سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اس کے ردِّ عمل میں مصر نے نہر سویز کو
...اپنی ملکیت میں لے لیا ہے اور بیان میں کہا ہے کہ نہر سویز کی آمدنی دس کروڑ ڈالر
سالانہ سے اس بند کی تعمیر کرے گی۔

نہر سویز کے بارے حکومتِ مصر اپنے ہر قسم کے تصرف کو جائز سمجھتی ہے

Marfat.com

بنا بریں فرانس، برطانیہ اور امریکہ مخالف دھڑے میں چلے گئے ہیں۔ اسرائیل
مملکت ۱۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو معرض وجود میں آگئی ہے۔ جس کو تمام عرب ممالک
ماننا نہیں دی۔ مصر بھی اس میں شامل ہے۔ اس نئے اقدام سے اس نے خطرہ
محسوس کیا ہے۔ فرانس اور برطانیہ سے یقین دہانی حاصل کر کے وہ ہر طرح اس کا سا
دیں گے۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء، اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا ہے۔ ۳۰ اکتو
کو فرانس اور برطانیہ نے اسرائیل اور مصر کو الٹی میٹم دے دیا ہے کہ دونوں ملکو
کی فوجیں نہر سویز سے دس دس میل دُور ہٹ جائیں اور بارہ گھنٹے کے اند
اندر جواب مانگا ہے۔ مصر نے الٹی میٹم کو مُسترد کر دیا ہے تو ۳۱ اکتوبر کو برطانیہ ا
فرانس نے مصر پر بم باری شُروع کر دی ہے۔ اس سے جانی نقصان کے
علاوہ کئی ایک عمارات بھی تباہ ہو گئی ہیں۔ انتھونی ایڈن وزیرِاعظم برطانیہ نے
اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ مصر نے چیکوسلواکیہ سے جو سامانِ جنگ خرید
تھا اس کا بڑا حصّہ تباہ کر دیا گیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کی مداخلت سے برطانیہ، فرانس
اور اسرائیل کو واپسی پر مجبُور کر دیا ہے اور مصر کی سرزمین اجنبی فوجوں سے پاک ہو
گئی ہے (تاریخ عالم صفحہ ۲۹۵)

دوبارہ جنگ جُون ۱۹۶۷ء

اسرائیل کے ساتھ عربوں کی جنگ ختم نہیں
ہوئی۔ عرب اپنے مقبوضات میں ہر قسم
کے تصرفات کا حق محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ اسرائیل کا کوئی جہاز خلیج سویز سے
گزر نہیں سکتا اور پھر خلیج عقبہ کا بھی دہانہ بند کر دیا ہے اور اس تنازعہ میں امریکہ اور
برطانیہ اسرائیل کی حمایت کرتے ہیں۔ اسرائیل نے دفعۃً جون ۱۹۶۷ء کو مصر کے

Marfat.com

...لف ہوائی اڈوں پر حملہ کرکے بہت سے جہاز تباہ کر دیئے ہیں اور تین روز ...ے اندر اندر جزیرہ نما سینا پر نیز اردن کے اس حصہ پر جو دریائے اُردن کے مغرب ...ں ہے قبضہ کرلیا ہے۔ انجمن اقوامِ متحدہ نے گو جنگ بند کرا دی ہے، لیکن اسرائیل نے امریکہ کی شہ پر مقبوضہ علاقے چھوڑنے سے اس وقت تک انکار ...ر دیا ہے جب تک عرب براہِ راست اسرائیل سے گفت و شنید کرکے اس ...ے وجود کو ماننا نہیں دیں گے۔ غرض آٹھ مہینے سے مشرق وسطیٰ میں نازک ...ورتِ حال قائم ہے اور نہر سویز بند ہے (تاریخ عالم) بعد میں عرب دُنیا ...ے علی الرغم مصر نے امریکہ کے توسط سے اسرائیل کے ساتھ امن سمجھوتہ کرکے ...نا مقبوضہ علاقہ اسرائیل سے واگزار کر لیا ہے۔

...علیم و طلبہ

مصر میں تعلیم چھ سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ۱۹۲۳ء میں لازمی قرار دے دی گئی تھی۔ آج ...صر میں چار یونیورسٹیاں ہیں قاہرہ، اسکندریہ، عین الشمس اور اسیرط۔ مذہبی ...علیم کا بڑا مرکز جامعہ ازہر ہے (تاریخ عالم) اس کا سنگِ بنیاد ۳۵۸ھ میں رکھا ...لیا تھا۔ یہ اسلامی علوم کے اعتبار سے دُنیا بھر کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔ ...آمدنی کی مد میں اسے اوقاف سے نصف کروڑ روپیہ سالانہ مل جاتا ہے، خرچ ...بارہ لاکھ کے قریب ہے اس کی عمارتیں پندرہ سال میں مکمل ہوئیں ہیں، اور کروڑوں روپے اس پر صرف ہوئے ہیں۔ ۳۵ فی صدی آبادی خواندہ ہے۔ دوسری یونیورسٹی جامعہ مصریہ ہے جس میں جدید علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اس میں نو کالج شامل ہیں اور بارہ زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے جس میں اردو بھی داخل ہے

Marfat.com

مصر میں عقیدہ کی آزادی ہے لیکن تفرقہ بازی کی لعنت وہاں نہیں ہے گداگر
جُرم ہے وہاں آپ کو کوئی فقیر نظر نہیں آئے گا۔
مصر کی آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہے جس میں صرف دس لاکھ عیسائی قبطی
ہیں باقی مسلمان ! میزانیہ ۱۹۴۱ء حکومت کی آمدنی ۶۵ کروڑ روپے سالانہ اور خرچ
۶۳½ کروڑ روپے ہے۔ (تاریخ اسلام شوق)
مسٹر لینگر کہتے ہیں۔ ۱۹۶۴ء مصر میں دس ہزار ایک سو ساٹھ طلبہ زیر تعلیم
تھے ان میں سے تین سو اٹھارہ طالبات تھیں۔ جن کے لیے داخلہ کی اجازت
۱۹۶۲ء میں دی گئی ہے۔ مصر نے ہر شعبہ میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔
"کوئی سرزمین تمہیں پناہ نہ دے سکے گی"
چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے مصر کے الملک المظفر سیف الدین
کو پیغام بھیجا ہے کہ فوراً اطاعت اختیار کرلو، ورنہ پچھتاؤ گے، آنسو بہانے
والوں پر ہم نے کبھی رحم نہیں کھایا۔ آہ و فریاد سے ہمارے دل میں ہمدردی
کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ تم بھاگ کر جہاں جاؤ گے۔ ہم تمہارے پیچھے پہنچیں گے اور
کوئی سرزمین تمہیں پناہ نہ دے سکے گی۔
تاتاری منگولیا کے سنسان صحرائی علاقہ سے نکلے ہیں۔ جنھیں آج چینی ترکستان
روسی ترکستان، افغانستان، عراق، جنوبی اور مشرقی ایشیائے کوچک اور شام کہتے ہیں
ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے سات سو سال میں
جو علوم و فنون کی کتابیں تالیف و تدوین کی ہیں۔ انہوں نے ان کو آگ لگادی ہے
وہاں کی دولت لوٹ لی ہے۔ باشندوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ تاتاری

Marfat.com

ر الکاہل کے قریب سے اُٹھے ہیں اور موت و ہلاکت پھیلاتے ہوئے
بحیرہ روم کے کناروں تک پہنچ گئے ہیں۔

مصر کے الملک المظفر نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر حال میں تاتاریوں کا ڈٹ کر
مقابلہ کیا جائے گا۔ پیغام لانے والوں کو قتل کرا دیا ہے تاکہ صلح کا سوال ہی باقی نہ
رہے۔

شمالی فلسطین ۶ ر ستمبر عین جالوت کے مقام پر مصر سے باہر نکل کر ایک فیصلہ
کن لڑائی لڑی ہے اور تاتاریوں کو شکست فاش دی ہے۔ سپہ سالار مارا گیا ہے۔
فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے اور ایک بڑی تعداد تہ تیغ ہوئی ہے۔ اس شکست
نے تاتاریوں کے ایسے دانت کھٹے کیے ہیں کہ وہ پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ دوبارہ
آگے بڑھنے کی جرأت نہیں ہوئی ہے۔ تیس برس کی مسلسل فتوحات کے بعد تاتاریوں
کی یہ پہلی شکست تھی جو مصر کے مقابلہ میں ان کو ہوئی ہے۔

(سو تاریخی واقعات غلام رسُول مہر)

انور السادات

وسط ایشیا میں شہنشاہ ایران محمد رضا پہلوی ایک
مضبُوط سلطنت کے مطلق العنان بادشاہ ہیں۔ مغربی
ممالک اور امریکہ ایسی بڑی طاقت کے محافظ مفادات ہیں۔ جب ان پر ادبار کے
بادل چھائے ہیں زمین اپنی وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی ہے ان کا ہر اتحادی
ملک ان کو اپنے ہاں پناہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔ بنی کے سب دوست
ہیں۔ بگڑی کا کوئی دوست نہیں۔

۳۰ ر جولائی ۱۹۸۰ ر وہ دیارِ غیر میں داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ

Marfat.com

اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ٥

مصر کے انور السادات وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اپنی اور اپنے ملک کی خود مختاری پر مہر جوانمردی ثبت کردی ہے وہ بجا طور پر اس فخر کے مستحق ہیں کہ انسان دوستی میں ان کا نام سرفہرست لکھا جائے۔ انہوں نے انہیں اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ سربراہان مملکت کو جنازہ میں شرکت کی دعوت نہیں دی۔ اس طرح انہوں نے گویا ان کا بھرم رکھ لیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ٥

لیبیا

۱۹۱۱ء سے قبل لیبیا کا نام طرابلس تھا اور یہ سلطنت عثمانی کا ایک صوبہ ہے۔ جنگ بلقان کے بعد یہ علاقہ ترکوں کی عملداری سے نکل گیا ہے اور اس پر اٹلی قابض ہوگیا ہے۔ اس نے اس کا نام لیبیا رکھا ہے۔ اٹلی کو اندرون ملک مکمّل کنٹرول حاصل نہ ہوا اسے لیبیا کے عرب اور سنوسی خاندان سے ایک طویل جنگ لڑنا پڑی ہے اور بالآخر اقوام متحدہ نے نومبر ۱۹۴۹ء لیبیا کو آزاد مملکت قرار دینے کا فیصلہ صادر کر دیا ہے اور اس طرح ۲۴ نومبر ۱۹۵۱ء لیبیا آزاد ہوجاتا ہے۔ سید محمد ادریس السنوسی اس کا پہلا سربراہ قرار پایا ہے۔ اس کا رقبہ چھ لاکھ پچاس ہزار مربع میل ہے۔ آبادی ۱۹۶۴ء پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ یہ ملک تین صوبوں میں تقسیم ہے۔ شرق میں برقہ غرب میں طرابلس اور جنوب میں فذان ہے۔ زیادہ آبادی طرابلس میں کم فذان میں۔ پارلیمنٹ میں ارکان کی تعداد ان کی آبادی پر دلالت کرتی ہے۔

طرابلس تعداد ارکان تینتیس۔ برقہ چودہ فذان آٹھ۔

اب اس جگہ بھی تیل نکل آیا ہے جو ملک کی خوشحالی کا ضامن ہے۔ آجکل اس کے صدر

Marfat.com

رنل قذافی ہیں۔

تیونس ۲۰ مارچ ۱۹۵۴ء فرانس کے قبضہ سے آزاد ہوا ہے یکم جون ۱۹۵۹ء
اس ملک کا صدر حبیب بورقیبہ منتخب ہوئے ہیں۔ اس ملک
کے دستور کے مطابق صدر کا مسلمان اور چالیس سال کا ہونا شرط ہے۔ انتخاب پانچ
سال کے لیے ہوتا ہے۔ اسمبلی کے اُمیدوار کی عمر بیس سال اور ووٹر کے لیے بیس
ہونا شرط ہے۔ اس کا رقبہ ترلیسٹھ ہزار تین سو باسٹھ مربع میل ہے۔ اس کی
آبادی ۱۹۶۶ء چالیس لاکھ ستاون ہزار آٹھ سو باسٹھ تھی۔ ملک کا سرکاری مذہب
اسلام ہے۔ ۷۳۶ء کی ایک تعمیر شدہ مسجد جامع الزیتونہ اس زمانہ کی ایک یادگار ہے۔

الجزائر ۳ جولائی ۱۹۶۲ء فرانس کے قبضہ سے آزاد ہوا ہے۔ ۲۵ ستمبر
۱۹۶۲ء قومی مجلس کے ووٹوں سے فرحت عباس جمہوریہ الجزائر
کے صدر منتخب ہوئے ہیں اور ان کے وزیر اعظم ابن باللہ مقرر ہوئے۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۶۴ء
رائے عامہ سے ملک کا واحد اُمیدوار ابن باللہ صدر قرار پائے ہیں۔ ۱۹ جون ۱۹۶۵ء
فوج کرنل حوری ابو محی الدین کی سرکردگی میں ملک پر قابض ہو گئی اور اس نے اپنی نگران
حکومت تشکیل دے لی ہے اور اس علاقہ میں تیل بھی نکل آیا ہے۔ آبادی ایک کروڑ
۱ لاکھ پینسٹھ ہزار ہے۔ اس کا رقبہ نو لاکھ انیس ہزار پانچ سو اکیانوے ہے۔ (ذتی اٹلس)
اس میں سے آٹھ لاکھ اڑتیس ہزار تین سو پندرہ مربع میل صحرا بتایا جاتا ہے (دلیگزہ تاریخ عالم)
الجزائر پندرہ انتظامیہ یونٹوں میں تقسیم ہے آزادی کے بعد ملکی وسائل کو زیادہ سے
زیادہ بہتر بنانے پر توجہ دی جا رہی ہے۔

الجزائر کے باشندوں نے فرانس ایسی قوت سے نبرد آزمائی کی ہے اور

Marfat.com

برسوں جنگ لڑکر اپنا ملک آزاد کرایا ہے۔ یہ اسلام اور خصوصاً عرب دُنیا کے
لیے ایک قابلِ فخر قوت ہے۔

درویش کہتا ہے عرب اقتصادی طور پر مضبوط ہو چکے ہیں۔ ان کو دُوسرے
اسلامی ملکوں کی افرادی قوت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی مربُوط کوشش
کرنی چاہیئے۔

مراکش

مغرب اقصیٰ کا آخری حصّہ ہے جس کے مغربی جانب اٹلانٹک
شمالی جانب بحیرہ روم ہے اور شرقی جانب الجزائر واقع ہے
۱۹۰۶ء کے قریب مغربی حکومتوں نے مراکش کی طرف قدم بڑھائے۔ ۱۹۱۲ء فرانس
نے اپنے مقبوضہ کانگو میں سے ایک لاکھ مربع میل جرمنی کو دے کر مراکش میں اپنی
عملداری مستحکم کرلی۔ ایک حصّہ فرانس کے قبضہ میں ہے تو دُوسرے پر ہسپانیہ قابض
ہے۔ ایک تیسرے حصّہ کو مغربی حکومتوں نے باہمی معاہدہ سے بین الاقوامی خطہ
قرار دے لیا ہے، لیکن اہلِ مراکش برابر آزادی کی جدوجہد میں لگے رہے ہیں

۱۹۵۶ء کا سال مراکش کے لیے بہت مبارک رہا ہے۔

۲ مارچ ۱۹۵۶ء فرانس اپنے مقبوضہ رقبہ سے دست کش ہو گیا ہے۔

۷ اپریل ۱۹۵۶ء ہسپانیہ نے اپنا مقبوضہ علاقہ واگذار کر دیا۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء فرانس، برطانیہ، ہسپانیہ، اٹلی، امریکہ، بلجیم، آئرلینڈ، سویڈن اور
پرتگال جو ایک مراکشی علاقہ کو بین الاقوامی بنا چکے تھے۔ اپنے فیصلہ سے دست بردار
ہو گئے ہیں۔

گویا ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کا دن مراکش کی آزادی کا پہلا دن ہے۔ سلطان محمد

Marfat.com

زیر نگرانی ملک آزاد ہوا ہے۔ یہ ملک کے پہلے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ ۳ مارچ ۱۹۶۱ء کو اچانک گلا کی تکلیف میں مبتلا ہو کر راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؀

ان کے بعد ان کا لڑکا حسن شاہ مراکش بنے ہیں، جن کی پیدائش ۹ جولائی ۱۹۲۹ء ہے۔ جو مراکش کے موجودہ حکمران ہیں۔ اس کا دارالخلافہ رباط ہے اور گرمائی طنجہ مراکش کا پرانا دارالخلافہ شہر فاس ہے۔ جس کی بنیاد ۸۰۸ھ رکھی گئی تھی طنجہ مغرب اقصیٰ کا آخری شہر ہے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے وہ ایک طویل سیاحت کے بعد اپنے آبائی گاؤں میں آکر آسودہ خاک ہوئے ہیں۔

مراکش اِس لحاظ سے بڑا خوش قسمت ہے کہ اس کے تینوں حصے آپس میں متحد ہوگئے ہیں، اور طاقت کے اعتبار سے ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بن گئے ہیں۔

مراکش کا رقبہ ایک لاکھ اکہتر ہزار مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۱ء ایک کروڑ سولہ لاکھ چھبیس ہزار تھی۔ عربی سرکاری زبان ہے۔ فرانسیسی اور ہسپانوی بھی مختلف حصوں میں بولی جاتی ہے۔ آزادی کے ساتھ ہی مراکش اقوام متحدہ کا ممبر بن گیا ہے۔ ملک سترہ انتظامی صوبوں میں منقسم ہے اور اسلام سرکاری مذہب ہے۔ بہت بڑی اکثریت سنیوں کی ہے جو مالکی فقہ کو مانتے ہیں۔ ۱۹۶۴ء پندرہ لاکھ طلبہ پرائمری مدارس میں اور چھ لاکھ ثانوی مدارس میں زیر تعلیم تھے۔ جامعہ رباط جو یونیورسٹی کے درجہ کی درس گاہ ہے اس میں آٹھ ہزار طلبہ زیرِ تعلیم پائے گئے ہیں۔ نومبر ۱۹۶۱ء شہر فاس میں ایک نئی یونیورسٹی قائم ہوئی ہے۔ اس سے آگے مسٹر ولیم ایل لینگر لکھتے ہیں مراکش کی اسلامی یونیورسٹی میں طلبہ چار ہزار تھے۔ اور یہ دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے

Marfat.com

جس کی بنیاد ۸۰۹ء میں رکھی گئی تھی یعنی جامعہ ازہر سے قریباً ایک سو سال پیش
زراعت اور پیشہ ورانہ تربیت کو تمام دوسرے مقاصد پر ترجیح ہے۔ سیاح بھی
وہاں بکثرت جاتے ہیں اس کے بعض خطوں کی آب و ہوا بہت خوشگوار اور
صحت بخش ہے۔ قدیم مقامات بھی قابل دید ہیں صحرائی مناظر تک پہچانے
اور ان کے لیے ضرورت کی تمام چیزیں مہیا رکھنے کا جیسا انتظام مراکش میں ہے شاید
اور کہیں نہ ہوگا۔ (تاریخ عالم)

سوڈان یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو آزاد ہوا ہے۔ یہ مصر اور برطانیہ کے زیر اثر
تھا۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ فوج نے ۱۷ نومبر ۱۹۵۸
حکومت پر قبضہ کر لیا ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل ابراہیم عبود برسر اقتدار آگئے ہیں۔ زبردست
سیاسی دباؤ کے تحت ابراہیم عبود نے ۱۵ نومبر ۱۹۶۴ء کو استعفیٰ دے دیا اور
ملک میں از سر نو جمہوریت بحال ہوئی ہے۔

۸ جولائی ۱۹۶۵ء اسماعیل الازہری ملک کے صدر منتخب ہوئے ہیں اور وزارت
کا قلمدان صادق الازہری کو سونپا گیا ہے۔

سوڈان کا رقبہ نو لاکھ ساڑھے تریسٹھ ہزار مربع میل ہے آبادی یکم جنوری ۱۹۶۴
ایک کروڑ دو لاکھ چھبیس ہزار تھی۔ خرطوم دارالخلافہ ہے۔ خرطوم یونیورسٹی میں طلبہ کی
تعداد دو ہزار ایک سو دس تھی (تاریخ عالم)

انڈونیشیا اسلامی ممالک میں اس کا ذکر بھی آئے گا۔ ہندوستان پر برطانیہ
نے قبضہ کر لیا ہے تو ہالینڈ نے جزائر شرق الہند کی طرف
اپنا رخ پھیر لیا ہے۔ انڈونیشیا کے عوام بڑی جد و جہد کے بعد ۱۷ اگست ۱۹۵۰

Marfat.com

آزادی سے ہمکنار ہوئے ہیں، ۱۹۳۶ء میں ہالینڈ کی آبادی ۸۰ لاکھ تھی اور انڈونیشیا پانچ کروڑ کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ انڈونیشیا کے عوام نے سکارنو کی زیر قیادت آزادی کی جنگ لڑی اور آزاد ہوئے ہیں۔ ان کو ملک کا صدر چنا گیا ہے۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء کمیونسٹوں کے ایک گروہ نے حکومت کا تختہ اُلٹ دینے کی کوشش کی۔ فوج نے اس اقدام کو ناکام بنا دیا ہے اور کمیونسٹوں کی بہت زیادہ تعداد اس میں کام آئی ہے۔ اب زیادہ اختیارات جنرل سہارتو فوجی کمانڈر کو حاصل ہیں۔ بائیس وزراء کی ایک مجلس کاروبارِ حکومت کو چلا رہی ہے۔

انڈونیشیا کا رقبہ پانچ لاکھ پچھتر ہزار چار سو پچاس مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۸ء میں گیارہ کروڑ کے قریب تھی۔ ملک کئی ایک صوبوں میں تقسیم ہے۔ یہ سب سے بڑا زرخیز خطہ ہے۔

بورنیو شرق الہند کے جزیروں میں جاوا، سماٹرا، ملایا اور انڈونیشیا کے ساتھ ایک جزیرہ بورنیو بھی ہے۔ اس کا رقبہ پونے تین لاکھ مربع میل ہے اور یہ جزیرہ دُنیا کا تیسرا بڑا جزیرہ ہے اور آبادی تقریباً ساٹھ لاکھ ہے۔ آب و ہوا گرم مرطوب ہے۔ ربڑ، چاول اس علاقہ کی بڑی پیداوار ہے۔ ویسے ان جزائر میں گرم مصالحہ، ناریل، ساگودانہ، کماد، تمباکو اور کیلے کی کاشت کافی ہے۔

بحیثیت چشم دیدگواہ کی حیثیت سے حافظ کفایت اللہ کہتے ہیں۔ اس جزیرہ میں مسلمان ہر جگہ آباد ہیں اور اہل ملک آزادی کی جد و جہد میں سرگرم عمل ہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب یہ لوگ آزادی سے ہمکنار ہوں گے۔

(۱۹ جولائی ۱۹۶۲ء)

Marfat.com

چینی، انگریزی، ولندیزی اور ملائی چاروں زبانیں بولنے والے لوگ اس جگہ پائے جاتے ہیں۔

محمد بہادر شاہ ظفر

شرق الہند کے اس علاقہ میں برما کا رنگون شہر ان کی آخری آرام گاہ ہے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جب ہندوستان کے دارالخلافہ دہلی پر قبضہ کرلیا تو مغلوں کے آخری بادشاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر کو دہلی کے لال قلعہ سے رنگون کے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا ہے جس جگہ انہوں نے پانچ سال گزار کر ۱۸۶۲ء کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی ہے اور اسی جگہ مدفون ہوئے ہیں۔ ایک احاطہ میں گنبد کے بغیر مزار پختہ ہے

حافظ کفایت اللہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء وہاں گئے ہیں۔ انہوں نے دیکھا ہے کہ شاہنشاہ ہندوستان کا مزار اُن تکلفات سے محروم نہیں جو بزرگانِ خدا رسیدہ کے مزارات کی زینت بنے ہیں۔ کوئی اپنی آنکھیں مزار سے لگا رہا ہے۔ کوئی جھاڑو کے تنکوں کو گلے کا ہار بنا رہا ہے۔ کوئی مجاور سے تعویذ لے کر پی رہا ہے کوئی چراغ کا تیل جسم پر مل رہا ہے کوئی مزار کے آگے سربسجود ہے۔ کوئی یا بہادر شاہ ظفر المدد المدد پکار رہا ہے۔

حافظ کفایت اللہ کے ذوقِ خدا پرستی کو یہ کچھ ناگوار ہے۔ وہ ان کو مشرکانہ حرکتیں کہہ کر دل کو سکون پہنچا رہے ہیں۔

درویش کہتا ہے۔ بادشاہ کا دربار لوگوں کی حاجت روائی کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ جس رب العزت نے ظفر کو دنیا میں بادشاہی عطا کی تھی اگر وہ قبر میں بھی ان کے اندازِ بندہ پروری کو قائم رکھتا ہے تو مجھے اور کفایت اللہ کو اس میں

Marfat.com

...یا دخل ہے ؟

حافظ کفایت اللہ خدا پرستی کا عقیدہ رکھتے ہوئے بھی وہاں سے بے فیض ...ہیں لوٹے اپنے ذوق کے مطابق درو دیوار پر لکھا ہوا ایک شعر پڑھ کر محظوظ ...رتے ہیں ؎

ظفر آدمی اس کو نہ جانیئے وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

درویش کہتا ہے اگر کوئی بہادر شاہ ظفر کے فکر و عمل سے ناواقف ہے تو اس ...ر ان کا یہ شعر ہی کفایت کرتا ہے۔

ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفرعنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ۰ آمین ثم آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

کرّہ ارض پر ایک نظر

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

الحمد للہ الذی جعل لکم الارض مہداً و سلک لکم فیہا سبلا وانزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ازواجا من نبات شتّٰی ۰ کلوا وارعوا

Marfat.com

انما مکوٗ ان فی ذالک لاٰیات لاولی النھی منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اُخریٰ

(پارہ ۱۶ - رکوع ۱۱)

کرہ زمین جس جگہ انسان آباد ہے۔ اپنے پانچ بڑے قدرتی حصوں میں تقسیم ہے اور ہر حصہ زمین براعظم کہلاتا ہے۔ براعظم ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا ہیں۔

علامہ ابن خلدون کہتے ہیں۔ خطِ استوا زمین کو مغرب سے مشرق تک دو برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور یہی طول عرض بلد ہے اور کرہ زمین کا سب سے بڑا خط خطِ استوار ہے۔ خطِ استوار کا شمالی حصہ جنوبی حصہ سے زیادہ آباد ہے آسمان پر منطقۃ البروج یا دائرہ معدل النہار ایک بڑا خطہ مانا جاتا ہے اور یہ منطقۃ البروج تین سو ساٹھ درجوں میں تقسیم ہے۔ ہر درجہ زمین پر پچیس فرلانگ کی مسافت کے برابر ہے، اور ایک فرسنگ بارہ ہزار گز کا ہوتا ہے۔ تین میل کے مساوی: اور میل پونے چار ہزار گز کا ہوتا ہے۔ اور ایک گز چوبیس انگل کا اور ایک انگل سات جو کے برابر! جب وہ ایک دوسرے کے برابر رکھے جائیں۔ دائرہ معدل النہار جو فلک کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور خط استوار کے بالکل مقابلہ میں ہے۔ اور ہر دو طبقوں کے درمیان ۴۰ درجہ کا فاصلہ ہے انسانی آبادی خط استوار سے شمال کی طرف صرف چونسٹھ درجہ تک ہے اس سے آگے ناقابل برداشت ٹھنڈ اور سردی ہے جس طرح خط استوار سے جنوبی جانب سخت گرمی کی وجہ سے آبادی نہیں ہے۔ (ترجمہ سعد اللہ خاں یوسفی)

Marfat.com

...رض بلد

اٹلس میں زمین کے نقشہ پر جو خطوط شرقاً غرباً کھینچے ہوئے ہیں۔ ان خطوط کو عرض بلد کہتے ہیں۔ خطِ استواء صفر درجہ ...ض بلد کا خط ہے اور شمال اور جنوب میں ایک ایک درجہ پر ان خطوں کو شمار کیا ...ا ہے۔ قطب شمالی ۹۰ درجے عرض بلد شمال اور قطب جنوبی ۹۰ درجے ...ں بلد جنوبی ہے۔

...ل بلد

جو خطوط شمالاً جنوباً کھینچے ہوئے ہیں اور قطب شمالی کو قطب جنوبی سے ملاتے ہیں۔ خطِ استواء سے ایک ایک درجہ کے فاصلہ ...س کے ساتھ زاویہ قائمہ بناتے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد ۳۶۰ ہے لندن ... قریب گرینچ کے مقام پر گزرنے والے خط کو نصف النہار شمار کہتے ہیں۔ ...اس سے ان خطوں کو ۱۸۰ درجے مشرق اور ۱۸۰ درجے مغرب تک ...جاتا ہے۔

...قبہ اور جسامت

زمین کا محیط چوبیس ہزار آٹھ سو ساٹھ ہے (۲۴۸۶۰)

قطبین پر اس کا قطر سات ہزار نو سو ہے (۷۹۰۰)

خطِ استواء پر اس کا قطر سات ہزار نو سو چھبیس ہے (۷۹۲۶)

رقبہ تقریباً انیس کروڑ ستر لاکھ مربع میل ہے! "ہماری اٹلس"

...مندر؟

جغرافیہ دان سمندر کو بھی پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ زمین کی طرح یہ بھی ہمیں خوراک مہیا کرتا ہے۔ حرارتِ شمسی سے ...ی بخارات بن کر بارش برساتے ہیں، اور کوئی دو کروڑ ٹن کے قریب ہر سال سمندر

Marfat.com

سے خوراک کے لیے مچھلی نکالی جاتی ہے۔

بحر الکاہل (۱) جو کرہ ارض پر اعظم ایشیا کا حصّہ ہے اس کے شر...
میں ہے۔ رقبہ کوئی ساڑھے چھ کروڑ مربع میل ہے او...
اس کی گہرائی جزائر فلپائنز کے قریب کوئی تین ہزار دو سو فٹ ہے۔

بحر ہند (۲) اس کا رقبہ پونے تین کروڑ مربع میل ہے چونکہ...
سمندر سرزمین ہند کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس لیے...
اس کو بحر ہند کہتے ہیں۔

بحر اوقیانوس (۳) رقبہ ساڑھے تین کروڑ مربع میل ہے۔ مغرب...
میں ساحل امریکہ اور مشرق میں افریقہ اور یورپ...
تک پھیلا ہوا ہے اور اس کے علاوہ

(۴) بحر منجمد جنوبی ! (۵) اور بحر منجمد شمالی ہے۔

ابن خلدون کہتے ہیں اُن سب سمندروں سے الگ تھلگ شمال میں و...
کی ولائت میں ایک اور سمندر ہے جو بحر جرجان وطبرستان کے نام سے مشہو...
ہے اس کی لمبائی ایک ہزار میل اور چوڑائی چھ سو میل ہے۔ اس کے غرب میں آذر...
ویلم شرق میں ترک و خوارزم جنوب میں طبرستان اور شمال میں خزر اور لان ہیں...

اقلیم اوّل

خطِ استوا کے جنوب میں ہے اور دُوسری خطِ استوا کے شمال میں ہے تیس...
چوتھی الی آخری سب شمال کی طرف ہیں اور پھر ان کو لمبائی میں مغرب سے مشرق تک...
برابر دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہم ان اقلیموں میں جنوب...

Marfat.com

...ل کی طرف جائیں تو ہر اقلیم کے بعد نصف گھنٹہ کا فرق پڑتا ہے۔ ہر اقلیم کتنے اندر بھی ...یک اور دُور کے اعتبار سے یہ فرق منٹوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

"تیسری اقلیم کے آخر میں سب سے بڑی رات اور سب سے بڑا دن چودہ گھنٹے کے ...تے ہیں۔ چوتھی ساڑھے چودہ گھنٹے پانچویں پندرہ گھنٹے اور چھٹی ساڑھے پندرہ گھنٹے اور ساتویں کے آخر میں سولہ گھنٹے اور یہیں آبادی ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح پہلی اقلیم کے آخر میں جب سورج راس جدی پر پہنچتا ہے تو بڑی سے ...ی رات تیرہ گھنٹے کی ہوتی ہے، اور جب آفتاب راس سرطان پر پہنچتا ہے تو بڑے ...ن تیرہ گھنٹے کا ہوتا ہے اور خط استواء سے شمالی رُخ میں دوسری اقلیم کے آخر میں جب ...ب راس سرطان پر آتا ہے جس کو منقلب صیفی کہتے ہیں۔ تو بڑے سے بڑا دن ساڑھے ... گھنٹے کا ہوتا ہے اور اس طرح جب آفتاب راس جدی یعنی منقلب شتوی پر آتا ہے۔ ...ی سے بڑی رات ساڑھے تیرہ گھنٹے کی ہوتی ہے۔ گویا رات جب زیادہ سے زیادہ ...باقی ہے تو دن زیادہ سے زیادہ چھوٹا ہو جاتا ہے۔ یعنی دن رات چوبیس گھنٹوں میں ...ت ساڑھے دس گھنٹے کا رہ جاتا ہے۔ اسی طور جب دن زیادہ سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ ...ت سب سے چھوٹی رہ جاتی ہے یعنی صرف ساڑھے دس گھنٹے دن رات کے یہی چوبیس ...ٹے جن کو ساعات زمانیہ کہتے ہیں ملک الاخلاق کے ایک پورے دورہ کی مدت ہے ...ونکہ چوبیس گھنٹے میں یہ پورے عالم کا ایک چکر لگا لیتا ہے۔" (ابن خلدون ترجمہ سعداللہ یوسفی)

خطِ استواء : گرمی میں ایک نقطہ آغاز ہے۔ اس کا جنوب اور شمال خوب ...یم ہے۔ سورج کی شعاعیں عمودی شکل میں زمین پر پڑتی ہیں اور تیز گرمی پھیلاتی ہیں۔ گرمی ...کی شدت تکوینی عمل میں ایک کافی رکاوٹ ہے جس سے حیوانات اور نباتات میں کمی

Marfat.com

پائی جاتی ہے۔

خطِ استوار سے پچیس درجے عرض بلد شمال آبادی کا خط قرار پاتا ہے اس ...
اقلیم اوّل اور دوم میں آبادی کم ہے اور تیسری چوتھی اور پانچویں میں متوسط درجہ کی آباد...
ہے۔ چھٹی اور ساتویں اقلیم خوب آباد اور گنجان ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

براعظم ایشیا کا جنوبی حصہ ملک عرب برصغیر پاک و ہند، بنگلہ دیش، سری لنکا، برما
تھائی لینڈ، کمبوجیا، ویت نام، جزائر ملائشیا، جاوا، سماٹرا اور انڈونیشیا ہیں۔ ان جز...
میں گھنے جنگلات ہیں۔ ربڑ کے درخت، ناریل، گرم مصالحہ، ساگودانہ، گنا، تمباکو اور ...
کی بہت کاشت ہوتی ہے۔

دن رات GREENWICH

زمین مغرب سے مشرق کو اپنے محور کے گرد گھومتی ہے اور چوبیس گھنٹوں میں ایک چکر پورا کرتی ہے۔ زمین کو ۳۶۰ خطوط عرض بلد میں تقسیم کر دیا ہے۔

زمین ایک خط سے دوسرے تک چار منٹ میں پہنچتی ہے اس طرح خطوط عرض بلد گزر جانے پر ایک گھنٹہ گزر جاتا ہے وہ ممالک جو مشرق میں واقع ہیں وہاں پہلے دن طلوع ہوتا ہے۔ گرین وچ جیسے صفر عرض بلد پر نصف النہار تسلیم کیا گیا ہے۔ اس میں اور پاکستان کے وقت میں چھ گھنٹے کا فرق ہے۔ گرین وچ میں جب دوپہر ہوتی ہے تو پاکستان میں اس وقت شام کے ۶ بجے کا وقت ہوتا ہے اور دوسری طرف مغرب میں میکسیکو میں صبح کے چھ بجے کا وقت ہوتا ہے چونکہ ہر ملک اور شہر کا عرض بلد مختلف ہے اس لحاظ سے وقت میں اختلاف ہوگا۔

گرینچ لندن کا ایک شہر دریائے ٹیمز لندن کے کنارے آباد ہے۔ ۱۶۷۵ء میں اس جگہ شاہی رصدگاہ قائم کی گئی ہے۔ یہاں کا عرض بلد صفر ہے۔

Marfat.com

برِّاعظم ایشیا

نصف کرہ شمالی میں ایک درجہ عرض بلد شمال سے ۸۰ درجہ عرض بلد شمال تک پھیلا
ا ہے اور ۲۶ درجہ طول بلد شرقی سے ۱۷۰ درجہ طول بلد شرقی کے درمیان واقع ہے
ں کے شمال میں بحر منجمد شمالی مشرق کی طرف بحر الکاہل جنوب میں بحر ہند اور مغرب
ں یورپ کا براعظم بحرِ اسود، بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم ہے۔ لمبائی شرقاً غرباً چھ
ر میل اور چوڑائی شمالاً جنوباً پانچ ہزار میل کے قریب ہے اور اس کا رقبہ پونے
کروڑ مربع میل ہے۔ یہ دوسروں سے بڑا براعظم ہے۔ دُنیا کے بلند ترین
رسطح مرتفع نہایت زرخیز میدان ہر قسم کی آب و ہوا نباتات اور حیوانات اس
اعظم میں پائے جاتے ہیں۔

سلسلہ ہائے کوہ کا آغاز شمال میں سطح مرتفع سے ہوتا ہے
ر یہ بہت بلند ہے۔ یہاں سے مشرق کی طرف تبت، چینی ترکستان اور منگولیا کی
طح مرتفع نکلتی ہے اور مغربی سطح مرتفع میں ایشیائے کوچک، آرمینیا، ایران اور شمال
اں کوہ یونتک کوہ ابرز، کوہ ہندوکش وغیرہ ہیں۔ جنوب میں کوہ طارس، کوہ زگروس
وہ سلیمان ہمالیہ اور چین کے پہاڑ ہیں! اس کا شمالی حصہ بحر منجمد شمالی تک ملک
وس ہے۔

آب و ھوا براعظم ایشیا کا شمالی حصہ سرد ترین ہے جب کہ اس کا جنوبی
حصہ گرم تر ہے۔ برِصغیر ہند اس کا جنوبی حصہ ہے۔ عرب ممالک جنوب مغربی حصہ

Marfat.com

ہے۔ پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد کو درمیان رکھ کر شرقاً غرباً ایک خط کھینچا جا
تو دو مختلف خطّے آب و ہوا کے اعتبار سے ایک دُوسرے سے ممیز ہو جا
ہیں، البتہ میدان اور پہاڑ کی آب و ہوا میں کچھ فرق ہوگا۔ ساحل سمندر بھی آب و
پر اثر انداز ہوتا ہے۔

پیداوار : ایشیا کا شمالی حصّہ کافی سرد ہے۔ ٹنڈرا کا میدان جو بحر منج
شمالی کے قریب ہے۔ اس میں سارا سال سخت سردی پڑتی ہے۔ کافی وغیرہ کے س
کچھ نہیں ہوتا۔

سائبیریا ٹنڈرا کے جنوب میں ہے نو ماہ سخت سردی پڑتی ہے ص
تین ماہ گرمی کا موسم ہوتا ہے اور اس عرصہ میں فصلیں پک جاتی ہیں۔ سدا بہار درخ
کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ دوسری فصلیں بھی ہوتی ہیں اور اس کے جنو
میں سٹیپ کا میدان ہے، جو بڑا زرخیز ہے۔ چاول گندم گنا ہر قسم کی جنس کاش
ہوتی ہے یہ علاقہ کوہ یورال اور بحیرہ کیپسین سے لے کر مشرق کی طرف آبنائے
بیرنگ تک چلا گیا ہے اور یہ مشرق میں بہت تنگ ہے لیکن مغرب م
فراخ ہے اس علاقے کے دریا جنوب سے شمال کو بہتے ہیں اور بحر منجمد
جا گرتے ہیں اور یہ ملک روس ہے۔

برِّ اعظم ایشیا کے جنوب میں ہندو پاک اور سری لنکا ہیں۔ عرب ممالک
جنوب مغرب میں ہیں۔ بنگلہ دیش، آسام، برما، تھائی
کمبوڈیا، ویت نام، جزائر ملائیشیا، جاوا، سماٹرا، انڈونیشیا اور بورنیو اس کا جنوب
مشرقی حصّہ ہے۔ شمال میں کوریا، چین، تبت، منگولیا اور رُوس ہے۔ مغرب

Marfat.com

ں رُوس کی سرحد کے ساتھ ساتھ افغانستان، ایران اور ترکی ممالک ہیں۔

یاست کشمیر

بھارت اور پاکستان کے درمیان واقع ہے جو دونوں ہمسایہ ملکوں کا میدان جنگ ہے۔

۱۹۴۷ء کو تقسیم ملک کے وقت اس علاقہ میں مسلم اکثریت تھی تو ہندو راجہ!
ں اشتراک کی وجہ سے یہ ریاست دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک حصہ
راد کشمیر سے پکارا جاتا ہے۔ دوسرا بھارت سے متعلق ہے۔ اس کی اسمبلی
را اپنا وزیر اعلیٰ ہے۔

ہاول پور: کو اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے وہی حیثیت حاصل ہے جو
دونوں ملکوں کے درمیان کشمیر کو حاصل ہے۔ حق خود اختیاری میں یہ مکلف نہیں ہے
سے پنجاب کا ایک حصہ گردانا گیا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہر ایک کو
ں کی استطاعت کے مطابق اس کا حق دیا جاتا ہے۔ ریاست کے مسلم فرمانروائے
لستان کے سیاسی عزائم کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔

درویش کہتا ہے کہ بانیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے
وقت مدینہ میں ریاست قریش کا تصور بڑے زور سے اُبھرا تھا۔ ہماری آنکھوں
کے سامنے بڑی سُبک سری سے ہم سے رُخصت ہو گیا ہے۔

وسم برسات

پاکستان، بھارت، ہندچینی، کوریا، جاپان اور چین! ان ملکوں میں بحر ہند سے آنے والی مون سون ہوائیں گرمیوں میں
بارش برساتی ہیں۔ سردیوں میں موسم خشک رہتا ہے۔ بھارت کا جنوب مشرقی حصہ
موسم کی تبدیلی پر بارش اور سیلاب کی زد میں آجاتا ہے اور اس سے کافی مالی اور جانی

Marfat.com

نقصان ہوتا ہے۔

برِصغیر پاک و ہند

ایشیا کے جنوب میں بحر ہند پر ۸ درجے عرض بلد شمال اور ۳۲ درجے عرض بلد شمال کے درمیان واقع ہے پاک و ہند ایک ہی برِصغیر کے دو حصے ہیں۔ اس کے شمال میں کوہ ہمالیہ کا ایک طویل سلسلہ دُور تک چلا گیا ہے۔ اس خطہ زمین میں دریائے سندھ، چناب، راوی ستلج بیاس، دریائے جمنا، گنگا۔ دریائے گوی، گھاگرا، برہم پُتر مشرقی پہاڑوں سے نکل کر جنوب مغرب کی طرف بہتے ہیں۔ اس کا میدانی علاقہ بڑا زرخیز ہے اس کے جنوب میں سطح مرتفع دکن ہے۔ اس کے بھی کئی ایک دریا ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد دریائے سندھ اور چناب پاکستان میں آگئے ہیں۔

آب و ہوا

کوہ ہمالیہ کے بلند حصے نہایت سرد ہیں۔ راجپوتانہ میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ بنگال اور بہار میں آب ہوا نہایت گرم مرطوب ہے تمام اجناس ملک میں کاشت ہوتی ہیں۔

بنگلہ دیش

بنگال کا مشرقی حصہ مسلم اکثریت کی بناء پر ۱۹۴۷ء پاکستان قرار پایا۔ ۱۹۷۱ء میں مغربی پاکستان سے علیحدہ ہوکر بنگلہ دیش کے نام سے دُنیا کے نقشہ پر ابھر آیا ہے۔ گنجان آبادی ہے پٹ سن اس علاقہ کی بڑی پیداواری جنس ہے۔ ڈھاکہ اس کا صدر مقام ہے۔ چٹاگانگ اس کی بندرگاہ ہے۔ فوجی کمانڈر جنرل ارشاد اس وقت سربراہ مملکت ہیں۔ اکتوبر ۸۲ء رقبہ (۵۵۱۲۶) اور آبادی پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ اٹھاسی ہزار چھ سو بارہ۔

مغربی پاکستان

۱۹۴۷ء تقسیم کے بعد ہند کا مغربی حصہ قرار پایا ہے جس

Marfat.com

باقی ہند بھارت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

"تین لاکھ پینسٹھ ہزار نو سو انتیس مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۶۱ء نو کروڑ بیننتیس لاکھ بیس ہزار چھ سو تیرہ ہے۔ مشرقی اور مغربی دونوں پاکستانوں کا رقبہ اور آبادی ہے مغربی پاکستان کا رقبہ (۳۰۷۳۷۴) آبادی ۱۹۸۱ء آٹھ کروڑ سینتیس لاکھ۔

کراچی پاکستان کی بندرگاہ ہے۔ اسلام آباد صدر مقام ! دریائے سندھ اور اس کے معاون پاکستان کے ذرائع آبپاشی ہیں۔ کراچی سے پشاور ریلوے لائن اور ایک بڑی شاہراہ اس کے ذرائع آمدورفت ہیں اور ایک بڑی سڑک کے ذریعے پاکستان کو چین کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ پشاور سے افغانستان کو ایک پختہ سڑک جاتی ہے **کوئٹہ** سے ریلوے لائن افغانستان اور ایک پختہ سڑک ایران کو جاتی ہے۔ پاکستان سے بھارت جانے والے لاہور سے بذریعہ واہگہ سرحد امرتسر جا کر بھارت کے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔

بہاولپور ریاست کا دارالخلافہ صوبہ پنجاب کا ایک ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے۔ بہاولپور، بہاولنگر اور رحیم یار خاں اس کے اضلاع انتظامیہ ہیں۔

پاکستان جس کا پہلا نام مغربی پاکستان ہے۔ چار صوبوں میں منقسم ہوتا ہے۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد۔ صوبہ سرحد اس کا شمالی حصہ ہے صدر مقام پشاور ہے۔

صوبہ سرحد پروفیسر حافظ کفایت اللہ کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں کوہ ہندوکش مشرق میں ریاست کشمیر اور پنجاب، جنوب میں بلوچستان اور ڈیرہ غازی خاں اور مغرب میں افغانستان ہے۔ صوبہ سرحد کی لمبائی چار سو آٹھ میل

Marfat.com

ہے۔ رقبہ اڑتیس ہزار چھ سو پینسٹھ مربع میل ہے جس میں تیرہ ہزار دو سو مربع میل سرکاری اور باقی آزاد قبائل ۔ سرحد کا زیادہ تر حصہ پہاڑی ہے تھوڑا سا میدانی ہے۔ نباتات میں غلہ، میوہ جات انگور، انار، خوبانی، آڑو، بہی، آلوچہ، ناشپاتی، لوکاٹ اور انجیر مشہور ہیں۔ خود رو درخت بھی پائے جاتے ہیں۔

پشاور شہر کے اردگرد ایک پختہ فصیل ہے جس کے سولہ دروازے ہیں۔

تعمیر و آبادی: ایک ہندو راجہ ہرش رام نے ایک ہزار سال قبل مسیح آباد کیا تھا۔ پرانا نام ہرش پور ہے۔ مہاراجہ کنشک جس نے ۱۲۰ تا ۱۴۹ء تک حکومت کی ہے اور اس کی حدود سلطنت چینی ترکستان سے لے کر سھترا تک اور کوہ ہمالیہ سے کوہ بندھیاچل تک پھیلی ہوئی تھی۔ پشاور اس کا پایہ تخت تھا۔ ۱۸۴۸ء انگریز ہند شمال میں سکھوں کو تاخت و تاراج کر کے اس علاقہ پر قابض ہوئے تو پشاور ان کی عملداری میں چلا گیا اور پھر ۱۹۴۷ء کے ریفرنڈم میں کہ وہ بھارت کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا پاکستان میں شامل ہو گا۔ سرحدی مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ پشاور سے ۹ میل کے فاصلہ پر ایک جمرود نامی بستی ہے اس جگہ سے درہ خیبر شروع ہوتا ہے یہ تاریخی درہ پچیس میل لمبا ہے اور لنڈی کوتل سے چار میل آگے طورخم کے مقام پر ختم ہوتا ہے۔ سارا درہ اونچے اونچے خشک اور دشوار گزار پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ پشاور چھاؤنی سے طورخم ۳۴ میل ہے اور ایک ریلوے لائن طورخم تک جاتی ہے۔ اس کا افتتاح ۱۹۲۵ء میں ہوا تھا یہ ریلوے لائن

Marfat.com

فن انجینئرنگ کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر سرنگیں بنا کر یہ لائن بچھائی گئی ہے۔ کمال یہ ہے کہ پہاڑوں کو چیر کر ۳۴ سرنگیں بنائی گئی ہیں۔ بعض مقامات پر گاڑی ایک سرنگ سے نکل کر چکر کاٹتی ہوئی اسی سرنگ کے اوپر یا نیچے دوسری سرنگ میں سے گزر جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ لنڈی کوتل سے چار میل آگے طورخم کے مقام پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

پشاور ضلع کا رقبہ چودہ سو اکسٹھ مربع میل ہے۔ عموماً علاقہ میدانی ہے صرف نوشہرہ کا کچھ حصہ پہاڑی ہے۔ اس حصے میں ایک صحت افزا مقام چراٹ ہے جو سطح سمندر سے چار ہزار فٹ بلند ہے۔ بالاحصار یہاں کا ایک مشہور قلعہ ہے جو ہری سنگھ نلوہ نے درانیوں کے محلات کے کھنڈرات پر تعمیر کرایا تھا۔ اکبر اعظم نے ہرش پور کو پشاور کا نام دیا ہے۔

حافظ کفایت اللہ نے اس علاقہ کے بزرگوں کے نام بھی گنوائے ہیں۔

۱۔ حضرت پیر بابا سید علی ترمذی رحمت اللہ علیہ متوفی ۹۹۱ھ کوہستان بنیر
۲۔ اخوند درویزہ " " " " " ۱۰۴۸ھ پشاور
۳۔ حضرت جی " " " " " ۱۱۳۱ھ اٹک
۴۔ شاہ محمد غوث " " " " " ۱۱۵۲ھ پشاور
۵۔ میاں محمد عمر " " " " " ۱۱۹۰ھ چمکنی
۶۔ حضرت جنید " " " " " ۱۱۹۴ھ پشاور
۷۔ اخون عبدالغفور " " " " " ۱۲۹۵ھ سوات
۸۔ حاجی بہادر " " " اکبر کے ہمعصر تاریخ درج نہیں ہے کوہاٹ

Marfat.com

۹- سید احمد شہید رحمت اللہ علیہ متوفی ۱۸۳۰ء بالاکوٹ
۱۰- شاہ اسماعیل شہید " " " "

صوبہ پنجاب

پنجاب اور سرحد کے درمیان خطِ مفارقہ لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے ۱۹۰۱ء میں کھینچا تھا۔ اس کا رقبہ اناسی ہزار پانچ سو بیالیس مربع میل ہے۔ اس کا صدر مقام لاہور ہے جو دریائے راوی کے کنارے ہے۔ دریائے راوی ضلع کانگڑہ میں درہ روتنگ سے نکلتا ہے اور مغربی رُخ بمقام پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور میں داخل ہوتا ہے اور پاکستان کے ضلع سیالکوٹ کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ تقسیم ملک کے بعد بھارت سرکار اس کے پانی کو اپنے استعمال میں لے آئی ہے اور اس کے عوض متبادل انتظام کے لیے ایک خطیر رقم دی ہے۔

حافظ کفایت اللہ ملٹری پروفیسر ہیں۔ فارسی اردو کے ایم اے ہیں۔ علم ہندسہ میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انھوں نے مغربی پاکستان کا رقبہ حروف میں تین کروڑ اسی لاکھ چار سو تین مربع میل لکھا ہے جو غلط ہے۔ "یادوں کی بستی" ان کا ایک سفرنامہ ہے صفحہ ۱۲۱ :

بایں ہمہ وہ کہتے ہیں۔ پاکستان کے ایک مربع میل میں دو سو نو آدمی بستے ہیں۔ تو پنجاب کے ایک میل میں چار سو اکہتر آدمی آباد ہیں۔

لاہور ۹۹۸ء سے پہلے راجہ جے پال کی راجدھانی تھی اور اس تاریخ کے بعد سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان ورود فرمایا تو لاہور مسلمانوں کی آمد اور رہائش گاہ قرار پائی ہے۔ علی ہجویری داتا گنج بخش متوفی ۴۶۵ھ بمطابق ۱۰۷۲ء

Marfat.com

اس دَور کی یادگار ہیں۔

حافظ صاحب کہتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے بعد گیارہ غزنوی حکمرانوں نے پنجاب پر حکومت کی ہے۔ آخری حکمران سلطان خسرو ملک متوفی ۱۱۸۶ء ہے۔ ان کے بعد غوریوں نے لاہور کو مرکز بنایا ہے۔ خاندان غلاماں کے بانی سلطان قطب الدین ایبک ۱۲۱۰ء لاہور ہی میں آسودہ خاک ہیں۔ ۱۵۸۲ء اکبر اعظم مغل بادشاہ نے لاہور کو ایک دُوسرے دارالخلافہ کا درجہ دیا اور شہر کے گرد بڑی پختہ فصیل کھچوائی۔ لاہور کا شاہی قلعہ اکبر اعظم کی یادگار ہے اور بادشاہی مسجد ان کی دینداری کا زندہ ثبوت ہے ۱۶۲۷ء میں جہانگیر نے وفات پائی ہے تو مقبرہ جہانگیر ان کی یادگار رہا ہے اور اس کے تھوڑے فاصلہ پر ملکہ نورجہاں کا ایک دُوسرا مقبرہ ہے۔ حکومت پاکستان نے آرائش و تزئین میں اس پر کافی کام کیا ہے اور اس کے اردگرد پلاٹ اور پھولوں کی زیبائش ایک دیدنی چیز ہے! جب درویش نے پہلی مرتبہ دیکھا تو اس شعر کے مصداق تھا۔

بر مزار ما غریباں نے چراغ نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

لیکن اب اس کی حالت بدل چکی ہے۔

شالامار باغ! لاہور میں ان بادشاہوں کی سطوت و جبروت کا آئینہ دار ہے۔ موجودہ دَور کی تمام وسعتوں کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہے۔ جب کوئی بڑا سربراہ مملکت لاہور میں آتا ہے تو اس کو اس باغ میں شہریوں کی طرف سے عصرانہ دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

صوبہ بلوچستان

اس کا رقبہ بقول حافظ کفایت اللہ ایک لاکھ چھبیس ہزار مربع میل ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ کوئٹہ اس کا صدر مقام ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ساڑھے پانچ ہزار فٹ ہے بڑا اہم ایک فوجی اور ہوائی مستقر ہے۔ آبادی کوئی ڈیڑھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہوگی۔ شہر کے اردگرد ہرے بھرے باغات اور سرسبز درخت ہیں۔ پھل بکثرت ہوتا ہے۔ افغانستان کے دوسرے بڑے شہر قندھار سے انار، انگور اور سردہ درآمد ہوتا ہے۔ افغانستان اور ایران کی سرحدوں سے قریب ہے۔ گرمیوں میں کوئٹہ کی آب و ہوا اور موسم بڑا خوشگوار ہوتا ہے۔ بلوچستان اور سندھ کے امرا کا یہ ایک ہل اسٹیشن ہے۔

افغانستان

پاکستان اور افغانستان کے درمیان چترال سے بلوچستان تک جو حدِ فاصل ہے وہ برطانیہ اور افغانستان کے درمیان ۱۸۹۳ء کو مقرر ہوئی تھی۔ کابل اس کا دارالخلافہ ہے۔ رقبہ تقریباً دو لاکھ ساٹھ ہزار مربع میل ہے اور آبادی کا اندازہ ڈیڑھ کروڑ کیا جاتا ہے۔ مملکت انتیس صوبوں میں تقسیم ہے۔ سرکاری زبان پشتو اور فارسی ہے حافظ کفایت اللہ کہتے ہیں: "افغان مؤرخین اپنا نام افغان بن جرمیا بن طالوت علیہ السلام سے وابستہ کرتے ہیں۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ افغانوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سلسلہ ہائے کوہ سلیمان میں آباد کیا تھا اسی لیے عرب آج تک

Marfat.com

ان کو سلیمانی کے نام سے پکارتے ہیں۔

جدید تحقیق یہ بتاتی ہے کہ لفظ افغان بنی اسرائیل کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ ایران کے ایک بادشاہ فریدوں کے ایک پہلوان کا نام اوغان تھا۔ افغان قوم کو بھی اس کی طاقت، جسامت اور بہادری کی وجہ سے اوغان کہا جانے لگا۔"

حافظ صاحب کہتے ہیں پشاور سے کابل دو سو بیس میل ہے۔ میں نے جی ٹی ایس کی ایک خوشنما اور آرام دہ بس میں یہ سفر سات گھنٹوں میں طے کیا ہے۔ زرِ خرچ کرنے والوں کو پی آئی اے کا طیارہ ایک گھنٹہ میں کابل پہنچا دیتا ہے کابل شہر سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر آٹھ دس میل لمبا اور چھ سات میل چوڑا سرسبز و شاداب قطعہ زمین ہے۔ چاروں طرف آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑوں نے ان کو اپنے گھیر میں لے رکھا ہے۔ گرمیوں میں موسم معتدل روح افزا اور صحت بخش ہوتا ہے۔ سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ برفباری بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک پرانا تاریخی شہر ہے جس کا تذکرہ مہاتما بدھ چھٹی صدی قبل مسیح سے پہلے آتا ہے۔ کابل کی آبادی چار لاکھ کے قریب ہوگی۔ عالی شان شہر ہے افغانستان کا دارالخلافہ ہے۔ لمبی لمبی اور چوڑی چوڑی سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے جن کے دونوں طرف جدید طرز کی پرشکوہ عمارتیں ہیں۔ اعلیٰ درجے کے ہوٹل درمیانے درجے کے ہوٹل بھی عمدہ اور معیاری ہیں۔

حافظ صاحب کہتے ہیں جغرافیائی لحاظ سے یہ سات حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اور ہر حصہ ایک گورنر کے ماتحت ہوتا ہے۔

۱۔ مشرقی حصہ جلال آباد جو پشاور سے ۹۰ میل ہے

Marfat.com

۲۔ شمال میں پغمان اور کوہستان

۳۔ شمال مشرق بدخشان

۴۔ کابلستان کابل و مضافات

۵۔ مغرب میں ہرات

۶۔ شمال مغرب مزار شریف بلخ انچہ اور شبرغان

۷۔ جنوبی حصہ۔ سیستان بڑا شہر قندھار ہے۔ کوئٹہ سے قریب پڑتا ہے۔

افغانستان میں انتیس انتظامی ضلع پائے جاتے ہیں۔ اور ہر ضلع کے افسر اعلیٰ کو والی کہتے ہیں۔ پولیس کا بڑا افسر قوماندان کہلاتا ہے اور وہ مجرموں کو تین سال تک سزا دینے کے اختیارات بھی رکھتا ہے۔ یہ ڈی آئی جی پولیس کے درجہ کا آدمی ہوتا ہے۔

دارالامان کابل سے چار میل دور بڑی عمدہ سیر گاہ ہے۔ ۱۹۲۵ء امان اللہ خاں نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ ایک بڑی قلعہ نما دو منزلہ عمارت ہے، جس کے اندر بے شمار کمرے ہیں اور چاروں طرف ہرے بھرے درختوں، باغیچوں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں نے گھیر رکھا ہے۔ شام کے وقت اس عمارت کے آس پاس میلہ سا لگا ہوتا ہے۔

پغمان کابل سے اٹھارہ میل دور شمال میں سطح سمندر سے چھ ہزار فٹ بلند کابل کی ایک تفریح گاہ ہے۔ آب و ہوا کے لحاظ سے کابل کے گرد و نواح میں یہ بہترین مقام سمجھا جاتا ہے۔ کابل کے رہنے والے اس پبلک گارڈن کو پانچ بہشت سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ ہم اسے اپنی زبان میں کوہ مری کہہ سکتے ہیں۔ اس سلیقہ

Marfat.com

کا باغ مغلیہ تاجداروں نے شاید ہندوستان کے کسی گوشہ میں نہیں لگایا۔ باغ کے بیچ میں جابجا بیس بائیس فٹ بلند فواروں سے پانی کا چھوٹنا اور ننھی ننھی بوندوں کی بارش بن کر فرشِ زمین گرنا پغمان کی روح پرور فضا میں وہ سرور بخشتا ہے جو کسی دوسری جگہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اس ایک بڑے باغ کے اندر کئی چھوٹے چھوٹے باغ ہیں۔ جو چار چار فٹ اونچی سیڑھیوں کے ذریعے ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ قریب ہی دریا کابل بہتا ہے جو عرض میں تین چار گز سے زیادہ نہیں ہے، البتہ طول اتنا ہے کہ کابل سے چل کر اٹک کے مقام پر دریائے سندھ میں آگرتا ہے۔

باغ بابر: کابل شہر سے ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ باغ کے فواروں کو دیکھ کر شالامار باغ لاہور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ باغ کے زیریں حصہ سے اونچائی پر ایک عالی شان عمارت ہے اور اس سے بھی اوپر پہاڑی کے نیچے ایک احاطہ میں بانی سلطنت مغلیہ ہندوستان بادشاہ ظہیرالدین بابر کا مزار ہے جو بغیر گنبد کے سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔

مقبرہ نادر شاہ کابل شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ اس پر جنرل محمد نادر شاہ محوِ خواب ہے۔ ایک عظیم الشان مقبرہ ہے جو اخروٹ کے درختوں کے درمیان ایک قدرتی چبوترے پر تعمیر کیا گیا ہے۔ مقبرے کے قریب کھڑے ہو کر شہر کابل پر نظر ڈالیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنے والا ہیلی کاپٹر کی اڑان سے کابل کا کونہ کونہ دیکھ رہا ہے۔

Marfat.com

جبل سراج | حافظ صاحب نے ان مقامات کے علاوہ چہل ستون،
چاری کار اور جبل سراج کا ذکر بھی بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ کہتے ہیں
شہر کے گرد و نواح میں کوہ دامن اور اس کے گھنے درختوں کی چھاؤں میں داخل
ہوں تو خالق حقیقی کی صنعت گری اور لطف و کرم قدم قدم پر دکھائی دیتا ہے۔ تازہ
شاخوں اور لچک دار ٹہنیوں کا دلربا انداز میں خم ہونا شاید ان نازک اندام اور بلند
قامت نازنینوں کو پانی پانی کر دیتا ہے۔

درویش کہتا ہے آرمی ایجوکیشن کو فارسی کی غزل گوئی جوانی کا عالم ان سب
نے مل کر حافظ کے ذہن کو بڑا زرخیز بنا دیتا ہے بولتے نہیں موتی رولتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی | غزنی کو غزنین بھی کہتے ہیں یہ کابل شہر سے بجانب جنوب
قندھار کی طرف پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔

حافظ صاحب کہتے ہیں میں نے ایک بس کے ذریعے یہ راستہ کوئی چار گھنٹے
میں طے کیا ہے۔ اس سے پہاڑی سفر کا اندازہ ہوتا ہے کہ راہ کتنے دشوار گزار ہیں
کابل سے اس کی بلندی ایک ہزار فٹ سے زیادہ ہے یہ شہر چھ ہزار فٹ سطح
سمندر سے بلند ہے۔ آب و ہوا نہایت خوشگوار، فرحت بخش اور جانفزا
ہے۔ موجودہ غزنین کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہے۔ شہر ایک بلند
حصار کے اندر آباد ہے اور جس وادی میں یہ حصار بنایا گیا ہے وہ اتنی وسیع
ہے کہ اس میں ایک بہت عالی شان شہر آباد کیا جا سکتا ہے۔ اسی جگہ سلطان
سبکتگین فاتح پشاور کا مزار ہے جس نے راجہ جے پال کو شکست دے کر پہلی
دفعہ مسلمان فاتحین کے لیے ہندوستان کا راستہ ہموار کیا تھا۔ سبکتگین نے ۹۹۷

Marfat.com

...س وفات پائی تھی۔ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ اقتدار ۹۹۸ تا ۱۰۳۰ء کوئی بتیس
...سال ہے۔ جس مٹی سے اُٹھے تھے اسی سرزمین کو اپنی آخری قیام گاہ بنایا ہے۔

...شبرغان یہ ایک شہر افغانستان کے شمال مغربی حصہ میں واقع ہے۔ کابل سے تقریباً تین سو میل کے فاصلہ پر اس کے شمال میں دریائے جیحوں ہے جو افغانستان اور رُوس کے درمیان حد فاصل ہے۔

حافظ صاحب کہتے ہیں۔ پہلے مزار شریف بلخ شبرغان اور ہرات کے ...ہر ایران کے صُوبہ خراسان میں شامل تھے۔ یہ سارا علاقہ مملکت ایران میں تھا ...فغانستان کا حدود اربعہ کوئی الگ نہ تھا۔ ۱۷۴۷ء کے بعد احمد شاہ ابدالی جو افغانوں ...ے ابدالی قبیلہ کے سردار تھے۔ اس کے زمانہ میں یہ حدود اربعہ معرض وجود میں آیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں کہا گیا ہے۔ یہ حد بندی برطانیہ اور افغانستان کے درمیان ۱۸۹۳ء چترال سے بلوچستان تک طے پائی تھی۔ افغانستان اور ایران کے درمیان حد بندی ۱۸۷۲ء میں ہوئی ہے۔

Marfat.com

برِّاعظم یورپ

۳۵ درجے اور ۷۱ درجے عرض بلد شمال کے درمیان واقع ہے۔ ایش
کے شمال مغرب میں کوہ یورال حدِ فاصل ہے۔ شمال میں بحرِ منجمد شمالی مغرب میں
بحر اوقیانوس، جنوب میں بحیرہ روم بحیرہ اسود اور بحیرہ کیپسین ہیں۔ اس کا
رقبہ ۳۷ لاکھ مربع میل ہے۔ اکثر حصّہ کی آب و ہوا معتدل ہے کوئلے، لو
اور دوسری معدنیات کی کانیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ برّاعظم دنیا کے تمام بر
سے صنعت و حرفت، تجارت اور تہذیب و تمدّن میں بڑھا ہوا ہے۔

جزائر برطانیہ یا انگلینڈ

یورپ کے شمال مغرب میں واقع ہیں۔ بڑ
جزیرہ انگلینڈ اور چھوٹا آئرلینڈ ہے۔ انگل
کے شمال میں سکاٹ لینڈ اور جنوب میں ویلز ہے ان جزائر کے مجموعہ کو برط
کہتے ہیں۔ ان جزائر کے قریب سے گرم خلیجی رو گزرتی ہے۔ موسم نہایت
خوش گوار رہتا ہے۔ صنعت و حرفت اور تجارت میں یورپ کے ممالک
میں اوّل نمبر پر ہے۔ لندن اس کا دارالخلافہ ہے جو دُنیا کا سب سے بڑا ش
ہے اور اسکے مشہور شہر مانچسٹر، برمنگھم اور لیورپول ہیں۔ اس کا رقبہ اٹھاون ہز
بیس مربع میل ہے، چار کروڑ سینتیس لاکھ چالیس ہزار نو سو چوبیس ہے۔

سکاٹ لینڈ : رقبہ انتیس ہزار سات سو پچپن مربع میل ہے۔ ا
آبادی پچاس لاکھ چوّن ہزار چار سو پندرہ ہے۔

Marfat.com

...رانس برطانیہ کے جنوب میں واقع ہے۔ دونوں کے درمیان رودبارِ انگلستان ہے۔ یہ ملک تہذیب اور شائستگی کے لحاظ سے
...ب ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا جنوب مشرقی حصہ پہاڑی اور سطح مرتفع
...ہے۔ شمال مغربی حصہ کم و بیش میدانی ہے۔ آب و ہوا معتدل اور خوش گوار ہے
...نوبی حصہ میں پھل دار درخت ہیں۔ پیرس اس کا دارالخلافہ ہے۔ بورڈیکس
...رسیکر اور لیئون مشہور شہر ہیں۔ اس کا رقبہ دو لاکھ تیرہ ہزار مربع میل ہے اور
...بادی چار کروڑ ستائیس لاکھ اکتیس ہزار ہے۔

...شرقی جرمنی یورپ کے وسط میں واقع ہے اس کا شمالی حصہ میدانی ہے اور جنوبی حصہ سطح مرتفع ہے اور کوئلے کی بہت سی کانیں ہیں۔ جرمنی
...نے صنعت و حرفت اور تجارت میں بہت ترقی کی ہے۔ دارالخلافہ برلن ہے
...مبرگ مشہور بندرگاہ ہے۔ یہ علاقہ روس کے زیرِ اثر ہے۔ اس کا رقبہ اکتالیس ہزار
...ار سو مربع میل ہے۔ اور آبادی ایک کروڑ تہتر لاکھ ہے۔

...مغربی جرمنی یہ ایک جمہوری ملک ہے اور اس کا دارالخلافہ بون ہے۔ اس کا رقبہ چھیانوے ہزار سات سو مربع میل ہے اور آبادی چار کروڑ باون لاکھ اٹھتر ہزار ہے۔

...بلجیم جرمنی اور فرانس کے درمیان ہے اکثر یورپ کا میدانِ جنگ رہا ہے۔ بروسیلز اس کا دارالخلافہ ہے۔ اس کا رقبہ گیارہ ہزار
...سات سو پچاس مربع میل ہے اور اس کی آبادی اٹھاسی لاکھ چالیس ہزار سات سو
...ہے۔ طرزِ حکومت بادشاہت ہے۔

Marfat.com

ہالینڈ بلجیم کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس کی سطح میدانی ہے اور چوتھائی حصہ سطح سمندر سے نیچے ہے۔ یہاں بے شمار مویشی پال جاتے ہیں۔ ایمسٹرڈم دارالخلافہ اور ملک کا بڑا شہر ہے۔ اس کے شہر ہیگ میں۔ عدالت اقوام متحدہ ہے۔ اس کا رقبہ تیرہ ہزار پانچ سو چودہ مربع میل ہے آبادی ایک کروڑ اکہتر لاکھ ایک ہزار ہے۔ طرز حکومت بادشاہت ہے۔

ناروے بحر اوقیانوس کے مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ تمام سطح پہاڑی ہے اور پہاڑوں پر بے شمار جنگلات ہیں۔ اس کا مشرقی ساحل کٹا پھٹا ہے اور اوسلو دارالخلافہ ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ اٹھائیس ہزار ایک سو تراسی ہے۔ آبادی تینتیس لاکھ پچھتر ہزار ہے۔

سویڈن یہ جزیرہ نما سکنڈے نیویا کے مغربی حصہ میں ہے اس کا تھوڑا سا جنوبی اور مشرقی حصہ میدانی ہے۔ ملک میں جنگلات کا حصہ زیادہ ہے۔ اس کا دارالخلافہ سٹاک ہام ہے۔ رقبہ ایک لاکھ تہتّر ہزار چار سو چھتیس مربع میل ہے اور آبادی بہتر لاکھ پینتیس ہزار ہے۔

پولینڈ جرمنی کے مشرق میں روس اور جرمنی کے درمیان واقع ہے۔ اس کا شمالی حصہ پست میدانی ہے۔ لوگوں کا عام پیشہ زراعت اور کان کنی ہے وارسا دارالخلافہ ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ اکیس ہزار مربع میل ہے اور آبادی دو کروڑ پچھتر لاکھ ہے۔

چیکوسلواکیہ جرمنی کے جنوب مشرق میں ہے۔ سطح پہاڑی ہے۔ کوئلہ لوہا، تانبا اور نکل کی کانیں موجود ہیں۔ صنعتی ملک ہے پراگ

Marfat.com

دار الخلافہ ہے اس کا رقبہ انچاس ہزار سات سو مربع میل ہے۔ آبادی ایک کروڑ پچیس لاکھ سینتیس ہزار ہے۔

آسٹریا جرمنی اور چیکوسلواکیہ کے جنوب میں سلسلہ کوہ ایلپس کی سلسلہ اس میں شرقاً غرباً واقع ہیں۔ پہاڑوں کے ڈھلان پر جنگلات ہیں بہت سی معدنیات پائی جاتی ہیں۔ ویآنا صدر مقام ہے۔ رقبہ اس کا چونتیس ہزار چونسٹھ مربع میل ہے، اور آبادی انہتر لاکھ اڑسٹھ ہزار پانچ سو ہے۔

سوئٹزرلینڈ یہ ایک پہاڑی ملک ہے۔ بہت سی خوبصورت جھیلیں ہیں اور دلکش قدرتی مناظر کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے یہ یورپ کی سیرگاہ ہے۔ یہاں عمدہ گھڑیاں بنتی ہیں۔ برنی دار الخلافہ ہے اس کا رقبہ پندرہ ہزار نو سو پچاس ہے اور آبادی انچاس لاکھ ستائیس ہزار ہے۔

ہنگری ایک وسیع میدان ہے جس کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ گرمی سردی سخت پڑتی ہے۔ بوڈاپیسٹ صدر مقام ہے اس کے مغرب میں آسٹریا ہے اور جنوب یوگوسلاویہ۔ اس کا رقبہ چھتیس ہزار مربع میل ہے اور آبادی ننانوے لاکھ پچاس ہزار۔

رومانیہ یہ ملک بحیرہ اسود کے مغربی ساحل پہ واقع ہے۔ ہنگری اس کے مغرب میں ہے۔ جنوب مشرقی حصہ میدانی ہے باقی پہاڑ اور سطح مرتفع ہے۔ تمام اجناس کاشت کی جاتی ہیں۔ بخارسٹ دار الخلافہ ہے اس کا رقبہ اکیانوے ہزار چھ سو مربع میل ہے اور آبادی ایک کروڑ چوہتر لاکھ نوے ہزار ہے۔

Marfat.com

رُوس

یہ ایک وسیع ملک ہے جو ایشیا اور یورپ دونوں براعظموں میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں بحرِ منجمد شمالی ہے۔ مشرق میں بحرالکاہل ہے جنوب میں براعظم ایشیا کا جنوبی حصہ ہے جس میں کئی ملک آباد ہیں۔ یورپ کا تمام شمالی حصہ روس میں شامل ہے۔ اس میں کئی دریا ہیں جو جنوب سے شمال میں بہتے ہیں۔ اس میں بڑے زرخیز میدان ہیں۔ آلو، چقندر اس کی بڑی پیداوار ہے دُوسرے اجناس بھی بکثرت ہوتے ہیں۔ اس وقت دُنیا کی ایک بڑی ایٹمی طاقت ہے۔

سامراج ملکوں کے مقابلہ میں غریب دوست ہے۔ اس کا رقبہ جو براعظم ایشیا میں ہے۔ وہ کوئی بیاسی لاکھ اُنسٹھ ہزار تین سو ساٹھ مربع میل ہے یورپی روس کا رقبہ تقریباً چوبیس لاکھ اکسٹھ ہزار تین سو نوے مربع میل ہے۔ مجموعی تعداد رقبہ ایک کروڑ سات لاکھ سات سو تین مربع میل ہے۔ اور دونوں بازؤوں سمیت ملک کی آبادی کوئی بیس کروڑ اکہتر لاکھ اٹھائیس ہزار ہے۔ ایشیائی روس کی آبادی پانچ کروڑ پچیس لاکھ ہے، اور یورپی رُوس کی آبادی پندرہ کروڑ چھیالیس لاکھ اٹھائیس ہے۔

روس کا رقبہ ایشیا میں زیادہ ہے اور آبادی یورپ میں۔ اسی وجہ سے اس کے نزاعی مسائل یورپی ممالک سے زیادہ ہیں۔ روس اور چین دونوں کی مذہبی پالیسی لادینی ہے۔ وہاں کسی طبقہ کو مذہبی برتری حاصل نہیں ہے، لیکن یورپی ممالک اہلِ کتاب مسیحی ہیں۔ ایشیا میں چین دُوسرے ممالک کے مقابلہ میں روس کے بعد ایک بڑی طاقت ہے۔ روس اور چین کے درمیان بھی کئی ایک

Marfat.com

یاسی تنازعات ہیں۔

روس کا جنوبی حصہ پہاڑی ہے جو ناقابلِ گزر ہے۔ جنوبی ممالک کی یہ ایک
درتی فصیل ہے۔ اس کا دارالخلافہ ماسکو ہے جو یورپ میں واقع ہے۔

روسی حد | دریائے جیحون (آمو) تبت کے پہاڑوں سے نکلتا ہے افغانستان
کے شمال مغرب میں شبرغان کے قریب روس اور افغانستان
کے درمیان حد فاصل بناتا ہے۔

عرب اس دریا کی مشرقی جانب کو ماوراء النہر کا نام دیتے ہیں۔ ولید بن عبدالملک
کے زمانے میں قتیبہ کی سرکردگی میں ۷۰۹ء بخارا، ۷۱۲ء سمرقند، ۷۱۴ء فرغانہ کا
علاقہ فتح ہوا ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے اس علاقہ کے باشندے من وجہ ایران کی
ضد ہیں۔

اسد اللہ غالب نے کہا ہے ؎

شیعی کیوں کر ہو ماوراالنہری

اب یہ علاقہ رُوس میں ہے۔ رُوس اقوامِ متحدہ کا مستقل ممبر ہے جس کو ویٹو
کا حق حاصل ہے۔

اسپین (ہسپانیہ) | اور پرتگال کے ممالک جزیرہ نما آئی بیریا میں واقع
ہیں۔ اسپین کا رقبہ ایک لاکھ نوے ہزار سات سو
مربع میل ہے۔ اس کو ہسپانیہ بھی کہتے ہیں، اور عرب اس کو اندلس کہتے ہیں اور
اس کی آبادی دو کروڑ نوے لاکھ نواسی ہزار ہے۔ میڈرڈ اس کا دارالخلافہ ہے۔

اٹلی | یورپ کے جنوب میں ایک جزیرہ نما ملک ہے۔ کوہ ایلپس جو اس

Marfat.com

کے شمال میں ہے اس کو یورپ کے دوسرے ملکوں سے جدا کرتا ہے روم دارال
ہے۔ نیپلز اور فلورینس اس کے مشہور شہر ہیں۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ اکتیس ہزا
ہے، اور آبادی چار کروڑ ستر لاکھ اکیس ہزار ہے۔

جزیرہ نما بلقان کے ممالک

ترکی، بلغاریہ، یوگوسلاویہ اور یونان اس جزیرہ میں واقع ہیں۔

یونان

یورپ کا جنوب مشرقی حصہ ہے۔ اس کو بحیرہ روم تین طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ ترکی اس کے شمال مشرق میں ہے
شمال کا کچھ حصہ بحرِ اسود سے ملتا ہے۔ مغرب میں بلغاریہ، یوگوسلاویہ اور البانیہ
ہیں۔ اس کا دارالخلافہ ایتھنز ہے۔ رقبہ اکاون ہزار ایک سو اسی مربع میل ہے
آبادی چوہتّر لاکھ ستائیس ہزار ہے۔

یوگوسلاویہ

یونان کے مغرب میں ہے۔ اس کے جنوب مشرقی حصہ کے ساتھ البانیہ ہے۔ اس کا رقبہ چھیانوے ہزار مربع میل ہے
اور آبادی ایک کروڑ انچاس لاکھ ستائیس ہزار ہے۔

البانیہ

بلغراد کا دارالخلافہ ہے۔ یونان کے مغرب میں ساحل سمندر پر ہے اس کا رقبہ دس ہزار سات سو مربع میل ہے۔
اور آبادی تقریباً بارہ لاکھ دس ہزار۔ دارالخلافہ ترانا ہے

بلغاریہ

یونان کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں بحرِ اسود ہے۔ شمال مغرب میں رومانیہ اور جنوب مغرب میں یوگوسلاویہ
ہے۔ اس کا رقبہ چینتالیس ہزار مربع میل ہے اور آبادی ستر لاکھ بائیس ہزار دو سو

Marfat.com

ہے۔ صوفیہ صدر مقام ہے۔

ڈنمارک ایک جزیرہ ہے جس کا کچھ خشک حصہ جنوبی جرمنی سے ملتا ہے یہ یورپ کے شمال مغربی حصہ میں واقعہ ہے۔ رقبہ اس کا چودہ ہزار چار سو آٹھ ہے اور آبادی چوالیس لاکھ چھ ہزار ہے۔ صدر مقام کوپن ہیگن ہے۔

پرتگال سپین کے مغرب میں ساحل سمندر کے ساتھ ہے۔ لمبائی چوڑائی سے خاصی زیادہ ہے۔ اس کا رقبہ چونتیس ہزار پانچ سو مربع میل ہے۔ آبادی ستر لاکھ بائیس ہزار دو سو ہے۔

فن لینڈ بحر منجمد شمالی کے قریب واقع ہے اس کے مغرب میں سویڈن اور ناروے ہے۔ یہ یورپ کا شمال مغرب ہے اس کے مغرب جنوب اور کچھ شرقی حصہ کے ساتھ شمالی بحر اوقیانوس ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ تیس ہزار ایک سو ستائیس مربع میل ہے اور آبادی اکتالیس لاکھ سولہ ہزار ہے۔ ہلسنکی صدر مقام ہے۔

شمالی آئرلینڈ سکاٹ لینڈ کے مغرب میں ہے اس کا رقبہ پانچ ہزار دو سو اڑتیس مربع میل ہے۔ اور آبادی تیرہ لاکھ ستر ہزار سات سو ہے؛ بلفاسٹ صدر مقام ہے۔

جنوبی آئرلینڈ برطانیہ کے مغرب میں ہے اس کا رقبہ چھبیس ہزار چھ سو ایک مربع میل ہے، اور آبادی انتیس لاکھ اکسٹھ ہزار ہے۔ ڈبلن صدر مقام ہے۔

آئس لینڈ جزائر برطانیہ کے شمال مغرب میں بحر اوقیانوس کا ایک جزیرہ

Marfat.com

ہے جس کا رقبہ چالیس ہزار پانچ سو مربع میل ہے اور آبادی ایک لاکھ انسٹھ ہزار ہے اپنے محل وقوع کے اعتبار سے سخت سرد ملک ہے۔ ایکجاوک صدر مقام ہے۔ طرز حکومت جمہوری ہے۔ باقی کئی ملک چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں۔

یورپ پر ایک نظر

۳۵ درجے اور ۷۱ درجے عرض بلد شمال کے درمیان واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ ۳۷ لاکھ مربع میل ہے اس میں سے چوبیس لاکھ اکسٹھ ہزار تین سو نوے مربع میل روس کے پاس ہے باقی رقبہ بارہ لاکھ اڑتیس ہزار چھ سو دس مربع میل ہے جو دوسرے مغربی ممالک کے پاس ہے۔ شمال کا سارا علاقہ روس کے پاس ہے۔ شمال مغرب ہیں فن لینڈ، سویڈن اور ناروے ہیں۔ یورپ کے جنوب مشرقی حصہ میں یونان، البانیہ، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، رومانیہ اور ہنگری واقع ہیں۔

فرانس، اسپین اور پرتگال اس کا جنوب مغربی حصہ ہے۔ مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف آتے ہیں۔ آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، چیکوسلواکیہ، پولینڈ، مشرقی جرمنی، مغربی جرمنی، بلجیم، ہالینڈ، ڈنمارک یہ یورپ کا مغربی حصہ ہے۔ جزائر برطانیہ انگلینڈ ویلز سکاٹ لینڈ، جنوبی آئرلینڈ، شمالی آئرلینڈ اور آئس لینڈ یہ یورپ کے مغربی طرف بحر اوقیانوس میں الگ الگ جزیرے ہیں۔

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئ قدیر

(یہ کوائف اور اعداد و شمار ہماری اٹلس مرتبہ عبدالحمید بی اے بی ٹی سے لیے ہیں۔ یہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔ تاریخ اشاعت دیباچہ میں مؤلف نے دی ہے نہ پبلشر نے لکھی ہے۔ غالب اندازہ ۱۹۵۷ء ہے۔

Marfat.com

مؤلف نے اپنی اٹلس کی بڑی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ اس کے ساتھ جغرافیائی معلومات کے اس قدر صفحات دیئے گئے ہیں کہ بہت سی کتابیں جغرافیہ کی کھولے بغیر اٹلس میں سے ہی معلوم ہو سکتی ہیں، لیکن افسوس ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں یہ سب کچھ حذف کر دیا گیا ہے۔

(محمد علی درویش ۱۳ نومبر ۱۹۸۳ء)

ناروے

اس ملک میں مئی کے دوسرے ہفتہ سے جولائی کے آخری ہفتہ تک نارتھ کیمپ میں ۲۴ گھنٹے سورج نظر آتا رہتا ہے اور اس کے برعکس ۸ نومبر ۲۳ جنوری تک سورج بالکل دکھائی نہیں دیتا۔ جاڑوں کی ان طویل راتوں میں ایک عجیب سی روشنی پیدا ہوتی ہے جسے شمالی علاقوں کی روشنی کہتے ہیں۔

(انسائیکلو پیڈیا اردو)

رودبار انگلستان

یہ بحر اوقیانوس کی ایک شاخ ہے جو انگلستان کے جنوب اور فرانس کے شمال میں واقع ہے۔ انگلستان کے شہر ڈوور اور فرانس کے شہر کیلے درمیان پانی کی یہ شاخ ۲۱ میل چوڑی ہے۔ کینیڈا کے ایک امیر آدمی نے اسے تیر کر عبور کرنے والوں کے لیے انعام کا اعلان کیا، مقابلہ ہوا۔

۱۹۵۰ء میں ایک مصری نوجوان حسن عبدالکریم نے اس فاصلہ کو ۱۰ گھنٹے اور پچاس منٹ میں عبور کر کے ایک ریکارڈ رکھ دیا ہے جو اس وقت تک توڑا نہیں گیا۔

۱۹۵۸ء میں ایک امریکی خاتون نے اسے گیارہ گھنٹے میں عبور کیا ہے صرف دس منٹ کی کمی پہلے ریکارڈ سے رہ گئی ہے۔ ایک پاکستانی تیراک نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔ اس نے یہ فاصلہ ۱۴ گھنٹے ۵۲ منٹ میں طے کیا ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا اردو، فیروز سنز لاہور)

Marfat.com

برّاعظم افریقہ

یہ برّاعظم ۳۷ درجے عرض بلد شمالی سے ۳۴ درجے عرض بلد جنوبی تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ وسعت اور رقبہ میں ایشیا سے دوسرے درجہ میں ہے۔ اس کا طول شمالاً جنوباً پانچ چھ ہزار میل اور عرض شرقاً غرباً چار ہزار میل ہے اس کا ۷/۱۰ حصہ منطقہ حارہ میں واقع ہے اور اس کی اوسط بلندی سب برّاعظموں سے زیادہ ہے۔ یہ تمام ایک وسیع سطح مرتفع ہے۔ ساحل بہت کٹا پھٹا ہے اور اندرونی حصّوں کی آب و ہوا عام طور پر بری ہے۔ اس برّاعظم کے بہت سے حصّے یورپین ممالک کے قبضہ میں ہیں۔

برطانوی مقبوضات

(۱) برٹش مغربی افریقہ جس میں نائیجیریا سرالیون گرلاکوسٹ، جزائر اسنشن اور سینٹ ہلینا شامل ہے۔

۲۔ برٹش جنوبی افریقہ اس میں صوبہ راس امید نٹال، اورنج فری اسٹیٹ ٹرانسوال، روڈیشیا اور نیا سالینڈ

۳۔ ایسٹ افریقہ جس میں کینیا، کالونی، یوگنڈا، ٹانگا نیکا، انجبار، پیمبا کے جزائر

۴۔ برٹش سمالی لینڈ، ماریشس اور سیچلیز

فرانسیسی مقبوضات:۔ الجیریا، صحرائے اعظم اور جزیرہ مڈغاسکر۔

پرتگیزوں کے مقبوضات: پرتگیزی مشرقی افریقہ (موزمبیق) پرتگیزی

Marfat.com

مغربی افریقہ (انگولا) اور بحراوقیانوس میں چند جزائر۔

اسپین کے علاقے۔ مغربی صحرائے اعظم، ہسپانوی، گنی اور جزائر کنیری۔

بلجیم کا علاقہ۔ بلجین کانگو جس کو کانگو فری سٹیٹ بھی کہتے ہیں۔

مراکش۔ سلطان مراکش کے تحت اسلامی ریاست ہے۔ رباط دارالخلافہ ہے۔

مصر۔ ایک آزاد اسلامی جمہوریہ ہے۔ نہر سویز اس کے قبضہ میں ہے۔ قاہرہ اس کا دارالخلافہ ہے۔

سوڈان: ایک خود مختیار ریاست ہے۔ خرطوم دارالخلافہ ہے۔

ٹیونیسیا: ایک آزاد اسلامی ریاست ہے ٹیونس دارالخلافہ ہے۔

لیبیا: ایک اسلامی ریاست ہے۔ ٹریپولی دارالخلافہ ہے۔

ابی سینیا یا ایتھوپیا:۔ ایک پرانی اسلامی ریاست ہے یہاں کا قدیم شاہی خاندان حضرت سلیمانؑ کی نسل سے ہے ادیس بابا پایہ تخت ہے۔

لائبیریا:۔ دنیا کا واحد آزاد حبشی ملک ہے آبادی سو فی صدی حبشی ہے مونرویا دارالخلافہ ہے۔

الجیریا:۔ فرانس کے قبضہ میں ہے یہاں کے مسلم باشندے جنگ آزادی لڑ رہے ہیں۔

Marfat.com

برِّ اعظم شمالی امریکہ

امریکہ کو ۱۴۹۳ء میں کولمبس نے دریافت کیا تھا اس برِّاعظم کے مشرق میں
بحر اوقیانوس اور یورپ ہے۔ مغرب میں بحر الکاہل اور ایشیا ہے۔ شمال میں
بحرِ منجمد شمالی اور جنوب میں خلیج میکسیکو اور جنوبی امریکہ ہے تمام برِّاعظم نصف
کرہ شمالی دس درجے عرض بلد شمال سے ۷۰ درجے عرض بلد شمال تک پھیلا
ہے اور برِّاعظم کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ شمالاً جنوباً ایک بلند اور طو
سلسلہ کوہ ہے جس کو کوہ راکی کہتے ہیں مشرق میں ساحل سے کچھ فاصلہ پر ای
کم اُونچا سلسلہ کوہ اور سطح مرتفع ہے ان دونوں کے درمیان اس برِّاعظم کا و
میدان ہے جو شمال میں بحرِ منجمد سے لے کر جنوب تک خلیج میکسیکو تک پھیلا ہُوا
دُنیا کا سب سے لمبا دریا اسی میں بہتا ہے اس کے اکثر حصّے زر
ہیں۔

کینیڈا

یہ ملک شمالی امریکہ کے نصف شمالی حصّے میں واقع ہے۔
پاکستان سے دس گنا زیادہ ہے، لیکن آبادی میں کم ہے
وینکوور مغربی ساحل پر نہایت عمدہ بندرگاہ اور مشہور شہر ہے اوٹاوہ صدر مقا

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

یہ ملک کینیڈا کے جنوب میں واقع ہے
اپنی زرعی اور معدنی دولت کی وجہ سے
کا سب سے دولتمند ملک ہے۔ یہ ہر لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ ملک
ہے۔ اس کا رقبہ تیس لاکھ مربع میل ہے اور آبادی چودہ کروڑ کے قریب ہے

Marfat.com

یہ ۴۸ ریاستوں کا مجموعہ ہے جن کا مرکزی صدر مقام واشنگٹن ہے۔ نیویارک برّاعظم کا سب سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی ۷۵ لاکھ ہے۔ یہ شہر اپنی سربفلک عمارتوں کے لیے مشہور ہے۔

فلاڈلفیا بوسٹن اور بالٹی مور اس کی نہایت عمدہ بندرگاہیں اور شہر ہیں۔

میکسیکو یہ جمہوری حکومت ریاست ہائے متحدہ کے جنوب میں واقع ہے یہ ایک سطح مرتفع ہے جس کے چاروں طرف پہاڑ ہیں ان میں سے اکثر آتش فشاں ہیں۔ اس جگہ جب شام کے چھ بجتے ہیں تو اسی وقت پاکستان میں صبح کے چھ ہوتے ہیں۔

برِّاعظم آسٹریلیا

یہ سب سے چھوٹا برّاعظم اور سب سے بڑا جزیرہ ہے سارے کا سارا نصف کرہ جنوبی دس درجے جنوب اور ۴۰ درجے عرض بلد جنوب کے درمیان واقع ہے۔ ایک سلسلہ کوہ اس کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ شمال سے جنوب تک پھیلا ہُوا ہے۔ مغربی حصہ سطح مرتفع ہے جن میں اکثر علاقہ پتھریلا اور ریگستانی ہے اس میں سونے کی کانیں ہیں۔ وسطی علاقہ میدانی ہے۔ اس برّاعظم کی قدرتی نباتات اور حیوانات دُوسرے برّاعظموں سے مختلف ہیں لیکن اب ہر قسم کی نباتات

Marfat.com

اور پودے نشو و نما پا رہے ہیں۔

ویلز یہ صوبہ بہت زرخیز ہے چاندی کی کانیں ہیں۔ بھیڑ بکریاں پالی جاتی ہیں۔ یہ شمال مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ آب و ہوا گرم مرطوب ہے اور گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

وکٹوریہ یہ رقبہ میں تمام صوبوں سے کم ہے۔ اس کی آب و ہوا بہت خوشگوار ہے اور یورپین اقوام کے موافق۔ یہ برّاعظم کا سب سے زیادہ گنجان آباد حصّہ ہے۔ پھلوں کی کاشت ہوتی ہے۔ سونا اور کوئلہ کی کانیں ہیں۔ ملبورن صدر مقام ہے۔

شمالی آسٹریلیا آب و ہوا یورپین اقوام کے موافق نہیں۔ سونا، چاندی اور تانبے کی کانیں ہیں۔

جنوبی آسٹریلیا اس صوبہ میں دریائے مرے بہتا ہے۔ یہاں گیہوں پیدا ہوتا ہے اور پھلوں کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ ایڈیلیڈ صدر مقام ہے۔

تسمانیہ یہ آسٹریلیا کے جنوب میں ایک جزیرہ ہے اس کا درمیانی حصہ پہاڑی ہے۔ جس میں کئی خوبصورت جھیلیں ہیں۔ آب و ہوا خوشگوار ہے۔ پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ ہوبارٹ اس کا دارالخلافہ اور بندرگاہ ہے۔

Marfat.com

اولیاء اللہ

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

گنج بخش فیض عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

داتا گنج بخش کا مزار لاہور بھاٹی دروازہ کے قریب ہے۔ مزار کی رونق لا
شہر سے ہے۔ یا لاہور کو ان کے دم قدم سے برکت حاصل ہے۔ میرے خیال
میں دونوں لازم و ملزوم کے درجہ میں ہیں۔ مزار ہر وقت مرجع خلائق بنا رہتا ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے۔ پیر ہجویر سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو عقیدت ہے
ان کی جائے ولادت غزنی شہر ہے ہجویر شہر کا ایک محلہ ہے جو ان کا
ننھیال ہے۔ جلاب شہر کا ایک دوسرا محلہ ہے۔ جہاں ان کے والد سید عثمان
رہتے ہیں۔ اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اپنا نام علی بن عثمان الجلابی لکھتے
ہیں۔ اس کتاب کے مترجم عبدالمجید یزدانی کہتے ہیں۔ وہ دنیا میں ہجویری
کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔ داتا گنج بخش لقب ہے۔ لاہور میں
ان کی آمد ۴۳۱ھ بتاتی ہے اور تاریخ وفات ۴۶۵ھ دی ہے۔

یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری چونتیس
سال لاہور میں گزارے ہیں، اور اسی شہر کو اپنی آخری آرام گاہ بنایا ہے

Marfat.com

خانقاہ کی رونق سے ان کی ولایت ظاہر ہوتی ہے۔ کشف المحجوب کا مطالعہ ان کی علمی شخصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ علم و فقر کے اس مجموعہ نے تصوف کو ایک نئی زندگی دی ہے۔ برصغیر میں اس موضوع پر کشف المحجوب پہلی کتاب ہے اور اپنی جامعیت کے اعتبار سے بعد میں لکھی جانے والی تمام کتابوں کا ماخذ ہے۔

مسلک کے اعتبار سے پیر ہجویر حنفی تھے۔ تجرد میں ساری زندگی گزار دی ہے۔ اس لیے ازدواجی تلخیوں سے ناآشنا رہے ہیں۔ ولائت پر وراثت کا کوئی جھگڑا اپنے پیچھے نہیں چھوڑا۔

عبد المجید یزدانی کہتے ہیں۔ "لاہور میں پہلی غیر سرکاری مسجد داتا گنج بخشؒ نے تعمیر کرائی تھی"۔ اب خانقاہ اور دوسرے متعلقات محکمہ اوقات کے زیر تحویل ہیں اور رونق پہلے سے کچھ زیادہ ہے۔

شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے:

داتا گنج بخش علی بن عثمان بن علی بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی الحسن بن حسین بن زید بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ۔

سلسلہ طریقت : علی ہجویری، ابوالفضل محمّد بن حسن ختلی ابوالحسن علی حضری ابوبکر شبلی، جنید بغدادی، سری سقطی، معروف کرخی، داؤد طائی حبیب عجمی، حسن بصری، علی المرتضیٰ۔

داتا گنج بخش علی ہجویری نے کشف المحجوب میں اصحابِ صفہ کے کئی ایک نام گنوائے ہیں۔

Marfat.com

اصحابِ صفہ

۱۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ
۲۔ " سلمان فارسی "
۳۔ " عامر بن عبداللہ "
۴۔ " عمار بن یاسر "
۵۔ " عبداللہ بن مسعود "
۶۔ " عتبہ بن مسعود "
۷۔ " المقداد ابن الاسود "
۸۔ " جناب ابن الارث "
۹۔ " صہیب بن سنان "
۱۰۔ " عتبہ بن غزوان "
۱۱۔ " زید بن خطاب "
۱۲۔ " ابو کبشہ "
۱۳۔ " کناز بن حصین "
۱۴۔ " سالم "
۱۵۔ " عکاشہ ابن المحصن "
۱۶۔ " سعود ابن ربیع القادری "
۱۷۔ " عبداللہ بن عمر "
۱۸۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
۱۹۔ " صفوان بن بیضا "
۲۰۔ " عویم بن عامر "
۲۱۔ " عبداللہ بن بدر الجہنی "
۲۲۔ " ابولبابہ بن عبد المنذر "
۲۳۔ " ابوہریرہ "
۲۴۔ " ثوبان "
۲۵۔ " معاذ ابن الحارث "
۲۶۔ " سائب ابن الخلاد "
۲۷۔ " ثابت ابن الودیعت "
۲۸۔ " عویم بن ساعد "
۲۹۔ " سالم بن عمیر "
۳۰۔ " کعب بن عمرو "
۳۱۔ " وہب بن معقل "
۳۲۔ " عبداللہ بن انیس "
۳۳۔ " حجاج بن عمرو الاسلمی "

Marfat.com

حضرت علی ہجویریؒ کہتے ہیں : شیخ ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین اسلمی نے اصحاب صفہ
کے حالات و واقعات پر ایک تاریخ مرتب کی ہے ۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے
اس میں اہل صفہ کے اسماء گرامی مناقب اور فضائل بڑی خوبی سے درج کیے
ہیں اور یہ بھی کہا ہے ۔ مصنف کتاب نے اس میں مسطح بن اثاثہ بن عباد کو اصحاب
صفہ میں شمار کیا ہے لیکن میں اس شخص کو دوست نہیں رکھتا کیونکہ ام المومنین
عائشہ صدیقہ پر تہمت کی ابتدا اس نے کی تھی ۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیر ہجویر
کتاب نویسی میں تنقید کو راہ دیتے ہیں ۔

دوستداری

درویش کہتا ہے اس کا حق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچتا تھا جن کی وہ
لخت جگر تھی ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا یہ حق استعمال بھی کیا لیکن خدا کو یہ منظور نہ ہوا کہ کوئی صاحب
استطاعت آدمی، دوسرے غریب شخص کی غلطی پر اس کی امداد سے اپنا ہاتھ الگ روک لے
زوردار الفاظ میں ارشاد ہوتا ہے ۔

ولا یاتل اُولو الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا
اولی القربیٰ والمساکین والمہاجرین فی السبیل اللہ
والیعفوا والیصفحوا الاتحبون ان یغفر اللہ لکم
واللہ غفور رحیم !

اصحاب صفہ

ان حضرات کو کہتے ہیں جو روزی کے دھندے میں
پڑے بغیر ہمہ وقت مسجد نبوی میں ڈیرہ ڈالے رہتے
تھے اور ذکر و فکر کے علاوہ ارشادات نبوی ان کا شغل تھا ۔ دنیا کی رنگا رنگ
مصروفیات کو چھوڑ کر اللہ سے لو لگا بیٹھے ہیں ۔ اللہ بھی ان کے خیال میں

Marfat.com

ہے۔ اپنے پیغمبر کو ہر لمحہ و ہر آن، ان کی پاسداری خاطر کہتے ہیں۔ یہ لوگ عبود
میں ترقی کر کے اولیاء اللہ بن گئے ہیں۔ ولایت کی اصل میں تو فقیری کی جڑ۔
خانقاہی کا آفتاب اسی آسمان سے طلوع ہوا ہے۔ سلطنت اسلامیہ کے
تاجداروں نے ان کے ساتھ رواداری برتی ہے لیکن انہوں نے بے پرواہ
کے انداز میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا بلکہ ترکِ موالات کو اپنا
شعار بنایا ہے۔

خالی نہ گیا وار کوئی تیغ دوسر کا
ہاتھ مار گئے گر پاؤں بچا کر کوئی سر کا (مشائخ چشت)

ابوذر غفاری

اصحابِ صفہ کے بڑے نامور شخص ہیں۔ اصل نام جندب
کنیت ابوذر، قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ قبیلہ
مکہ سے مدینہ جانے والے راستہ پر آباد تھا۔ ابوذر نبوت کے ابتدائی ایام میں
مسلمان ہوگئے اور ہجرت کے کوئی پانچویں سال مدینہ میں آگئے ہیں اور درویش
زندگی اختیار کی ہے۔ مسجد نبوی میں سو گئے یا کسی دوسری جگہ شب باش ہوئے
اپنا کوئی مکان نہیں بنوایا۔ رسولِ خدا کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ تک
مدینہ میں قیام کیا پھر شام چلے گئے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دوبارہ مدینہ آئے
لیکن جلد ہی حضرت عثمانؓ کی اجازت سے مدینہ کے باہر کوئی تین منزل کے
فاصلہ پر مقام زبدہ میں رہائش اختیار کی جو ایک ویران جگہ ہے۔ بیوی اور ایک
بچی کی گزر اوقات کے لیے چند بکریاں پال رکھی ہیں۔ جب انتقال کا وقت
قریب آیا۔ بیوی بہت پریشان ہوئی کہ کفن کے لئے کپڑا ہے نہ کوئی قریب

Marfat.com

ہمسایہ ۔جس سے کفن دفن میں مدد لی جائے ۔ آپ نے فرمایا : رسُولِ خدا نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک شخص صحرا میں فوت ہوگا ۔ اور اس کے آخری وقت میں مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس پہنچ جائے گی ، جو لوگ اس وقت موجود تھے ، وہ سب آبادی میں فوت ہو چکے ہیں ۔ صرف میں ہی ان میں سے باقی تھا جس کا وقت ویرانہ میں آپہنچا ہے ۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد مسلمانوں کی ایک جماعت آگئی اور ابوذر غفاریؓ نے اپنی بیٹی کو بکری ذبح کرنے کو کہا ہے اور آنے والوں کو وصیّت کی ہے کہ تم لوگوں میں جو شخص حکومت کا معمولی بھی عہدے دار ہے وہ میری میّت کو ہاتھ نہ لگائے ۔ اس کے بعد وصال فرما گئے ہیں ۔ نماز جنازہ عبداللہ بن مسعودؓ نے پڑھائی ۔ تاریخ وفات ۳۲ھ مطابق ۶۳۲ء ہے ۔ (احوال بزرگان دین ، سعید احمد شیخ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء)

درویش کہتا ہے ۔ خلافت راشدہ میں اس واقعہ کا وقوع پذیر ہونا فقیر کی تاریخ و تعریف میں بڑا واضح ہے ۔

سلمان فارسیؓ ایران کے شہر اصفہان میں ایک آتش پرست کے گھر پیدا ہوئے اور کوئی چالیس سال کی عمر میں دین موسوی قبول کر لیا اور پھر عیسائی ہو گئے اور ایک راہب کے پاس رہنے لگے اس نے بوقت وفات وصیت کی کہ وہ مدینہ جا کر اسلام قبول کر لیں ۔ راستہ میں ایک شخص نے پکڑ کر مدینہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا اور اس طرح یہ مدینہ پہنچ گئے ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں آزادی دلوائی اور یہ مسلمان ہو گئے ہیں ۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر ان

Marfat.com

کے مشورہ پر خندق کھودی گئی ہے۔ عرب میں یہ رواج نہ تھا۔ ایران میں جنگ کے موقعہ پر یہ ایک دفاعی طریق کار تھا۔

آپ اسلام لا کر اصحاب صفہ میں داخل ہو گئے اور ہمہ وقت ذکر و فکر کو اپنا طریقہ بنا لیا ہے ایک موقعہ پر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہیں، کیونکہ مہاجرین اور انصار میں سے ان کا کوئی رشتہ دار نہ تھا تالیف قلوب میں ایسا کہا گیا ہے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ نے ان سے فیض پایا ہے بعہد خلافت حضرت عثمانؓ بعمر ۲۵۰ سال وفات پائی ہے۔ مدائن یا کوفہ میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۷ ا جمادی الثانی ۳۵ھ بمطابق ۶۵۵ء ہے۔ اس حساب سے سن ولادت ۴۰۵ ق ہ ہے۔ سن ہجرت کے موقعہ پر ان کی عمر ۲۱۵ ہوتی ہے جو صحابہ کرامؓ کی عمروں میں ایک ریکارڈ ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں ان کو امام مقتدا مانا گیا ہے۔

جناب اویسؒ قرنی

علاقہ یمن قبیلہ قرن سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ کا زمانہ پایا ہے، لیکن والدہ کے ضعف نے زیارت سے مشرف ہونے کا موقعہ نہیں دیا۔ عشق رسول میں دیوانگی کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔ رسول خدا ان کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ آنحضرت کی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے ان سے ملاقات کی ہے اور ملت مسلمہ کے حق میں دعائے خیر کے لیے کہا ہے۔ پیر ہجویر کشف المحجوب میں انہیں اصحاب صفہ میں شمار کرتے ہیں اور لکھا ہے کہ اویس نے حضرت علیؓ کی حمایت میں جنگ صفین میں شرکت کی ہے اور شہید ہوئے ہیں۔ جس بزرگ

Marfat.com

کو فیض باطنی حاصل ہوتا ہے وہ اویسی کہلاتے ہیں۔ سلسلہ اولیسیہ کے یہ بانی قرار پاتے ہیں۔

مرا از پدر بخواہ

مجھے میرے باپ سے مانگ لو (شہزادی بلخ)

احمد بن خضرویہ ان کو صاحب کشف المحجوب نے ملکِ خراسان کے آفتاب، طبقہ صوفیوں کے امام اور اپنے وقت میں مقبول خاص و عام کہا ہے اور ان کے ذکر میں ان کی رفیقۂ حیات فاطمہ کو بھی لے آئے ہیں جو شاہ بلخ کی شہزادی تھی۔ ان کی شادی کے قصہ میں کہا ہے خود شہزادی نے ان کو پیغام بھیجا کہ وہ رشتہ کے بارے ان کے والد سے رابطہ قائم کریں چنانچہ اس طرح دونوں ازدواجی زندگی میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ احمد اور ان کی بیوی دونوں بایزید بسطامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیگم نقاب اُلٹ کر ان سے بے تکلف ہو گئی۔ شوہر کے اظہارِ تعجب پر کہا آپ میرے ظاہر کے محرم ہیں جبکہ بایزید میرے باطن کے دانائے راز ہیں۔

بایزید بسطامیؒ ان کا اصل نام طیفور بن عیسٰی ہے۔ ابو یزید کنیت ہے بایزید بسطامی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ بسطام خراسان کا ایک شہر ہے انہوں نے ایک دن فاطمہ کے ہاتھ پر لگی ہوئی مہندی دیکھ کر پوچھا یہ کس لیے لگا رکھی ہے۔

علی ہجویری کہتے ہیں فاطمہ نے جواب دیا: "اے بایزید! جب تک آپ کی نگاہ میرے ہاتھ اور مہندی پر نہیں پڑی تھی۔ آپ کی صحبت میرے لیے جائز

Marfat.com

تھی اب حرام ہو گئی ہے۔ اس کے بعد وہ ان سے رخصت ہو کر نیشا پور چلے گئے ہیں۔

پیر سے پردہ فاطمہ کے فعل سے پیر و مرشد سے پردہ نہ کرنے کا جواز نکلتا ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے بلکہ اس کا اپنا تجربہ اس کے خلاف گیا ہے پیری اور بزرگی کے بعض تجربات بڑے تلخ ہیں۔ اس لیے شریعت کے قانون غیر محرم سے پردہ کے خلاف رجحانات کا نتیجہ اکثر خلافِ توقع نکلا ہے۔

فاطمہ کا طرزِ عمل اس بات کو بھی متضمن ہے کہ عورت اپنے ہر فعل کا اپنے پاس ایک جواز رکھتی ہے جبکہ اس کے نزدیک بایزید بسطامی کی نگاہ بھی گناہ آلود ہے مہندی کیوں لگا رکھی تھی؟

انی اقول : شہزادی فاطمہ اس کے جواب میں کہہ سکتی ہیں کہ ریشم عورت کے لیے جائز ہے تو مہندی ازدواجی زندگی میں خارج از فہم ہے؟ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی فقیری کے ساتھ ازدواجی ضرورتوں پر بھی نگاہ رکھتی ہیں۔ ان کے نزدیک فقیری نان خشک کا نام نہیں ہے۔ ایک عام منکوحہ عورت اپنے آپ کو اتنا غیر محفوظ نہیں پاتی کہ وہ ایسی باتوں کا سنجیدگی سے نوٹس لے۔ فاطمہ اپنی ولایت پر خاصی مطمئن تھیں۔ ہمارا ہر موڑ پر عورت سے واسطہ ہے۔ اس طرح کی بے اعتمادی کا اظہار انسانی معاشرہ کو تلخ سے تلخ تر بنا دیتا ہے۔

امامِ ابو حنیفہؒ نام نعمان بن ثابت بن زوطیٰ ہے۔ شہر کوفہ میں بعہد خلافت عبدالملک بن مروان اموی ۸۰ھ مطابق ۶۹۹ء پیدا ہوئے ہیں۔ غیر عرب عجمی تھے۔ صوفی وارثی نے

Marfat.com

ان کا سلسلہ نسب نوشیروان بادشاہ سے جوڑا ہے۔ ان کی وفات بعہد خلافت خلیفہ منصور عباسی بعمر ۷۰ سال ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء ہوئی ہے۔ فقہ حنفیہ کے امام ہیں۔

غلام محمد حریری الفقہ والتاریخ میں لکھتے ہیں۔ امام موصوف نے ۵۲ سال دورِ اموی اور ۱۸ سال عباسی دورِ حکومت میں گزارے ہیں۔ حجاج بن یوسف کی موت کے وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی۔ عباسی حکومت کا آغاز ۱۳۲ھ بمطابق ۷۵۰ء ہے۔

امام ابوحنیفہ کوفی فضا کے مطابق اموی اور عباسی دونوں حکومتوں میں ناخوش رہے ہیں۔ امویوں کے مقابلے میں عباسی تحریک کی مالی امداد کی ہے، لیکن جب عباسی حکمران تخت خلافت پر متمکن ہوئے ہیں تو ان سے بھی دامن کشیدہ رکھا ہے۔ قاضی القضاۃ چیف جسٹس کا عہدہ قبول نہ کر کے مخالفین حکومت کے زمرہ میں آگئے ہیں اور جیل میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی ہے۔ بغداد خزراں کے قبرستان میں مدفون ہوئے ہیں۔

داتا گنج بخش سید علی ہجویریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو امام جہاں مقتدائے خلق کہہ کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور فرماتے ہیں: "میں ملکِ شام میں حضرت بلالؓ کے مزار پر سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا۔ میں مکہ میں ہوں۔ حضور نبی کریمؐ باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے ہیں اور ایک بوڑھے کو ایسے اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہیں۔ جیسے بچہ کو پیار سے اٹھایا جاتا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا یہ کون شخص ہو سکتا ہے۔ حضور کو میرے دل کی بات معلوم ہو گئی انہوں نے فرمایا یہ تمہارے اور تمہارے اہل دیار کے امام ابوحنیفہ ہیں۔ اس سے مجھے یقین آگیا

Marfat.com

کہ امام ابوحنیفہ ان بزرگوں میں سے ہیں جو اوصاف طبعی کے لحاظ سے گرچہ فانی ہو چکے ہیں لیکن احکام شریعت کے ساتھ باقی ہیں اور ہمیشہ قائم باحق رہیں گے۔ کیونکہ انہیں اوصاف طبعی سے نکال کر لے جانے والے پیغمبر تھے اگر امام ابوحنیفہ خود اوصاف طبعی سے نکلتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت کا جہاں حق تک پہنچنا مکمل ہوتا ہے۔ وہاں ان سے غلطی کھا جانے کا بھی عین امکان ہوتا ہے لیکن چونکہ انہیں اس مقام سے نکالنے والے خود پیغمبر خدا تھے اس لیے حضورؐ کی بقا کے طفیل باقی و قائم ہیں اور جس طرح پیغمبرؐ سے خطا سرزد نہیں ہو سکتی اسی طرح اس شخص سے بھی سرزد نہیں ہو سکتی جو پیغمبرؐ کی بقا کے ساتھ قائم ہو اور یہ ایک لطیف رمز ہے۔ (گنج مطلوب یزدانی)

شیعہ حضرات بارہ اماموں کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر علی ہجویری امام ابوحنیفہ کو معصوم مانتے ہیں تو درویش کس شمار و قطار میں ہیں۔

اثنا عشری عقائد کے مطابق بارہ امام یہ ہیں:

۱۔ حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب

۲۔ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ

۳۔ " حسین " " " " "

۴۔ " علی اصغر زین العابدین "

۵۔ " محمد باقر رضی اللہ عنہ "

۶۔ " جعفر صادق " "

۷۔ " موسیٰ کاظم " "

Marfat.com

…۸۔ ″ علی رضا ″ ″

…۹۔ ″ محمد تقی ″ ″

…۱۰۔ ″ علی نقی ″ ″ ابن خلدون نے ان کا نام علی ہادی لکھا ہے۔

…۱۱۔ ″ محمد حسن عسکری ″ ″

…۱۲۔ ″ محمد مہدی المنتظر ″

شیعہ علماء ان ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھتے ہیں۔ ہم ان پر ایک مختصر …ی نوٹ سپرد قلم کرتے ہیں۔

…ضرت علی کرم اللہ وجہہ | تاریخ ولادت ۶۰۰ء آغاز نبوت میں بزمانہ طفلی آٹھ دس سال کی عمر میں اسلام لے آئے …۔ ان دنوں بانیٔ اسلام کی زیر کفالت تھے۔ تاریخ خلافت ذی الحج ۳۵ھ مطابق …۶۵۶ء مدت خلافت ۴ سال ۱۱ ماہ ۲۵ یوم ہے۔ تاریخ وفات ۲۰ رمضان …۴۰ھ مطابق ۶۶۰ء۔ عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں کوفہ کی مسجد میں شہید ہوئے …فہ سے پانچ کوس کے فاصلہ پر بمقام نجف دفن ہوئے ہیں۔

…حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ | ۱۵ رمضان ۳ھ بروز سوموار بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے ہیں حضرت …ی کی وفات کے بعد بمقام کوفہ ۴۰ھ وارث خلافت قرار پاتے ہیں۔ ربیع الآخر …۴۱ھ مطابق ۶۶۱ء بحق امیر معاویہ خلافت سے دست بردار ہوجاتے …ں اور تاحیات مدینہ میں رہے ہیں۔ تاریخ وفات ۱۱ ربیع الاوّل ۴۹ھ مطابق …۶۶۹ء بروز جمعرات بعمر ۴۶ سال فوت ہوئے ہیں۔ سعید ابن العاص عامل

Marfat.com

مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ مدینہ میں مدفون ہیں۔

۳۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

۴ شعبان مطابق ۶۲۵ء بروز ... بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے ہیں

۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق ستمبر ۶۸۱ء میدانِ کربلا مضافات کوفہ بعمر ۵۷ سال حیات جاودانی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

۴۔ حضرت زین العابدین علی اصغر

ابنِ حسین ۱۵ جمادی ... بروز جمعہ ۳۸ھ بمطابق ۶۵۸ء بزمانہ خلافت حضرت علی بمقام مدینہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی والدہ شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار بادشاہ نوشیرواں ایران کی شہزادی تھی اس وجہ سے عراق و ایران میں ان کی اولاد کو زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ سیاسیات میں امام حسن کے صحیح وارث ہیں۔

۵۔ حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ

بن زین العابدین ولادت ۳ صفر ۵۷ مطابق ۶۷۶ء بروز جمعہ بعہد حکومت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ہوئی ہے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت ... ہیں۔ بزمانہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک بعمر ۵۷ سال ۷ ذی الحج ۱۱۴ھ مطابق ۷۳۲ء بروز سوموار وفات پائی ہے۔

حضرت ابو محمد امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد باقر کے صاحبزادہ ہیں۔ ان کی والدہ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ولادت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ مطابق ۷...

Marfat.com

بروز دوشنبہ بزمانہ خلیفہ عبدالملک مدینہ منورہ میں ہوئی ہے۔ آپ نے علم وعمل زہدی وتقویٰ میں کافی شہرت پائی ہے۔ مسائل فقہ میں مقتداء مانے گئے ہیں۔ شیعہ ان کو اپنا امام فقہ مانتے ہیں۔ تاریخ وفات ۱۰ رجب ۱۴۸ھ۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جعفر صادق کے لڑکے ہیں۔ ان کی ولادت بروز اتوار ۷ صفر ۱۲۸ھ ہوئی ہے۔

حضرت امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ

موسیٰ کاظم کے صاحبزادہ ہیں ان کی ولادت مدینہ منورہ میں بروز جمعرات ۱۱ ربیع الآخر ۱۵۳ھ اور وفات بزمانہ مامون الرشید صفر ۲۰۳ھ ہوئی ہے۔ بمقام طوسی شہر مدفون ہیں۔

حضرت امام محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے والد علی رضا کی وفات کے وقت سات سال کے تھے اس حساب سے تاریخ پیدائش ۱۸۶ھ ہے اور ان کے لڑکے علی نقی ہیں اور علی نقی کے لڑکے حسن عسکری ہیں اور ان کے محمد مہدی ہیں۔

شیخ محمد فریدالدین عطار

نام محمد لقب فریدالدین عطر فروشی کا کام کرتے تھے اس لیے شیخ عطار کے نام سے شہرت پائی ہے فقیری کی تقریب میں کہا گیا ہے ایک دن ایک فقیر ان کی دکان پر آیا اور دوران گفتگو پوچھا تو کس طرح مرے گا؟ عطار نے برجستہ کہا جیسے آپ! فقیر نے

Marfat.com

وہیں ٹانگیں سیدھی کیں اور کہا ہم چلتے ہیں اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ عطار صاحب دکان ٹھپ کر کے فقیری کی دھن میں نکل پڑے۔ حضرت رُکن الدین اکافؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت حضرت مجید الدین بغدادی سے پائی۔ سیر و سیاحت کے بعد تصنیف میں مشغول ہوئے اور کئی ایک کتابیں تصنیف کر ڈالی ہیں۔ پند نامہ فارسی ہم نے تعلیم کے ابتدائی حصے میں پڑھا تھا آخری عمر میں ان کا تذکرہ اولیاء ہمارے پیش نظر ہے! فارسی سے اردو ترجمہ زر کمپنی لاہور نے کرایا ہے۔ فقیری کی وجہ تسمیہ میں واقعہ بالا درج کیا ہے۔

بصیرت کے زیرِ عنوان ابو حنیفہؒ کے ذکر میں کہا ہے۔ کچھ بچے گیند کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ گیند اتفاق سے امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں ان کے سامنے آ گری۔ بچوں میں سے خوف کے مارے کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ گیند اٹھا لائے۔ ایک لڑکے نے بھاگ کر آپ کے سامنے سے جب گیند اُٹھائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا حرامی ہے۔ کیونکہ اس میں حیا کا مادہ نہیں ہے اور جب معلومات کی گئیں تو پتہ چلا کہ واقعی وہ لڑکا حرامی تھا (تذکرہ صفحہ ۱۲۷)

قصص الاولیاءؒ صوفی وارثی رقمطراز ہیں۔ ایک مرتبہ بچے گیند کا کھیل کھیل رہے تھے۔ گیند آپ کی درس گاہ میں جا پڑی۔ کسی لڑکے کو جرأت نہ ہوئی مگر ایک لڑکا جا کر اُٹھا لایا۔ آپ نے کہا شاید یہ حلال زادہ نہیں تحقیق کرنے پر یہ خیال آپ کا صحیح نکلا۔ (قصص الاولیاء مطبوعہ اگست ۱۹۵۶ء)

Marfat.com

درویش کہتا ہے ؛ ہمارے تذکرہ نگاروں نے اس طرف دھیان نہیں
یا کہ امام ابو حنیفہؒ کو ایسی بات کہنے کا کوئی حق نہ تھا اس سے قذف کا مسئلہ
یدا ہوتا ہے اور اس امر پر تحقیق ایک دُوسرا غیر شرعی فعل ہے۔ یہ ان کا
وئی شرعی قیاس نہیں ہے کہ ہم ان کی سوانح حیات میں جگہ دیں۔
درویش کہتا ہے کسی مکان کے قریب وہی لڑکے کھیلتے ہیں جو اس کے
یب و جوار میں رہتے ہوں۔ محلّہ کے کسی لڑکے کو جماعت خانہ سے گیند
ملانے پر حرامی کہنا امام ابو حنیفہؒ ایسے بزرگ سے کسی طور ممکن نہیں ہے۔
محمّد بن حسن کے بارے صوفی وارثی کہتے ہیں۔ یہ نوجوان بڑے خوبصورت
ہے۔ امام موصوف ان کو پس دیوار بٹھا کر درس دیتے تھے۔ درویش کہتا ہے
یا حسن پرستی کی حس اتنی تیز تھی کہ ان کا تقویٰ ان کو سامنے بیٹھنے کی اجازت نہیں
یتا تھا ؛ یوسف کنعانی پر صرف زلیخا عاشق ہوئی تھی۔ عزیز مصر کبھی اسے
اطر میں نہ لاتا تھا۔ یا للعجب کیسے کیسے عجوبے ہیں جو بزرگوں کے بارے تراشے
گئے ہیں۔

حضرت امام محمّد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام محمّد لقب باقر ہے۔ داتا گنج بخش علی ہجویری لکھتے ہیں : امام
جعفر محمّد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو اہل عمل کے لیے حجت ارباب
مشاہدہ کی برہان آل نبی کے امام اور نسل علی کے برگزیدہ بزرگ تھے۔ ان کی
مخصوص خوبی یہ تھی کہ کتاب اللہ کے علمی نکتے اور لطیف اشارات کی وضاحت
ی عمدگی سے کرتے تھے۔

Marfat.com

حکایت کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی حکمران نے ان کے قتل کا ارا
کیا اور ایک آدمی کے ذریعہ انھیں بلوایا لیکن جب وہ ان کے پاس پہنچ
تو ان کی شخصیت سے اس قدر متاثر و مرعوب ہوئے کہ ان سے معذ
کی اور تحائف پیش کیے اور نہایت عزت و احترام سے انھیں رخصت کر
مصاحبوں نے کہا اے بادشاہ آپ تو ان کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے لیکن
آپ نے تو ان سے بالکل مختلف سلوک کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا بات
ہے کہ جب وہ میرے قریب آئے تو دو شیر مجھے دکھائی دیئے جو ان کے
دائیں بائیں تھے۔ دونوں شیر مجھ سے کہہ رہے تھے کہ اگر تو نے اپنے
ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی تو ہم تیرا کام تمام کر دیں گے۔" (گنج
یزدانی صفحہ ۱۴۵)

ابو محمد امام جعفر صادق

شیخ محمد فریدالدین عطار لکھتے ہیں۔ خلیفہ منص
عباسی نے ایک شب اپنے وزیر کو حکم د
جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تا کہ میں ان کو قتل کر دوں۔ وزیر نے ع
کیا۔ جو شخص دنیا کو خیرباد کہہ کر گوشہ نشین ہو گیا ہے اسے قتل کرنا ت
مصلحت نہیں ہے۔ لیکن خلیفہ نے غضبناک ہو کر کہا۔ میرے حکم کی تعمیل تم
ضروری ہے چنانچہ مجبوراً جعفر صادق کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں
ہدایت کر دی کہ جس وقت میں سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور صادق کو قت
کر دینا لیکن جب وزیر کے ہمراہ آپ تشریف لائے تو آپ کی عظمت
جلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ اضطراری طور پر آپ کے استقبا

Marfat.com

ے کھڑا ہوگیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مؤدبانہ آپ کے
منے بیٹھ کر آپ سے گفتگو کی اور ان کی حاجت و ضرورت کے بارے
یافت کیا۔ آپ نے فرمایا میری سب سے اہم حاجت اور ضرورت یہ ہے
ٔ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت و ریاضت
ں خلل واقع نہ ہو۔ چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے عزّت و احترام کے ساتھ آپ کو
صت کر دیا۔ آپ کے دبدبہ کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ براندام ہو کر مکمّل
ن شب و روز بے ہوش رہا۔ بعض روایات میں تین نمازوں کے قضا ہونے
، حد تک غشی طاری رہی۔ خلیفہ کی حالت دیکھ کر وزیر اور غلاموں نے وجہ دریافت
، خلیفہ نے کہا جس وقت جعفر صادق میرے پاس تشریف لائے تو ان کے
تھ ایک اتنا بڑا اژدھا تھا جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے
گھیرے میں لے سکتا تھا وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے
اسی بھی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ ان کی
ہشت مجھ پر طاری ہوئی اور میں نے ان سے معافی مانگ لی۔
(اردو ترجمہ زر کمپنی کراچی)

امام محمّد باقر رضی اللہ عنہ

صوفی وارثی لکھتے ہیں۔ امام باقر کو خلیفہ نے ایک
مرتبہ بارادہ فاسد بلا کر قتل کرنا چاہا۔ مگر ہدیہ دے کر آپ
کو رخصت کیا ارکین نے وجہ پوچھی تو کہا آپ کے دائیں بائیں دو شیر تھے،
ن سے مجھے اپنی ہلاکت کا ڈر ہوا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے وارثی کہتے ہیں۔ منصور

Marfat.com

عباسی نامی خلیفہ نے آپ کو بارادہ فاسد قتل اپنے وزیر سے بلوایا۔ لیکن آ
پر خود مؤدب سامنے بیٹھا اور پوچھا میرے لائق کوئی خدمت ؟ ارشاد ہوا د
دربار طلبی کی مجھے زحمت نہ دی جائے ! اراکین سلطنت کے دریافت پر
بتایا ان کے ساتھ ایک خونخوار اژدھا تھا جس سے میں خائف ہوا۔ قصص الا
مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء (شبیر اور اژدھا)

انی اقول : کتاب کشف المحجوب فارسی مصنفہ سیّد علی ہجویری نسخہ طہران
۱۹۲۶ء۔ اس نسخہ کا اُردو ترجمہ پروفیسر محمد عبدالمجید یزدانی نے کیا ہے اور گنج مطلوب
کے نام سے ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور نے بتاریخ ۱۹۶۸ء شائع کیا ہے۔
اصل نسخہ فارسی ناشران مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کی طرف سے ۱۹۷۸ء
بعد میں شائع ہوا ہے۔

دربار طلبی کا حصہ

جو گنج مطلوب میں زیرِ عنوان امام محمّد باقر درج ہے
وہ اصل کتاب کشف المحجوب میں نہیں ہے۔

میں حیران ہوں کہ پروفیسر یزدانی نے اس حکایت کو اپنی کتاب گنج مطلوب کی
زینت بنانے میں کیا مصلحت دیکھی ہے ؟ یہ حکایت سیّد علی ہجویری
کی علمی حدود اور بصیرت دونوں کو متاثر کرتی ہے۔

تصوّفِ اسلام میں مولانا عبدالماجد دریا بادی امام قشیری کے
رسالہ اور کشف المحجوب کو سامنے رکھ کر کہتے ہیں۔ امام قشیری نے زیادہ تر
متقدمین کے اقوال و حکایات نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ برخلاف اس
کے مخدوم ہجویری ایک محققانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات و واردات

Marfat.com

مکاشفات مجاہدات وغیرہ بھی قلمبند کرتے جاتے ہیں اور مباحث سلوک کے ہر رد و قدح کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعہ حکائت و روایات کی نہیں بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔ (تصنیف اور صاحب تصنیف یزدانی)

کتاب کی اس علمی شہرت کے پیش نظر درویش ہزاروں تاریخیں، شمعیں روشن کر دے۔ کون یقین کرے گا کہ پیر ہجویر نے واقعات سے آنکھیں بند کر کے یہ حکایت درج کتاب کی ہے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اصل نسخہ فارسی میں درج نہیں ہے۔ تو درویش کی بات صحت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

امام محمدؐ باقر رضی اللہ عنہ

حضرت علی زین العابدین کے صاحبزادہ ہیں۔ ۳ صفر ۵۷ھ مطابق ۶۷۶ء بروز جمعہ بعہد حکومت امیر معاویہؓ مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسنؓ ہیں۔ بزمانہ ہشام بن عبدالملک بعمر ۵۷ سال ۷ ذوالحج ۱۱۴ھ مطابق ۷۳۲ء بروز سوموار وفات پا جاتے ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام محمدؐ باقر کے صاحبزادہ ہیں۔ ان کی والدہ قاسم بن محمدؐ بن ابی بکر کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی ولادت ۱۷ ربیع الاوّل ۸۳ھ مطابق ۷۰۲ء بروز سوموار بزمانہ خلیفہ عبدالملک مدینہ منورہ میں ہوئی ہے۔ زین العابدین علی اصغر نے واقعہ کربلا کے بعد مدینہ میں آ کر رہائش اختیار کی ہے۔ واقعہ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ بمطابق ستمبر ۶۸۰ھ وقوع پذیر ہوا ہے۔

Marfat.com

۱۰ محرم ۶۱ھ تا جمادی الثانی ۷۳ھ حجاز اور عراق دار الحرب بنا رہا ہے۔ مکّہ اور مدینہ دونوں شہر سیاسیات کی زد میں تھے۔ جمادی الثانی ۷۳ھ عبدالملک کے امیر لشکر حجاج بن یوسف نے عبداللہ زبیر کی شہادت کے بعد حجاز اور پورے عراق پر اپنا قبضہ مضبوط کر لیا ہے۔ حجاج ایک سخت گیر گورنر تھا۔ ان کے عہد حکومت میں امام محمدؒ باقر نے زندگی کے تقریباً ۳۸ سال گزارے ہیں۔ اس کے بعد ۱۰۵ھ سے ہشام بن عبدالملک کا زمانہ شروع ہوتا ہے جس میں امام محمدؒ باقر نے ۱۱۴ھ میں وفات پائی ہے۔ اس زمانہ میں علویوں کی طرف سے حکومت کو بغاوت کا کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوا کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں آئی ہو اور وہ ان کے ساتھ شیر دیکھ کر خاموش ہو گئے ہوں۔

حجاج بن یوسف ثقفی قبیلہ ثقیف بمقام طائف ۴۱ھ مطابق ۶۶۱ء پیدا ہوئے ہیں۔ اپنی خداداد قابلیت کی بنا پر عبدالملک کے عہد میں امیر لشکر کے عہدہ تک پہنچ گئے ہیں۔ عبدالملک نے ان کو حجاز اور عراق کی تسخیر پر روانہ کی ہے جس میں یہ کامیاب ہوئے ہیں۔ عبدالملک نے ان کو حجاز عراق کے علاوہ تمام مشرقی ممالک کا حاکم بنا دیا ہے۔ اس کے سپہ سالار بن مسلم نے بخارا سمرقند اور کاشغر وغیرہ کے علاقہ فتح کیے اور خاقان چین سے بھی خراج وصول کیا ہے۔ ان کے ایک دوسرے سپہ سالار محمد بن قاسم نے کراچی سے ملتان تک کا علاقہ مملکتِ اسلامیہ میں شامل کیا ہے۔

Marfat.com

حجاج بن یوسف ایک عالم فاضل آدمی تھا۔ قرآن پر اعراب اسی کے
...سے لگائے گئے ہیں جس وجہ سے ایک عام آدمی کو قرآن پڑھنا آسان ہوگیا ہے
...اس نے کئی ایک مقام پر نہریں کھدواکر زراعت کو ترقی دی ہے۔ ولید اوّل
...عہد میں رمضان ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء وفات پائی ہے۔ ان کا ۲۲ سالہ
...حکومت اموی حکومت کا کامیاب دور رہے۔ یہ پہلے اور آخری گورنر ہیں
...نے حجاز سے بلخ بخارا تک حکومت کی ہے۔

...شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	سیّد شہاب کہتے ہیں۔ آپ والد کی طرف سے حسینی اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حسنی ہیں خطہ اوخ

...ل صفحہ ۲۵۰، پیرانِ پیر، مؤلفہ پروفیسر محمد فیاض کاوش مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء
اس میں آپ کا جو شجرہ نسب دیا ہے اس میں شیخ موصوف کو والد کی طرف
سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ظاہر کیا ہے۔ کاوش صاحب نے والد، والدہ
اور سلسلہ خلافت تینوں شجرے دیتے ہیں۔

رباعی

ایں بارگہ حضرت غوث الثقلین است
نقد کرم حیدر و نسل حسین است
مادرش حسینی نسب است و پدر او
ز اولادِ حسن یعنی کریم الابوین است

(شاہ محمد غوث)

شیخ جیلانی کا اپنا شعر ہے

انا الحسنی والمخدع مقامی

واقدامی علی عنق الرجال

شاہ عبدالحق نسبی اعتبار سے آپ عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علیؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ اخبار الاخیار

ازواج و اولاد چار عدد بیگمات، ستائیس لڑکے، بائیس لڑکیاں، معروف صاحبزادہ شیخ عبدالوہاب، شیخ عیسیٰ، عبدالعزیز، عبدالجبار، عبدالرزاق، شیخ محمد، عبداللہ یحییٰ، شیخ موسیٰ، شیخ ابراہیم رحمہم اللہ علیہم اجمعین، "پیران پیر" میں ان کے نام دیئے گئے ہیں۔

شجرہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

والد گرامی قدر	والدہ ماجدہ	پیر و مرشد
ابو صالح موسیٰ	ام الخیر فاطمہ	ابوسعید مخزومی
عبداللہ	عبداللہ صومعی	ابوالحسن علی ہنکاری
یحییٰ زاہد	ابو جمال	ابوالفرح طرطوسی
محمد	محمد	عبدالواحد تیمی
داؤد	ابو طاہر	ابوبکر شبلی
موسیٰ ثانی	عبداللہ	جنید بغدادی

Marfat.com

والد گرامی قدر	والدہ ماجدہ	پیر و مرشد
عبداللہ	ابو کمال	شیخ سری سقطی
موسیٰ الجون	ابو علاء الدین	شیخ معروف کرخی
عبداللہ المحض	محمّد	امام علی رضا
حسن مثنیٰ رحمہم اللہ اجمعین	علی عراضی	امام موسیٰ کاظم
حضرت حسن رضی اللہ عنہ	جعفر صادق	امام جعفر
امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ	محمّد باقر	امام باقر
	زین العابدین علی اصغر رحمہم اللہ اجمعین	امام زین العابدین رحمہم اللہ اجمعین
	حضرت حسین رضی اللہ عنہ	امام حسن رضی اللہ عنہ
	امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ۔	امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ عبدالقادر جیلانی

ایران بحیرہ خزر (کیپسین سی) کے جنوبی ساحل پر قبضہ گیلان واقع ہے جیلان اس کا معرب ہے۔ یکم رمضان ۴۷۱ھ مطابق ۱۰۷۸ء پیدا ہوئے ہیں۔ اس مقام سے بغداد کوئی چار سو میل ہے۔ سترہ سال کی عمر تک گیلان میں تعلیم پائی ہے ابتدائی درسی کتب کے علاوہ قرآن حفظ کیا ہے۔ اس کے بعد والدہ ماجدہ سے درخواست

Marfat.com

کی ہے کہ وہ تحصیل علم میں بغداد جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ والدہ محترمہ نے انکے والد کے ترکہ سے جو اسی دینار ہیں۔ چالیس دینار ان کو دے دیئے ہیں اور بقایا چالیس دینار ان کے دوسرے بھائی عبداللہ کے حصہ میں رکھ لیے ہیں۔

بغداد ۴۸۸ھ مطابق ۱۰۹۵ء پہنچ کر مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لے لیا ہے جو وقت کی ایک بڑی یونیورسٹی ہے اور کوئی آٹھ سال اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے سند فراغت پائی ہے، اور پھر شیخ حماد بن مسلم کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور اس طرح ان کے مجاہدہ اور ریاضت کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ نے بغداد کے ایک محلہ کرخ کے ویران شدہ مکان کو اپنے چلہ کے لیے مخصوص کیا ہے اور وہ برج عجمی کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ کوئی گیارہ سال اس چلہ کشی میں گزرے ہیں آخری چلہ میں آپ نے کوئی چالیس دن کھایا ہے نہ پیا۔ طبیعت بہت نحیف اور کمزور ہو گئی ہے۔ بغداد کے قاضی القضاۃ ابوسعید مبارک مخزومی نے چلہ کشی کی اختتامی رسم ادا کرتے ہوئے اپنے دستِ مبارک سے لقمہ ان کے منہ میں رکھا ہے اور اپنے ہاتھ سے خرقۂ ولایت ان کو پہنایا ہے اور کہا ہے یہ خرقہ جنابِ سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تھا انہوں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح دست بدست میرے تک پہنچایا تھا آج وہ میں نے آپ کے سپرد کر دیا ہے۔ اس کے بعد شیخ مبارک نے ان کو اپنے مدرسہ میں صدر مدرس رکھ لیا ہے۔ (ددبلہ کا وش عن طبقات الکبریٰ وغیرہ)

شکیل احمد ضیاء

"شیخ جیلانی کے پہلے لڑکے کی ولادت ماہ شعبان ۵۲۲ھ لکھتے ہیں جن کو انہوں نے فرزند اکبر شیخ عبدالوہاب کہا

Marfat.com

ہے۔ حافظ عبدالرزاق کی ولادت ذیقعدہ ۵۲۰ھ درج کی ہے۔ (غوث پاک) ہم ان کی اولاد کا سن آغاز ۵۲۰ھ قرار دیتے ہیں تو ان کی عمر ۴۹ سال ہو گی۔

شیخ جیلانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا ہے: نکاح میں تاخیر کا سبب حصولِ تعلیم، ریاضت اور مجاہدہ کے مشاغل رہے ہیں بتاہل زندگی میں یکسوئی کہاں حاصل ہوتی ہے اور پھر کہا جب اس کا وقت آیا تو مولائے کریم نے چار ازواج سے میرے حرم سرا کو زینت بخشی ہے "تاخیر و تقدیم کو برابر کر دیا ہے (روبیہ ضیاء) کاوش اور ضیاء ۲۷ لڑکوں پر متفق ہیں۔ ضیاء ۱۸ اور کاوش ۲۲ لڑکیوں کی تعداد بتاتے ہیں۔

ضیاء صاحب نے تو بڑی ہمت دکھائی ہے ہر زوجہ محترمہ کا نام دے کر اس کے تحت بچے لکھ دیتے ہیں۔

۱۔	سیدہ مدینہ	سیف الدین۔ شرف الدین۔ عیسٰی۔ عبدالرزاق
۲۔	" صادقہ	عبدالعزیز۔ عبدالوہاب۔ سراجدین۔ عبدالجبار
	" "	شمس الدین۔ تاج دین۔
۳۔	" مؤمنہ	عبداللہ۔ ابراہیم۔ ابوالفضل۔ محمّد زاہد۔ زکریا۔
	" "	عبدالرحمٰن۔ سید محمّد۔
۴۔	" محبوبہ	یحیٰی۔ ضیاء الدین۔ یوسف۔ عبدالخالق۔ سیف الرحمٰن
		محمّد صالح۔ حبیب اللہ۔ منصور۔ عبدالجبار۔
		ابونصر موسٰی۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین

Marfat.com

محیؔ تخلص کرتے ہیں،

نمونۂ کلام ربیع الثانی ۵۶۱ھ مرض الموت میں عالم استغراق کا آخری کلام۔

بے حجابانہ درآ از در کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

فتنہ انگیز مشو کاکل مشکیں مکشا — تاب زنجیر ندارد دل دیوانۂ ما
گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست — گویم آں کس کہ ربود این دل دیوانۂ ما
مرغ باغ ملکوتیم دریں دیر خراب — میشود نور تجلائے خدا دانۂ ما
محیؔ بر شمع تجلائے جمالش مے سوخت — دوست مے گفت زہے ہمت مردانۂ ما

مادری زبان شیخ نے کوئی نوے برس عمر پائی ہے۔ ۰۰ سال سے (پیران پیر) زیادہ کا عرصہ بغداد میں گزارا ہے۔ شہر کی عربی زبان ہے اور عرب خاندان آباد ہیں۔ دفتری اور ذریعہ تعلیم بھی عربی ہے جس سے شیخ کو زندگی بھر واسطہ پڑا ہے۔ لیکن مادری زبان کا رنگ و روپ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ جب تمام خارجی اثرات ختم ہو چکے ہیں۔ تصنع اور بناوٹ کا ہر بند ٹوٹ گیا ہے۔ اپنے خدائے قدوس سے اپنی مادری زبان میں ہم کلام ہو رہے ہیں۔ زبان کی صفائی اور اس کی ادبیت اپنی جگہ موجود ہے۔ آخری وقت میں اشعار پر آثار موت کا کوئی نشان نہیں ہے ولائیت پر ایک بڑی دلیل ہے۔

سلطان الاولیاء ہونے کا خود دعویٰ کرتے ہیں۔ علماء اور مشائخ نے بھی ان کو اپنا ہادی و راہنما مان لیا ہے۔ گیارہویں کا ختم عوام میں رواج کا درجہ پا چکا ہے جو ان کی ایک یادگار ہے۔

Marfat.com

وایت پرستی

مولوی کے مکتبۂ فکر سے ہم درگذر کرتے ہیں۔ دیانت روایت ان کا ایک بڑا اصول ہے۔ پروفیسر جس کو ج کے مکتبۂ فکر میں نئے تقاضوں سے روشناس کرایا گیا ہے۔ اس کے کیا ئض ہیں؟

یرانِ پیر

پروفیسر محمد فیاض کاوش رقمطراز ہیں۔ سیّد ابو صالح ایک دفعہ ندی پر جا نکلے۔ ایک سیب تیرتا ہوا آرہا ہے۔ پکڑا اور کئے ہیں۔ احساسِ تقوی ان کو کشاں کشاں عبداللہ صومعی کے باغ میں لے گیا ، جو رئیس گیلان ہیں۔ انہوں نے معافی پر اپنی معذور لڑکی سے شادی کی شرط ردی ہے حسن قبول کے سوا کوئی چارہ نہ پایا۔ حجلہ عروسی میں قدم رکھا۔ معاملہ برعکس اُلٹے پاؤں خسر گرامی کے پاس پہنچے انہوں نے اپنے بیان کی ایک دوسری ان کے سامنے رکھی ہے۔

درویش کہتا ہے شرط پوری کر کے شام کو گھر لوٹ جاتے ہیں۔ نہیں! احمد ضیاء کی سنیے! ان کے الفاظ میں۔ سیّد ابو صالح۔ ایک روایت مطابق آپ کو تیسرا فاقہ تھا اور آپ دریائے کے کنارے بیٹھے ہوئے ہیں کہ یکایک ک بڑا اور خوش رنگ سیب دریا میں بہتا ہوا نظر آیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر یا لیکن بھوک کی تسکین کے بعد آپ کو خیال آیا کہ خدا جانے یہ سیب کیسا ہے رے لیے اس کا کھانا حلال بھی تھا یا نہیں۔ یہ خیال آتے ہی سیّد ابو صالح مت چلے جدھر سے سیب بہتا ہوا آیا تھا۔ اور آگے لکھتے ہیں۔ آپ کئی ل مسلسل سفر کر کے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں دریا کے کنارے ایک نہایت

Marfat.com

خوبصورت عمارت نظر آئی جو ایک بہت بڑے باغ میں واقع تھی۔ باغ میں
قسم کے پر اثمار درخت لگے ہوئے تھے۔ ان کو اندازہ ہوا سیب اسی باغ کا
باغ کے مالک سید عبداللہ صومعی کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کرکے معافی
طلب گار ہوئے۔ سید عبداللہ نے قرائن اور قیافہ سے اندازہ کر لیا کہ آنے
نوجوان باخدا ہونے کے علامات رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بارہ سال تک میرے
میں رہو تو سیب معاف کر دوں گا، ورنہ نہیں! سید ابو صالح نے شر
کر لی! بارہ سال کی مدت گزرنے کے بعد سید عبداللہ نے کہا کہ ایک خد
تمھیں مزید انجام دینی ہوگی۔ اس کے بعد سیب معاف کیا جائے گا۔ وہ
یہ ہے کہ میری ایک بیٹی ہے جو اندھی ہے بہری ہے، لنجی اور لنگڑی ہے
لڑکی سے نکاح کرو۔ اور دو سال تک مزید میرے پاس رہو اس کے بعد تم
ہو گے، اپنی اہلیہ کے ہمراہ جہاں چاہو چلے جانا۔ سید ابو صالح نے یہ خدم
منظور کر لی، لیکن آپ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ جس لڑکی میں چار عیب
کیے گئے تھے وہ نہایت جمیل اور صحت مند تھی۔ سید ابو صالح نے جب
صورت حال کے متعلق اپنے خسر یعنی عبداللہ سے سوال کیا تو انہوں نے
میں نے ایسا کہا تھا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لڑکی ہر نامحرم کے لیے اند
ہر ناحق بات کے لیے بہری اور ہر نامحرم کے لیے لنجی اور تمہاری اجازت
کے بغیر قدم اٹھانے کے لیے لنگڑی ہے۔ سید ابو صالح کی یہ اہلیہ حضرت
پاک کی والدہ ماجدہ تھیں۔" (سوانح حیات حضرت غوث ا
(مؤلفہ شکیل احمد ضیاء مطبوعہ کراچی

قربان جاؤں تذکرہ نگار پر کس عمدہ پیرائے میں بزرگی کا نقشہ دکھایا ہے۔ ایک ھنبی نوجوان جس کو تقویٰ کی حس نے دیوانہ بنا دیا ہے انہوں نے مزید بارہ سال کے لیے بیگار کیمپ میں ڈال دیا ہے۔ سید عبدالقادر کے والد کو ایسا ظاہر لیا ہے کہ بارہ سال تک ایک گھر میں رہنے کے باوجود ان کو ان کے ماحول سے بر نہیں ہوئی وہ کمرہ عروسی سے پلٹ کر اپنی منکوحہ کی خیریت پوچھنے خسر گرامی کے س جاتے ہیں۔ بیٹا تو وہ ہے جو ما کان و ما یکون کے علم رکھنے کا دعوے دار ہے۔ باپ بیٹے میں کوئی قدر مشترک نہیں چھوڑی۔

درویش کہتا ہے جب سیّد موسیٰ بسبب کے عذر میں عبداللہ صومعی کے س پہنچے تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ایسی باتیں کسی بے فکرے کو ہی سوجھتی ہیں۔ اس احسب و لنسب پوچھ کر خاطر مدارات سے پیش آتے ہیں، اور باغ میں کسی کام پر مور کر دیا ہے جب انہوں نے اس نوجوان کے قول و کردار میں مطابقت پائی ہے۔ ز اس کو اپنی فرزندی میں لے لیا ہے۔ اس سیدھی سادی بات کو کس طرح افسانوی ہنگ دیا گیا ہے درویش کہتا ہے سادات کے بارے جھوٹ کو بڑا وسیع میدان ل گیا ہے۔ تذکرہ نگاروں نے آنکھیں بند کر کے لکیر پر لکیر کھینچ دی ہے۔

Marfat.com

محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ

در نظر او ز گدا و ملوک درشدہ بسلک سلوک

بر در او ہر کہ ارادت نمود زندہ جاوید شد، ار مردہ بود

امیر خسرو کہتے ہیں: اس کی نگاہ کرم میں آکر گدا و بادشاہ موتی بن جاتے ہیں جو اس کی ارادت میں آیا وہ زندہ جاوید بن گیا ہے خواہ وہ پہلے کچھ تھا

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی

مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

علامہ اقبالؒ شاعرانہ انداز میں ان کی مدح سرائی کر رہے ہیں، ورنہ وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ولی کا درجہ کسی طور نبی سے اونچا نہیں ہوتا

خواجہ نظام الدین ان کا نام محمد ہے۔ ان کے والد احمد بن بدنیال بخارا سے آکر بدایوں میں آباد ہوئے ہیں۔ ماہ صفر ۶۳۴ھ ان کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام محمد رکھا ہے۔ زندگی کے پہلے عشرہ میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہے والدہ نے تعلیم و تربیت پر توجہ دی ہے۔ ان کو اپنے عہد کے جید عالم سے تعلیم پانے کا موقعہ ملا ہے۔

مولانا کمال الدین ایک جید عالم بڑے متقی اور متدین بزرگ ہیں۔ سلطان بلبن نے اپنی امامت کا عہدہ پیش کیا ہے

Marfat.com

ی تعلیمی مصروفیت کا عذر کرتے ہوئے ظریفانہ انداز میں کہا ہے۔ نماز ہی حضوری
ِت تعالیٰ کا ایک وسیلہ ہے۔ سلطان وقت اس میں بھی مداخلت چاہتے
ں۔ انہوں نے مسکرا کر ان کا عذر قبول کر لیا ہے۔ محمد بن احمد کو ان سے حدیث
ننے کا موقعہ ملا ہے۔ خواجہ محمد مسعود فریدالدین گنج شکر سے فیض پایا ہے۔
تذکرہ اولیائے کرام میں ہے۔ ۱۵ رجب ۶۵۵ھ سے ۳ ربیع الاوّل
۶۵۰ھ قیام کی مدت ہے۔ دہلی سے متصل غیاث پور میں قیام کیا ہے۔ عسرت
سے دن گزر رہے ہیں۔ ایک مجذوب کی دُعا سے دن بدل گئے ہیں اور
توحات کا دروازہ کھُل گیا ہے۔ تاریخ وفات ۲۵ ۔۔ ہے۔ جو لوگ ان
سے عقیدت رکھتے ہیں وہ اپنے نام کے بعد نظامی لکھتے ہیں۔

امیر خسرو

ان کے مرید اور خلیفہ ہیں ۶۵۱ھ قصبہ پٹیالی میں پیدا ہوئے
ہیں۔ سلطان جلال الدین خلجی کے دربار سے منسلک رہے
ہیں۔ علاؤالدین خلجی بھی ان کا قدر دان رہا ہے۔ یہ فارسی اُردو اور عربی میں
مہارت رکھتے ہیں۔ اور ان زبانوں میں ان کا کلام ایک خاص شہرت کا حامل ہے
امیر خسرو کوئی بیالیس سال کی عمر میں نظام الدین اولیاؒ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے،
اور ایک رُباعی کہی ہے ؎

تو آن شاہے کہ بر ایوان قصرت
کبوتر گر نشیند باز گردد
غریبے مستمند بر در آید
بباید اندرون یا باز گردد

Marfat.com

خواجہ نظام الدین نے اندر سے جواب کہلا بھجوایا ہے۔

بیامد اندروں مرد حقیقت

کہ با مایک نفس ہم راز گردد

اگر ابلہ بود آن مرد نادان

ازاں راہے کہ آمد باز گردد!

امیر خسرو کہیں باہر سے آرہے ہیں کہ ایک غریب آدمی دہلی کے راستہ سے آتا ہوا ملا ہے۔ دوسرے حالات کے ساتھ بتایا: میں نظام الدین اولیاء سے بھی ملا ہوں۔ انہوں نے مجھے خیرات میں یہ اپنا پرانا جوتا دیا ہے۔ امیر خسرو نے کچھ زر نقد دے کر جوتا اس سے لے لیا ہے۔ یار لوگوں نے کہا ہے۔ امیر خسرو کو جوتے کی خوشبو آگئی اور اسے ۵ لاکھ ٹنکہ دے کر خرید لیا ہے جو اسے بادشاہ نے ایک قصیدہ کے انعام میں دیا ہے۔ یہ ایک بڑے بلند پایہ شاعر ہوئے ہیں۔ ان کا ایک شعر ہے ۔

کھیر پکائی جتن سے چرخہ دیا جلا

آیا کتا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا

انانیت شیخ

تذکرہ نگاروں نے بزرگوں کی تصویر کشی میں ایسے ابہام پیدا کیے ہیں جن سے تعریف کی بجائے انانیت شیخ کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جناب خلیق احمد نظامی جو علی گڑھ میں پروفیسر رہے ہیں اور مشائخ چشت کے مصنف گرامی ہیں لکھتے ہیں:

مولانا برہان الدین غریب کبر سنی اور ضعف کی وجہ سے اپنی کملی کی دو تہہ کر کے اس پر بیٹھتے ہیں۔ ایک دن کچھ لوگوں نے حضرت محبوب الٰہی سے

Marfat.com

کہا کہ مولانا برہان سجادہ مشیخت پر بیٹھ کر اپنے آپ کو افضل اور برتر سمجھتے ہیں۔ سلطان المشائخ یہ سن کر بے حد رنجیدہ ہوئے اور جب برہان الدین ان سے ملنے آئے تو ان سے نہ بولے۔ برہان الدین قدم بوسی کے بعد جماعت خانہ میں جا بیٹھے۔ اقبال خادم خاص نے آکر کہا کہ شیخ کا فرمان ہے کہ تم فوراً لوٹ جاؤ اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ یہ فرمان سن کر برہان غریب کے پاؤں کے نیچے کی زمین نکل گئی۔ گھر جا کر گریہ وزاری کرنے لگے۔ اس درد سے روتے تھے کہ جو ملنے جاتا وہ بھی رونے لگتا۔ امیر خسرو ان کے دوست ہیں۔ ان سے یہ حالت نہ دیکھی گئی۔ شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ برہان الدین غریب آپ کے مرید صادق ہیں۔ آپ اس درجہ ضعیف ہو گئے ہیں کہ بورے پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ان کے دونوں پاؤں میں سخت درد رہتا ہے۔ اور اس زحمت کو دور کرنے کے لیے ناچار اپنی کملی نیچے ڈال لیتے ہیں۔ ہر چند امیر خسرو نے سفارش کی۔ شیخ نے قبول نہ فرمائی۔ آخر کار ایک دن امیر خسرو نے اپنی گردن میں پگڑی ڈالی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ مؤدب کھڑے ہو گئے ہیں۔ شیخ نے پوچھا ترک کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا برہان الدین کے جرم کی معافی! شیخ نے مسکرا کر فرمایا۔ اچھا انہیں بلاؤ۔ برہان الدین نے بھی آکر اسی طرح معافی مانگی۔ شیخ نے معاف کرنے کے بعد انہیں دوبارہ بیعت کیا۔

(مشائخ چشت بحوالہ سیر الاولیاء)

بغاوت کا جُرم

بغداد ۲۱۰ھ محمد ابراہیم عباسی بغاوت کے جرم میں ماخوذ ہو کر مامون رشید کے پیش ہوئے۔ ارکان سلطنت نے قتل کا مشورہ دیا۔ وزیر اعظم احمد بن ابی خالد نے معاف کرنے کی سفارش کی

Marfat.com

ہے اور کہا ہے کہ بغاوت کے جرم میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ قتل کا حکم ہوا
اگر آپ معاف کر دیں گے تو آپ کی فیاضی کی نظیر پچھلی تاریخوں میں بھی کوئی نہیں
دکھا سکے گا۔ امیرالمومنین مامون رشید نے صرف معاف نہیں کیا بلکہ خدا کا شکر بھی
ادا کیا ہے کہ اس نے جرم کی معافی میں وسعت قلب عطا فرمائی ہے۔

ایک پیر کا اپنے مرید کو بیعت سے خارج کر دینا بادشاہ کے شہر بدر کرنے
یا قتل کا حکم دینے کے برابر ہے۔

خانقاہی زندگی میں حسد و رقابت اور شاہی مزاج کی یہ رنگینیاں کیوں پیدا ہوئیں؟

دہلی کے گرد و نواح میں مسلم بادشاہوں نے اپنی سلطنت قائم کر لی ہے۔
مسلمان طبقہ خوش حال ہوا۔ فقیروں میں بھی نئے پر و بال نکل آئے ہیں۔ خانقاہوں
میں فتوحات کا یہ عالم ہے کہ فقیر کا گھر شاہی لنگر خانہ بن گیا ہے۔

اصحاب صفہ

درویش کہتا ہے مولانا برہان الدین غریب اصحاب صفہ کے زمرہ میں آتے ہیں اور یہ وہ لوگ تھے جو مسجد میں ڈیرہ ڈالے رہتے تھے اور ذکر و فکر کے علاوہ ارشادات نبوی ان کا مشغلہ تھا۔ دنیا کی رنگا رنگ مصروفیات کو چھوڑ کر اللہ سے لو لگا بیٹھے ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ بھی ان کے خیال میں ہے۔ اپنے پیغمبر کو ہر لمحہ و ہر آن ان کی پاسداری خاطر کو کہتے ہیں۔

فاضل مصنف نے مولانا برہان الدین غریب کے خلاف ایسی کارروائی کو حسد و رقابت کا نتیجہ سمجھا ہے۔ ایسی کانا پھوسی پر کسی بزرگ کا اپنے مرید سے

Marfat.com

خفا ہو کر اسے بیعت سے خارج کر دینا بادشاہ کے شہر بدر کر دینے کے مترادف ہے! ہمارے نزدیک اس کی نسبت حضرت نظام الدین اولیاؒ رحمت اللہ علیہ کی طرف کرنا بڑا بعید از قیاس امر ہے۔ اور اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ بشریت کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔

حسد و رقابت

ہماری اسلامی تاریخ کا ایک بڑا حصہ ہے۔ جن مسلمانوں نے ایک کمان میں رہ کر شام و مصر کو لتاڑا عراق و ایران کو روند ڈالا ہے جب تعمیر قوم کا وقت آیا تو ایک گول میز کانفرنس میں اکٹھے بیٹھ کر چائے نہ پی سکے۔ دور حاضر میں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تخریب کاری میں مفتی و نورانی کی سوچ ایک ہے۔ تعمیر و اصلاح میں ان کی راہیں جُدا جُدا ہیں۔

عبداللہ بن سعید بن ثابت کہتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ عمار بن یاسر اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب کے درمیان تلخ کلامی ہوئی۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے دونوں کو سزا دی۔ جب مدینہ میں حضرت عثمانؓ پر حملہ ہوا تو یہ دونوں اس میں شریک تھے کیونکہ اس وقت ان کا مقصد ایک تھا (حضرت عثمان شہید)

مؤلفہ محمد بن یحیٰی بن ابی بکر مکی

ترجمہ کوکب شادانی، ناشر نفیس اکیڈمی کراچی

Marfat.com

میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

ان کے جدِ اعلیٰ افغانستان سے اسلامی فتوحات کے زمانہ میں ہندوستان آکر بمقام دیپالپور........ آباد ہوئے ہیں اور ازاں بعد لاہور کے نزدیک قصور آ گئے ہیں۔

حیاتِ جاوید۔ ملک حسن علی نے ۱۹۲۳ء میں علی گڑھ کالج سے بی اے کیا ہے اور شرقپور کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب "حیات جاوید" کے نام سے سوانح حیات میاں شیر محمد لکھی ہے جو ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہے۔ میاں شیر محمد کی تاریخ پیدائش ۱۸۶۲ء وفات ۱۹۲۸ء ہے۔ اس اعتبار سے ملک حسن علی میاں شیر محمد کے بعض واقعات میں ایک عینی شاہد بھی ہیں۔ انہوں نے کتاب میں ایک شجرہ دیا ہے جس میں کئی پشتوں تک اس خاندان کو حافظ القرآن دکھایا ہے۔ میاں شیر محمد اور ان کے والد عزیز الدین حافظ نہ تھے لیکن میاں شیر محمد کے حقیقی چچا حمید الدین حافظ تھے۔ اب شجرہ پر ایک نظر ڈالیے۔

حافظ حمید الدین بن حافظ محمد حسین بن حافظ محمد عمر بن حافظ صالح محمد بن حافظ محمد بن ہاشم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین!

افسوس ہے کہ ہم سات پشتوں سے میاں شیر محمد کے خاندان کو حافظ نہیں دکھا سکے ایک دو نمبر کی کمی رہ گئی ہے، لیکن بایں ہمہ یہ اعزاز کسی دوسرے بزرگ میں ہمیں نظر نہیں آیا۔

Marfat.com

فنِ خوش نویسی

ملک حسن، حیاتِ جاوید میں رقمطراز ہیں۔ فنِ خوشنویسی اس خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ چلی آرہی ہے ان کے جدِ اعلیٰ صالح محمد خوش نویس تھے اور کتابت کرتے تھے۔

میاں شیر محمدؒ کے بارے لکھا ہے۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد آپ نے فنِ کتابت اور نقاشی میں اس قدر مشق کی کہ بڑے بڑے کاتب، خوش نویس اور نقاش آپ کے قطعات مکتوبات اور بیاض دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ کئی قلمی قرآن مجیدوں کو جن کے اول اور آخر بوسیدہ ہوگئے تھے آپ نے ان کو اپنے قلم سے دوبارہ مکمل کر دیا۔ ایک بیاض اور کئی قطعات اپنی یادگار میں چھوڑ گئے ہیں۔

تعلیمی استعداد

کے بارے کہا ہے۔ پرائمری سے آگے نہیں پڑھے اور مدرسہ چھوڑ دیا ہے۔ البتہ ذکر و اذکار میں طبیعت زیادہ راغب ہے! اپنے چچا حمید الدین سے فارسی کی چند کتابیں پڑھی ہیں جس سے اردو اور فارسی پڑھنے کی استعداد پیدا ہوگئی ہے۔ ان کے تعلیمی استفادہ کا زیادہ ذریعہ اُردو کتب تھیں۔ ملک حسن کہتے ہیں ہمیشہ پنجابی بولتے تھے لیکن وفات سے کوئی پندرہ سولہ دن پہلے اُردو بولنا شروع کر دیا، اور پھر مرض کے دوران میں بھی اُردو بولتے تھے۔

مادر زاد ولی

والد صاحب ان کو ذاتی خرچ کے لیے دس روپے ماہوار دیتے تھے جسے وہ سخاوت میں اڑا دیتے ہیں اور بازار کے اکثر مقروض رہتے ہیں۔ والد جب گھر آتے ہیں۔ ان کا قرض ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

ایک دفعہ والد صاحب اس شاہ خرچی پر ناراض ہوئے، کتابت کی غرض سے لاہور آگئے لیکن بے نیل و مرام واپس پلٹے۔

ملک حسن علی کے الفاظ میں: "جب مسجد طلائی کے نیچے پہنچے تو ہاتف غیبی نے آواز دی ایاك نعبد و ایاك نستعین بھول گیا۔ اس جگہ سے آپ واپس آگئے ہیں۔"

حسن علی کو دعویٰ ہے کہ انہوں نے سب واقعات مستند درج کتاب کیے ہیں۔ اس کی سند کے وہی ذمہ دار ہیں۔ ہمارے نزدیک ایاك نعبد و ایاك نستعین روزگار کے بارے متعارض نہیں ہے اور نہ ولی اور مجذوب کا کوئی فعل دوسرے کے لیے دلیل کا درجہ رکھتا ہے۔ باپ بیٹے کی اس لاابالی پر پریشان ہے۔ ملک حسن آگے لکھتے ہیں: علاقہ حصار کے ایک فقیر کا ادھر گزر ہوا۔ انہوں نے ان کے والد کو کہا، چالیس سال کی عمر میں ان کو عروج حاصل ہوگا۔ یہ مادر زاد ولی ہیں اس سے ان کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا ہے۔

ان کے والد محکمہ ویکسی نیشن میں ملازم تھے۔ ملازمت کے دوران قصبہ بھوپالی ضلع حصار میں وفات پائی ہے اور وہیں دفن ہوئے ہیں۔ ملک حسن کہتے ہیں آپ کو وفات پائے قریباً تیس سال گزر چکے ہیں۔ اس حساب سے ان کی تاریخ وفات کوئی ۱۸۹۹ء ہے۔ ان کے چچا حمید الدین ۲۴ اپریل ۱۹۱۵ء میں فوت ہوئے ہیں۔

حافظ غلام رسول حافظ صالح محمد کے دوسرے لڑکے ہیں جو میاں نثیر محمد کے پردادا حافظ محمد عمر کے حقیقی بھائی ہیں۔

Marfat.com

ملک حسن کی روایت کے مطابق ۱۸۵۹ء کے بعد جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دوبارہ قصور پر حملہ کیا تو اکثر لوگوں نے شہر چھوڑ دیا ہے۔ ان ایام میں حافظ غلام رسول حجرہ شاہ مقیم چلے گئے ہیں۔ مسجد میں قطب الدین سجادہ نشین کے دو صاحبزادے تختی لکھ رہے ہیں۔ حافظ غلام رسول نے جو ایک خوشنویس بھی تھے۔ بچوں کی تختی پر کچھ مشق کے لیے لکھ دیا ہے جب لڑکوں نے اپنے والد کو تختی دکھائی تو مسجد میں ان کی موجودگی کا علم ہوا، چنانچہ ان کو اپنا مہمان بنالیا ہے زیادہ دن نہیں گزرے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس طرف کا رخ کیا، تو حافظ غلام رسول شرق پور آگئے ہیں۔

حافظ، مولوی اور خوشنویس ہونے کی وجہ سے ان کو اس جگہ پذیرائی حاصل ہوتی ہے اور ایک جگہ مسجد کی بنیاد رکھ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اپنی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے صرف ایک لڑکی ہے۔ اس کی شادی بھائی محمد عمر کے لڑکے محمد حسین سے کر دی ہے اور انہیں قصور سے شرقپور اپنے پاس بلالیا ہے جو حافظ اور عالم ہیں۔ مسجد کا انتظام ان کو سپرد کر کے ۵ جنوری ۱۸۶۴ء وفات پا جاتے ہیں۔

محمد حسین کے بڑے صاحبزادہ عزیز الدین ہیں۔ ان کے گھر بچہ پیدا ہو چکا ہے۔ مولوی غلام رسول نے وفات کے وقت اپنے نواسہ کے بیٹے کو چھاتی پر لٹا کر پیار کیا ہے، جو بڑا ہو کر میاں شیر محمد کہلایا ہے۔ اس وقت ان کی عمر کوئی سال بھر کی ہوگی۔

حافظ حمید الدین، حافظ محمد حسین کے دوسرے صاحبزادہ ہیں جو حافظ

Marfat.com

اور عالم دین ہیں ۔ اپنے والد کی وفات کے بعد مسجد کا انتظام سنبھال لیتے ہیں ۔ ملک حسن نے حافظ محمد حسین کی تاریخ وفات نہیں دی ۔ حافظ حمید الدین نے ۲۴ اپریل ۱۹۱۵ء کو وفات پائی ہے ، تو میاں شیر محمد مسجد کے متولی قرار پائے ہیں ۔ اس وقت ان کی عمر ۵۲ سال ہوگی ۔ کوئی بارہ سال مسجد کی خطابت کے بعد ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء / ۳ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ وفات پاگئے ہیں ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وفات کے چند روز پہلے اپنے بھائی میاں غلام اللہ کو بلایا اور وصیت کی کہ جمعہ کی نماز خود پڑھانا ۔ باقی نمازیں اور مسجد کا انتظام میاں ابراہیم اور حاجی عبدالرحمٰن کے سپرد کردینا ۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ وقتاً فوقتاً مسجد میں جاکر نماز پڑھانا اور اس کے ساتھ تلقین وارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی " میاں غلام اللہ طبیب ہیں ۔

میاں غلام اللہ ان کے تین صاحبزادے ہیں ۔ ایک کوئی اولاد چھوڑے بغیر فوت ہوگئے ہیں ۔ دوسرے اور تیسرے غلام احمد اور جمیل احمد علی الترتیب ہیں ۔ میاں غلام احمد کے تین لڑکے ہیں ۔ رؤف ، مرغوب اور ابوبکر ۔

میاں جمیل احمد ان کے صاحبزادے خلیل ، سعید اور جلیل ہیں ، چوتھے لڑکے غلام نقشبند فوت ہوچکے ہیں ۔

میاں شیر محمد کی اپنی اولاد ان کے گھر دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں ۔ دونوں لڑکے اور دو لڑکیاں چھوٹی عمر ہی میں وفات پاگئے ہیں ۔ ایک لڑکی فاطمہ نامی جوان ہوئی ہے ، جس کی انہوں نے شادی کی ہے ، لیکن اس کا زیادہ وقت اپنے والد کے ساتھ گزرا ہے ۔ میاں صاحب

Marfat.com

کو ان کے ساتھ بڑا قلبی لگاؤ تھا۔ جب انہوں نے ۱۳۴۳ھ میں انتقال فرمایا، تو میاں صاحب کو شدید صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کی وفات کے تقریباً چار برس بعد میاں صاحب انتقال کر جاتے ہیں۔ مسماۃ فاطمہ سے بھی کوئی اولاد نہیں ہے میاں شیر محمدؒ کی خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمارے چک کے منبردار چودھری شہاب الدین کے بڑے لڑکے عبدالمجید میاں جمیل احمد کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے ہیں۔

پچھلے دنوں میاں جمیل احمد ہمارے چک آئے۔ درویش ان کی زیارت سے شرف یاب ہوا۔ بزرگ آدمی ہیں۔ مرید پر بھی ان کی بزرگی کا اثر ہے۔

مولانا غلام محمدؒ رند بلوچ اکبانہ بانی سلسلہ دین پور شریف تحصیل خانپور

"حضرت کے سوانحی خدوخال اور زندگی کے نقوش ایک فرد کی زندگی کا خاکہ نہیں بلکہ اپنے دور کی ایک صد سالہ تاریخ ہے جس میں ملک و ملت شریعت و طریقت علم معرفت، تنظیم و اصلاح سب کچھ موجود ہے۔

یہ دور کسی ایک فرد کا نہیں ہے۔ شخصیات پرستی کا زمانہ بیت چکا ہے اور وقت نے اپنے انداز بدل لیے ہیں۔ تاریخ کا تیز رو دھارا اب افراد سے گذر کر اجتماعیت کی طرف آگیا ہے کوئی فرد غیر فانی نہیں اور نہ کوئی ہستی ضروری ہے قوم اور اجتماعیت سب کچھ ہے۔ اب کوئی بڑا آدمی اس لیے بڑا نہیں ہے کہ وہ کسی بڑے خاندان کا فرد ہے یا کسی بڑے باپ کا بیٹا ہے۔ تاریخ اس سے بڑے بن کے لیے خدمات اور کارنامے طلب کرتی ہے جو اس نے اپنی زندگی میں اجتماعیت اور انسانیت کے لیے انجام دیئے ہیں اور یہی ایک ترازو ہے جس کے پلڑے

Marfat.com

ہیں وقت کے بڑے امراء اور قاہر ہلکے رہ جاتے ہیں اور کوئی بوریانشین درویش تاریخ کے اس میزان کو جھکا دیتا ہے"۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو مولانا غلام محمد کے پوتے خلیل احمد ابن عبدالہادی نے اپنی کتاب ید بیضا میں بطور تمہید تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا غلام محمد دین پوری

تاریخ پیدائش ۱۸۳۵ء / ۱۲۵۱ھ وفات ۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء / ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ ہے۔ عمر تقریباً ایک سو سال۔

والد گرامی سردار نور محمد خان اکبانہ بلوچ ضلع جھنگ

خلیل احمد کہتے ہیں ضلع جھنگ میں دریائے جہلم کے کنارے ایک وسیع علاقہ میں یہ قوم آباد ہے۔ اکبانہ بلوچ رند بلوچ کی ایک شاخ ہے۔

نور محمد کی دو بیویوں سے اولاد ہے۔ پہلی بیوی سے محمد اسماعیل بڑے صاحبزادہ ہیں۔ مزارعین سے بٹائی کے موقعہ پر والد گرامی ناراض ہو کر گھر سے نکل پڑے۔ چھوٹی بیوی اور اس کی اولاد کو ہمراہ لے کر سندھ کا راستہ پکڑا۔ بیٹے کے معافی مانگنے پر غصہ نہ چھوڑا۔ راستہ میں ٹبی کورائیاں علاقہ رحیم یار خاں میں پہنچ کر وفات پا گئے ہیں۔ ٹبی کوراتیاں بھی رند بلوچوں کی بستی ہے۔

بیوہ نے وہیں ٹھہر کر محنت مزدوری سے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالا ہے۔ خلیل احمد نے اپنی پردادی کی مشکلات کا بڑے درد انگیز انداز میں ذکر کیا ہے۔ بعض اوقات خاوند کی غلطی کا خمیازہ بیوی کو بھگتنا پڑتا ہے لیکن یہ حسن اتفاق ہے کہ اس کا لڑکا بڑا ہو کر صاحب ولائت ہوا ہے اور اچھی شہرت پائی ہے اور اس سے ماں کا غم غلط ہو گیا ہے۔

غلام محمد کی شادی برادری میں جھنگ کے ایک آدمی محمد خان کی لڑکی غلام فاطمہ

Marfat.com

سے ہوئی جو بڑی نیک اور مرد دلیر عورت تھی اس نے اپنے شوہر نامدار کا پوری مستعدی سے ساتھ دیا ہے اور اس سلسلہ میں مشکلات کا بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی اپنی جوان جہان لڑکی کو ان کے پاس چھوڑ کر کابل چلے گئے ہیں اور وہ بزعم خود برطانوی حکومت کا تختہ الٹنے کی سوچ رہے ہیں۔ حکومت برطانیہ نے ان کے شوہر کو گرفتار کر کے لڑکی کو مانگا ہے اور کچھ مراعات دینے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن مائی صاحبہ نے اپنی پناہ میں آنے والی لڑکی کو دشمنوں کے حوالہ کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے اور مر کر جان دینے پر اتر آئی ہیں۔ جب کہ فقیر کے عقیدت مند لڑکی کو داؤ پر لگانے کے لیے رضامند ہیں جب مائی ام مساکین کا انتقال ۱۹۱۸ء میں ہوا، تو حضرت غلام محمد دین پوری نے ۱۹۱۹ء بعمر ۸۴ سال اس غریب الدیار ۲۰ سالہ لڑکی سے اپنے شبستان حرم میں دیا جلایا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی ۱۹۱۵ء برطانوی حکومت کی طرف سے وارنٹ جاری ہونے کے بعد کابل چلے گئے ہیں۔ ۱۹۳۹ء کو وطن واپس آئے ہیں تو ۱۹۴۴ء کو وفات پا جانے میں دین پور شریف میں مدفون ہیں! ایک بالشت اونچائی کے ساتھ قبر ہے۔

غلام فاطمہ کو ام مساکین اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا درویشوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک تھا۔ جو اس خانقاہی زندگی کو اختیار کر چکے ہیں۔ حکومت برطانوی کی مخالفت کا دین پور بڑا گڑھ رہا ہے اور ہر قسم کی مشکلات، انقلاب قیادت کی خاطر برداشت کی ہیں اور حریت پسند طبقے سے بڑی داد پائی ہے۔ مولانا غلام محمد رند بلوچ ہونے کے ناطہ ایک جنگ جو سپاہی تھے اور اپنے ذکر و فکر کے اعتبار سے اولیاء اللہ کے زمرہ میں آتے ہیں اور ان سے سلسلہ ولایت جاری ہوا ہے۔ عبدالہادی اپنے وقت کے بزرگ گزرے ہیں۔ مولانا عبداللہ

Marfat.com

درخواستی ان کے خلیفہ اُن کی ولایت پر زندہ نشانی موجود ہیں ۔
۴، ۵۔ اپریل عبدالہادی اور ریاست کے ولی عہد صادق محمد خاں خامس کی تاریخ پیدائش ایک ہے۔ ریاست میں قانون تھا کہ جس دن ولی عہد پیدا ہو۔ ۱۳۵۱ھ۔ دوسرے پیدا ہونے والے لڑکے کو سرکار وظیفہ دیتی تھی، چنانچہ عبدالہادی کا بھی حکومت کی طرف سے وظیفہ مقرر ہوا ہے۔ ید بیضا مولانا احمد علی لاہوری حضرت مولانا غلام محمد دین پوری کے مرید اور خلیفہ تھے ۔

مولانا محمد عبداللہ درخواستی

ماہ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ بروز جمعہ اپنے آبائی گاؤں درخواست تحصیل خانپور میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے والد حافظ محمود الدین خود حافظ تھے ۔انہوں نے اپنے بچہ کو نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرا دیا ہے۔ عربی کتب کی تعلیم مولانا قادر بخش ملک پوری سے حاصل کی ہے اور دورہ حدیث کی تکمیل دین پور میں شیخ الحدیث مولانا غلام صدیق سے کی ہے اور دستار بندی کی رسم دین پور شریف کے بزرگ مولانا غلام محمد نے اپنے ہاتھ سے ادا کی ہے۔ تعلیم کے بعد قریہ درخواست میں مخزن العلوم کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا ہے جہاں درس نظامی اور دورۂ حدیث کا مکمل انتظام تھا بعد میں اس مدرسہ کو قریہ درخواست سے خانپور منتقل کر دیا ہے۔ یہ مدرسہ آپ کی توجہ سے اس وقت پاکستان کی مثالی درس گاہ ہے۔ اس وقت پاکستان اور بیرون ملک بھارت، بنگلہ دیش، افغانستان، ایران، عراق، جزائر شرق الہند، برما اور رنگون میں آپ کے شاگرد موجود ہیں اور کئی مدارس عربی آپ کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔
آپ کا سیاسی تعلق جمعیۃ اسلام سے ہے اور مولانا احمد علی لاہوری متوفی ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کے بعد اس کے امیر مقرر ہوئے ہیں۔ طریقہ قادریہ میں آپ کو مولانا عبدالہادی سجادہ نشین دین پور سے اجازت و خلافت حاصل ہے ۔ جماعت کی امارت ابھی تک باقی ہے۔ یہ کوائف مولانا خلیل احمد رند بلوچ ابن شیخ عبدالہادی کی کتاب ید بیضا سے

Marfat.com

لیے گئے ہیں۔ ہمارے چک کے زمیندار چوہدری محمد انور چیمہ ان کے مرید اور خاصے عقیدت مند ہیں۔

شجرہ خلافت

بحوالہ ید بیضا ان کا شجرہ خلافت کچھ اس طرح ہے

(۱) مولانا محمد عبداللہ درخواستی خانپور
(۲) " عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ دین پور شریف
(۳) " غلام محمدؐ " " "
(۴) " حافظ محمد صدیق " بھرچونڈی شریف
(۵) " شاہ حسن جیلانی " سوئی شریف
(۶) " سید محمد راشد "
(۷) مولانا سید محمدؐ بقا رحمۃ اللہ علیہ درگاہ شریف
(۸) " " عبدالقادر " پیر کوٹ سدھانہ
(۹) " " محمد صالح " اوچ شریف
(۱۰) " " شمس الدین ثانی " "
(۱۱) " " حامد گنج بخش ثانی " "
(۱۲) " " عبدالقادر رابع " "
(۱۳) " " عبدالقادر ثالث " "
(۱۴) " " حامد گنج بخش اول " "
(۱۵) " " عبدالرزاق " "
(۱۶) " " عبدالقادر ثانی " "
(۱۷) " " محمد غوث گیلانی " "

Marfat.com

(۱۸) " " شیخ شمس الدین جیلانی " حلب شریف

(۱۹) " " شاہ میر " "

(۲۰) " " علی " "

(۲۱) " " مسعود " "

(۲۲) " " ابو العباس احمد " "

(۲۳) " " صفی الدین صوفی " بغداد

(۲۴) " " عبدالوہاب بن شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی بغداد

ڈاکٹر محمد طاہر مولانا معروف بہ طاہر القادری

یہ جھنگ صدر ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء ڈاکٹر فریدالدین قادری کے گھر پیدا ہوئے، ان کے والد گرامی ایک عالم دین ہونے کے ساتھ حکیم حاذق بھی تھے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۱۸ء وفات ۲ نومبر ۱۹۷۴ء ہے۔ طاہر بھی ۱۶ سال کی عمر میں سید طاہر علاؤالدین گیلانی کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے ہیں۔ بزرگان دین کی صحبت کا ورثہ والد گرامی سے پایا ہے۔ اور اصلاح معاشرہ کا فکر بھی ان کو وراثت میں ملا ہے۔

تعلیم کا آغاز اور ملازمت

مقامی اسکول سے میٹرک کیا ہے۔ ایم اے اسلامیات میں پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے ہیں اور اس کے بعد ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا ہے۔ اسلامک لاء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری ۱۹۸۶ء میں پائی ہے۔ ۱۹۷۴ء میں پبلک سروس کمیشن میں کامیاب ہو کر گورنمنٹ

Marfat.com

کالج عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں اسلامیات کے لیکچرار مقرر ہوتے ہیں۔ والدہ اکتوبر ۱۹۶۸ء وفات ہوگئیں، والد گرامی قدر ۲ نومبر ۱۹۷۴ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال طاہر پر آپڑی ہے۔ جھنگ یا اس کے گردونواح میں تبادلہ کی کوشش کی ہے لیکن کامیابی نہیں ہوئی! ملازمت کو خیرباد کہہ کر جھنگ ڈسٹرکٹ کورٹ میں پریکٹس شروع کردی ہے چونکہ وہ تبادلہ میں کامیاب نہیں ہوئے ان کو استعفیٰ دینا پڑا ہے۔ اس سے ایک درد و ابھار دل میں پیدا ہوا ہے وکیلوں کی معیت میں "محاذ حریت" کھول دیا ہے۔ نام ہی سیاسی دباؤ کو ظاہر کرتا ہے۔ ارباب تعلیم نے تلافی مافات میں ان کو دوبارہ ملازمت میں لے لیا ہے اور لاء کالج لاہور میں لیکچرار مقرر کردیا ہے اور دوسرے کئی ایک اداروں میں ان کو نامزد کیا ہے اور یہ مستقل طور پر جھنگ سے لاہور منتقل ہوگئے ہیں یہاں جھنگ کی بجائے میدان زیادہ وسیع تھا۔ ایک مسجد میں قرآن کا درس دینے میں تو دوسری مسجد میں جمعہ کا خطبہ انکو ایک وسیع تعارف حاصل ہوگیا ہے اور ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو ادارہ منہاج القرآن کی بنیاد رکھ دی اور ایک بڑے آفس اور لائبریری کی عمارت بنا ڈالی اور اس کے ساتھ ایک مسجد ہے۔ مسجد جس کی بنیاد ان کے پیرومرشد سید طاہر علاؤالدین قادری نے رکھی ہے اور زیر مسجد ایک مدرسہ جامعہ اسلامیہ قائم کیا ہے جس میں دوسرے اساتذہ کے ساتھ خود بھی ہفتہ اور بدھ کے روز بوقت گیارہ بجے دن ۴۰ منٹ کا درس دیتے ہیں۔ بورڈنگ بھی جدید طرز پر خاصہ نفیس ہے۔ لڑکے صاف ستھرے ماحول میں ایک دینی مزاج میں تعلیم و تربیت پا رہے ہیں۔ ۶ دسمبر ۱۹۸۶ء ان کے جماعت خانہ میں بیٹھ کر ان کا درس سنا ہے۔ حدیث شریف کی ایک کتاب الشفار کے ابتدائی کلمات سبق کا موضوع تھے۔ ظاہر و باطن کی تشریح میں کہا وہ اپنی صفات کی وجہ سے ظاہر ہے اور اپنی ذات کے اعتبار سے باطن ہے۔

وہ چیز دیکھی جا سکتی ہے جو آنکھ سے الگ ہو۔ خدا کی ذات اور آنکھ میں کوئی بعد

Marfat.com

نہیں ہے۔ اس لیے آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ وہ غائب عدم وجود کے اعتبار سے نہیں بلکہ علوِ مرتبت کی بنا پر ہے۔ ظاہراً و باطناً ۔ واؤ حرفِ عطف کے بارے کہا۔ موصوف کی صفت کبھی حرفِ عطف سے آتی ہے اور کبھی اس کے بغیر دونوں کا فرق بڑے عالمانہ انداز میں بیان کیا ہے وہ پندرہ منٹ لیٹ آئے ہیں، لیکن اس کا اثر طلبہ پر نہیں پڑنے دیا بسبق کو اس کا پُورا وقت دے دیا ہے۔ جماعت خانہ سے نکلتے ہوئے انہوں نے ہم دو آدمیوں کی موجُودگی کا نوٹس نہیں لیا۔ یہ ان کے پروگراموں کی ترتیب کا اثر ہے۔ وہ نئے قلعے تیار کر رہے ہیں۔ پُرانے کھنڈروں پر کیا نگاہ ڈالیں گے ؟

یہ دیکھ کر خُوشی ہوئی ہے کہ طاہر ایک تدریسی تجربہ رکھتے ہیں۔ ایک لڑکے نے عربی عبارت پڑھی ہے۔ دُوسرے کو اس کا ترجمہ بیان کرنے کو کہا ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ طلبہ سبق سے پہلے اس کا مطالعہ کریں گے۔ پورے سبق میں موضوع سے باہر نہیں گئے فرقہ وارانہ کوئی ایک بات نہیں کہی ! اور یہ بات ہماری مذہبی پیشوائی میں مفقود ہے۔

طاہر ———— " مسلکانہ بنیادوں پر ہونے والی جدو جہد کا ایک انتہائی افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ایسی جماعتیں ہمہ وقت ایک دُوسرے کے خلاف برسرِپیکار رہتی ہیں۔ ایک دُوسرے کے عقائد پر طعن و تشنیع اور جارحانہ تنقید و تنقیص ان جماعتوں کا تنظیمی اور جماعتی مقصد بن کر رہ گیا ہے۔ یہ جماعتیں اپنے وجود کی بقا کا ضامن بھی اسی طرزِ عمل کو سمجھتی ہیں۔ اس افسوسناک رویّہ کا نتیجہ ملّتِ اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں "

درویش کہتا ہے :" كل مولود يولد على فطرة السلام" طاہر اس کی صحیح تعبیر ہے۔

ا۔ کعب بن لوئی نے یوم العروبہ جمعہ کے دن کو قومی اجتماع کا دن مقرر کیا ہے اور اس میں لوگوں کو اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔

Marfat.com

۲۔ صرمہ بن انس (بنی عدی بن نجار) زمانہ جہالت میں غسل جنابت کرتے ہیں حائضہ کے قریب نہیں جاتے! شراب اور نشہ کی ہر چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک عبادت گاہ بنائی ہے اس میں جنبی اور حائضہ کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ ان کے اشعار میں خدا کے وحدہ لا شریک ہونے کا یقین موجود ہے۔

الحمد للہ ربی لا شریک لہ
من لم یقلہا فنفسہ ظلما

۳۔ النابغۃ الجعدی (بنی عامر) جہالت کے زمانہ میں روزے رکھتے۔ استغفار کرتے تھے۔ توحید اور حیاۃ بعد الموت جزا سزا جنت اور دوزخ کا ذکر ان کے اشعار میں موجود ہے۔

۴۔ عرب کا مشہور شاعر لبید بن ربیعہ کہتا ہے۔

الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل
وکل نعیم لا محالۃ زائل

یہ شاعر دنیاوی نعمتوں کے زوال کا قائل ہے۔

۵۔ لقمان حکیم سے پوچھا حکمت از کجا آموختی؟ گفت از جاہلان!

"ان کی ہر ناپسند بات کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور عقلمندوں کا راستہ اپنایا ہے اسے ہی آپ لوگ حکمت و دانائی سے تعبیر کرتے ہیں۔" اسلامی عقائد کی بنیاد و اساس بھی انسانی فطرت کے ان داعیات پر ہے۔

طاھر نے اسی نقطہ نظر سے مسلم سوسائٹی پر ایک نگاہ ڈالی ہے اور وہ اس سے اخلاقی برائیوں کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

طاھر نے گھر پر صوفیانہ ماحول میں پرورش پائی ہے۔ ۱۲ سال کی عمر میں جب وہ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ والد بزرگوار کی معیت میں حج بیت اللہ سے

Marfat.com

مشرف ہوئے ہیں۔ مدینہ منورہ جاکر روضہ رسولؐ پر حاضری دی ہے اور اس کے بعد کالج کی تعلیم، گھر کی تربیت پر استوار ہوئی ہے۔ تب جاکر طاہر قدیم و جدید کا ایک حسین مجموعہ بن گئے ہیں! اس نونہال نے ماحول سے لڑنے کی ٹھان لی ہے۔

طاہر - جس قدر تنظیمیں اور جماعتیں خدمت اسلام کے حوالہ سے دنیائے اسلام

۱۔ میں اس وقت کام کر رہی ہے۔ ان کی نوعیت جزوی ہے کلی نہیں! ان ہر ایک کا طریقہ عمل ایک ہمہ گیر اسلامی انقلاب کی جدوجہد نہیں بلکہ ان کا دائرہ عمل دین کے کسی خاص گوشہ تک محدود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ دراز گزر جانے کے باوجود ایک ہمہ گیر اسلامی انقلاب کے نتائج حاصل نہیں ہو سکے، کیونکہ احیاء اسلام اور اتحاد ملت کا ایک انقلابی پروگرام ان کے پیش نظر نہیں چنانچہ اندریں حالات یہ ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ احیاء اسلام اور ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ایک تنظیم کا ہونا اشد ضروری ہے جو تمام گروہی فرقہ وارانہ اور علاقائی بنیادوں سے بلند ہو کر خالصتہً انقلابی طریق پر عالم اسلام کے مؤثر اتحاد پر کام کرے۔

۲۔ بین الاقوامی سطح پر مسلم کامن ویلتھ کا قیام ہمارا آخری مطمح نظر ہے جس میں تمام مسلم ممالک اپنے سارے وسائل آمدنی کو یکجا کر دیں اور اس سے ملت مسلمہ کے مسائل حل کیے جا سکیں!

۳۔ وہ اپنے رضا کاروں کی تنظیم کو کاروان اسلام کا نام دیتے ہیں۔

۴۔ اپنے جامعہ اسلامیہ کے طلبا کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ ذکر و فکر، نماز، تہجد، روزہ اور نوافل کے اہتمام کا ذکر بھی کرتے ہیں

۵۔ اپنے تعلیمی منصوبہ میں کہتے ہیں۔ جدید و قدیم علوم کو یکجا کر کے ایسے علماء و مبلغین پیدا کرنا ہے جو عصری تقاضوں کو سمجھ کر کام کر سکیں۔ وہ پرائمری سے میٹرک تک اور میٹرک سے چھ سالہ کورس مکمل کر کے ایم اے کے برابر لے جانا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

غالباً وہ ایم اے کے کورس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو مکمل کرائیں گے۔

طاہر دعوٰی کرتا ہے کہ ان کو تھوڑے عرصہ میں توقع سے بڑھ کر کامیابی ہوئی ہے۔

۶۔ ان کے رفقاء ۲۵ سے لے کر ۵ ہزار روپے تک ماہانہ عطیات دیتے ہیں اور ان کو اپنے منصوبہ جات کی تکمیل میں کبھی مالی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تصانیف اور کیسٹوں کی آمدنی ہزاروں تک پہنچ رہی ہے۔ اور یہ سب آمدنی ادارہ منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔

۷۔ اپنے گھریلو معاملات کی کفالت میں کہتے ہیں کہ جھنگ صدر کا سارا اثاثہ بیچ کر لاہور میں مکان خرید کیا ہے اور اپنے ذاتی وسائل سے پیدا ہونے والی آمدنی میں گزراوقات کر رہا ہوں۔ ادارہ منہاج القرآن کو کچھ دیتا ہوں۔ لیتا نہیں۔ اور یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ قومی سطح پر کام کرنے والے لوگوں کی زندگی ایک کھلی کتاب ہونی چاہیئے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ!
اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝

درویش کہتا ہے حضرت مولانا محمد طاہر القادری اطال اللہ عمرہٗ ادارہ منہاج القرآن کے بانی کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ مسلمان اکثریت مولویانہ جھگڑوں اور فرقہ پرستی کے تعصب سے آزاد ہونا چاہتی ہے۔ درویش کے تعلیمی پروگرام سے جناب طاہر صاحب کا تعلیمی فارمولا بہت میل کھاتا ہے

تاریخ ریاست بہاولپور جلد دوم مؤلفہ درویش میں تنظیم آئمہ مساجد کے بارے جو لکھا گیا ہے وہ ان کی توجہ کا مستحق ہے۔ جزوی سہی وہ ان کے وسیع پروگرام کی ایک کڑی تو ہے۔

Marfat.com

محمد طاہر القادری کے بیرون ملک دورے

ایران ۱۹۸۲ء

یورپ، ناروے (اوسلو) جولائی ۱۹۸۴ء

انگلستان ۱۹۸۵ء

متحدہ عرب امارات ابوظہبی دبئی شارجہ اور دیگر خلیجی ریاستیں } ۸۵، ۱۹۸۴ء

ڈنمارک، کوپن ہیگن ۲۵ جنوری ۱۹۸۶ء

امریکہ واشنگٹن نیویارک شکاگو اپریل ۱۹۸۶ء

اور بعض جگہ پر منہاج القرآن کی شاخیں قائم کی گئی ہیں۔

یہ سب کچھ ان کے تعارفی کتابچوں سے لیا گیا ہے۔

مرتبہ جاوید قادری ناظم نشر و اشاعت ادارہ منہاج القرآن ۳۶۵ ایم ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون نمبر ۸۵۲۹۲۲

آخر میں ان کے پی اے صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا بخل ہوگا۔ انہوں نے بڑی مستعدی سے یہ پمفلٹ درویش کو مہیا کئے ہیں۔

قومی ڈائجسٹ نومبر ۱۹۸۶ء

شاہدرہ ۹ دسمبر ۱۹۸۶ء مولانا طاہر کے بارے اپنا مضمون کاتب کے حوالے کر کے واپس انارکلی سے گزرا ایک بک سٹال سے مذکورہ پرچہ مل گیا ہے۔

اس میں بڑی تفصیل سے بعض موضوع آگئے ہیں۔ خاص طور پر یہ کہ طاہر نے دوران تعلیم سکول اور درس نظامی کی تکمیل میں خاصی محنت کی ہے۔ انٹرمیڈیٹ کے دو سالوں میں فیصل آباد کالج سے پڑھ کر جھنگ چلے جاتے ہیں اور اپنے والد سے دینی کتب کا درس لیتے

Marfat.com

ہیں۔ ان کے والد بریلوی مکتبۂ فکر کے علماء سے پڑھے ہیں اور صوفی مسلک اختیار کیا ہے لیکن بچہ کو بالکل ایک آزاد ماحول میں تربیت دی ہے۔ ہمارے صحافتی دوستوں نے طاہر صاحب کے اتفاق برادرز سے تعلقات کی کرید میں بڑی جاں افشانی دکھائی ہے اور طاہر صاحب بھی ان سے مالی معاونت کی نفی کو تکلف کی حد تک لے گئے ہیں اور اسے ایک اشکال کا درجہ دے دیا ہے۔

محمد شریف برادری کا مالی تعاون منہاج القرآن کے لیے حرام کا درجہ کیوں رکھتا ہے؟ ایسے دینی اداروں کی معاونت کسی کے لئے شجر ممنوع نہیں ہے۔

درویش کہتا ہے: منہاج القرآن کا قیام کوئی معجزہ یا کرامت نہیں، ان کی محنت کا ثمر ہے۔ ملک میں سینکڑوں ادارے اس شکل میں کام کر رہے ہیں اور ان میں سے ایک منہاج القرآن ہے۔ فرق صرف فرقہ پرستی سے بالاتر ہو کر ایک آزادانہ مسلک ہے جو اس وقت کا ایک بڑا تقاضہ ہے۔ اس انفرادیت میں ان کو ایک نمایاں کامیابی ہوئی ہے

درویش سمجھتا تھا کہ میرا مسلک دوسروں سے جداگانہ ہے لیکن طاہر مجھ سے گوے سبقت لے گئے ہیں۔ (فقط درویش)

خطّاط العصر

محمّد صدّیق الماس رقم

سیالکوٹ کے ایک گاؤں جاکے چیمہ میں ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوئے ان کے ایک عزیز مولوی محمد اعظم جو ایک خوش نویس تھے۔ انہوں نے روزنامہ زمیندار کے ہیڈ کاتب مولوی محبوب عالم کے سپرد کر دیا۔ روزنامہ زمیندار کا ایک بورڈ

Marfat.com

۱۹۸۶ء کو وفات پا جاتے ہیں۔

نظیر لدھیانوی نے تاریخ وفات کہی ہے:

ہاتف کی نظیرؔ آئی صدا لکھ دے یہ مصرع
ہے حُسن جہاں یوسف کنعان کتابت

ادارہ امروز نے ایک پورا میگزین ۲۴ صفحات پر مشتمل حافظ محمد یوسف نمبر شائع کیا ہے صرف ایک صفحہ کے علاوہ سب مرحوم حافظ یوسف کے بارے لوگوں کے تاثرات ہیں اور اس میں کوئی ایک اشتہار نہیں ہے۔ سارے کا سارا ان کے ملنے والوں کے غم کی عکاسی کرتا ہے۔

ہمارے کاتب محمد امین بٹ کو ان کے ساتھ پیشہ ورانہ گہری ہمدردی اور محبت ہے یہ ان کے فن کتابت میں بڑے مداح ہیں۔

"قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری"

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے فن میں کمال حاصل کرلیتا ہے تو وہ معاوضہ سے بے نیاز ہو کر اپنے فن کی حفاظت کرتا ہے۔

محمد امین بٹ نے تاریخ ریاست بہاولپور جو انہنے صفحات پر مشتمل ہے۔ لکھی ہے اور یہ کتاب ان کے فن کتابت پر ایک سند ہے کہ ان کی کتابت میں یکسانیت ہے اور جو لکھا ہے وہ ان کو اپنے فن کا امین ثابت کرتا ہے اور یہ ان کے اخلاق پر دلیل ہے کہ درویش کو سالہا سال سے اپنے دامن سے وابستہ کر رکھا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ باری رب العزت ان کو اور ان کے بچوں کو ہمیشہ خوش اور شادمان رکھے۔ امین ثم امین

ابن مقلہ وضع کردہ شش خط از خط عرب
نسخ و توقیع و موشح ثلث و تعلیق و رقاع

کئی سو سال کے بعد انہی خطوط میں سے نسخ و تعلیق کی شکلوں کو یکجا کر کے خط نستعلیق ایجاد کیا گیا ہے۔ (عبدالقدوس خلافت اسلامیہ)

Marfat.com

- شرم وحیا
- عورت اور شادی
- چوڑیاں
- اُردو اور پاکستان

ثریا حمید

Marfat.com

Marfat.com

شرم و حیا

شرم و حیا عورت کا بہترین زیور ہے۔ عورت کی بہترین پونجی اس کی
عزت ہے اور عزت ہی اس کا حسن ہے۔ فی زمانہ ہم دوسری قوموں
کی تقلید میں نجات اور عزت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہماری عزت ہماری
روایات میں پوشیدہ ہے اور ہماری معاشرت کی رہبری میں قرآن شریف
ایک ایسا مستند نسخہ ہے کہ اسے سمجھنے کے بعد کوئی پہلو تشنہ نہیں رہ جاتا۔

تقسیم ہندوستان سے پیشتر ہماری معاشرت، مخلوط معاشرت تھی۔
ہمسایوں کے اثر، اور حاکم و محکوم کے تاثر سے بچ کر رہنا ہمارے
بس کا روگ نہ تھا لیکن اب ہم خدا کے فضل سے ایک علیحدہ ملک کے مالک،
ایک علیحدہ معاشرت کے نام لیوا ہیں۔ ہمیں دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی راہ
قائم نہ کرنی چاہیئے بلکہ ٹھوس اسلامی روایات کے پیش نظر وہ راہ اختیار کرنی چاہیئے
جس سے دین و دنیا دونوں سنبھل سکیں۔

ریاست بہاولپور پاکستان کا دل ہے اور پنجاب مثل سر کے ہے
اس لیے ہمیں چاہیئے کہ اسلامی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھالیں اور
اپنے حلقہ اثر میں رسوخ سے کام لیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسما
بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ، مجھ سے ملنے آئیں۔ حضور سرور کائنات بھی تشریف فرما
تھے۔ اسما باریک لباس پہنے تھیں۔ حضورؐ نے دیکھ کر مُنہ پھیر لیا اور فرمایا" اسما بنت
ابی بکرؓ باریک لباس جس سے جسم نظر آئے عورت کے لیے اسلام میں ممنوع ہے۔"

Marfat.com

اور اشارہ سے فرمایا ، صرف ہاتھ اور منہ کھلا رہے ۔ آپ نہ صرف پیغمبر ہی تھے بلکہ انسان باعمل بھی ۔ پھر ہمیں کہاں تک لازم آتا ہے کہ ہم باریک ریشمی اور نفیس لباس زیب تن کریں جس کی تراش خراش ، وضع وقطع کسی تعارف کی محتاج نہیں کیا یہ عریانی نہیں ۔ حضرت اسمأؓ کے لیے حضورؐ کی ذات پیغمبر ، ہادی و رہبر ہی نہ تھی بلکہ بہنوئی بھی ۔ پھر آپؐ کا ہدایت فرمانا ۔ ہمارے بھائیوں ، بہنویوں و دیگر افرادِ خاندان کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ ہمیں اس نامناسب لباس میں دیکھیں ۔ ان کی غیرت وحمیت جوش نہ کھائے اور ہماری شرم وحیا میں جنبش نہ آئے ۔ دوپٹے کی چنٹ وہ غضب ڈھاتی ہے کہ قلم بیان سے قاصر ہے ۔ بہنوں سے میری التجا ہے کہ وہ باریک لباس سے احتراز کریں اور خصوصاً وہ بہنیں جو رسمی پردہ کی قیود سے آزاد ہیں ۔ اپنی عفت وعصمت کی حفاظت ، شرم وحیا کے پاس میں اپنے موجودہ لباس کی کمزوریوں پر خود نظر کریں ۔ جسے ہم زمانہ جاہلیت سے تعبیر کرتے ہیں ۔ کم ازکم وہ زمانہ عورت کے لیے شرم وحیا کا زمانہ تھا ۔ مرد بھی پاس لحاظ کرتے تھے مگر اب کچھ کہیں تو کہا نہیں جاتا ۔ اور بن کہے رہا نہیں جاتا ۔ پردہ رسمی سہی ۔ جاہلیت سہی ، مگر شرم وحیا کی چادر عورت کے لیے لازم ہے ۔

حضرت فاطمہؓ سے روایت ہے کہ عورت کا جسم جب زندگی کی قید وجہ سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنی آخری آرامگاہ تک جاتا ہے تو اس وقت اس کے لیے شرم وحیا کی چادر کی ضرورت ہے ، چنانچہ عورت کے جنازہ کے لیے حضرت بی بی الزہرہؓ نے پردہ کی چادر بھی تجویز فرمائی جو جزوِ اسلام ہوئی اور خواتین اسلام کے لیے رہتی دنیا تک مروج رہیگی ۔ پس اس مقبول عام روایت کے پیش نظر ہمارے جسم پر مروجہ لباس کافی و وافی نہیں اور نہ ہم دیگر قوموں کی تقلید میں آزاد انہ کے مجاز ہیں ۔ قرآن میں صاف اور واضح الفاظ میں عورت کو ضروریات کے

لیے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ لہٰذا جو بہنیں برقعہ نہیں اوڑھتیں اور چادر کو ناپسند کرتی ہیں وہ اپنے لیے "جبہ سادہ" پسند فرماویں اور اس کو رواج دیں۔ جبہ سادہ جسم کی بناوٹ کو پوشیدہ رکھے گا۔ لباس فاخرہ کو چھپائے گا اور عورت کے حسن میں افزائش کا کام نہ کرے گا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے عورتوں کا بناؤ سنگار زمانہ جاہلیت کی یاد ہے۔ حضور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیونکہ تعمیری کاموں میں عورتوں کی ضرورت تھی۔ لہٰذا بناؤ سنگار سے مسلمان عورتیں یکسر لاپرواہ تھیں۔ آج بھی پاکستان کے تعمیری منصوبوں میں عورتوں کی جدوجہد کی سخت ضرورت ہے اور ہم پر لازم ہے کہ قومی تعمیر، اور اسلامی خدمت میں ہم اپنی زیبائش و آرائش میں کم سے کم وقت خرچ کریں۔ مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرد ہمارا ساتھ دیں۔ عورت کا مرد سے گہرا تعلق ہے۔ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مرد عورتوں کی حرکات پر کڑی نگرانی سے باز رہیں۔ عورتوں کی ہجو اپنا شعار نہ بنائیں۔ عورتوں کی کمزوریوں کو نہ اُچھالیں۔ بلکہ اپنی ذہنیت کا بھی جائزہ لیں اور صرف تعمیری نکتہ نگاہ سے دیکھیں تو اصلاح کی اُمید ہوسکتی ہے۔ اگر مرد جانتے ہیں کہ عورت بے باک ہو رہی ہے۔ بے حیائی اور آزادی میں حد تجاوز سے بڑھ رہی ہے تو اس کی ذمہ داری بقول حضرت اکبر الہ آبادی انہیں پر عائد ہوتی ہے۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر وہیں پہ غیرت قومی سے گڑ گیا
پُوچھا جو ان سے پردہ تمہارا کیا ہُوا
کہنے لگیں عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

Marfat.com

عورت اور شادی

دُنیا گھوڑ دوڑ کا میدان بنی ہُوئی ہے ۔ قومیں تنزل کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کے نقاب کو چیرتی ہوئیں عروج کی منزلیں طے کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ پاکستان بھی اس بازی میں کسی سے پیچھے نہیں جس طرح ہندوستانی تمدن، ہندوستانی تہذیب ایک مخلوط صُورت حالات کا آئینہ ہے ۔ اس طرح یہ نوزائیدہ حکومت ابھی مخلوط قوانین کی حکومت ہے ۔ کوئی اسلامی قانون رائج ہے تو کوئی انگریزی و ہندوستانی ملمع کاری ہے لوگوں کے خیالات و رجحانات بھی خالص اسلامی ۔ نہ خالص ہندوانی ۔ نہ خالص انگریزی ۔ مگر بہت بے چینی کے ساتھ دوڑے جا رہے ہیں یہ معلوم نہیں کہاں ہر شخص دُوسرے سے بازی لے جانے کی فکر میں ہے ۔ مگر نقطہ پرکار معلوم نہیں ۔ ہم اپنے مرکز سے دُور ہیں ۔ ”بڑھے جاؤ“ آزاد مرحوم نے کہا ۔ ہم نے اپنایا ۔ مگر کہاں؟ ترقی کی دوڑ؟ ترقی کا معیار کیا؟ ایک فرد جسے ترقی سمجھتا ہے ۔ دُوسرا اُسی کو تنزل جانتا ہے ۔ باوجود اس کے کہ واقعات تقسیم نے آنکھیں کھول دیں ۔ مگر ہنوز بند ہیں اور نہ معلوم کب تک بند ۔ ایک فریق پردہ کا مخالف ، دُوسرا پردہ کا حامی ۔ ایک تعلیم کا دشمن دُوسرا دوست ، ایک فیشن پرستی کا دلدادہ دُوسرا سادگی صفائی پر مرنے والا ۔ ایک رسم و رواج کا پابند دوسرا قطعی لاپرواہ ۔ عجب کشمکش کا زمانہ ہے ۔ اس دَور میں جبکہ زمانہ کروٹ لے رہا ہے اور زمانہ والے تگ و دو میں ہیں ۔ سب سے اہم مسئلہ شادی ہے ۔ جس سے ہر کس و ناکس کو دیر سویر دوچار ہونا پڑتا ہے اور یہ معاملہ کچھ اس قدر پیچیدہ ہوگیا ہے کہ اس سے عہدہ برآ ہونا فی زمانہ سہل نہیں ۔

Marfat.com

گذشتہ زمانہ

لڑکے اور لڑکیوں کی قسمت کے فیصلے ان کی تقدیر کرتی تھی۔ ہوش سنبھالنے سے پہلے ماں باپ نقشۂ تقسیم کھینچتے تھے اور بسا اوقات یہ تصفیے پیدائش سے پہلے ہو جاتے تھے۔ عموماً لڑکیاں بالغ ہونے سے پہلے سسرال پہنچ جاتی تھیں۔ ان کی خُوبُو ان میں خود بخود سرایت کر جاتی تھی۔ رنگ ڈھنگ ایک ہو جاتا تھا اور عموماً زندگی اچھی گزر گئی تھی۔ اگرچہ بچپن کی منگنی اور شادی میں یہ قباحت تھی کہ بیوی کی آفت اور بہت کم عمری میں بچے پیدا کرنا بعض اوقات عورت کی صحت کے منافی تھا بعض کمزور جسم کی عورتوں کے بچے بھی کمزور پیدا ہوتے اور جلد مر جاتے تھے، لیکن دو بہت بڑے فائدے تھے۔ اول یہ کہ عورت اخلاق اور چال چلن کے اعتبار سے آج کی عورت سے بہت بلند اور اعلیٰ معیار پر تھی۔ دوسرے خلع اور طلاق کا معیار اس زمانہ سے بلند تھا۔ آپ معترض ہو سکتی ہیں کہ عورتیں گذشتہ زمانہ میں بھی بدچلن دیکھی اور سُنی گئیں۔ یہ درست ہے مگر نہ اس قدر جس قدر کہ آج کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں عورت پر سختی ہوتی تھی اور طلاق کو معیوب تصوّر کیا جاتا تھا۔ کسی حد تک یہ درست ہے۔ عورتوں نے مردوں کے ہاتھوں دُکھ ضرور اُٹھاتے ہیں۔ مگر اخلاق میں عورت اس قدر بلند تھی کہ آج کی عورت اُس عورت کے خاکِ پا کے برابر بھی نہیں۔ باقی رہا مردوں کے ہاتھوں دُکھ؛ سو آج بھی ہماری بہنوں کی دُکھ بھری کہانیاں کچھ کم نہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ان دِنوں بے زبان تھیں۔ جس کی مثال آپ حالی کی مناجات بیوہ اور چُپ کی داد میں دیکھ سکتے ہیں۔ آج کی عورت دُکھ اُٹھا کر واویلا کرتی ہے۔ خود بھی دکھی ہوتی ہے۔ دُوسروں کو بھی دُکھی کرتی ہے وہ خود دُکھی ہوتی تھی۔ مرد کو جائز قربانی سے تکلیف نہ ہونے دیتی تھی۔ جہاں تک بہنوں سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا۔ وہ اس آخری فقرہ کے بہت مخالف

Marfat.com

دیکھی گئیں اور ہمیشہ یہ کہہ کر اٹھیں کہ آپ ناجائز بات کہتی ہیں مگر اب بھی میرا یہ خیال ہے کہ اخلاق و عادات و اطوار کی خوبی کی لذت اسی میں ہے کہ شمع کی طرح گھل جا اور حرف شکایت زبان پر نہ لا۔ اس زمانہ میں شادی و بیاہ کی بیہودہ رسمیں ضرور تھیں۔ جو صرف حرکات تک مبنی تھیں۔ مثلاً گانا۔ تیل۔ مہندی۔ چوتھی وغیرہ گو آج ہم ان رسومات کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور زمانہ سلف کے لوگوں کو اجڈ۔ اکھڑ۔ جہل کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور آج اپنے حالات سے مقابلہ کرتے ہوئے ان رسومات کو رسومات بد ٹھہراتے ہیں۔ مگر ابتدائی زمانہ کو دیکھا جائے تو یہ رسومات اس قدر بُری نہ تھیں جس قدر کہ آج معلوم ہوتی ہیں۔ نابالغ کھیلتے ہوئے ہوئے چنداں اجڈ معلوم نہ ہوتے تھے۔ البتہ بعد ازاں جب یہی رسوم بالغ لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے کی جانے لگیں تو بدزیب معلوم ہوئیں۔ جہیز نہایت مختصر ہوتا تھا والدین پر قطعی بار نہ تھا۔ البتہ کنبہ و برادری کا کھانا جسے ان کی اصطلاح میں روٹی کہا جاتا تھا۔ بہت زیر بار کرتا تھا اور اسی ایک خرچ نے ہمیشہ ہندوستان کے لوگوں کو زیر بار رکھا۔ یہ دستور قدیم ہندوستان کے باشندوں کا تھا۔ بعد ازاں مسلمانوں نے ان سے اخذ کیا۔ اور آج بھی پاکستان کے بہت سے علاقوں میں اس قسم کی شادیاں ہوتی ہیں۔ اگرچہ حکومت برطانیہ نے ہر حربہ کو استعمال کیا مگر کما حقہٗ کامیابی نہ ہوئی۔

فی زمانہ عورت کی فطرت بدل چکی ہے وہ قید اور محکوم رہنا نہیں چاہتی۔ لہٰذا جن حصوں میں بچپن کی منگنیاں اور شادی ابھی ہوتی بھی ہیں۔ وہ سراسر ناکامیاب ہیں اور اخلاقی طور پر عورت ان حصص میں بھی گر چکی ہے۔

زمانۂ وسطیٰ

رسم و رواج کی آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا آیا۔ بچپن کی منگنیاں اور شادیاں ناکامیاب نظر آنے لگیں۔ آپس میں شکر رنجیاں بڑھیں کہیں مجبوراً بندھن باندھے گئے جس کے

Marfat.com

نتائج بد سے بدتر ظہور ہوئے۔ کہیں لڑکی تمام عمر میکے بیٹھی رہ گئی۔ کہیں گھر بار چھوڑ آوارہ ہوگئی۔ طلاق اور خلع کی نوبت آئی۔ اِدھر لڑکے والے بدظن ہوگئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھریلو شادیاں محض مجبوری کا نام رہ گئیں۔ رسم و رواج جو شادی کا جزو تھے۔ بالغان سے بدنما اور بدزیب نظر آئے۔

زمانۂ حاضرہ

صبر و ضبط کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ عورت مظالم سہتے سہتے عاجز آ چکی تھی۔ زمانہ نے کروٹ لی۔ برطانیہ کی تعلیم اور تمدن کا اثر ہوا۔ عورت نے رُخ پلٹا اور تمام زنجیریں توڑ کر رکھ دیں کہیں تو عورت نے آزادی کا مظاہرہ کیا۔ کہیں مقابلہ کی ٹھانی۔ کہیں رنگِ نَو کو جدت سمجھ کر اختیار کیا۔ عورت کا یہ قدم بلا سوچے سمجھے تھا۔ اور وہ اس حرکت پر مجبور تھی۔ کیونکہ مرد کی جارحانہ قوتوں سے بیزار ہو چکی تھی۔ تجربہ علم اور عقل میں خام تھی۔ جدھر مُنہ اُٹھایا قدم رکھ دیا۔ قوت ممیزہ نے دھوکہ دیا اور اس کی حرکات اُسے چوراہے میں لے گئیں۔ اور یہ حشر صرف عورت ہی کا نہیں ہُوا۔

ہر وہ قوم، وہ فرد جو تعطل اور جمود کی حالت سے حالت جس میں آنے لگتے ہیں۔ وہ پہلے گمراہ ہونے میں یہی حالت ہماری ہوئی۔ بچپن کی منگنی اور شادی تو پہلے ہی مخالفت کی چیز تھی۔ اب رہا حالتِ شعوری۔ حالتِ شعور میں کوئی اِنسان بھی اپنے ضمیر کے خلاف آواز اُٹھتے برداشت نہیں کرسکتا۔ مثل مشہور ہے۔ خدا نے پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں بنائیں۔ تو کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ والدین اور اولاد کے نظریے ایک ہُوں اور پھر سب بہن بھائیوں کا ایک ہی نقطۂ نظر۔ ایسا اہم حصّہ زندگی جس میں صرف ذاتیات کو دخل ہوتا ہے کبھی ماں باپ کی کشمکش کا اکھاڑہ بن گئی۔ کبھی اختلاف طبع کے باعث زندگی درگور ہوگئی کبھی ذاتیات کی اُلجھنوں کا جال بن گیا۔ ذات پات کی تمیز جو خالص

ہندوؤں کا نظریہ تھا۔ اس قدر راسخ ہُوا کہ بیشتر زندگیاں اس کی نظر ہوئیں۔

الغرض اس جدوجہد زندگی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بالغوں نے اِس اہم فرض کی ذمّہ داری ..... محبت سے ..... رعب سے ..... خوشامد سے ..... بیوقوفی سے ..... لاپرواہی سے اپنے ہاتھ میں لینے کی ٹھانی۔ اُدھر نمائشی زندگی کا رنگ انگریزوں کی دیکھا دیکھی چڑھا تھا۔ مادیت پرستی ہندو اور انگریز کی تقلید میں مُسلمانوں نے سیکھی۔ اس لیے دولت کا نشہ بھی سوار ہوا۔ جانتے جاتے انگریز ایشیائی حُسن کے معیار کو ایک زبردست جھٹکا دے گئے اور گورا رنگ ہمارا اوڑھنا بچھونا ہو کر رہ گیا اور اس پر طرّہ یہ کہ بیوی کی نمائش حرزِ بازو بن گیا۔ ان تمام حالات میں شرافت ایک غیر ضروری شے ہوگئی۔ جہاں حسن پرستی پہ شادی ہوئی وہاں زیادہ نہ نبھ سکی۔ جہاں مادیت پرستی ہوئی وہاں بھی کام کھوکھلا رہا۔ لہٰذا بہت جلد ہم اس مسئلہ زندگی میں بجتا کر رہ گئے۔ جہاں زیادہ چھان بین سے کام لیا وہاں اُدھار کھائے بیٹھے رہے جن لوگوں نے زیادہ بڑھ کر ہاتھ مارا۔ حُسن۔ دولت اور شرافت تینوں کے خریدار ہوئے۔ انھیں مال حسب دلخواہ نہ مِلا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم سے فارغ ہونے تک لڑکے اور لڑکی کی عمر زیادہ ہوگئی۔ مُلاقات کے مواقع بھی مہیا ہوتے رہے۔ ایک دُوسرے کو دیکھنے پرکھنے اور جانچنے کے مواقع اخلاق میں خلا پیدا کر گئے اور بہت سے طالب علم منزلِ مقصود تک پہنچتے پہنچتے بے قابو ہو گئے۔ جس کے نتائج روز افزوں منصّۂ شہود پر آئے۔ جو اس میں کامیاب ہُوئے۔ اُن کی زندگیاں بھی کامیاب نہ نبھ سکیں۔ موسمی فصل ہُوئی اور پھر خشک سالی۔ مشکل سے یک صدی بھی ایسی شادیاں کامیاب نظر نہیں آئیں۔ سانولی رنگت یا قدر بدصورت اپنی بدصورتی سے شرمندہ۔ غریب یوں شرمندہ کہ جہیز دینے کو زیادہ نہیں الغرض فی زمانہ عورت سوسائٹی میں بجائے بلند مرتبہ حاصل کرنے کے تنزل کی طرف گئی ہے۔

Marfat.com

جب عورت کو ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ تو پھر وہ جس قدر بھی گرے کم ہے اور یہ سب عنایت جنس مخالف کی ہے۔ اگر جنس مخالف عورت کو عورت کا درجہ دینے کو تیار نہیں تو پھر عورت کے لیے باعث ذلت ہے کہ وہ مرد کے جذبات سے کھیل کر اپنے اخلاق پر دھبہ لگائے۔ اگر مرد دولت کا پجاری ہے تو عورت کے لیے شرم کا مقام ہے کہ وہ دولت کے پجاری سے محبت کرے۔ اگر مرد حسن کا متوالا ہے اور شریف زادیوں کا گرویدہ نہیں تو یہ حسین تتلیاں اپنی جنس کے لیے زہر قاتل ہیں۔ جب تک نظریے نہ بدلیں گے۔ ہماری گھریلو زندگیاں خوشگوار نہیں بن سکتیں اور شادی صحیح معنوں میں شادیاں نہ ہوں گی۔ ہمارے اخلاق بجائے ترقی کے روبہ تنزل ہوں گے۔ جس کا لازمی نتیجہ قومی انحطاط ہے جب تک عورت عورت کا پاس نہ کرے گی لحاظ نہ رکھے گی وہ سوسائٹی کی جان ہو گی۔ زندگی کا جزو نہ ہو گی۔ ترقی کی دوڑ میں وہ قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس کی عورت بے جان! اور بدچلن اور بد خلق؟

عورت کا مستقبل

ہمارا مستقبل نہایت روشن اور واضح ہے۔ ہندوؤں کی تقلید میں جو ذات پات کی تمیز تھی۔ وہ دن بدن اُڑ رہی ہے اور مستقبل میں خوش آئند حالات کی توقع ہے۔ دولت کا بھوت بھی کم ہو رہا ہے۔ بہت سے پجاریوں نے مہاجرین خواتین سے شادیاں کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دولت عورت کا سرمایہ زندگی اور لازم شادی نہیں مگر حسن کا دیوتا بلائے۔ بے درماں کے ساتھ ہے۔ ذرا گورا رنگ سنا یا دیکھا لٹو ہو گئے۔ لچھن سے واسطہ نہیں۔ سلیقہ سے سروکار نہیں۔ شرافت و نجابت بے معنی ہو کر رہ گئی۔ بعض اوقات گورا رنگ بھی معنی نہیں رکھتا۔ یار لوگوں نے جسے خوبصورت کہہ دیا۔ بس رام ہو گئے۔ تعریف کے پل باندھنے لگے۔ بس نتیجہ ظاہر۔ عورت نے

Marfat.com

جب مردوں یہ کمزوری دیکھی اور مول تول کا یہ وزن سامنے آیا۔ اُس نے بننا ٹھننا اور متوجہ کرنا شروع کیا۔ آخر سودا تو چکانا ہے وہ مجبور ہے وہ لڑکیاں جو شریف ہیں خواہ ہزار گُن کی مالک ہوں قیمت حاصل نہیں کر سکتیں اس لیے مردوں نے نظریے نہ بدلے تو قوم اخلاقی لغزشوں کے باعث منجدھار میں ہے۔ اگر اسلامی نقطے اسلامی شعار جو ہر شخص جانتا ہے۔ جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ہم نے اپنا لیے تو بیڑا پار ہے۔ اُمید ہے عورت سنبھالا لے گی اور ضرور لے گی اور پھر مرد محتاط ہوں گے۔

چوڑیاں

چوڑیاں نہایت عام فہم شے ہے۔ عالم و جاہل۔ بچہ اور بوڑھا۔ عورت اور مرد۔ حتیٰ کہ ہیجڑے بھی اس کی قدر و منزلت کے قائل ہیں اگرچہ لفظ چوڑی یا چوڑیاں سے کم و بیش ہر ملک شناسا ہے۔ تاہم جو وقعت اور حیثیت اِسے ہندوستان اور پاکستان میں حاصل ہے کسی اور ملک میں شاید و باید۔ پاکستان و ہندوستان میں چوڑیاں اس قدر مقبول ہے کہ جزو معاشرت۔ رسم و رواج اور ہوتے ہوتے تہذیب کا ایک حصّہ بن چکی ہے۔

اسلام تو اس قدر سادہ۔ عام فہم مذہب ہے کہ اِس رسم و رواج کی قیود کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ اس لیے جس قدر ہماری رسمیں ہیں۔ وہ سب ہماری ہی پیدا کردہ ہیں اور اِن قیود کی پابندی یا غیر پابندی ہماری اپنی مرضی اور پسند پر منحصر ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ چوڑیاں کس حد تک ہماری زندگیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں اور

Marfat.com

اس کا وقتاً فوقتاً ہماری معاشرت و تہذیب پر کیا اثر رہا اور آئندہ کیا توقعات ہیں۔

چوڑیاں اوّل اوّل نہایت بھدّی اور بھونڈی شکل کی بنائی گئیں۔ خاص خاص طبقہ۔ گروہ اور افراد نے خاص پہچان کی غرض سے اُسے اپنایا۔ ہندوؤں میں سادھو پہنتے تھے اور یہ ان کی رہبانہ زندگی کی ایک نشانی تھی۔ بُدھ مت کے زمانہ کے بعض نشانات بتاتے ہیں کہ وہ لوگ بھی پرچار کے لیے جانے وقت ہاتھ میں ایک موٹی سی چوڑی جسے آج کی اصلاح میں کڑہ کہہ سکتے ہیں۔ پہنتے تھے۔ اس سے پیشتر اندر سبھا کے زمانہ میں آرائش و زیبائش کے لیے زیور سونے یا چاندی کے پہنے جاتے تھے۔ اِن میں سے ایک چوڑیاں بھی ہیں۔ حتیٰ کہ ہوتے ہوتے ہندو درباروں میں رانیاں مہارانیاں ہاتھوں کی زینت کے لیے پہننے لگیں۔ پھر ہندو گھرانے اسے تبرکاً جائز جاننے لگے اور شادی کے موقعہ پر دُلہن کے لیے بہترین تحفہ قرار دیا۔ غرضکہ ہندوستان کے کونے کونے میں یہ رسم کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود تھی۔ شادی سے چند روز قبل ماموں چوڑیوں کا گچھا لے کر آتا۔ نہایت اہتمام سے دُلہن کو پہناتا۔ جو ایک نیک شگون سمجھا جاتا۔ اس چوڑے کو پہننے سے دُلہن سہاگن بن جاتی۔ اگر بدقسمتی سے کسی کے ماموں نہیں۔ تو وہ دلہن اُس وقت تک اپنے آپ کو بدقسمت تصوّر کرتی۔ مگر کیونکہ چوڑی جزو تہذیب تھی۔ اس لیے ماموں کی بجائے ماں کا کوئی مُنہ بولا بھائی یا کوئی دیگر عزیز اس رسم کو فخریہ ادا کرتا۔ یہاں تک ہی بس نہ تھی بلکہ اِس قید کو اور بڑھا لیا گیا تھا کہ جب تک وہ دُلہن سہاگن رہے ننگے ہاتھ نہ ہو۔ خواہ وہ سو سال کی بڑھیا ہی کیوں نہ ہو جاتے یا بچپن میں رانڈ ہو جائے۔ تو وہ کبھی

Marfat.com

چوڑیاں پہننے کا حق نہیں رکھتی۔ مسلمان جن کا مذہب سادہ، جن کی شادی رسم ورواج کی قیود سے مبرا تھی۔ محض ہندوؤں کی دلجوئی اور راہ ورسم کے باعث ان قیود سے چھٹ نہ سکے اور بعینہٖ ہندوؤں کی نقل کی۔ نہ صرف ہندوؤں کی تقلید کرنے والوں نے ایسا کیا، بلکہ بڑے بڑے معزز اور شریعت کے پابند گھرانوں نے بھی چوڑیوں کی رسم کو لبیک کہا اور اس طرح اس کو جزو زندگی بنایا۔ جس طرح ہندوؤں نے اپنایا تھا۔ پنجاب یو۔ پی، سی۔ پی اور دہلی کے باشندوں نے کوئی تمیز روا نہ رکھی

انگریزی تہذیب کے اثرات نے مشترکہ ہندوستان کی عورتوں پر بھی نمایاں اثر کیا۔ اور وہ طبقہ خواتین جو لکیر کا فقیر تھا۔ یا وہ طبقہ اُناث جو ہندو کلچر و تہذیب کی انتہا گہرائیوں میں پڑا تھا۔ چوڑیوں کو حرز بازو بنائے رہا، البتہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ نے جو گذشتہ روایات و حکایات کا دل وجان سے دشمن تھا۔ کسی شے کے نیک و بد کو جانچے بغیر طلاق پر تلنے والے نے نظریہ تو بدل دیا، لیکن چوڑیوں کی محبت دُگنی کر دی۔ گذشتہ زمانہ میں چوڑیاں لال نیلی اور سنہری ہوتی تھیں۔ بعض حصوں میں لاکھ کی چوڑیاں بنتی تھیں۔ کہیں کہیں خوبصورتی کے لیے شیشے کا کام بھی ہوتا تھا۔ ہاتھی دانت کی نہایت اچھی چوڑیاں پہنی جاتی تھیں۔ پھر مصنوعی ہاتھی دانت (مسالہ) پیدا کیا گیا یہ چوڑیاں مہینوں نہیں بلکہ سالوں تک باعث زینت سمجھی جاتی تھیں مگر زمانہ کی نزاکت نے جہاں آئندہ پود کو نرم ونازک نحیف اور بودا بنایا۔ وہاں چوڑیوں میں بھی زیادہ نفاست زیادہ نزاکت اور زیادہ آرٹ پیدا کیا گیا، اور تعلیم یافتہ طبقہ نے چوڑیوں کو اس قدر اہمیت دی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں خاص اہتمام اور زرکثیر خرچ کرکے رنگا رنگ اور انواع واقسام کی چوڑیاں درآمد ہونے لگیں۔

تقسیم ہندوستان نے جہاں اور بہت سے اثرات چھوڑے ہیں - وہاں چوڑیاں بھی ہیں۔ تقسیم کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے مابین تجارتی معاہدے بھی طے نہ ہونے پائے اور اشیائے خوردنی کے لیے دونوں ملک کسی تصفیہ پر نہ پہنچے تھے کہ ہندوستان نے چوڑیاں پاکستان بھیجنی شروع کر دیں اور پاکستان کی عورتیں نہیں ہاتھوں ہاتھ خریدنے لگیں۔ چند ہی ماہ میں ہندوستان نے لاکھوں روپیہ پاکستان سے چوڑیوں کے عوض کمایا ۔ کس قدر ہماری ناعاقبت اندیشی تھی کہ ایسی چیز جس کی ہمیں چنداں ضرورت نہ تھی اور جس کے بغیر بھی ہم زندگی گزار سکتے تھے

ہم نے اندھا دھند خرید کر اپنی خوبصورتی کو دوبالا نہیں کیا بلکہ اپنی بے وقوفی اور جہالت کا ثبوت دیا۔ آپ کہہ سکتی ہیں کہ حکومت نے چوڑیوں کی درآمد کا معاہدہ منظور ہی کیوں کیا؟ نہ چوڑیاں آتیں نہ ہم خریدتے ؟ یہ درست ہے بعض اوقات حکومت سیاسی پھندوں میں جائز و ناجائز معاہدوں کے لیے مجبور ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہماری حکومت کے افراد متعلقہ اپنی نا اہلیت کی وجہ سے عوام کا خون کر بیٹھتے ہیں بہرحال کچھ بھی ہو۔ اب دیکھنا ہے کہ آئندہ پاکستان میں چوڑیوں کو کیا حیثیت حاصل ہو گی۔

طبقہ خواتین میں چوڑیاں دل وجان سے پیاری ہیں کوئی عورت کوئی لڑکی چوڑی کے خلاف آواز سننا گوارا نہیں کر سکتی۔ جب ہم خوشنما لباس پہن کر کسی سہیلی کے ہاں چائے پر مدعو ہوتے ہیں تو جب تک ہمارے ہاتھوں کی آرائش ہم رنگ نفیس چوڑیوں سے نہ ہو۔ ہمیں اپنا آپ بھدا معلوم ہوتا ہے۔ چائے کی میز پر جب تک چوڑیوں کی جھنکار نہ ہو۔ لطف ہی نہیں آتا ، اور اگر کہیں چائے پر دو ایک مرد

Marfat.com

دوست بھی مدعو ہوں تو بس وہاں اگر ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنا ہے تو بہترین
ہتھیار چوڑیاں ہیں جو ان کے دل و دماغ پر مسلط رہتی ہیں اور ہاتھ کی ہلکی سی جنبش وہ
وہ کارہائے نمایاں کر جاتی ہے جو لمبی چوڑی تقریر اور وعدے وعید سے نہ ہو سکے۔
اگر ہم برقعہ پوش ہیں تو حسن نمایاں کرنے کا بہترین ذریعہ چوڑیاں ہیں۔ کبھی ہاتھ جھٹک
دیا۔ کبھی جھنکار سنا دی۔ کبھی چوڑیوں کو آستین کے نیچے چھپانا شروع کر دیا۔
چوڑیوں کی رنگت۔ نفاست۔ آواز۔ حرکت ایک عورت کے چال چلن کا صحیح اور
درست ذریعہ ہے ابتدائے عشق کا بہترین تحفہ "چوڑیاں" ہیں۔ اس کے حصول میں کسی
کو عذر نہیں اور اس کے دینے میں کسی کو شرم نہیں نہایت عام سے ہے۔ ارزاں سے
ارزاں اور گراں سے گرانقدر ہو سکتی ہے۔ بیوی شوہر سے۔ بہن بھائی سے۔ دوست
دوست سے بے تکلف تحفہ چوڑیاں ہی قبول کر سکتا ہے۔ چوڑیاں بھی ہزاروں قسم اور
گوناگوں رنگ کی ہیں۔ مگر یہ آرائش اور زیبائش ان قوموں کا حصہ ہے۔ جو عروج پر
ہیں جن کا ملک خود ان زیبائشی فروعات کا فائدہ اٹھاتا ہو۔ درحقیقت انسان بہت کم ظرف
ہے۔ اس کا دائرہ نظر بہت محدود ہے اگر سیدھے ہاتھ سے کوئی مانگے تو حیل وحجت
کرتا ہے۔ اور کچ بیچ سوچتا ہے۔ کوڑی فقیر کو دینے میں جھجکتا ہے۔ تقسیم ہندوستان
کے وقت جو بے انداز مظالم مسلمانوں پر ڈھائے گئے اور خصوصاً جس طرح عورتوں کی بےحرمتی
اور بے عزتی کی گئی۔ کبھی بھی قابلِ فراموش نہیں مسلمان عورتوں کے دل خوناں خون ہیں کم از کم
موجودہ نسل جنھوں نے یہ خون کی ہولی کھیلتے دیکھا۔ عزت و آبرو کو لٹتے دیکھا۔ ان کے دل
میں ہندوؤں اور سکھوں کی عزت و حرمت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اگر مسلمان عورتیں کسی ہندو
عورت یا سکھ عورت سے بہتر سلوک کی روا دار ہوں گی تو محض اللہ سے ڈر کر۔ رسول کے

Marfat.com

خوف سے۔ اور اپنے اخلاق حسنہ ہے، لیکن کم ازکم بہناپے سے تو ہرگز ہرگز پھوٹی کوڑی بھی دینے کے لیے رضامند نہ ہوں گی۔

وقت ایک بہت بڑا فاصلہ ہے۔ ایک دو نسلیں گزرنے کے بعد میں نہیں کہہ سکتی کہ قوم کی رگ حیات تیز تر ہوگی یا مدہم بہرحال موجودہ وقت میں ہندو اور سکھ بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں پہچانتے ہیں کہ مسلمان عورت میں دم ہے خم ہے انہوں نے اُلٹے ہاتھوں عورت سے وصول کرنے کی ٹھانی اور وہ ذریعہ ہماری محبوب "چوڑیاں" ہیں ہزاروں نہیں لاکھوں روپے ہم ہندوستان کو اپنی عارضی اور نمائشی خوشی کے عوض دیتے ہیں اور اپنی ہی جیبیں خالی نہیں کرتے بلکہ اپنے ملک کا روپیہ دوسرے ملک کو دیتے ہیں اور ایک ایسی شے کے عوض میں جس سے نہ ہماری جسمانی پرورش ہوتی ہے۔ نہ دماغی قابلیت بڑھتی ہے، البتہ عیاشی یا عیش طلبی کا ایک ذریعہ ہے۔ میری بہنیں عیاشی کے لفظ کو قدرے سخت جانیں گی۔ میرا خیال ہے۔ ہر وہ شے جو ہمیں کاہل، سست اور قومی مفاد سے دور لے جاتی ہو۔ عیاشی اور فضول خرچی میں شامل ہے۔ چوڑیاں بھی عیش کوشی کا ذریعہ ہیں۔ نرم و نازک چوڑیاں جنہیں لطیف بھی کہا جا سکے اور نفیس بھی۔ پہن کر کپڑے ہم نہیں دھو سکتے۔ باورچی خانے کے کام سے ہم گھبراتے ہیں۔ بندوق ہم نہیں اُٹھا سکتے۔

نرسنگ اور ڈاکٹری میں یہ حارج ہوتی ہیں۔ الغرض چست زندگی میں رکاوٹ ضرور ہیں۔ یہ اس زمانہ کی آرائش ہے جب قومیں عروج پر ہوں۔ مال حویلی میں مکلف فرش بچھے ہوں۔ بیگمات کو سوائے بناؤ سنگار کے اور کوئی کام نہ ہو یا لکھنوی معاشرت و

Marfat.com

تہذیب کا دور دورہ ہو کہ ایک بیگم چل رہی ہو تو چار خادمائیں پلو اٹھائے ہوں۔ اس وقت کا زمانہ نہایت ہی سخت ہے۔ چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں۔ جنگ کے ہولناک بادل چھانے والے ہیں۔ مرد اگر محاذ جنگ سنبھالیں گے تو عورتوں نے وہ کام انجام دینے ہیں جو آج مرد انجام دیتے ہیں۔ گویا حکومت کی باگ ڈور سنبھالنی ہے حکومت کی کرسی سے مراد وزارت کی کرسی نہیں بلکہ وہ وہ کام جن پر ملکوں کا انحصار ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے نظریے بدلنے ہوں گے۔ ہمیں عیش پسندی چھوڑنی ہو گی اور کم از کم ایسی فروعات جو زندگی کا جزو نہیں۔ یقیناً بائیکاٹ کے قابل ہیں۔ آپ چوڑیوں کے دکانداروں کی ہمت افزائی نہ کریں۔ اعلانیہ اس وقت تک چوڑیاں پہننا چھوڑ دیجئے۔ جب تک کہ ہم سکون کی زندگیوں سے آشنا نہیں ہو جاتے ہم اپنے حریفوں کی جیبوں کو پاکستان کے مرد عورت کے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے بھرپور کرنا نہیں چاہتے آپ کہہ سکتی ہیں۔ پاکستان میں چوڑیوں کے کارخانے کیوں نہیں کھلتے اہل پاکستان کو بہت فائدہ ہو گا۔

میری بہنو! ہمیں چوڑیوں کے کارخانوں سے کہیں زیادہ ضروری اور اہم کارخانے کھولنے ہیں۔ اس وقت کا تقاضا ہے کہ عورت علی الاعلان فیصلہ کرے کہ ہم ہندوستان کی چوڑیاں ہرگز ہرگز خریدنے کے لیے تیار نہیں۔ جب عورت کا رجحان خواہ مصلحتاً ہی کیوں نہ ہو "چوڑیوں" سے کنارہ کش دیکھیں گے تو بکری والے خود بخود ٹھنڈے ہو گے، اور زر کثیر کی بچت ہی نہ ہو گی بلکہ عورت کے تعیش میں بھی یقیناً کمی آئے گی جو غیر شعوری طور پر محسوس کی جا سکے گی۔

لاہور فیشن کا گھر ہے اور اب کراچی بھی شامل فروعات ہے۔ اگر یہ دو شہروں کی

Marfat.com

خواتین چوڑیاں پہننا چھوڑ دیں یا بتدریج کم کر دیں تو کایا پلٹ جائے گی مجھے دکھ ہوتا ہے اور رنج پہنچتا ہے جب میں اپنی بہنوں کو انار کلی اور ڈبی بازار میں چوڑیاں خریدتے دیکھتی ہوں۔

کراچی میں بھی یہی نظارہ دیکھا مگر آج تک یہ سب کچھ لاعلمی میں ہوا۔ کوئی غیرتمند عورت ہندوستان سے چوڑیاں خرید کر پہننا گوارا نہ کرے گی، اور میں امید کرتی ہوں میری بہنیں "تحریک چوڑیاں" کو فروغ دے کر ہندوستان کی چوڑیاں پاکستان میں آنی بالکل بند کرا دیں گی۔ ہم چوڑیاں پہنیں گے اور ضرور پہنیں گے۔ ہم نسوانیت کو غارت نہیں کریں گے۔ مگر اس وقت جب کشمیر کے کاریگر اپنی بے نظیر صناعی اور کاریگری سے ہاتھی دانت اور دیگر اشیاء سے چوڑیاں بنا کر اپنی پاکستانی بہنوں کو تحائف کی شکل میں بھیجیں گے۔ اس وقت پاکستان کا پیسہ پاکستان میں رہے گا اور گھٹا ٹوپ اندھیرے سے ہم چھٹکارا پا چکیں گے، انشاء اللہ

کشمیر ہمارا ہو گا اور کشمیری ہمارے بھائی ہوں گے اور وہی کشمیری جو آج ہمارے لیے جانوں پر اس طرح کھیل رہے ہیں جس طرح ہم نے گھر بار لٹا کر پاکستان بنایا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی صناعی اور کاریگری کا انتظار کریں۔ بے چین اور مضطرب ہو کر حریف کی جیبوں کو پُر نہ کریں۔ "ہندوستانی چوڑیاں بائیکاٹ" کا عملی نعرہ بلند کریں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے گا۔

اُردو اور پاکستان

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ محمد بن قاسم کے حملے نے لوگوں کو مجبور کیا کہ ایک نئی زبان کی بنیاد رکھی جائے جو احساسات و جذبات کی ادائیگی میں سہولت پیدا کرے۔ پنجاب میں محمود غزنوی اور محمد غوری کے حملوں نے لوگوں کے میل جول اور ادائے مطالب کے لیے ایک نئی وضع اختیار کی۔ دکن میں مشاہیر اسلام، اشاعت اسلام کا اہم اور احسن مقصد لے کر آئے۔ ضروری تھا کہ وہ ایک ایسی زبان اختیار کرتے جو عوام کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے آسان ہو، چنانچہ یہ زبان جو آج "اردو" کہلاتی ہے چند سالہ بچی نہیں بلکہ صدیوں کی پروردہ ہے۔

پنجاب اور سندھ میں وقتی طور پر اس کا اجراء ہوا اور پھر یہ زبان کسی نامعلوم گہوارے میں میٹھی نیند سو گئی۔

اگرچہ اختر شیرانی صاحب نے "پنجاب میں اُردو" اپنی بیش بہا تصنیف میں پنجاب کی احسن خدمات کا اظہار فرمایا ہے تاہم اُردو کی دیکھ بھال اور ترقی و وسعت میں اہل دکن کا پیش پیش حصہ ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اہلِ پاکستان اپنی اولوالعزمی اور وسعت نظری کا ثبوت دیں۔ اُردو کی تنظیم اور احیائے تہذیب دہلی و لکھنؤ میں بیش از بیش حصہ لے کر وہ دنیائے ادب پر یہ ثابت کر دیں کہ اہل پاکستان، متعصب اور کج فہم نہیں، بلکہ دُور بین اور دُور رس ہونے کے علاوہ جان توڑ کر کوشش کرنے والے اور اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے والے ہیں۔

Marfat.com

یہ راز کسی سے مخفی نہیں کہ کسی قومیت کو بنانے اور بگاڑنے میں کسی تہذیب
زندہ رکھنے اور فنا کر دینے میں کسی قوم کا مذہب سے تعلق باقی رکھنے اور منقطع کر
دینے میں، زبان کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے جس قوم کے پاس اپنی زبان اور اپنا رسم الخط
ہے وہ ایک مستقل قوم ہے اور جس قوم کی زبان میں خود اپنا لٹریچر موجود ہے اور
ترقی کر رہا ہے وہ ایک زندہ قوم ہے۔ زبان کا مسئلہ ہمیشہ بڑا اہم رہا ہے
آج سے تین سو برس پیشتر ملٹن نے فلورنس سے ایک دوست کو خط لکھتے ہوئے
زبان کی اہمیت کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا۔

"کسی قوم کی زبان کو غیر اہم نہ سمجھ لینا چاہیئے کوئی تاریخی شہادت ایسی نہیں
ہے کہ کوئی سلطنت یا مملکت اس وقت تک اوسط درجے کی خوش حالی و فلاح
سے محروم کی جا سکتی ہو جس وقت تک اُس کے افراد اپنی زبان کو پسند کرتے
اور اُس کی طرف کافی توجہ کرتے رہے ہوں۔"

ہماری تہذیب و معاشرت کو نیست کرنے اور ہمارے مذہب کو
ملیامیٹ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا، اوّل . . . ہی اوّل
۱۸۰۰ء میں للوجی سے پریم ساگر لکھوا کر اُردو ادب کا تخریبی ستون رکھ دیا گیا
ایک عرصہ تک ہندی، اُردو ایک حالت اور ایک رُخ پر رہیں۔ ناگری رسم الخط
اپنانے سے ہندی کو دُور اور بہت دُور کر لینے کے لیے سنسکرت الفاظ کی بھرتی شروع
کر دی۔ محض اس لیے کہ ہندی، ہندوستان کی زبان قرار پائے اور آزاد ہندوستان
اسلامی تہذیب کو کچل کر رکھ دے۔ بابو شو پرشاد۔ نوبن چندر اور خود مہاتما گاندھی
اور پنڈت نہرو اسی تحریک کے بانی تھے کسی کی تحریر و تقریر سے تعصب کی بُو آئی۔

Marfat.com

کسی نے گڑ کی بھیلی میں زہر دیا تاہم اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اُردو ہند
کے جھگڑے اور عناد نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور انہیں بیدار کر دیا۔

اہلِ دہلی، لکھنؤ اور علی گڑھ نے انتھک کوششوں سے مسلمانوں کی تہذیب
تمدن کا زندہ جنازہ نہیں نکلنے دیا اور احیائے علوم میں جدوجہد جاری رکھی۔ آخ
حریف کو مُنہ کی کھانی پڑی۔ تقسیم ہندوستان نے اُردو کو پاکستان کے حصّے میں د
دیا۔

خُدا کی قدرت! اس قدر اہم۔ اس قدر ضروری اور اس قدر لاتعداد خز
کس طرح از خود ہمیں دلا دیا۔ ہندی لٹریچر۔ ہندی ادب اور ہندی علوم، اس
وقت تک اُردو سے کہیں پیچھے ہیں۔ اُن کے سرمایۂ ادب کی وہ فراوانی نہیں ج
جو اُردو ادب میں ہے ہاں! البتہ ہندو ادب کے بہت دلدادہ ہیں اور نہای
سُرعت اور تیزی کے ساتھ ادب کی پرداخت میں مشغول و مصروف ہیں۔

پاکستان کی حدود میں بنگال، شمال مغربی سرحدی صُوبہ، سندھ اور پنجاب شا
ہیں۔ اہلِ بنگال کی مادری زبان بنگالی ہے۔ انگریزی سے بھی وہ خُوب آشنا
لیکن باوجود صلاحیت دماغ کے وہ اُردو ادب سے بہت دُور ہیں۔ اُن سے
توقع رکھنا کہ وہ اُردو ادب میں چکا چوند پیدا کرنے میں پیش دستی کریں، کسی
قدر نا مناسب اور نازیبا خیال معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بنگال اس قدر دُور ہے
کہ دُوسرے صُوبے اس تحریک سے کماحقہٗ فائدہ نہ اُٹھا سکیں گے۔

شمال مغربی سرحدی صُوبہ کے لوگ جفاکش، تندرست و توانا ضرور ہیں۔ لیکن
وہاں علم کی فراوانی نہیں مجموعی طور پر ان لوگوں کی زبان قدرے ثقافت پسند ہے

Marfat.com

اور یہ پشتو کے اثرات ہیں جہاں کے باشندے فارسی کو اُردو پر ترجیح دیں گے اور اگر اُردو پاکستان کی صحیح راہنمائی کرنے کے قابل بن جائے۔ یہی لوگ خوشی اور فخر سے اسے حاصل کریں گے لیکن ابتدائے علوم اُردو اور احیائے ادب دہلی لکھنؤ کی ذمہ داری ان اصحاب پر عاید نہیں ہوتی، لہٰذا انہیں معذور جانتے ہوئے ہم سندھ پر نظر کرتے ہیں۔ سندھ روز بروز زرخیز ہوتا جا رہا ہے۔ پیداوار بھی بڑھ رہی ہے اور آبادی بھی۔ لیکن ابھی تک وسیع پیمانہ پر تعلیم کا انتظام نہیں۔ عوام میں سندھی رائج ہے، لیکن معیاری طور پر اسے ادب کے نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا۔ تاحال خزانہ خالی ہے۔ چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے بعد آخرکار ہم اہلِ پنجاب سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے فرض سے غافل نہ ہوں گے اور اُردو ادب کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک سمجھیں گے اور دُنیا پر یہ ثابت کر دیں گے کہ اہلِ پاکستان بھی کسی سے کم نہیں۔ اس وقت پنجاب گھڑ دوڑ کا میدان بنا ہوا ہے اور پاکستان کی موجودہ تشکیل نے ہزارہا عالموں اور ادیبوں کو سرزمین پنجاب کا مہمان بنا رکھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مہمانوں کی آؤ بھگت کے علاوہ ان کی زبان کی بھی قدر کرتے ہیں، لہٰذا اب ان کے ادب کو وہ اپنا ادب جانیں اور ان کی تہذیب کو پاکستان کی تہذیب بنائیں کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ زبان، تہذیب اور معاشرت میں علی گڑھ، دہلی اور الہ آباد بڑھے ہوئے ہیں ہر عمدہ شے کی ترویج پنجاب سے ہے۔ اس لیے اب پنجابی خاموش نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ پنجاب میں ہر پنجابی بچہ اُردو آسانی سے بول سکتا ہے۔ لکھ سکتا ہے، صرف تعمیری کام کی حاجت ہے۔ جہاں کی پیداوار ہی طالب علم اور ادیب ہوں۔ وہاں کب تک کام رُک سکتا ہے۔ صرف چلاؤ کی

Marfat.com

ضرورت باقی ہے اور صحیح خدمت کا جذبہ درکار ہے۔

سب سے پہلے اُردو کو مادری زبان بنائیں۔ موجودہ پنجابی کرخت اور ثقیل ہونے کے علاوہ اس قدر عمدہ زبان بھی نہیں ہے اور پھر موجودہ زبان جسے پنجابی کی بجائے سکھاشاہی کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا جس قدر بھی جلد ہو سکے۔ اس کا جوا اتار پھینکنا چاہیئے۔ اس مہم میں سب سے اوّل طالب علموں کو پیش قدمی کرنی چاہیئے۔

مڈل اور ہائی سکولوں میں طلباء کو اُردو میں گفتگو کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ابتدا میں تو انہیں شاید یہ محسوس ہوگا کہ ہم پنجابی کو پس پشت ڈال رہے ہیں لیکن عادت ہو جانے پر اپنی زبان شستہ اور صاف معلوم ہوگی۔ یہی طالب علم گھروں میں اُردو میں گفتگو کرنا لازمی خیال کریں۔ چھوٹے ہمیشہ بڑوں کی نقل کرتے ہیں۔ ننھے بچے شوقیہ اُردو بولیں گے۔ ان کا لب و لہجہ درست ہوگا۔ زبان میں صفائی اور شستگی پیدا ہو گی۔ اس طرح جاہل اور ان پڑھ طبقہ بھی اُردو سیکھے گا اور بولے گا۔ کیا یو۔پی اور دہلی کے جاہل لوگوں نے اُردو کو نہیں اپنایا جو ہم جھجکیں۔ ہندوستان میں ہندی بولنے کی ابتدا بہت عرصہ سے ہو چکی ہے۔ وہاں سنسکرت نما ہندی کا زور دن بدن بڑھ رہا ہے۔ حریف کی تیز رفتاری دیکھ کر ہمیں بھی بیدار ہونا چاہیئے اور اپنی پوری کوشش صرف کر دینی چاہیئے۔ کالجوں کے طالب علم جو ہر وقت پنجابی ہی بولتے رہتے ہیں۔ کیا وہ اپنی دیگر احسن خدمات میں اضافہ کرنا پسند نہیں کرتے ؟ اُمید ہے کہ وہ زبان کی ہمہ گیری میں کوشاں ہو کر ادب اُردو کی روز افزوں ترقی میں بیش بیش حصہ لیں گے۔ جز اک اللہ

پاکستان بننے سے قبل اُردو، ہندوستان میں برائے نام زبان تھی۔ حکومت

Marfat.com

نے کبھی تعاون سے کام نہیں لیا۔ اب اُردو حکومت پاکستان کی ترجمان ہے۔ دُنیا کی نظریں اس زبان کے ذخیرہ کو ٹٹولیں گی۔ اُس کے الفاظ کو جانچیں گی۔ اس کو کسوٹی پر پرکھیں گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ اُردو کا معیارِ ادب بلند کیا جائے۔ اخبار و رسالے حکومت اور عوام کے درمیان پیغامبری کرتے ہیں اور قوم کے الجھاؤ و سلجھاؤ کا معیار یہی چیزیں ہیں۔ جن سے ادب خالی اور کمزور رہے۔ آج تک اکثر اُردو رسالے عوام کے ذوق کا نمونہ تھے۔ اخلاقی اور اصلاحی کارناموں سے یکسر مبرّا۔ اکثر زنانہ رسائل جو ناپختگی اور بےعمدگی کے شاہد بنتے ہیں۔

کا پہلا صفحہ یعنی ٹائیٹل . . . . . دیکھتے ہی ایک ان نیچرل اور خام ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے تو اندر خدا جانے کیا کچھ نہ ہوگا؟ ایسی عُریاں، فحش اور تخریبی چیزوں کی بیخ کنی کرنا ایڈیٹروں کا پہلا کام ہے۔ متبذل الفاظ سوقیانہ خیالات اور بے ہودہ کلام کو اپنے زریں صفحات میں جگہ نہ دینا بہترین خدمتِ قوم ہے۔ اس وقت ادبا کو چاہیئے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ معیاری کلام اور بہتر سے بہتر مضامین لکھنے میں قوت صرف کریں تاکہ اُردو زبان صحیح معنوں میں عکاسی کے لیے تیار ہو جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اُردو ادب قوم کا بہترین سرمایہ بنے اور پاکستان کی زبان اس قدر پھلے پھولے کہ دُوسرے دیکھتے ہی رہ جائیں لیکن ابھی تک یہ جدوجہد سرعت کے ساتھ شروع نہیں ہوئی۔ لازم ہے کہ قوم کا ہر فرد، زبان کی خدمت میں کوشاں نظر آئے اور ادب اُردو ایک درخشندہ ستارا بن کر اُجاگر ہو۔ (ثریا)

Marfat.com

بشریٰ رحمٰن

نام : شادی سے پہلے بشریٰ رشید کے نام سے لکھتی تھیں۔

والد کا نام : ابوالعرفان افسر الاطبار الحاج حکیم عبدالرشید

موجودہ نام : بشریٰ رحمٰن

شوہر کا نام : عبدالرحمٰن میاں

تاریخ پیدائش : اگست ۱۹۴۴ء

آبائی شہر : بہاول پور۔

تعلیم : ایم اے جرنلزم ، بی ایڈ (پنجاب یونیورسٹی)

لکھنے کی ابتدار بارہ سال کی عمر سے کی۔ ابتدار میں بہاولپور کے مشہور اخبار "رہبر" میں لکھنا شروع کیا۔ پہلا افسانہ چودہ برس کی عمر میں چھپا۔ اس کے بعد پاک وہند کے بے شمار رسالوں میں لکھا۔

روزنامہ "جنگ" میں ایک مستقل کالم "چادر چار دیواری اور چاندنی" کے نام سے لکھتی ہیں۔ دُنیا کے تقریباً تمام بڑے ملکوں کی سیاحت کی ہے۔ ان میں نارتھ امریکہ کینیڈا، فرانس، جرمنی، ابوظہبی، جاپان، چین، ہالینڈ، انگلینڈ، سعودی عرب، انڈونیشیا، ملیشیا اور بھارت شامل ہیں۔

گذشتہ سات سالوں سے اشاعت و طباعت کا ذاتی ادارہ "وطن دوست" کے

Marfat.com

سے چلا رہی ہیں عنقریب ایک ماہنامہ جاری کرنے کا ارادہ ہے۔

سیاسی کیریئر

ان کے سیاسی کیریئر کی ابتدا حقیقت میں ۱۹۶۰ء میں ہی ہوگئی تھی۔ جب بنیادی جمہوریتوں کا نظام رائج کیا گیا تو بہاولپور ڈویژنل کونسل میں انہیں نامزد کیا گیا۔ ان تمام اراکین میں یہ سب سے کم عمر تھیں مگر ان کی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے انہیں نامزد کیا گیا۔ اس وقت بہاولپور میں اعلیٰ خاندان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نہ ہونے کے برابر تھیں۔ شہر میں چونکہ حکیم صاحب کے خانوادہ کو علم و ادب کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے ان کی بیٹی کو کم عمری میں یہ اعزاز دیا گیا۔

ان کی شادی ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ شادی کے بعد یہ مستقلاً لاہور میں آباد ہوگئیں۔ بشریٰ رحمٰن کے مستقل نام سے لکھنا شروع کردیا۔ ان کا پہلا ناول "چارہ گر" ہے۔ جو انہوں نے دورانِ تعلیم لکھا تھا مگر شادی کے بعد ۱۹۶۵ء میں پہلی بار بشریٰ رحمٰن کے نام سے چھپا۔

دسمبر ۱۹۸۳ء میں انہیں پنجاب کی صوبائی کونسل میں نامزد کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ۱۹۸۷ء کے انتخابات میں حصہ لے کر یہ خواتین کی مخصوص نشستوں سے جیت کر باقاعدہ اسمبلی میں آگئیں۔ آج کل صوبائی اسمبلی کے علاوہ مندرجہ ذیل اداروں کی بھی رکن ہیں۔

رکن پنجاب یونیورسٹی سینٹ

رکن بورڈ آف گورنرز پنجاب کونسل آف دی آرٹس لاہور

رکن بورڈ آف گورنرز لاہور میوزیم لاہور

رکن سیکرٹریٹ کمیٹی آرٹ کونسل لاہور

Marfat.com

رکن سیرت کمیٹی اسلام آباد ، رکن فلم سنسر بورڈ لاہور
رکن بورڈ آف گورنرز باغبانپورہ گورنمنٹ کالج لاہور
ان کو ان کی کتاب "لازوال" پر ایک رسالے کی جانب سے ادبی ایوارڈ ملا ہے
"لازوال" سیریل ٹی وی پر بھی دکھایا گیا۔

ایک ادارے کی طرف سے "لگن" کو بہترین ناول کا ایوارڈ ملا ہے۔ ان کی ادبی خدمات پر انہیں مختلف ادبی اور سماجی تنظیموں کی طرف سے متعدد ادبی ایوارڈ مل چکے ہیں۔

حال ہی انٹرنیشنل ایشین اکیڈیمی کی طرف سے انہیں صوبائی اسمبلی میں بہترین پارلیمنٹرین کا ایوارڈ ملا ہے۔

نوجوانوں کی ایک انجمن نے انہیں سال کی بہترین کالم نگار کا ایوارڈ دیا ہے۔

ہندوستان میں ان کے تین ناول اور بے شمار افسانے اردو کے علاوہ ہندوستان کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر چھپ چکے ہیں ۔ (یہ کوائف بشریٰ رحمٰن نے مہیا کیے ہیں

بیگم فرحت شجاع الرحمٰن

حکیم عبدالرشید کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ ان کی والدہ شاعرہ تھیں جن کے عارفانہ کلام کے دو مجموعے چھپ چکے ہیں۔

فرحت شجاع الرحمٰن شادی سے پہلے فرحت رشید کے نام سے شعر کہتی تھیں۔ انہوں نے بھی پہلا شعر بارہ تیرہ سال کی عمر میں کہا تھا پھر گھر کے علمی و ادبی ماحول نے ان کی صلاحیتوں کو بہت نکھارا۔

حکیم عبدالرشید علم کے رسیا تھے اور شعر و ادب کا خاص ذوق رکھتے

Marfat.com

تھے۔ وہ بہاولپور میں ادبی و علمی محفلیں برپا کرتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں انہوں نے وہاں ایک یادگار مشاعرہ کرایا، جس میں پاکستان بھر سے شاعر اور شاعرات تشریف لائے۔ شاعرات کی رہائش کا بندوبست بیگم صاحب کے گھر میں ہوا اس محفل میں بیگم فرحت شجاع الرحمٰن نے اپنی فردوس گوش آواز میں ایک غزل سنا کر سارا مشاعرہ لوٹ لیا:

"غزل"

مجھ کو مرغوب ہیں نالے مجھے نغمات سے کیا؟
عشق کی سادہ و رنگین حکایات سے کیا؟
دیکھ کے بولے وہ سُرخی میرے افسانے کی
تُو نے لکھا ہے اسے خُون کے قطرات سے کیا؟
غمِ دل دردِ نہاں خُونِ تمنّا لے کر
اور لینا ہے مجھے ارض و سمٰوٰت سے کیا؟
یہ لرزتے ہُوئے تارے یہ سِسکتا ہُوا چاند
یہ بھی کچھ سہمے ہُوئے ہیں میرے حالات سے کیا؟
تیری اُلفت کی قسم اپنی عقیدت کی قسم
درد بھی اچھا مِلا تیری عنایات سے کیا؟
ابرِ غم چھوڑ برسنا تجھے فرحت کی قسم
آتشِ شوق بجھا کرتی ہے برسات سے کیا؟

Marfat.com

آج کل بیگم فرحت شجاع الرحمٰن کے شوہر نامدار میاں شجاع الرحمٰن لاہور کے میئر اور بیگم فرحت لاہور کی مذہبی اور سماجی محفلوں کی جان ہیں۔ سچی عاشق رسولؐ ہیں اور فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ (بشریٰ رحمٰن)

ابوالعرفان حکیم عبدالرشید

کتاب زیر نظر اولیاء اللہ کے باب میں دیوان چاولی مشائخ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں حکیم صاحب موصوف کا بھی تعارف کرایا گیا ہے اب ان کے صاحبزادہ جناب احمد غزالی نے مزید کچھ معلومات فراہم کی ہیں۔ ان کے شکریہ کے ساتھ درج کتاب کرتے ہیں (درویش)

حکیم عبدالرشید قصبہ قائم پور ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸ نومبر ۱۹۶۰ء بہاولپور وفات پائی ہے اور اپنی یادگار مسجد رشیدیہ ماڈل ٹاؤن اے میں مدفون ہیں۔ ان کے والد ماجد حکیم محمد عثمان ایک عالم فاضل اور حکیم حاذق تھے۔ طبابت ان کا خاندانی پیشہ ہے۔ انہوں نے اپنے لڑکے کو طبیہ کالج دہلی داخل کرایا۔ ہونہار فرزند نے نہ صرف سند امتیاز حاصل کی بلکہ تمغہ طلائی بھی پایا ہے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۹۱۴ء میں اپنے قصبہ قائم پور میں مطب قائم کیا۔ سرکار والا شان والی ریاست نے پہلے خیر پور ٹامیوالی سرکاری حکیم کے طور پر ان کا تقرر کیا اور پھر ان کو افسر الاطباء بنا دیا گیا ہے۔ بہاولپور جامعہ عباسیہ جس کا نام اب اسلامیہ یونیورسٹی ہے اس میں ایک شعبہ طب کا تھا وہ حکیم صاحب کی مشاورت سے قائم کیا گیا تھا۔ ایک دفعہ امیر آف بہاولپور نے دہلی سے حکیم اجمل خاں کو بلایا انہوں نے ایک اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ میرا ایک لائق شاگرد حکیم عبدالرشید بہاول پور میں موجود ہے، ان کی موجودگی میں مجھے بلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی طرف رجوع کرنا کافی ہے، چنانچہ اس خراج تحسین سے ان کو کافی شہرت حاصل ہوئی اور نواب فیملی کے شاہی حکیم کے طور پر ان کی شناخت ہوئی۔ بہاولپور میں ان کا مطب تھا۔ درویش نے ایک مرتبہ

Marfat.com

حکیم صاحب ! لوگ کہتے ہیں ۔ عبدالرشید بہت مہنگے حکیم ہیں ۔ فرمایا : میں امیر آدمیوں کا علاج کرتا ہوں ۔ غریب لوگوں کو مجھ سے یہ شکایت نہیں ہے میں ان کو بیشتر ادویات مفت دے دیتا ہوں ۔

درویش کہتا ہے یہ صحیح ہے وہ اپنے پیشہ میں بخیل نہ تھے ۔ فرمایا کرتے تھے کہ کسی صدمہ اور پریشانی کے وقت مرغوب طبع اور مقوی غذا کھانی چاہیئے ۔ اس وقت طبیعت کو قوتِ مدافعت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے ۔

عرب کے شاہ سعود کی اہلیہ کا کامیاب علاج کیا تو ان کی طرف سے ابوالعرفان کا خطاب ملا ۔ یہ ایک تعلیمی گھرانہ ہے ۔

حکیم صاحب نے "دیارِ رسولؐ کے فیصلے" نامی ایک کتاب شائع کی ہے جو بہت مقبول ہوئی یہ دراصل ترجمہ ہے قرطبی کی ایک کتاب کا جو عربی میں تھی ۔ احمد غزالی کہتے ہیں وہ اب تک آٹھ دفعہ شائع ہو چکی ہے ۔

حکیم صاحب کی اہلیہ بیگم نصرت، صاحبِ دیوان شاعرہ تھیں ۔ بشریٰ اور فرحت ان کی دو صاحبزادیاں لاہور بیاہی گئیں ہیں جن کا ذکر کتاب میں آیا ہے ۔ حکیم عبدالرشید سلسلہ نقشبندیہ میں خلیفہ مجاز تھے ۔

احمد غزالی

ان کو بہت سی خوبیاں اپنے والد سے ورثہ میں ملی ہیں ۔ شکل وصورت اور قد وقامت میں اپنے والد سے متشابہ ہیں ۔ گفتگو کا سلیقہ، فنِ خطابت میں مہارت تامہ رکھتے ہیں ۔ اس رائے پر شہاب دہلوی اور حمید رضوانی دونوں متفق ہیں ۔ لاہور کے میئر شجاع الرحمٰن ان کے بہنوئی ہیں اور یہ خود لاہور میں "ایل ڈی اے" ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنو ہاشم اور دعویٰ خلافت

ہم "پیش لفظ" میں بتا چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قرابت داری کی ابتدار جنگ بدر سے شروع ہوئی ہے اور اس کی وجہ خاندانی عصبیت بتایا ہے۔

اس مضمون کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ ہم پہلے ان واقعات کا ذکر کرتے جو ابن مکہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کے دعویٰ نبوت کے بعد رونما ہوئے ہیں اور بنو ہاشم نے محمدؐ کے دفاع میں جو کچھ کیا ہے اس کا تفصیل سے جائزہ لیتے!

آپ کے چچا حضرت ابوطالب کے ان قصائد کا ذکر کرتے جو انہوں نے بھتیجہ کی عصبیت میں لکھے ہیں۔ تاریخ ابن ہشام اس بارے کافی مواد فراہم کرتی ہے لیکن ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں بنو ہاشم کے ساتھ احسان نہیں کیا بلکہ مکافات احسان میں گئے ہیں۔

ہم نے مولانا مودودی کا ایک مضمون سیرت سرورِ عالم سے لیا ہے جو ایک فہرست ہے۔ ان مسلمانوں کی جو خفیہ تبلیغ کے ابتدائی تین سالوں میں اسلام لائے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنو ہاشم کو اسلام لانے میں دوسرے قبائل پر ترجیح حاصل نہیں ہے لیکن محمد صلعم کے دفاع میں خاندانی عصبیت پورے طور پر کار فرما نظر آتی ہے۔

حضرت ابوطالب نے ایک شخص کو پناہ دی ہے تو ایک آدمی نے اس پر اعتراض

Marfat.com

...ہے تو ابولہب شدت جذبات سے بے قابو ہو گئے ہیں اور پکار اٹھے ہیں کہ اگر تم لوگوں ...ے ابوطالب کے حق پناہ میں دخل دیا تو میں بھی ان کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہونگا۔ ان واقعات نے ...ہاشم کو وارث نبی ہونے کی سوجھ دی ہے۔

ہشیم بن عقبہ ابوحذیفہ نے جنگ بدر کے موقعہ پر بنوہاشم کے بارے رو رعایت ...پر اعتراض اٹھایا ہے۔ جس کا ذکر ہم نے پیش لفظ میں کیا ہے اس کے معنی بھی یہی ...ہ کہ اصحاب رسول میں خاندانی عصبیت پر مذہبی عصبیت غالب آچکی تھی۔

حضرت عمر کا یہ کہنا ہر شخص اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے" ...ی مذہبی عصبیت کی کارفرمائی ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیاست و تدبر اور راج ...ی کے اصولوں پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ انہوں نے انسانی معاشرہ کے عوامل کو پوری طرح ...رکھا ہے۔ اگر جنگ بدر میں بنوہاشم سے رو رعایت برتی ہے تو ۸ھ فتح مکہ ...دن بنوہاشم کے حریف بنو عبد شمس کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے۔ وہ اسوہ رسول کے ...زات سے ہے ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس قریش مکہ کی فوجی قیادت ...نے رہے ہیں اور مدینہ میں مسلمانوں کی زندگی کو اجیرن بنائے رکھا ہے۔ فتح مکہ کے ...دخول مکہ سے چند گھنٹے پہلے حضرت عباس کی تحریک پر مسلمان ہو گئے ہیں تو رسول اللہ ...ان کا فوجی اعزاز قائم رکھا ہے اور فرمایا ہے۔ من دخل دار ابی سفیان فھو ...۔ گویا یہ اعلان ہے کہ ان کے تمام اعوان و انصار کو معاف کر دیا ہے۔

فتح مکہ کے بعد جس شخص کو مکہ کا گورنر بنایا ہے وہ عتاب بن اسید ابن ابی العیص ...بہ اموی ہیں جو عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹے تھے۔ عمر تھی بیس اکیس برس!

(طالب ہاشمی)

Marfat.com

اور یہ مسلمان بھی فتح مکہ کے دن ہوئے ہیں۔ قرآن و سنت کی تعلیم دینے کے لیے معاذ بن
جبل انصاری کو ان کی ہمراہی میں دے دیا گیا ہے۔ صدیق اکبر جن دنوں مدینہ میں فوت ہوئے
عتاب بن اُمیہ انہیں ایام میں مکہ میں فوت ہوئے ہیں۔ گویا رسول اللہ اور صدیق اکبر دونوں
زمانہ میں گزر رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں شام فتح ہوا ہے۔ ان دنوں ابوسفیان کے صاحبزادے
یزید بن ابی سفیان، ابوعبیدہ بن الجراح کے بعد اسلامی فوج کے سپہ سالار مقرر ہوتے ہیں او
ان کے دوسرے لڑکے امیر معاویہ ایک دستہ کی کمان کر رہے تھے۔

استحقاق خلافت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اور جانشینی کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا
الائمۃ فی القریش کا سہارا لے کر مہاجرین مکہ انصار مدینہ سے بازی جیت گئے ہیں
والد کے بعد سسر بمنزل باپ سمجھا جاتا ہے۔ خلافت کا قرعہ فال حضرت ابوبکر صدیق اور عمر
کے نام نکلا۔ دامادوں میں حضرت عثمان ذوالنورین سینئر داماد تھے پہلے وہ اور پھر حضرت
علی رونق فروز تخت خلافت ہوئے ہیں۔

محبت نے ہمیشہ محبوب کے لیے مشکلات راہ پیدا کی ہیں۔ یوسف کنعانی فرما
ہیں۔ محبت نے میرے ساتھ کچھ عجیب نوعیت کا معاملہ کیا ہے۔ پھوپھی نے محبت
مغلوب ہو کر مجھ پہ چوری کا الزام لگایا اور ایک سال تک اپنے پاس رکھا ہے۔ وا
محترم نے محبت کا دم بھرا ہے تو بھائیوں کو ناگوار گزرا ہے۔ مجھے وطن بدر کر دیا
عزیز مصر کی بیوی نے محبت و پیار کا دامن پھیلایا ہے تو جیل کی ہوا کھانی پڑی! حض
علیؓ کو خلافت سنبھالنے کے فوراً بعد قصاص عثمان سے نپٹنا ہے۔ مدینۃ الرسول

Marfat.com

حضرت عثمان ذوالنورین کو دن دھاڑے قتل کر دیا گیا ہے۔ قاتل فرار نہیں ہوئے بلکہ مدینہ کی گلیوں میں گھوم پھر رہے ہیں۔ مدینہ میں قریش اور اہل یثرب کی ملی جلی آبادی ہے۔ مکہ اور شام میں قوم قریش زیادہ آباد ہے ان دونوں جگہ کی اکثریت نے حضرت علی کا ساتھ نہیں دیا۔ ان کو اپنا دارالخلافہ عراق کوفہ میں منتقل کرنا پڑا ہے۔

مسئلہ کے تصفیہ میں جنگِ جمل اور جنگ صفین لڑی گئیں ہیں لیکن طاقت کا توازن حضرت علی کے حق میں نہیں ہوا۔ ان دونوں جنگوں میں حضرت علی کے مخالفین کو جانی نقصان زیادہ اٹھانا پڑا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کے ساتھ قبیلہ مضر اور دوسرے غیر قریش قبائل زیادہ تھے اور دوسری طرف حضری یعنی شہری لوگ تھے۔ ظاہر ہے کہ بدوی لوگ جنگ جو زیادہ ہونے تھے لیکن ان میں عسکری تربیت کا فقدان ہوتا ہے۔

جنگِ صفین میں حضرت علی کا پلڑا بھاری تھا، لیکن فوج پر کنٹرول حاصل نہ تھا دوسری طرف ایک تربیت یافتہ فوج ایک سپہ سالار کے زیر قیادت ایک مقصد لئے لڑ رہی تھی ان کے قدم ایک اشارہ پہ اٹھتے ہیں اور ایک اشارہ پر رکتے ہیں۔

حضرت علی امیر معاویہ کو شام کی گورنری سے عثمان کا قصاص لیے بغیر معزول کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے دفاع میں لڑ رہے تھے۔ ان کا مقصد جنگ جیتنا نہ تھا بلکہ فریق مخالف کی جنگی چالوں کو ناکام بنانا تھا۔ اس لیے اس جنگ کا کوئی فائدہ حضرت علی کو نہیں پہنچا بلکہ شام اور مصر کے علاقے خلافت سے کٹ گئے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ کوفہ تمام اسلامی ممالک کا مرکز خلافت نہ بن سکا۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں عراق اور یمنی قبائل زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور مستزاد براں فکری اور نظری اختلافات میں ایک دوسرے

Marfat.com

سے دست و گریبان ہو گئے۔ اس لیے وہ تیسری جنگ کے لیے حضرت علی کا ساتھ دے نہ سکے، بلکہ اس گروہ کے آدمی نے جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا۔ حضرت علی کو ان کے دارالخلافہ میں قتل کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے بعد کوفہ والوں نے باپ کے بعد بیٹا خلیفہ منتخب کیا ہے اور اسی روایت کو سامنے رکھ کر عمائدین قریش نے امیر معاویہ کے بعد ان کے بیٹے یزید کو خلیفہ بنانے کا عہد کر لیا ہے۔

حضرت حسن کی خلافت کا عرصہ بہت مختصر ہے۔ صرف چھ ماہ ! ان کے لیے اپنی خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے امیر معاویہ سے جنگ لڑنا تھا، لیکن انہوں نے مسلمانوں کے خون کو اپنی خلافت کی بنیاد نہیں بنایا، اور امیر معاویہ سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔ اس طرح خلافت بنو ہاشم سے نکل کر بنو امیہ میں چلی گئی ہے، اور اسکی وجہ بنو ہاشم میں کسی قابل سپہ سالار کا فقدان ہے

اندازِ حکمرانی

حضرت علی اور امیر معاویہ کے مختلف ہیں۔ حضرت علی کے والد ابوطالب کوئی زیادہ امیر نہ تھے۔ حضرت علی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو وقت گزارا ہے وہ بھی عسرت کا زمانہ تھا۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں یہ ان کے مشیر رہے ہیں۔ جنگوں میں حصہ نہیں لیا جو اس وقت کا ایک بڑا ذریعہ آمدنی تھا۔ اپنے وظیفہ میں گزر اوقات کی ہے جب خلیفہ بنے ہیں تو کوئی جنگ نہیں لڑی۔ کوئی علاقہ فتح نہیں کیا کہ مال و دولت کی فراوانی سے واسطہ پڑا ہو۔ اس لیے ان کی داد و دہش کا کوئی قصہ قابلِ ذکر نہیں ہے بلکہ ان کو بیت المال کا کوئی امین اور کسٹوڈین دکھایا گیا ہے۔

Marfat.com

علامہ سیوطی جلال الدین تاریخ خلفاء میں کہتے ہیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب حضرت علی سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ اصرار پر ایک شخص کو کہا ان کا ہاتھ پکڑ کر بازار لے جاؤ۔ دکانوں کے قفل توڑ کر جس چیز کی ضرورت ہے نکال لیں۔ عقیل نے کہا: آپ مجھے چوری میں پکڑوانا چاہتے ہیں۔ علی نے جواب دیا۔ مجھے ہی چور بنانا چاہتے ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے مال نکال کر آپ کو دے دوں!

امیر معاویہ نے ایک دفعہ ایسے تین شعر سنانے کو کہا جس کا مطلب اسی شعر میں تمام ہوگیا ہو! اس مجلس میں عبداللہ بن زبیر موجود تھے انہوں نے ہر شعر کے بدلے ایک لاکھ درہم مانگے ہیں۔ وہ بازی جیت گئے ہیں۔ رقم ادا کردی گئی ہے۔

علامہ سیوطی نے ان اشعار کو نقل کیا ہے:

(۱) بلوت الناس قرنا بعد قرن
فلم ارغیر ختال وقال

(۲) ولم ارفی الخطوب اشد وقعاً
واصعب من معادات الرجال

(۳) وذقت مرارۃ الاشیاء طرا
فما طعم امر من السؤال

ترجمہ:

(۱) مجھے بہت لوگوں کو ملنے کا اتفاق ہوا۔ مکار اور دشمنی کرنے والے کے سوا کوئی نہیں دیکھا۔

Marfat.com

(۲) میں نے حوادث و صعوبات زمانہ میں لوگوں کی دشمنی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

(۳) میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر سوال کی تلخی سے زیادہ کوئی چیز تلخ نہیں ہے میرے نزدیک اس تفاوت کی وجہ یہ ہے کہ امیر معاویہ کے والد ابوسفیان قائد مکہ تھے۔ مسلمان ہو کر ہر جنگ میں حصہ لیا ہے اور شام کی گورنری پر بیس سال گزارے ہیں اور تسخیر مزاج کا فن سیکھا ہے۔ ہر شخص کے ساتھ اس کے حسب حالات سلوک کیا ہے۔ اور اپنے پیچھے ایک ایسی مستحکم حکومت چھوڑ گئے ہیں کہ بنو ہاشم کا معزز ترین آدمی کوفہ کے دروازہ تک نہ پہنچ سکا جو ان کے والد کا دار الخلافہ رہا ہے۔

حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عباس کی اولاد کو گورنری کے مناصب عطا کیے ہیں۔ امیہ حکومت جب اپنی طبعی زندگی گزار کر ختم ہو گئی ہے تو حکومت کا اقتدار آل عباس میں منتقل ہو گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک بنو امیہ کے مقابلہ میں استحقاق خلافت میں بنو ہاشم کو آگے لایا گیا ہے اور ان کے درمیان باہمی اشتراک عمل تھا۔ جب آگے چل کر ہاشمیوں کی تقسیم ہوئی ہے تو "آل محمد" اور "محبت اہل بیت" کے خطوط میدان سیاست میں کھینچے گئے ہیں اور اس کو ایک مذہبی عقیدہ کے طور پر شیعہ جاں بازوں نے اپنایا ہے اور جب کبھی کوئی علوی بزرگ اس دعوت کو لے کر اٹھا ہے تو شیعہ برادری نے اس کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور یہی شیعہ و سنی کے درمیان علامت مفارقہ ہے۔

۹۱ سالہ اموی دورِ حکومت میں حضرت امام حسین اور حضرت زید بن علی اصغر زین العابدین صرف دو شخص اس میدان میں اترے ہیں۔ اس کے برعکس عباسیہ دورِ حکومت میں یہ خاصے چاک و چوبند نظر آتے ہیں۔ ہم اس پر ایک مختصر نوٹ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

ں خلافت میں علوی دعویٰ دار

۱) مدینہ منوّرہ ـــــ حضرت امام حسین کو امیر معاویہ کی وفات کے بعد یزید
بیعت کے لئے بلایا گیا ہے وہ اس اطلاع پر مکّہ چلے آتے ہیں اور کوفیوں کی دعوت
ر وہ ان کو اپنا خلیفہ بنانے کے لیے تیار ہیں۔ بمعہ بال بچے کوفہ روانہ ہو گئے ہیں اور
دانِ کربلا میں اپنے کوفی حمائتیوں میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا ہے کہ میں
پ کی دعوت پر آیا ہوں اور اگر آپ ناپسند کرتے ہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ اس
مطلب سرکاری جمعیت میں اپنا اثر و رسُوخ استعمال کرنا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوئے
ایک مختصر جماعت کے ساتھ مقابلہ میں ۶۰ھ میں شہید ہو گئے ہیں۔

ایک بڑا خوبصورت نوجوان الھڑ البیلی جوانی بے پروا فکر سورج کی طرح چمکتا دمکتا
رہ لے کر میدان میں کودا ہے اور خونخوار شیر کی طرح دشمن پر لپکا زخمی ہو کر گرا اور کہا
ئے چچا! حضرت امام حسین پاس کھڑے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ آپ
ہ رہے ہیں ان کے لیے ہلاکت جنہوں نے تجھے قتل کر دیا ہے۔ قیامت کے دن
ے نانا کو کیا جواب دیں گے؟ بخدا تیرے چچا کے لیے یہ سخت حسرت کا مقام ہے
. تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے مگر تجھے اس کا جواب کوئی نفع
پہنچائے!

راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے پُوچھا یہ کون جوان ہے؟ جواب ملا قاسم بن
ن بن علیؓ (شہادتِ حسین مولانا ابو الکلام آزاد)

آل ابی طالب

امام حسین اور ان کے ساتھی ! شہیدانِ کربلا

Marfat.com

۱۔ علی - عبداللہ بن امام حسین رضؓ

۲۔ ابوبکر - عبداللہ - قاسم بن امام حسن رضؓ

۳۔ عباس - عبداللہ - عثمان - محمد - ابوبکر - پسران حضرت علی امام حسین کے سوتیلے بھائی

۴۔ عبداللہ - عبدالرحمٰن - جعفر بن عقیل ابن ابی طالب

۵۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل

۶۔ محمد بن سعید بن عقیل

۷۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب

۸۔ عون " " "

صرف ایک شخص عبداللہ بن عمیر الکلبی اپنی بیوی سمیت حضرت امام حسین کی حمایت میں لڑنے کے لیے کوفہ سے نکلا ہے - یہ ایک مضبوط جسم کا آدمی تھا - اسے سب سے پہلے میدان میں نکلنے کی اجازت ملی ہے - اس نے شمشیر زنی کے خوب جوہر دکھائے اور بالآخر شہید ہوا - اس کی بہادر بیوی اپنے مقتول خاوند کے چہرہ کو مٹی سے صاف کر رہی ہے اور کہتی ہے تجھے جنت مبارک ہو - ایک شخص نے بڑھ کر اسے بھی شہید کر دیا کہ تو اس سعادت سے کیوں پیچھے رہ جائے ۔

۲۔ **حضرت زید** بن علی اصغر زین العابدین نے بزمانہ خلافت ہشام بن عبدالملک امام حسین کی شہادت سے کوئی ۶۲ سال بعد ۱۲۲ھ کوفہ میں خلافت کا دعویٰ کیا ہے اور مقابلہ میں شہید ہو گئے ہیں - ایک فرقہ کے امام ہیں جو زیدی کہلاتے ہیں ۔

۳۔ یحییٰ بن زید بن علی اصغر

۴۔ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار

Marfat.com

۵۔ عیسیٰ بن زید بن علی اصغر

۶۔ نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسنؓ

ان سب نے خلیفہ المنصور عباسی کے زمانہ میں دعویٰ خلافت کیا ہے ۔

شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں " محمد نفس زکیہ نے مدینہ میں منصور کے مقابلہ دعویٰ خلافت کیا ہے اور اس کی فوج کے ساتھ نہایت بہادری سے لڑے ہیں ۔ ان کے ساتھیوں نے حمایت کا پورا حق ادا کیا ہے لیکن آخر میں بعضوں نے ساتھ چھوڑ دیا ہے اور محمد نفس زکیہ محمد بن قحطبہ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں "

۷۔ نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم اپنے بھائی محمد بن عبداللہ کی شہادت کے بعد ایک فوج کے ساتھ کوفہ جا رہے تھے ۔ بمقام احمزاد دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا ۔ ابراہیم ۴۰۰ جاں نثاروں کے ساتھ نہایت بہادری سے لڑ رہے ہیں ۔ مگر دفعتہً مخالف فوج کا ایک تیر ان کے حلق میں آکر لگا اور ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا ۔

" میں کچھ چاہتا تھا مگر خدا کی مرضی کچھ اور تھی !

محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے دوسرے بھائی اور لڑکے ممالک اسلامیہ کے مختلف حصوں میں اپنی تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھے ۔ منصور نے ان سب کو پکڑوا کر قید یا قتل کر دیا ۔

حسین ابن علی بن امام حسنؓ

۸۔ ندوی بیان کرتے ہیں ۔ اس نے مدینہ میں خروج کیا ۔ مدینہ کے حاکم عمر بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر خطاب سے مقابلہ ہوا ۔ عمر بن عبدالعزیز کو شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا ۔ حسین کے ساتھیوں نے بیت المال لوٹ لیا اور ایک عام ہنگامہ ہوا ۔ پھر

Marfat.com

حسین مکہ پہنچا اور اعلان کر دیا کہ جو غلام ہمارے ساتھ آجائے گا وہ آزاد ہے اس طرح غلاموں کی ایک اچھی خاصی تعداد ان کے ساتھ ہوگئی۔ آخر میں محمد بن سلیمان اور سلیمان بن منصور سے مقابلہ ہوا جس میں حسین کو شکست ہوئی اور اس کا سر کاٹ کر خلیفہ ہادی کے پاس بھیج دیا

محمد ابراہیم طبا طبا

ایک جرائم پیشہ شخص سری بن منصور شیبانی ابوالسرایا نے ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر کے کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے لیکن ان کی موجودگی میں اس کا اثر قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے ان کو زہر دے کر ہلاک کر دیا (ندوی)

محمد بن محمد بن زید اول (یعنی زید بن علی اصغر)

ایک نوعمر لڑکے کو محمد ابراہیم کا جانشین مقرر کر لیا۔ کئی ایک مقابلوں کے بعد ابوالسرایا پکڑا گیا اور قتل ہوا۔

حسین الافطس نے مکہ پر قبضہ کر لیا۔ مکہ کے عباسیوں کا مال متاع لوٹ لیا اور خانہ کعبہ کا قیمتی سامان لے کر اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیا اور بالآخر عباسی فوج سے شکست کھائی اور مکہ پر عباسیوں کا دوبارہ قبضہ ہوگیا۔

عبدالرحمٰن بن احمد

۲۰۷ھ یمن میں دعویٰ خلافت کیا۔ یمنیوں نے ان کا ساتھ دیا جب سرکاری فوج ان کے مقابلہ میں آئی اور خلیفہ مامون کی طرف سے ان کو امان نامہ دکھایا۔ دینار بن عبداللہ امیر لشکر کے ساتھ مامون کے پاس آگئے ہیں۔ انہوں نے درگذر سے کام لے کر آزاد کر دیا ہے۔

Marfat.com

محمد بن قاسم

ایک خاموش بزرگ مسجد نبوی میں گوشہ گیر تھے۔ ایک فتنہ پرست خراسانی نے بیعت کرکے خروج کے ارادہ سے جوزجان لے گیا۔ وہاں کے والی عبداللہ بن طاہر کو خبر ہوئی۔ ان کے ارادت مندوں کو منتشر کر دیا وہ دوسری جگہ چلے گئے لیکن گرفتار ہو کر قید ہوئے سات آٹھ ماہ کے بعد موقع پا کر رات کو فرار ہو گئے، اور پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

ابوالحسین یحییٰ بن عمرو

انہوں نے مالی پریشانیوں سے تنگ آکر خروج کیا۔ عربوں کی ایک بڑی جماعت ان کے ساتھ ہوئی۔ شیعان علی بھی ان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ کوفہ کا خزانہ لوٹ لیا اور قید خانہ توڑ کر قیدی رہا کر دیئے۔ ایک سخت مقابلہ ہوا۔ ان کے اعوان و انصار میدان میں کام آئے اور خود یحییٰ بن عمرو لڑائی میں مارے گئے ان کا سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس خراسان اور اس نے مستعین خلیفہ کے پاس بھجوا دیا۔

طبرستان میں دولت علوی کا آغاز (حسن بن زید)

عبداللہ بن طاہر خراسان کا والی تھا۔ خلافت بغداد کی طرف سے ایک جاگیر دی گئی۔ جہاں اس علاقہ کے لوگ مال مویشی چراتے تھے جب ان کو روکا گیا وہ والی خراسان طاہر اور اس کے دوسرے افسران کے خلاف ہو گئے۔ علوی ملک میں ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ جب کوئی گروہ حکومت کے خلاف اٹھتا تو یہ لوگ ان کی حمایت پر اتر آتے اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے، چنانچہ حسن بن زید کے حق میں محمد بن جعفر بن حسن نے "رے" میں دعوت شروع کر دی۔ گرفتار ہو کر قید ہوئے اور وفات پائی!

Marfat.com

"رضا آلِ محمد" (عیسیٰ بن علی)

محمد بن جعفر کے بعد عیسیٰ بن علی نے "رے" میں "رضا آلِ محمد" کی دعوت شروع کر دی۔ ان میں محمد بن عبداللہ بن طاہر میں خون ریز لڑائی ہوئی اور قیدِ ہستی سے آزاد ہو گئے۔

حسن بن اسماعیل کرکی

بن محمد بن عبداللہ بن علی اصغر زین العابدین قزوین میں اُٹھے ان کا اور موسیٰ بن بغا کا مقابلہ ہوا لیکن کرکی کامیاب نہ ہوا۔ بھاگ کر دیلم چلے گئے اور حسن بن زید سے مِل گئے۔

دولتِ زیدیہ

سنہ ۲۵۰ھ حسن بن زید نے طبرستان کے باشندوں سے بیعت لی اور اس جگہ سے طاہری عمال کو نکال دیا اور بعد میں طبرستان کے ساتھ جرجان پر بھی قبضہ کرلیا۔ وہ اپنی زندگی سنہ ۲۷۰ھ تک قابض رہے اور اس کے بعد ان کے بھائی محمد بن زید ان کے جانشین ہوئے۔ اس کے بعد حسن بن علی اطروش حکمران ہوئے۔ اس حکومت کا خاتمہ صفاریوں کے ہاتھوں سنہ ۳۱۶ھ مطابق سنہ ۹۲۸ء میں ہوا۔ ۶۰ سال حکمرانی حکومت بغداد کے علی الرغم کر گئے ہیں۔

آلِ علی

شاہ معین الدین ندوی کہتے ہیں۔ طبرستان پر زیدیوں کی وجہ سے علویوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے، چنانچہ مستعین کے زمانہ سے لیکر معتز کے عہد تک وہ بڑے زور وقوت کے ساتھ اُٹھے۔ سب سے اول مستعین اور معتز کی جنگ کے زمانہ میں اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسنؓ نے مکہ میں خروج کیا۔ یہاں کا عباسی عامل جعفر مکہ چھوڑ کر بشاشات چلا گیا۔ اسماعیل نے اس

Marfat.com

کا گھر اور عباسی حکام کے مکانات لوٹ لیے۔ مکہ کی فوج اور اہل مکہ کو بے دریغ قتل کیا۔ خانہ کعبہ کے تمام نقرائی سامان اور دوسری قیمتی اشیاء پر قبضہ کرلیا اور اہل مکہ سے دو لاکھ دینار وصول کرکے مدینہ پہنچے! یہاں کے والی میں بھی مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے بھی مدینہ چھوڑ دیا۔ مدینہ پر قبضہ کے بعد مکہ لوٹ آئے اور جدہ پہنچے اور اس کی ناکہ بندی کرکے تاجروں کا مال لوٹ لیا۔ عرفہ واپس ہوئے اسماعیل نے سولہ سو حاجیوں کو قتل کرکے تمام حجاج کا مال لوٹ لیا۔ ان کے خوف سے حجاج عرفہ میں قیام کیے بغیر مکہ لوٹ گئے۔ اس اثناء میں معتز نے محمد بن احمد اور عیسیٰ بن محمد کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور مکہ اور مدینہ پر دوبارہ قبضہ کیا۔

ابو احمد محمد بن جعفر

ندوی کہتے ہیں۔ ایک اور علوی ابو احمد محمد بن جعفر نے کوفہ میں خروج کیا مزاحم بن خاقان نے انہیں شکست دے کر گرفتار کرلیا لیکن معتز نے ان کو معاف کرکے کوفہ کا حاکم مقرر کردیا، لیکن اس عفو پر وہ باز نہ آئے اور اہل کوفہ کے مال اور ان کی جائدادوں پر قبضہ کرلیا اس لیے پھر گرفتار کرکے بغداد بھیج دیئے گئے ہیں۔

احمد بن عیسیٰ

اور حسن بن احمد کو بھی حکومت کی مخالفت میں دیلم کے غیر مسلم فرمانروا ابن جستان سے مل گئے اور "رے" پر حملہ کرکے بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا اور بعض گرفتار کرلیے گئے یہاں کے حاکم عبداللہ بن عزیز نے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر راہ فرار اختیار کی اور رے والوں نے بیس لاکھ درہم دے کر جان بچائی ابن جستان اس رقم پر قبضہ کرکے الگ ہوگیا اور اس کی علیحدگی سے احمد بن عیسیٰ کی قوت کمزور ہوگئی اور عبداللہ بن عزیز نے لٹ

Marfat.com

کر ان کو گرفتار کرلیا۔

ندوی کہتے ہیں : ان کے علاوہ متعدد طالبی (آل ابی طالب) اُٹھے اور ان کے خروج سے اتنی بدامنی پھیلی اور اہل حجاز پر اتنے مصائب نازل ہوئے کہ خود ان کے اہل خاندان گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ شیعی مورخ مسعودی لکھتا ہے کہ خاندان ابوطالب کے چہتر آدمی جن میں حضرت علی، عقیل اور جعفر تینوں بھائیوں کی اولاد شامل تھی۔ ان کے مصائب سے گھبرا کر مصر چلے گئے۔ یہاں کے والی عیسیٰ بن شیخ نے ان کو معتز کے پاس سامرا پہنچا دیا۔ اس نے ان کو ٹھہرایا اور ان کی کفالت کا بار اپنے ذمہ لے لیا۔

(بحوالہ الذہب مسعودی)

دولت صفاریہ

المتوکل کے عہد میں سیستان میں صالح بن نصر ایک شخص دینداز تھے اور مذہبی تعلیم کے ساتھ اس نے نوجوانوں کی تنظیم کی اور خوارج کے فتنہ کو فرو کیا جو اکثر سیستان میں برپا کیا کرتے تھے۔

یعقوب بن لیث

جسے ٹھٹھیرہ کہا جاتا ہے۔ اس فوج میں شامل ہو گیا۔ صالح کی وفات کے بعد اہل سیستان نے اس کو اپنا امیر منتخب کرلیا۔ یعقوب نے ۸۶۷ء میں ہرات فتح کر لیا اور پھر کرمان اور فارس کا علاقہ فتح کر کے ایک وسیع سلطنت قائم کر لی اور خراسان پر حملہ کر کے خاندان طاہر کی حکومت ختم کر دی اور پھر طبرستان کی طرف بڑھ کر حسن بن زید کو شکست دے کر دولت علوی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ یعقوب بن لیث نے ۸۷۹ کو وفات پائی اور ساری زندگی روٹی اور پیاز پر گزر اوقات کرتا رہا ہے۔ اس کے خیمہ اور سپاہی کے

Marfat.com

خیمہ میں کوئی فرق نہ ہوتا تھا۔

یعقوب بن لیث :

بعض مورخ اس کو ایرانی کہتے ہیں، لیکن معین الدین ندوی اس کے عرب ہونے کا قائل ہے۔ وہ کہتا ہے ان کے چھ ناموں میں چار خالص عربی ہیں۔ اس خاندان کے پانچ فرمانروا ہوئے ہیں۔

۱۔ یعقوب بن لیث ۲۔ طاہر بن محمد بن عمرو

۳۔ لیث بن علی بن لیث ۴۔ معدل بن علی بن لیث

۲۹۸ھ میں سامانی ماوراء النہر کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔

یعقوب بن لیث سجستان کا باشندہ تھا۔ ندوی اس کے عرب ہونے پر علویوں کی مخالفت کو بھی دلیل مانتے ہیں کہتے ہیں کسی عجمی کی طرف سے علویوں کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ طبرستان کے علویوں سے اس کے بڑے معرکے ہوئے ہیں اور حسن بن زید کو اس نے بڑی شکست فاش دی!

یہ حکومت ۲۵۳ھ میں قائم ہوئی اور اس کا خاتمہ ۲۹۸ھ میں ہوا۔ مدت حکومت ۴۵ سال ہے۔ ۸۶۷ء تا ۸۹۲ء

علی بن عبدالرحیم

صاحب الزنج کا خروج۔ ندوی کہتے ہیں۔ مہتدی کے عہد میں قبیلہ بنی عبد قیس کا ایک معمولی آدمی علی بن عبدالرحیم قسمت آزمائی کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس زمانہ میں سب سے چلتا ہوا جادو علوی دعوت کا تھا۔ بحرین میں شیعان علی کا مرکز تھا، وہاں پہنچا اور کہا میں علی بن محمد بن احمد بن عیسٰی بن زید بن علی اصغر ہوں اور اعلان کردیا کہ جو حبشی غلام اس

Marfat.com

کے ساتھ مل جائیں گے وہ آزاد ہوں گے۔ اس وقت اکثر حبشی غلام تھے۔ ان کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں تک تھی۔ وہ ان کے ساتھ مل گئے اور اس نسبت سے وہ صاحب الزنج کہلانے لگا۔ اس کی قوت دیکھ کر بہت سے شورش پسند عوام بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور وہ عباسی حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عراق بھر میں تاخت و تاراج شروع کر دی خصوصاً بحرین، بصرہ، ابلہ اور کربلا میں ایک آفت برپا ہوئی۔ بصرہ پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ وہ ہمیشہ حکومت کی فوجوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوا۔ شاذونادر ہی کسی جگہ شکست کھائی ہے۔ اس کے مقابلہ میں فوجیں جاتی تھیں مگر ناکام رہتی تھیں۔ اس بیس ۱۴، ۱۵ سال اس نے حکومت کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ معتمد کے عہد ۲۷۰ میں بڑی دشواری کے بعد قتل کر دیا گیا اور اس کی شورش کا خاتمہ ہوا۔

ندوی نے سیوطی کا بیان نقل کیا ہے کہ بصرہ پر قبضہ کر کے اس کو بالکل تباہ کر دیا اور اس کے کل باشندوں کو قتل کر دیا اور آس پاس کی کل بستیاں پھونک دیں۔ ۲۵۴ھ سے ۲۷۵ تک زنگیوں اور عباسی فوجوں میں بڑے خونریز معرکے ہوئے، اور بے شمار آدمی لقمۂ اجل بن گئے۔

ندوی مسعودی شیعی مؤرخ کے حوالہ سے کہتے ہیں۔ سادات بنی ہاشم اور عرب عورتیں پکڑ کر دو دو تین تین درہم میں نیلام کی جاتی تھیں اور زنگی عورتیں ان سے لونڈیوں کی طرح کام لیتی تھیں۔ چودہ پندرہ سال کے عرصہ میں مقتولین کی صحیح تعداد کا اندازہ کوئی مؤرخ نہ کر سکا۔ صاحب الزنج کے اور آدمیوں کو چھوڑ کر اس کے ایک ساتھی مہلبی نے ۱۵ لاکھ آدمی قتل کیے۔ تنہا بصرہ میں ایک دن میں ۵ لاکھ آدمی مقتول ہوتے۔ بالآخر بڑی خونریز لڑائیوں کے بعد خلیفہ موفق ۲۷۰ھ کے زمانہ میں صاحب الزنج کا خاتمہ ہوا۔

Marfat.com

دولت فاطمیہ اسماعیلہ افریقیہ

اس کے بانی عبید اللہ المہدی بن محمد الحبیب بن عبد اللہ بن میمون بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق ہیں۔

بعض اس کی صحت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں، عبید اللہ کا نام سعید بن حسین بن محمد بن احمد بن عبد اللہ القداح تھا۔ حسین نے ایک یہودن بیوہ سے شادی کی تھی۔ سعید اس کے پہلے خاوند کا لڑکا ہے۔ حسین نے اس کو اپنا متبنی بنا لیا تھا خود حسین لاولد فوت ہوتے ہیں۔ ندوی کہتے ہیں یہ بہت ضعیف روایت ہے۔ جمہور مورخین عبیدیہ کو صحیح النسب فاطمی مانتے ہیں۔

ابو محمد عبید اللہ کے والد محمد الحبیب شام میں حمص کے ایک مقام حلیمہ میں رہتے تھے وہ ایک دیندار بزرگ تھے انہوں نے اپنا ایک داعی رستم بن حسین بن حوشب کو یمن بھیجا۔ اس نے یمن میں فرقہ اسماعیلیہ کی دعوت کو خوب پھیلایا، اور یمنی شیعوں کے ذریعہ یمن میں بہت سارے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ محمد الحبیب نے مغرب میں بھی ابوسفیان اور حلوانی دو داعی بھیجے انہوں نے بربری قبیلہ کتامہ کو اس دعوت سے روشناس کرایا۔ چند دنوں بعد ان دونوں کا انتقال ہوگیا۔ یمن کے داعی رستم بن حسین نے ایک اور یمنی داعی حسن بن محمد المحتسب کو مغرب یعنی مراکش بھیجا۔ پہلے وہ مکہ آیا اور قبیلہ کتامہ کے لوگوں کو ملا اور حج کے بعد ۲۸۰ھ مراکش پہنچا وہاں اس کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ حسن بن بنی کتامہ کے ایک سردار کے ہاں ٹھہرا۔ اس نے مسجد کی امامت اور بچوں کی تعلیم اس کے سپرد کر دی۔ اس سردار نے ایک موقعہ پر خوش ہو کر چالیس دینار اس کی نذر کیے اور اپنی عقیدت کا اظہار اس سے کیا۔ اس نے موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اپنی

Marfat.com

پوزیشن اس کے سامنے واضح کردی کہ میں معلم نہیں ہوں بلکہ فاطمی دعوت کا داعی ہوں۔ اور خود ۵۰۰ دینار کی تھیلی اسے دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کی کوشش سے بہت سے مغربی باشندے اس دعوت میں شامل ہوگئے۔ تھوڑے دنوں بعد حسن بن محمد داعی وفات پاگئے حسن بن کتامہ نے اس دعوت کو آگے پھیلایا اور بالآخر شمالی افریقہ کی حکومت کو شکست دے کر اکثر حصہ پر قبضہ کرلیا۔ ۲۹۶ھ میں اغلبی حکومت کے ساتھ آخری معرکہ ہوا، اس حکومت کی فوجوں کو شکست فاش ہوئی اور حسن نے اربس پر قبضہ کر کے کئی دن تک قتل عام کیا۔ ندوی اس کی صحت کے ذمہ دار ہیں کہ صرف اربس کی جامع مسجد میں بیس ہزار آدمی قتل ہوئے تھے۔ یہ خلیفہ مکتفی کا عہد تھا۔ ان کی طرف سے والی مصر عیسیٰ نوشری تھا۔

اس فتح کے بعد حسن بنی کتامہ نے عبید اللہ بن محمد کو شام سے مراکش بلایا اور مصر پہنچنے پر نوشری والی مصر نے ان کو گرفتار کرلیا، لیکن قید سے فرار ہو کر تاجروں کے بھیس میں مراکش کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ مغرب کی حدود میں داخل ہوتے ہی اس کا ایک ایک ساتھی ابوالعباس گرفتار ہوا اور وہ خود بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے لیکن آگے چل کر وہ بھی گرفتار ہوگئے۔ سلجماسہ میں قید ہوئے۔

ندوی کہتے ہیں اربس کی شکست کے بعد اغلبی فوج کے سپہ سالار ابراہیم نے قیروان جاکر وہاں کے باشندوں کو حسن کے مقابلہ میں ابھارا لیکن انہوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا اور جب حسن نے اس طرف کا رخ کیا ہے تو اہل قیروان اس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکل آئے ہیں۔ اس کے صلہ میں حسن نے اہل قیرواں کو امان دے دی ہے۔ قیروان پر قبضہ کے بعد حسن رقادہ پہنچا۔ یہاں بھی کوئی مزاحمت نہیں

Marfat.com

ہوئی حسن رجب ۲۹۶ رقادہ میں داخل ہوگیا ہے۔ یہ اغلبی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔ اس خاندان کی کل دولت اور سازوسامان جسے زیادۃ اللہ اغلبی حکومت کا فرمانروا ساتھ نہ لے جاسکا حسن کے قبضہ میں آگئی ہے۔

رقادہ پر قبضہ کرکے حسن کئی لاکھ فوج کے ساتھ سلجماسہ روانہ ہوا اور کسی مزاحمت کے بغیر سلجماسہ میں داخل ہوا۔ عبیداللہ اور اس کے لڑکے ابوالقاسم کو قید سے نکالا اور وہ ان کو جلوس کی شکل میں اپنے خیمہ تک لایا۔ عبیداللہ سواری پر تھے اور چپ و راست شیعی عمائدین جلوس میں پاپیادہ تھے۔ سلجماسہ میں چالیس دن قیام کے بعد عبیداللہ ربیع الاول ۲۹۷ھ دو لاکھ فوج کے ساتھ رقادہ آئے جو دارالخلافہ تھا۔ یہاں ان کی بیعت عام ہوئی اور انہوں نے امیرالمومنین مہدی کا لقب اختیار کیا اور مراکش کے شہروں میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور ایک شیعی حکومت کا دینی اعتبار سے قیام عمل میں آگیا ہے۔

دولت فاطمیہ اسماعیلیہ

اس کا قیام ۲۹۷ شیعہ اسماعیلیہ کے گیارہویں امام عبیداللہ بن محمد المہدی سے ہوا۔ ان کی ولادت بمقام حلیمہ قریب حمص ملک شام ۲۶۰ھ میں ہوئی۔ اس کا ابتداءً دارالخلافہ رقادہ تھا لیکن بعد میں انہوں نے ایک نو تعمیر شدہ شہر المہدیہ قریب تیونس مراکش میں اپنی رہائش منتقل کرلی۔ ۳۴۱ھ ۹۵۳ء المعزلدین اللہ معدبن اسماعیل ابوتمیم کے زمانہ میں مصر فتح ہوا، اور القاہرہ ایک نیا شہر بسایا ہے اور یہ فاطمیوں کا دارالخلافہ قرار پایا ہے۔

۴۸۷ھ ۱۰۹۵ء ان سے اختلاف کی بناء پر شیعوں کا ایک فرقہ نزاریہ پیدا ہوا جو آگے چل کر آغاخانی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں مستضئی بامراللہ حسن بن مستنجد کے زمانہ میں اس فاطمی خاندان کی حکومت ختم ہوئی۔ ان کا عہدِ حکومت ۲۷۰ سال ہے (۹۶۸ تا ۱۱۷۱ء)

ندوی کہتے ہیں۔ اس حکمران خاندان کے محلات زر و جواہر اور بیش قیمت ساز و سامان، نادرہ روزگار عجائبات سے معمور تھے۔ یہ سارا ذخیرہ صلاح الدین ایوبی کے قبضہ میں آیا۔ ندوی نے ایشر اور لین پول کے حوالہ سے فاطمیوں کے قصر کبیر کی تفصیل دی ہے اور کہا ہے کہ اس کے چار ہزار کمرے تھے جو زمرد اور سنگِ مرمر کا بنا ہوا تھا اور دیوان گاہ کا کام دیتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ ایک پُرشکوہ حکومت تھی۔ ان کے زمانہ میں قاہرہ بھی بغداد کی طرح علم و فن کا مرکز بن گیا تھا۔ اس کی بنیاد ۹۶۹ء میں رکھی گئی تھی۔ ان کے خلیفہ العزیز دورِ حکومت ۳۶۵ھ ۹۷۵ء تا ۳۸۶ھ ۹۹۶ء فاطمیوں کے پانچویں حکمران نے شام کے علاوہ عراق کا کچھ حصہ فتح کر لیا اور وہ دریائے فرات سے لے کر دریائے اٹک تک حکومت کرتا رہا ہے۔ ولیم ایل لینگر کہتا ہے العزیز کے فرزند الحاکم نے ۹۹۶ء تا ۱۰۲۷ کوئی ۳۱ سال حکومت کی ہے لیے عام طور پر دیوانہ سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خدا بتایا۔ شیعت کو مصر کا عام مذہب قرار دینے کی کوشش کی۔ اب الحاکم کی خدائی کا عقیدہ صرف شام کے دروزیوں میں موجود ہے۔

ندوی کہتے ہیں: آلِ بویہ دیلمی نسلاً ایرانی اور مذہباً شیعہ تھے۔ ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی متوفی ۹۳۰ھ مطابق ۱۵۲۴ء تک شیعہ ایک اقلیت تھے، اور عراق میں اب بھی ان کی تعداد ۲۰ فی صد سے زیادہ نہیں ہے۔

شیعہ رسوم کا اجراء

۲۹۷ھ جب رقادہ میں فاطمی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو اس جگہ فجر کی اذان میں

Marfat.com

الصلوۃ خیر من النوم کی بجائے حی علی خیر العمل کے الفاظ شامل ہوئے اور خطبہ جمعہ اور عیدین میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پنجتن پر صلوۃ و سلام بھیجنے کو رواج دیا گیا اور رمضان میں نماز تراویح معاف کر دی گئی۔

عبد القدوس خلافت اسلامیہ کے مصنف لکھتے ہیں۔

۳۵۲ کے محرم میں معز الدولہ نے بغداد میں ماتمی جلوس نکال کر اس کو رواج دیا ہے۔ سرکاری اہتمام کے ساتھ ایک جلوس نکالا۔ آگے آگے نقارہ تھا اور پیچھے خواتین ماتمی لباس کھلے بال سر پہ خاک ڈالے انتہائی دردناک انداز میں حادثہ کربلا ۱۰ محرم ۶۱ ھ پر ۲۹۱ سال بعد پہلی بار ماتم کر رہی تھیں اس کے بعد محرم میں جلوس نکالنا اور ماتم کرنا، اور اب فاطمیوں کا مذہبی شعار بن گیا ہے۔

ایک نیا کعبہ

عبد القدوس کہتے ہیں: المعتضد خلیفہ نے ربیع الثانی ۲۸۹ ھ وفات پائی۔ اس کے بعد قرامطہ نے بڑا سر اٹھایا اور عباسی حکومت کے رعب و داب کو بڑا نقصان پہنچا۔ حتیٰ کہ ۳۱۷ ھ میں وہ مسلح ہو کر عین حج کے موقعہ پر مکہ آئے اور ہزاروں حاجیوں کو بے دریغ قتل کیا۔ حجر اسود کو اکھاڑ کر لے گئے۔ شام کے ایک قصبہ میں کعبہ تعمیر کر کے لوگوں سے وہیں حج کرایا۔ تقریباً ۲۲ سال کے بعد پھر حجر اسود مکہ مکرمہ میں واپس لایا گیا۔

قرامطہ: مذہباً اسماعیلی شیعہ تھے اور حضرت اسماعیل بن جعفر صادق کے دوبارہ دنیا میں آنے کے قائل تھے (خلافت اسلامیہ صفحہ ۱۷۲)

قرامطہ: ندوی کہتے ہیں ۲۷۸ ھ فرقہ قرامطہ کا ظہور ہوا۔ مسلمانوں نے ایران کی حکومت فتح کر لی تھی، لیکن اس کے دل و دماغ کو تسخیر نہ کر سکے۔ اس لیے نو مسلم عوام کے

Marfat.com

دل و دماغ سے ان کے پرانے عقائد و خیالات نہ دُور ہو سکے۔ یہ تاریخ اسلام کا نہایت افسوسناک واقعہ ہے کہ اس قسم کی اکثر گمراہ کن تحریکیں۔۔۔

"اہل بیت نبویؐ" کی دعوت کے نام پر جو دین اصلی کے حامل اور محافظ تھے۔ شروع ہُوئی تھیں اور اہل عجم نے اس سے رشتہ جوڑا تھا، چنانچہ قرمطی تحریک بھی انہی کے نام سے شروع ہُوئی۔

حمدان قرمط (امام منتظر)

اس کا پہلا داعی ہے۔ بعض اس کو ایک شخص مانتے ہیں اور بعض حمدان کو قرمط کا پیرو ! یہ شخص سوادِ کوفہ کے ایک مقام نہرین میں زاہدانہ لباس میں ظاہر ہُوا۔ شبانہ روز نماز میں مشغول رہتا تھا اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا تھا۔ مذہب اور زہد کی باتیں کرتا۔ اور پچاس وقتوں کی نماز کی تلقین کرتا، چنانچہ بہت جلد اس طریقہ سے عوام میں روشناس ہو گیا۔ تو اس نے امام منتظر کی دعوت شروع کر دی۔ ایک جماعت اس کی دعوت میں شامل ہوگئی۔ عبادت ریاضت اور ظاہری زہد و تقویٰ میں زندگی بسر کرتا تھا اور اس کے ذریعہ لوگوں میں بڑا اثر پیدا کر لیا۔ پہلے کرمیۃ اور پھر قرمط کہلانے لگا اور علاقہ سواد کوفہ کے کم عقلوں و بیوقوفوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ بہت جلد اس میں کامیاب ہوا۔ اور اس نے اپنی "تبلیغ میں بارہ نقیب مقرر کیے !

جب عراق کی حکومت کو اس تحریک کا پتہ چلا تو امیر کوفہ ہشیم نے اس کو قید کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی لونڈی نے بزرگ صورت پر رحم کھا کر دروازہ کھول دیا اور وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ بعض نے محافظوں کی غفلت کو اس کے بھاگنے کا سبب بتایا ہے۔ اور مشہور کیا کہ وہ اپنی کرامت سے نکلا ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ! لیکن عراق

Marfat.com

چھوڑ کر شام چلا گیا اور برابر اندر اندر خفیہ طور پر اپنا کام کرتا رہا۔ بحرین اور اس کے نواح میں اس کی زیادہ اشاعت ہوئی۔

۲۸۱ھ ایک قرمطی داعی یحییٰ بن مہدی نے قطیف میں کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے اور مہدی کی طرف سے صداقت نامہ پیش کیا۔ قطیف اور بحرین کے شیعان علی نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کی امداد و اعانت کا پورا پورا وعدہ کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت ابوسعید جنابی کی تھی۔ اس وعدہ وعید کے بعد اس نے مہدی موعود کی طرف سے ایک شکریہ کا خط پیش کیا جس میں مہدی کے نام پر خمس دینے کا حکم تھا۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ بحرین کے والی کو اس کا علم ہوا تو اس نے یحییٰ بن مہدی کو پکڑ کر سزا دی اس کا معاون ابوسعید جنابی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ یحییٰ نے سزا پانے کے بعد بھی اپنا کام جاری رکھا۔ بنی کلاب بنی عقیل اور حریش میں دورہ کر کے ان کی بڑی تعداد قرمطی تحریک میں داخل کر لی اور ان کی اتنی قوت بڑھ گئی کہ ۲۸۷ھ میں انہوں نے ہجر کے نواح میں تاخت و تاراج شروع کر دی اور ابوسعید جنابی نے بصرہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ والیٔ بصرہ میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ خلیفہ معتضد نے عباس بن عمر غنوی والی فارس کو یمامہ اور بحرین کا حاکم بنا کر قرامطہ کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے بصرہ پہنچ کر ابوسعید کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔

ابوسعید نے فوج کے سامان پر قبضہ کر کے قیدیوں کو عباس بن عمرو کے سوا آگ میں جلوا دیا۔ عباس کو رہا کر کے چھوڑ دیا اور کہا خلیفہ وقت کو ان حالات سے آگاہ کر دینا جو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ اس سے قرامطہ کا بہت حوصلہ بڑھ گیا۔ ان کے ایک داعی ذکرویہ بن مہرویہ نے بنی قلیص کو اپنے ساتھ ملا کر معتضد کے ایک

Marfat.com

غلام تبیل کو قتل کر کے رصافہ کی مسجد جلا ڈالی اور شام کی سرحد تک بستیوں کو ویران کرتا چلا گیا۔ طولونی عہدہ دار طغج بن جف نے روکا، لیکن ذکرویہ نے اسے بھی شکست دی۔ اس کے بعد ذکرویہ نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ حکومت بغداد اور مصر کے طالونی حکمرانوں نے مل کر دمشق کا دفاع کیا۔ ایک قرمطی سردار شیخ یحیٰ اور اس کی فوج کو شکست دی؛ ان کی جماعت نے شیخ یحیٰ کے قتل کے بعد اس کے بھائی ابوالعباس حسین کو اپنا جانشین مقرر کر لیا۔ اس کے چہرہ پر ایک داغ تھا جس کی وجہ سے وہ صاحب الشامہ یعنی نشانی والا کہلاتا تھا۔ اس نے پھر دمشق کا رُخ کیا، لیکن اس دفعہ اہلِ دمشق نے ان کو خراج دے کر واپس کر دیا۔ اہل حمص نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی، اور اس جگہ حسین کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور اس نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ حمص کے بعد معرۃ النعمان اور بعلبک پہنچا۔ وہاں کی پوری آبادی کو جس میں بچے عورتیں شامل تھیں۔ بے دریغ قتل کر دیا اور پھر سلیمہ کا رُخ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے پہلے مزاحمت کی اور پھر اطاعت کر لی۔ اس نے امان کے بعد سب کو قتل کر دیا۔ ندوی کے الفاظ میں "یہاں تک کہ جانوروں کو باقی نہ چھوڑا۔"

۲۹۱ھ صاحب الشامہ حسینؑ سلیمان بن کاتب میں معرکہ آرائی ہوئی۔ سلیمان نے صاحب الشامہ کو شکست دی۔ صاحب الشامہ نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

۲۹۳ھ ایک قرمطی عبداللہ بن سعید نصر نے بنی طلب اور بنی عیص کے لوگوں کو اپنی دعوت میں شامل کر کے بصریٰ اذرعات شبنہ پر حملہ کر دیا۔ اس کی پوری آبادی کو قتل کر کے اس کے سامان پر قبضہ کر لیا اور پھر نصر طبریہ پہنچا۔ وہاں کے حاکم یوسف بن ابراہیم نے روکنے کی کوشش کی لیکن شکست کھائی۔

Marfat.com

نصر نے طبریہ لوٹ کر اس کی پوری آبادی تہ تیغ کر ڈالی اور پھر اپنے مرکز بنی طلب کی آبادی میں آگیا۔ بنی طلب والوں نے سوچا۔ حکومت اس کے استیصال پر کمر بستہ ہو چکی ہے ایک شخص کلبی ذیب بن قاسم نے نصر کا سر قلم کر کے مکتفی خلیفہ بغداد کے حضور پیش کیا۔

قرامطہ کے داعی اعظم ذکرویہ نے نصر کی باقی ماندہ فوج کو کہلا بھیجا۔ میں عید الاضحیٰ ۲۹۳ھ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ کوفہ پر حملہ کروں گا۔ تم بھی وہاں پہنچ جاؤ۔ چنانچہ جب لوگ نماز عید کے بعد واپس ہو رہے تھے۔ ذکرویہ نے حملہ کر دیا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ قادسیہ واپس لوٹ گیا۔ سرکاری فوج نے قادسیہ پر حملہ کر دیا۔ ذکرویہ کی فوج پسپا ہوئی لیکن عین وقت پر ایک قرامطی دستہ نے کمین گاہ سے نکل کر دفعۃً حملہ کر دیا اور پوری بغدادی فوج تہ تیغ کر دی۔

۲۹۴ھ موسم حج کے اختتام کے بعد ذکرویہ حجاج کے قافلوں کی تلاش میں نکلا۔ کئی ایک قافلوں کے کل آدمی مار کر ان کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ عورتوں تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ اس کے بعد سرکاری فوج اور اس کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی۔ ذکرویہ زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ کچھ قرمطی بچ کر شام نکل گئے تھے۔ حسین حمدان نے ان کا تعاقب کر کے خاتمہ کر دیا۔ اور جہاں تک ہو سکا۔ عراق سے ان کا استیصال کیا گیا ہے (تاریخ اسلام معین الدین شاہ)

قرامطہ کی بغاوت:

"ان کمیونسٹ باغیوں نے عرب شام اور عراق کو پامال کر ڈالا۔ مکہ معظمہ پر قبضہ کیا اور حجرِ اسود کو اکھاڑ کر لے گئے۔" (ولیم ایل لینگر تاریخ عالم)

حسن بن صباح

تاریخ پیدائش ۱۰۳۵ عمر ۹۰ سال، تاریخ وفات ۱۱۲۵، باطنی تحریک اور دولت

Marfat.com

حسنیہ کا بانی ! ایک خوبصورت وادی معروف بہ قلعہ الموت پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کرلی ہے، اور اس دولت حسنیہ کا اقتدار کوئی ۷۵ سال ہے۔

اس وادی کے چاروں طرف ناقابلِ تسخیر پہاڑ تھے اور اندر جانے کا راستہ بہت تنگ تھا۔ قزوین سے رشت کو جانے والی سڑک کے کنارہ سطح سمندر سے دس ہزار ۲ سو فٹ بلندی پر واقع ہے۔ حسن نے اس جگہ ایک باغ لگوایا جو ہم مسلمانوں کے موعودہ جنت الفردوس کی نظیر تھا۔ مفتوحہ علاقہ سے۔ ہاتھ آنے والی نوعمر لڑکیاں اور لڑکے وہاں رکھ کر اپنے پیروکاروں کو وعدہ فردا پر رکھے بغیر حاضر مال دیا ہے۔

یہ پہلا خوش قسمت بادشاہ ہے جس نے قلعہ کے اندر بیٹھ کر حکومت کی ہے۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ قلعہ موت پر قبضہ کرنے کے بعد حسن نے ۳۵ سال اپنی زندگی کے دن پورے کئے ہیں اور ایک دن کے لیے باہر نہیں نکلا۔ اراکین حکومت نے باہر کا کاروبار سنبھال رکھا تھا۔

حسن پڑھا لکھا ایک ذہین اور فطیس فاطمی داعی تھا۔ نظام الملک طوسی اور عمر خیام کا ہم سبق رہا ہے۔ مستنصر فاطمی خلیفہ مصر نے اس کو ممالک شرقی کا الداعی الکبیر کا عہدہ دیکر اپنے بیٹے نزار کے حق میں بیعت لینے کا اختیار دیا تھا اور اس نے اس سلسلہ کی تربیت اپنے استاد عطاش سے پائی تھی۔

تاریخ ایران کے مصنف محمد حیات لکھتے ہیں "داعی بننے کے بعد حسن نے ایران پہنچ کر کرمان اور طبرستان کے علاقے اپنی تبلیغ کے لیے منتخب کیے۔ اور اس جگہ اپنی دانائی سے اثر و رسوخ پیدا کیا۔ اس کے مرید ان کو سیدنا کہتے تھے۔ اور عام طور پر شیخ الجبل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حسن ۳۵ سال تک قلعہ الموت پر قابض و حکمران رہا اور

Marfat.com

اس عرصہ میں ایک دن کے لیے بھی قلعہ سے باہر نہیں آیا"۔ (حیات)

حسن کی طبعی موت کے بعد ان کے ایک شاگرد کیا بزرگ امید جانشین مقرر ہوئے اس نے سلطان محمد سلجوقی کا زمانہ پایا ہے۔ محمد سلجوقی کی وفات کے بعد اس بزرگ نے سلجوقیوں کے کئی قلعوں کو اپنی حکومت میں شامل کیا ہے۔ حیات محمد نے اس دوران قصبہ گیلان کو لوٹنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس بزرگ کے عہد حکومت میں ان کے پیروکاروں کو فدائی کہا جاتا تھا۔ انہوں نے روسار حکومت کو قتل کرنا اپنا کھیل بنا لیا تھا۔ قتل کرنا اور خود قتل ہو جانا ان کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ یہ ایک ایسی جماعت تھی جو اپنے قائد کے اشارہ پر جان دینا اپنا مقصد زندگی قرار دے چکے تھے۔

رمضان ۴۸۵ھ سلجوقی سلطان بغداد کا سفر کر رہے تھے۔ نظام الملک طوسی ان کے ہمراہ تھے۔ نہاوند کے قریب قیام کیا۔ نظام الملک اپنے خیمہ کی طرف جا رہے تھے کہ ایک باطنی نوجوان فریادی کی شکل میں آیا۔ آپ نے قریب بلایا۔ اس نے خنجر سے وار کر کے ایسا زخمی کیا کہ موقعہ پر دم توڑ گئے۔

نظام الملک:

ان کا نام ابو علی حسن بن علی الملقب بہ اتابک نظام الملک رضی المومنین ہے۔ ان کا باپ علی طوس کا ایک معمولی زمیندار تھا۔ ۴۰۸ھ حسن پیدا ہوا۔ بچپن میں ہی ذکی اور ذہین تھا۔ سات برس کی عمر میں اس نے قرآن حفظ کر لیا تھا اور بہت جلد دوسرے علوم مرجہ میں دسترس پیدا کر لی۔

ندوی کہتے ہیں: ارسلان نے ان کو پہلے اپنا نائب مقرر کیا اور پھر تخت نشینی کے بعد قلمدان وزارت ان کے سپرد کر دیا۔ خلیفہ مقتدی کی طرف سے وزیر عالم عادل نظام الملک رضی

Marfat.com

المومنین کا خطاب دیا گیا تھا۔ اس کا دور وزارت ۲۰ سال ہے۔ نظام الملک تاریخ کا ایک مشہور آدمی ہے۔

حسن بن صباح

اس کے جانشین کیا بزرگ امید، محمد بن کیا بزرگ، حسن بن محمد، علاؤالدین محمد جلال الدین حسن اور رکن الدین خور شاہ فدائیوں کا آخری بادشاہ تھا جس کو ہلاکو خان نے تباہی بغداد سے ایک سال پیشتر ۱۲۵۸ء میں قتل کر کے اس حکومت کا خاتمہ کیا تھا۔

آغا خان حسن علی شاہ

اہل تشیع کے ایک فرقہ کا لقب آغا خان ہے۔ حضرت امام جعفر صادق کے بڑے لڑکے اسماعیل ہیں۔ ان کے والد نے ان کے چھوٹے بھائی موسیٰ کاظم کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے لیکن کچھ لوگوں نے اس جانشینی کو تسلیم نہیں کیا چونکہ عرفاً بڑا لڑکا باپ کا جانشین ہوتا ہے۔ انہوں نے اسماعیل کو ہی ان کا صحیح جانشین قرار دیا ہے۔

ایران کی سرزمین شیعوں کے لیے بڑی زرخیز واقع ہوئی ہے اس جگہ اسماعیلی فرقہ کو بھی کافی فروغ حاصل ہوا ہے۔ شاہِ ایران فتح علی شاہ قاچار نے حسن علی شاہ کو ان کے باپ کی وفات کے بعد ان کی جگہ صوبہ کرمان کا گورنر مقرر کیا ہے اور اس کو اپنی دامادی میں لے لیا ہے! اور آغا خاں کا لقب دیا ہے۔ ان کی اولاد میں جو شخص مسند امامت پر فائز ہوتا ہے۔ وہ آغا خاں اور اس کے پیرو کار آغا خانی کہلاتے ہیں۔

آغا خاں اوّل

حسن علی شاہ ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے ہیں اور باپ کے بعد صوبہ کرمان

Marfat.com

کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ اس نے محمد شاہ قاچار کے عہد حکومت میں خود مختار ہونے کی کوشش کی ہے لیکن شکست کھائی ہے اور ۱۸۴۱ء ورود فرمائے ہندوستان ہوئے اس وقت آغا خانیوں کی تعداد کوئی ڈھائی تین لاکھ ہے یہ لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ اور متمول ہیں۔ بمبئی، کراچی، گجرات، گلگت چترال ہنزہ، شام اور مشرقی افریقہ میں آباد ہیں۔

آغا خاں دوئم

ان کا نام علی شاہ بن حسن علی شاہ ہے۔ انگریزوں کے معتمد ہیں۔ محمڈن ایسوسی ایشن کے صدر رہے ہیں۔ ان کی ایک بیوی وزیر اعظم ایران نظام الدولہ کی صاحبزادی تھی جو خاندان قاچار کے محمد علی شاہ کی بھتیجی نواب عالیہ تھیں۔ آغا خان دوئم ۱۸۸۵ء وفات پا جاتے ہیں۔

آغا خاں سوئم

۱۸۷۸ء کراچی میں پیدا ہوئے ہیں انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں برطانیہ کی مدد کی ہے جس کے صلہ میں انہیں سر اور ہز ہائی نس کا خطاب ملا ہے اور

گیارہ توپوں کی سلامی مقرر ہوئی ہے۔ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبان کے ماہر تھے اپنے وقت کے ایک بڑے مدبر اور سیاستدان مانے گئے ہیں۔

۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۲ء مسلم لیگ کے صدر رہے ہیں۔

۱۹۰۶ء اس تاریخ کو مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا ہے گویا یہ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ لندن ۱۹۳۱ء گول میز کانفرنس کے لیے مسلم وفد میں شامل ہوئے ہیں۔

۱۹۳۴ء برطانیہ کی پریوی کونسل میں لیے گئے ہیں۔ ۱۹۳۷ء جمعیت الاقوام کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ ۱۹۵۷ء جنیوا میں انتقال کیا ہے اور وصیت کے

Marfat.com

مطابق ایران میں دفن ہوئے ہیں ان کے دو لڑکے تھے شہزادہ علی اور شہزادہ صدرالدین وصیت کے مطابق ان کے پوتے شہزادہ کریم بن علی جانشین مقرر ہوئے ہیں۔

آغا خاں چہارم

پرنس کریم۔ یہ اسماعیل فرقہ کے انچاسویں امام ہیں۔ ملکہ الزبتھ دوئم نے ۱۹۵۷ء ہز ہائنس کا خطاب دیا ہے اور شاہ ایران نے ۱۹۵۹ء ہز رائل ہائی نس کا خطاب مرحمت فرمایا ہے۔ ۱۹۷۰ء حکومت پاکستان نے نشانِ امتیاز کا خطاب دیا ہے۔ ۱۹۶۷ء پشاور اور ۷۰ء سندھ یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری دی ہے۔ ۱۹۶۹ء ایک برطانوی لڑکی سے شادی کی ہے دو لڑکے اور ایک لڑکی اس سے ہوئی ہے۔ پیرس میں مقیم ہیں۔

آغا خاں شہزادہ صدرالدین

۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ میں تعلیم پائی۔ اور ۱۹۵۸ء یونیسکو کے مشیر مقرر ہوئے۔ کئی عہدوں پر فائز رہے ہیں۔

ہارورڈ اسلامک ایسوسی ایشن کے بانی اور سیکرٹری ہیں اور کونسل آف اسلامک افیئرز نیو یارک کے صدر ہیں۔

آغا شاہی ۱۹۲۰ء میں بنگلور بھارت میں پیدا ہوئے۔ مدراس اور الہ آباد سے ایم اے اور ایل ایل بی ڈگریاں لیں۔ ۱۹۴۳ء میں انڈین سول سروس میں شامل ہوئے۔ آزادی کے بعد پاکستان کی شہریت اختیار کی۔ دفتر خارجہ کے مختلف عہدوں پر ۲ جولائی ۱۹۷۷ء وزارت خارجہ کے سیکرٹری جنرل اور جولائی ۱۹۷۸ء وزیر مملکت برائے امور خارجہ مقرر کیے گئے ہیں۔

لے انسائیکلوپیڈیا اردو فیروز سنز لاہور

Marfat.com

آئینۂ حکومت

سلطنتِ اسلامیہ کے سربراہ

نام	ولادت	خلافت	وفات	مدّتِ خلافت
بکرصدیق عبداللہ عتیق بن عثمان ابوقحافہ	۵۷۳ء، ۵۱ قبل ہجرت	۷ جون ۶۳۲ء / ۱۱ھ	۲۳ اگست ۶۳۴ء / ۱۳ھ	۲ سال ۳ ماہ ۱۰ دن
ضرت عمر بن خطاب (فاروق اعظمؓ)	۵۸۲ء	۱۳ھ	یکم محرم ۲۴ھ ۶۴۴ء، ۷ نومبر	۱۰ سال ۶ ماہ ۷ دن
ضرت عثمان بن عفان (ذوالنورین)	۴۷ قبل ہجرت	۲۴ھ	۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ	
ضرت علی بن ابی طالب المرتضیٰ	۲۰ قبل ہجرت	ذی الحجہ ۳۵ھ	۱۷ رمضان ۴۰ھ	
ضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ	۳ھ	۲۰ رمضان ۴۰ھ	۴۱ھ	تقریباً ۶ ماہ
میر معاویہ بن ابی سفیان	۱۲ قبل ہجرت	۴۱ھ ۲۲ رجب	۶۰ھ	۲۰ سال
ید بن امیر معاویہ	۲۶ھ	۲۲ رجب ۶۰ھ	۱۵ ربیع الاوّل ۶۴ھ	کوئی ۴ سال
عبداللہ بن زبیر				

سلطنتِ مروانیہ

مروان بن الحکم	۱ھ	۳ ذی قعدہ ۶۴ھ / ۶۸۳ء	رمضان ۶۵ء	کوئی ایک سال
عبدالملک بن مروان	۲۶ھ ۶۴۶ء	رمضان ۶۵ھ / ۶۸۵ء	۸۶ھ / ۷۰۵ء	۲۰ سال
ولید بن عبدالملک	۵۰ھ / ۶۷۰ء	۱۰ شوال ۸۶ھ / ۷۰۵ء	۱۰ جمادی الاخریٰ ۹۶ھ / ۷۱۵ء	۱۰ سال
سلیمان بن عبدالملک	۵۴ھ / ۶۷۴ء	۱۰ جمادی الاخریٰ ۹۶ھ / ۷۱۵ء	۱۰ صفر ۹۹ھ / ۷۱۷ء	۲ سال ۸ ماہ
عمر بن عبدالعزیز بن مروان	۶۱ھ / ۶۸۱ء	صفر ۹۹ھ / ۷۱۷ء ستمبر	۲۵ رجب ۱۰۱ھ / ۷۲۰ء	۲ سال ۵ ماہ ۱۴ دن
یزید بن عبدالملک	۶۵ھ	۲۵ رجب ۱۰۱ھ ۷۱۷ء / ۱۰ فروری	۲۵ شعبان ۱۰۵ھ ۷۲۴ء / ۲۷ جنوری	۴ سال ۱ ماہ
ہشام بن عبدالملک	۷۲ھ / ۶۹۱ء	۲۵ شعبان ۱۰۵ھ ۷۲۴ء / ۲۷ جنوری	۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ ۷۴۳ء / ۶ فروری	۱۹ سال
ولید بن یزید بن عبدالملک	۸۸ھ / ۷۰۷ء	ربیع الثانی ۱۲۵ھ / ۷۴۳ء	جمادی الاخریٰ ۱۲۶ھ ۷۴۴ء / اپریل	۱ سال ۳ ماہ

Marfat.com

نام	ولادت	تاریخ خلافت	تاریخ وفات	مدت خلافت
یزید بن ولید بن عبدالملک	۸۶ھ ۷۰۵ء	جمادی الاخری ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء	۲۰ ذی الحجہ ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء	۵ ماہ ۲۲ دن
ابراہیم بن ولید بن عبدالملک	۸۹ھ ۷۰۸ء	۴ ذی الحجہ ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء	صفر ۱۲۷ھ ۷۴۴ء	۲ ماہ
مروان بن محمد بن مروان	۷۰ھ ۶۹۰ء	صفر ۱۲۷ھ ۷۴۴ء	۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ ۷۵۰ء / ۱۸.۱۰ اگست	

عباسی دورِ حکومت

نام	ولادت	تاریخ خلافت	تاریخ وفات	مدت خلافت
عبداللہ بن محمد علی بن عبداللہ بن عباس	۱۰۴ھ ۷۲۲ء	۶ ذی الحجہ ۱۳۲ھ ۷۵۰ء	۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶ھ ۷۵۴ء / ۹ جون	۴ سال
المنصور بن محمد	ذی الحجہ ۹۵ھ ۷۱۴ء	۱۳۶ھ ۷۵۴ء	۱۵۸ھ ۷۷۵ء	۲۲ سال ۳ ماہ
محمد المہدی بن المنصور	۱۲۶ھ ۷۴۴ء	ذی الحجہ ۱۵۸ھ / ۷۷۵ء	محرم ۱۶۹ھ ۷۸۷ء	۱۰ سال ۱ ماہ
الہادی بن محمد المہدی	۱۴۵ھ ۷۶۲ء	محرم ۱۶۹ھ ۷۸۵ء	۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ ۷۸۶ء / ۱۴ ستمبر	۱ سال ۳ ماہ
ہارون الرشید بن محمد المہدی	۱۴۹ھ ۷۶۶ء	۱۵ ربیع الاول ۱۷۰ھ ۷۸۶ء / ۱۴ ستمبر	۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ ۸۰۹ء / ۲۴ مارچ	۲۳ سال ۳ ماہ
امین محمد بن ہارون رشید	۱۷۴ھ ۷۹۰ء	جمادی الاخری ۱۹۳ھ ۸۰۹ء / ۲۵ مارچ	۲۴ محرم ۱۹۸ھ ۸۱۳ء / ۲۴ ستمبر	۴ سال ۷ ماہ ۲۲ دن
مامون رشید عبداللہ بن ہارون رشید	ربیع الاول ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء	۲۴ محرم ۱۹۸ھ ۸۱۳ء / ۲۴ ستمبر	رجب ۲۱۸ھ ۸۳۳ء / ۹ اگست	۲۰ سال ۵ ماہ ۲۷ دن
المعتصم باللہ محمد بن ہارون رشید	۱۸۰ھ ۷۹۶ء	۸ رجب ۲۱۸ھ ۸۳۳ء / ۹ اگست	۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ ۸۴۲ء / ۵ جنوری	۸ سال ۸ ماہ
الواثق باللہ ہارون بن محمد المعتصم	۲۰۳ھ ۸۱۶ء	۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ ۸۴۱ء	ذوالحجہ ۲۳۲ھ ۸۴۷ء	۵ سال ۹ ماہ ۳ دن
المتوکل علی اللہ جعفر بن محمد المعتصم	۲۰۵ھ ۸۲۰ء	ذی الحجہ ۲۳۲ھ / ۸۴۷ء	۳۰ شوال ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء	۱۴ سال ۱۰ ماہ
المنتصر باللہ محمد بن جعفر المتوکل	۲۲۲ھ ۸۳۷ء	شوال ۲۴۷ھ / ۸۶۱ء	ربیع الثانی ۲۴۸ھ / ۸۶۲ء	صرف ۶ ماہ

Marfat.com

نام	ولادت	تاریخ خلافت	تاریخ وفات	مدت خلافت
المستعین باللہ احمد بن محمد بن جعفر المتوکل		ربیع الثانی ۲۴۸ھ / ۸۶۲ء	محرم ۲۵۲ھ ۸۶۶ء	۳ سال ۸ ماہ
المعتز باللہ محمد بن جعفر المتوکل		محرم ۲۵۲ھ / ۸۶۶ء	شعبان ۲۵۵ھ ۸۶۹ء / جولائی	۴ سال
المہتدی باللہ محمد بن ہارون الواثق		شعبان ۲۵۵ھ / ۸۶۹ء	رجب ۲۵۶، ۸۷۰ / جون	صرف ۱۱ ماہ
المعتمد علی اللہ احمد بن جعفر المتوکل	۲۰۱ھ ۸۱۶ء	رجب ۲۵۶ھ / ۸۷۰ء	۲۷۹ھ ۸۹۲ء	۲۳ سال
المعتضد باللہ احمد بن الموفق بن جعفر المتوکل	۲۴۳ھ ۸۵۷ء	۲۷۹ھ ۸۹۲ء	ربیع الثانی ۲۸۹ھ / ۹۰۲ء	۹ سال ۹ ماہ چند دن
المکتفی باللہ علی بن احمد المعتضد	۲۶۴ھ ۸۷۸ء	ربیع الثانی ۲۸۹ھ / ۹۰۲ء	۲۹۵ھ ۹۰۸ء	۶ سال کچھ ماہ
المقتدر باللہ جعفر بن احمد المعتضد	۲۸۲ھ ۸۹۵ء	۲۹۵ھ ۹۰۸ء	۲۵ شوال ۳۲۰ھ ۹۳۲ء / ۲۹۔ اکتوبر	۲۴ سال ۲ ماہ ۷ دن
القاہر باللہ محمد بن احمد المعتضد		شوال ۳۲۰ھ / ۹۳۲ء	۶ جمادی الاول ۳۲۲ھ ۹۳۴ء / ۲۵۔ اپریل	۱ سال ۵ ماہ ۲۱ دن
الراضی باللہ احمد بن جعفر المقتدر	۲۹۷ھ ۹۰۹ھ	۳۲۲ھ ۹۳۴ء / ۲۵ اپریل	دسمبر ۳۲۹ھ ۹۴۰ء	۷ سال ۱۰ ماہ
المتقی للہ ابراہیم بن جعفر المقتدر		۳۲۹ھ ۹۴۱ء	۳۳۳ھ ۹۴۴ء	۳ سال ۱۱ ماہ ۱۵ دن
المستکفی باللہ عبداللہ بن علی المکتفی	۲۹۳ھ ۹۰۵ء	۳۳۳ھ ۹۴۴ء	۳۳۴ھ ۹۴۵ء	ایک سال ۴ ماہ
المطیع للہ الفضل بن جعفر المقتدر	۲۹۹ھ ۹۱۲ء	۳۳۴ھ ۹۴۶ء	۳۶۳ھ ۹۷۴ء	۲۹ سال ۴ ماہ
الطائع للہ عبدالکریم بن الفضل المطیع	۳۱۷ھ ۹۲۹ء	ذیقعدہ ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء	۳۸۱ھ ۹۹۱ء	۱۷ سال ۴ ماہ
القادر باللہ احمد بن اسحاق بن جعفر المقتدر	۳۳۵ھ ۹۴۶ء	۳۸۱ھ ۹۹۱ء	ذیقعدہ ۴۲۲ھ ۱۰۳۱ء / نومبر	۴۱ سال
القائم بامر اللہ عبداللہ بن احمد بن اسحاق	۳۹۱ھ ۱۰۰۰ء	ذیقعدہ ۴۲۲ھ / ۱۰۳۱ء	شعبان ۴۶۷ھ ۱۰۷۴ء / مارچ	۴۴ سال ۸ ماہ
المقتدی بامر اللہ عبداللہ محمد بن عبداللہ	۴۴۸ھ ۱۰۵۶ء	۴۶۷ھ ۱۰۷۵ء	۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء	۱۹ سال ۵ ماہ
المستظہر باللہ احمد بن عبداللہ محمد	۴۷۱ھ ۱۰۷۸ء	۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء	۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء	۲۴ سال
المسترشد باللہ الفضل بن احمد المستظہر	۴۶۶ھ ۱۰۷۳ء	۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء	ذی الحجہ ۵۲۹ھ ۱۱۳۵ء / ۳۰۔ اگست	۱۷ سال کچھ ماہ
الراشد بامر اللہ المنصور بن الفضل المسترشد	۵۰۹ھ ۱۱۱۶ء	۲۷ ذیقعدہ / ۵۲۹ھ ۱۱۳۵ء	ذی الحجہ ۵۳۰ھ ۱۱۳۶ء	۱ سال ۶ دن

Marfat.com

نام	ولادت	تاریخ خلافت	تاریخ وفات	مدت خلافت
المقتفی لامراللہ عبداللہ محمد بن احمد المستظہر	۴۸۵ھ ۱۰۹۲ء	۵۳۰ھ ۱۱۳۵ء	۵۵۵ھ ۱۱۶۰ء	۲۴ سال
المستنجد باللہ یوسف بن محمد المقتفی	۵۱۰ھ ۱۱۱۷ء	ربیع الاول ۵۵۵ھ مارچ ۱۱۶۰ء	ربیع الثانی ۵۶۶ھ دسمبر ۱۱۷۰ء	۱۱ سال ۱ ماہ
المستضیٔ بامراللہ الحسن بن یوسف المستنجد		ربیع الثانی ۵۶۶ھ دسمبر ۱۱۷۰ء	ذیقعدہ ۵۷۵ھ اپریل ۱۱۸۰ء	۹ سال ۷ ماہ
الناصر الدین اللہ احمد بن الحسن المستضئی	۵۵۳ھ ۱۱۵۸ء	۵۷۵ھ مارچ ۱۱۸۰ء	۶۲۲ھ ۱۱۲۶ء	۴۶ سال ۱۱ ماہ
الظاہر بامراللہ محمد ابن احمد الناصر	۵۷۰ھ ۱۱۷۴ء	۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء	۶۲۳ھ ۱۲۲۶ء	صرف ۹ ماہ
المستنصر باللہ المنصور محمد الظاہر	۵۹۹ھ ۱۲۰۳ء	۶۲۳ھ ۱۲۲۶ء	جمادی الثانی ۶۴۰ھ ۱۲۴۲ء	۱۷ سال
المستعصم باللہ عبداللہ بن المنصور المستنصر	۶۰۹ھ ۱۲۱۲ء	۶۴۰ھ ۱۲۴۲ء	۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء	۱۵ سال چند ماہ

المستعصم باللہ وفات ۴ صفر ۶۵۶ھ، ۱۰ فروری ۱۲۵۸ء

عباسی خلفائے مصر

المستنصر باللہ احمد بن محمد الظاہر		۶۵۹ھ	ذی الحجہ ۶۶۰	ایک سال چند ماہ
الحاکم بامراللہ احمد بن حسن بن الفضل مسترشد		۶۶۱ھ ۱۲۶۱ء	۷۰۱ھ ۱۳۰۱ء	۴۰ سال
المستکفی باللہ سلیمان بن احمد الحاکم		۷۰۱ھ ۱۳۰۱ء	۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء	۴۰ سال
الواثق باللہ ابراہیم بن محمد بن احمد الحاکم		۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء	۷۴۱ھ ۱۳۴۰ء	۶ ماہ
الحاکم بامراللہ ثانی۔ احمد بن سلیمان المستکفی		۷۴۱ھ ۱۳۴۰ء	۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء	۷ سال
المعتضد باللہ ابوبکر بن سلیمان المستکفی		۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء	۷۶۳ھ ۱۳۶۲ء	۱۵ سال
المتوکل علی اللہ محمد بن ابوبکر المعتضد		۷۶۳ھ ۱۳۶۲ء	۷۸۵ھ ۱۳۸۳ء	۲۶ سال
الواثق باللہ ۔ عمر بن المعتصم		۷۸۵ھ ۱۳۸۳ء	۷۸۸ھ ۱۳۸۴ء	۳ سال چند ماہ

Marfat.com

نام	ولادت	تاریخ خلافت	تاریخ وفات	مدت خلافت
تصم زکریا بن المعتصم		۷۸۸ھ ۱۳۸۶ء	۷۹۱ھ ۱۳۸۹ء	۳ سال چند ماہ
توکل علی اللہ دوبارہ		۷۹۱ھ ۱۳۸۹ء	۸۰۸ھ ۱۴۰۵ء	۱۸ سال
ستعین باللہ عباس بن محمد بن ابی بکر		۸۰۸ھ ۱۴۰۵ء	۸۱۶ھ ۱۴۱۴ء	۸ سال
تضد باللہ ابوالفتح داؤد بن علی المتوکل		۸۱۶ھ ۱۴۱۴ء	۸۴۵ھ ۱۴۴۱ء	۲۹ سال
نعین باللہ ابوالربیع سلیمان بن ابوالفتح در		۸۴۵ھ ۱۴۴۱ء	ذی الحجہ ۸۵۴ھ ۱۴۵۱ء جنوری	۱۰ سال ۹ ماہ
قائم بامر اللہ حمزہ بن ابوالفتح داؤد		۸۵۴ھ ۱۴۵۱ء	۸۵۹ھ ۱۴۵۵ء	۴ سال ۷ ماہ
ستنجد باللہ ابوالمحاسن یوسف بن الفتح		۸۵۹ھ ۱۴۵۵ء	۸۸۴ھ ۱۴۷۹ء	۲۵ سال
توکل علی اللہ عبدالعزیز بن یعقوب بن الفتح		۸۸۴ھ ۱۴۷۹ء	۹۰۳ھ ۱۴۹۷ء	۱۹ سال
ستمسک باللہ یعقوب بن عبدالعزیز		صفر ۹۰۳ھ ۱۴۹۷ء اکتوبر	۹۲۰ھ ۱۵۱۴ء	۱۷ سال
لمتوکل علی اللہ محمد بن یعقوب		۹۲۰ھ ۱۵۱۴ء	۹۲۳ھ ۱۵۱۸ء	۳ سال

Marfat.com

سلطنت اموی اندلس (ہسپانیہ)

۷۵۶ تا ۱۰۳۰ ۲۷۴ سال

نام	تاریخ جلوس	وفات	مدت حکوم
امیر عبدالرحمٰن بن معاویہ بن خلیفہ ہشام	۷۵۶	۷۸۸	۳۲
امیر ہشام بن عبدالرحمٰن	۷۸۸	۷۹۶	۸
امیر حکم بن ہشام	۷۹۶	۸۲۲	۲۶
امیر عبدالرحمٰن بن حکم	۸۲۲	۸۵۲	۳۰
امیر محمد بن عبدالرحمٰن	۸۵۲	۸۸۶	۳۶
امیر منذر بن محمد	۸۸۶	۸۸۸	۲
عبداللہ بن محمد	۸۸۸	۹۱۲	۲۶
خلیفہ عبدالرحمٰن امیرالمومنین[1]	۹۱۲	۹۶۱	۴۹
حکم ثانی	۹۶۱	۹۷۶	۱۳
ہشام ثانی	۹۷۶	۱۰۰۹	۳
ہشام ثالث	۱۰۰۹	۱۰۳۰	۲۱

دولت اموی اندلس کا بانی خلیفہ ہشام عبدالملک کا پوتا ہے جو بغداد میں عباس حکومت کے قیام کے بعد چھپ چھپا کر اندلس پہنچ گیا اور وہاں اس نے اپنی حکومت قا کرلی ہے۔ ۲۷۴ سال یہ خاندان وہاں حکمران رہا ہے ۔

[1] عبدالرحمٰن ثالث ۹۱۲ میں تخت نشین ہوئے ہیں اور پھر وہاں ۱۷ سال حکوم کرنے کے بعد امیرالمومنین کا لقب اختیار کرکے اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کیا ہے اور خ کی حیثیت سے ۲۹ سال مزید حکومت کی ہے۔ ان کی مدت حکومت ۴۹ سال ہے ان کا دارالخلافہ قرطبہ تھا۔ جس کی اس وقت آبادی ۵ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ یور

Marfat.com

کا سب سے بڑا علمی مرکز بن گیا وہاں کاغذ کی تجارت بہت وسیع پیمانہ پر پہنچ گئی۔ بڑے کتب خانے اور ممتاز ترین درسگاہیں قائم ہو گئیں۔ طب ریاضیات فلسفہ وحکمت شعر وادب موسیقی یونانی اور لاطینی زبان کی کتابوں کے بکثرت ترجمے کیے گئے۔

امیر حکم ثانی نے ۹۷۰ء میں مراکش پر قبضہ کر لیا ہے اور فاطمیوں کو وہاں سے نکال دیا ہے۔

تاریخ عالم ولیم ایل لینگر

ترجمہ غلام رسول مہر

علامہ اقبال کی نظم مسجد قرطبہ حافظ محمد یوسف سدیدی کی لکھی ہوئی حکومت ہسپانیہ کو دی گئی۔ انہوں نے اسے مسجد قرطبہ میں آویزاں کر دیا ہے۔ (روزنامہ امروز لاہور)

Marfat.com

خلافت اسماعیلیہ العبیدیہ افریقہ

سنہ ۹۱۰ء تا سنہ ۱۱۷۱ء ، سنہ ۲۹۷ھ تا سنہ ۵۶۷ھ مدت ۱۶۰ اسال

نام	ولادت	تاریخ خلافت	وفات	مدت حکومت
المہدی باللہ امیر المومنین عبیداللہ بن محمد		ربیع الآخر ۲۹۷ھ / ۹۱۰ء	۳۲۲ھ ، ۹۳۴ء	۲۴ سال
القائم بامراللہ محمد نزار بن عبیداللہ المہدی		۳۲۲ھ ۹۳۴	۳۳۴ھ ، ۹۴۹ء	۱۲ ″
المنصور بنصراللہ ابن محمد نزار		۱۳ شوال ۳۳۴ھ / ۹۴۶ء	۳۴۱ھ ، ۹۵۳ء	۷ ″
المعز لدین اللہ معد بن اسماعیل بن محمد نزار		۲۹ شوال ۳۴۱ھ / ۹۵۳ء	۳۶۵ھ ، ۹۷۵ء	۱۲ ″
العزیز باللہ نزار بن معد		۱۴ ربیع الآخر ۳۶۵ھ ۹۷۵ء	۳۸۶ھ ، ۹۹۶ء	۲۱ ″
الحاکم بامراللہ منصور بن نزار بن معد		۲۸ رمضان المبارک ۳۸۶ھ ۹۹۶ء	۴۱۱ھ ، ۱۰۲۱ء	۲۵ سال
الظاہر لاعزاز دین اللہ علی بن منصور		۲۷ شوال ۴۱۱ھ / ۱۰۲۱ء	۴۲۷ھ ، ۱۰۳۶ء	۱۵ سال
المستنصر باللہ معد بن علی ″		۱۵ شعبان ۴۲۷ھ / ۱۰۳۶ء	۴۸۷ھ ، ۱۰۹۰ء	۶۰ھ سال
المستعلی باللہ احمد بن معد		۱۸ ذی الحجہ ۴۸۷ھ / ۱۰۹۵ء	۴۹۵ھ ، ۱۱۰۱ء	۸ ″
الآمر باحکام اللہ ابو علی		۱۷ صفر ۴۹۵ھ / ۱۱۰۱ء	۵۲۴ھ ، ۱۱۳۰ء	۳۰ ″
محمد طیب المستور		۳ ذوالحجہ ۵۲۴ھ / ۱۱۳۰ء	۵۲۸ھ ، ۱۱۳۴ء	۴ ″
الحافظ لدین اللہ عبدالمجید بن محمد المستنصر		۵۲۸ھ ۱۱۳۴ء	۵۴۴ھ ، ۱۱۴۹ء	۱۶ھ ″
الظافر یوسف بن عبدالمجید الحافظ		۵۴۴ھ ۱۱۴۹ء	۵۴۹ھ ، ۱۱۵۴ء	۵ سال
الفائز بنصراللہ		۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء	۵۵۵ھ ، ۱۱۶۰ء	۶ ″
العاضد لدین اللہ		۵۵۵ھ ۱۱۶۰ء	۵۶۷ھ ، ۱۱۷۱ء	۱۲ ″

Marfat.com

سلطنت عثمانیہ ترکی

نام	ولادت	حکومت	وفات	مدت حکومت
عثمان بن ارطغرل بن سلیمان شاہ		۶۹۹ھ ۱۳۰۰ء	۷۲۶ھ ۱۳۲۶ء	۲۶ سال
غازی اُورخان بن عثمان	۶۸۰ھ ۱۲۸۱ء	۲۱ رمضان ۷۲۶ھ ۱۳۲۶ء ۲۱ اگست	۷۶۱ھ ۱۳۶۰ء	۳۵ سال
غازی مراد خاں بن غازی اُورخان	۷۲۶ھ ۱۳۲۶ء	۷۶۱ھ ۱۳۶۰ء	۹ اگست ۷۹۱ھ ۱۳۸۹ء	۳۰ سال
سُلطان بایزید یلدرم	۷۶۱ھ ۱۳۶۰ء	۷۹۱ھ ۱۳۸۹ء	۱۵ شوال ۸۰۵ھ ۱۴۰۳ء ۱۰ مارچ	۱۵ سال
سلطان محمد بن سُلطان بایزید یلدرم	۷۸۱ھ ۱۳۷۹ء	۸۰۵ھ ۱۴۰۳ء	۸۲۴ھ ۱۴۲۱ء	۱۸ سال
سُلطان مراد خان بن سُلطان محمد	۸۰۶ھ ۱۴۰۳ء	۸۲۴ھ ۱۴۲۱ء	۸۵۵ھ	۳۰ سال
سُلطان غازی ابوالفتح محمد بن سلطان مراد فاتح قسطنطنیہ	۲۶ رجب ۸۳۳ھ ۱۴۲۹ء ۲۰ اپریل	۸۴۸ھ ۱۴۴۴ء	۴ ربیع الاوّل ۸۸۶ھ ۱۴۸۱ء ۳ مئی	۳۱ سال

فاتح قسطنطنیہ

نام	ولادت	حکومت	وفات	مدت حکومت
سُلطان بایزید بن سُلطان محمد	۸۵۱ھ ۱۴۴۷ء	۸۸۶ھ ۱۴۸۱ء	۹۱۸ھ ۱۵۱۲ء	۳۲ سال
خلیفہ سُلطان سلیم یاوز بن سُلطان بایزید	۸۷۵ھ	۷ صفر ۹۱۸ھ	۹ شوال ۹۲۶ھ ۱۵۲۰ء	۹ سال
سُلطان سلیمان خان بن سلیم اوّل یاوز یکم شوال	۹۰۰ھ ۱۴۹۵ء ۲۷ اپریل	۱۲ شوال ۹۲۶	۲۰ صفر ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء ۵ ستمبر	۴۶ سال
سُلطان سلیم خان بن سلیمان خان قانونی	۲ رجب ۹۳۰ھ ۱۵۲۳ء ۱۰ مئی	۹ ربیع الاوّل ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء ۲۴ دسمبر	۲۷ شعبان ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء ۱۲ دسمبر	۸ سال ۵ ماہ
سُلطان مراد خان بن سلیم	۵ جمادی الاوّل ۹۵۲ھ ۱۵۴۶ء ۴ جولائی	۲۷ شعبان ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء ۱۲ دسمبر	۸ جمادی الاوّل ۱۰۰۲ھ ۱۵۹۵ء ۱۹ جنوری	۲۱ سال
غازی محمد خان بن مراد خان	۷ ذی قعدہ ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء ۶ مئی	۸ جمادی الاوّل ۱۰۰۲ھ ۱۵۹۵ء ۱۹ جنوری	۲ رجب ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۳ء	۹ سال

Marfat.com

نام	ولادت	حکومت	وفات	مدت حکومت
سلطان احمد خان بن محمد خان	۱۲ جمادی الاخری ۹۹۸ھ ۱۵۹۰ء ۸۔اپریل	۱۷ رجب ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۳ء ۲۱ ستمبر	۲۳ ذی قعدہ ۱۰۲۲ھ ۱۶۱۷ء ۲۲ نومبر	۱۴ سال
مصطفےٰ خان بن محمد خان	۱۰۰۱ھ	۱۰۲۶ھ ۱۶۱۷ء	یکم محرم ۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸ء	۳ ماہ
سلطان عثمان خان بن احمد خان	۱۰۱۳ھ ۱۶۰۵ء	۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸ء	۱۰۳۱ھ	۴ سال
مراد خان بن احمد خان	۲۸ جمادی الاول ۱۰۱۸ھ ۱۶۰۹ء ۲۹ اگست	۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳ء	۱۶ شوال ۱۰۴۹ھ ۱۶۴۰ء فروری	۱۷ سال
ابراہیم خان بن سلطان احمد	۱۲ شوال ۱۰۲۴ھ ۱۶۱۵ء ۴ نومبر	۱۰۴۹ھ ۱۶۴۰ء	۲۸ رجب ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸ء ۸ اگست	۸ سال ۹ ماہ
سلطان محمد خان بن ابراہیم خان	۲۹ رمضان ۱۰۵۱ھ ۱۶۴۲ء یکم جنوری	۱۸ رجب ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸ء ۱۸ اگست	۲ محرم ۱۰۹۹ھ ۱۶۸۷ء ۸ نومبر	
سلیمان خان بن ابراہیم	۱۵ محرم ۱۰۵۲ھ ۱۶۴۲ء ۱۵۔اپریل	۲ محرم ۱۰۹۹ھ ۱۶۸۷ء ۸ نومبر	۲۶ رمضان ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۱ء ۲۳ جون	۳ سال ۸ ماہ
سلطان احمد خان بن ابراہیم	۶ ذی الحجہ ۱۰۵۲ھ ۱۶۴۳ء ۲۵ فروری	۲۶ رمضان ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۱ء ۲۳ جون	۲۴ جمادی الاخری ۱۱۰۴ھ ۱۶۹۵ء ۷ فروری	۴ سال ۸ ماہ
سلطان مصطفےٰ خان بن محمد	۸ ذی قعدہ ۱۰۷۴ھ ۱۶۶۴ء ۲ جون	۴ جمادی الاخری ۱۱۰۶ھ ۱۶۹۵ء ۸ فروری	۲ ربیع الاخری ۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء ۱۵ اگست	۸ سال ۸ ماہ
سلطان احمد خان بن محمد	۱۳ رمضان ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۳ء ۲۳ دسمبر	۲ ربیع الثانی ۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء ۱۵۔اگست	۱۵ ربیع الاول ۱۱۴۳ھ ۱۷۳۰ء ۲۸ ستمبر	۲۷ سال ۱۱ ماہ
سلطان محمود خان بن مصطفےٰ خان	۴ محرم ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۴ء	۱۵ ربیع الاول ۱۱۴۳ھ ۱۷۳۰ء ۲۸ ستمبر	۲۷ صفر ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۴ء ۱۳ ستمبر	۲۵ سال

Marfat.com

نام	ولادت	حکومت	وفات	مدت حکومت
سلطان عثمان خان	۱۱۱۰ھ ۱۶۹۶ء	۲۷ صفر ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۴ء ۱۳ ستمبر	۱۶ صفر ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء ۳۰ اکتوبر	۳ سال ۱۱ ماہ
سلطان مصطفیٰ ابن احمد	۱۱۲۹ھ ۱۷۱۷ء	۱۶ صفر ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء ۳۰ اکتوبر	۸ ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۴ء ۲۱ جنوری	۱۶ سال ۸ ماہ
عبدالحمید خان بن احمد	۱۱۳۷ھ ۱۷۲۴ء	۱۱ ذی قعدہ ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۴ء ۲۴ جنوری	۱۲ رجب ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء ۸-اپریل	۱۵ سال ۸ ماہ
سلطان سلیم بن مصطفیٰ	۱۱۷۵ھ ۱۷۶۲ء	رجب ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء اپریل	۲۱ ربیع الآخر ۱۲۲۲ھ ۱۸۰۷ء ۲۸ جون	۱۹ سال
مصطفیٰ خان بن عبدالحمید	۱۱۹۳ھ ۱۷۷۹ء	۲۱ ربیع الاول ۱۲۲۲ھ ۱۸۰۷ء جون	۴ جمادی الاول ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۸ء ۲۸ جون	ایک سال ایک ماہ
محمود خان ابن عبدالحمید	۱۳ رمضان المبارک ۱۱۹۹ھ ۱۷۸۵ء ۲۰ جولائی	۴ جمادی الاول ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۸ء ۲۸ جون	۱۹ جمادی الثانی ۱۲۵۵ھ ۱۸۳۹ء ۲ جولائی	۲۱ سال
عبدالمجید ابن سلطان محمود	۱۴ شعبان ۱۲۳۷ھ ۱۸۲۲ء ۶ مئی	ربیع الثانی ۱۲۵۵ھ ۱۸۳۹ء ۳ جولائی	۱۷ ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۱ء ۶ جون	۲۲ سال ۶ ماہ
عبدالعزیز بن سلطان محمود	۱۴ شعبان ۱۲۴۵ھ ۱۸۳۰ء ۸ فروری	۸ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۱ء ۷ جون	۶ جمادی الاول ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء ۳۰ مئی	۱۶ سال ۲ ماہ
سلطان مراد بن عبدالمجید		۲۴ جمادی الآخر ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء ۳۱ اگست	۱۷ شعبان ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء ۱۷ ستمبر	ایک ماہ ۲۲ دن

Marfat.com

نام	ولادت	حکومت	وفات	مدت حکومت
عبدالحمید بن عبدالمجید	۱۵ شعبان ۱۲۵۸ھ ۲۱ ستمبر ۱۸۴۲ء	۱۶ شعبان ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء ۷ ستمبر	ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء اپریل	۳۳ سال ۸ ماہ
سلطان محمد بن عبدالمجید	۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴ء	ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء	رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء جون	۹ سال ۵ ماہ
وحیدالدین محمد بن مراد		۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء	۱۳۴۱ھ ۱۹۲۲ء	۴ سال
عبدالمجید بن عبدالعزیز		۱۳۴۱ھ ۱۹۲۲ء	۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء	ایک سال چند ماہ

سلطنت عثمانیہ کے آخری فرمانروا ۱۹۲۴ء کو معزول کر دیئے گئے ہیں اور انہیں جلاوطن کر دیا ہے۔ فرانس بمقام نیس ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء وفات پائی ہے، اور عرب میں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے ۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۹۲۳ء شریف مکہ کو شکست دے کر نجد و حجاز میں اپنی حکومت قائم کر لی ہے۔

Marfat.com

معروف شخصیّات تاریخ وفات

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم		۱۱ ہجری	سنہ ۶۳۲ء
" ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ		۱۳ "	۶۳۴ء
" عمر فاروق	" "	۲۴ "	۶۴۵ء
" ابوذر غفاری	" "	۳۲ "	۶۵۲ء
" سلمان فارسی	" "	۳۳ "	۶۵۳ "
" عثمان غنی	" "	۳۵ "	۶۵۵ "
" اویس قرنی	" "	۳۷ "	۶۵۷ "
" علی حیدر کرار	" "	۴۰ "	۶۶۰ "
" امام حسن	" "	۴۹ "	۶۶۹ "
" امام حسین	" "	۶۱ "	۶۸۱ "
" ابووائل بن سلمہ		۸۲ "	۷۰۱ "
" عروہ بن زبیر		۹۴ "	۷۱۲ "
" علی زین العابدین		۹۵ "	۷۱۳ "

Marfat.com

حضرت ابراہیم بن یزید تیمی	۹۵	ہجری	سنہ ۷۱۳ء
〃 ابراہیم بن یزید النخعی	۹۵	〃	〃
〃 خلیفہ عمر بن عبد العزیز	۱۰۱	〃	۷۱۹ء
〃 ابو قلابہ	۱۰۵	〃	۷۲۳ء
〃 سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق	۱۰۶	〃	۷۲۴ء
〃 حسن بصری	۱۱۰	〃	۷۲۷ء
〃 امام محمد باقر	۱۱۴	〃	۷۳۲ء
〃 عطا بن ابی رباح	۱۱۴	〃	〃
〃 حبیب عجمی	۱۲۰	〃	۷۳۷ء
〃 محمد بن واسع	۱۲۰	〃	۷۳۷ء
〃 ثابت بن اسلم	۱۲۳	〃	۷۴۰ء
〃 داؤد بن دینار	۱۳۹	〃	۷۵۴ء
〃 مالک بن دینار	۱۴۰	〃	۷۵۶ء
〃 سلمہ بن دینار	۱۴۱	〃	۷۵۷ء
〃 سلیمان بن ترخاں	۱۴۳	〃	۷۶۰ء
〃 امام جعفر صادق	۱۴۸	〃	۷۶۵ء
〃 امام ابو حنیفہ	۱۵۰	〃	۷۶۷ء
〃 سفیان ثوری	۱۶۱		۷۷۷ء
〃 ابراہیم ادھم	۱۶۲		۷۷۸ء

Marfat.com

داؤد طائی	۱۶۵ ہجری	۷۸۱ء
شقیق بن ابراہیم	۱۷۴ "	۷۹۰ء
صفوان بن عرز	۱۷۴ "	"
ابوبکر مزنی	۱۷۸ "	۷۹۴ء
رابطہ بصری	" "	"
امام مالک	۱۷۹ "	۷۹۵ء
قاضی محمد یوسف	۱۸۱ "	۷۹۷ء
عبداللہ بن مبارک	" "	"
فضیل بن عیاض	۱۸۶ "	۸۰۲ء
امام محمد	۱۸۸ "	۸۰۴ء
یوسف اسباط	۱۹۴ "	۸۱۱ء
معروف کرخی	۲۰۰ "	۸۱۵ء
امام شافعی	۲۰۴ "	۸۱۹ء
ابوسلیمان دارانی		
بایزید بسطامی		
بشر حافی بن حارث	۲۲۷ "	۸۲۷ء
حاتم اصم	۲۳۷ "	۸۵۱ء
احمد خضرویہ	۲۴۰ "	۸۵۴ء
امام احمد بن حنبل	۲۴۱ "	۸۵۵ء

Marfat.com

سری سقطی	۲۵۰ ہجری	۸۶۴ء
سہل بن عبدالستار تستری	۲۶۱ ″	۸۷۵ء
جنید بغدادی	۲۹۷ ″	۹۰۹ء
ممشاد علو دینوری	۲۹۹ ″	۹۱۱ء
ابوبکر شبلی	۳۳۴ ″	
ابوالحسن خرقانی	۴۲۵ ″	
ابوقاسم گرگانی	۴۵۰ ″	
ناصرالدین چشتی	۴۵۹ ″	
ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۶۵ ″	
ابوالحسن ہنکاری	۴۸۵ ″	
فریدالدین عطار	۵۱۳ ″	
ابوسعید مبارک	۵۱۳ ″	
ابونصر احمد جام	۵۳۶ ″	
عبدالقادر جیلانی	۵۶۱ ″	
سُلطان سخی سرور	۵۷۷ ″	
عبدالرزاق تاج	۵۹۸ ″	
عثمان ہارونی	۶۱۷ ″	
شہاب الدین سہروردی	۶۳۲ ″	
معین الدین چشتی	۶۳۳	

Marfat.com

قطب الدین بختیار کاکی ۶۳۴ ہجری

محمد ترک بیابانی ۶۳۷ "

نصیر الدین محمود چراغ دہلوی ۶۵۷ "

جلال الدین پانی پتی ۶۶۵ "

بہاؤ الدین زکریا ملتانی ۶۶۶ "

فرید الدین مسعود پاکپتن ۶۷۰ "

شیخ صدر الدین عارف ۶۸۴ "

صابر کلیر شریف ۶۹۰ "

شمس الدین ترک ۷۱۵ "

علی رامتینی ۷۲۱ "

شیخ شرف الدین بوعلی قلندر ۷۲۴ "

نظام الدین اولیار ۷۲۵ "

امیر خسرو " "

ابوالفتح رکن الدین ۷۳۵ "

ابوالفرح طرطوسی ۷۴۴ "

بابا سماسی ۷۵۵ "

جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی ۷۶۵ "

میر کلال ۷۷۳ "

مخدوم جہانیاں جہانگشت ۷۸۸ "

Marfat.com

بہاؤالدین نقشبند	۷۹۱ ہجری	شاہ کلیم اللہ	۱۱۴۲ ہجری
علاؤالدین عطار	۸۰۲ "	نظام الدین صدیقی	۱۱۴۳ "
سید محمد گیسو دراز	۸۲۵ "	فخرالدین فخر جہان	1195 "
عبدالحق رودولی	۸۳۷ "	میاں مظہر علی شاہ	۱۲۰۰ "
علاءالدین قریشی	۸۵۳ "	نیاز بے نیاز	۱۲۵۰ "
محمد بن سلیمان	۸۶۴ "	غوث علی شاہ پانی پتی	۱۲۹۷ "
عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴ "	حاجی شیر محمد شاہ	۱۳۲۴ "
شاہ کمال کیتھلی	۱۰۰۳ "	امیرالدین شاہ	۱۳۳۱ "
امکنگھی	۱۰۰۸ "	احمد رضا بریلوی ۱۳۴۰ھ، ۱۹۲۱ء	
خواجہ باقی باللہ	۱۰۱۲ھ "	میاں شیر محمد شرقپوری ۱۳۴۷ "، ۱۹۲۸ء	
شیخ احمد مجدد الف ثانی		پیر جماعت علی شاہ ۱۳۵۸ھ	
میاں میر لاہور	۱۰۴۰ "	سید مہر علی شاہ گولڑوی ۲۹ صفر ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۷ء	
سرمد شہید	۱۰۷۲ "	سید شمس الحق صادق آباد ۳۱ جنوری ۱۹۸۱	
خواجہ محمد معصوم	۱۰۷۹ "	رحمہم اللہ اجمعین	

نوٹ : اس فہرست سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ کون بزرگ کس زمانہ میں ہوا ہے ۔

اگر زندگی نے وفا کی اور وقت نے ساتھ دیا تو ان کے تعارف میں انشاءاللہ کچھ لکھا جائے گا۔

(درویش)

Marfat.com

سردار ممتاز احمد ــــ مجسٹریٹ دفعہ ۳۰

لیاقت پور ۱۹۸۰ء ــــ سردار صاحب نے درویش کے خلاف قذف کا ایک مقدمہ ملک امداد علی گلو کے بعد سنا ہے اور اس کا فیصلہ کیا ہے۔ سردار صاحب ایک سنجیدہ قسم کے آدمی ہیں یہ ملک امداد علی کی طرح نہ بے تکلف ہوتے ہیں اور نہ واقف ہوتے ہوئے ناواقفوں ایسا رویہ اختیار کیا ہے۔

ایک وکیل صاحب نے پوچھا: آپ درویش صاحب کو جانتے ہوں گے؟ کہا مجھے اور ان کو ایک مجلس میں اکٹھے چائے پینے کا اتفاق ہوا تھا لیکن ان کو یاد نہیں ہے۔

مدعی کا وکیل کوئی ۱۴ پیشیوں پر حاضر عدالت نہیں ہوا۔ مدعی نے دوسرا وکیل رکھ لیا ہے آپ نے اسی تاریخ پر مدعی اور اس کے گواہ سُنے ہیں۔ دوسری پیشی پر میرا بیان قلمبند کرنا ہے فرمایا آپ بیان دیں کہا آج میرا وکیل نہیں آیا۔ کوئی بات نہیں۔ خود بیان قلمبند کیا۔ مناسب سوالات کیے ہیں۔

مخالف وکیل نے مدعی کے اپنے بیان سے مایوس ہو کر کوئی جرح و تعدیل نہیں کی۔

چوہدری شہاب دین نمبردار گوجر میرے خلاف گواہی دینے آئے ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے ان سے سوال کیا۔ آپ کے سامنے کسی مجلس میں درویش نے مدعی پر زنا کا الزام لگایا ہے کہا نہیں۔

دوسرا سوال ــــ آپ کے پاس کسی نے آ کر کہا تھا کہ درویش مدعی پر زنا کا الزام لگا رہا ہے کہا نہیں!

قانون دان طبقہ جانتا ہے کہ سُنی سنائی بات عدالت کی نظر میں شہادت کا درجہ نہیں رکھتی لیکن اس کے باوجود شہاب الدین سے یہ سوال کیا گیا ہے۔ گویا مجسٹریٹ کلیتہً دعویٰ کی نوعیت

Marfat.com

سمجھ چکا ہے اور درویش کو بری قرار دے دیا ہے۔

مدعی نے فیصلہ کی صحت کا یقین کر لیا ہے وہ اپیل کورٹ میں نہیں گیا۔ اس کے حمایتی اسے سول کورٹ میں لے گئے ہیں۔ وہاں بھی دعویٰ خارج ہوا ہے۔

سردار صاحب ریاست بہاولپور کی قدیم بھٹی قوم سے تعلق رکھتے ہیں بسردار محمود خاں سابق جج ہائی کورٹ بہاولپور کی صاحبزادی ان کے حبالہ عقد میں ہے۔ صاحب اولاد ہیں ایک ننھے میاں ان کے ساتھ چلتے پھرتے دیکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی عمر دراز فرمائیں اور دین و دُنیا کی نعمتوں سے ان کا دامن بھر دیں۔ آمین ثم آمین (درویش)

قذف

اس کے لغوی معنی پھینکنا اور قے کرنا کے ہیں اصطلاح میں محصنہ عورت کو بلا شہادت چار گواہ متہم بالزنا کرنا کے ہیں۔

قرآن نے اس بارے واضح ہدایت دی ہے اور اس سے حسن معاشرت کا ایک بڑا اصول طے پایا ہے کہ ایک دُوسرے کے بارے نیک گمان رکھنا چاہیئے۔

سورہ النور میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ۔

جب تم نے ایسی بات سُنی تو بلا تامل کیوں نا کہہ اٹھے کہ یہ بہتان عظیم ہے تمہیں ایک دُوسرے کے بارے نیک گمان رکھنا چاہیئے تھا۔ آئندہ کے لیے تمہیں تنبیہہ کی جاتی ہے کہ اس قسم کے واقعہ کا اعادہ نہ ہونے پائے۔ قرآن کے الفاظ میں ہے۔ يَعِظُكُمُ اللَّهُ ان تعودوا لمثله ابدًا ان کنتم مؤمنین

Marfat.com

اس واقعہ کے اثرات میں رنج و غصہ ایک فطری داعیہ ہے اسے ولیعفوا ولیصفحوا کہہ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جانے کا حکم دیا ہے۔

واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ بنو خزاعہ غیر اسماعیلی عرب قبیلہ کی ایک شاخ بنی مصطلق مدینہ سے کوئی ۹ منزل شمال مشرق میں آباد ہے اس کے نوجوان مدینہ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ ۲ شعبان ۵ھ دسمبر ۶۲۶ء پیغمبر خدا نے خبر پاکر ان کی سرکوبی کا حکم دیا ہے اور لشکر کی کمان خود کر رہے ہیں۔ معمولی مدافعت کے بعد ان کے قدم اکھڑ گئے ہیں اور مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے دورانِ سفر مریسیع کے مقام پر ایک کنواں ہے وہاں انصار اور مہاجرین کے کچھ آدمی ایک دوسرے سے تو تو میں میں ہوئے ہیں، لیکن معاملہ جلد رفع دفع ہو گیا ہے عبداللہ بن ابی سلول منافق نے اس قصہ کو کچھ زیادہ ہوا دی ہے۔ نبی کریمؐ نے اس سے بھی درگزر کیا ہے۔ اس جنگ میں ایک مسلمان اور دس فریق مخالف کے آدمی کام آئے ہیں۔ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی لڑکی برہ نامی گرفتار ہوئی ہے جو اپنی خوبصورتی اور خاندانی وجاہت کے اعتبار سے نمایاں ہے۔ آنحضرت اس سے نکاح کرکے اپنے حرم میں لے آئے ہیں۔ اس اعزاز کی وجہ سے اس کے خاندان کے قیدی مسلمانوں نے آزاد کر دیئے ہیں کہ اس خاندان سے آنحضرتؐ کا رشتہ مصاہرت قائم ہو چکا ہے۔ لڑکی کے والد حارث جو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے وہ بھی حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے ہیں۔ ام المومنین جویریہ ان کا نام نامی قرار پایا ہے۔ قصہ یوں ہوا۔ جنگ کے بعد یہ کسی دوسرے صحابیؓ کے حصہ میں آئیں لیکن اس نے اس کے ساتھ مکاتبت کا معاملہ کر لیا ہے کہ وہ ایک مقررہ رقم لے کر اسے آزاد کر دے اس رقم کی فراہمی میں وہ رسولِ خدا کے پاس آئیں۔ بقول حضرت عائشہ بڑی خوبصورت الھڑ البیلی

Marfat.com

لڑکی تھی۔ بیس سال کی عمر جوانی کا نکھار! یونہی آنحضرتؐ کی ان پر نظر پڑی اپنے عقد میں لینے کی پیش کش کردی اور رقم کی ادائیگی اپنے ذمہ ڈال لی ہے۔

جوانی بے ثمر نہیں رہی ایک بچہ کو جنم دیا ہے لیکن منشائے ایزدی کچھ ایسی تھی کہ بچہ چھوٹی عمر میں وفات پاگیا ہے۔ پیاری بیوی کا پیارا بیٹا۔ بڑھاپا کی اولاد خاوند بیوی دونوں کو ایک شدید صدمہ سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

صرف ۶ سال جوانی نے سہاگ میں گزارے ہیں اور ۲۶ سال کی عمر میں بیوہ ہوجاتی ہیں اور کوئی ۳۹ سال بیوہ رہ کر ۵۰ھ ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ

اس جنگ میں شریک سفر ہیں۔ وہ جنگل کو گئی ہیں تو قافلہ کوچ کرچکا ہے وہ پیچھے رہ گئیں ہیں۔ انہیں صفوان بن معطل سلمی اپنے ساتھ دوسرے پڑاؤ پر لے آئے ہیں۔ عبداللہ بن ابی منافق نے کہا قسم ہے رب کعبہ کی یہ ضرور مرتکب گناہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کانا پھوسی ہونے لگی جو لوگ منظر عام پر آئے ہیں۔ ان میں عبداللہ بن ابی منافق انصاری۔ حسان بن ثابت آپ کے قصیدہ گو شاعر مسطح بن اثاثہ جو حضرت ابوبکرؓ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور حمنہ بنت جحش آنحضرتؐ کی پھوپھی زاد بہن اور سالی حضرت زینبؓ کی حقیقی بہن۔

کوئی ایک ماہ کی ہنگامہ خیزی کے بعد حضرت عائشہؓ کی قرآن نے بریت ظاہر کردی ہے اور قصور واروں کو قذف کی سزا دی گئی ہے۔ اس واقعہ کے اثرات میں رنج اور غصہ ایک فطری داعیہ ہے۔ قرآن نے ولیعفوا و لیصفحوا کہہ کر رحمت خداوندی کے امیدواروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جانے کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے حسن معاشرت میں کتنا اونچا معیار مقرر کیا ہے۔

۲۰ ۳/۸ م

Marfat.com

پروفیسر عبدالجبار شاکر

موضع حسین خان والا چک ۵ پتوکی کے مضافات ضلع قصور میں یکم جنوری ۱۹۴۷ء کو پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے والد عبدالعزیز راجپوت بھٹی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ عالم دین اور حکیم حاذق ہونے کے ساتھ شعر و شاعری کا مذاق بھی پایا تھا۔

شاکر صاحب ایم اے اردو ہیں تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۹۶۹ء میں پتوکی کالج سے اپنی سروس کا آغاز کیا ہے۔ لیاقت پور کالج میں ۳ فروری ۱۹۷۱ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۷۵ء تک رہے ہیں اور ایک سوشل ورکر کی حیثیت سے علاقہ میں متعارف ہوتے ہیں۔ لیاقت پور سیلاب ۷۳ء کے موقع پر انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس کتاب میں دوسری جگہ ان کا ذکر آیا ہے۔ لیاقت پور سے شیخوپورہ کالج میں آ گئے ہیں۔ ۲۱ مئی ۱۹۸۱ء ان کو ڈائرکٹر آف پبلک لائبریریز پنجاب بنا دیا گیا ہے اور اب تک اس عہدہ پر فائز ہیں۔ ۱۹۸۶ء کو سیرت کے موضوع پر ایک مقابلہ ہوا جس میں ان کو ملک میں سب سے زیادہ سیرت کے موضوع پر کتب رکھنے کی بناء پر صدارتی ایوارڈ مبلغ دس ہزار روپے نقد اور سند امتیاز ملی ہے۔ بتایا سیرت پر ۸۰۰ تفاسیر ۵۰ اور حدیث کے موضوع پر ۵۰۰، تحریک پاکستان پر ایک ہزار اقبالیات پر ۲۲ زبانوں میں کوئی پندرہ سو کتب رکھتے ہیں ۳۰۰ کے قریب قلمی مخطوطات اس کے علاوہ ہیں۔ بتاتے ہیں تنخواہ کا ایک معتدبہ حصہ خرید کتب کے شوق میں کام آجاتا ہے۔

شاکر صاحب ٹی وی اور ریڈیو کے کوئی تین سو سے زائد پروگراموں میں حصہ لے چکے ہیں شیخوپورہ میں مکان بنا کر مستقل سکونت وہاں رکھی ہے

Marfat.com

پتہ ہے۔ سٹیڈیم پارک مسلم گنج شیخوپورہ عبدالجبار ہاؤس
زیر نظر کتاب پر انہوں نے تقریظ لکھی جو دوسری جگہ درج ہے (درویش)

مولانا عبدالقادر آزاد (ڈائریکٹر شعبۂ تبلیغ خطیب بادشاہی مسجد لاہور)

ان کی تاریخ پیدائش ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء ہے والد بزرگوار سادات بخارا سے ہیں اور سید انور شاہ کشمیری کے شاگرد ہیں۔ حضرت فضل علی قریشی مسکین پوری کے مرید ہیں اور سلسلہ قادریہ میں ان کے خلیفہ مجاز ہیں۔

آزاد نے پہلے گھر پر ابتدائی تعلیم مکمل کی ہے پھر جامعہ اسلامیہ کراچی اور ملتان قاسم العلوم میں زیر تعلیم رہے ہیں۔ ۱۹۵۸ء وفاق المدارس پاکستان سے درجہ علیہ میں سند فضیلت شہادۃ العالمیہ پائی ہے جو ایم اے کے برابر ہے اور اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل ہیں۔ طب میں بھی کوئی حکیم حاذق کے برابر سند حاصل کی ہے۔ مستزاد برآں ایبٹ آباد کے بائبل کالج سے فاضل مسیحت کیا ہے جو دو سال کا کورس ہے۔ یہ تو ظاہری علوم کا ذکر ہے۔ مولانا طریقت کے کئی ایک سلسلہ میں خلیفہ مجاز ہونا بتاتے ہیں مثلاً نقشبندیہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ یہ تو چار مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ شاذلی اور رفاعی کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کوئی ۳۵ ہزار کے قریب غیر مسلموں کو مسلمان بنا چکے ہیں۔ کویت، سعودی عرب، اردن، عراق، ایران، مصر، افریقہ، بھارت، افغانستان روس اور برطانیہ، ایشیا، یورپ اور افریقہ تینوں براعظموں میں گھوم پھر بیٹھے ہیں۔ حیران نہ ہونا بشریٰ رحمٰن کی فہرست ممالک ان سے زیادہ ہے۔ انہوں نے امریکہ، چین، انڈونیشیا کئی ایک ممالک ان سے زیادہ گنوائے ہیں۔ ان کا ذکر بھی اسی کتاب میں ہے۔ فرماتے ہیں: تبلیغ اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں شریک ہوا ہوں؛

Marfat.com

یہ ان علماء میں سے ہیں جو اس آڑے وقت میں بھی جنرل ضیاء کی حمایت کا دم بھرتے ہیں ۔ درویش دیہات کے آئمہ مساجد کو سرکاری کھاتہ میں ڈالنا چاہتے ہیں ۔ آزاد صاحب کو اپنے اور ضیاء صاحب کے درمیان رابطہ بنانے کی سوجھ رہے ہیں ۔

آزاد صاحب ظاہری اور باطنی ڈگریوں کے ساتھ ایک سیاسی ڈگری بھی رکھتے ہیں ۔ انہوں نے دیکھا جمعیت علمائے پاکستان پر کاظمی صاحب کا قبضہ ہے ۔ جمعیت علمائے اسلام مفتی محمود کے حصہ میں آئی ہے ۔ انہوں نے ۱۹۷۱ء میں مجلس علمائے پاکستان کے نام پر ایک تیسری جماعت کی بنیاد رکھ کر اس کی صدارت سنبھال لی ہے اور کوئی ۱۷ سال سے اس تسلسل کو ٹوٹنے نہیں دیا ۔

فیلڈ مارشل ایوب خان ، ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل محمد ضیاء الحق تینوں نامور شخصوں سے ان کی صدارت عمر میں زیادہ ہے ۔ سیاست دانوں نے آپس میں یہ طے کر رکھا ہے کہ صدارت کے شوق میں ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں ۔ الگ ہو کر ایک دوسری جماعت بنا کر اپنا شوق پورا کر لیا جائے !

جتوئی صاحب نے دیکھا بے نظیر بھٹو صدارت کے میدان میں ان سے LEAD لے گئیں ہیں ۔ انہوں نے ایک الگ جماعت بنا کر اس کی صدارت سنبھال لی ہے

مولانا نے بتایا بہاولپور میں میرا قیام ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۹ء تک رہا ہے ۔ وہاں ایک تبلیغی مشن ادارہ کی بنیاد رکھی گئی ۔ ۱۹۶۹ء محکمہ اوقاف میں مجھے ڈائریکٹر تبلیغ کے عہدہ پر لے لیا گیا اور ۱۹۷۱ء بادشاہی مسجد کی خطابت بھی اس کے ساتھ تفویض ہوئی ۔ ضیا صاحب کی مجلس شوریٰ کے بھی ممبر ہیں ، اور یہ بھی کہا ہے کہ گیارہ سال تک مختلف تربیتی اداروں میں تقابل ادیان کے موضوع پر علماء کو لیکچر دے چکا ہوں ۔

Marfat.com

الحسنات الباقیات

آغا حسن رضا لیاقت پور جولائی ۱۹۶۴ء اسسٹنٹ کمشنر ٹو آر عباسیہ کے دہانہ پر ایک سرکاری دورہ میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں چوہدری محمد حسین گوجر چک ۲۷ نے ٹرے میں جگ اور ایک گلاس لاکر میز پر رکھ دیا ہے آغا صاحب نے درویش کی موجودگی کا نوٹس لیتے ہوئے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا یہ پورا جگ میں نے پینا ہے ؟ وہ سمجھ گئے اور فوراً دوسرا گلاس لاکر رکھ دیا ہے آغا حسن رضا ایک با اخلاق افسر کی حیثیت سے علاقہ میں متعارف ہوئے ہیں۔

پرویز بخت قاضی لیاقت پور ۱۱ جون ۱۹۷۶ء اسسٹنٹ کمشنر کلر والا بنگلہ ایک دورہ پر آئے ہیں۔ درویش ایک آباد کار کی حیثیت سے ان کو ملنے آیا ہے۔ یہ بنگلہ ہمارے چک کے قریب ہے تحصیل کے اعلیٰ افسر ہمارے علاقہ میں تشریف لائے ہیں۔ ان کی پیشقدمی میں جانا ایک ضروری امر ہے۔ ۵ مرلہ اسکیم کے تحت حاملہ جات کے الاٹیز کو سند الاٹمنٹ عطا کرنا دورہ کا مقصد ہے۔

دوران ملاقات فضل محمد گرداور نے سوڈے کی دو بوتلیں لاکر میز پر رکھ دی ہیں۔ قاضی صاحب نے حیرت استعجاب کے ساتھ کہا: میں پہلے ایک بوتل پی چکا ہوں۔ اب دو کا ہے کو لائے ہو! وہ خاموشی کے ساتھ کمرہ سے باہر چلا گیا۔ دورہ کا انتظام ان کا ماتحت عملہ کرتا ہے۔

قاضی صاحب ایک وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔ علم و ادب سے لگاؤ نے ان کو کافی بردبار بنا رکھا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے آخری دور حکومت میں جو مظاہرے ہوئے تھے۔ لیاقت پور میں وہ پرامن رہے ہیں اور یہ امر قاضی صاحب کی انتظامیہ صلاحیت کا آئینہ دار ہے۔

نسیم پاشا لیاقت پور دسمبر ۱۹۷۸ء اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔ یہ ایک ہمہ دیدہ اور پُر مذاق آدمی ہیں۔ ان کے عہد میں ایک پمفلٹ نگارشات درویش شائع ہوا ہے اس میں ایک فیچر قیامت کا شور درج ہے جس میں ان کا ذکر ہے (کتاب زیر نظر صفحہ ۳۶۳ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)

درویش ان کو ملنے گیا۔ اسٹینو کے دفتر میں بیٹھ کر چٹ بھجوائی۔ چائے کی پیالی چپڑاسی نے لاکر دی ہے اور کہا ہے صاحب فرماتے ہیں ابھی بلاتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد بلا بھیجا۔ مسٹر سیف اللہ موجود تھے فرمایا کرسی خالی نہ تھی اس لیئے تاخیر ہوئی ہے

Marfat.com

کہا آپ نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے مجھے نہیں دیا۔ جناب بھول گیا تھا۔ آپ نے تو نہیں دیا۔ دوبارہ پیش کیا اور ایک حاجی سیف اللہ کو دیا۔ سیف صاحب نے پاشا کو بتایا کہ یہ ہمارے پرانے دوست ہیں بہاولپور سے ایک ہفتہ وار اخبار نکالتے رہے ہیں اچھا لکھتے ہیں

محمد اکرم ملک رحیم یار خان ۵ دسمبر ۱۹۸۱ء ڈپٹی کمشنر ہیں۔ ان کو ایک کام کے سلسلہ میں کیمپٹی ال جا کر ملا۔ (اس کا ذکر کتاب زیر نظر میں صفحہ ۵۰۲ پر موجود ہے) فرمایا چار بجے مکان پر اے سی صاحبان کی ایک میٹنگ بلائی ہے آپ بھی آجائیں اے سی لیاقت پور بھی موجود ہونگے چشتی صاحب مجسٹریٹ کو کہا: درویش صاحب کی فائل ہمراہ لے آئیں کھال کا ایک کیس ہے اے سی صاحب متعلقہ کی ایک پیمائش موضوع بحث ہے چشتی صاحب موقعہ پر جا کر تحقیقات کر آئے ہیں اور درویش کے حق میں رائے دی ہے۔ اے سی صاحبان کی میٹنگ کے بعد درویش کو بلایا اور افہام وتفہیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ ملازم کو فرمایا؛ چائے لاؤ! اس نے ایک پیالی ڈپٹی کمشنر کے بعد اے سی لیاقت پور کے سامنے رکھی اس ترتیب سے چشتی صاحب کا نمبر ہے انہوں نے کہا: درویش صاحب کو دو! اس سے انہوں نے اپنے اس احساس کا اظہار کیا ہے کہ ملک صاحب درویش کو چائے پلانا چاہتے ہیں ہم اسی مجلس میں ابھی چائے پی کر فارغ ہوئے ہیں۔

محمد اکرم ملک: لاہور ۱۹۸۶ء ایڈیشنل سیکرٹری فنانس ہیں۔ درویش ان کو دفتر ملنے گیا۔ ان کی ایک میٹنگ شروع ہونیوالی ہے وہ چٹ پہنچنے پر سٹینو کے کمرہ میں آئے۔ ملاقات کی خوشی ہوئے! اپنے سٹینو کو فرمایا: درویش صاحب میرے مہمان ہیں۔ ان کو چائے پلاؤ! ہر چند کہا اس تکلف کی ضرورت نہیں وہ اپنے سٹینو کو تاکید کرکے چلے گئے ہیں۔

شیخ مظہر حسین (نوراللہ مرقدہ) لیاقت پور اسسٹنٹ کمشنری کے عہدہ سے ۱۹۵۶ء ریٹائرڈ ہو کر مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ راؤ فضل الرحمن ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر لیاقت پور آئے ہیں اور دوپہر کا کھانا انہوں نے شیخ صاحب کے ہاں کھانا ہے۔ درویش اتفاق سے شیخ صاحب کو ملنے گیا؛ فرمایا راؤ صاحب آئے ہوئے ہیں۔ دوپہر کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں! راؤ صاحب بھی درویش کو مل کر بہت خوش ہوئے ہیں۔ ان کا ذکر کتاب زیر نظر میں صفحہ ۲۶۴ پر درج ہے۔

راؤ محمد سلیم اختر

راجپوت فیملی سے تعلق رکھتے ہیں ضلع حصار کے مہاجر ہیں۔ موضع ڈڈگہ بھونگہ تحصیل ضلع بہاولنگر میں آباد ہوئے ہیں والد کا نام راؤ مراتب علی ہے ان کے گھر ایک ننھا منا بچہ ۳ اپریل ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوا جو آگے چل کر راؤ سلیم بنا ہے

Marfat.com

راؤ سلیم نے ۱۹۷۲ء میں بی اے کیا ہے اور اسی سال پولیس میں بطور اے ایس آئی لیے گئے ہیں ۔

۱۹۷۶ء — سب انسپکٹر

۱۹۸۲ء — انسپکٹر پولیس

دسمبر ۱۹۸۶ء — ایس ایچ او لیاقت پور

راؤ مراتب علی

۱۹۷۰ء تحریک بحالی صوبہ میں حصہ لیا ہے اور پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہو جاتے ہیں اور اس محضرنامہ پر دستخط کئے ہیں جس میں ریاست بہاولپور کو ون یونٹ کے بعد صوبہ بنانے کی استدعا کی گئی ہے ۔ راؤ مراتب علی آجکل بھی پنجاب اسمبلی کے آنریبل ممبر ہیں ۔

آیئے مولانا :

راؤ سلیم نے درویش کو علامہ ارشد کے انداز میں کہا : آیئے مولانا ! ان سے پوچھا : آپ کبھی علامہ ارشد کو ملے ہیں ؟ ہاں وہ میرے انکل ہیں ۔ میرے والد کے گہرے دوست تھے ۔

مجسٹریٹ انصاری

لیاقت پور ۱۸ ۔ اگست ۱۹۸۷ء ایک بیان کی نقل مطلوب ہے نقل فارم ہاتھ میں ہے کمرہ عدالت میں گیا ۔ یہ مقدمات میں فریقین کی حاضری کا جائزہ لے رہے ہیں ۔ ان کے سامنے ایک طرف کھڑا ہو گیا ۔ فرصت پا کر میری طرف دیکھا اور کہا : " بوڑھے ہو ! کچھ نہیں کہتا " سماعت کے دوران کوئی درخواست وغیرہ نہیں دی جاتی ۔ لاؤ ! کیا ہے ؟ اس بیان کی نقل سیشن کورٹ دے گا " شکریہ جناب ! کہہ کر باہر آ گیا ۔ سوچتا ہوں " بوڑھے ہو کچھ نہیں کہتا " کہے بغیر کہہ دیتے کہ یہ نقل سیشن کورٹ سے ملے گی " تو اس میں ان کا کیا ہرج تھا ۔

بوڑھے طوطے بھی کہیں پڑھا کرتے ہیں " شاید اس محاورہ پر ان کی نظر نہیں پڑی ! ۱۹۴۹ء اخبار نویسی کے زمانہ سے لے کر آج پہلی دفعہ ۶۷ سال کی عمر میں مجسٹریٹ انصاری کی یہ نصیحت میرے کانوں میں پڑی ہے جبکہ ۳۸ سال کا ایک بسیط عرصہ ارباب اقتدار کی چوکھٹ کا چکر کاٹتے گزر چکا ہے اور سول کورٹ سے ہائی کورٹ تک گھوم

Marfat.com

ر بیٹھے ہیں تقسیم کار کا کوئی شیڈول باہر آویزاں نہیں ہے کہ صاحب فلاں وقت سے فلاں وقت تک
یہ کام کریں گے۔ مجسٹریٹ لوگ دکانداروں کو فہرست نرخ نامہ اشیاء باہر آویزاں کرنے کی ہدایت کرتے
ہیں۔ ان کا اپنا معاملہ! چراغ تلے اندھیرا۔

"انصاری" کا ٹائیٹل یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم لوگ مدینہ منورہ کے انصار رسُولؐ کی اولاد میں سے ہیں جو
با اخلاق بامروت اور ایثار پیشہ لوگ تھے۔

درویش کہتا ہے۔ مزاج کی مطابقت سے ٹائیٹل کا انتخاب کرنا چاہیئے اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے والوں
کے خون ونسل سے سروکار نہیں۔ ان کے اخلاق وکردار سے لوگوں کو واسطہ پڑتا ہے۔

لیاقت پور ۲۱۔ اگست ماہ رواں ریلوے اسٹیشن پر لاہور جاتے ہوئے وکیل منہاس صاحب سے ملاقات
ہوئی۔ مجسٹریٹ انصاری کا نام پوچھنے پر بتایا: "اللہ رکھا" جو پہلے یہاں تحصیلدار رہ چکے ہیں تحصیلدار اور مجسٹریٹ
کے تقابل سے پتہ چلا عہدہ کے بدل جانے سے طبیعتیں بدل جاتی ہیں۔

۱۹۷۹ء ہمارے وسائل آبپاشی پر ناجائز قبضہ جو تاریخ ریاست بہاولپور لکھنے کا باعث ہوا ہے۔ اس
کیس میں پہلی کارروائی انہوں نے باحیثیت تحصیلدار کی ہے۔ سیٹھ محمد رمضان مالک ایمن ہوٹل لیاقت پور
کے نام سمن جاری کرتے ہیں وہ تعمیل کے باوجود ان کے پیش نہیں ہوئے! انہوں نے ان کو کچھ نہیں کہا۔ یکطرفہ کارروائی
کرتے ہوئے مسل اے سی صاحب محمد مسعود کو بھیج دی ہے انہوں نے کہا کہ یکطرفہ کارروائی سے مسئلہ حل نہیں ہو
گا وہ وارنٹ جاری کرسکتے ہیں مسل واپس کردی اس اثنا میں یہ بدل جاتے ہیں۔

مجسٹریٹ اللہ رکھا انصاری کی اس زیر بحث کارروائی نے پاکستانی انتظامیہ کے تابوت میں آخری کیل لگا
دی ہے۔

مسٹر اللہ رکھا کو اس کتاب کا مطالعہ بتائے گا کہ بروقت صحیح کارروائی نہ ہونے کی صورت میں ان کے
ڈپٹی کمشنر کو جن کے وہ تحصیلدار تھے کن مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔

Marfat.com

سردار محمد رفیق حیدر لغاری

۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء — جماعتِ اسلامی کی ذیلی تنظیم کسان بورڈ کا ایک اجتماع ہوا ہے سردار محمد رفیق حیدر لغاری وزیر خوراک اس میں مہمانِ خصوصی تھے۔ انہوں نے اجتماع کو خطاب فرمایا ہے۔ علاقہ کے شعراکرام نے ان کے بارے اپنی نظمیں سُنائی ہیں اور کسان بورڈ کی رونق بڑھی ہے۔ وزارت کے اعدادوشمار میں دیکھا جائے تو رحیم یار خان کا خطہ بڑا زرخیز ہے اور لغاری اس علاقہ کی ایک تعلیم یافتہ اور فعال قوم ہے۔ سردار رحیم خان لغاری بہاولپور میں پولیس کمشنر تھے۔

۱۹۵۲ء کے انتخابات میں سردار محمد افضل خاں لغاری رحیم آباد سے کامیاب ہوئے ہیں تو سردار محمد اجمل خاں رحیم یار خان شہر سے جماعتِ اسلامی کے ٹکٹ پر اسمبلی کی نشست جیت لیتے ہیں جماعتِ اسلامی کو ضلع رحیم یار خاں میں جو پذیرائی حاصل ہے وہ اسی لغاری قوم کی مرہُونِ منت ہے اس جماعت کے ذریعے لغاری قوم کے نونہالوں کو سیاسی شعور ملا ہے۔

رحیم یار خاں میں لغاری اور جماعت اسلامی ایک لازم وملزوم کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں! یہ اجتماع بھی اس بات پر ایک دلیل ہے۔ جلسہ کی صدارت خاں غلام محمد درانی نے کی ہے۔

چودھری عبد الغفور

لاہور مئی ۴ ۱۹۸۴ء۔ وزیر تعلیم ہیں ہمارے چھوٹے بھائی حمید رضوانی نے ان کو کتاب زیر نظر فوٹو اسٹیٹ پیش کی فرمایا یہ ایک عظیم کوشش ہے اس پر تعریظ لکھنا میرے لیے بڑی خوشی کی بات ہے۔ انہوں نے کتاب اپنے ایک ماتحت کو نوٹ تیار کرنے کو دی لیکن اس کی تعمیل نہیں ہوئی جس وجہ سے ہم ان کے خیالات کو قارئین کے پیش نہیں کرسکے۔ چودھری صاحب کا تعلق بہاولپور ڈویژن علاقہ بہاولنگر سے ہے ریاست بہاولپور کے ساتھ ان کا ایک گونہ لگاؤ ہے اس لیے ہم ان کو لاہور میں اپنی ایک بڑی سفارش سمجھتے ہیں۔ وہ اب بھی پنجاب کابینہ میں ایک وزیر ہیں۔

Marfat.com

تحریک تنظیم آئمہ مساجد

ہفت روزہ "الہام" بہاولپور ۱۰ دسمبر ۱۹۶۶ء سلمان شاہد

قرنِ اول میں جسے لسانِ نبوت و وحی "خیر القرون" (بہترین دور) کہہ چکی ہے۔ ایک عرصہ تک مسجد کی امامت اور امت کی قیادت کا مرکز ایک ہی شخصیت بنتی رہی۔ وہ امیر جو مسجد میں نماز باجماعت کی امامت کرتا تھا۔ وہی ان کا سیاسی قائد بھی ہوتا تھا۔ وہی ان کے جہادِ ملی کا سپہ سالار بنتا تھا بلکہ مسائل کی دیکھ بھال اور قومی امور کی نگہداشت بھی اس کے سپرد ہوتی تھی لیکن پھر ایک وقت ایسا آیا جب عیسائیوں کے اس نظریہ کے مطابق کہ کلیسا کو اس کا حق دو اور قیصر کو اس کا حق دو" دین اور سیاست میں مسلمانوں نے بھی تفریق پیدا کر لی۔ اس وقت یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ مسجدوں کی امامت کے لیے ایسے لوگ تیار کیے جائیں جو دینی مسائل سے واقف ہوں اور لوگوں کو نماز روزہ کی تلقین کر سکیں اور اُن کی نمازوں کی امامت کر سکیں زندگی کے سیاسی، اقتصادی اور دیگر معاشرتی اور سماجی مسائل سے انہیں سروکار نہ ہو۔ دین و سیاست کی یہ غلط تقسیم مسلمانوں میں بہت سی خرابیوں کا موجب بنی اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب مساجد کے آئمہ کرام کی قرار واقعی حیثیت ختم ہو کر رہ گئی اور ہر کس و ناکس اس عہدے کا طلب گار اور اس مسندِ عزت کا خواہاں بن گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملت کی اصلاح کی گرانبار ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے اور لوگوں کی صحیح رہنمائی کرنے کا ہمارا کام چوپٹ ہو گیا اور دردمندانِ ملت و بہی خواہانِ امت کی بجائے پیشہ ور لوگ مساجد کے امام بننے لگے۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ دنیا کے ہر پیشہ سے متعلق لوگ اپنی تنظیم کے ذریعہ ایک قوت بن کر اپنے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں مگر امامت کا پیشہ ایسا تھا کہ اس میں تنظیم کا فقدان رہا اور "دو ملاؤں میں مرغی حرام" کی کیفیت ہمیشہ قائم رہی۔ یہی وجہ ہے کہ شہر ہوں یا قصبات، بستیاں ہوں یا دیہات، ہر جگہ امام زمینداروں، سرمایہ داروں اور با اثر لوگوں کے تابع بن کر رہا۔ یہیں سے مسلمانوں میں فرقہ بندی گروہی عصبیت اور پارٹی بازی کا دَور دَورہ ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک مسجد کا امام دوسری مسجد کے امام کی ٹانگ کھینچنے لگا۔ کسی نے ایران کی کہی تو کسی نے توران کی۔ ان کی فکر و عمل کا اتحاد خواب ہو کر رہ گیا اور امامت کا منصب سود و زیاں کے ترازو میں تلنے لگا۔ اس سے جہاں آئمہ مساجد کی عزت و آبرو پر حرف آیا۔ وہاں دین کی بے وقاری بھی ہوئی اور مساجد کی عزت پر بھی حرف آیا۔

Marfat.com

صورتِ حال کے اس افسوس ناک پہلو کو دیکھ کر ہر حساس اور درد مند، ذہنی اذیت میں مبتلا تھا اور اس کے ازالہ کی تدابیر بہت سے لوگوں کے غور و فکر کا محور بنتی رہیں مگر عملی اقدام کی توفیق بہاولپور کے ایک مردِ درویش کو نصیب ہوئی

مولانا محمد علی درویش

انہوں نے ۱۹۴۹ء میں بہاولپور سے ایک ہفت روزہ "الامام" کا اجرا کیا، اور تنظیم آئمہ کی تحریک کا علم بلند کیا۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا مگر اس درویش منش انسان نے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کر کے ناسازگار حالات اور نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اس تحریک کو اس قدر جاندار بنا دیا کہ ملک کے نامور علما اور سیاسی قائدین نے اس تحریک کی افادیت کو تسلیم کر لیا۔

"تربیت گاہ معلم و امام" کے نام سے جو ادارہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے تحت کام کر رہا ہے دیکھا جائے تو وہ مولانا درویش ہی کی مساعی کا ایک نتیجہ ہے لیکن مولانا محمد علی درویش اس کام سے مطمئن نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ مکاتب اسکیم کا جو نظریہ زیرِ عمل لایا جا رہا ہے۔ اسے اور تنظیم آئمہ کی تحریک کو باہم یک دگر اس طرح آمیز کر دینا چاہیئے کہ ہر امام بیک وقت مکتب کا اُستاد بھی ہو اور مسجد کا امام بھی، اس سے ایک طرف دینداری کی فضا پروان چڑھے گی اور دوسری جانب دو علیحدہ علیحدہ مدوں کے اخراجات کی فضول خرچی سے بھی نجات مل جائے گی بلکہ حکومت کے لیے بچت کا ایک پہلو بھی نکل آئے گا۔ اگر حکومت صرف یہ التزام کرے کہ مسجد کی امامت کے لیے کسی ایسے شخص کو منتخب کرے جو علم دین کی واقفیت کے ساتھ ساتھ میٹریکولیٹ بھی ہو تو پورے ملک میں نئی پود کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے اور پھر ایک مرتبہ اس ملک میں وہی فضا پروان چڑھ سکتی ہے جس میں اخلاقی قدروں کی پاسداری بھی تھی۔ مذہبی روایات کی پابندی بھی تھی، شرم و حیا کے جذبات عام تھے اور نیکی و پارسائی کا ماحول کم از کم دیہات میں دستیاب تھا۔

مولانا محمد علی درویش جو انجمن فلاح المسلمین کے کنوینر ہیں اور آباد کاران بہاولپور کے رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کوشش میں ہیں کہ تنظیم آئمہ مساجد کی اس تحریک کو از سرِ نو زندہ کریں اور حکومت عوام کو اس کی افادیت سے آگاہ کرے۔ اس مقصد کے لیے "الامام" کے دوبارہ اجرا کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ پرچہ دس سال بڑی باقاعدگی اور پابندی سے نکلتا رہا، مگر مارشل لا کے ابتدائی دور میں ناسازگار حالات کی بنا پر بند ہو گیا تھا۔ خیال ہے۔ بہت جلد اس کا ڈیکلریشن مل جائے گا اور مولانا محمد علی جنہیں تنظیم آئمہ اور مکاتب اسکیم کا داعی اول کہنا بجا ہو گا۔ اس مفید اسکیم کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

Marfat.com

اس سلسلہ میں آئمہ پر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس تحریک کو جو یقیناً ان کی عظمت کو
ال کرنے اور ان کے پامال شدہ حقوق کے تحفظ کی غرض سے چلائی جا رہی ہے کامیاب کرنے میں مولانا محمد علی
ایش سے تعاون کریں۔" ("الہام" بہاول پور)

سرفراز خان

ہمارے چھوٹے بھائی عبدالحمید رضوانی کی شادی یوپی کے ایک پٹھان خاندان میں
ئی ہے۔ سرفراز خان ان کی بیگم شہناز کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ سرفراز خان نے بتایا ہے
۔ ان کی تاریخ پیدائش ۲ جولائی ۱۹۲۱ء ہے۔ اس دن ۹ ذی الحج تھا۔ ان کے والد محمد ولی
ان یوسف زئی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور والدہ ماجدہ درانی خاندان سے تھیں۔ یہ
ا شہر بریلی کے رہنے والے ہیں۔ کہتے ہیں۔ میں نے اس مسجد میں قرآن پڑھنا شروع
تھا جس کو اب جامعہ رضویہ کہتے ہیں۔

ان کے والد جولائی ۱۹۳۵ء کو وفات پا جاتے ہیں اور انہوں نے میٹرک کا امتحان
۱۹ء میں پاس کیا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں منشی کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۳۹ء ریلوے اکاؤنٹس
فس کلرک بھرتی ہو گئے۔ ۱۹۴۲ء میں شادی ہو گئی۔ کہتے ہیں والد کی فوتیدگی کے بعد میں
پنے تایا حقیقی کے پاس رہا ہوں۔ میری ملازمت اور شادی کا درمیانی عرصہ کوئی تین سال
ہے۔ اس دوران کی تنخواہ میرے تایا نے الگ رکھی اور مجھے اس سے ایک مکان خرید دیا اور
ادی کے تمام اخراجات انہوں نے خود برداشت کیے تھے۔ ایسا حسن سلوک بہت کم دیکھنے
یں آتا ہے۔ ۱۹۴۴ء ریلوے کا ایک امتحان پاس کیا اور ۱۹۴۶ء میں ایف اے کا امتحان
یا اور کامیاب ہوا۔ ۱۹۴۷ء کو مرکزی ملازمین سے پاکستان کے لیے پوچھا گیا اور وہاں سے
مبر ۱۹۴۷ء لاہور منتقل ہو گیا۔ لاہور پہنچ کر ۱۹۵۸ء میں محکمانہ ایک اور امتحان پاس کیا۔ اسی

Marfat.com

سال ۱۹۵۸ء منشی فاضل کیا اور ۱۹۶۰ میں بی اے کر لیا، اور تقریباً ۴۲ سال ریلوے
اکاؤنٹس کی ملازمت کرنے کے بعد جون ۱۹۸۱ء ریلوے بورڈ بحیثیت اکاؤنٹنٹ بحی
ریٹائرڈ ہو گیا۔ کہتے ہیں بیوی ۱۹۷۶ء میں داغِ مفارقت دے گئی تھی۔ پانچ لڑکے
تین لڑکیاں اپنی یادگار میں چھوڑ گئی ہے۔

مغلپورہ لاہور میں اپنا مکان بنا کر رہائش رکھتے ہیں۔ اسی جگہ ایک لڑکا جنرل
کی دکان کھولے ہوئے ہے۔

سرفراز خان ایک دیندار شخص ہے۔ خداوند کریم نے بھی ان کو ہر چیز سے نوازا
ان کی زندگی ایک ارتقائی زندگی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

حمید رضوانی اور سرفراز خاں دونوں self made قسم کے آدمی ہیں
حمید نے مڈل کے بعد ملازمت کر لی تھی اور ایم اے تک ملازمت کے دوران امتحانات پا
کیے ہیں اور اب ماشاءاللہ لیکچرار کی آسامی پر کام کر رہے ہیں۔

مولوی خدا بخش خلیفہ لیاقت پور چک نمبر ۱۵ عباسیہ کے زمیندار ہیں۔ ٹریکٹر ہے موٹر سائیکل ہے او
زرعی رقبہ ہے۔ کہتے ہیں مجھے بڑا ہو کر مولانا محمد عبداللہ امام و خطیب جامع مسجد غلہ منڈی لیاقت پور سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑ
کا اتفاق ہوا اور تقریباً ۱۲ سال تک اپنے پیر و مرشد کے در دولت پر حاضری دی ہے اور خلافت پائی ہے۔ تبلیغ دین
شوق رکھتے ہیں۔ کبھی کبھار ہمارے چک آ کر جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔ ان کی وعظ اور تقریر میں نماز روزہ کا زیادہ بیان ہوتا ہے

Marfat.com

مطبوعاتِ درویش

بنام ادارہ "النشریات"

—— نام کتاب — تاریخ اشاعت — سرورق

۔ "ندائے وقت" ۵ اکتوبر ۱۹۶۶ء "بہتر انتظامیہ علاقہ کی ایک بڑی خدمت ہے" ا

۔ "نوائے زندگی" ۵ نومبر ۱۹۶۶ء يِسَانِي كَتُوْمٌ زِ سِرًّا دَكْعُ وَدَمْعِي يستي مذيع

ہر چند میری زبان تیرے بھید درد والم کے اظہار میں خاموش ہے میرا اداس چہرہ اور آنسوؤں کا دھارا چھپانے کی چیز نہیں ہے۔

۔ منشور " ۱۵ نومبر ۱۹۶۶ء ، دعوت الی الخیر، فلاح المسلین۔

ملاقاتیں ۱۰ ستمبر ۱۹۶۷ء ۔ یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاق نسیاں ہوگئیں

اخبار ہفتہ وار الامام از ۱۹۴۹ء تا ۱۹۶۱ء بہاولپور سے شائع ہوتا رہا ہے ارباب اقتدار سے یہ ئیں درویش کے نظر و فکر جرأت و ہمت اور عمل و کردار کی وضاحت کے علاوہ ریاست کے ارباب ست کی عالی ظرفی، وسیع القلبی اور حسن سلوک کی مظہر ہیں آزادی رائے کے اعتبار سے جمہوری دور کی ل فراموش یادگار!

بہاول پور کی صحافت اور سیاست کو دو الگ الگ دائروں میں تقسیم کرنا خاصا مشکل ہے۔ لپور صحافت نے ریاست میں لیڈر شپ قائم کی ہے

۵

۔ "ون یونٹ انتظامیہ" ۲۵ جولائی ۱۹۶۹ء ۔ مقامات فکر و نظر کون سمجھے
یہاں لوگ نقش قدم دیکھتے ہیں

وحدت مغربی پاکستان دیانت فکر و عمل کے اعتبار سے نظم و نسق کی بنیادیں استوار کرنے میں ناکام ہے۔ نکرانسان کی لاابالیاں پہلے سے زیادہ اس میں دخیل کار ہیں۔

Marfat.com

چناں زد خاک ہائے گردوں لباس دردمنداں را
نے دست آستین مے یابد و نے سر گریباں را

۶۔ "نگارشات درویش" یکم مئی ۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ادغام کا مسئلہ

ریاست بہاولپور ایک آزاد مسلمان قوم کا نشانِ حیات ہے۔ خلفائے راشدین کے فکر و عمل
اسلامی ریاست کے سربراہ کے لیے قریشی ہونا شرط قرار دیا ہے! اس زاویہ فکر میں جب تک عجمی خیالا
شامل نہیں ہوئے۔ طرزِ حکومت جمہوری کی بجائے شخصی رہا ہے! یہی دورِ اسلام کی ترویج اور حکومت
کے استحکام کا باعث ہوا۔

مارشل لاء کے باد و باراں کا طوفان ریاست میں کبھی نہیں آیا۔ اب جبکہ پاکستان کی جمہوریت
مارشل لاء ایک لازم ملزوم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں

نوائے زندگی

لسانی کتوم لاسرار کد

ودمی نموم تسری مذیع

ہر چند میری زبان میرے بھید درد و الم کے اظہار میں خاموش رہی ہے میرا اُداس چہرہ اور آنسوؤں کا دھار
چھپانے کی چیز نہیں ہے۔

قضا و قدر پبلک اور ملازمین کے باہمی تعاون سے ایک حکومت برسرِ اقتدار آئی ہے جس کے سربراہ صدر مملکت
فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں ہیں گویا کارکنانِ قضا و قدر مزید کچھ عرصہ کے لیے انہیں صدارت پر فائز رکھنا چاہتے ہیں۔ ابتداً
ب بھی ان کے برسرِ اقتدار آنے کی علت غائی یہی ہے کہ وہ ملک کو بہتر انتظامیہ مہیا کریں گے۔ اگر وہ اس میں ناکام رہ گ
ور ملک میں اس سے بدتر حالات پیدا ہو گئے جو سکندر مرزا کے زمانہ میں تھے تو کارکنانِ قضا و قدر انہیں صدارت پر قائم و دائم

Marfat.com

کے لیے خالق حقیقی، مالک ازلی کے سامنے کیا دلیل پیش کریں گے۔

قبلہ گاہِ صدارت

بنیادی جمہوریت کے زیرِ عنوان "ندائے وقت" میں جو اس سلسلہ کی ہماری پہلی کڑی ہے اپنے خیالات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کر چکے ہیں۔ اب اس کے بعض پہلو زیرِ نظر ہیں۔

• موجودہ جمہوری نظام ہمارے صدر کے سیاسی افکار کا ایک سہانا خواب ہے۔ بقول سید حسین حیدر ڈویژنل کمشنر بہاولپور، نظام دُنیا کی تاریخ کا انوکھا تجربہ "! ("کائنات" بہاولپور ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

چونکہ یہ حکومتِ وقت کا فلسفہ سیاست ہے۔ کنوئیں کی کھدائی کا مسئلہ ہو یا کسی مدرسہ کی تعمیر کا سلسلہ سڑک کی مرمت یا چکی کی تنصیب یوم عید یا روزِ مرگ ہر جگہ اور ہمہ وقت اس کا قصیدہ الاپا جاتا ہے۔

ہم حیران ہیں جو علیا حضرت امِ ملت ہر دفعہ صدر پیدا کرتی ہے۔ کس کافر کو اس کی عزت و تکریم میں بحث ہو سکتی ہے اور اگر اس کے فرزند ارجمند اس کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیں تو اس میں حسد رقابت کی بات کونسی ہے۔ کیا اس طرح مسلمانوں کے عقائد سے یہ بات نکل جائے گی کہ حضرت مسیح کی پیدائش کے لیے کسی مریم کا ہونا کافی نہیں۔ اس کے لیے رُوح الامین کی بھی ضرورت ہے۔

جب یہ صدر کی قبلہ گاہ ٹھہری اور پُوری گورنمنٹ اسکے در کی چاکر بنی۔ میدان، پہاڑ اور سمندر اس کے خدمِ چشم میں آئے۔ تو وہ کونسا طلسم ہے جس کو اس کا ہاتھ توڑ نہیں سکتا۔ یا وہ کونسی مشکل ہے جو اس کے جادو کی کیل سے باہر رہ سکتی ہے۔ اس لیے اس کی مدح ثنائی تحصیل ہے۔

قوتِ احتساب

گورنر مغربی پاکستان جنرل محمد موسیٰ خاں نے اخبارات میں شائع ہونے والی شکایات کو دُور کرنے کے احکام، ڈویژنل کمشنر اور ضلعی حکام کے نام جاری کیے ہیں۔ موصوف کا یہ اقدام بڑی خوش آئند توقعات کا حامل ہے سارہی خرابی کی جڑ اور کل انتظامیہ کا واقعات سے صرف نظر ہے۔ کوئی ماتحت افسر اپنے اعلیٰ افسر کی منشا و رضا کے بغیر ایک قدم آگے پیچھے رکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی فعل خفا و پردہ میں معرض وجود میں آتا ہے تو اعلیٰ افسر کے نوٹس میں آنے کے بعد انسدادی کارروائی پر عوام کے دلوں میں حکومت کے بارے میں تشکرانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں تحصیل ہو یا کوارٹرز پر ایس ڈی۔ ایم ایک با اختیار افسر ہے۔ اگر یہ اپنے کام میں چابکدستی دکھائیں اور پُوری ذمہ داری اور دیانتداری سے اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کریں تو کسی خرابی کے لیے نظامِ حکومت میں راہ پانے کی بہت کم گنجائش باقی رہ جاتی ہے (نوائے وقت

نگارشات درویش یکم دسمبر ۱۹۷۸ء

دوسرے کا ہاتھ دوسرے گریبان تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ خیال انسانی فعل کو صحیح سمت کی طرف سیدھا رکھتا ہے۔ اس کو کسی کے حق میں کمزور کردینا اس کے بیگاڑ میں مدد دیتا ہے۔

انتظامیہ اور عدلیہ سے تعبیر ہوتے ہیں۔ ان کی سوچ عقل انسانی سے ماورا کوئی دُوسری شے نہیں ہے اس میں حسن و قبح اسی طرح موجود ہے جو انسان کا خاصہ ہے! دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے اپنی خواہشات اور جذبات کو اپنے عہدہ کے تابع کر دیا ہے یا اپنے عہدہ کو اپنی خواہشات کا غلام بنالیا ہے!

درویش نگر چک نمبر ۴۷ ۳-آر

لیاقت پور شہر شمال مغربی ریلوے لائن کا اسٹیشن عباسیہ کالونی اور تحصیل کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد نہر عباسیہ کے جاری ہونے پر لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان نے رکھا ہے۔ اس علاقہ اور اسٹیشن کا پہلا نام چوہدری ہے۔

عباسیہ کالونی لیاقت پور! بہاولپور شمال مغربی ریلوے لائن کے اسٹیشن چنی گوٹھ سے لے کر جیٹھ بھٹہ کے درمیان ریلوے لائن کے شرق میں کوئی چھ میل چوڑائی کے اندر کا علاقہ عباسیہ کینال سے سیراب ہوتا ہے۔ وہ عباسیہ کالونی کا ایریا ہے حکومت بہاولپور نے ۱۹۴۷ء تقسیم ملک کے بعد مہاجرین آبادکاری کے لیے شرائط ۱۹۴۹ء شرح قیمت ۱/۲ ۱ سو روپے فی ایکڑ۔ ششماہی قسط ۱/۲ ۳ روپے کل ادائیگی چالیس قسطوں میں کوئی بیس سال کے اندر کرنی ہے۔ آبادی رقبہ کے بعد یکمشت رقم داخل کر کے حقوق ملکیت حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

گورنمنٹ کالج ہسپتال سب ڈویژن کینال آفیسر اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ دفعہ ۳۰۔ سول عدالت سرکل انسپکٹر پولیس اسسٹنٹ ڈائریکٹر زراعت انتظامیہ کی ہر سہولت موجود ہے۔

Marfat.com

مسٹر حسنین اکرم ملک
صاحب انتساب

سٹر کاشف تایازاد بھائی کے
ساحبزادہ عبدالسلام کے بڑے
ڑکے! لاہور میں درویش کے میزبان

Marfat.com

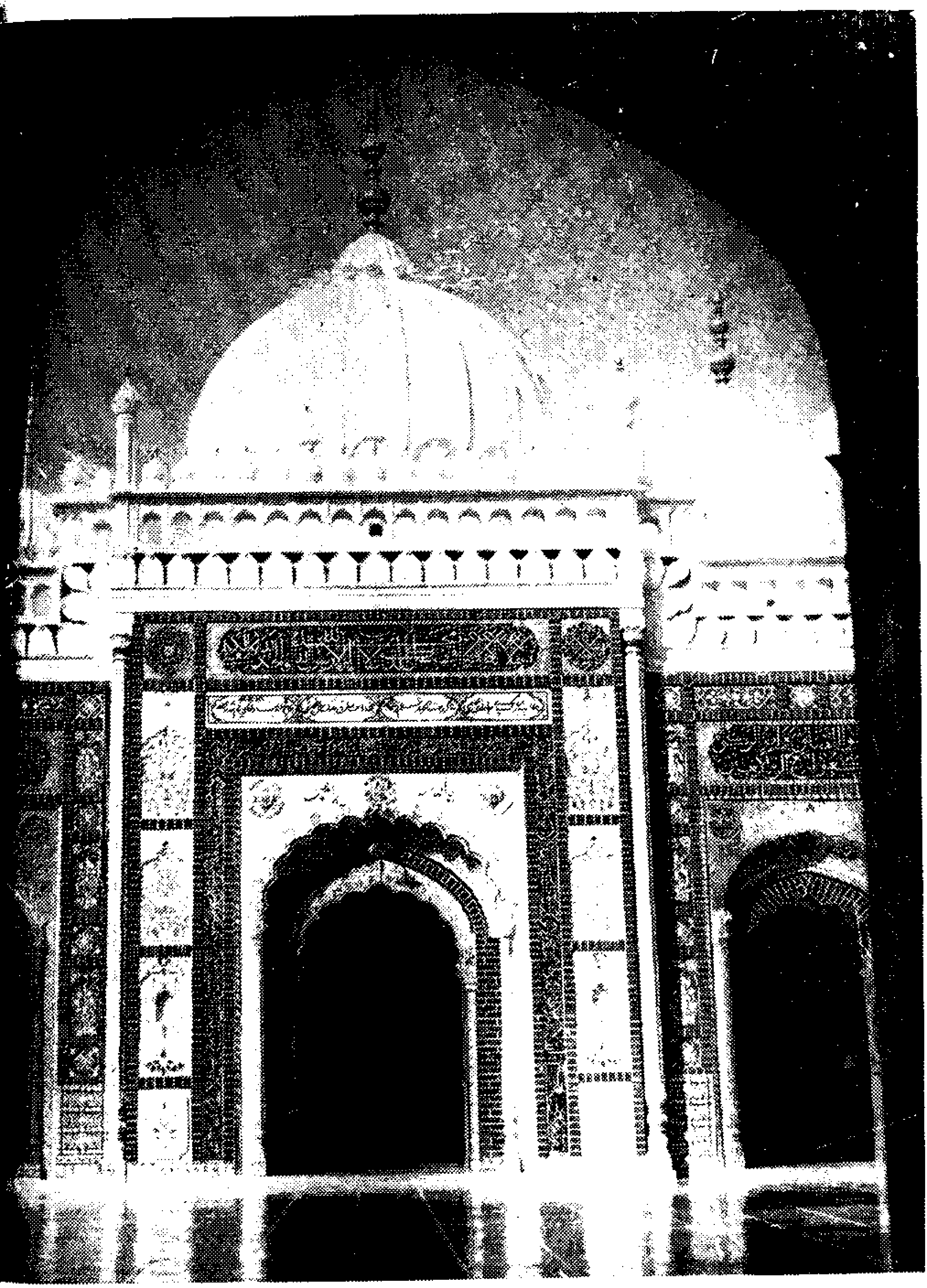

مسجد ایچی سن کالج لاہور تعمیر کردہ نواب آف بہاولپور ۱۹۰۳ء

Marfat.com

امیر آف بہاول پور سر محمد صادق خان وزیر داخلہ گورمانی کی موجودگی میں خطاب کر رہے ہیں دائیں طرف ولیعہد محمد عباس عباسی بیٹھے ہیں

یکم اپریل ۱۹۵۲ء

Marfat.com

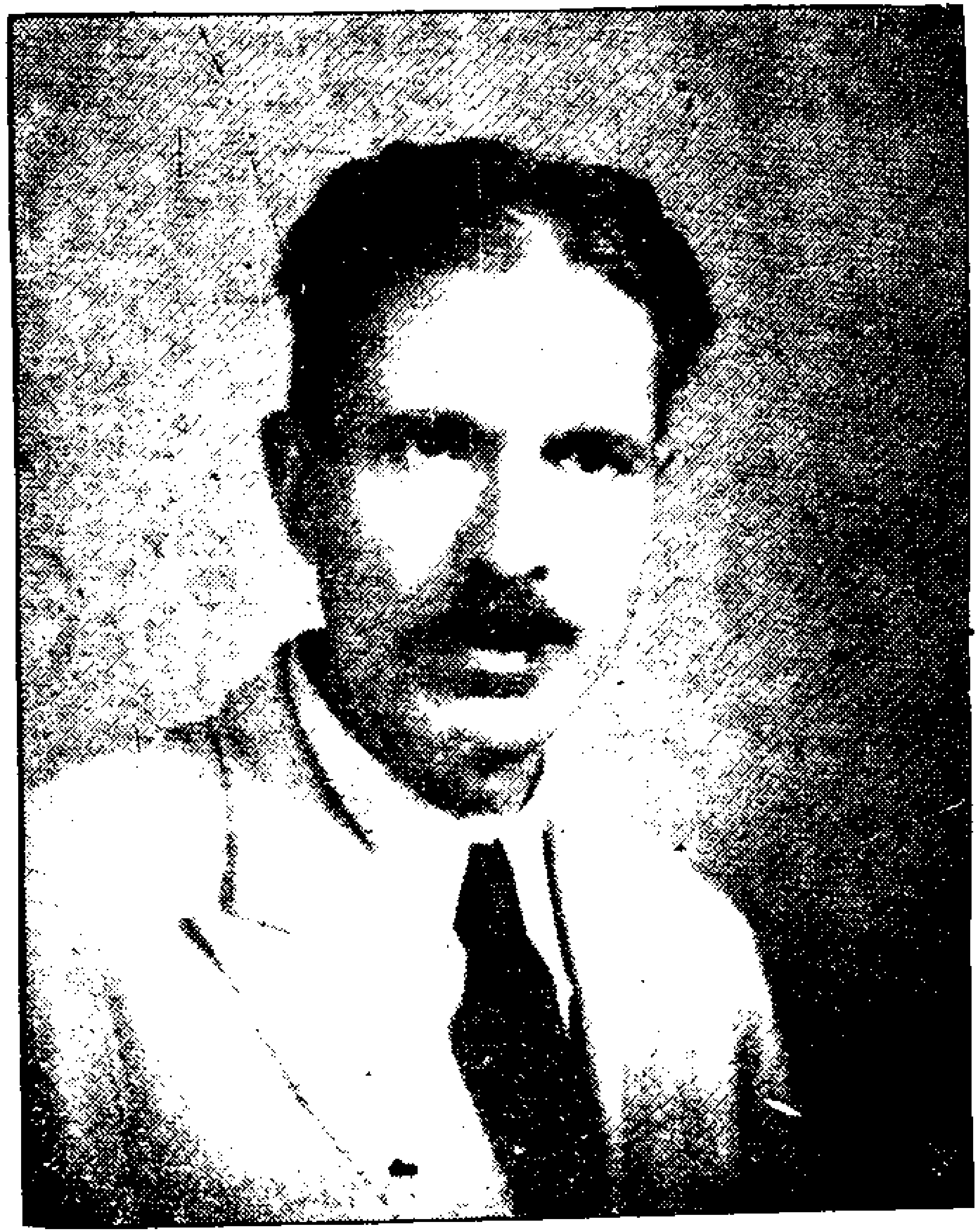

شیخ عبدالحق سپیکر بہاولپور اسمبلی

شیخ فیض محمد چیف جسٹس ہائیکورٹ
بہاولپور

Marfat.com

سردار محمد افضل لغاری وزیر مال بہاولپور (۵۳-۱۹۵۲ء)

شیخ احمد حسین ڈپٹی چیف انجنیئر بہاولپور (۵۳-۱۹۵۲ء)

Marfat.com

ڈپٹی کمشنر شیخ محمد حسین، وزیر مال محمد ایوب خان

Marfat.com

ضمیر الحسن
برنی
چیف
سیکرٹری
بہاولپور

وزیر تعلیم راؤ حفیظ الرحمٰن
[illegible] مدارس بہاولپور

Marfat.com

خان بقا محمد خان
ڈائریکٹر
بہاولپور
(1954-53ء)

شیخ عبدالمجید
ڈائریکٹر
محکمہ تعلیم
بہاولپور
(1953-52ء)

Marfat.com

حافظ
عبد الحق
پرنسپل
کالج
بہاولپور

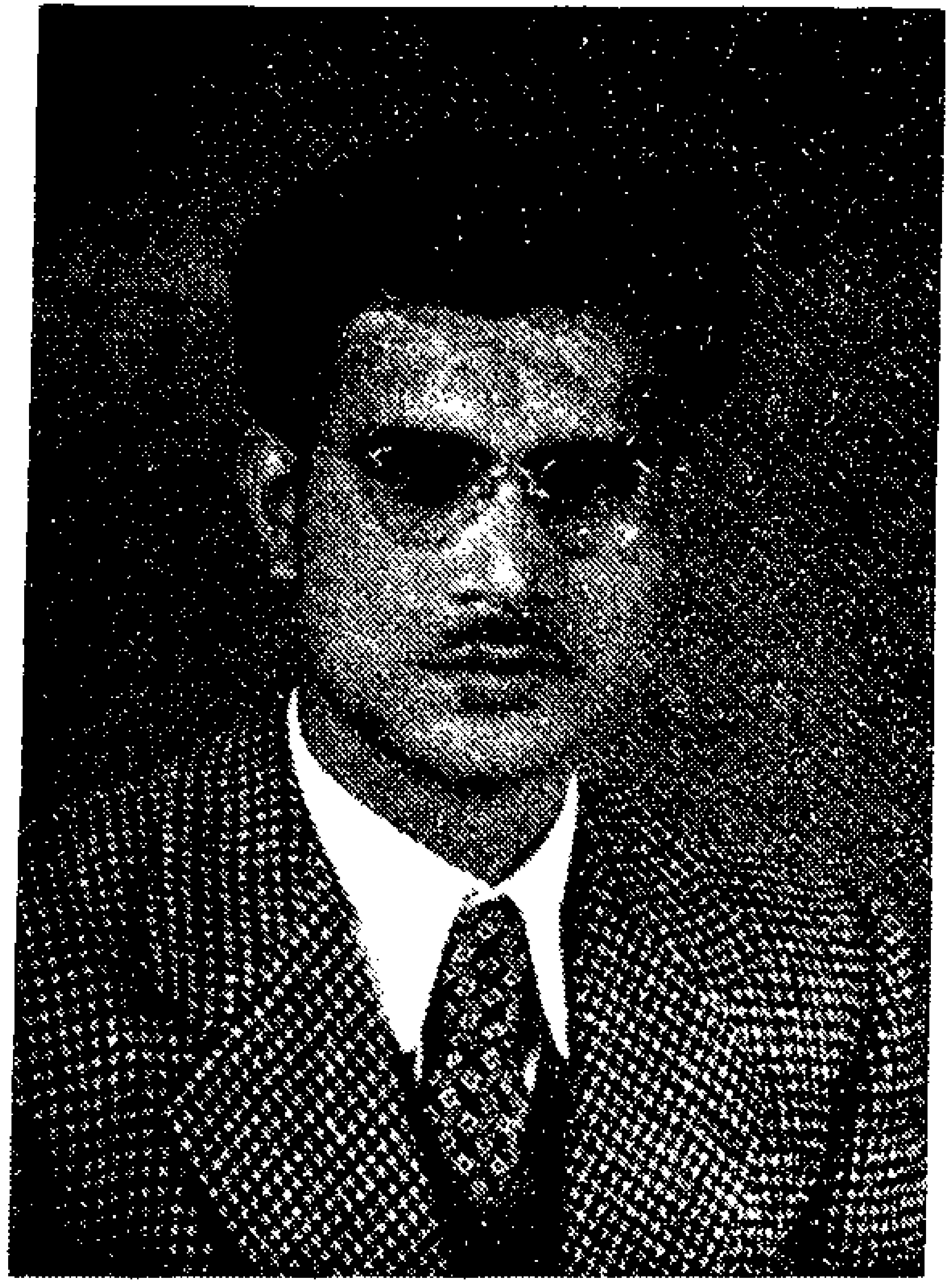

مرزا
حامد علی
بیگ
پروفیسر

Marfat.com

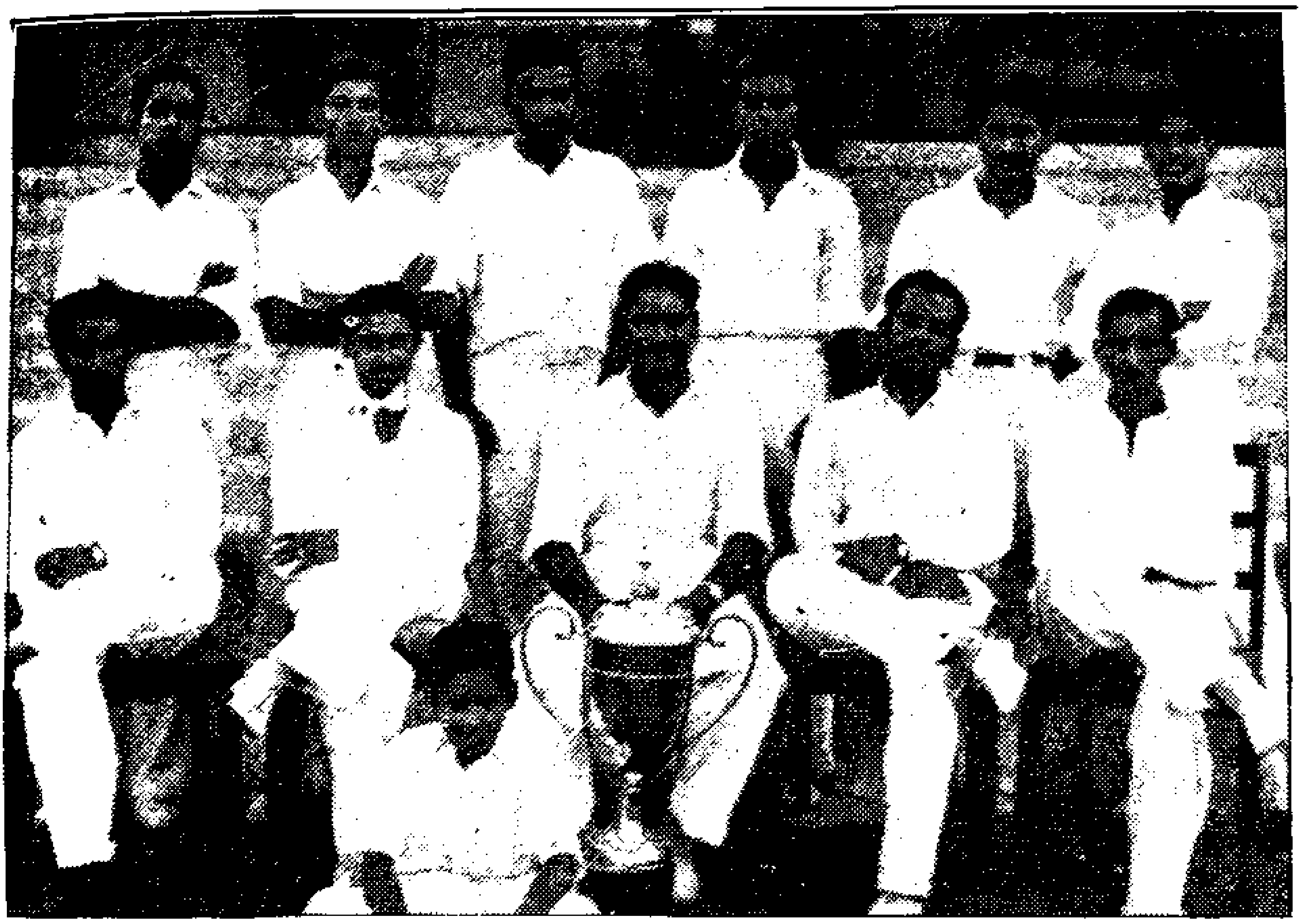

لاڑکانہ ٹرافی جیتنے کے بعد

کیپٹن محمد رمضان کرکٹ ٹیم کے ہمراہ (اپریل ۱۹۵۶ء)

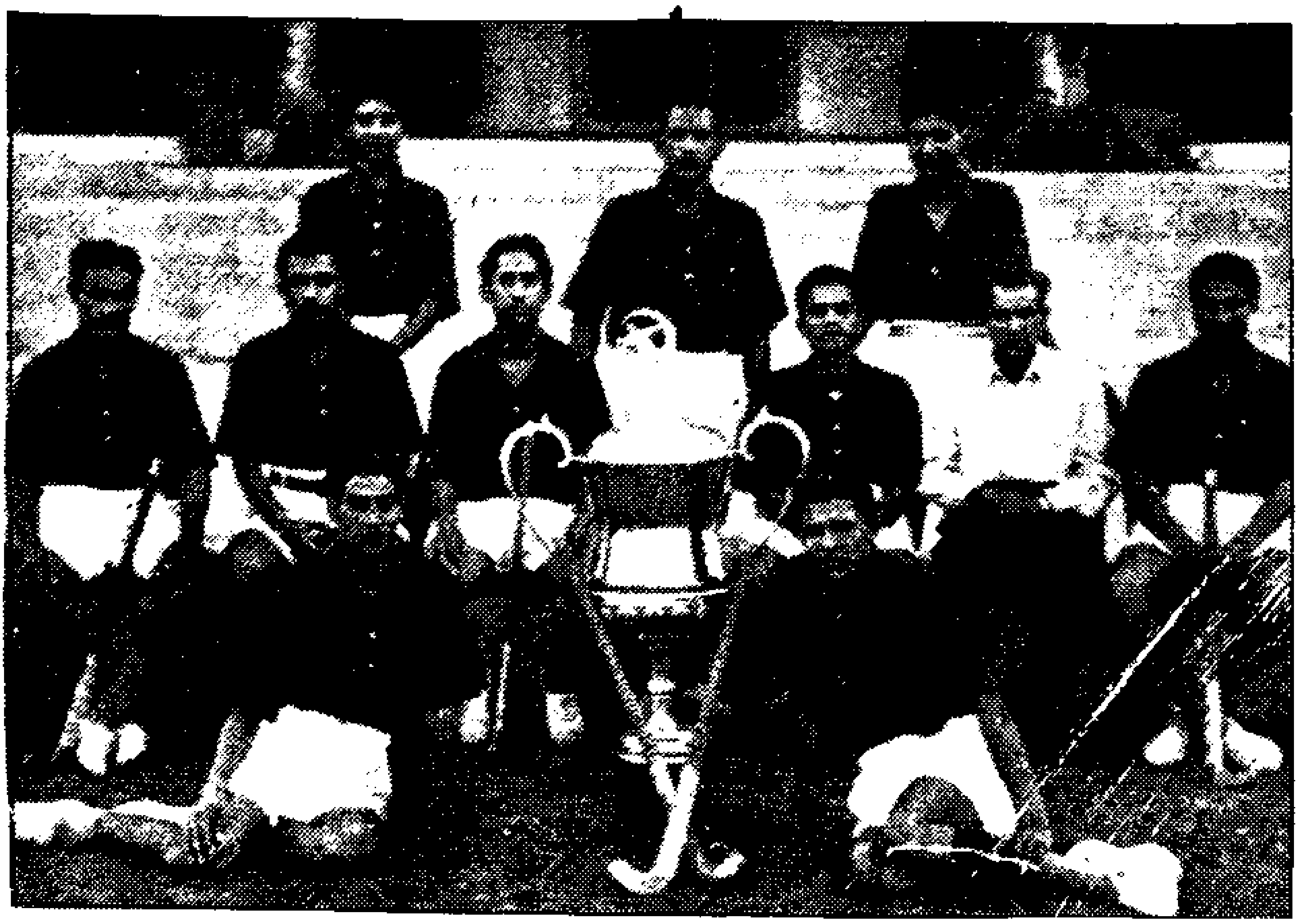

ھاکی — افغان سپورٹس کلب بہاولپور سکھر ٹورنامنٹ جیتنے کے بعد

Marfat.com

مس ثریا احمد شیخ - بی اے کی سند پکڑے ہوئے (دھلی)

Marfat.com

والد مس ثریا احمد دین وکیل ہوشیار پوری

والدہ مس ثریا اعجاز بیگم شیخ احمد

ملک عبدالحمید جسٹس ہائیکورٹ بہاولپور

مسز ثریا حمید

Marfat.com

عارف حمید ملک

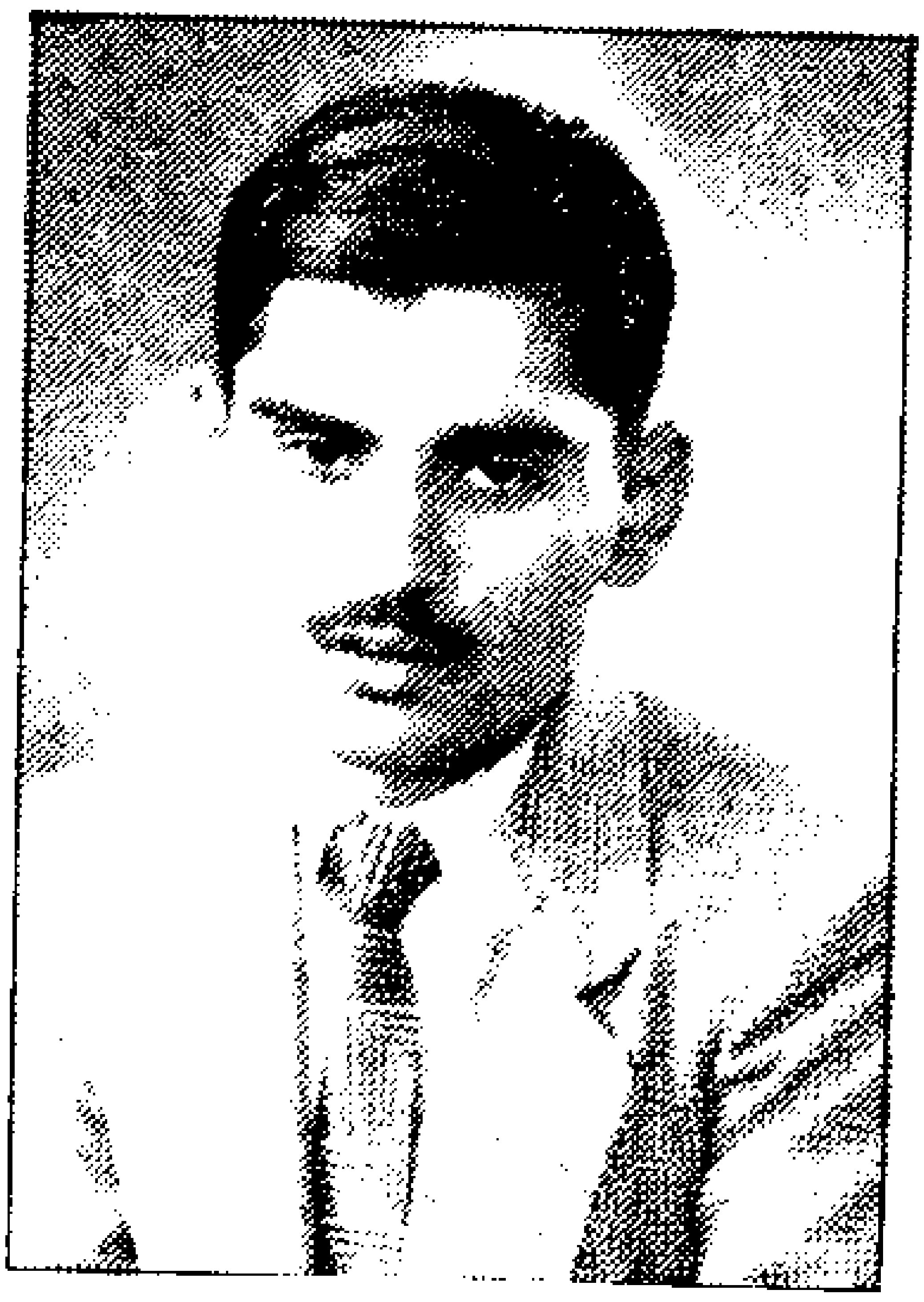

سلیم اختر ملک (مرحوم)

ہمایوں ملک

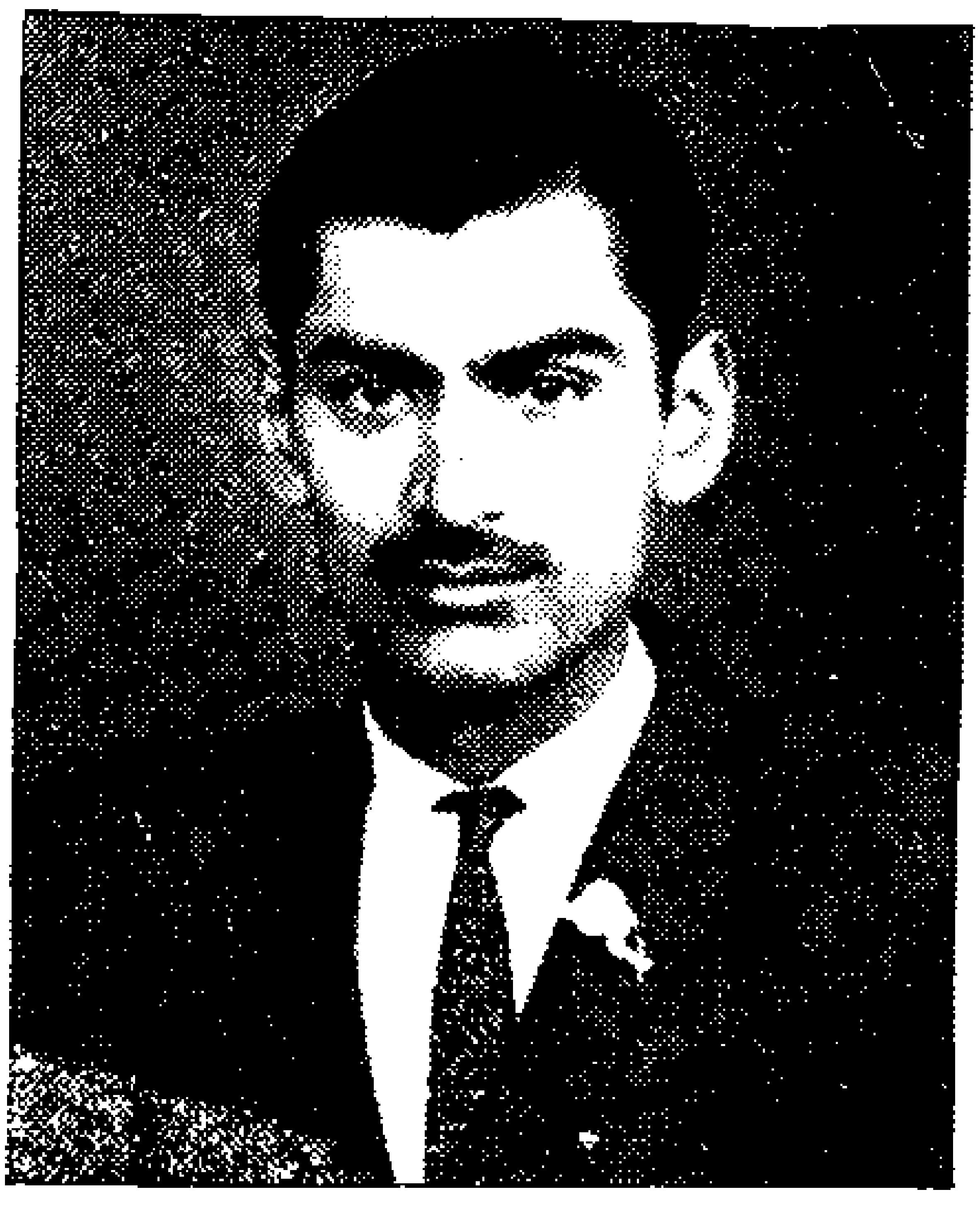

ممتاز اختر

Marfat.com

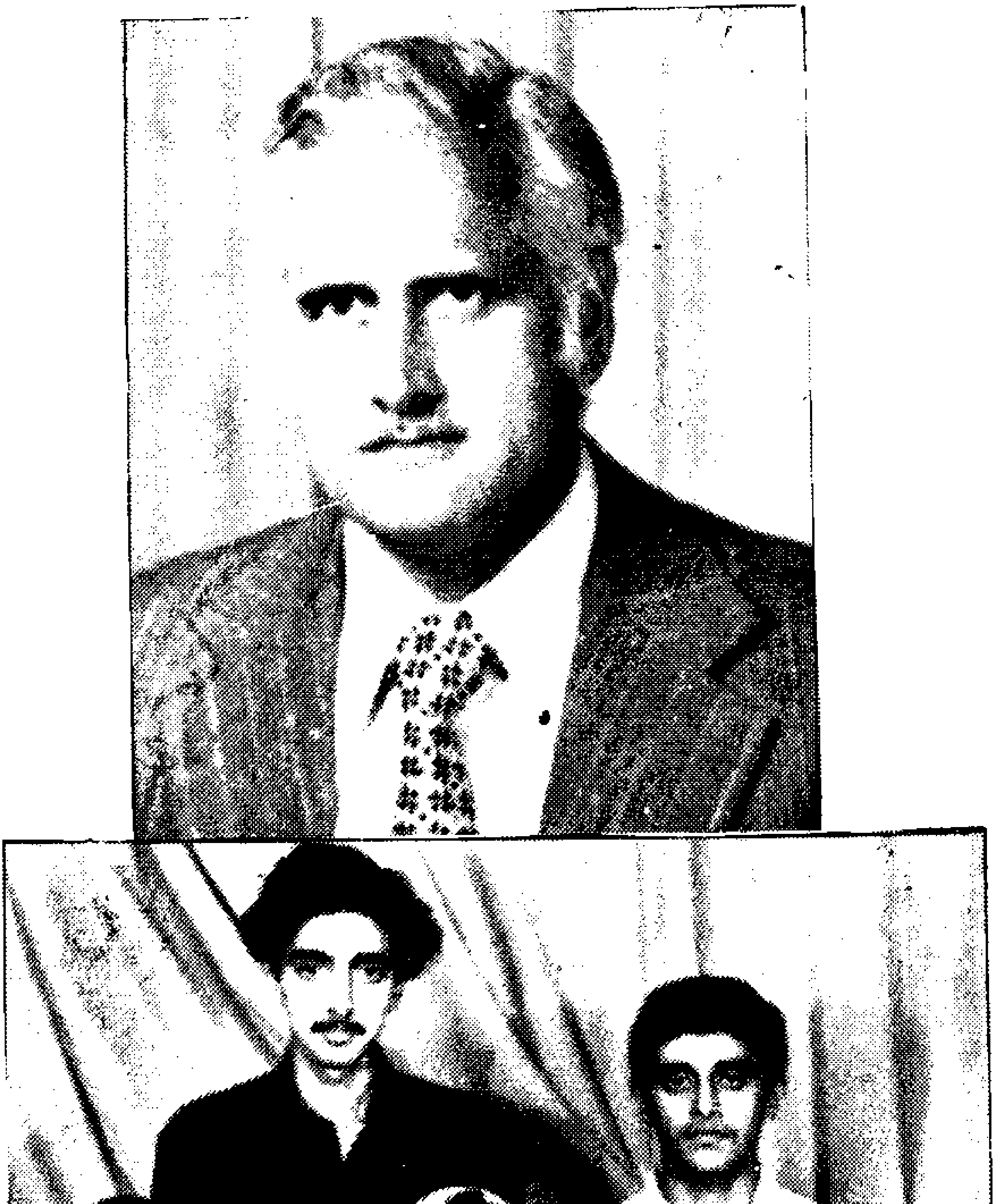

نذیر احمد چودھری اپنی فیملی کے ہمراہ

لاہور چھاؤنی

Marfat.com

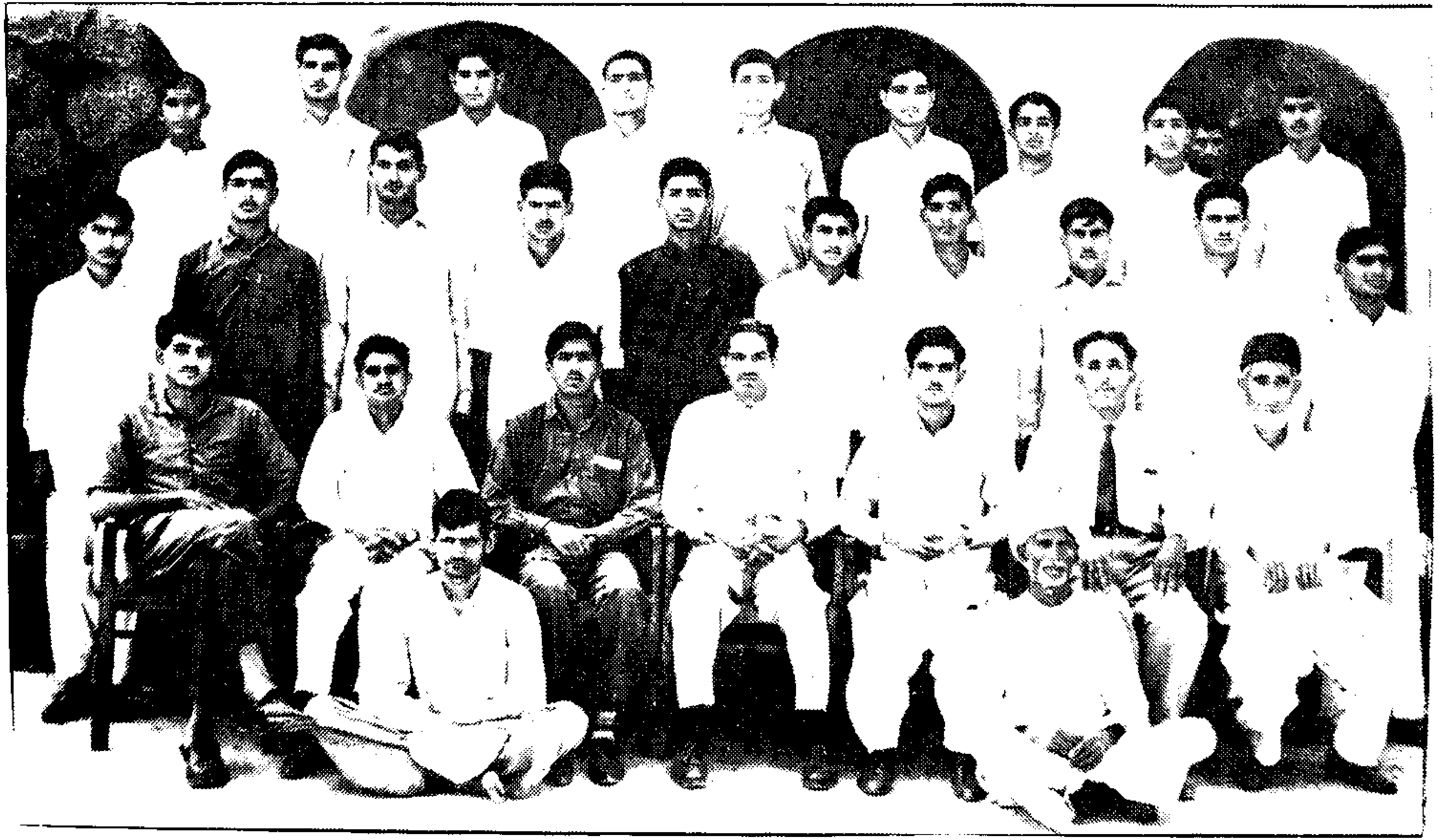

عبدالسلام بی ایس سی سیکنڈ ہیڈ ماسٹر بائیں سے دائیں تیسرے نمبر پر اپنے ساتھی اساتذہ کے ساتھ اسلامیہ ملت ہائی سکول چک نمبر ۳۱ رڑیانہ شیخوپورہ (۱۹۶۶ء)

Marfat.com

مصنف کا نواسہ محمد فیاض احمد

بھتیجے۔ محمد عنایت اللہ۔ عبدالشکور۔ محمد نعیم نوراللہ

Marfat.com

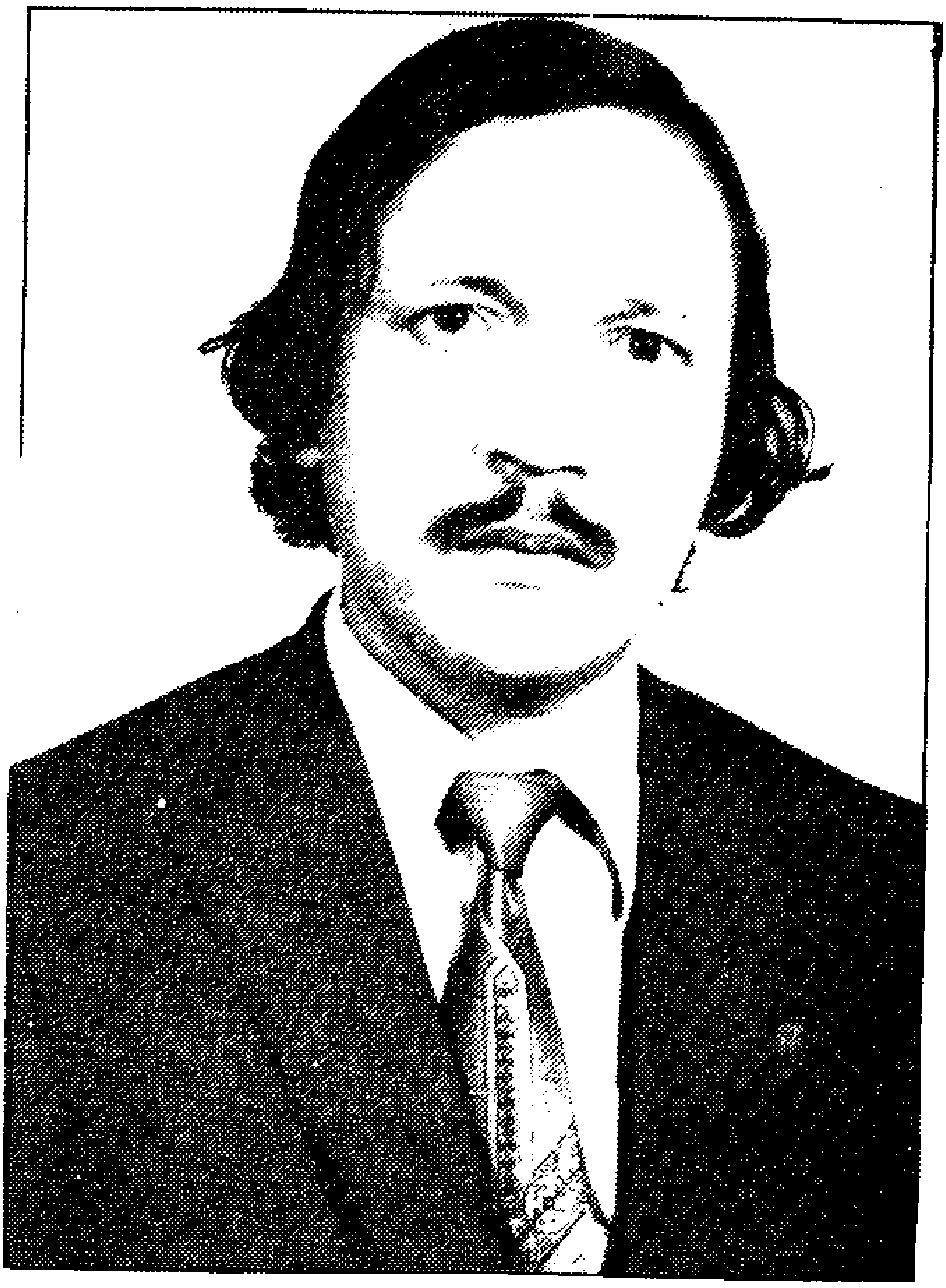

اے آر خان

ہم زلف

عبدالحمید

رضوان

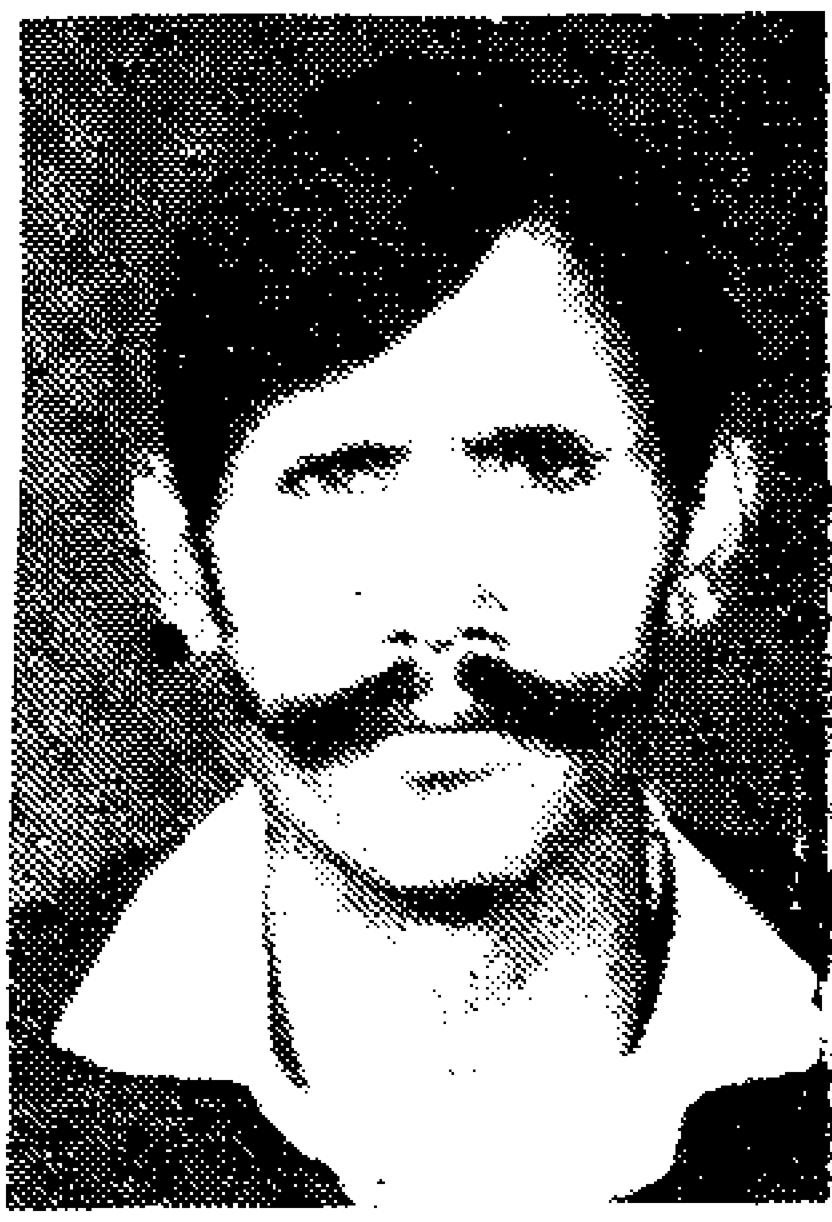

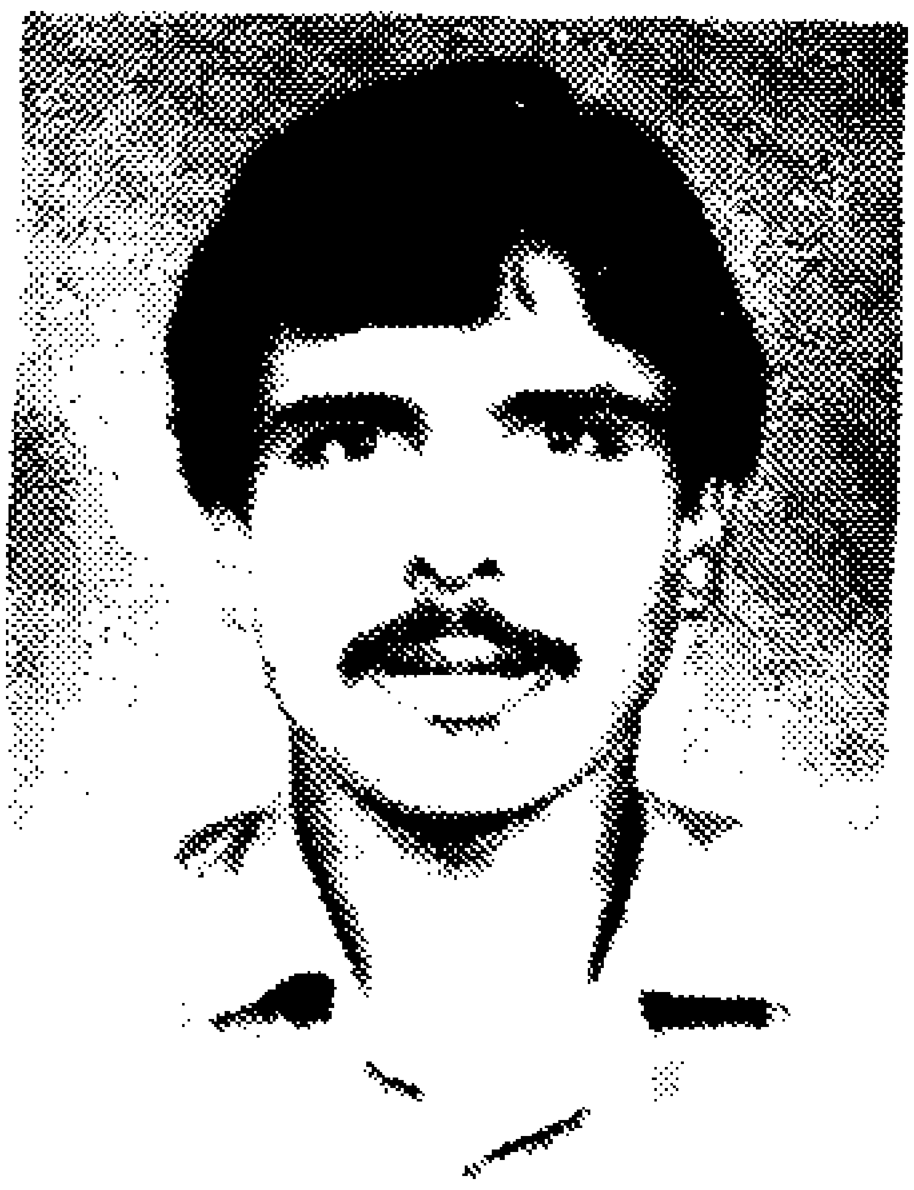

درویش کا داماد محمد یونس چودھری ۔ محمد عاشق برادر نسبتی محمد حنیف بھانجہ

Marfat.com

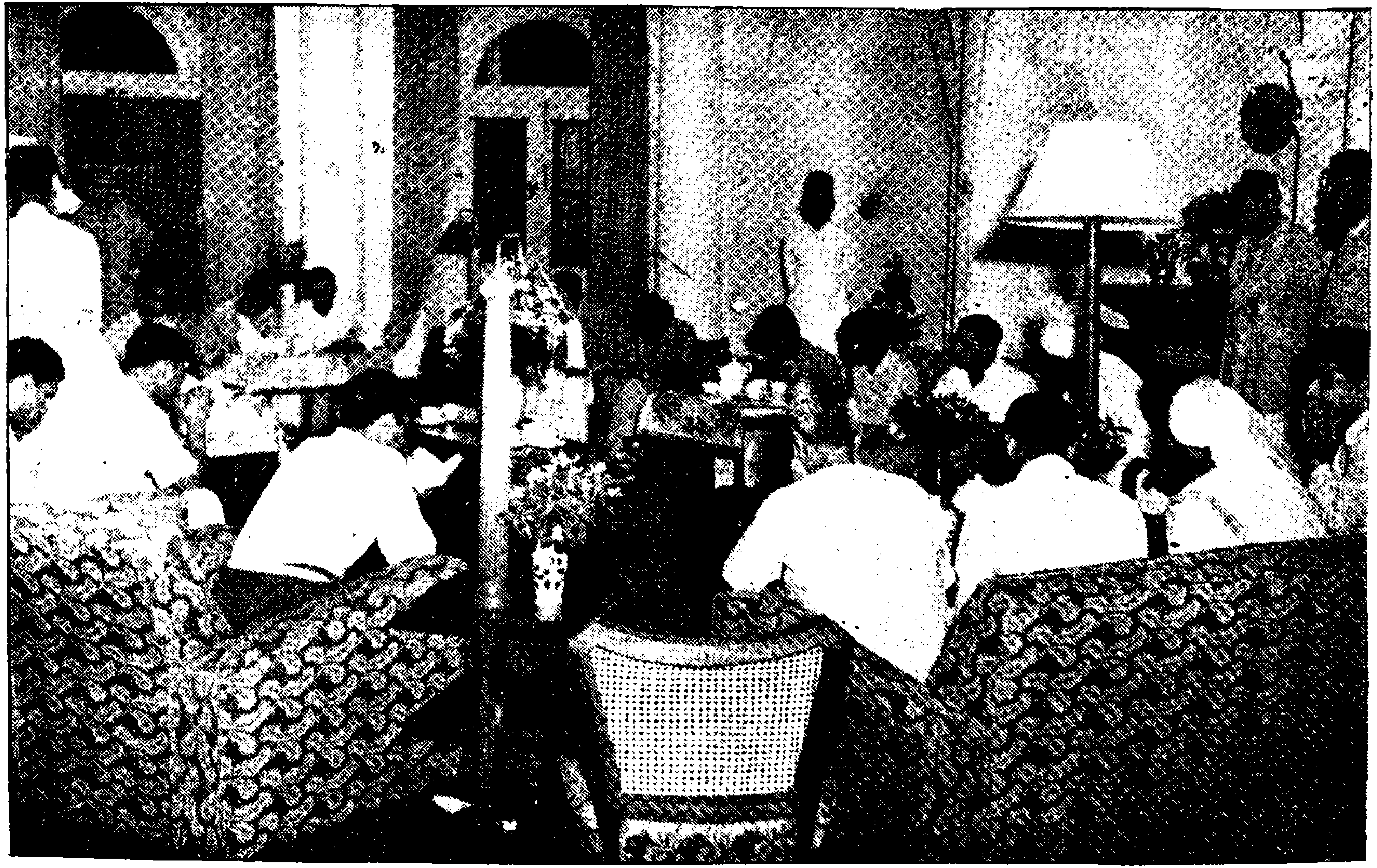

مخدوم زادہ حسن محمود کی ایک پریس کانفرنس میں محمد علی درویش، عبدالحمید صحرائی اور شیخ عبدالرحمٰن جنرل سیکرٹری مسلم لیگ (۱۴ ستمبر ۱۹۵۲ء)

Marfat.com

شیخ زید بن سلطان النہیان اور وزیر اعظم بھارت اندرا گاندھی

شیخ زید سلطان النہیان اپنے لڑکے کا تعارف اندرا گاندھی سے کرا رہے ہیں

بشکریہ خلیج ٹائمز ۲۲ مئی ۱۹۷۰ء

Marfat.com

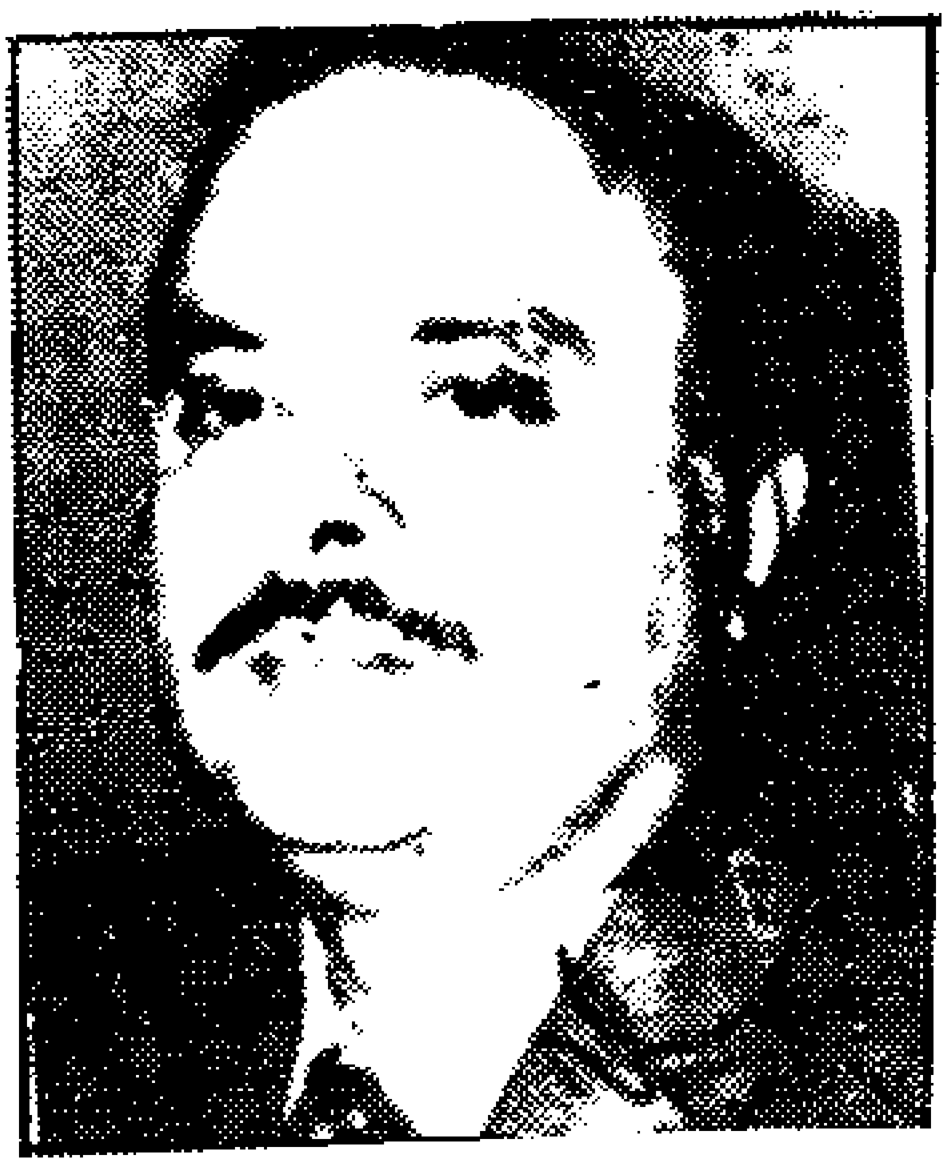

رئیس شبیر احمد ایم این اے آف بھونگ صادق آباد

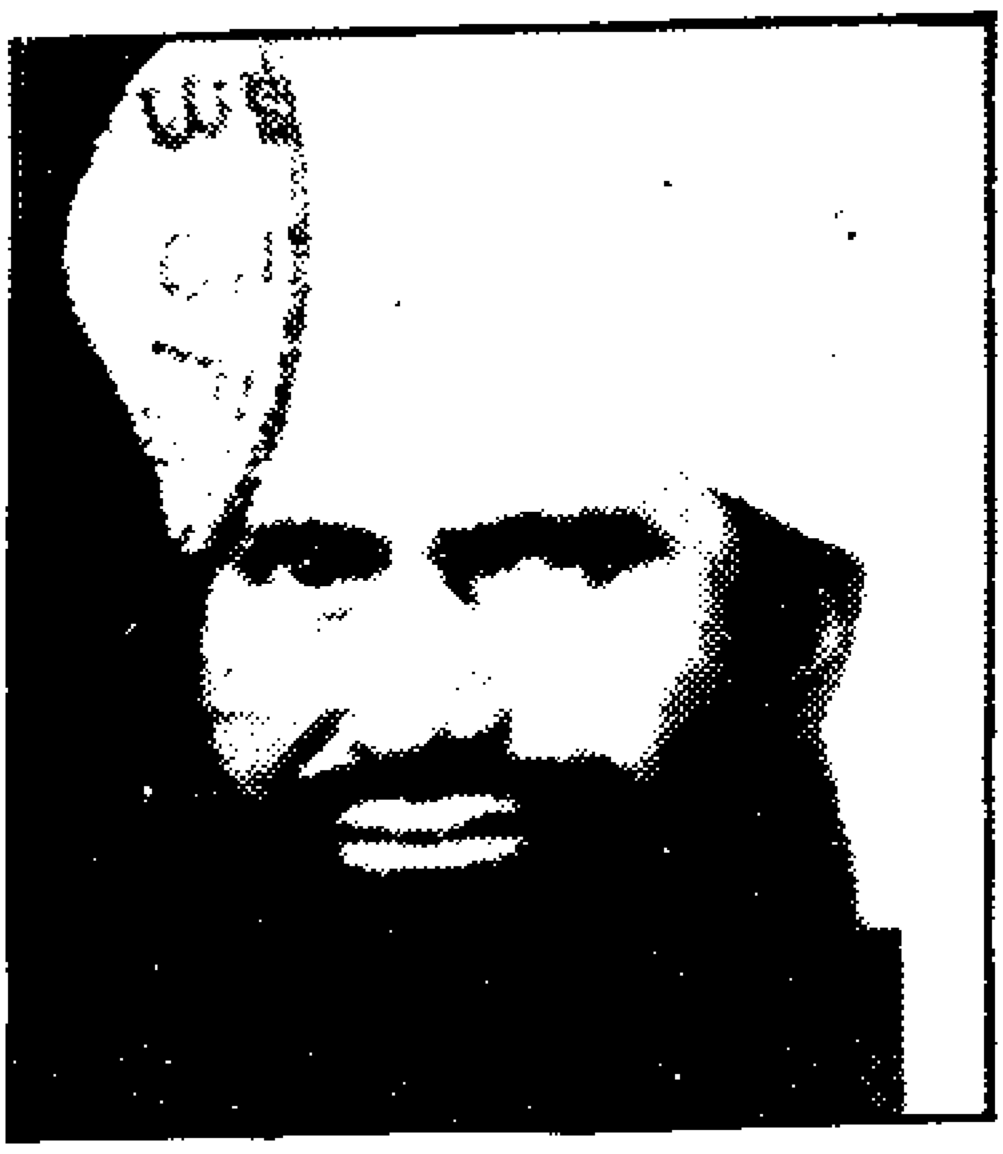

حکیم عبدالرشید ابوالعرفان بہاولپور

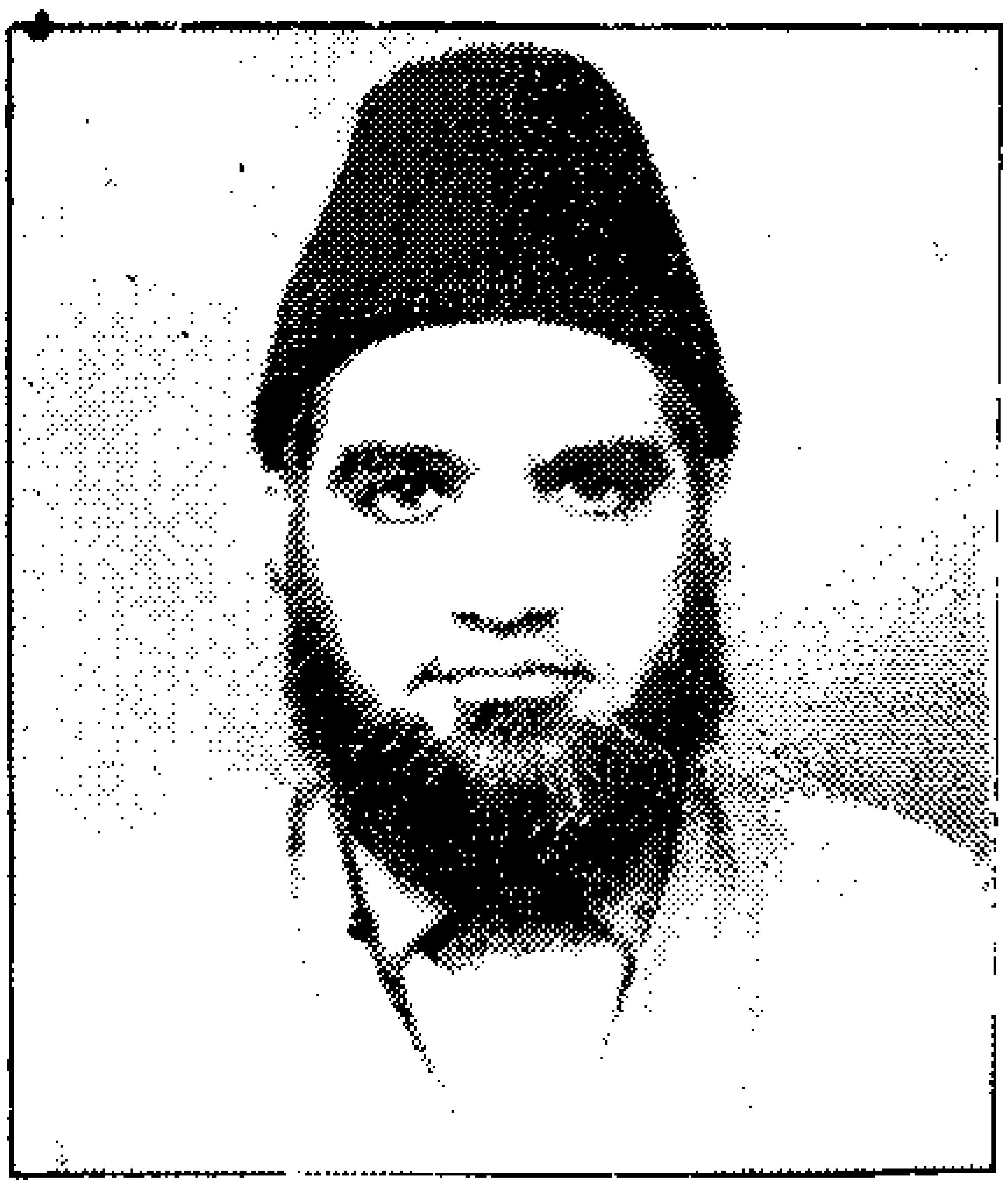

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بشریٰ رحمٰن ایم پی اے لاہور

Marfat.com

امام الخطاطین
قبلہ حافظ محمد یوسف سدیدی لاہور

خطاط العصر
محمد صدیق الماس رقم لاہور

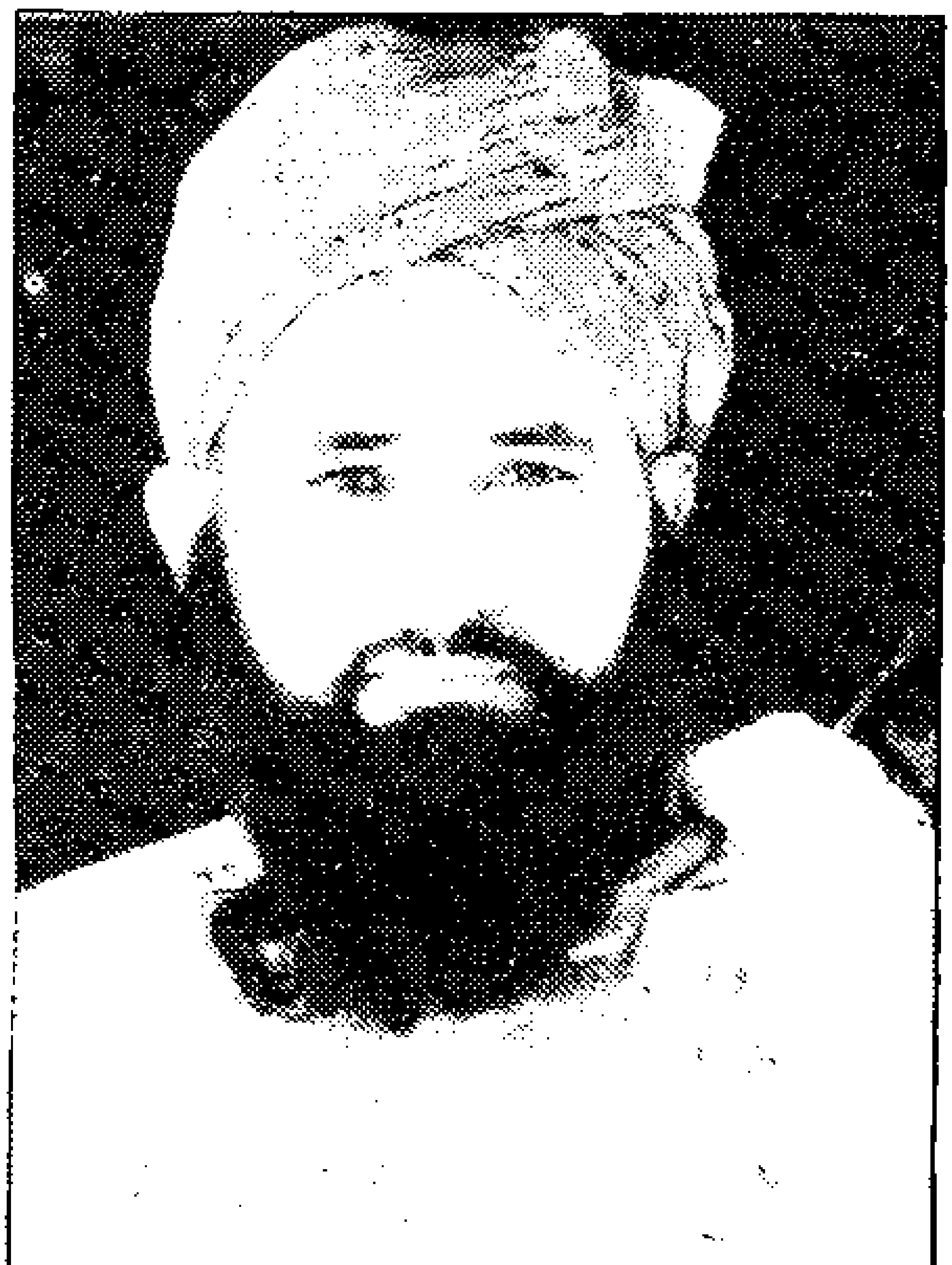

مولوی سلطان احمد پیرومرشد

ملک محمد مختار اعوان (خلیفہ)

Marfat.com

گورنر پنجاب مخدوم سجاد حسین قریشی کی جانب سے گورنر ہاؤس میں اے پی این ایس کے مندوبین کے اعزاز میں دیئے گئے ظہرانہ کے موقع پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور گورنر پنجاب مخدوم سجاد حسین قریشی کے ہمراہ اے پی این ایس کی خواتین ارکان مسز خالدہ جیلانی، بیگم مسعودہ ایم احمد، مس حمیرا سلیمان، مسز شاہدہ نفیس، مسز کشور اقبال، قدسیہ ہما، خالدہ جمیل، بشریٰ رحمٰن، یاسمین شاہد، ثمینہ کوثر شازیہ کا گروپ فوٹو۔

Marfat.com

همسایہ ملک ایران

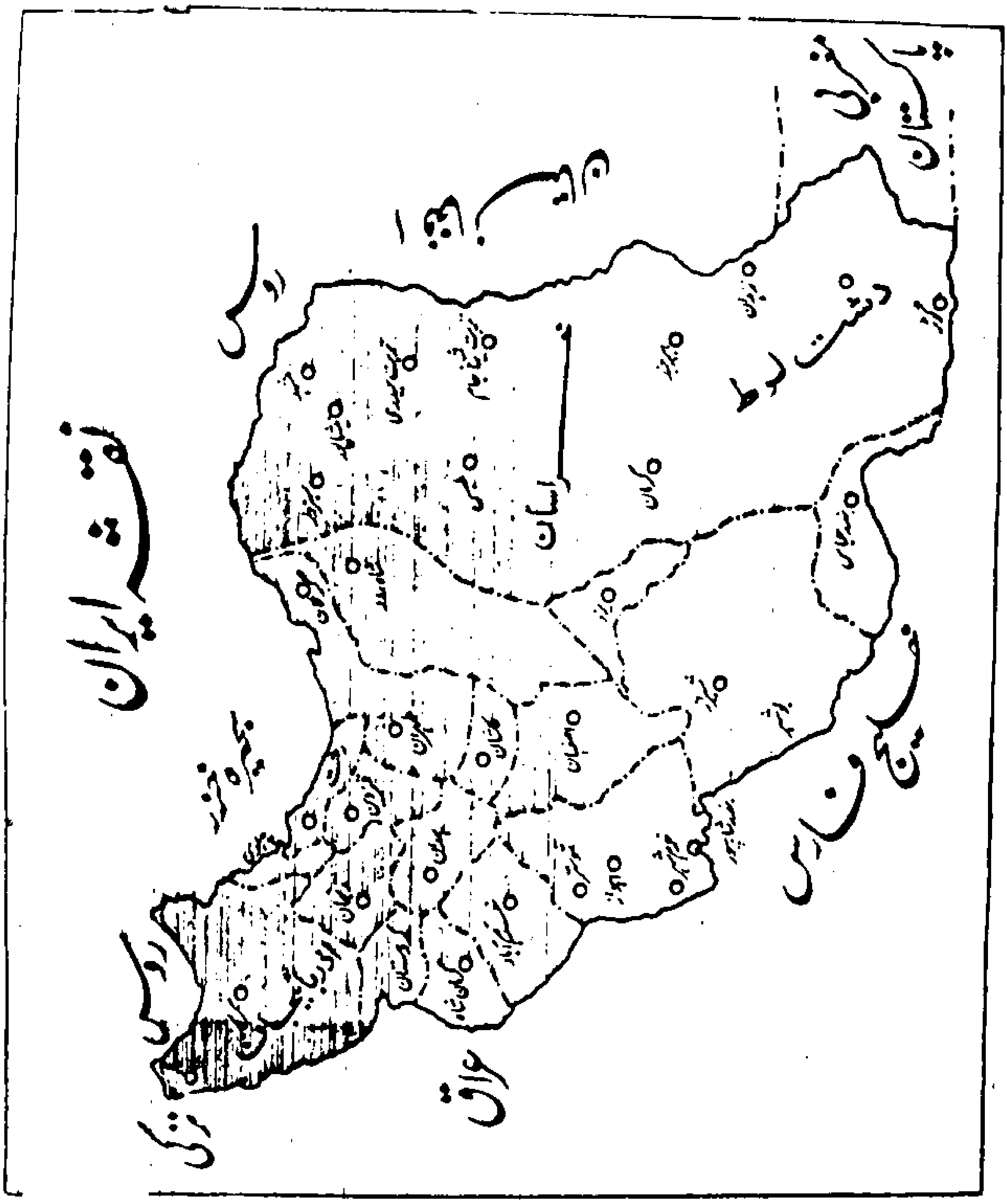

Marfat.com

ہمسایہ ملک بھارت

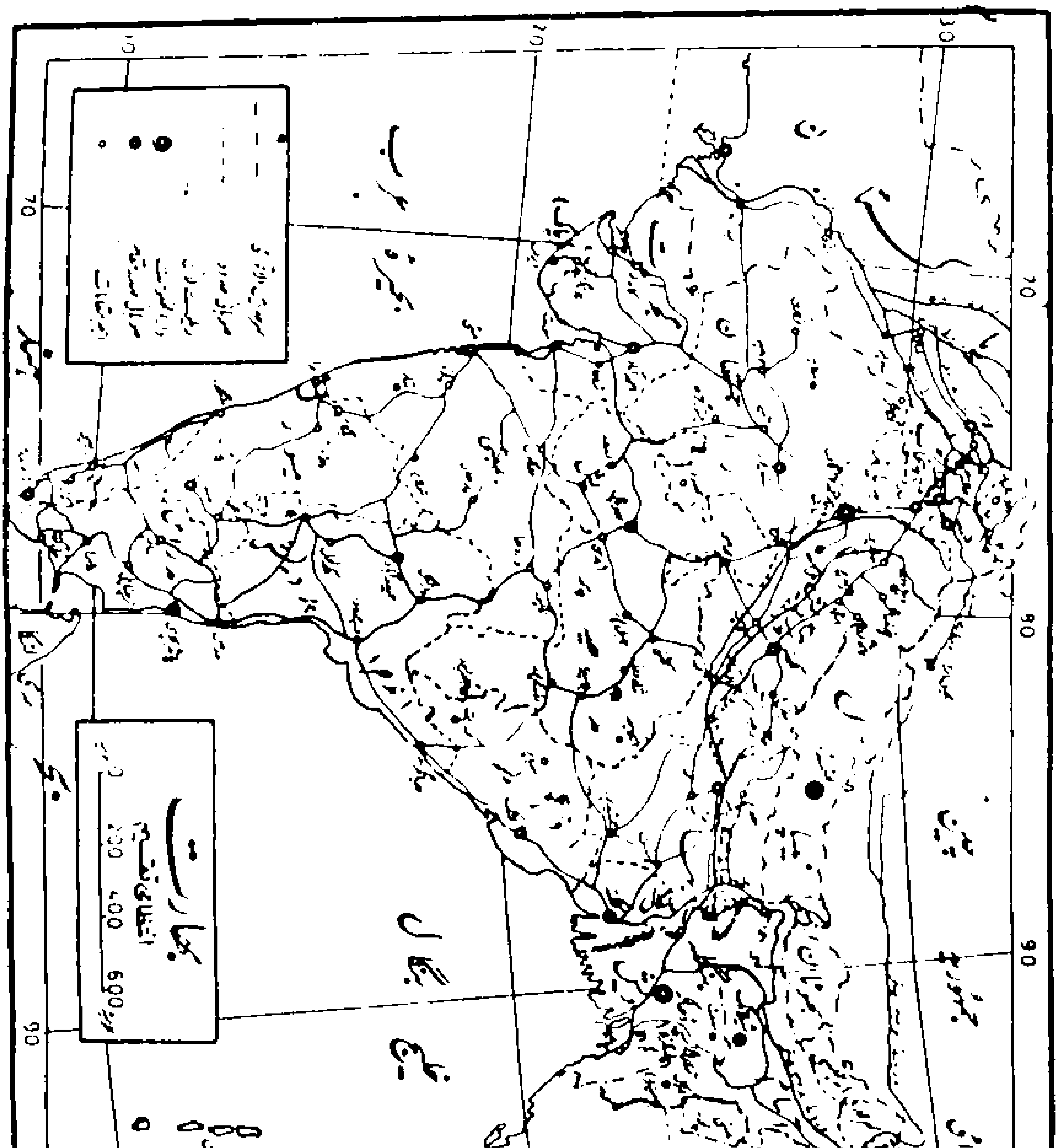

Marfat.com

سید شبیر بخاری کے صاحبزادے

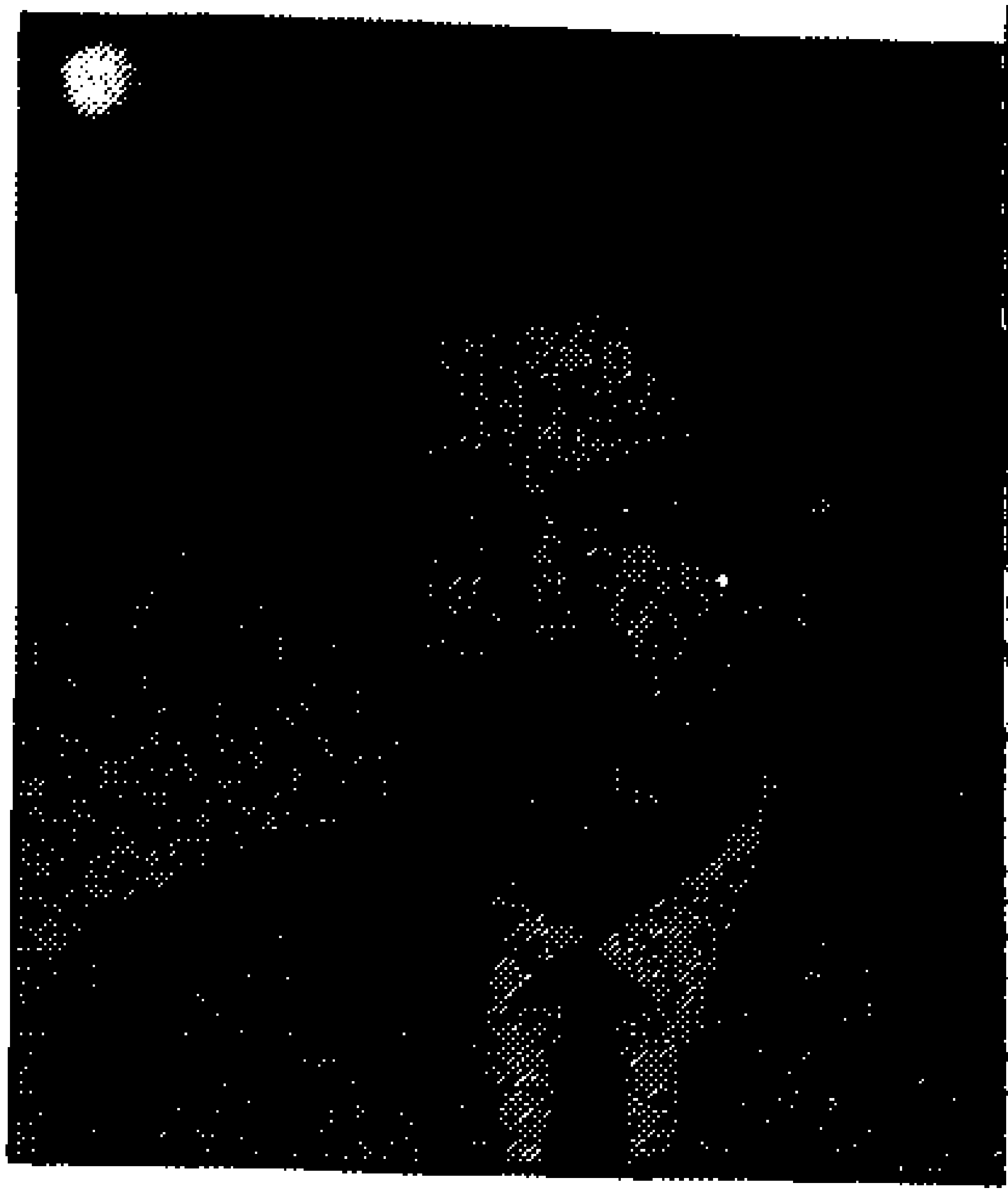

اشرف بخاری ایم ایس سی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

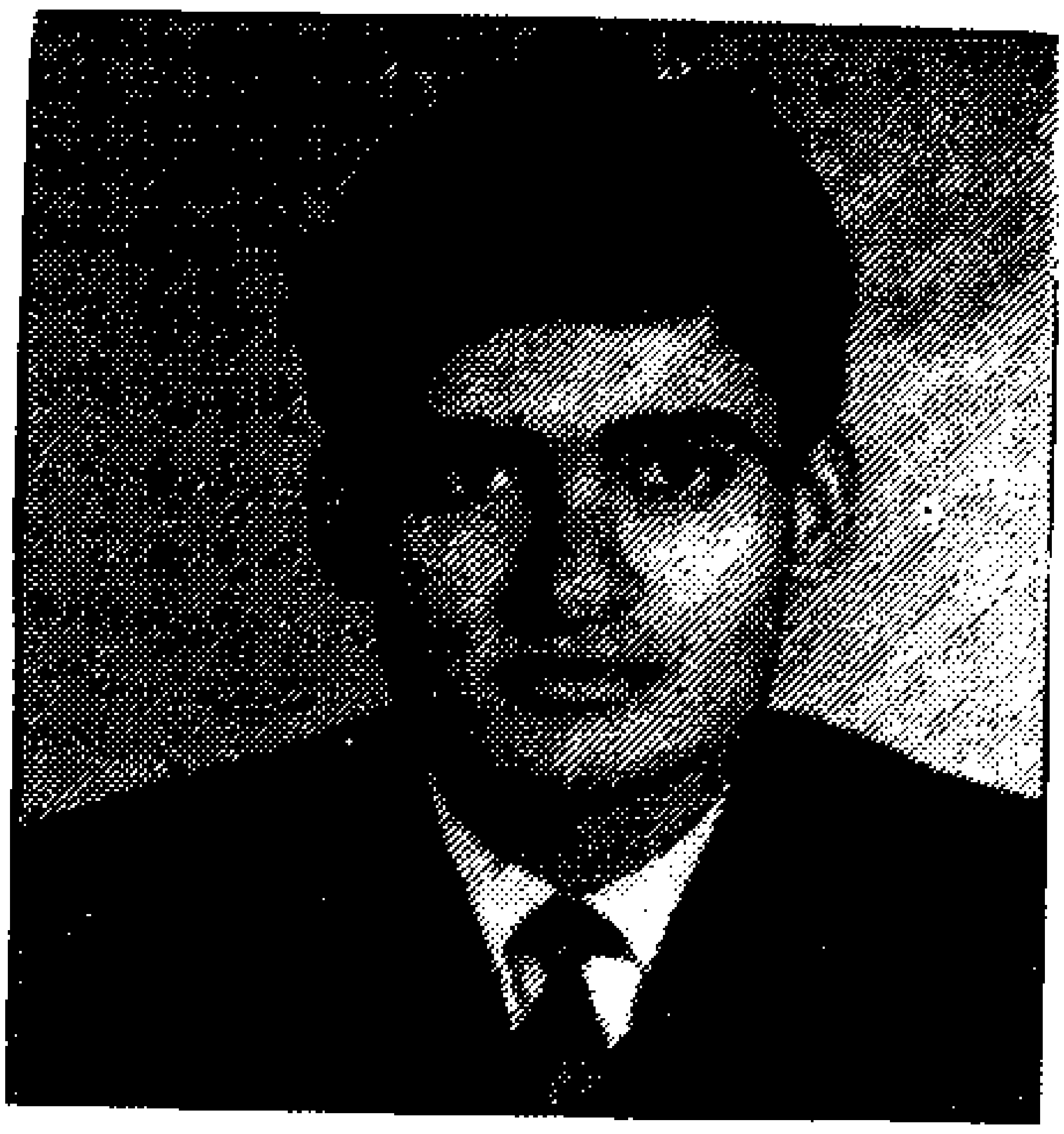

میجر سید امجد بخاری (آرمی)

سید ارشد بخاری ایم اے نفسیات (مقیم لندن)

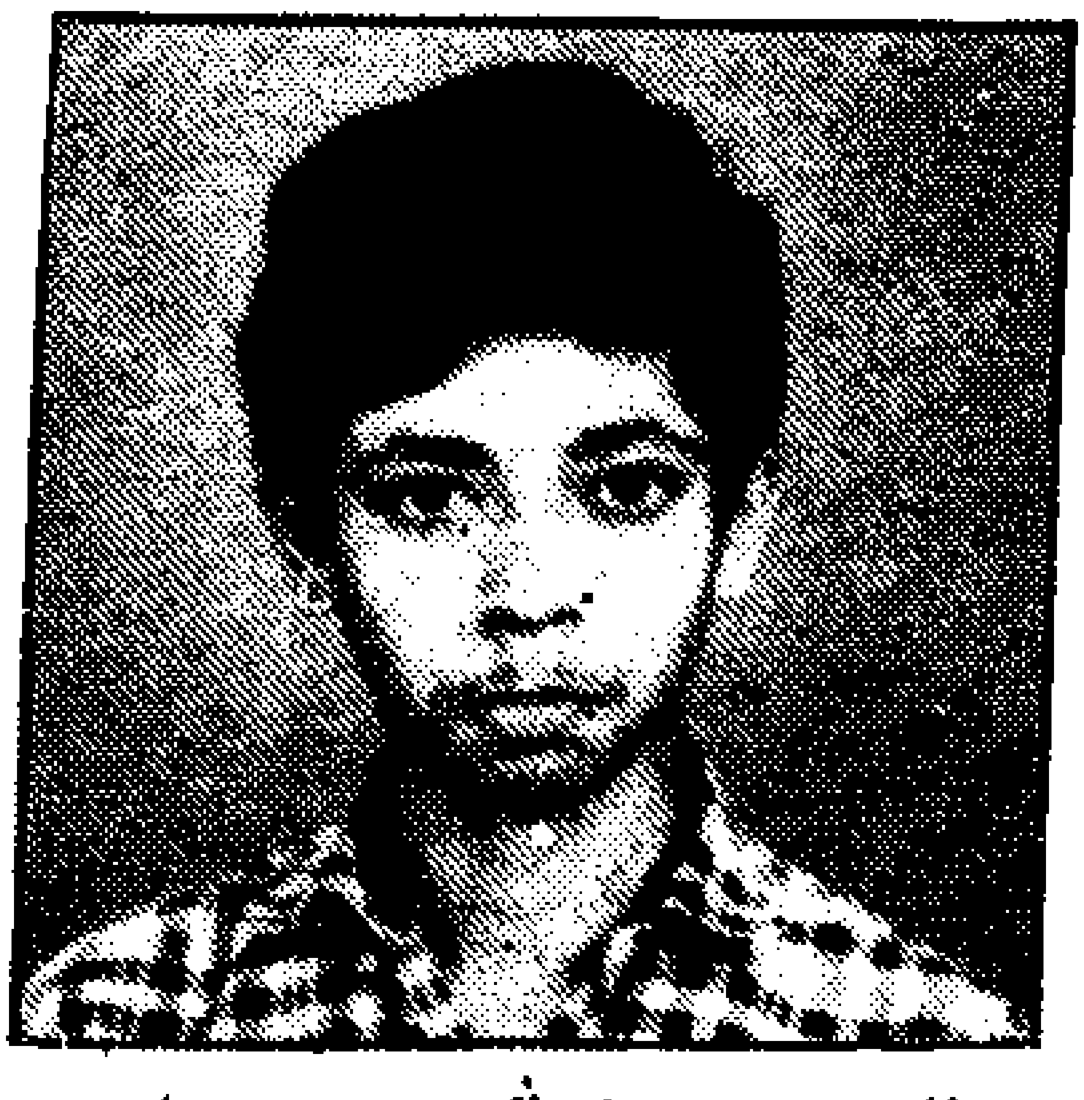

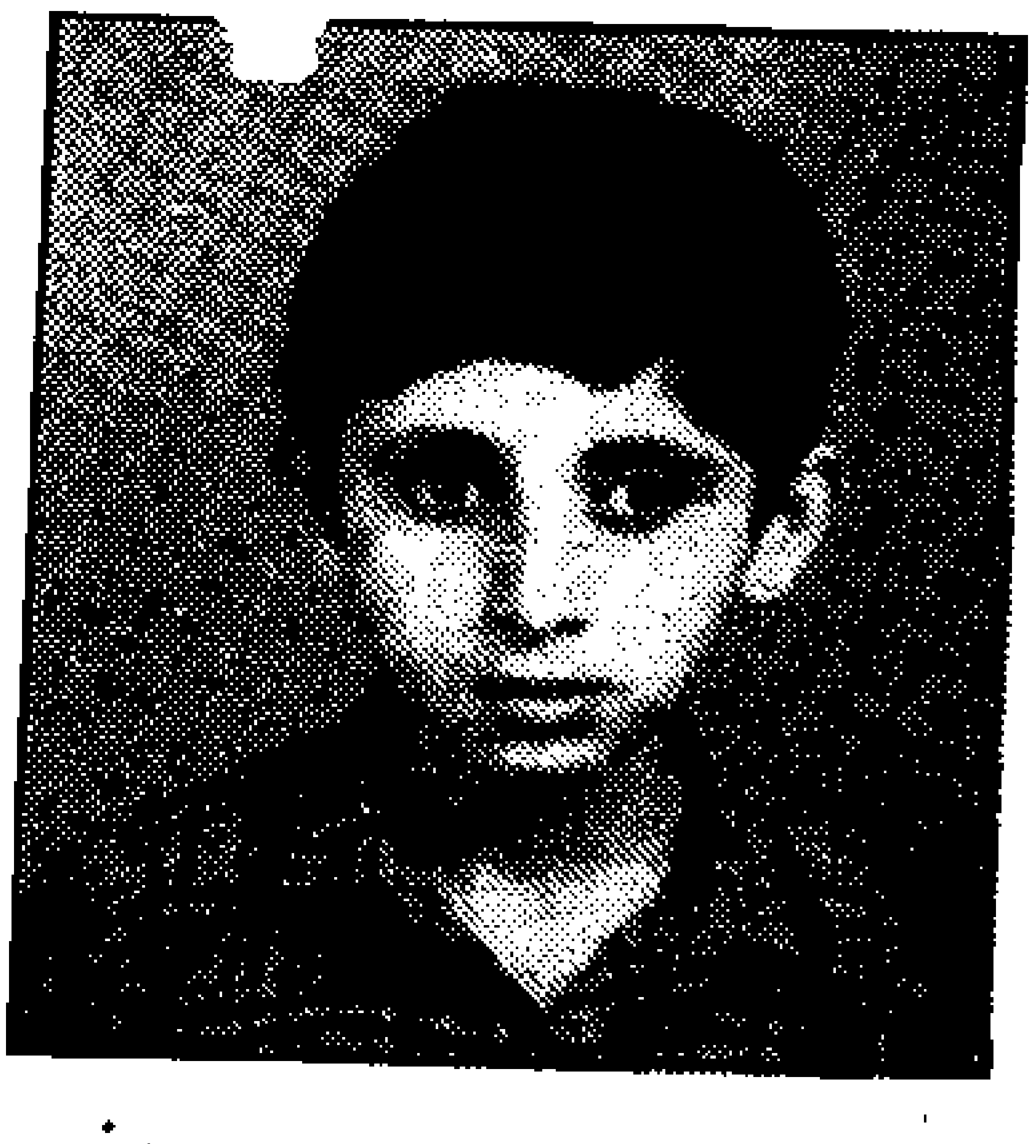

(پوتے) احمد رضا اشرف طالب علم کلاس دہم اور محمد رضا اشرف طالب علم کلاس پنجم

Marfat.com

اُستاد مبارک علی قریشی (مرحوم)

۱۹۲۳ء لاہور بلال گنج میں پیدا ہوئے اور جون ۳۰ ۱۹۸۷ء وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پس ماندگان میں آٹھ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں ایک لڑکا باہر گیا ہوا ہے۔ تین لڑکے زیر تعلیم ہیں۔ دو بھائی جلد ساز ہیں۔ دو زیور سازی کا کام کرتے ہیں۔ مبارک علی گورنمنٹ پریس میں ملازم ہو کر ۱۹۷۷ء میں ریٹائر ہوئے تھے۔ ان کی ایک دکان جلد سازی کی حق سٹریٹ اردو بازار میں تھی جس کا نام قریشی سنز لا بک ہاؤس تھا۔ ہمارے بھائی عبدالحمید رضوانی گورنمنٹ پریس میں ملازم رہے ہیں، اور سانده کلاں میں رہائش رکھتے تھے۔ اس لیے رضوانی صاحب کا مبارک علی سے گورنمنٹ پریس میں ملازمت اور سانده کلاں میں رہائش کی وجہ سے دُہرا تعلق تھا۔ مبارک کے لڑکے کچھ عرصہ رضوانی صاحب سے پڑھتے رہے ہیں۔ اس تعلق کی بنا پر ہم نے ان سے کتاب کی جلد بنوائی ہے۔ اب دکان پر نوازش علی ان کا صاحبزادہ کام کرتا ہے۔

سانده میں ایک اچھا مکان رہائش کے لیے مبارک علی بنا گئے ہیں۔ مبارک علی اچھے آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں۔ آمین ثم آمین (درویش)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com